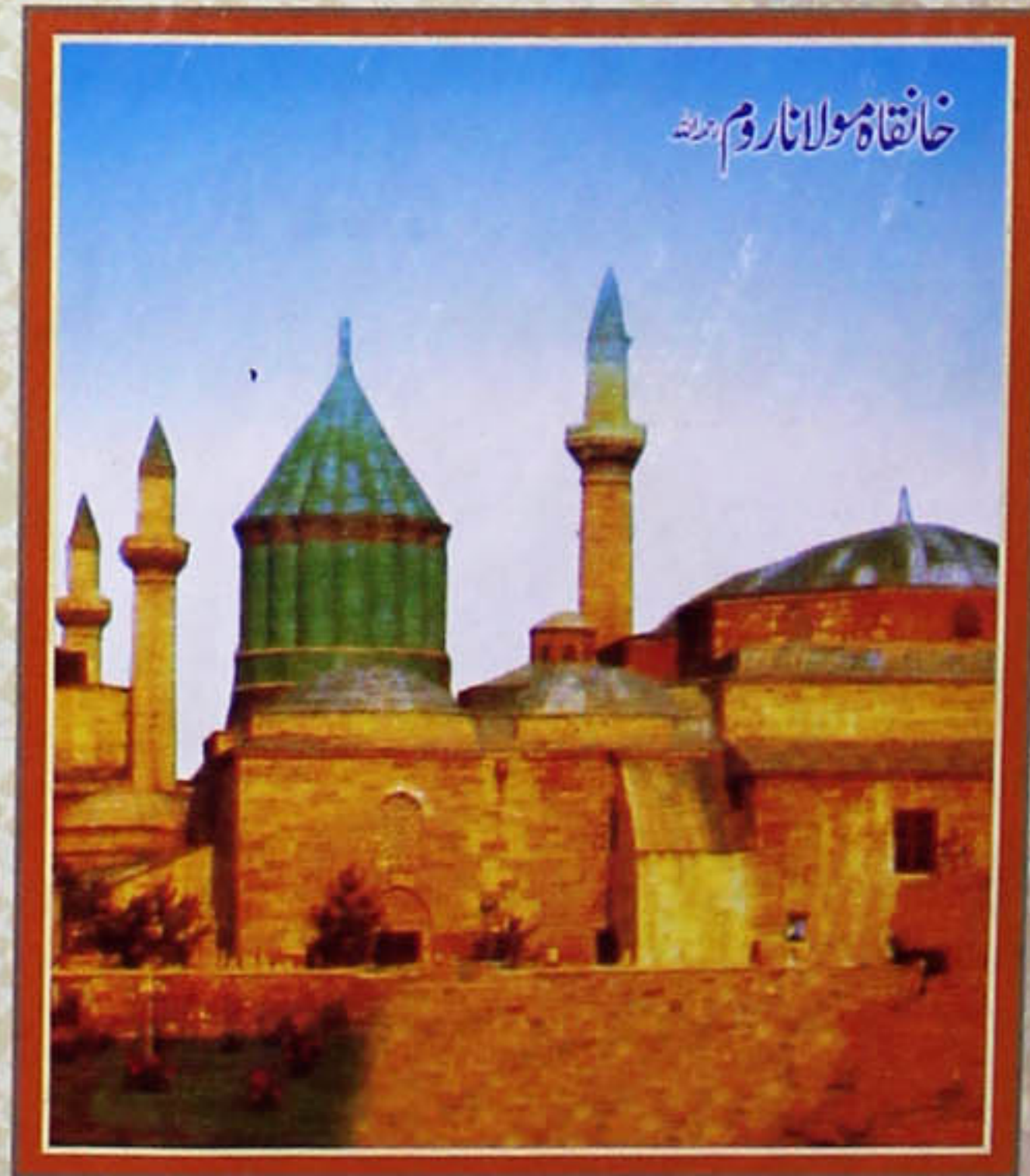


عارف باللہ حضرت مولانا جلال الدین رومی رحمہ اللہ کی نادر روزگار
اور معرکہ آراء کتاب ”مثنوی مولوی معنوی“ کی جامع اور لاجواب اردو شرح

کلید مثنوی

مع افادات و ارشادات
حضرت شیخ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمہ اللہ
از
حکیم الامت و اہلسنت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی

ادارہ تالیفات اشرفیہ
چوک فوارہ ملتان پاکستان
(061-4540513-4519240)



ہدیۂ مَحَبَّت

بخدمت جناب.....

نوٹ:- دوست احباب کو ہدیہ کر کے اپنے لئے صدقہ جاریہ بنائیے

Marfat.com

Marfat.com

عارف باللہ حضرت مولانا جلال الدین رومی رحمہ اللہ
کی نادر روزگار اور معرکہ آراء کتاب
”مثنوی معنوی“ کی جامع اور لاجواب اردو شرح

کلید مثنوی

جلد ۷-۸-۹-۱۰ دفتر ۳

مع افادٹ و ارشادات
حضرت شیخ خاجی امداد اللہ مہاجر کی رحمہ اللہ
از
محکم الامت و البیت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی

ادارہ تالیفات اشرفیہ
چوک فوارہ گلستان ہارستان
(0322-6180738, 061-4519240)

کلید ثنوی

تاریخ اشاعت..... ربیع الاول ۱۴۳۳ھ
ناشر..... ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان
طباعت..... سلامت اقبال پریس ملتان

انتباہ

اس کتاب کی کاپی رائٹ کے جملہ حقوق محفوظ ہیں
کسی بھی طریقہ سے اس کی اشاعت غیر قانونی ہے

قانونی مشیر

قیصر احمد خان

(ایڈووکیٹ ہائی کورٹ ملتان)

قارئین سے گزارش

ادارہ کی حتی الامکان کوشش ہوتی ہے کہ پروف ریڈنگ معیاری ہو۔
الحمد للہ اس کام کیلئے ادارہ میں علماء کی ایک جماعت موجود رہتی ہے۔
پھر بھی کوئی غلطی نظر آئے تو برائے مہربانی مطلع فرما کر ممنون فرمائیں
تا کہ آئندہ اشاعت میں درست ہو سکے۔ جزاکم اللہ

ادارہ تالیفات اشرفیہ..... چوک فوارہ..... ملتان

ادارہ اسلامیات..... انارکلی..... لاہور دارالاشاعت..... اردو بازار..... کراچی

مکتبہ سید احمد شہید..... اردو بازار..... لاہور مکتبہ رشیدیہ..... سرکی روڈ..... کوئٹہ

مکتبہ ذکریا..... بلاک نمبر 10..... ڈیرہ غازیخان مکتبہ دارالاعلام..... قصہ خوانی بازار..... پشاور

مکتبہ الاحمد..... باختری بازار..... ڈیرہ اسماعیل خان مکتبہ الاطہر..... بانو بارکیٹ..... رحیم یار خان

ISLAMIC EDUCATIONAL TRUST U.K 119-121- HALLIWELL ROAD
(ISLAMIC BOOKS CENTER) BOLTON BL3 3NE. (U.K.)

ملتان
کراچی

Marfat.com

Marfat.com

رَبِّ لَيْسَ وَلَا تَعْسِرُ وَتَمِّمُ بِالْخَيْرِ

حَامِدًا وَ مُصَلِّيًا وَمُسْلِمًا

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

تمہید دفتر ثالث کلید مشنوی

از حضرت قبلہ و کعبہ مولانا المولوی
الحاج القاری الشاہ محمد اشرف علی صاحب دام ظلہم العالی

بعد حمد الله قساما اهدى	ثم تسليم على خير الورى
تم من فيض الجلال المعنوى	شرح ثانى الشطر من ذا المشوى
مرحبا شبير نج نج يا حبيب	حزتما من شرحه اوفى النصيب
فاشرحا الثالث بجدوا واجتهاد	طالبين العون من رب العباد
هكذا ما بعده باقى الشطور	نور نور فوق نور فوق نور

فی ایقان لفظ النور اربع مرتبہ اشارہ الی ان عدد و ہذہ الدفاتر الی شرحی بہذا الطرز اربع من الثانی الی اللہ اس و فی نسخہ اشارہ الی کون کل
الدفاتر ستہ ۱۲ منہم ظلم۔

ربع اول از دفتر سوم مثنوی معنوی موسوم بہ

کلید مثنوی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شرح شبیری

اے ضیاء الحق حسام الدین بیار	ایں سوم دفتر کہ سنت شد سہ بار
اے ضیاء الحق حسام الدین لا	یہ تیسرا دفتر کیونکہ تہرانہ سنت ہے

یعنی اے ضیاء الحق حسام الدین اس تیسرے دفتر کو بھی لے آؤ اس لئے کہ سنت تین بار کرنا ہے دفتر دوم کے دیباچہ کے شعر اول کے ذیل میں مولانا حسام الدین کا اور مولانا کا علاقہ تو بیان کر دیا گیا ہے کہ دونوں پیر بھائی ہیں مگر مولانا حسام الدین کی تکمیل مولانا رومی ہی سے ہوئی اور فیض ان ہی سے ملا ہے مگر چونکہ پیر بھائی ہیں اس لئے مولانا ان کا ادب بہت کرتے ہیں اور ان کو اس طرح خطاب کرتے ہیں گویا کہ مولانا ان سے مستفیض ہیں اور کچھ عجب بھی نہیں ہے اس لئے کہ بعض مرتبہ بڑوں کو چھوٹوں سے فیض ہو جاتا ہے اگرچہ وہ تھوڑا ہی سہی مگر یہاں قطع نظر اس سے مولانا کو صرف پیر بھائی ہونے ہی کا بہت ادب ہے اور کیوں نہ ہو آخر اپنے شیخ کی یادگار ہوتی ہے بڑا بھائی چھوٹے بھائی سے کس قدر محبت کرتا ہے مگر ہاں چھوٹے کو یہی چاہئے کہ وہ اپنے کو خورد ہی سمجھے لہذا اس لحاظ سے مولانا فرماتے ہیں کہ بھائی ضیاء الحق حسام الدین اس تیسرے دفتر کو بھی لکھ ڈالو اس لئے کہ ایک کام کو تین بار کرنا سنت ہے لہذا اس تیسرے دفتر کو لکھ ڈالو اب یہاں بعض نادان معترضین نے کچھ اعتراضات کئے ہیں بعض کہتے ہیں کہ جب مولانا اس دفتر کے لکھنے کی وجہ یہ بیان فرماتے ہیں کہ سنت تین دفعہ کرنا ہے تو پھر اسی پر کفایت کرتے آگے چوتھا دفتر کیوں لکھا بعض کہتے ہیں کہ حدیث میں جو آیا ہے وہ تو ایک کام کے تین بار کرنے کو آیا ہے تو اگر مولانا دفتر اول ہی کو تین بار مکرر لکھتے تب تو یہ صحیح تھا اور جب وہ الگ لکھے اور یہ الگ تو پھر کیسے صحیح ہوگا۔ اس لئے کہ حدیث میں کہاں ہے کہ تین کام کیا کرو بلکہ وہاں تو یہ ہے کہ ایک کام کو تین بار کیا کرو۔ اول کا تو جواب یہ ہے کہ مولانا نے جو یہ مصلحت لکھی ہے کہ سنت تین بار کرنا ہے تو اس میں مصلحت کا انحصار نہیں ہے بلکہ مجملہ اور مصالح کے ایک مصلحت یہ بھی ہے جیسا کہ ظاہر ہے اور جواب دوسرے کا یہ ہے کہ مولانا کی تمام مثنوی میں دو مضمون ہیں ایک توحید دوسری ضرورت شیخ کامل یہی مضمون مختلف عنوانات سے آیا ہے لہذا جب مولانا نے اول دو دفتر لکھے لئے ان میں یہی مضمون تھا۔ تو اب فرماتے ہیں کہ اس ہی مضمون کو پھر تیسری مرتبہ بھی بیان کرتے ہیں اس لئے بعض احادیث میں جو ایسا آیا ہے کہ راوی کہتا ہے کہ حضور نے یوں فرمایا ہے تو محدثین نے لکھا ہے کہ حضور بعض مرتبہ تو ایک بات کو تین مرتبہ ایک لفظ سے فرماتے تھے مگر بعض مرتبہ ایسا ہوتا تھا کہ ایک ہی مضمون کو مختلف الفاظ سے تعبیر فرماتے تھے جیسے کہ استاد کہ ایک ہی تقریر کو بہ تبدیل الفاظ بیان کیا کرتا ہے پس جو کہ ایک

راوی کو یاد رہا اس نے وہ الفاظ کہے۔ اور دوسرے نے دوسرے کہے اسی طرح مولانا کی مثنوی میں بھی مضمون تو ایک ہی ہے مگر اس کی تعبیر مختلف ہے اور اس کا ماخذ خود حدیث سے نکل آیا فللہ الحمد اور اس قسم کے اور بھی لہجہ اور وہی شہادت کئے ہیں۔ اور ان کے جوابات دیئے ہیں جن کا بیان طویل ہے اور بے فائدہ لہذا قیاس کن زگلستان من بہار مرا آگے فرماتے ہیں کہ

بر کشا گنجینہ اسرار را	در سوم دفتر بہل اعزاز را
رازوں کا خزانہ کھول دے	تیسرے دفتر میں عذروں کو چھوڑ دے

یعنی اسرار کے خزانہ کو کھول دیجئے اور تیسرے دفتر میں عذروں کو ترک کر دیجئے مطلب یہ کہ اگرچہ وہ اعذر جو کہ آپ کو دوسرے دفتر کے شروع کے وقت تھے اب بھی ہیں یعنی غلبہ توجہ الی الحق اور استغراق عالم غیب کا مگر اب اس تیسرے دفتر میں ان عذروں کو چھوڑ دیئے اور ان کی پرواہ نہ کیجئے اس لئے کہ

قوتت از قوت حق می زہد	نز عروقتے کز حرارت می جہد
تیری طاقت اللہ کی طاقت سے جوش مارتی ہے	نہ کہ رگوں سے جو گرمی سے پھڑکتی ہیں

یعنی آپ کی قوت تو قوت حق سے جوش مار رہی ہے نہ کہ عروق سے کہ حرارت کی وجہ سے کور رہی ہوں۔ یہاں سے مولانا حسام الدین کا صاحب افاضہ ہونا بیان فرماتے ہیں کہ آپ ان اعذار کی پرواہ نہ کیجئے اس لئے کہ یہ اعذار آپ کی اس قوت اور کمال کے سامنے کیا چیز ہیں آپ کی قوت قوت حق ہے اس کو ان ظاہری اسباب سے کیا تعلق جو قوت کہ ان اسباب ظاہری سے پیدا ہوتی ہے وہ تو ناقص ہوتی ہے اور عوارضات اسکو مغلوب کر سکتے ہیں مگر آپ کی قوت تو وہ قوت ہے کہ اس کو مغلوب ہی نہیں کر سکتا آپ کی شان بی یسطق و بی یصرو بی یسمع کی ہے۔ آگے ایک مثال فرماتے ہیں۔

ایں چراغ شمس کو روشن بود	نز فتیلہ و پنبہ و روغن بود
یہ سورج کا چراغ جو روشن ہوتا ہے	تقی اور روئی اور تیل کی وجہ سے نہیں ہے

یعنی یہ سورج کا چراغ جو روشن ہے نہ بتی اور روئی اور تیل سے ہوتا ہے مطلب یہ ہے کہ دیکھو جس طرح چراغ شمس بے اسباب ظاہر کے روشن ہے اسی طرح آپ کی قوت کو بھی ان اسباب ظاہری کی ضرورت نہیں ہے کہ ان کے انعدام سے اس قوت کا انعدام لازم ہو آگے دوسری اسی کی مثال فرماتے ہیں کہ

سقف گردوں کو چینیں دائم بود	نز طناب واستنے قائم بود
آسمان کی چھت جو اس طرح سے ہمیشہ سے ہے	رے اور ستون کی وجہ سے قائم نہیں ہے

یعنی سقف گردوں کہ جو ایسی دائم ہے وہ طناب اور ستون سے قائم نہیں ہے بلکہ صرف قدرت حق اس کو سنبھالے ہوئے ہے اسباب ظاہر کچھ بھی نہیں اور تیسری اسی کی مثال ہے کہ

قوت جبریل از مطبخ نبود	بود از دیدار اخلاق وجود
حضرت جبریل کی قوت مطبخ کی وجہ سے نہ تھی	وجود کو پیدا کرنے والے اللہ کے دیدار کی وجہ سے تھی

یعنی قوت جبریل علیہ السلام کی کسی باورچی خانہ کی وجہ سے نہ تھی بلکہ اس اخلاق و جودات کے دیدار سے تھی مطلب یہ ہے کہ دیکھو جبریل علیہ السلام میں جو قوت ہے وہ کہیں اغذیہ مقوی کھانے کی وجہ سے تو نہیں ہے بلکہ وہ اس دیدار حق کی وجہ سے ہے جو کہ ان کی استعداد کے قابل ہے اس سے ان کے اندر ایک بہت بڑی قوت تو یہ آگئی ہے جیسا کہ ظاہر ہے۔

ہم زحق داں نز طعام و نز طبق	ہمچنین ایں قوت ابدال حق
اللہ کی جانب سے مجھ لے نہ کہ کھانے اور طباق کی وجہ سے	اسی طرح اللہ تعالیٰ کے ابدال کی قوت

یعنی اسی طرح ابدال حق کی قوت کو بھی حق تعالیٰ کی طرف سے سمجھو نہ کہ طعام و طبق سے مطلب یہ ہے کہ بزرگان دین میں جو قوت اور ہمت ہوتی ہے وہ حق تعالیٰ ہی کی طرف سے ہوتی ہے کہ رات رات بھر جاگتے ہیں اس قدر مجاہدات کرتے ہیں اور پھر ویسے ہی کے ویسے رہتے ہیں بلکہ غذائیں تو بعض کم کر دیتے ہیں۔ بس معلوم ہوا کہ یہ قوت اور نشاط کسی ایسی وجہ سے ہے جو کہ ظاہری نہیں ہے بلکہ حقیقی ہے اور وہ وہی ہے جو کہ حق کی وجہ سے ہو یہاں سے اولیاء اللہ اور بزرگان دین کی تعریف اور ان کی صفات کو بیان فرماتے ہیں اور آگے بھی یہی مضمون ہے فرماتے ہیں کہ۔

جسم شماں را ہم ز نور اسر شتہ اند	تاز روح و از ملک بگذشتہ اند
ان کے جسم کو بھی نور سے بنایا ہے	یہاں تک کہ وہ روح اور فرشتے سے بڑھ گئے ہیں

یعنی ان حضرات کے جسم کو بھی نور ہی سے گوندھا ہے یہاں تک کہ وہ (دوسری) ارواح سے اور فرشتوں سے بھی بڑھ گیا۔ مطلب یہ ہے کہ ان حضرات کے جسم میں ایسی لطافت اور نور ہوتا ہے کہ اتنی لطافت اور نور دوسروں کی روح میں اور فرشتوں میں بھی نہیں ہوتا حالانکہ وہ ارواح اور ملائک سراپا نور ہیں مگر ان کی لطافت جسمی ان سے بدرجہا زیادہ ہوتی ہے تو پھر لطافت روحانی کا تو کچھ ٹھکانا ہی نہیں ہے اور یہ بات مشاہدہ سے معلوم ہوتی ہے اکابر دین کے چہروں کو جس کا جی چاہے دیکھ لے خدا کی قسم بڑے بڑے حسین و جمیل ان کے آگے جوتی کا تلام معلوم ہوتے ہیں خوب کہا ہے کہ

فدا مہ جبیں جن پہ سارے ہوئے ہیں انہیں کے تو ہم ہارے مارے ہوئے ہیں

ہمارے سامنے تو ایک چہرہ ہے کہ ساری عمر میں اس کو دیکھا ہے آنکھ کھولی اور ہوش سنبھالا تو خدا کا شکر ہے کہ وہی چہرہ زیادہ دیکھا ہے خدا کی قسم وہ حسن جو اس میں ہے کہیں ہم نے تو دیکھا نہیں اگر کسی اور نے دیکھا ہو تو وہ جانے۔

ہے شان محبوبیت بھی کامل بحیثیت کی صفت بھی حاصل کہاں ہے دکھلائے کوئی یکجا جمال ایسا کمال ایسا

وہ چہرہ اور روئے مبارک میرے بڑے ابا حضرت قبلہ و کعبہ مولانا المولوی الحاج الشاہ اشرف علی صاحب کا ہے جس کا دل چاہے دیکھ لے اور جس نے دیکھا جانتا ہے۔

جس نے بہ چشم نکتہ میں دیکھ لیا وہ مہ جبیں اس کی نظر میں پھر کہیں کوئی حسین چچا نہیں اور تعجب ہے کہ

آں دل کہ رم نمودے باخو برو جواناں دیرینہ سال پیرے بردے بیک نگاہے

صفت تحریر سے باہر ہے جو چاہے آ کر دیکھ لے اور ان بڑھوں کو چاہے اور ان سے محبت کرے کہ چپڑی اور دو دو کا مزہ آوے
میں مقصود سے بہت دور ہو گیا مگر اس میں بھی مجھے امید ثواب ہے غرض کہ مولانا کا مقصود یہ ہے کہ ان حضرات کا جسم بھی دیگر ارواح
سے لطیف اور نورانی ہوتا ہے چونکہ میاں ملوک قسم کا تعجب ہوتا تھا کہ جسم روح سے بڑھ جاوے آگے اس کا جواب فرماتے ہیں کہ۔

چونکہ موصوفی باوصاف جلیل	ز آتش نمرود بگذر چوں خلیل
چونکہ تو بڑے دمنوں سے موصوف ہے	حضرت خلیل کی طرح نمرود کی آگ سے گزر جا

یعنی جبکہ تم اوصاف جلیل سے موصوف ہو تو آتش نمرود سے حضرت خلیل اللہ کی طرح گزر جاؤ مطلب یہ ہے کہ جب تم
اوصاف حق سے موصوف ہو چکے ہو اور بی بنطق و بی یصور و بی بسمع کے مصداق بن گئے ہو پھر اگر روح و ملائک پر فوقیت
حاصل ہوگئی تو کیا تعجب ہے تمہارے اوصاف وہ تمہارے نہیں وہ اوصاف حق ہیں جو تمہارے اندر جلوہ گر ہیں اور مراد اس سے وہی
عنیت مصطلحہ ہے کہ جب وہ حاصل ہوگئی تو پھر اور کس کی ضرورت ہے۔

من تو شدم تو من شدم تو جاں شدی تا کس نہ گوید بعد ازین من دیگرم تو دیگر

آتش نمرود سے مراد وہ مقتضیات ہیں جو کہ انسان میں بحیثیت انسان ہونے کے موجود ہوتے ہیں تو وہ بزرگوں میں بھی
ہوتے ہیں مگر فرق اس قدر ہے کہ وہ حضرات ان سے مغلوب نہیں ہوتے بلکہ غالب رہتے ہیں اسی کو فرماتے ہیں کہ تم ان
مقتضیات نفسانی سے حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کی طرح گزر جاؤ کہ جس طرح ان کو آتش نمرود مضر نہیں ہوئی اسی طرح تم کو ان کا
وجود مضر نہ ہوگا اور تم غالب ہی رہو گے۔

گرد آتش بر تو ہم برد و سلام	اے عناصر مزاجت را غلام
آگ بھی تجھ پر سلامتی اور ٹھنڈک بن جائے گی	اے وہ کہ عناصر (اربعہ) تیرے مزاج کے غلام ہیں

یعنی آگ تمہارے اوپر بھی ٹھنڈی اور سلامتی ہو جاوے گی اے وہ شخص کہ جس کی مزاج کے غلام عناصر ہو گئے ہیں۔ آتش
سے مراد وہی مقتضیات نفسانی ہیں مطلب یہ ہے کہ جس طرح وہ آتش نمرود ان کے لئے برد و سلام ہوگئی تھی اور مضر نہ ہوئی اسی
طرح یہ مقتضیات تم سے مغلوب رہیں گے اور تم ان پر عمل سے سلامت رہو گے اور اگر کہیں یہ مقتضیات ہی فنا ہو جاویں تو پھر علو
مراتب ہی کیوں ہو علو مراتب کا تو یہی سبب ہے کہ وہ موجود رہیں اور پھر نفس پر جبر کر کے ان سے رکتے ہیں اور چونکہ یہ سارے
تقاضے ان عناصر اربعہ کے امتزاج سے ہی پیدا ہوتے ہیں اور وہ مقتضیات مغلوب ہو گئے ہیں تو گویا عناصر ہی مغلوب اور غلام
ہو گئے ہیں اس لئے مولانا نے فرمادیا کہ اے عناصر مزاجت را غلام۔ سبحان اللہ سبحان اللہ۔

ہر مزاجے را عناصر مایہ ایست	وین مزاجت برتر از ہر پایہ ایست
عناصر ہر مزاج کا سرمایہ ہیں	اور تیرا یہ مزاج ہر مرتبہ سے بالاتر ہے

یعنی ہر مزاج کے لئے عناصر ہی مایہ ہیں اور یہ تمہارا مزاج ہر مرتبہ سے بلند ہے مطلب ظاہر ہے کہ آپ کا مزاج ان
اسباب ظاہری کا محتاج نہیں ہے۔

ایں مزاجت در جهان منبسط	وصف وحدت را کنوں شد ملقط
دسج عالم میں تیرا یہ مزاج	اب وحدت کی صفت کو چننے والا ہو گیا ہے

یعنی تمہارا یہ مزاج جہان کشادہ میں ہے اب وصف وحدت کا خوشہ چسپ ہو گیا ہے مطلب یہ ہے کہ تمہاری طبیعت جو کہ اس عالم بالا کی طرف متوجہ ہے اور اس وحدہ لا شریک میں غرق ہے اس لئے وہ اس وصف وحدت سے اقتباس کر رہا ہے۔

اے دریغاً عرصہ افہام خلق	سخت تنگ آمد ندارد خلق
ہائے افسوس! لوگوں کی فہوں کا میدان	بہت تنگ ہے مخلوق خلق نہیں رکھتی ہے

یعنی افسوس مخلوق کے افہام کا میدان سخت تنگ ہو گیا ہے اور مخلوق خلق نہیں رکھتی مطلب یہ ہے کہ دیکھو اولیاء اللہ میں یہ صفات ہیں مگر لوگ نہیں سمجھتے اور علوم و معارف کو حاصل نہیں کرتے خلق سے مراد قبولیت ہے یعنی مخلوق کے وہ خلق جو کہ ان علوم و معارف کے کھانے کے لئے ہیں۔ بہت تنگ ہو گئے ہیں اور استعدادیں بہت ہی ضعیف ہو گئی ہیں چونکہ لوگوں کی استعداد کے ضعیف ہونے پر افسوس کیا ہے لہذا آگے مولانا حسام الدین کو اس طرف متوجہ کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ

اے ضیاء الحق بخذق رائے تو	خلق بخشد سنگ را حلوائے تو
اے ضیاء الحق تیری رائے کی ہوشیاری سے	تیرا حلوہ پتھر کو خلق بخش دیتا ہے

یعنی اے ضیاء الحق آپ کی حذاقت رائے کی وجہ سے آپ کا حلوہ پتھر کو خلق بخشتا ہے حلوے سے مراد علوم و معارف ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ آپ کے علوم و معارف کی وہ برکت ہے کہ آپ تو پتھر میں بھی قابلیت پیدا کر دیں اور وہ بھی اقتناس علوم معارف کرنے لگے تو پتھر اگر آپ توجہ کریں تو قلوب انسانی کو تو کیوں متاثر نہیں کر سکتے۔ ان کو تو ذرا سی توجہ سے قابل بنا سکتے ہیں اور ان کی استعداد کو قوی فرما سکتے ہیں بس ذرا سی توجہ کی ضرورت ہے چونکہ یہ شبہ ہوتا تھا کہ بھلا پتھر کے بھی کہیں منہ ہوا ہے تو آگے اس استعداد کو دور فرماتے ہیں کہ۔

کوہ طور اندر تجلی خلق یافت	تا کہ مے نوشید و مے را بر نتافت
کوہ طور نے تجلی میں خلق پایا	یہاں تک کہ (اس نے) شراب پی اور شراب کو برداشت نہ کر سکا

یعنی کوہ طور نے تجلی کے وقت خلق پایا یہاں تک کہ شراب پی اور اس کو برداشت نہ کر سکا تو نتیجہ یہ ہوا کہ

صارو کا منہ و اشق الجبل	هل رأیت من جبل رقص الجبل
وہ کلڑے ہو گیا اور پہاڑ پھٹ گیا	بھی تم نے پہاڑ سے اونٹ کا رقص دیکھا ہے

یعنی وہ پہاڑ اس سے کلڑے ہو گیا اور پہاڑ پھٹ گیا تو کیا تم نے پہاڑ سے جبل جیسا رقص دیکھا ہے خلق سے مراد استعداد و قابلیت ہے تو مطلب یہ ہے کہ دیکھو تجلی حق جب پہاڑ پر ہوئی تو آخر اس کے اندر استعداد قبولیت تھی جب تو متاثر ہوا اگرچہ برداشت نہ کر سکا مگر آخر قبول تو کیا تو دیکھو پتھر میں قبول حق کی استعداد ہو گئی تو چونکہ آپ کی شان بی-منطق و بی-بصر و بی-سمع کی ہو گئی ہے تو آپ کا توجہ فرمانا گویا کہ توجہ حق ہے لہذا اس وجہ سے ضرور قلب انسانی میں قابلیت پیدا ہو جاوے گی اور قبول حق کر لیں گے آگے فرماتے ہیں کہ۔

لقمہ بخششی آید از ہر کس بکس	حلق بخششی کار یزداں ست و بس
-----------------------------	-----------------------------

لقمہ دینا ہر شخص سے ہر شخص کے لئے ہو سکتا ہے	حلق بخشنا صرف اللہ (تعالیٰ) کا کام ہے
--	---------------------------------------

یعنی لقمہ بخششی تو ہر شخص سے دوسرے شخص کو آتی ہے مگر حلق بخششی حق تعالیٰ ہی کا کام ہے اور بس مطلب یہ ہے کہ انسان دوسرے کو لقمہ تو دے بھی دیتا ہے اگرچہ سبب ہی کے درجہ میں سہی مگر ہو تو سکتا ہے مگر حلق تو کوئی بھی کسی کو نہیں بخش سکتا یہ قدرت تو حق تعالیٰ ہی کو ہے کہ اس لقمہ کے کھانے کے لئے حلق بھی عطا ہوا ہے اور چونکہ اولیاء اللہ کے تمام افعال و صفات فنا فی الحق ہوتے ہیں اس لئے ان کا توجہ کرنا بھی توجہ حق ہے اور چونکہ حلق بخششی حق تعالیٰ کے سوا کسی اور کا کام نہیں ہے اس لئے گویا کہ ان حضرات کا کام بھی حلق بخششی ہے اور ان کی وجہ سے بھی استعداد قابلیت پیدا ہو سکتی ہے اور یہی حلق ہے آگے فرماتے ہیں کہ

حلق بخشد جسمہا و روح را	حلق بخشد بہر ہر عضو جدا جدا
-------------------------	-----------------------------

وہ جسم اور روح کو حلق بخش دیتا ہے	تیرے ہر عضو کو علیحدہ حلق بخش دیتا ہے
-----------------------------------	---------------------------------------

یعنی جسم کے لئے بھی اور روح کے لئے بھی حلق عنایت فرمادے گا اور تیرے ہر عضو کے لئے جداگانہ حلق بخشے گا مطلب یہ ہے کہ وہ توجہ جس کو کہ حلوے سے تعبیر کیا ہے وہ تمہارے جسم کے اندر بھی قابلیت اس کی استعداد کے موافق رکھ دی گئی اور روح کے اندر بھی بلکہ ہر ہر عضو میں قابلیت پیدا ہو جاوے گی اور ہر ہر عضو اپنے اپنے مناسب غذائے گا مگر اس کے لئے ایک شرط ہے آگے اس شرط کو بیان فرماتے ہیں۔

ایں گہے بخشد کہ اجلالی شوی	از دعا و از دخل خالی شوی
----------------------------	--------------------------

یہ اس وقت بخشتا ہے جب تو اجلالی ہو جائے	فریب اور کھوٹ سے خالی ہو جائے
---	-------------------------------

یعنی یہ اس وقت عنایت ہوں گے جب کہ تم اجلالی ہو جاؤ گے اور دعا و دخل سے خالی ہو جاؤ گے۔ مطلب یہ ہے کہ یہ قابلیت قبول اس وقت حاصل ہوگی جبکہ تم مجاہدات و ریاضات کرتے کرتے اللہ والے ہو جاؤ گے اور اسی میں فنا ہو جاؤ گے اور تمام اخلاق ذمیرہ سے خالی ہو جاؤ گے اس وقت وہ قابلیت پیدا ہو جاوے گی اور اس استعداد مخفی کا ظہور ہو جاوے گا آگے اس کی مصلحت بتاتے ہیں۔

تا نگونئی سر سلطان را بکس	تا نریزی قندرا پیش گس
---------------------------	-----------------------

تاکہ تو شاہ کا راز ہر شخص سے نہ کہے	تاکہ تو قند کو کبھی کے آگے نہ گرائے
-------------------------------------	-------------------------------------

یعنی تاکہ تم اسرار سلطانی کو کسی سے ظاہر نہ کر دو اور تاکہ قند کو کبھی کے سامنے نہ ڈال دو مطلب یہ ہے کہ مجاہدات میں یہ فائدہ ہے اور یہ مصلحت ہے کہ اس سے رفتہ رفتہ تم کو علوم و معارف کے حاصل کرنے کی عادت ہو جاوے گی اور اس کے ضبط پر بھی قدرت ہوگی تو پھر جو ملے گا اس کو گاتے نہ پھرو گے ورنہ اگر اس سے پہلے ہی مل جاوے گا تو ظرف تو اس قابل ہے نہیں سارے میں گاتے پھرو گے اور اس سے غیرت حق جوش میں آتی ہے کہ یہ ہمارے اسرار کو ظاہر کرتا پھرتا ہے۔ نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ فیض بند ہو جاوے گا اور کیوں غیرت نہ ہو جبکہ ان محبوبان مجازی کو غیرت آتی ہے تو ان کو تو کیوں غیرت نہ آوے گی اور یہاں اسرار سے مراد علوم مکافہ ہیں کہ ان کے اظہار سے غیرت حق جوش میں آتی ہے جیسے کہ مثلاً مسئلہ وحدت الوجود ہے یا اور اسی قسم کے مسئلے ہیں کہ ان کے اظہار سے بعض مرتبہ

بہت نقصان ہو جاتا ہے اور لوگ کم فہمی کی بدولت ایمان کھو بیٹھتے ہیں اور علوم معاملہ کو تو برسر ممبر با و از دہل بیان کرنا فرض ہے اور علوم مکاشفہ کو بھی اگر کوئی کما حقہ بیان کر سکتا تو ان کی بھی یقیناً اجازت ہوتی مگر بات یہ ہے کہ مسائل کشفیہ کو کوئی پوری طرح بیان ہی نہیں کر سکتا اور اس سے غلط فہمی ہو جاتی ہے بس یہ تو جو دیکھے وہی جانے اگر معلوم کرنے کا شوق ہے تو کام میں لگو پھر دیکھو کہ

بنی اندر خود علوم انبیاء بے کتاب و بے معید و اوستا

ہاں اگر کسی کو کشف اجمالی ہوا ہو اور وہ پوچھے تو اس کے سامنے پوری تفصیل بیان کر دینا ضروری ہے اور جس کو خود کشف نہیں ہوا بلکہ محبوب ہے اس کے سامنے بیان کرنا تو سچ یہ ہے کہ کبھی کے آگے قند ڈال دینا ہی ہے کہ فضول محض ہے کوئی فائدہ ہی نہیں۔

گوش آں کس نوشدا سرار جلال	کو چوسون صد زباں افتاد لال
اللہ کے راز اس شخص کا کان سنتا ہے	جو سون کی طرح سوزبانوں کے ہاں جوڑ کونکا ہے

یعنی اس شخص کا کان اسرار حق کو سن سکتا ہے جو کہ سون کی طرح سوزبان والا ہے مگر خاموش پڑا ہوا ہے چونکہ سون میں کٹاؤ ہوتے ہیں ان کو زبان سے تشبیہ دیدی تو مطلب یہ ہے کہ وہ شخص اور باتوں میں خوب بولنے والا ہو مگر ضبط کے اسرار حق کو بیان نہ کرے وہ سن سکتا ہے ورنہ غیرت حق اس شخص کو ہرگز نہ سناوے گی بلکہ ممکن ہے کہ پہلا بھی سلب ہو جاوے۔ سلال ترکی بمعنی گنگ۔ آگے مولانا فرماتے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ کچھ انسان ہی کے ساتھ خلق کا ہونا اور استعداد قبول خاص نہیں ہے بلکہ تمام اکوان عالم اپنی مناسب اشیاء کو قبول کر رہی ہیں اور ایک دوسرے کو کھار ہی ہیں اور ایک دوسرے سے مستفیض ہو رہی ہیں فرماتے ہیں کہ۔

حلق بخشد خاک را لطف خدا	تا خورد خاک آب و روید صد گیا
اللہ (تعالیٰ) کی مہربانی مٹی کو خلق عنایت کرتی ہے	یہاں تک کہ مٹی پانی پیتی ہے اور سینکڑوں گھاسیں اگاتی ہے

یعنی لطف حق خاک کو خلق بخشے ہیں یہاں تک کہ وہ خاک پانی کو پیتی ہے اور سینکڑوں سبزے اس سے اگتے ہیں۔

باز حیواں را بہ بخشد خلق و لب	تا گیا ہش را خورد اندر طلب
پھر (اللہ) حیوان کو خلق اور ہونٹ بخشا ہے	یہاں تک کہ وہ تلاش کرے اس (خاک) کی گھاس کھاتا ہے

یعنی پھر حیوان کو خلق اور لب بخشے ہیں یہاں تک کہ وہ اس گھاس کو طالب ہو کر کھا لیتا ہے۔

چوں گیا ہش خورد و حیوان گشت زلفت	گشت حیواں لقمہ انسان و رفت
جب اس (حیوان) نے اس (خاک) کی گھاس کھائی اور مومہ ہو گیا	حیوان ' انسان کا لقمہ بنا اور ختم ہو گیا

یعنی جب اس نے اس کی گھاس کو کھایا اور وہ جانور مومنا ہو گیا تو وہ حیوان انسان کا لقمہ ہو گیا اور (پیٹ میں) چلا گیا یعنی اس کو انسان کھا گیا۔

باز خاک آمد شد اکال بشر	چوں جدا شد از بشر روح و بصر
پھر مٹی آئی وہ انسان کو کھل جانے والی بنی	جبکہ انسان سے روح اور بینائی جدا ہو گئی

یعنی پھر خاک آئی اور بشر کو کھا گئی جبکہ بشر سے روح اور بصر جدا ہوئی غرض کہ سب ایک دوسرے کو کھار رہے ہیں اور اپنے مناسب غذا حاصل کر رہے ہیں آگے فرماتے ہیں کہ۔

ذرہا دیدم دہاں شاں جملہ باز	گر بگویم خورد شاں گردد دراز
میں نے ذرے دیکھے جن کے منہ کھلے ہوئے تھے	اگر میں ان کی خوراک کا بیان کروں تو بات بڑھ جائے گی

یعنی میں نے ذروں کو دیکھا ہے کہ ان سب کے منہ کھلے ہوئے تھے اور اگر میں ان سب کی خوراک کو بیان کروں تو بہت دراز ہو جائے۔ بات یہ ہے کہ یہ تو ظاہر ہے کہ ہر شے اپنے لائق غذا حاصل کرتی ہے تب تو وہ قائم ہے ورنہ ہلاک ہو جاوے اس لئے مولانا فرماتے ہیں کہ میں نے ہر ذرہ کو دیکھا ہے کہ وہ منہ کھولے ہوئے تھا اور اپنی اپنی غذا حاصل کر رہا تھا مگر خوف طویل کتاب کے ان سب کی خوراک وغیرہ کے بیان کو ترک کرتا ہوں اللہ اکبر معلوم ہوتا ہے کہ مولانا کی نظر میں بہت ہی بیان اس کے مناسب تھا مگر خوف طویل نے چھڑا دیا سچ یہ ہے کہ اس قدر قادر علی الکلام ہیں کہ کچھ انتہا ہی نہیں ایک مرتبہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نے چھٹی کا وعظ فرمایا تھا یعنی جس طرح کہ مولانا روم نے سب کے لئے حلق ثابت کئے ہیں اسی طرح مولانا نے سب چیزوں کے لئے چھٹی ثابت کی تھی یعنی ہر شے کے لئے ایک ایسی چیز ہوتی ہے کہ جس سے اس کے فضلے نکل جاتے ہیں اور جو ہر رہ جاتا ہے۔ اسی میں یہ بھی فرمایا تھا کہ اس زمین کی بھی ایک چھٹی ہوگی کہ اس میں اس کو چھانا جائے گا اس لئے کہ حدیث میں ہے کہ قیامت کے روز اس زمین کی ایک روٹی پکائی جاوے گی اور وہ اہل جنت کو اول ملے گی اس کے بعد جنت کی غذائیں ملیں گی تو اس پر یہ شبہ ہوتا تھا کہ اس میں تو یہ اینٹ پتھر بھرے پڑے ہیں کیا حق تعالیٰ جنت والوں کو یہ کھلا دیں گے مولانا نے اس شبہ کو زائل فرمایا اسی وعظ میں فرمایا کہ دیکھو تمہارے یہاں کوئی مہمان آتا ہے تو کیا اس کو آٹا بے چھانے ہوئے روٹی کھلا دیتے ہو ہرگز نہیں بلکہ خوب صاف کر کے عمدہ روٹی پکا کر کھلاتے ہو تو اسی طرح کیا حق تعالیٰ اپنے مہمان بندوں کو بے چھانے کھلاویں گے۔ ہرگز نہیں بلکہ قدرت حق سے اس کے چھاننے کی ایک چھٹی پیدا ہوگی اس سے چھانکر کنکر پتھر الگ کر دیئے جاویں گے اور عمدہ اصل چیزیں جو اس میں مخفی ہیں وہ کھلائی جاویں گی اس لئے کہ جس قدر میوے ہیں اور جس قدر دانے ہیں یہ آخر خاک ہی تو ہیں وہ ہی مستحیل ہو کر اس صورت میں ہو جاتے ہیں تو حق تعالیٰ اس چھٹی میں اس کو چھان کر ان میووں وغیرہ کو جو لطیف چیزیں ہیں باقی رکھیں گے اور ان فضلات کو نکال کر باہر کریں گے اس میں ایک مصلحت یہ بھی ہے کہ دنیا میں بعض اللہ کے بندوں نے لذائذ کو خدا واسطے چھوڑ دیا ہے تو ان کو چونکہ جنت کی چیزوں کا دنیا کی لذائذ سے موازنہ ہی نہ ہو سکتا تھا لہذا حق تعالیٰ نے ان کو اول دنیا کی ساری چیزوں کے مزے چکھا دیئے کہ دیکھ لو یہ وہ دنیا کی لطیف اشیاء میں سے لب لباب ہیں اس کے بعد جنت کی نعمتوں کی قدر ہوگی تو دیکھو اول خاک نے انسان کو کھایا پھر خود انسان نے اس خاک کو کھالیا غرض کہ یوں ہی سلسلہ جاری ہے اور لیجئے فرماتے ہیں۔

برگہا را برگ از انعام او	دایگاں را دایہ لطف عام او
بتوں کو ساز و سامان اس (اللہ) کے انعام سے ہے	پرورش کرنے والوں کی دایہ اس کی عام مہربانی ہے

یعنی بتوں کو غذا ان کے انعام سے حاصل ہوتی ہے اور دایوں کے لئے اس کا لطف عام دایہ ہے دایہ سے مراد مربی مطلب یہ ہے کہ مربیوں کے لئے بس وہی مربی ہیں غرض ہر شے کو اس کے لئے حلق دیا ہے کہ اس سے وہ غذا حاصل کر رہی ہے۔

رزقہا را رزقہا او می دہد	زانکہ گندم بے غذائے چوں زہد
وہ (اللہ) رزقوں کو رزق دیتا ہے	کیونکہ گیہوں بغیر غذا کے کب پرورش پاتا ہے

یعنی رزق کو رزق وہی دیتے ہیں اس لئے کہ گندم بے غذا کے کب جوش مارتا ہے مطلب یہ ہے کہ دیکھو سب اغذیہ کو دیکھ لو اول ان کی تربیت کے لئے غذا کی ضرورت ہوتی ہے تب وہ غذا بن سکتی ہے تو غذا کو غذا دینا یہ اس ذات حق ہی کا کام ہے۔

نیست شرح این سخن را مہتہی	پارہ کفتم بداں زان پارہا
اس بات کی تفصیل کا خاتمہ نہیں ہے	میں نے ایک گلزار کہہ دیا تو اس سے (اور) گلزاروں کو سمجھ لے

یعنی اس بات کی شرح کی تو کہیں انتہا ہی نہیں میں۔ نے ایک پارہ بیان کر دیا اس سے اور پارے جان لو یعنی ہم نے تھوڑے سے حالات اور ان کی اغذیہ بیان کر دی ہیں مگر اور کہاں تک بیان کریں اب خود قیاس کر لو۔

جملہ عالم آکل و ماکول داں	باقیاں را مقبل و مقبول داں
تمام عالم کو کھانے والا اور کھایا ہوا سمجھ	باقی رہنے والوں کو مقبول اور بااقبال سمجھ

یعنی تمام عالم کو آکل و ماکول جانو اور باقیوں کو مقبل و مقبول جانو مطلب یہ کہ تمام ایک دوسرے کو کھار رہا ہے جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے مگر جو کہ مقبولان حق ہیں وہ کسی کی غذا نہیں بنتے اس لئے کہ وہ تو نور اور روح ہوتے ہیں ان کو کون کھا سکتا ہے۔

ایں جہان و ساکنانش منتشر	واں جہان و ساکنانش مستمر
یہ عالم اور اس کے باشندے جدا ہو جانے والے ہیں	وہ عالم اور اس کے باشندے ہمیشہ رہنے والے ہیں

یعنی یہ جہاں اور اس کے ساکنین تو پراگندہ اور وہ جہاں اور اس کے ساکنین مستمر ہیں مستمر سے مراد لاتقف عند حد ہے اس لئے کہ وہ عالم تو ابدی ہے اگرچہ ازلی نہیں بلکہ انسان بھی ابدی ہے بعض لوگ تو اس کے قائل ہیں کہ نفع صور کے وقت بھی انسان فنا نہ ہوگا بلکہ بے ہوش ہو جاوے گا اور بعض کہتے ہیں کہ فنا ہوگا مگر بہت قلیل عرصہ کے لئے جس کا کہ اعتبار نہیں ہے تو معلوم ہو گیا کہ وہ جہان ابدی ہے لہذا اس کے ساکنین بھی مستمر لاتقفون عند حد ہونگے۔

ایں جہان و عاشقانش منقطع	اہل آں عالم مخلد مجتمع
یہ عالم اور اس کے عاشق مٹ جانے والے ہیں	اس عالم والے ہمیشہ اور اکٹھے رہنے والے ہیں

یعنی یہ جہاں اور اس کے دلدادہ سب منقطع ہیں اور اس عالم والے ہمیشہ رہنے والے مجتمع ہیں جب اس عالم کی یہ حالت ہے اور اس کی یہ تو اس پر تفریح فرماتے ہیں کہ۔

پس کریم آنست کو خود را دہد	آب حیوانے کہ ماند تا ابد
تو بزرگ وہ ہے جو اپنے آپ کو پلا دے	آب حیات تاکہ ہمیشہ رہے

یعنی پس کریم وہ ہے جو کہ اپنے کو وہ آب حیوانی دے جو کہ ابد الابد تک رہے آگے اس آب حیوانی کی تفسیر فرماتے ہیں کہ

باقیات الصالحات آمد کریم	رستہ از صد آفت و اخطار و بیم
بھلا (بزرگ) باقی رہنے والی نیکیوں میں سے ہے	جو سنگڑوں آنٹوں اور خطروں اور خوف سے نجات پا گیا ہو

یعنی باقیات الصالحات کریم ہیں سینکڑوں آفتوں اور خطروں اور خوف سے چھوٹے ہوئے ہیں یعنی جو لوگ کہ کریم ہیں وہی باقیات الصالحات ہیں جن کی شان میں ارشاد ہے۔ والباقیات الصالحات خیر عند ربک ثواباً و خیراملاً اور یہ لوگ سارے مصائب دنیاوی سے چھوٹے ہوئے ہیں اور حالت یہ ہے کہ

گر ہزار اندیک تن پیش نیست	چوں خیالات عدد اندیش نیست
---------------------------	---------------------------

اگر وہ ہزار ہیں تو (بھی) ایک سے زیادہ نہیں ہیں	تعداد بھانے والے خیالات کی طرح نہیں ہیں
--	---

یعنی اگر وہ ہزار بھی ہیں تو ایک تن سے زیادہ نہیں ہیں وہ مثل خیالات عدے اندیش کے نہیں ہیں مطلب یہ ہے کہ جس طرح کہ عدد اندیش کے خیالات پراگندہ ہوتے ہیں اس طرح یہ حضرات پراگندہ نہیں ہیں بلکہ ان کو جمعیت قلب حاصل ہے اور ان کو پریشانی آتی ہی نہیں۔

آکل و ماکول را خلق است و نائے	غالب و مغلوب را عقل است و رائے
-------------------------------	--------------------------------

کھانے والے اور کھائے جانے والے کا خلق اور کھا ہوتا ہے	غالب اور مغلوب کے لئے عقل اور رائے ہے
---	---------------------------------------

یعنی آکل و ماکول کے لئے تو خلق اور نائے ہیں اور غالب و مغلوب کے لئے عقل اور رائے ہیں یعنی جو لوگ کہ دنیا دار ہیں وہ تو آکل و ماکول ہیں اور ان کے لئے تو خلق ہے اور جو غالب و مغلوب ہیں وہ غاظین اور رائے والے ہیں۔

خلق بخشید او عصائے عدل را	خورد او چنداں عصا و جبل را
---------------------------	----------------------------

اس نے انصاف کی لاشی کو خلق بخشا	وہ بہت سی لاشیوں اور رسیوں کو نکل گئی
---------------------------------	---------------------------------------

یعنی حق تعالیٰ نے عصائے عدل کو خلق بخشا تو اس نے اتنے عصا و جبل کو کھالیا مطلب یہ کہ اس کے اندر اس قدر قوت عطا فرمادی کہ اس نے سب کو باطل کر دیا۔

واندروں افزوں نشد ز اں جملہ اکل	زانکہ حیوانی نبودش اکل و شکل
---------------------------------	------------------------------

اس سب کچھ کھانے سے اس میں اضافہ نہ ہوا	کیونکہ اس کا کھانا اور صورت حیوانی نہ تھا
--	---

یعنی اس عصا کے اندر اس سارے کھانے سے کچھ زیادتی نہیں ہوئی اس لئے کہ اس کا کھانا اور اس کی شکل حیوانی نہ تھی مطلب یہ کہ دیکھو اس نے اس قدر چیزیں کھائیں مگر اس کے اندر زیادتی نہ ہوئی مثلاً اس کا پیٹ ہی پھول جاتا لیکن چونکہ اس کی اکل و شکل انسانی نہ تھی اس کے یہ معنی نہیں کہ وہ اثر دہا ہی نہ بنا تھا اور وہ صرف خیال تھا جیسا کہ بعض عقلاء زمان کا بیان ہے بلکہ اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ سانپ ہی تھا اور اس نے کھایا بھی مگر وہ کھانا اس کا اکل حیوانی کے مشابہ نہ تھا کہ اس سے اس کے اندر کچھ زیادتی بھی ہوتی بلکہ وہ رہا تو ویسا کا ویسا ہی ہاں کھا گیا سب کچھ۔

مریقین را چوں عصا حق خلق داد	تا بخورد او ہر خیال را کہ زاد
------------------------------	-------------------------------

اللہ (تعالیٰ) نے لاشی کی طرح یقین کو (بھی) خلق دیا ہے	یہاں تک کہ اس نے ہر اس خیال کو نکل لیا جو پیدا ہوا
---	--

یعنی یقین کو بھی حق تعالیٰ نے ایک حلق دیا ہے یہاں تک کہ وہ ہر اس خیال کو کھا گیا جو کہ پیدا ہوا تھا مطلب یہ ہے کہ یقین کو حق تعالیٰ نے ایک قوت عطا فرمائی ہے کہ اس کے آتے ہی سارے شکوک زائل۔ آگے تفریح فرماتے ہیں۔

پس معانی را چو اعیال حلقہا ست	رازق حلق معانی ہم خدا ست
تو خارجی موجودات کی طرح معانی کے بھی خلق ہیں	معانی کے مخلوق کو رزق دینے والا بھی خدا ہے

یعنی بس معانی کے لئے بھی اعیان کی طرح خلق ہیں اور خلق معانی کا رازق بھی خدا ہی ہے ان کو بھی قوت حق تعالیٰ ہی عنایت فرماتے ہیں آگے دوسری تفریح فرماتے ہیں کہ

بس ز ماہی تا بہ ماہ از خلق نیست	کہ ب جذب مایہ اور ا خلق نیست
تو پھلی سے لے کر چاند تک کوئی مخلوق نہیں ہے	مادہ کو جذب کرنے کے لئے جس کے خلق نہ ہو

یعنی بس ماہی سے ماہ تک کوئی خلق نہیں ہے جس کے پاس جذب مایہ کے لئے خلق نہیں ہے مطلب یہ کہ ماہی سے لے کر ماہ تک سب چیزوں کے اندر استعداد موجود ہے کہ وہ اقتناس علوم کر سکیں آگے پھر اوپر کے مضمون کی طرف رجوع ہے اوپر کہا تھا کہ ایں گہے بخشہ کہ اجلائی شوی آگے اس طرف رجوع فرماتے ہیں

خلق نفس از وسوسہ خالی شود	میہمان وحی اجلائی شود
نفس کا خلق اگر وسوسہ سے خالی ہو جائے	تو اللہ کی وحی کا میہمان ہو جائے

یعنی نفس کا خلق وسوسہ سے خالی ہو جاوے گا اور وحی اجلائی کا میہمان ہو جاوے گا مطلب یہ کہ ان علوم و معارف کے لئے شرط مجاہدہ ہے اور اس سے یہ نتیجہ ہوگا کہ نفس تمام وساوس سے خالی ہو جاوے گا اور اس کو لطف وحی حاصل ہو جائے گا اور اس کو مناسبت عالم بالا کی ساتھ ہو جائے گی اور یہ نتیجہ ہوگا۔

خلق جان از فکر تن خالی شود	وانگہاں روزیش اجلائی شود
روح کا خلق جو جسم کی فکر سے خالی ہو جاتا ہے	تب اس کی روزی خدائی ہو جاتی ہے

یعنی خلق جان تن کی فکر سے خالی ہو جائے گا اور اس وقت اس کی روزی اجلائی ہو جائے گی جان سے مراد نفس ہے مراد یہ ہے کہ جب مجاہدہ و ریاضت کرو گے تو پھر اس فکر تن سے خالی ہو کر تمہاری روزی اجلائی ہو جائے گی۔

خلق عقل و دل چو شد خالی ز فکر	یافت او بے ہضم معده رزق بکر
عقل اور دل کا خلق جب فکر سے خالی ہو گیا	تو اس نے معده کے ہضم کے بغیر تازہ رزق پالیا

یعنی عقل اور دل کا خلق جب فکر (تن) سے خالی ہو گیا تو اس نے بے ہضم معده کے رزق نو بنو پائے مطلب یہ ہے کہ جب مجاہدات و ریاضات سے حق تعالیٰ نے ان اسباب کی فکر سے تم کو چھڑا دیا تو پھر تم کو نئے نئے تازہ بتازہ علوم و معارف حاصل ہونگے اور یہ ضرور نہیں ہے کہ پہلے علوم تحلیل ہوں تب دوسرے حاصل ہوں جیسا کہ غذائے ظاہری میں ہوتا ہے اس میں یہ ہے کہ

بے تحلیل غذائے ماقبل کے اور نئی اور تازہ غذا حاصل ہوتی ہے اور علوم و معارف حاصل ہوتے ہیں اور یہ معلوم ہی ہے کہ مجاہدہ کی ضرورت ہے لہذا اس شرط کو پھر تنبیہ کرنے کے لئے فرماتے ہیں کہ۔

شرط تبدیل مزاج آمد بداں	کز مزاج بد بود مرگ بداں
سجھ لئے مزاج کو بدنا شرط ہے	اس لئے کہ بروں کی موت برے مزاج کی وجہ سے ہوتی ہے

یعنی اس کی شرط تبدیل مزاج ہے اس کو جان لو کیونکہ مزاج بد کی وجہ سے برے لوگوں کی موت ہوتی ہے مطلب یہ ہے کہ مجاہدات و ریاضات کرنا ضروری ہیں کہ ان کے ذریعہ سے مزاج بدل جاوے اور سینات حسنا ہو جاویں اس لئے کہ برا مزاج یعنی سینات تو بہت بری شے ہے آگے اس مزاج کے خراب ہو جانے کی خرابی کی ایک مثال دیتے ہیں کہ۔

چوں مزاج آدمی گل خوار شد	زرد و بدرنگ و سقیم و خوار شد
جب آدمی کا مزاج مٹی خور ہو جائے	(تو وہ) زرد اور بدرنگ اور بیمار اور ذلیل ہو جاتا ہے

یعنی آدمی کا مزاج جب گل خوار ہو گیا تو وہ زرد اور بدرنگ اور بیمار اور ذلیل ہو گیا۔

چوں مزاج زشت او تبدیل یافت	رفت زشتی واں رخس چوں شمع تاخت
جب اس کا برا مزاج بدل گیا	برائی جاتی رہی اور اس کا چہرہ شمع کی طرح چمک اٹھا

یعنی جب کہ اس کے مزاج زشت نے تبدیلی پائی تو اس کی زشتی جاتی رہی اور شمع کی طرح چمک گیا مطلب یہ کہ دیکھو جب انسان مٹی کھانے لگتا ہے تو اس کی رنگت اور رونق روح سب خراب ہو جاتی ہے اور جب یہ عادت بد چھوٹ جاتی ہے تو پھر چہرہ پر وہی رونق وہی تازگی آ جاتی ہے اسی طرح جب قلب انسانی خراب ہو جاتا ہے تو اس کی استعداد مکر اور خراب ہو جاتی ہے اور جب مجاہدہ سے اس میں تبدیل ہو جاتا ہے اور دل درست ہو جاتا ہے تو وہ استعداد چمک اٹھتی ہے اور اس میں رونق اور تازگی ہو جاتی ہے آگے اور مثال ہے کہ۔

دایہ کو طفل شیر آموز را	تابہ نعمت خوش کند بد فوز را
وہ دایہ کہاں ہے؟ جو شیر خوار بچہ کو	نعمت کے ذریعہ خوش کر دے بد ذوق کو

یعنی طفل شیر خوار کی وہ دایہ کہاں ہے کہ نعمت سے اس بددہن کو خوش کر دے۔

دایہ کو شیر خوارہ طفل را	تاز نعمتہا کند او را غذا
شیر خوار بچہ کے لئے وہ دایہ کہاں ہے؟	نعمتوں کی اس کو غذا دے

یعنی طفل شیر خوار کی وہ دایہ کہاں ہے جو کہ اس کی غذا نعمتوں سے کر دے یعنی اس کو نعمتیں علاوہ دودھ کے پلاوے مطلب یہ ہے کہ ایسا مربی کہاں ہے کہ جو ہم کو اس عالم کی ظاہری نعمتوں سے چھڑا کر اس عالم کی حقیقی نعمتیں دے دے۔

گر بہ بند دراہ یک پستان برو	برکشاید راہ صد بستان برو
اگر اس پر ایک پستان کا راستہ بند کرے گی	سیکڑوں ہانوں کا راستہ اس پر کھول دے گی

یعنی اگر وہ ایک پستان کی راہ کو بند کر دے تو سینکڑوں باغوں کا راستہ کھول دے مطلب یہ کہ دیکھو ماں اگر چہ دودھ چھڑاتی ہے اور بچہ روتا ہے مگر وہ نہیں دیتی اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ یہ چاہتی ہے کہ اب اس کا دودھ چھوٹے تو یہ ساری نعمتیں کھانے لگے روٹی بھی کھاوے میوے بھی کھاوے تو اگر چہ ایک پستان سے اس کو روک رہی ہے مگر انجام کار یہ روکنا باعث ہو جاوے گا لاکھوں نعمتوں کے کھانے کا۔ ورنہ ساری عمر ایک ہی چیز کو لئے بیٹھے رہتے تو اسی طرح شیخ اور مربی اگر چہ بظاہر دنیا کو چھڑا رہا ہے مگر یہ تو دیکھو کہ وہ اس کی عوض میں کیا دے رہا ہے وہ اس کی عوض میں اس عالم کی باغ و بہار اور جنت دے رہا ہے۔

زانکہ پستان شد حجاب آل ضعیف	از ہزاراں نعمت و خواں و رغیف
کیونکہ اس ناتواں کے لئے پستان پردہ بن گیا	ہزاروں نعمتوں اور خواں اور روٹی سے

یعنی اس لئے کہ پستان اس ضعیف کے لئے حجاب ہو رہا ہے ہزاروں نعمتوں سے اور خوانوں سے اور روٹیوں سے بس اگر یہ دودھ چھوٹ جاوے یقیناً وہ نعمتیں حاصل ہوں تو اسی طرح جب اس دنیا سے ترک تعلق ہو تب اس عالم کی نعمتیں نصیب ہوں اس پر تفریح فرماتے ہیں۔

پس حیات ماست موقوف و ظام	اندک اندک جہد کن تم الکلام
تو ہماری زندگی دودھ چھڑانے پر موقوف ہے	بتدریج کوشش کر بات ختم ہوئی

یعنی بس ہماری حیات اصلی نظام پر موقوف ہے تو تھوڑی تھوڑی کوشش کرو بات پوری ہو چکی مطلب یہ ہے کہ اب معلوم ہو گیا کہ ہماری اس عالم کی حیات ابدی اور اصلی کا حصول اس پر موقوف ہے کہ اس دنیاوی تعلقات کو چھوڑا جاوے جب یہ بات ہے تو خیر ایک دم سے تو کیا ترک کرو گے تھوڑا تھوڑا چھوڑ دو کہ تم کو اس میں آسانی ہوگی ورنہ ایک دم بوجھ پڑ جاوے گا۔ سبحان اللہ کیا آسانی ہے بزرگان دین معاصی کو تو ایک دم سے ہی فرماتے ہیں کہ قطع کر دو مگر جو اور تعلقات مباحہ ہیں ان کو خیر تھوڑا تھوڑا ہی کر کے چھوڑ دو اول کم کرو پھر چھوڑ دو اس لئے کہ اس عالم کی نعمتیں اور اس عالم کے لذائذ اس عالم کے سامنے بالکل بیچ ہیں۔ لہذا ان کو ترک کر کے ان کو اختیار کرو آگے مثال فرماتے ہیں کہ

چوں جنین بود آدمی خوں بد غذا	از نجس پاکی برد مومن کذا
جب انسان ماں کے پیٹ میں تھا خون خوراک تھی	مومن اسی طرح نجاست سے پاکیزگی حاصل کرتا ہے

یعنی آدمی جنین کی طرح تھا اور خون غذا تھی تو مومن جس سے اسی طرح پاکی لے لیا کرتا ہے مطلب یہ ہے کہ جس طرح کہ جنین خون کھاتے کھاتے غذا خور ہو گیا اسی طرح مومن بھی اپنے نفس کی مخالفت کر کے اور مجاہدہ و ریاضت کر کے ملکات سیئہ کو حسنہ بنا لیا کرتا ہے۔

چوں جنین بود آدمی خونخوار بود	بود اورا بود از و خوں تارو پود
جب انسان ماں کے پیٹ میں خون کھانے والا تھا	اس کے وجود کا تانا پانا خون سے تھا

یعنی جب آدمی جنین تھا تو خونخوار تھا اور اس کی ہستی کے لئے خون ہی سے تار و پود تھا یعنی اسی سے پرورش پاتا تھا۔

از فظام خوں غذائش شیر شد	وز فظام شیر لقمہ گیر شد
خون چھڑانے سے اس کی خوراک دودھ ہوئی	اور دودھ چھڑانے سے وہ لقمہ کھانے والا ہو گیا

یعنی خون کے چھوٹنے سے اس کی غذا دودھ ہوئی اور دودھ کے چھوٹنے سے وہ لقمہ گیر ہو گیا یعنی دوسری غذا کھانے لگا۔

وز فظام لقمہ لقمانے شود	طالب مطلوب پنہانے شود
لقمہ چھڑانے سے وہ لقمان ہو جاتا ہے	ایک پوشیدہ مطلوب کا طالب بن جاتا ہے

یعنی لقمہ کے چھوٹنے سے ایک لقمان ہو گیا اور ایک مطلوب پوشیدہ کا طالب ہو گیا۔ لقمہ سے مراد تعلقات دنیاوی ہیں اب مطلب یہ ہوا اول انسان حالت جنین ہونے میں نجس خوار تھا اس کے بعد شیر خوار پھر غذا خوار ہو گیا اور اس کے کسب میں بہت سے تعلقات دنیاوی پیدا ہوئے جب ان سب تعلقات کو ترک کر دیا اب یہ کامل ہو گیا اور طالب حق ہو گیا آگے انسان کے اس دنیا سے خوش ہونے اور اس میں دل لگانے کی اور اس عالم سے گھبرانے اور اکتانے کی ایک بہت عجیب اور نفیس مثال فرماتے ہیں۔

گر جنین را کس بگفتے در رحم	ہست بیروں عالمی بس منتظم
اگر پیٹ کے بچے سے کوئی رحم میں کہتا	باہر ایک بڑی منتظم دنیا ہے

یعنی اگر جنین سے کوئی رحم میں کہتا کہ (رحم کے) باہر ایک بہت نفیس عالم ہے۔

یک زمین خرے با عرض و طول	اندر و بس نعمت و بحد اکول
ایک لمبی چوڑی دل کشا زمین ہے	اس میں بیٹار نعمتیں اور بے حد غذائیں ہیں

یعنی ایک زمین خوش ہے ساتھ عرض و طول کے کہ اس میں بہت نعمتیں ہیں اور بے حد غذائیں ہیں۔

کوہ ہا و بحر ہا و دشتہا	بوستاں ہا باغہا و کشتہا
پہاڑ ہیں دریا ہیں اور جنگل ہیں	گلستان ہیں باغات ہیں کھیتیاں ہیں

یعنی (اس میں) پہاڑ ہیں اور دریا ہیں اور جنگل ہیں اور بہت سے باغ ہیں اور کھیتیاں ہیں۔

آسمانے بس بلند و پر ضیا	آفتاب و ماہتاب و صد سہا
بہت اونچا آسمان ہے اور منور	آفتاب اور چاند اور سینکڑوں سہا (ستارے) ہیں

یعنی ایک آسمان ہے بہت بلند اور پر ضیا اور آفتاب ہے اور ماہتاب ہے اور سینکڑوں ستارے ہیں۔

از جنوب و از شمال و از دبور	باغہا دارد عروسیہا و سور
جنوبی اور شمالی اور مغربی ہواؤں سے	باغات جشن اور تازگی رکھتے ہیں

یعنی باد شمال اور جنوب اور دبور سے باغ بہار رکھتے ہیں اور خوشیاں یعنی ان کی وجہ سے سب ہرے بھرے ہیں۔

در صفت ناید عجائبہای آں	تو دریں ظلمت چہ در امتحاں
اس کے عجائب بیان نہیں ہو سکتے ہیں	تو اس اندھیرے میں آزمائش میں کیوں ہے؟

یعنی اس کے عجائبات بیان میں نہیں آتے تو اس ظلمت کے اندر کیا مصیبت میں پڑا ہوا ہے۔

خوں خوری در چار میخ تنگنا	در میان حبس و انجاس و عننا
تک قید خانہ میں تو خون کھا رہا ہے	بندش اور نجاستوں اور مشقت میں

یعنی تو اس چار میخ تنگنا میں خون کھاتا ہے اور اس جس میں اور نجاستوں میں اور مشکلوں میں پھنسا ہوا ہے جب کوئی اس کو یہ کہے اور اس کو اس جہان کا شوق دلا دے تو اس کا نتیجہ یہ ہوتا کہ

او بجکم حال خود منکر بدے	زیں رسالت معرض و کافر شدے
وہ اپنی حالت کے تقاضے سے منکر ہوتا	اس پیغام سے اعراض کرنے والا اور کافر ہوتا

یعنی اپنی حالت کی اقتضا کی وجہ سے منکر ہوتا اور اس پیغام سے معرض اور منکر ہوتا مطلب یہ کہ وہ یقیناً اس کا انکار کرتا اور کہتا کہ۔

کایں محال ست و فریب ست و غرور	زانکہ وہم کور زیں معنی است دور
کہ یہ نامکن ہے اور فریب ہے اور دھوکا ہے	کیونکہ اندھے کا وہم ان باتوں سے دور ہے

یعنی کہ یہ محال ہے اور فریب ہے اور دھوکا ہے (اور اس کا یہ انکار) اس لئے ہے کہ اس اندھے کی فکر ان معانی سے دور ہے وہ ان باتوں کا ادراک کیا تصور بھی نہیں کر سکتا۔

جنس چیزے چوں ندید ادراک او	نشود ادراک منکر ناک او
اس کے ادراک نے چونکہ اس چیز کی جنس نہیں دیکھی	اس کا انکار کرنا (ان باتوں کو) نہیں سکتا ہے

یعنی اس کے ادراک نے جب کسی شے کی جنس کو دیکھا ہی نہیں تو اس کا ادراک انکار مند اس کو سننے ہی گا نہیں مطلب یہ کہ وہ اس کو قبول ہی نہیں کر سکتا اور وہ یہی خیال کرے گا کہ سب خیالی امور ہیں واقعی کچھ بھی نہیں ہیں۔

ہچنانکہ خلق عام اندر جہاں	زاں جہاں ابدال میگویند شاں
اسی طرح دنیا کی عام مخلوق	ان کو ابدال اس عالم کے بارے میں کہتے ہیں

یعنی اسی طرح عوام خلق جہان میں ہے کہ اس جہان سے ابدال ان سے کہہ رہے ہیں کہ

کایں جہاں چاہست بس تاریک و تنگ	ہست پیروں عالمی بے بو و رنگ
کہ یہ عالم ایک بہت تاریک اور تنگ کواں ہے	(اس) سے باہر ایک بے بو اور بے رنگ عالم ہے

یعنی کہ یہ جہان (دنیا) ایک چاہ تاریک و تنگ ہے اور اس سے باہر ایک عالم ہے بے بو اور رنگ کا کہ اس میں لون ہے اور نہ بو ہے تو اس عالم کی طرف حضرت اولیاء اللہ بلا تے ہیں۔ مگر نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ۔

ہچ در گوش کسے ز ایشاں ز رفت	کایں طمع آمد حجاب ژرف و زفت
ان میں سے کسی کے کان میں (ہات) نہ پہنچی	کیونکہ یہ لالچ گہرا اور موٹا پردہ بن گیا ہے

یعنی کچھ بھی کسی نے ان سے نہ سنا اس لئے کہ یہ طمع ایک حجاب قوی اور بڑا ہے مطلب یہ کہ جو اس عالم کی خوبیوں کو سن کر اس طرف متوجہ نہیں ہوتے وہ اس کی یہ ہے کہ طمع عاجل نے اندھا کر دیا ہے وہ حجاب ہو رہا ہے مولانا فرماتے ہیں۔

گوش را بندد طمع از استماع	چشم را بندد غرض از اطلاع
---------------------------	--------------------------

لاچ، کان کو سننے سے روک دیتا ہے	غرض، آنکھ کو باخبر ہونے سے بند کر دیتی ہے
---------------------------------	---

یعنی طمع کان کو سننے سے بند کر دیتی ہے اور غرض آنکھ کو دیکھنے سے روک دیتی ہے۔ بس جب طمع اور غرض دونوں ہوں تب تو بالکل کو رو کر ہو جائے گا۔ نعوذ باللہ۔

ہیچنانکہ آں جنین را طمع خون	کاں غذائے اوست در اوطان دول
-----------------------------	-----------------------------

جس طرح سے خون کے لاچ نے اس پیٹ کے بچے کو	جو کہ کم درجہ وطنوں میں اس کی غذا ہے
--	--------------------------------------

یعنی جس طرح کہ اس جنین کو خون کی طمع نے جو کہ اس کی غذا اس وطن ذلیل میں تھی۔

از حدیث ایں جہاں محبوب کرد	خون تن را در دلش محبوب کرد
----------------------------	----------------------------

اس عالم کی بات سے محروم کر دیا	اس کے دل کے لئے جسم کے خون کو محبوب کر دیا
--------------------------------	--

یعنی اس جہان کی باتوں سے محبوب کر دیا اور خون تن کو اس کے دل میں محبوب کر دیا اور نتیجہ یہ ہوا کہ۔

زین ہمہ انواع نعمت ماند فرد	غیر خوں او می نداند چاشت خورد
-----------------------------	-------------------------------

نعمت کی ان تمام قسموں سے محروم رہا	خون کے علاوہ وہ غذا کھانا نہیں جانتا
------------------------------------	--------------------------------------

یعنی ان تمام قسم قسم کی نعمتوں سے محروم رہا اور وہ سوائے خون کے کوئی غذا کھانا جانتا ہی نہیں اسی طرح

بر تو ہم طمع خوشی ایں جہاں	شد حجاب آں خوشی جاوداں
----------------------------	------------------------

تجھ پر بھی اس دنیا کی خوشی کا لاچ	اس دائمی خوشی کا پردہ بن گیا
-----------------------------------	------------------------------

یعنی تجھ پر بھی اس جہان کی خوشی اس خوشی جاودانی سے حجاب ہو گئی ہے۔

طمع و ذوق ایں حیات پر غرور	از حیات راستینت کرد کور
----------------------------	-------------------------

دھوکے سے پر اس زندگی کے لاچ اور ذوق نے	سچی زندگی سے تجھے اندھا کر دیا
--	--------------------------------

یعنی اس حیات پر غرور کی طمع اور ذوق نے تم کو حیات جاودانی سے دور کر دیا ہے جب معلوم ہوا کہ اس جہاں کی طمع ہی نے تم کو اندھا بنا رکھا ہے تو آگے اس پر تفریع فرماتے ہیں کہ۔

پس طمع کورت کند نیو بدان	بر تو پوشاند یقین را بیگماں
--------------------------	-----------------------------

اچھی طرح سمجھ لے لاچ تجھے اندھا بناتا ہے	یقیناً تجھ پر یقین کو پوشیدہ کر دیتا ہے
--	---

یعنی پس طمع تم کو اندھا کر دیتی ہے خوب جان لو وہ تم پر یقین کو بے شک پوشیدہ کر دیتی ہے۔

حق ترا باطل نماید از طمع	در تو صد کوری فزاید از طمع
--------------------------	----------------------------

لاچ کی وجہ سے تجھے حق باطل نظر آتا ہے	لاچ کی وجہ سے حد درجہ اندھا پن تجھ میں بڑھ جاتا ہے
---------------------------------------	--

یعنی تم کو طمع کی وجہ سے حق باطل دکھائی دینے لگتا ہے اور طمع سے تمہارے اندر سینکڑوں ناپینائیاں زیادہ ہو جاتی ہیں۔

از طمع بیزار شو چوں راستاں	تا نہی پا برسر آں آستاں
بچوں کی طرح تو لالچ سے بیزار بن	تاکہ اس چوکت پر تو ہم رکھ سکے

یعنی طمع سے سچے لوگوں کی طرح بیزار ہو جاؤ تاکہ اس آستان (حق) پر سر رکھ سکو۔ مطلب یہ کہ تاکہ وہاں تک رسائی ہو سکے لہذا اول طمع کو اپنے اندر سے زائل کرو۔

کاندراں در چوں درائی وارہی	از غم و شادی قدم بیروں نہی
جب تو اس درگاہ میں پہنچ جائے گا نجات پالے گا	دنیا کے غم اور خوشی سے قدم باہر رکھے گا

یعنی اس در حق میں جب تم آ جاؤ گے تو غم اور خوشی سے قدم باہر رکھو گے مطلب یہ کہ جب اس در تک رسائی ہو گئی تو پھر سب غم و شادی سے چھوٹ جاؤ گے اور راحت اور آرام نصیب ہو جاوے گا اور طمع کے ترک سے یہ نتیجہ ہوگا کہ۔

چشم جاننت روشن و حق میں شود	بے ظلام کفر نور دیں شود
تیری روح کی آنکھ روشنی اور حق دیکھنے والی بن جائے گی	دین کا نور کفر کے اندھیرے سے پاک ہو جائے گا

یعنی تمہاری چشم باطن روشن اور حق میں ہو جاوے گی اور بے ظلمت کفر کے (خالص) نور دین ہو جاوے گی مطلب یہ کہ اگر ان اخلاق رذیلہ کا دفعیہ مجاہدہ سے کر دیا تو پھر حق تعالیٰ تم کو نور ایمان نصیب کرے گا اور سراپا نور ہی نور ہو جاؤ گے۔

پند مرداں را پذیرا شو بجاں	تا رہی از خوف و مانی در اماں
(دل و جان سے مدد مان (حق آگاہ) کی نصیحت قبول کرنے والا بن	تاکہ تو خوف سے نجات پا جائے اور امن میں رہے

یعنی مردان حق کے نصائح کو دل و جان سے قبول کرو تاکہ خوف سے چھوٹ جاؤ اور امن میں ہو جاؤ خوف سے مراد پریشانی دنیاوی ہے مطلب یہ کہ اولیاء اللہ اور علماء کرام کی نصائح کو گوش دل سے سنو اور ان کو قبول کرو تاکہ تم کو یہ پریشانی دنیا کی نہ ہوں اور آرام اور راحت سے ہو جاؤ ورنہ اگر نہ سنو گے تو یاد رہے ہمیشہ خسران و ناکامی میں رہو گے۔ آگے فرماتے ہیں کہ

بشنو اکنون قصہ تمثیل آں	تا بیابی در حقیقت نور جاں
اب اس کی مثال اور ایک قصہ سن لے	تاکہ تجھے حقیقتاً روح کا نور حاصل ہو جائے

یعنی اب تم ایک قصہ اس کی مثال میں سن لو تاکہ حقیقت میں نور جاں تم پا لو یعنی تاکہ تمہارے قلب میں نور پیدا ہو لہذا ایک قصہ تمثیلی سن لو آگے ایک قصہ بیان کرتے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ ایک بزرگ نے جنگل میں چند آدمیوں کو کہ وہ بھوکے تھے منع کیا تھا کہ دیکھو اس جنگل میں ہاتھی کے بچے ہیں مگر تم ان کو مت کھانا ورنہ ہاتھی تم کو پھاڑ ڈالیں گے۔ اس نصیحت پر بعض نے عمل کیا اور بعض نے نہ کیا بلکہ خوب کھائے رات کو جب سو گئے ان بچوں کے ماں باپ آئے بچوں کو نہ پا کر تلاش کیا اس میں ان لوگوں کے پاس بھی گزر ہوا تو انہوں نے ان لوگوں کے منہ کو سونگھا جس نے کھایا تھا اس کے منہ میں سے گوشت کی بو آئی اس کو انہوں نے چیر پھاڑ دیا اور جس

نے نہ کھایا تھا اس کے منہ سے چونکہ بونہ آئی لہذا چھوڑ گئے تو دیکھو جس نے ناصح کی نصیحت کو سنا وہ تونچ گیا کہ اس کو ہاتھی نے مارا نہیں اور جس نے عمل نہ کیا اس نے اپنی جان دی لہذا چاہئے کہ ناصحین راہ حق کی نصیحت کو ضرور قبول کرو ورنہ ہلاک ہو گے۔ اب حکایت سنو۔

شرح صلیبی

ترجمہ و تشریح :- اے ضیاء الحق حسام الدین تیسرا دفتر بھی معرض اظہار میں لائیے اس لئے کہ تالیث سنت ہے کیونکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ تھا کہ ایک مضمون کو تین بار بیان فرماتے تھے کبھی ایک ہی عنوان سے جبکہ اختلاف فی السماع کا اندیشہ ہو۔ اور کبھی عنوان بدل کر جب کہ اختلاف فی الفہم محتمل ہو اور ہر دو صورت میں تمکین فی اذہان السامعین بھی مقصود ہوتی تھی پس آپ نے مضمون تو حید و اصلاح روح و ضرورت شیخ کو دو بار تو مختلف عنوانوں سے ہر دو دفتر سابق میں بیان فرما دیا ہے۔ تیسری بار تیسرے عنوان سے اور بیان فرما دیجئے تاکہ سنت پر بھی عمل ہو جائے اور یہ مضامین عالیہ اچھی طرح سمجھ میں آ کر اذہان میں راسخ ہو جائیں آپ کو جو کچھ عذر ہوں سب کو چھوڑ دیجئے اور تیسرے دفتر میں اسرار کا خزانہ کھول دیجئے اعذار آپ کو مغلوب نہیں کر سکتے بلکہ آپ اعذار کو مغلوب کر سکتے ہیں کیونکہ آپ کی قوت قوت الہیہ ہے جو آپ کو حق سبحانہ کی طرف سے عطا ہوئی ہے اور وہ قوت نہیں جو ان رگوں کی مضبوطی سے پیدا ہوتی ہے جو حرارت سے متحرک ہوتی ہیں کہ آپ اعذار سے مغلوب ہو سکیں کسی پابند اسباب ظاہر کو شبہ نہ ہونا چاہئے کہ منشا قوت تو عروق ہی ہیں پھر کوئی ایسی قوت کیونکر ہو سکتی ہے جس کا منشا عروق نہ ہوں کیونکہ مسببات کے لئے دو قسم کے اسباب ہوتے ہیں۔ اولاً اسباب ظاہرہ عادیہ دوم اسباب مخفیہ غیر عادیہ چنانچہ نظائر اور مثالیں اس پر شاہد ہیں جن سے چشم پوشی نہیں ہو سکتی مثلاً چراغ کی روشنی مسبب ہے تیل بتی وغیرہ سے مگر آفتاب کی روشنی کے لئے تیل کی ضرورت ہے نہ بتی کی۔ علیٰ ہذا سقف خیمہ وغیرہ ستونوں اور رسیوں سے قائم ہوتی ہے لیکن سقف فلک کے لئے نہ ستون کی ضرورت ہے نہ رسی کی حاجت خود قوت ہی کو جو جبریل کو حق سبحانہ فی شدید القویٰ ذومرہما فرمایا ہے حالانکہ ان کی قوت کھانے پینے اور رگ و ریشہ سے مستفاد نہیں بلکہ وہ ایسی دیدار حق سبحانہ سے مستفاد ہیں جو ان کی استعداد کے مناسب ہے بس یوں ہی ابدال اور دیگر اہل اللہ کی قوت بھی حق سبحانہ سے مستفاد ہے نہ کہ کھانے پینے وغیرہ سے لگی منشاء اس اشتباہ کا یہ ہو کہ تم ان کے اجسام کو اپنے اجسام کے مماثل دیکھ رہے ہو لہذا ان کی قوت کو بھی اپنی قوت پر قیاس کرتے ہو تو یہ بھی غلط ہے اس لئے کہ ان کے اجسام تمہارے اجسام سے گودیکھنے میں مشابہ معلوم ہوں مگر حقیقت میں مماثل نہیں کیونکہ ان کے رگ و ریشہ میں نور پیوست ہو گیا ہے اس لئے یوں کہا جاسکتا ہے کہ ان کے جسم کا خمیر نور سے ہوا ہے حتیٰ کہ ان کے اجسام لطافت معنویہ میں دیگر اشخاص کی ارواح سے اور فرشتوں کی اجسام سے بھی بڑھ گئے ہیں پھر تم کو ان سے کیا نسبت اور تمہارا ان کو اپنے اوپر قیاس کرنا کہاں تک صحیح ہے (اب دفع دخل مقدر سے فارغ ہو کر پھر حسام الدین کو خطاب فرماتے ہیں) آپ تو حق سبحانہ کے اوصاف سے موصوف اور متخلق باخلاق اللہ ہیں آپ معمولی اعذار سے کیا متاثر ہوتے (کیونکہ آپ تو بڑے بڑے عوارض سے بھی متاثر نہیں ہوتے دیکھو آتش شہوات و غضب کس قدر تیز ہے مگر خلیل اللہ کی طرف آپ کیلئے گلستان اور ٹھنڈی اور غیر مضر بن گئی کیوں نہ ہو کہ یہ آتش ناشی ہے عناصر سے پس جس پر عناصر غالب ہوں گے اس کے لئے یہ آتش بھی مضر ہوگی اور جس کے عناصر مغلوب ہوں گے اس کے لئے یہ آتش بھی غیر مضر ہوگی چنانچہ عناصر آپ کے مزاج کے غلام ہیں پھر یہ آتش آپ کو کیا منتر ہو سکتی ہے آپ کا مزاج تو ایک نرالا مزاج ہے کیونکہ

تمام مزاجوں کا مادہ عناصر اربعہ ہیں لیکن آپ کا مزاج سب سے فائق ہے کہ اس کا مادہ عناصر نہیں بلکہ اس عالم فراخ میں آپ کے مزاج نے بوجہ تخلق باخلاق اللہ کے صفت اتحاد بحق سبحانہ حاصل کر لی ہے۔ جس سے آپ کو مزاج خاص حاصل ہوا ہے جس میں عناصر کو دخل نہیں جس کی بناء پر جس طرح عناصر حق سبحانہ کے لئے مغلوب و مقہور ہیں یونہی وہ عناصر آپ کے مزاج کے بھی مغلوب و مقہور ہوں گے پس اب وہ شبہ مندفع ہو گیا جو ہمارے اس قول پر واقع ہو سکتا تھا کہ عناصر آپ کے مزاج کے غلام ہیں لیکن افسوس کہ مخلوق کی افہام کا میدان نہایت تنگ ہے کہ آپ کی حقیقت نہیں سمجھ سکتے اور خواہ مخواہ کے شبہات پیدا کرتے ہیں بات یہ ہے کہ ارواح مخلوق کے لئے اس غذا کے مناسب حلق بھی نہیں کہ یہ غذائے ادراک حقیقت ان کے اندر پہنچ سکے لیکن اے ضیاء الحق والدین آپ کے مہارت تامہ و کمال کے سبب یہ حلوائے شیریں یعنی معرفت حقیقت حال پتھر میں بھی حلق پیدا کر سکتا ہے اور پتھر کے اندر بھی یہ غذا پہنچ کر اس کو آپ کی حقیقت حال سے واقف کر سکتی ہے یہ تو پتھر بھی انسان ہیں اور گو نہ استعداد رکھتے ہیں پس اگر آپ چاہیں تو ان کا آگاہ ہو جانا کوئی بڑی بات نہیں یہ میرا دعویٰ ہی دعویٰ نہیں بلکہ میں اس دعویٰ پر دلیل رکھتا ہوں دیکھو کہ وہ طور پر پتھر ہی تو تھا مگر تجلی کے لئے اس میں حلق پیدا ہو گیا حتیٰ کہ اس نے وہ شراب تجلی پی لی اور اتنی پی کہ برداشت نہ کر سکا بلکہ پھٹ گیا اور ریزہ ریزہ ہو گیا بھلا بتلاؤ کہیں تم نے پتھر کو بھی اونٹ کی طرح وجد میں دیکھا ہے ہرگز نہیں پتھر کو طور کی یہ حالت کیسے ہو گئی کیا وہ شراب پئے بغیر ہو گئی ہرگز نہیں پتھر کی شراب کے مناسب حلق پیدا ہو گیا تھا اور خدا نے پیدا کر دیا تھا اس کے ساتھ ایک مقدمہ اور شامل کرو جو ماسبق سے معلوم ہو چکا ہے وہ یہ کہ مدوح الصدر متصف باوصاف حق سبحانہ اور متحد بحق جل عظمة بوحدة الاصل طلاحیہ ہیں اور تصرف میں جارح حق سبحانہ ہیں اس کے ملانے سے صاف نتیجہ نکل آیا کہ مدوح الصدر پتھر میں حلق پیدا کر سکتے ہیں اس کے بعد مولانا دوسرے مضمون کی طرف انتقال فرماتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ ہر شخص دوسرے شخص کو کھانا دے سکتا ہے مگر حلق نہیں دے سکتا۔ حلق صرف حق سبحانہ عطا کر سکتے ہیں کبھی بواسطہ جارحہ جیسا کہ اوپر مذکور ہوا اور کبھی بلا واسطہ جیسا کہ آگے مذکور ہو گا۔ (ف) یہاں ایک شبہ واقع ہوتا ہے وہ یہ کہ اس کو تسلیم کیا گیا ہے کہ آدمی کھانا دیتا ہے نیز یہ بھی مانا گیا ہے کہ مولانا حسام الدین حلق دے سکتے ہیں اور کھانا دینا اور حلق دینا حقیقتہً دونوں فعل حق سبحانہ کے ہیں پس اگر بالنظر الی الحقیقت عبادت سے اس کی نفی کی جائے تو دونوں منفی ہوں گے اور اگر بالنظر الی الظاہر عبادت کے لئے ان کو ثابت کیا جائے تو دونوں ثابت ہوں گے پتھر کیا وجہ ہے کہ ایک کو بندوں کے لئے ثابت کیا گیا اور دوسرے کو عبادت سے نفی کر کے ذات حق سبحانہ میں منحصر کیا گیا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اعطاء طعام میں قدرت و اختیار عبد کو دخل ہے گو وہ قدرت و اختیار بھی موہوب من اللہ ہے۔ اس لئے اس کو بندوں کے لئے ثابت کیا گیا۔ اور اعطائے حلق میں قدرت و اختیار عبد کو دخل نہیں بلکہ وہاں محض قدرت الہیہ کام کرتی ہے اگرچہ ظہور اس فعل کا عبد کے ہاتھوں ہوتا ہے اس لئے اس کو عبد سے اتنا تعلق نہیں جتنا کہ اعطائے طعام کو لہذا اس کو اس سے نفی کیا گیا اور صرف حق سبحانہ کے لئے ثابت کیا گیا میں محض تقریب فہم کے لئے اس مضمون کو ایک مثال سے سمجھاتا ہوں گو یہ حقیقی مثال نہیں کیونکہ حق سبحانہ مثال سے منزہ ہیں۔ ولله المثل الاعلیٰ۔ مثلاً ایک آدمی ایک وقت پیدل چلتا ہے اور دوسرے وقت ریل میں سفر کرتا ہے پہلی صورت میں وہ اپنی قوت سے جا رہا ہے اور دوسری صورت میں انجن کی قوت سے اس صورت میں یہ بھی کہنا صحیح ہے کہ آدمی ایک گھنٹہ میں چالیس میل سفر کر سکتا ہے یہ تو ایسا ہے جیسا کہ اوپر مولانا حسام الدین کو کہا گیا ہے کہ آپ پتھر کو حلق دے سکتے ہیں اور یہ کہنا بھی صحیح ہے کہ آدمی مثلاً چار میل تو ایک گھنٹہ میں چل سکتا ہے مگر چالیس میل چلنا صرف انجن کا کام ہے یہ ایسا ہے جیسا کہ بیان کیا گیا ہے کہ آدمی

کھانا تو دے سکتا ہے مگر حلق دینا حق سبحانہ ہی کا کام ہے۔ اس وقت حصر بھی صحیح ہوگا اور متناقص بھی نہ ہوگا اور اعطائے طعام اور اعطائے حلق میں فرق بھی ظاہر ہو جائے گا۔ واللہ اعلم۔ اوپر معلوم ہوا کہ اعطائے حلق حق سبحانہ کا کام ہے اب سمجھو کہ وہ ہر چیز کو اس کے مناسب حلق عطا فرماتے ہیں وہ جسم کو جسم کے مناسب حلق عطا فرماتے ہیں اور روح کو روح کے مناسب اور ہر عضو کو جدا جدا ان کے مناسب مگر روح کو اپنی اصلی غذا کھانے کے لئے اور اسرار و معارف الہیہ سے بہرہ ور ہونے کے لئے اسی وقت حلق عطا فرماتے ہیں جبکہ وہ مخلق باخلاق اللہ ہو جائے اور دغا و دغل و دیگر ملکات سیدہ سے پاک صاف ہو جاوے اس میں علاوہ دیگر مصالح کے ایک مصلحت یہ بھی ہے کہ آدمی اسرار الہیہ کو فاش نہ کر سکے تاکہ وہ ان قند کے مثل لذیذ علوم مکاشفہ کو نااہلوں کے سامنے جو کہ مکھی کے مانند ہیں بیان نہ کرنے لگیں کیونکہ جو چیز آسانی سے ملتی ہے اس کی قدر نہیں ہوتی اس سے معلوم ہوا کہ اسرار حق سبحانہ کو وہ ہی معلوم کر سکتا ہے جو سوسن کی طرح سوز بانیں رکھتا ہو لیکن گونگا ہو یعنی زبان رکھتا ہو مگر ظاہر نہ کر سکے اور یہ ایسے وقت ممکن ہے جبکہ اس کو اس کی قدر ہو اور یہ بات حاصل ہوتی ہے ریاضات و مجاہدات میں مشقت اٹھانے اور ملکات رذیلہ کو دور کرنے سے اس سے اس شرط کی ضرورت ہوئی جو حق سبحانہ اپنی عنایت سے خاک کو بھی حلق عطا فرماتے ہیں مگر اس کے مناسب حتیٰ کہ وہ پانی سے غذا حاصل کرتی ہے اور انواع و اقسام کے نباتات پیدا ہوتے ہیں پھر حیوان کو حلق عطا فرماتے ہیں حتیٰ کہ وہ نباتات کو کھا جاتا ہے اور نباتات کھا کر حیوان موٹا تازہ ہوتا ہے تو انسان اس کو حلق کے ذریعہ سے کھا جاتا ہے جو اس کو عطا ہوا ہے اور حیوان کا صفایا ہو جاتا ہے اب پھر مٹی کی باری آتی ہے اور وہ اپنے اس حلق سے جو اس کے مناسب اس کو عطا ہوا ہے انسان کو کھا جاتی ہے جبکہ اس کی روح وہ اس وغیرہ اس سے جدا ہو جاتی ہے اس کے علاوہ میں نے بہت سے ذرے اپنی نظر کشفی سے دیکھے ہیں جن کو ان کے مناسب حلق عطا کیا گیا ہے اور وہ اپنی مناسب غذا کے لئے منہ کھولے ہوئے ہیں جن کی خوراک کی اگر میں تفصیل بیان کروں تو بہت طویل ہو جاوے حق سبحانہ نے اپنے انعام سے پتوں کو بھی سامان تغذی عطا فرمایا ہے اور اس کا لطف تمام مربیوں کو بھی تربیت فرماتا ہے وہ رزقوں کو بھی رزق عطا کرتا ہے کیونکہ گندم وغیرہ بلا غذا کے کیسے نشوونما پا سکتے ہیں اس گفتگو کی کوئی انتہا نہیں یہ جو کچھ میں نے بیان کیا ہے خوب سمجھ لو کہ اس کی بے تعداد حصوں میں سے ایک مختصر سا حصہ ہے خلاصہ یہ کہ تمام عالم آپس میں ایک دوسرے کو کھاتا اور اس کو فنا کرتا ہے اور جو آکلیت و کومالیت مخصوصہ کے قبضہ سے باہر ہیں وہی صاحب اقبال اور مقبول حق سبحانہ ہیں۔ یہ عالم ناسوت اور اس کے رہنے والے یعنی وہ لوگ جو اس میں منہمک ہیں سب منتشر اور فانی ہیں اور وہ عالم مخفی اور اس کے رہنے والے مستر اور ابدی ہیں دنیا اور اس کے عشاق ختم ہو جانے والے ہیں اور وہ عالم علوی اور اس کے متعلقین ہمیشہ رہنے والے اور متحد و متفق ہیں کہ ان میں بوجہ عدم تخالف اغراض کے اختلاف نہیں۔ (ف یا در کھو کہ اہل اللہ کو جو باقی کہا ہے سو اس بقاء سے بقا و حیات روحانی مراد ہے اور فنا غیر اہل اللہ سے مراد عدم حیات روحانی ہے خواہ موت روحانی کے ضمن میں متحقق ہو خواہ عدم کے ضمن میں تمام کے آکل و ماکول ہونے اور اہل اللہ کے اس قضیہ سے خارج ہونے کے مراد یہ ہے کہ جملہ عالم آکلیت و ماکولیت مخصوصہ میں منہمک ہے اور اہل اللہ منہمک نہیں گوئی الجملہ آکلیت و ماکولیت مخصوصہ ان سے بھی متعلق ہے اب نہ یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ فانی تو اہل اللہ بھی ہیں کہ وہ مرتے ہیں اور روح تو کفار وغیرہ کی بھی باقی رہنے والی ہے اور آکل و ماکول سے تو اہل اللہ خارج نہیں وجہ اندفاع ظاہر ہے) جب یہ معلوم ہوا کہ اہل اللہ کے سوا سب فانی ہیں تو کریم اور بھلا مانس اور اچھا شخص وہی ہے جو اپنی روح کو آب حیات یعنی معرفت حق سبحانہ سے سیراب کرے جس سے کہ اس کو حیات روحانی ابدی حاصل ہو باقیات الصالحات کا اصل مصداق یہی شخص ہے کہ اس کے لئے حکم

ہے۔ لا خوف علیہم ولا ہم یحزنون نہ ان کو کوئی خوف ہے نہ ہلاک روحانی وغیرہ کا خطرہ واندیشہ۔ ان لوگوں کی ایک عجیب صفت یہ ہے کہ جس کی طرف اوپر اشارہ کیا جا چکا ہے کہ اگر یہ ہزاروں بھی ہوں تب بھی ایک نفس سے زیادہ نہیں کیونکہ سب کا مقصود واحد ہوتا ہے اس لئے ان میں اتحاد و یگانگت ہوتی ہے اور ایسے جدا اور متبائن نہیں ہوتے جیسے اس شخص کے خیالات جو اعداد کا خیال کرتا ہو کہ اس کا ہر خیال دوسرے خیال کے مابین ہوتا ہے کیونکہ ایک کا خیال دو کے خیال کے خلاف ہے اور دو کا تین کے اور تین کا چار کے علیٰ ہذا القیاس جن کا مطمح نظر آ کلیت و ماکولیت ہے اور جو انہیں میں منہمک ہیں ان کے لئے تو حلق وہ نالی ہے جس سے وہ کھاتے یا کھائے جاتے ہیں یعنی ان پر تو حیوانیت کا غلبہ ہے اور جو اپنے نفس پر غالب اور مغلوب حق ہیں ان پر روحانیت غالب ہے اور ان کو عقل و رائے عطا ہوئی ہے یہاں تک مضمون ارشادی کو ختم کر کے پھر مضمون سابق کی طرف رجوع فرماتے ہیں۔ اور فرماتے ہیں کہ حق سبحانہ نے عدل قائم کر نیوالی اور ظلم کو دفع کرنے والی لاشی کو بھی حلق عطا فرمایا تھا کہ وہ بہت سی لاشیوں اور رسیوں کو کھا گئی تھی مگر چونکہ اس کا اکل اور اس کی شکل عام حیوانوں کی طرح نہ تھی گو وہ بھی حقیقہ حیوان تھی کیونکہ اسکو اکل سے دیگر حیوانات کی طرح تغذی مقصود نہ تھی نیز اس کی حیوانیت اصلی نہ تھی بلکہ عارضی تھی کہ بوقت ضرورت اس کو حاصل ہو جاتی تھی اور پھر فنا ہو جاتی تھی اس لئے اس میں اس آکل سے کوئی زیادتی نہ ہوتی تھی نیز اس عصائے موسیٰ علیہ السلام کی طرح حق سبحانہ نے یقین کو بھی حلق عطا فرمایا ہے کہ وہ ان خیالات فاسدہ کو کھا جاتا ہے جو آدمی کے اندر پیدا ہوتے ہیں اس سے ثابت ہوا کہ حق سبحانہ نے صرف اجسام ہی کو حلق عطا نہیں فرمایا بلکہ معانی کو بھی عطا فرمایا ہے۔ جو ان کے مناسب ہے اور حلق معانی کو بھی حق سبحانہ غذا دیتے ہیں پس خلاصہ یہ ہے کہ نیچے سے اوپر تک کوئی مخلوق ایسی نہیں جو اپنے مناسب حلق نہ رکھتی ہو اور غذا حاصل نہ کرتی ہو پس روح کے لئے بھی حلق ہے اور وہ بھی غذا حاصل کرتی ہے کبھی غذا اصلی اور کبھی عارضی وساوس وغیرہ اس کی غذائے عارضی ہیں اور حقائق و معارف غذائے اصلی جب تک کہ وہ غذائے عارضی سے مشفق ہوتی ہے اور وساوس و شکوک سے غذا حاصل کرتی ہے اس وقت تک غذائے اصلی سے محروم رہتی ہے اور جبکہ اس غذا کو چھوڑ دیتی ہے اس وقت اس کی الہام حق سے مہمانی کی جاتی ہے اور جب روح کو فکر جسم سے نجات حاصل ہوتی ہے اس وقت اس کو حق سبحانہ سے تعلق رکھنے والا رزق یعنی معرفت الہیہ عطا ہوتا ہے اور جب عقل و دل فکر اصلاح جسم سے فارغ ہوتے ہیں اس وقت ان کو نیا رزق ملتا ہے جس کو ہضم معدہ کی ضرورت نہیں ہوتی اور تبدیل مزاج اس لئے مشروط ہے کہ سوء مزاج و سوء مزاج والوں کے لئے مہلک ہے وہ ضرور ہلاک کر کے چھوڑتا ہے اور جب تک اس کی اصلاح نہ ہو اس وقت تک کوئی غذا عاڈہ مفید نہیں ہوتی مثلاً جب آدمی مٹی کھانے کا عادی ہوتا ہے تو اس کی رنگت زرد ہوتی جاتی ہے اور بیمار اور کمزور ہوتا چلا جاتا ہے خواہ کیسی ہی قوی غذا کھائے بلا خرفنا ہو جاتا ہے اور جب کہ سوء مزاج جاتا رہا تو اس کی خرابی بھی دفع ہو جاتی ہے اور جو غذا کھاتا ہے اس سے اس کا چہرہ شمع کی مانند چمکنے لگتا ہے اس لئے اس روحانی غذا کے لئے تبدیل مزاج روح ضروری ہے ایک تو مماثلت اس سنی الاخلاق و المملکات شخص کو کھنوار سے ہے جیسے کہ اوپر معلوم ہوا دوسری مشابہت اس کو طفل شیر خوار سے ہے کہ جس طرح وہ دودھ کے سبب اغذیہ نفیسہ سے محروم ہے یونہی یہ شخص اس غذائے عارضی یعنی ملکات سیئہ و اخلاق رذیلہ کے سبب بہترین و اصلی غذا یعنی معرفت حق سبحانہ سے محروم ہے پس کاش کوئی شخص ایسا ہو کہ جس طرح دایہ طفل شیر خوار کا دودھ چھڑا کر دیگر نعمتوں کو اس کی غذا بناتی اور اس کے برے منہ کو جو دودھ پینے کا عادی ہو گیا تھا دوسری نعمتوں سے اچھا کرتی اور اس کی چاٹ لگاتی ہے یونہی وہ شخص اس کو بھی ان اغذیہ فاسدہ یعنی ملکات رذیلہ سے چھوڑا کر اچھی غذاؤں پر لگا دے یعنی اس کو معرفت الہی کی چاٹ لگا

دے دایہ جس وقت بچہ سے پستان چھوڑاتی ہے تو وہ اس کا نقصان نہیں کرتی بلکہ سو باغوں کی راہ اس پر کھول کر اس کو بہت بڑی محرومی سے بچاتی ہے کہ وہ اس کے سبب انواع و اقسام کے میوے کھانے کے قابل ہوتا ہے کیونکہ پستان اس کمزور بچے کے لئے ہزاروں نعمتوں اور طرح طرح کے کھانوں اور روٹیوں سے مانع تھا اس نے اس مانع کو دور کر دیا جس سے وہ محرومی سے بچ گیا پس اسی طرح سمجھ لو کہ ہماری حیات روحانی بھی اخلاقِ رذیلہ کے چھوڑنے پر منحصر ہے اگر شیخ ان کو چھوڑا نا چاہے تو چسبہ جس میں نہ ہونا چاہئے بلکہ اگر دفعہ ممکن نہ ہو تو آہستہ آہستہ ان کے چھوڑنے کی کوشش کرنی چاہئے ان شاء اللہ ایک دن تم کو وہ دولتِ عظمیٰ حاصل ہو جائے گی اور اس شیر خوار کی طرح تم بھی محرومی سے بچ جاؤ گے اس تدریجی ترقی کی نظیر ہم تم کو محسوسات میں دکھلاتے ہیں۔ دیکھو جب آدمی شکمِ مادر میں تھا تو خونِ حیض اس کی غذا تھی اور اپنے جنین ہونے کی حالت میں خون کھاتا تھا اور اس کی ہستی کا دار و مدار اسی خون پر تھا لیکن جب خون چھوٹا تو دودھ غذا ہوا گو اب بھی خون ہی کھا رہا ہے کیونکہ دودھ کا مادہ بھی خون ہی ہے لیکن حالتِ اولیٰ سے یہ حالت بہتر ہے کہ وہ ناپاک تھا یہ پاک ہے جب دودھ چھوٹتا ہے تو کھانا کھانا شروع کرتا ہے جو کہ پہلی دونوں غذاؤں سے بہتر غذا ہے اور جب یہ ظاہری غذا چھوٹی ہے تو اس وقت وہ ایک عارف ہوتا ہے اور حق سبحانہ کا طالب ہو کر غذائے روحانی سے متمتع ہوتا ہے یوں ہی مومن نجاساتِ روحانیہ سے رفتہ رفتہ پاک ہوتا ہے اور یوماً فیوماً اس کی حالت بدلتی رہتی ہے اور ادنیٰ حالت سے اعلیٰ کی طرف ترقی کرتا رہتا ہے تم کو اس کا یقین نہ آئے گا اور وجہ اس کی یہ ہے کہ تمہاری حالت ایسی ہے جیسے بچہ شکم۔ اگر اس بچہ سے کوئی کہے کہ شکم سے باہر متسق النظام اور نہایت خوبی سے سجا ہوا ایک عالم ہے اور ایک سرسبز شاداب بہت لمبی چوڑی زمین ہے اس میں بہت سی نعمتیں اور بے انتہا کھانے کی چیزیں ہیں اس میں پہاڑ ہیں دریا ہیں جنگل ہیں باغیچے اور چمن میں کھیتیاں ہیں ایک عالیشان اور منور آسمان اس میں ایک سورج ہے ایک چاند ہے اور سینکڑوں ستارے ہیں بادِ شمالی بادِ جنوب بچھو اور پروا ہوائیں چلتی ہیں بہت سے باغ ہیں بیابان شادیاں ہوتی ہیں غرض کہ وہ عالم ایسا ہے کہ اس کے عجائبات بیان سے باہر ہیں تو اس زحمت میں پڑا ہوا کیا کر رہا ہے۔ تو تنگ شکنجہ میں پڑا ہوا خون کھا رہا ہے قید خانہ میں مجبوس ہے گندگی میں لتھڑا ہوا ہے مصیبت میں گرفتار ہے تو وہ اپنی حالت کے لحاظ سے ان سب امور واقعہ کا انکار کرے گا اور اس پیامِ رسانی سے اعراض کرے گا اور خلاف ورزی کرے گا کبھی نہ مانے گا اور یہ کہے گا کہ یہ مجال ہے فطرت کے خلاف ہے فریب ہے دھوکہ ہے کیونکہ اس پر اندھے وہم کا غلبہ ہے اور وہم ان امور سے دور ہے جس شے کی جنس کو اس کے ادراک نے دیکھا ہی نہیں اس کو اس کا سراپا انکار ادراک کبھی تسلیم نہیں کر سکتا بس اسی طرح عام مخلوق کی حالت ہے جس میں تو بھی داخل ہے کہ ابدال اور اہل اللہ ان کے سامنے عالمِ مخفی کی حالت بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ عالم ایک کنواں ہے جو تاریک و تنگ ہے اس سے باہر ایک اور عالم ہے جس میں نہ اس عالم کی بو ہے نہ رنگ بلکہ بالکل نرالا ہے مگر کسی کے کان پر بھی جوں نہیں ریگتی اصل وجہ اس کی یہ ہے کہ طمع اس کے لئے ایک زبردست حجاب ہو گئی ہے اور طمع وہ بری بلا ہے کہ کان کو خلاف مطلوب کے سننے سے روک دیتی ہے اور آنکھ کو دیکھنے سے باز رکھتی ہے جس طرح کہ جنین کو اس خون کی طمع نے جو کہ اس کے ذلیل وطن میں اس کی غذا ہے اس جہان کے متعلق گفتگو کے سننے سے روک دیا اور جسم کے خون ہی کو اس کے دل کا محبوب و مرغوب بنا دیا لہذا وہ ان طرح طرح کی نعمتوں سے محروم ہو گیا اور بجز خون کے اس کو کوئی غذا کھانا نصیب ہی نہ ہو ایونہی تیرے لئے بھی اس عالم کی خوشی حجاب ہو گئی اور تجھ کو اس ابدی خوشی سے محروم کر دیا اور حیات کی لذت کی طمع نے جو فی الحقیقت ایک دھوکے کی ٹٹی ہے تجھ کو حقیقی اور سچی حیات سے دور کر دیا پس خوب سمجھ لو کہ طمع وہ بری بلا ہے کہ آدمی کو اندھا کر دیتی ہے اور حق کو پوشیدہ کر دیتی

ہے طمع ہی کے باعث، تمکو حق باطل نظر آتا ہے اور طمع ہی سینکڑوں پردے آنکھوں پر ڈالتی ہے پس تم کو سچے اور مخلص لوگوں کی طرح طمع سے دست بردار ہونا چاہئے تاکہ اس آستانہ پر قدم رکھ سکو جس میں داخل ہونے کے بعد تمام رنج و محن سے چھوٹ جاؤ گے اور تمہاری روح منور اور حق میں ہو جائے اور سراپا نور دین بن جاوے جس میں ظلمت کفر کا نام و نشان بھی نہ ہو مشائخ کی بات تم کو دل و جان سے قبول کرنی چاہئے تاکہ خوف مکروہات دنیا و عقبی سے چھوٹ کر مامون اور مصداق لائحہ عمل علیہم ہو جاؤ اب تم کو اس کی مثال میں ایک قصہ سننا چاہئے تاکہ تم کو اس سے نور بصیرت حاصل ہو۔

شرح شبیری

ایک دانا شخص کا قصہ جو کہ جنگل میں کچھ لوگوں سے ملا اور ان لوگوں کو نصیحت کی کہ ہاتھی کے بچے مت کھانا۔

آں شنیدی تو کہ در ہندوستان	دید دانائے گروہ دوستاں
تو نے وہ قصہ سنا ہے کہ ہندوستان میں	ایک ہند نے دوستوں کے ایک گروہ کو دیکھا

یعنی تم نے وہ سنا ہے کہ ہندوستان میں ایک دانا شخص نے ایک گروہ دوستاں دیکھا یعنی وہ لوگ آپس میں دوست تھے جنگل میں سب یکجا جمع تھے۔ یہ دانا صاحب بھی جا پہنچے۔

گر سنہ ماندہ شدہ بے برگ و عور	می رسیدند از سفر و زراہ دور
بھوکے تھکے ہوئے بے ساز و سامان اور ننگے	سڑ سے اور دراز راستہ سے آ رہے تھے

یعنی بھوکے اور بے سامان اور برہنہ رہے ہوئے تھے اور سفر اور راہ دور دراز سے پہنچے تھے۔

مہر دانائیش جو شنید و بگفت	خوش سلائے شان و چوں گلبن شکفت
اس کی دانائی کی محبت جوش میں آئی اور	ان کو چاک سے سلام کیا اور پھول کی طرح کھل گیا

یعنی اس دانا کی دانائی کی الفت نے جوش کیا تو اس نے ایک اچھا سلام کیا اور گل کی طرح کھل گیا یعنی اس نے سب کو سلام کیا اور ان کو دیکھ کر مسرت ظاہر کی۔

گفت دانم کز تجوع و از خلا	جمع آمد رنج تاں زیں کر بلا
بولتا میں جانتا ہوں کہ بھوک سے لبر (معدہ کے) خالی ہونے سے	(اور) اس (میدان) کر بلا کی وجہ سے تم پر مصیبتیں جمع ہو گئی ہیں

یعنی اس نے کہا کہ میں جانتا ہوں کہ بھوک اور خلومعدہ کی وجہ سے اس میدان میں تکلیف تم کو جمع ہوئی ہے مطلب یہ کہ مجھے معلوم ہے کہ تم بھوک وغیرہ کی وجہ سے بہت تکلیف میں ہو۔

لیک اللہ اللہ اے قوم جلیل	تا نباشد خورد اں فرزند پیل
لیکن خدا کے لئے اے بزرگو	تم ہاتھی کے بچے کو ہرگز نہ کھانا

یعنی لیکن اے قوم بزرگ خدا سے ڈرو اور ہرگز تمہاری خوراک ہاتھی کے بچے نہ ہوں اللہ اللہ کا معمول محذوف ہے یعنی اتقوا اللہ

اتقوا اللہ مطلب یہ کہ ارے کہیں ہاتھی کے بچے مت کھا جانا اگر چہ بھوکے ہو مگر اس کا بہت برا نتیجہ ہوگا خدا سے ڈرنا اور اس کام سے بچنا۔

پیل ہست ایں سو کہ انوں می روید	پند من از جان و از دل بشنوید
جس جانب تم اب جا رہے ہو ہاتھی ہے	دل و جان سے میری نصیحت سن لو

یعنی جس طرف کہ اب تم جا رہے ہو ادھر ہاتھی ہیں لہذا میری نصیحت کو دل و جان سے سنو۔

پیل بچگانند اندر راہ تاں	صید ایشان ہست بس دلخواہ تاں
تمہارے راستے میں ہاتھی کے بچے ہیں	جن کا شکار تمہیں بہت مرغوب ہے

یعنی تمہارے راستے میں ہاتھی کے بچے ہیں اور ان کا شکار کرنا تمہارے بہت دلخواہ ہے اس لئے۔

بس ظریف اند و لطیف اند و سمیں	لیک مادر شاں بود اندر کمیں
نہایت عمدہ اور پاکیزہ اور موٹے ہیں	لیکن ان کی ماں گھات میں رہتی ہے

یعنی وہ خوب موٹے اور تازے اور لطیف ہیں لیکن ان کی ماں گھات میں لگی ہوئی ہے۔

از پئے فرزند صد فرسنگ راہ	او بگرد در حین و آہ آہ
اپنے بچے کی خاطر سینکڑوں میل کے راستے سے	وہ روتی ہوئی اور ہائے ہائے کرتی ہوئی دوڑتی ہے

یعنی اپنے بچے کے مارے سینکڑوں کوسوں میں روتی ہوئی اور افسوس کرتی پھرتی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اگر اس کے بچے کو کوئی مار ڈالتا ہے تو اپنے بچے کی وجہ سے سینکڑوں کوس تک اس کے قاتل کو تلاش کرتی پھرتی ہے اور جب پاتی ہے تو اس کو مار ڈالتی ہے۔

آتش و دود آید از خرطوم او	الحذر زان بچہ مرحوم او
اس کی سوٹ سے آگ اور دھواں نکلتا ہے	اس کے قابل رحم بچے سے بچو

یعنی اس کی سوٹ سے (غصہ کی) آگ اور دھواں نکلتا ہے اس کے اس بچہ مرحوم سے بس بچنا ہی بہتر ہے ان کو بھلا کھانا تو درکنار ان کو ہاتھ بھی نہ لگاوے۔ مولانا فرماتے ہیں۔

اولیاء اطفال حق اند اے پسر	در حضور و غیبت آگاہ باخبر
اے لڑکے! اولیاء اللہ کے بچے ہیں	وہ (ان کی) موجودگی اور غیر حاضری میں (ان سے) باخبر ہے

یعنی اولیاء اللہ اطفال حق ہیں اور حالت غیبت اور حضور میں وہ ان سے باخبر ہیں۔ مطلب یہ کہ اولیاء اللہ اگر اس وقت تمہارے سامنے ہوں اور تم ان کو ستاؤ اور ان کو برا بھلا کہو تو ممکن ہے کہ وہ خود بدلہ لے لیں اور جب کہ وہ غائب ہوں تب تم ان کی برائی کرو تو وہ تو بدلہ نہیں لے سکتے مگر حق تعالیٰ ہر حال میں ان سے خبردار ہیں اور جب کوئی ان کو ستاوے گا فوراً اس سے بدلہ لیں گے۔

غائبی مندیش از نقصان شاں	کو کشد کیس از برائے جان شاں
ان کی غیر حاضری ان کا نقصان نہ سمجھو	کیونکہ وہ ان کی جان کے سلسلے میں بدلہ لیتا ہے

یعنی غائبی کو ان کا نقصان مت سمجھو اس لئے کہ وہ ان کی جان کے لئے کینہ کھینچتے ہیں مطلب یہ اگر وہ اس وقت موجود نہیں ہیں اور کوئی برائی کرنے لگے تو یہ مت سمجھو کہ اس سے ان کا کوئی نقصان نہ ہوگا ان کا کوئی حرج بھی نہیں ہے اس لئے کہ حق تعالیٰ ان کی خبر رکھتے ہیں بس جو ان کو ستا دے گا اس سے وہ خود بدلہ لے لیں گے۔

گفت اطفال من اندایں اولیاء	در غربی فرد از کارو کیا
اس نے فرمایا ہے کہ یہ اولیاء میری اولاد ہیں	غیر حاضری میں (بھی) کام اور مشغولیت سے خالی ہیں

یعنی حق تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ یہ اولیاء میرے اطفال ہیں اور غربت میں شان و شوکت سے تنہا ہیں مطلب یہ کہ اگر چہ ظاہر حالت میں شان و شوکت ان میں نہیں مگر یہ میری اولاد ہیں لہذا حقیقت میں ان کا مرتبہ بہت بلند ہے اطفال ہونے کی توجیہ بعض نے یہ کی ہے کہ حدیث میں ہے۔ الخلق عیال اللہ مگر اس میں اولیاء اللہ کی تخصیص نہیں فرمائی بلکہ خلق ایک کلی ہے جو کہ کل کفار و مسلمین سب کو شامل ہے بلکہ اگر یہ کہا جاوے کہ حدیث میں ہے من عادی لی ولیا فقد اذنتہ بالحر ب یعنی جو میرے کسی ولی کو ستا دے گا میں اس کو اعلان جنگ دیتا ہوں۔ یہ تو مشہور ہے مولانا قاضی ثناء اللہ صاحب نے تفسیر مظہری میں اس حدیث کے ساتھ ایک حصہ اور بڑھایا ہے جس کا ما حاصل یہ ہے کہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جو کوئی میرے کسی ولی کو ستاتا ہے تو مجھے ایسا غصہ آتا ہے جیسے کہ شیرنی کو اس کے بچہ کو چھیڑنے سے آتا ہے تو اس تشبیہ سے نکل سکتا ہے کہ اولیاء اللہ بھی بمنزلہ عیال و اطفال کے ہوئے اور چونکہ قاضی صاحب کی نظر حدیث پر بہت تھی اس لئے ان کی اس زیادتی کو تسلیم کیا جاوے گا کہ زیادتی ایک ثقہ محدث کی ہے اور یہ توجیہ بہت ہی نفیس ہے کہ اس میں اولیاء اللہ کی نسبت صراحتہ ارشاد ہے تو یہ حضرات اگر چہ بظاہر بہت ہی شکستہ حالی میں ہوں مگر باطن میں بادشاہ ہوتے ہیں اسی کو فرماتے ہیں کہ

میں حقیر گدایان عشق را کایں قوم کہ شہان بے کمر و خسروان بے کلا اند
اس شعر میں جو حدیث کی طرف اشارہ کیا ہے آگے بھی اسی کی روایت بالمعنی فرماتے ہیں کہ۔

از برائے امتحان خوار و یتیم	لیک اندر سر منم یارا و ندیم
وہ آزمائش کے لئے بے وقعت اور یتیم ہیں	لیکن درپردہ میں ان کا مددگار اور ساتھی ہوں

یعنی (دوسروں) کی آزمائش کے لئے (ظاہر میں تو) خوار و بے کس ہیں۔ لیکن باطن میں میں ان کا ندیم ہوں مطلب یہ کہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ لوگوں کی آزمائش کے لئے کہ دیکھیں کون تو اس امر کو سن کر کہ یہ ولی خدا ہیں اس ظاہری حالت کا لحاظ نہیں کرتا اور ان کی قدر کرتا ہے اور کون صرف اس ظاہری حالت پر نظر کرتا ہے۔ لہذا ظاہر میں تو اس طرح بے کس رہتے ہیں اور باطن میں حق تعالیٰ کی معیت حاصل ہوتی ہے۔

پشت دار جملہ عصمتہائے من	گویا ہستند خود اجزائے من
میری تمام حفاظتوں پر ان کا بھروسہ ہے	گویا وہ میرے ہی کڑے ہیں

یعنی میری عصمتوں کے پشت دار ہیں۔ گویا خود میرے ہی اجزاء ہیں۔ مطلب یہ کہ میری عصمتیں اور حفاظتیں ان کے لئے

پشت پناہ ہو رہی ہیں گویا کہ وہ میرے اجزا ہو گئے ہیں اور اتحاد اصطلاحی حاصل ہو گیا ہے۔ اور ارشاد ہے کہ

ہاں وہاں ایں دلق پوشان من اند	صد ہزار اندر ہزار و یک تن اند
خبردار خبردار یہ گدڑی پوش میرے ہیں	ہزاروں ہزار ہیں اور ایک ہیں

یعنی کہ ہاں ہاں یہ دلق پوش میرے ہی ہیں لاکھ مضروب ہزار ہیں اور ایک تن ہیں مطلب یہ کہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ دلق پوش میرے ہیں اور چونکہ ان کو میری نسبت حاصل ہے ان میں کا ایک بھی اس قدر قدرت رکھتا ہے اور اس قدر قوی ہے کہ دوسرے دس کروڑ کا مقابلہ کر سکتا ہے اور وہ اس کے سامنے ہچ ہیں دس کروڑ اس لئے کہا کہ مولانا نے صد ہزار مضروب ہزار کہا تو ان کی ضرب سے دس کروڑ ہی حاصل ہوتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ ان میں کا ایک بہتوں کا مقابلہ کر سکتا ہے۔ آگے اس کی نظر بتاتے ہیں کہ۔

ورنہ کے کردے بیک چوب ہنر	موسیٰ فرعون راز زیر و زبر
ورنہ ہنر کی لاٹھی سے کر سکتے ؟	(حضرت) موسیٰ فرعون کو تہ و بالا

یعنی ورنہ ایک ہنر کی لکڑی سے ایک موسیٰ فرعون کو کس طرح زیر و زبر کر دیتے مطلب یہ کہ دیکھو موسیٰ علیہ السلام ایک آدمی نے فرعون جیسے بادشاہ کو زیر و زبر کر دیا اور وہ بھی ایک ذرا سی لاٹھی سے حالانکہ اس کے سامنے ایک آدمی کیا چیز ہے پھر اس کے آلات حرب کے آگے یہ لاٹھی مگر چونکہ نسبت حق تعالیٰ حاصل تھی لہذا سب پر غالب ہوئے۔

ورنہ کے کردے بیک نفرین بد	نوح شرق و غرب را غرقاب خود
ورنہ ایک بددعا سے کب کر سکتے	(حضرت) نوح شرق اور مغرب کو غرقاب

یعنی ورنہ ایک بددعا سے حضرت نوح علیہ السلام تمام شرق و غرب کو اتنا غرقاب کس طرح کرتے۔ غرقاب خود میں اضافت بادی ملا بست ہے یعنی وہ غرقاب جو کہ ان کی وجہ سے ہوا تھا مطلب یہ کہ اگر حضرت نوح علیہ السلام کو معیت حاصل نہ ہوتی تو وہ ایک بددعا سے تمام عالم کو کس طرح غرقاب کر سکتے تھے یہ اسی معیت کی برکت تھی۔

برکنندے یک دعائے لوط زاد	شہر ہائے کافراں را المراد
جو نذر لوط کا ایک دعا نہ اکھاڑ سکتی	کافروں کے شہروں کا خلاصہ یہ ہے

یعنی لوط بزرگ کی صرف ایک دعا ان کی تمام شہروں بے مراد کو ہرگز نہ اکھاڑ سکتی۔ یہ ایک دعا سے تمام جہان کا تہ و بالا ہو جانا یہ قوت حق سے ہی ہوا۔ لوط علیہ السلام کی بددعا صراحتہ تو کہیں منقول ہی نہیں ہاں قرآن شریف میں اتنا آیا ہے کہ انہوں نے دعا کی۔ رب نجنی و اہلی ممای عملون اور نجات کی ایک صورت یہ بھی ہو سکتی تھی کہ ان کو ہلاک کیا جاوے اور ان کو نجات دی جاوے لہذا اس سے بددعا بھی مستنبط ہوتی ہے۔ معیت حق کے حاصل ہونے کی وجہ سے ان کی ایک دعا کا یہ نتیجہ ہوا کہ۔

گشت شہرستاں چوں فردوس شاں	دجلہ آب سیاہ روئیں نشاں
ان کا جنت جیسا شہر ہو گیا	سیاہ پانی کا دریا جا نشان دیکھ لے

یعنی ان کا شہر جو مثل فردوس کے تھا ایک سیاہ پانی بہنے کی ندی ہوگی نشان دیکھ لو مطلب یہ کہ وہ تمام شہر وغیرہ سب برباد ہو کر مٹ گئے۔ جن کا اب تک نشان باقی ہے آگے ان نشانات کی جگہ بتاتے ہیں کہ۔

سوئے شام ست اس نشان و اس خبر	در رہ قدش بہ بینی بر گزر
یہ نشان اور واقعہ شام کی جانب (ہوا) ہے	بیت المقدس کے راستہ میں سر راہ تو دیکھ لے گا

یعنی یہ جز اور نشان شام کی طرف ہے بیت المقدس کے راستہ میں گزر گاہ پر دیکھو گے۔ قرآن شریف میں بھی نمود کے نشانات کی بابت ذکر ہے اور وہ بھی شام ہی کی راہ میں ہیں تو یہ بھی اسی راستہ میں ہے سب ایک ہی جگہ قریب قریب بستیاں ہیں تو دیکھو یہ ساری برکت معیت مع اللہ کی ہے آگے فرماتے ہیں کہ۔

صد ہزاراں انبیائے حق پرست	خود بہر قرنی سیاستہا بدست
لاکھوں حق پرست نبی (آئے ہیں)	(اور) ہر دور میں عذاب ہوئے ہیں

یعنی لاکھوں اولیائے حق پرست خود ہر زمانہ میں (موجب) سیاست ہوئے ہیں کہ ان کو ستانے اور ایذا دہی کی بدولت حق تعالیٰ کا غضب نازل ہوا ہے۔

گر بگویم اس بیاں ازوں شود	خود جگر چہ بود کہ خارا خوں شود
اگر میں کہوں گا تو یہ بیان بڑھ جائے گا	جگر کیا ہوتا ہے خارا پتھر خون بن جائے گا

یعنی اگر میں اس کو بیان کروں تو طویل ہو جاوے گا اور جگر تو کیا پتھر بھی خون ہو جاوے گا۔ مطلب یہ کہ اولیاء اللہ کے مناقبت تو بہت طول طویل ہیں ان کے بیان میں خوف طویل کتاب کا ہے لہذا مختصر بیان کر کے ترک کیا جاتا ہے اگر ان کے پورے مناقب بیان کئے جائیں تو پتھر بھی خون ہو جاوے جبکہ ان حضرات کی عظمت پیش نظر ہو تو وہ بھی سنبھل نہیں سکتا۔

خوں شود کہ ہا و باز آں بفسرد	تو نہ بینی خوں شدن کوری ورد
پہاڑ خون بن جاتے ہیں اور پھر وہ جم جاتے ہیں	تو (ان کا) خون بننا محسوس نہیں کرتا ہے تو اندھا اور مرد ہے

یعنی پہاڑ خون ہو جاویں اور پھر ٹھڑ جاویں تم ان کا خون ہونا دیکھتے نہیں ہو اس لئے کہ اندھے اور مردود ہوا اگر تمہارے آنکھیں ہوتیں تو تم کو ان کا خون ہونا نظر آتا۔

طرفہ کوری دور بین و تیز چشم	لیک از اشتر نہ بیند غیر چشم
تو عجیب اندھا ہے کہ دور بین اور تیز نگاہ ہے	لیکن اونٹ میں سے اون کے علاوہ کچھ نہیں دیکھتا ہے

یعنی تو عجیب اندھا ہے کہ دور بین اور تیز چشم ہے لیکن اونٹ کے سوائے اون کے کچھ نہیں دیکھتا یعنی صرف ظاہر پر نظر کرتے ہو حالانکہ دیدے کھلے ہوئے ہیں مگر حقیقت کو نہیں دیکھتے اور ایسی مثال ہے کہ جیسے اونٹ کو کوئی دیکھے اور کہے کہ ایک اون کا ڈھیر ہے اور اس کی حقیقت کو دریافت نہ کر سکے اسی طرح اس دنیا میں رہ کر تم اس کے ظاہر کو دیکھ رہے ہو اور جو اس سے مقصود اصلی ہے

یعنی یہاں رہ کر عبادت اور یاد حق کرنا اس پر نظر نہیں ہوتی اسی کو حق تعالیٰ فرماتے ہیں يعلمون ظاهراً من الحيوة الدنيا یعنی دنیا کی زندگی کے ظاہر ہی کو دیکھتے ہیں اس کی غایت اور حقیقت پر نظر نہیں کرتے اور اس ظاہر میں اس قدر منہمک ہیں کہ۔

موبمو بیند ز صرفه حرص انس	رقص بے مقصود داند ہچو خرس
انسان کا لالچ خرج کو بال بال دیکھتا ہے	(اور) بے مقصد رچھ کی طرح ناچتا ہے

یعنی حرص انسانی حرفہ دنیا میں بال بال کو دیکھتا ہے اور رچھ کی طرح رقص بے مقصود جانتا ہے مطلب یہ ہے کہ اس قدر طلب اور انہماک ہے کہ دنیا کے کاموں سے ذرا ذرا سی بات بھی نہیں چھوٹی۔ حصول دنیا کے لئے بہت بہت دور نظر پہنچتی ہے کہ کوئی دقیقہ باقی نہیں رہتا۔ ہاں آخرت سے اندھے ہیں کہ خبر ہی نہیں اور دنیا کے لئے رات دن چکر میں رہتے ہیں اور کمانے کے لئے پھرتے ہیں اور انجام کار بے حاصل اور فضول ہوگا جیسے کہ رچھ ناچتا ہے تو اس کو کوئی فائدہ ہی نہیں ہوتا بلکہ جو پیسے وغیرہ ملتے ہیں رچھ والے کو ملتے ہیں اس کو خاک بھی فائدہ نہیں ہوتا اسی طرح اس ساری دوڑ دھوپ سے ان کو بھی کوئی فائدہ حقیقی نہیں ہوتا۔

موبمو بیند ز حرص خود بشر	رقص او خالی ز خیر و پرزشر
اپنے لالچ کی وجہ سے انسان ذرہ ذرہ دیکھتا ہے	اس کا ناچنا بھلائی سے خالی اور شر سے بھرا ہوا ہے

یعنی اپنی حرص کی وجہ سے انسان بال بال کو دیکھتا ہے اور اس کا رقص دنیا خیر سے تو خالی ہوتا ہے اور شر سے پر ہوتا ہے یعنی خیر حقیقی اس میں نہیں ہوتی آگے فرماتے ہیں کہ

رقص آنجا کن کہ خود را بشکنی	پنبہ را از ریش شہوت برکنی
اس دلت ناچ جبکہ تو خود ٹھکنی کرے	شہوت کے زخم سے روئی کو نوچ ڈالے

یعنی رقص تو اس جگہ کرو کہ اپنے کو شکستہ کر لو اور روئی کو شہوت کے زخم سے اکھاڑ دو یعنی اس رقص دنیاوی کو ترک کر دو کہ اس سے کوئی فائدہ نہیں ہے بلکہ دین کے لئے کوشش کرو کہ جس سے فائدہ بھی حاصل ہو۔

رقص و جولان بر سر میداں کنند	رقص اندر خون خود مرداں کنند
رقص اور جولانیاں میدان (جنگ) میں دکھاتے ہیں	بہادر اپنے خون میں رقص کرتے ہیں

یعنی رقص و جولانی میدان میں کرتے ہیں اور مردان راہ حق اپنے خون میں رقص کرتے ہیں یعنی جو کہ مردان حق ہیں وہ تو فنا ہوتے ہیں اور رقص کرتے ہیں ان کو اس سے اور خوشی ہوتی ہے ان کی یہ حالت ہوتی ہے۔

چوں رہند از دست خود دستے زنند	چوں جہند از نقص بر رقصے تنند
جب اپنے آپ سے نجات پالیتے ہیں تالیاں بجاتے ہیں	جب نقص سے باہر آ جاتے ہیں تو ناچتے ہیں

یعنی جب وہ لوگ اپنی ہستی کے ہاتھ سے چھوٹتے ہیں تو تالیاں بجاتے ہیں اور جب اس نقص سے نکلتے ہیں تو رقص شروع کر دیتے ہیں۔

مطرباں شاں از دروں دف می زند	بحر ہا در شور شاں کف می زند
------------------------------	-----------------------------

ان کے مطرب اندر سے دف بجاتے ہیں	سندر ان کے شور میں تالیاں بجاتے ہیں
---------------------------------	-------------------------------------

یعنی ان کے مطرب ان کے اندر سے دف بجاتے ہیں اور بہت سے دریا ان کے شور میں کف مار رہے ہیں یعنی ان کو تازہ زلف، چنگ کی ضرورت نہیں ہے بلکہ خود ان کے اندر دف و چنگ محبت حق کے موجود ہے جس سے کہ مست ہو رہے ہیں اور علوم و معارف کے دریا ان کے اندر سے جوش مار رہے ہیں جس سے کہ وہ خوش و خرم ہیں۔

تو نہ بینی برگہا بر شاخ ہا	کف زناں رقصاں ز تحریک صبا
----------------------------	---------------------------

تو نے پتوں کو شاخوں پر نہیں دیکھا ہے	ہا صبا کے حرکت دینے سے ناچنے تالیاں بجاتے
--------------------------------------	---

یعنی کیا تم پتوں کو شاخوں پر صبا کی حرکت دینے سے تالیاں بجاتے ہوئے نہیں دیکھتے۔ مطلب یہ کہ دنیا میں بھی پتے اور شاخیں صبا کی حرکت دینے سے تالیاں بجاتے ہیں اور رقص کرتے ہیں۔ اسی طرح جب ان حشرات پر واردات عشقیہ ہوتے ہیں تو ان کی یہی حالت ہوتی ہے جو ان پتوں کی ہوتی ہے کہ خوش و خرم ہیں اور رقص کرتے ہیں۔

تو نہ بینی لیک بہر گوش شاں	برگہا بر شاخ شد کف زن عیاں
----------------------------	----------------------------

تو نہیں دیکھتا ہے لیکن ان کے کان کے لئے	کھلم کھلا پتے شاخوں پر تالیاں بجاتے ہیں
---	---

یعنی تو تو نہیں دیکھتا لیکن ان کے کان کے واسطے پتے شاخوں پر تالیاں بجا رہے ہیں مطلب یہ کہ تم کو تو نظر نہیں آتا مگر وہ ہر وقت تالیاں بجا رہے ہیں اور خوش ہو رہے ہیں۔

تو نہ بینی برگہا را کف زدن	گوش دل باید نہ این گوش بدن
----------------------------	----------------------------

تو توں کے تالیوں کے بجانے کو نہیں دیکھتا ہے	(اس کے لئے) دل کا کان چاہے نہ کہ بدن کا کان
---	---

یعنی تم ان پتوں کے تالیاں بجانے کو دیکھتے نہیں ہو اس کے لئے گوش دل کی ضرورت ہے نہ کہ گوش بدن کی اور تمہارے پاس گوش دل ہے نہیں لہذا تم سن بھی نہیں سکتے۔

گوش سر بر بند از ہزل و دروغ	تابہ بینی شہر جاں را با فروغ
-----------------------------	------------------------------

سر کے کان کو مذاق اور مجھوت سے بند کر لے	تاکہ تو جان کے شہروں کو بارش دیکھے
--	------------------------------------

یعنی ان گوش سر کو ہزل اور دروغ سے بند کر لو تاکہ شہر جان کو با فروغ دیکھ سکو یعنی ان کانوں کو واہیات اور فضولیات سے بند کرو تاکہ تم اس عالم غیب کو جو کہ با فروغ ہے دیکھ سکو اور اس کی زیارت کر سکو۔

پس وہاں بر بند از ہزل اے عمو	جز حدیث روئے او چیزے لگو
------------------------------	--------------------------

اے چچا! مذاق سے منہ بند کر لے	اس کے چہرے کی بات کے علاوہ کچھ نہ بول
-------------------------------	---------------------------------------

یعنی بس منہ کو ہزل سے بند کر لو اے چچا اور سوائے اس ذات کے رو کے ذکر کے اور کچھ مت کہو مطلب یہ کہ بس سوائے

ذکر حبیب کے اور سب سے منہ بند کر لو کہ سب ہزل ہے۔

در نسخف روئے او نظر کن خبر و غزل و کتاب تاکے
تو گوش و وہان دل حاصل کرو اور ان ظاہری گوش و وہان کو بند کر لو پھر دیکھو کیسے انوار نازل ہوتے ہیں۔

سرکشد گوش محمدؐ در سخن	کش بگوید در بنے حق ہو اذن
محمدؐ کا کان بات سے راز معلوم کر لیتا ہے	ان کو اللہ (تعالیٰ) نے قرآن میں فرمایا ہے وہ کان ہیں

یعنی گوش محمد صلی اللہ علیہ وسلم بات میں سر جھکاتا ہے کہ ان کو حق تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا ہے ہو اذن مطلب یہ کہ دیکھو وحی کے وقت حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم بھی کس قدر کان لگاتے تھے کہ جس کی بدولت حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ ہو اذن پوری آیت یہ ہے۔ ومنہم الذین یوذون النبی و یقولون ہو اذن قل اذن خیر لکم یعنی ان منافقین میں سے وہ ہیں جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا دیتے ہیں (اور جب کوئی ان سے کہتا ہے کہ کم بختو اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سن پائیں گے تو کیا کہیں گے) تو کہتے ہیں کہ وہ تو کان کے کچے ہیں (ان کو جس طرح ہم بہکائیں گے مان لیں گے حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ) آپ فرما دیجئے کہ وہ کان کے کچے نہیں ہیں۔ وہ بہتر ہیں تمہارے لئے تو اول جو ہو اذن ہے وہ تو یہاں مراد نہیں ہو سکتا اس لئے کہ یہ تو قول منافقین کا ہے لہذا یہ کہا جاوے گا کہ قل کے بعد جو اذن ہے وہ چونکہ خبر ہے مبتدا محذوف کی اس لئے اس کی تقدیر ہو اذن ہے تو مولانا کا مراد وہ اذن ہے اور اس مبتدا کو ظاہر کر دیا ہے کہ ہو اذن اس سے بہتر اور کوئی تو جیسا اس کی ہرگز نہیں ہو سکتی۔ واللہ الحمد ولله در مولانا۔

سر بسر گوش ست و چشم ست بنی	رحمت او مرضع ست و ماصی
یہ نبی مجتہم کان اور آنکھ ہیں	ان کی رحمت دودھ پلانے والی ہے اور ہم بچے ہیں

یعنی وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سر اسر چشم و گوش ہیں اور رحمت حق ہیں جو کہ مرضع ہے اور ہم ماصی ہیں یعنی جس طرح کہ حضور کو فیض ہوا تھا اور ان کو چشم و گوش باطن عطا ہوئے تھے اسی طرح اب بھی ہم کو عطا ہو سکتے ہیں اس لئے کہ آپ تو رحمۃ للعالمین ہیں اور ہم بچے ہیں لہذا ہم پر بھی رحمت ہوگی۔

ہنوز آل ابر رحمت در نشانت خم و خمخانہ با مہر و نشانت
اب فرماتے ہیں کہ۔

اسی سخن پایاں ندارد باز راں	سوئے اہل پیل بر آغاز راں
اس بات کی انتہا نہیں ہے واپس چل	ہاتھی والوں کی جانب اور شروع کی طرف چل

یعنی یہ بات تو انتہا نہیں رکھتی لہذا لوٹو طرف اہل پیل کے اور شروع کی طرف رجوع کرو یعنی شفقت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تو انتہا ہی نہیں جتنا بیان کریں کم ہی ہے لہذا اس کو یہاں چھوڑ کر اس پیل بچگان کے قصہ کو بیان کر دو۔

بقیہ قصہ معترضان پیل بچگان

ہاتھی کے بچوں پر اعتراض کرنیوالوں کے قصہ کا بقیہ

ہردہاں را پیل بوئے می کند	گرد معدہ ہر بشر برمی تند
---------------------------	--------------------------

ہاشمی ہر منہ کو سوگھتا ہے	ہر انسان کے معدے کے گرد چکر لگاتا ہے
---------------------------	--------------------------------------

یعنی ہاشمی ہر شخص کے منہ کو سوگھتا ہے اور ہر آدمی کے معدہ کے گرد پھرتا ہے مطلب یہ کہ اس ناصح نے کہا کہ یہ مت سمجھنا کہ جب ہم کھالیں گے تو اس کو کیا خبر ہوگی خوب منہ صاف کر لیں گے وہ ہاشمی منہ سوگھتا ہے اور معدہ کے اندر سے بو کو معلوم کر لیتا ہے۔

تا کجا یابد کباب پور خویش	تا زند اندر جزا صد زخم نیش
---------------------------	----------------------------

تا کہ کہیں اپنے بچے کے کباب (کی خوشبو) پالے	تا کہ بدلے میں سو زخم لگائے
---	-----------------------------

یعنی تا کہ جہاں کہیں وہ اپنے بچے کے کباب پاوے تو اس کو سزا میں سو زخم نیش کے مارے

تا کجا بوئے کباب بچہ را	یابد و زخمش زند اندر جزا
-------------------------	--------------------------

تا کہ کہیں بچے کے کباب کی خوشبو	پالے اور بدلے میں اس کے زخم لگائے
---------------------------------	-----------------------------------

یعنی یہاں تک کہ جہاں کہیں اپنے بچے کے کباب کی بو پاتا ہے تو بدلے میں اس کے زخم مارتا ہے اور اس شخص کو جس نے کھایا ہے سزا دیتا ہے۔ آگے مولانا فرماتے ہیں کہ

لحمہائے بندگان حق خوری	غیبت ایثاں کنی کیفر بری
------------------------	-------------------------

تو اللہ کے بندوں کے گوشت کھاتا ہے	ان کی غیبت کرتا ہے سزا پاتا ہے
-----------------------------------	--------------------------------

یعنی تم بندگان حق کے گوشت کھاتے ہو (اس طرح کہ) ان کی غیبت کرتے ہو تو بدلہ پاتے ہو۔

ہاں کہ بویائے دہاں تاں خالق ست	کے بردجاں غیر آں کو صادق ست
--------------------------------	-----------------------------

خبردار! تمہارے منہ کی خوشبو سوگھنے والا خدا ہے	سوائے اس کے جو سچا ہے کون جان بچا سکتا ہے
--	---

یعنی ارے تمہارے منہ کو سوگھنے والا تو خالق ہے تو سوائے اس کے جو کہ صادق ہے کس کو جاں بری ہو سکتی ہے تو جب تم نے غیبت کر کے بمتقہائے آئیہ ایحب احد کم ان یا کل لحم اخیہ میتاً کے تم نے ان حضرات کا گوشت کھایا اور ان کو ایذا دی تو ان کے طرف سے تو بدلہ لینے والا حق ہے پھر بتاؤ کہ وہ تو عالم الغیب ہے اس سے کہاں بچ سکتے ہو۔

وائے آں افسوسی کش بوئے گیر	باشد اندر گور منکر بانگیر
----------------------------	---------------------------

اس افسوس والے پر افسوس ہے جس کی خوشبو سوگھنے والے	قبر میں منکر اور نکیر ہوں
---	---------------------------

یعنی اس افسوس والے کی حالت پر افسوس ہے کہ جس کا منہ قبر میں سوگھنے والے منکر نکیر ہوں اور افسوس اس لئے ہے کہ

نے دہاں دزدیدن امکاں ز اں مہا	نے دہاں خوش کردن از دار و دہاں
-------------------------------	--------------------------------

ان بزرگوں سے نہ منہ چھپانا ممکن ہے	نہ کسی دوا سے منہ کو خوشبو مار کرنا
------------------------------------	-------------------------------------

یعنی نہ تو منہ کو ان سرداروں سے چھپا سکتے ہیں اور نہ دوا سے منہ کو خوشبودار کر سکتے ہیں۔ بس جو حالت ہوگی وہ سامنے ہوگی۔

آب و روغن نیست مر و پوش را	راہ حیلست نیست عقل و ہوش را
منہ چھپانے کیلئے چکنی چڑی ہاتھ نہیں ہیں	عقل اور حواس کے لئے حیلہ کا راستہ نہیں ہے

یعنی وہاں روپوشی کے لئے آب و روغن نہیں ہے اور عقل و ہوش کے لئے حیلہ کرنے کا کوئی راستہ نہیں ہے بس جو ہوگا وہ سامنے ہوگا کوئی دھوکہ دہی وغیرہ وہاں کچھ نہیں چل سکتی۔

چند کوبد زخمہائے گرز شان	برسر ہر ژاژ خامرز شان
ان کے گرز بہت زخم لگائیں گے	ہر بکواسی کے سر اور سرینوں پر

یعنی وہ کتنے ہی گرز کے زخم لگائیں گے ہر بیہودہ گو کے سر پر اور چوڑوں پر مرز بضم میم مقعد یعنی جب چھپا تو سکیں گے نہیں لہذا ان پر ظاہر ہو جاوے گا اور وہ خوب گرز لگائیں گے اور پیشیں گے۔ اب کوئی کہتا ہے کہ جناب ہم تو کہیں نہ گرز دیکھیں نہ کچھ اس کا جواب دیتے ہیں۔

گرز عزرائیل را بنگر اثر	گر نہ بینی چوب و آہن در صور
ملک الموت کے گرز کا اثر دیکھ لے	اگر تو لکڑی اور لوہا صورتا نہیں دیکھتا ہے

یعنی گرز عزرائیل کا اثر دیکھ لو اگر تم لوہا اور لکڑی صورت میں نہیں دیکھتے مطلب یہ کہ اگر تم کو یہ نظر نہیں آتا تو اچھا نزع کے وقت عزرائیل علیہ السلام کے گرز کا اثر تو معلوم ہوتا ہے اگرچہ خود موثر نہ معلوم ہو مگر اثر سے بھی موثر یہ دلالت ہوتی ہے لہذا اس نزع والے کے کرب و بے چینی سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت کوئی چیز ہے کہ جو اس پر سخت تر ہے تو اسی سے اس گرز منکر نکیر کو بھی سمجھ لو اور اس سے قیاس کر لو اور بلکہ بعض مرتبہ صورت میں بھی نظر آجاتا ہے جس کو آگے بیان فرماتے ہیں کہ۔

ہم بصورت می نماید گہ	زاں ہمہ رنجور باشد آگہ
کبھی صورتا بھی نظر آ جاتا ہے	ان سب سے بیمار باخبر ہوتا ہے

یعنی کبھی کبھی صورت میں بھی نظر آ جاتے ہیں اور ان سب سے وہ بیمار ہی آگاہ ہوتا ہے اس کو سب خبر ہوتی ہے وہ دیکھتا ہے اور بیان کرتا ہے اس سے تم کو بھی معلوم ہو جاتا ہے۔

گوید آں رنجور کاے یار حرم	چست این شمشیر برفرق سرم
بیار کہتا ہے کہ اے میرے محترم دوست!	میرے سر کی مانگ پر یہ تلوار کیسی ہے

یعنی وہ مریض کہتا ہے کہ اے گھر والو یہ تلوار میرے سر پر کیسی ہے۔

چوں نمی بیند کس از یاران او	در جواب آیند ہر یک اے عمو
جبکہ اس کے دوستوں میں سے کوئی نہیں دیکھتا ہے	ہر ایک جواب میں کہتا ہے 'اے چچا!'

یعنی جبکہ اس کے دوستوں میں سے کوئی اس کو دیکھتا نہیں تو سب جواب دیتے ہیں کہ اے چچا۔

مانی بنیم باشد این خیال	چہ خیال ست اینکہ هست این ارتحال
-------------------------	---------------------------------

ہیں نظر نہیں آتا یہ وہم ہو گا	کیا وہم یہ تو چل چلاؤ ہے
-------------------------------	--------------------------

یعنی ہم تو دیکھتے نہیں ہیں خیال ہوگا (مولانا فرماتے ہیں کہ) یہ کیسا خیال ہے بلکہ یہ تو کوچ ہے یعنی وہ لوگ کہتے ہیں کہ برا رہے ہیں سرسام ہو گیا ہے۔ خیالات منتشر ہیں۔ مولانا فرماتے ہیں کہ اس کا تو کوچ ہونے والا ہے تم اس کو خیال ہی کہہ رہے ہو۔

چہ خیال ست اینکہ آں چرخ نگوں	از نہیب این خیالے شد کنوں
------------------------------	---------------------------

یہ کیا خیال ہے کہ اوندھا آسمان	اس خیال کے ڈر سے دیا ہی ہو گیا
--------------------------------	--------------------------------

یعنی یہ کیسا خیال ہے کہ یہ چرخ نگوں اس کے خوف سے ایک خیال ہو گیا ہے اس وقت یعنی اس کے سامنے یہ بھی ضعیف ہو گیا ہے وہ وقت ارتحال بہت بڑی چیز ہے حق تعالیٰ آسان فرماویں اور ساتھ ایمان کے خاتمہ فرماویں۔

گرزہا و تیغہا محسوس شد	پیش بیمار و سرش منکوس شد
------------------------	--------------------------

گرز اور تلواریں محسوس ہو گئیں	بیمار کو اور اس کا سر اوندھا ہو گیا
-------------------------------	-------------------------------------

یعنی تلواریں اور گرز اس بیمار کے آگے سب محسوس ہو گئے اور اس کا سر اوندھا ہو گیا۔

اوہمی بیند کہ آں از بہر اوست	چشم دشمن بستہ زان و چشم دوست
------------------------------	------------------------------

وہ دیکھ لیتا ہے کہ وہ اس کے لئے ہیں	دوست اور دشمن کی آنکھ اس سے بند ہے
-------------------------------------	------------------------------------

یعنی وہ مریض تو دیکھ رہا ہے کہ وہ اس کے لئے ہے اور اس سے چشم دشمن و دوست سب بند ہیں کسی کو کچھ خبر نہیں اور وہ ان کو دیکھ دیکھ کر ہول کھا رہا ہے اور اس کو جو یہ ساری چیزیں دکھائی دے رہی ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ

حرص دنیا رفت و چشمش تیز شد	چشم او روشن گہ خونریز شد
----------------------------	--------------------------

دنیا کا لالچ کیا اور اس کی آنکھ تیز ہوئی	اس کی آنکھ خونریز ہونے کے وقت روشن ہوئی
--	---

یعنی حرص دنیا کی جاتی رہی اور اس کی آنکھ تیز ہو گئی اور اس کی آنکھ بڑی خونریزی کے وقت بند ہوئی یعنی ان اشیاء کو دیکھنے سے مانع تو یہ حرص دنیا ہی تھی اب وہ نہیں رہی لہذا سب منکشف ہو گیا۔ مولانا فرماتے ہیں کہ بہت ہی ناوقت اس کی آنکھ کھلی اگر کچھ پہلے سے آنکھ کھلتی تو کچھ علاج بھی کر لیتا۔

مرغ بے ہنگام شد آں چشم او	از نتیجہ کبر او و چشم او
---------------------------	--------------------------

اس کی آنکھ بے رقت کا مرغ ہو گئی	اس کے کبر اور غمہ کے نتیجہ میں
---------------------------------	--------------------------------

یعنی اس کی یہ آنکھ مرغ بے ہنگام ہو گئی ہے اس کے کبر و چشم کے نتیجہ سے یعنی پہلے سے کبر و چشم اس کی آنکھ بند کئے ہوئے تھے اب جبکہ وہ جاتے رہے تو اس کی آنکھ کھلی تو یہ مرغ بے ہنگام ہے کہ جس طرح وہ اذان بے وقت دیتا ہے اسی طرح یہ کھلی بے وقت ہے۔

سر بریدن واجب آید مرغ را	کہ بغیر وقت جنباند درا
(اس) مرغ کا سر قلم کرنا ضروری ہو جاتا ہے	جو بغیر وقت کے گھٹی بجائے

یعنی اس مرغ بے ہنگام کا سر کاٹنا ضروری ہے (عرفاً) کیونکہ وہ بغیر وقت کے آواز کو ہلاتا ہے تو اسی طرح اس آنکھ کو بھی ہلاک کر دینا ضروری ہے اب کوئی کہتا ہے کہ اچھا اس وقت تو ہم کو نزاع نہیں ہے جب ہوگا دیکھا جائے گا۔ مولانا اس کا جواب فرماتے ہیں کہ۔

ہر زمان نزعے ست جزو جانت را	بگر اندر نزع جاں ایمانت را
تیری جان کے کسی جزو کا ہر وقت نزع ہے	جان کے نزع میں اپنے ایمان کی نگرانی کر

یعنی تمہارے اجزاء جان کو ہر وقت نزع ہے تو تم نزع جان کے اندر ایمان کو دیکھو مطلب یہ کہ تم کہتے ہو کہ نزع کے وقت ایمان کو درست کر لیں گے تو تمہاری جان کا نزع تو جب ہوگا جب ہوگا اس وقت تمہارے اجزاء کا نزع ہو رہا ہے کہ جوں جوں گھڑیاں گزرتی جاتی ہیں ان میں کمی اور انحطاط ہوتا ہے پھر جب ایک قسم کا نزع اب بھی ہو رہا ہے تو اب بھی تو دیکھو کہ ایمان درست ہے یا نہیں۔ خوب کہا ہے۔ تسر المر ما ذهب الیالی۔ وکان ذہابہن لہ ذہابا اور کہا ہے کہ ہر دم تجھے گھڑیاں یہ دیتا ہے منادی لے ایک گھڑی عمر تری اور گھٹا دی آگے اس عمر کی ہر وقت گھٹنے کی ایک بہت ہی نفیس مثال فرماتے ہیں کہ

عمر تو مانند ہمیان ز رست	روز و شب مانند دینار اشمرست
حیزی عمر اشرفیوں کی تھلیوں کی طرح ہے	دن اور رات اشرفیاں شمار کرنے والے کی طرح ہیں

یعنی عمر تیری اشرفیوں کی ہسیانی کی طرح ہے کہ رات دن اشرفی گننے والے کی طرح ہے۔

می شمارومی دہد زر بے وقوف	تا کہ خالی گردد و آید خسوف
بغیر توقف وہ اشرفیاں گنتے اور دیتے ہیں	یہاں تک کہ (ہسیانی) خالی ہو جاتی ہے اور گرہن آجاتا ہے

یعنی وہ گننے والا گن رہا ہے اور بے سوچے سمجھے دے رہا ہے یہاں تک کہ وہ خالی ہو جاوے گا خسوف میں آ جاوے گا یعنی جب وہ خرچ تو کرے گا اور اس کی جگہ اور رکھے گا نہیں تو ظاہر ہے کہ ایک دن وہ خرچ ہو جاوے گی۔ خواہ خزانہ قارون ہی ہو۔

گرز کہ بستانی و نہی بجائے	اندر آید کوہ زان دادن پپائے
اگر تو پہاڑ سے لیتا رہے اور اس کی جگہ (کچھ) نہ رکھے	اس دینے سے پہاڑ بڑے ختم ہو جائے گا

یعنی اگر پہاڑ میں سے لینا شروع کرو اور اس کی جگہ کچھ رکھو نہیں تو اس دینے سے پہاڑ بھی جگہ سے گر پڑے اور ختم ہو جاوے تو جب تمہاری عمر ختم تو ہو رہی ہے اور اس کی جگہ کچھ رکھا جاتا نہیں ہے تو آخر نتیجہ یہ ہوگا کہ ایک دن ختم ہو جاوے گی لہذا ضروری ہے کہ ہر دم اور ہر گھڑی ایمان کی خبر رکھو۔ تو اگر صرف خرچ ہو اور اس کی عوض میں کوئی چیز نہ رکھی جاوے تو پہاڑ بھی ختم ہو جاوے اور اگر عوض رکھ دیا جاوے تو پھر نقصان نہیں ہوتا اس لئے فرماتے ہیں کہ

پس بنہ بر جائے ہر دم را عوض	تازو اسجد و اقترب یا بی غرض
-----------------------------	-----------------------------

تو ہر دقت جگہ پر عوض رکھتا رہ	تاکہ تجھے "سجدہ کر اور قریب ہو جا" کا مقصد حاصل ہو جائے
-------------------------------	---

یعنی پس ہر دم کا عوض اس کی جگہ رکھتا کہ واسجد و اقترب سے تم غرض کو حاصل کرو یعنی تم اپنے ہر سانس کے عوض میں جس سے کہ عمر ختم ہو رہی ہے ذکر اور طاعت کو عوض میں رکھو پھر اگر بظاہر عمر ختم بھی ہو جائیگی مگر حقیقت میں تم کو عمر جاودانی اور حیات ابدی حاصل ہوگی۔

در کمال کارہا چندیں مکوش	جز بکارے کاں بود دروین مکوش
--------------------------	-----------------------------

تمام کاموں کی تکمیل میں اس قدر کوشش نہ کر	سوائے اس کام کے جو دین سے متعلق ہو کوشش نہ کر
---	---

یعنی تمام کاموں میں اتنی کوشش مت کرو سوائے اس کام کے جو دین میں ہو اور کسی میں کوشش مت کرو مطلب یہ کہ امور دنیاوی میں اس قدر کوشش مت کرو کہ بس اسی میں کھپ جاؤ اس قسم کی کوشش تو امور دینی میں ہونی چاہئے نہ کہ امور دنیاوی میں اس لئے کہ

عاقبت تو رفت خواہی نا تمام	کارہایت ابتر و نان تو خام
----------------------------	---------------------------

(درند) تو انجام کار ناقص روانہ ہو گا	تیرے کام ناقص ہونگے اور تیری روزی بچی ہوگی
--------------------------------------	--

یعنی آخر کار تو نا تمام ہی چلا جائے گا کہ تیرے کام ابتر ہوں گے اور تیری روزی بچی ہوگی مطلب یہ کہ دنیا کے تو تمام کام آخر کار نا تمام ہی رہ جاویں گے اس لئے اس سے ابھی سے ان کو ترک کر دو کہ کچھ مفید نہیں ہے اب یہاں کوئی کہتا ہے کہ جناب آپ موت کو یاد رکھنے کو کہتے ہیں تو ہم نے تو دل میں اس قدر یاد کر رکھا ہے کہ اتنا بڑا مقبرہ بنایا ہے اور اس قدر لاگت سے سنگ مرمر کی قبر بنائی ہے تو اس کا جواب دیتے ہیں کہ۔

داں عمارت کردن گور و لحد	نے بسنگ ست و نہ چوب و نے لبد
--------------------------	------------------------------

قبر اور لحد کی تعمیر	نہ پتھر سے ہے نہ لکڑی سے نہ ٹاٹ اور ندے سے
----------------------	--

یعنی اور یہ گور و لحد کی عمارت کرنا نہ پتھر سے ہے اور نہ لکڑی سے اور نہ ردوں سے۔

بلکہ خود را در صفا گورے کنی	در منی او کنی دین منی
-----------------------------	-----------------------

بلکہ اپنی قبر (قلب کی) صفا میں بنا	(اپنی) خودی کو اس (اللہ) کی خودی میں دین کر
------------------------------------	---

یعنی بلکہ اپنی کو صفا میں ایک گور بنا لو کہ اس کے وجود میں تم اپنے اس وجود کو دین کر دو۔ مطلب یہ کہ صفائی قلب حاصل کرو اور اس میں مرتبہ فنا کا حاصل کرو کہ مردہ کی طرح اس میں دین ہو جاؤ۔

خاک او گردی و مدفون غمش	تا دمت یا بدمدو ہا از دمش
-------------------------	---------------------------

اس کی خاک بن جا اور اس کے غم میں دین ہو جا	تاکہ تیرا سانس اس کے فیضان سے مددیں حاصل کرے
--	--

یعنی اس کی خاک بن جاؤ اور اس کے غم میں مدفون ہو جاؤ تاکہ تمہارا دم حق سے مدد پاوے یعنی فنا حاصل کرو تاکہ حق تعالیٰ تمہاری مدد فرماویں۔

گورخانہ قبہا و کنگرہ	نہو از اصحاب معنی آں سرہ
قبروں اور کنگرہ کی قبریں	اہل باطن کے نزدیک بے عیب نہیں ہیں

یعنی گورخانہ اور قبے اور کنگرے اصحاب معنی کو یہ پسندیدہ نہیں ہیں اس لئے کہ

بنگر اکنوں رندا طلس پوش را	ہیچ اطلس دست گیرد ہوش را
اب کسی اطلس پوش رند کو دیکھ	کوئی اطلس اس کی روح کی دھیری کرے گا؟

یعنی اب تم کسی رندا طلس پوش کو دیکھ لو کہ اطلس نے کچھ ہوش میں مدد کی یعنی قبر میں کچھ اس کے ہوش و حواس میں اطلس نے مدد کی اور ان کو قوت پہنچائی ہے یا نہیں تم خود ہی دیکھ لو بلکہ جو رند ہی ہیں ان کی تو یہ حالت ہوتی ہے کہ

در عذاب منکرست آں جان او	کز دم غم در دل غمدان او
اس کی جان بڑے عذاب میں ہے	اس کے عملین دل میں غم کا بچھو ہے

یعنی اس کی جان عذاب منکر میں ہے اور غم کے بچھو اس کے دل غمدان میں ہیں۔

از بروں بر ظاہرہش نقش و نگار	وز دروں زانندیشہا اوزار زار
باہر سے اس کے ظاہر پر نقش و نگار ہیں	اور اندر سے وہ فکروں میں زار زار ہے

یعنی باہر تو اس کے ظاہر میں خوب نقش و نگار ہیں اور اندر سے اس کے افکار زار زار مطلب یہ کہ اس کی قبر وغیرہ بظاہر تو بہت منقش ہے مگر اندر سے جو حالت ہے اس کی خبر ہی نہیں کہ بے چارہ خراب و خستہ ہو رہا ہے اس رندا طلس پوش کی تو یہ حالت ہو گئی۔

واں یکے بینی دراں دلق کہن	چوں نبات اندیشہ و شکر سخن
اور ایک کو تو پرانی گدڑی میں دیکھے گا	اس کا فکر مصری کی طرح ہے اور بات شکر جیسی

یعنی اس ایک کو دیکھو کہ پرانی گدڑی میں نبات کی طرح تو اس کے افکار ہیں اور باتیں شکر کی طرح ہیں یعنی ایک وہ شخص ہے کہ پھٹی پرانی گدڑی میں ہے اور اس کا ظاہر بہت ہی خراب ہے مگر قلب دیکھو تو اندر سے شگفتہ ہے اور قبر بھی اندر سے پر نور اور رحمت سے بھری ہوئی ہے تو ظاہر کا کوئی اعتبار نہیں ہے اصل میں اعتبار اندروں اور قلب کا ہے لہذا اس کو درست کرو ظاہر خراب بھی ہو تو کوئی حرج بھی نہیں ہے آگے پھر ان مسافروں کی حکایت بیان فرماتے ہیں کہ۔

شرح صلیبی

ترجمہ و تشریح:- تو نے سنا ہوگا کہ ہندوستان میں ایک حکیم نے چند رفا کی ایک جماعت دیکھی کہ وہ بھوکے اور بے سروسامان ہیں اور دور دراز سے سفر کر کے چلے آ رہے ہیں بمقتضائے حکمت اس کی شفقت نے جوش مارا اور بہت تپاک سے سلام کیا اور ان سے مل کر گل کی طرح شگفتہ ہو گیا اور یہ کہا کہ یہ تو میں جانتا ہوں کہ اس پر محن صحرا کے باعث اور بھوک اور خلوئے معدہ کے سبب تم کو بہت تکلیف ہے لیکن خدا کے لئے آپ بزرگان ہاتھی کا بچہ نہ کھالیویں میں یہ اس لئے کہتا ہوں کہ ادھر جس

طرف تم اب جا رہے ہو ایک ہاتھی رہتا ہے تم میری نصیحت کو غور و توجہ سے اور بقصد عمل سنو بے التفاتی مت کرو (یہ ایک جملہ معترضہ ہے جو ان کی بے التفاتی دیکھ کر اثنائے کلام میں فرمایا گیا ہے پھر نصیحت شروع کرتے ہیں) اس راستہ میں کچھ ہاتھی کے بچے ہیں جن کو دیکھ کر ان کے شکار کے لئے تمہارا جی بہت لپچائے گا کیونکہ وہ بہت نفیس اور عمدہ اور موٹے تازے ہیں لیکن یہ یاد رکھو کہ وہ غیر محفوظ نہیں بلکہ ان کی ماں ان کی محافظ ہے۔ گو تمہاری نظر سے غائب ہے وہ اپنے بچوں پر اتنی شفیق ہے کہ ان کے لئے سو فرسخ کا چکر لگاتی ہے اور چنگھاڑتی اور فریاد کرتی جاتی ہے اس کی سونڈ سے آگ کے شعلے نکلتے ہیں پس تم کو اس کے بچوں سے نہایت احتراز چاہئے یہاں تک پہنچ کر مولانا مضمون ارشادی کی طرف انتقال فرماتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ تم اولیاء اللہ کو بھی ایسا ہی سمجھو جیسے ہاتھی کے بچے اہل اللہ حق سبحانہ کے بچے ہیں اور وہ ان کی غیبت و توجہ الی الخلق کی حالت میں بھی اور حضور و توجہ الی الحق کی صورت میں بھی ان کا محافظ اور نگراں ہے ان کے نقصان اور مشغولیت کا بالخلق کے سبب تم یہ خیال نہ کرنا کہ حق سبحانہ کی نگرانی اور حفاظت ان سے منقطع ہو گئی ہے ہرگز نہیں بلکہ وہ ہنوز قائم ہے اور وہ اس حالت میں بھی ان کو ایذا پہنچانے والوں سے انتقام لینے پر آمادہ ہے کیونکہ حق سبحانہ نے فرمایا ہے کہ میرے غریب تنہا اور بے شوکت و شان اولیا میرے بچے ہیں (چنانچہ تفسیر مظہری میں کسی مقام پر ایک حدیث بدیں مضمون منقول ہے کہ حق سبحانہ اہل اللہ کو ستانے والوں پر ان کی خاطر یوں غضبناک ہوتے ہیں جس طرح شیر اپنے بچوں کے لئے ان کی ایذا دینے والوں پر۔ اس روایت سے اولیاء کا مثل اطفال حق سبحانہ ہونا مستفاد ہوتا ہے) میں نے ان لوگوں کے امتحان کے لئے بظاہر ذلیل اور لاوارث بنایا ہے۔ لیکن در پردہ میں ان کا مصاحب ہوں میری حفاظتیں جو مختلف عنوانوں سے ظاہر ہوتی ہیں ان سب کی معین و مددگار ہیں اور یہ بمنزلہ میرے اجزا کے ہیں کیونکہ وہ بمنزلہ میرے اولاد کے ہیں اور اولاد جزو ہوتی ہے۔ دیکھنا خبردار یہ میری گدڑی والے ہیں ان کو کوئی اذیت نہ پہنچے۔ گودیکھنے میں یہ تنہا معلوم ہوں لیکن ہماری اعانت و حمایت سے ان میں کا ایک ایک لاکھوں اور کروڑوں کے برابر ہے ورنہ تم خیال تو کرو کہ اکیلے موسیٰ علیہ السلام فرعون کو ایک لاکھی سے تلیٹ کیسے کر سکتے تھے اور ایک بددعا سے حضرت نوح علیہ السلام مشرق و مغرب کو کیونکر غرقاب کر سکتے تھے۔ نیز اگر ہماری اعانت و حمایت ان کے شامل نہ ہوتی تو حضرت لوط علیہ السلام کی ایک دعا کفار کے نامراد ملک کی بیخ کنی ہرگز نہ کر سکتی تھی۔ حالانکہ ان کا بہشت کے مانند گلزار اور بارونق ملک دجلہ آب سیاہ کی طرح غیر آباد پڑا ہوا ہے اب بھی تم اس کا نشان دیکھ سکتے ہو ہم تم کو پتہ بھی بتلائے دیتے ہیں شام کی طرف بیت المقدس کو جاتے ہوئے راستہ پر تم کو وہ نشان ملے گا اور اس سے تم کو اس واقعہ کی تصدیق ہوگی کچھ انہیں چند پیغمبروں پر منحصر نہیں بلکہ ہزاروں اہل اللہ اپنے اپنے زمانہ میں مخالفین کی تعذیب اور سرکوبی کا ذریعہ بنے ہیں۔ اگر میں سب کی تفصیل بیان کروں تو بہت طول ہو جاتا ہے نیز ان کے تصورات سے کیلجے پھٹتے اور خون ہوتے ہیں کیلجے تو کیا پہاڑ خون ہوتے ہیں اور خون ہو کر پھر منجمد ہو جاتے ہیں۔ تم چونکہ مردود اور اندھے ہو اس لئے تم کو ان کا خون ہونا محسوس نہیں ہوتا یہاں تک بیان کر کے آگے دوسرے مضمون ارشادی کی طرف انتقال فرماتے ہیں۔ اور فرماتے ہیں کہ اندھے تو ہو مگر عجیب قسم کے اندھے ہو کہ اس کے ساتھ دور بین اور تیز نظر بھی ہو یعنی گو عالم غیب سے اندھے ہو لیکن عالم اجسام میں تمہاری نظر بہت تیز ہے لیکن وہ تیزی بھی عجیب قسم کی ہے کہ اونٹ کی اونٹ تو دکھائی دیتی ہے مگر اونٹ نہیں دکھائی دیتا یعنی عالم اجسام میں تم کو غیر مقصود اور غیر نافع اشیاء دکھائی دیتی ہیں اور مقصود اصلی اور نافع حقیقی تمہاری نظر

سے مجھ میں چنانچہ آدمی کی حالت یہ ہے کہ حرص کو ذرہ ذرہ دیکھتا ہے اور اس کے سبب ریچھ کی طرح بلا غایت محمودہ کے ناچتا ہے اور رات دن جدوجہد میں مصروف ہے اور حرص بال برابر بھی اس کی نظر سے مخفی نہیں ہوتی لیکن جو جدوجہد وہ اس حرص کے سبب کر رہا ہے اس میں برائی ہی برائی ہے بھلائی اصلاً نہیں۔ مگر نہ وہ اشیاء نافع کو دیکھتا ہے اور نہ سعی لا حاصل کو چھوڑتا ہے ارے ظالم کس خرافات میں مصروف ہے تجھ کو جدوجہد اس کام میں کرنی چاہیے جس سے شکستگی و عجز و انکسار پیدا ہو اور یہ جو شہوات کا زخم تجھ میں موجود ہے اس کا پھاہا اتار اور انکو اچھا کر۔ میدان میں ناچنا اور خواہشات نفسانیہ کے لئے جدوجہد کرنا رنڈیوں اور زن خوں اور پست ہمت لوگوں کا کام ہے مردخون میں رقص کرتے ہیں اور مجاہدہ نفسانی میں جدوجہد کرتے ہیں ان لوگوں کو ابتدا میں تو تکلیف ہوتی ہے مگر جب اپنے کو فنا کر دیتے ہیں اور مرضیات حق سبحانہ کے تابع ہو جاتے ہیں اس وقت یہ خوشی سے تالیاں بجاتے ہیں اور جب اپنے نقصان سے نکل کر کامل ہو جاتے ہیں تو فرط مسرت سے ناچنے لگتے ہیں (تالیاں بجانے اور ناچنے سے ظاہری کو دیکھنا مراد نہیں ہے بلکہ فرط انبساط اور جوش مسرت مقصود ہے مضامین مابعد کو بھی ظاہری معنی پر محمول نہ کرنا چاہئے) ان کے باطن محفل رقص و سرود منعقد ہے اور ارباب نشاط شادیاں بجا رہے ہیں اور ان کے اندر شورش و جوش عشق حق سبحانہ کے سمندر جوش مار رہے ہیں اشجار و نباتات حقائق و معارف کی شاخیں اور پتے نسیم لطف الہی سے لہر رہے ہیں اور وجد و طرب میں رقص کر رہے ہیں اور تالیاں بجا رہے ہیں تم ان کو نہیں دیکھ سکتے مگر ان کے کانوں میں ان شاخوں اور پتوں کے تالیوں کی آوازیں آرہی ہیں ہم پھر کہتے ہیں کہ تم ایسی تالیاں بجانے کو نہیں معلوم کر سکتے اس لئے کہ اس کے لئے گوش دل کی ضرورت ہے نہ کہ جسمانی کان کی بلکہ یہ تو اس کے ادراک سے مانع ہے پس اگر تم کو اس بارونق شہر جان کے سیر کی ضرورت ہے جس میں یہ پر لطف جلسے اور پر بہار باغ ہیں تو لغویات اور بے حقیقت باتوں کے سننے سے کانوں کو روکو اس سے تم کو وہ بارونق اور پر لطف شہر جان نظر آئے گا نیز تم کو صرف کان ہی کے بند کرنے پر اکتفا نہ کرنا چاہئے بلکہ منہ کو بھی بند کرنا چاہئے کہ نہ محرمات کھاؤ پیو اور نہ ناجائز باتیں زبان سے نکالو بلکہ اگر مباحات سے احتراز کرنے میں کچھ ضرورت ہو تو ان سے بھی احتراز کرنا مناسب ہے اور بجز ذکر اللہ حقیقی یا حکمی کے کوئی بات زبان سے نہ نکالنا چاہئے۔ (ف: ذکر اللہ حکمی سے مراد وہ باتیں ہیں جو بامر شارع علیہ السلام ہیں خواہ جو بایا استجاباً۔ لذاتہ یا غیرہ) (ف: ۲ آنکھ کو بھی انہیں دو پر قیاس کرنا چاہئے) ان نصح کو کما حقہ اور اصالۃً تو حق سبحانہ سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی سنتے ہیں جن کو حق سبحانہ نے سراپا گوش فرمایا ہے۔ (یا تو اس سے وتعیہا اذن و اعیہ کی طرف اشارہ فرمایا ہے یا اذن خیر لکم کی طرف) اور وہ سراپا گوش اور سراپا چشم ہیں کہ اسی کو سنتے ہیں جو سننے کے قابل ہے اور اسی کو دیکھتے ہیں جو دیکھنے کے لائق ہے۔ ہم تو ان کے فیض سے علی حسب الاستعداد مستفیض ہیں ورحمۃ للعالمین ہمارے لئے بمنزلہ دایہ کے ہیں اور ہم ان کے لئے بمنزلہ شیر خوار بچے کے خیر یہ گفتگو تو کبھی ختم ہی نہیں ہو سکتی اب ہم کو مضمون سابق کی طرف لوٹنا چاہئے اور ان لوگوں کی طرف متوجہ ہونا چاہئے جن کو ہتھنی سے پالا پڑنے والا ہے اس حکیم نے کہا کہ وہ ہتھنی آدمیوں کو سونگھتی ہے اور ان کے معدوں کو دیکھتی ہے تاکہ کہیں اپنے بچے کے کبابوں کی بو پالے اور تاکہ اپنا غیظ و غضب اور اپنا زور اس کھانے والے کو دکھلائے بس جب کسی جگہ اس کو اس کے بچے کی بول جاتی ہے تو پھر وہ اپنا قہر و غضب اور اپنی عقوبت اس کو دکھلاتی ہے غرض کہ وہ پوری کوشش کرتی ہے تاکہ وہ اپنے بچے کی بو کہیں پائے اور اس کے عوض میں اس کو سزا دے۔ یہاں تک بیان کر کے مولانا پھر

مضمون ارشادی کی طرف انتقال فرماتے ہیں۔ اور فرماتے ہیں کہ اس واقعہ سے تم کو عبرت حاصل کرنا چاہئے کہ تم حق سبحانہ کے بندوں کا گوشت کھاتے ہو اور ان کی غیبتیں کرتے ہو بلا آخر تم اس کا خمیازہ بھگتو گے یاد رکھو کہ حق سبحانہ تمہارے اس گوشت کھانے کو جانتے ہیں لہذا تم اس کے انتقام سے بچ نہیں سکتے۔ بلکہ صرف وہی شخص بچ سکتا ہے جو پختہ رہا اور اس فعل شنیع کا مرتکب نہیں ہوا۔ اس قابل افسوس شخص کی حالت پر کمال افسوس ہے جس کا منہ منکر و نکیر سونگھیں گے اور وہ ان سے منہ نہ چھپا سکے گا اور وہ کسی دوا سے بھی اپنی منہ کی بونہ کھوسکے گا نہ تو حلیہ تبدیل کرنے کے لئے کوئی پوڈرو وغیرہ ہوگا اور نہ عقل و فہم کوئی تدبیر رہائی کی نکال سکے گی لہذا ان کے گرز اس بے ہودہ شخص کے سر اور چوڑوں پر بہت سی ضربیں لگائیں گے تم کو اگر ان کے گرزوں میں کچھ شبہ ہو اور لکڑی اور لوہا ظاہر میں نہ دکھلائی دیتا ہو تو تم حضرت عزرائیل کے گرز کو تو اس کے اثر سے پہچانتے ہو اسی پر قیاس کر لو گرز عزرائیل علیہ السلام اثر کے ذریعہ سے تو یقیناً معلوم ہے لیکن کبھی کبھی وہ اس عالم میں محسوس بھی ہوتا ہے اور مرنے والا شخص نزع کی حالت میں اس کی واقفیت حاصل کرتا ہے چنانچہ وہ کہتا ہے کہ ارے یارو یہ میرے سر پر تلوار کیسی ہے اور چونکہ اس کے یار دوست وغیرہ نہیں دیکھ سکتے اس لئے وہ کہتے ہیں کہ ہم کو تو کچھ نظر نہیں آتا تیری مخیلہ کا اختراع ہے اب مولانا فرماتے ہیں ارے کیسا اختراع اور کیسا خیال یہ تو جان لے گا اور کیسا خیال یہ تو وہ واقعی شے ہے جس کی دہشت سے آسمان جیسے واقعی اور عظیم الشان شے اس کی نظر میں خیال ہو گئی ہے اور جس نے کہ اس عالم واقعی کو اس نظر میں بے حقیقت بنا دیا ہے غرضکہ بیمار کو وہ گرز اور تلواریں دکھلائی دیتی ہیں جن سے اس کی حالت بالکل بدل جاتی ہے کہ جن کو وہ حقائق سمجھتا تھا وہ خیالات ہو جاتے ہیں اور جن کو خیالات جانتا تھا وہ واقعات ہو جاتے ہیں۔ وہ جانتا ہے کہ یہ سب اسی کے لئے ہیں لیکن اور دوستوں اور دشمنوں کی آنکھیں بند ہوتی ہیں کہ وہ ان کو نہیں دیکھ سکتے اب دنیا کی حرص بالکل فنا ہو جاتی ہے اور اللہوائے فکشفنا عنک غطاک فبصرک الیوم حدید اس کی نظرتیز ہو جاتی ہے اور جو چیزیں کہ اس کو پیشتر نہیں دکھلائی دیتی تھیں اب وہ دکھلائی دینے لگ جاتی ہیں لیکن افسوس کہ کب آنکھ کھلتی ہے جبکہ موت کا وقت آجاتا ہے اور وہ آنکھ کھلنا کچھ مفید نہیں ہوتا اس کے تکبر اور غصہ و دیگر خصائل ذمیرہ کے سبب اس کی آنکھ نے اس مرغ کی صفت حاصل کر لی ہے جو بے وقت اذان دیتا ہو کیونکہ یہ اس وقت حقیقت سے مطلع کرتی ہے جب کہ تلانی و تدارک کا وقت نہیں رہتا اس مرغ بے ہنگام کا سراڑا دینا واجب ہے جو بے وقت گھنٹے بجاتا اور اذان دیتا ہے لہذا اس آنکھ کو پھوڑ ڈالنا چاہئے اور دوسری آنکھ یعنی چشم قلب پر اعتماد کرنا چاہئے تم یہ نہ خیال کرو کہ ابھی کا ہے کے لئے لذات سے محروم رہیں مرنے سے کچھ پیشتر سب کچھ کر لیں گے کیونکہ تم اب بھی نزع میں ہو بس اس حالت نزع میں تم کو اپنے ایمان کی خبر لینی چاہئے ہماری عمر کی مثال ایسی ہے جیسے کہ اشرفیوں کی تھیلی اور رات دن اشرفیاں گننے والے کی مانند ہیں چنانچہ وہ گن رہے اور صرف کر رہے ہیں مگر وہ نہیں جانتے کہ یہ عمر کی اشرفیاں کھٹی جاتی ہیں حتیٰ کہ نوبت یہاں تک پہنچتی ہے کہ وہ تھیلی ایک وقت میں بالکل خالی ہو جاتی ہے اور اشرفیوں کا چاند گہن میں آجاتا ہے یعنی عمر ختم ہو جاتی ہے یہ تو تھیلی ہے اگر پہاڑ میں سے بھی صرف کیا جائے اور کوئی شے اس نکالے ہوئے حصہ کی جگہ نہ رکھی جائے تو پہاڑ بھی ایک دن ختم ہو جائے گا مطلب یہ کہ ہم لوگوں کی عمریں تو بہت کم ہیں لیکن بہت زیادہ ہوں تو بھی گردش روزگار انہیں فنا کر دے گی کیونکہ جو زمانہ گزرتا ہے اس کا بدل نہیں ہوتا جو اس کی کو پورا کر سکے پس اگر تم کو اپنی عمر بچانا منظور ہے تو اس کی ایک صورت ہے کہ عمر کا جس قدر حصہ ہوتا جاوے اس کی جگہ

طاعت کا کوئی حصہ رکھتے جاؤ اس سے تم موت حقیقی و موت روحانی سے محفوظ رہو گے اور لٹھوائے و اسجد و اقترب تم قرب حق سے کامیاب ہو گے اور مقرب ہو کر باقی بقاء حق ہو جاؤ گے اور فنا سے بچ جاؤ گے دنیا کے کاموں کے پورا کرنے میں کوشش نہ کرنی چاہئے اور دین کے کاموں کے علاوہ کسی کام میں کوشش نہ کرنی چاہئے۔

فائدہ: یاد رکھو کہ جو کام بامر یا باذن شروع ہوں گے گو وہ بظاہر دنیوی ہوں مگر حقیقتہً دینی ہیں کوئی غلط فہمی میں مبتلا نہ ہو جاوے تم خیال تو کرو کہ تمہاری اس کوشش کا کیا نتیجہ ہے آخر تم کو مرنا ہے اور کار دنیا کے تمام نکر مسلم ہے پس اس اتمام کا انجام بھی تو نا تماری ہے پھر اس بے ہودہ کام میں کیوں مصروف ہوتے ہو اگر تم دنیوی امور ہی کے اتمام کی سعی میں چل دیئے تو علاوہ اس خرابی کے کہ وہ کام ہنوز نا تمام رہے اور تمہاری سعی بیکار ہوئی ایک خرابی یہ ہے کہ تمہاری روٹی کچی رہے گی جو کھانے کے قابل نہ ہوگی یعنی زاد آخرت بھی تمہارے پاس ایسا نہ ہوگا جو تم کو کام دے سکے اور یہ جو تم آخرت کا سامان کر رہے ہو کہ اپنے لئے قبر پختہ بنا رہے ہو یہ سب لغو ہے قبر کی اصلی تعمیر پتھر اور لکڑی اور رودوں سے نہیں ہوتی بلکہ اصلی تعمیر قبر یہ ہے کہ صفائی باطن اور اخلاص میں اپنی قبر بناؤ اس کی ہستی میں اپنی ہستی کو دفن کر دو تم اس کی خاک ہو جاؤ اور اس کے غم میں مدفون ہو جاؤ تا کہ اس کے انفاس سے تمہارے انفاس کو مدد ملے اور وہ تمہاری بقا کا ذریعہ ہو اور صندوق قبر اور قبے اور کنگرے کو اہل دل کوئی اعلیٰ شے نہیں سمجھتے بلکہ وہ تو قبر صفائی باطن کو پسند کرتے ہیں۔ اچھا اب ہم تم کو اہل ظاہر اور اہل باطن کی حالت کا فرق دکھاتے ہیں جس سے تم کو ان کے خیالات متعلق بہ قبر میں بھی فرق ظاہر ہو جاوے گا دیکھو رند اطلس پوش کا اطلس کیا اس کے ہوش میں کوئی امداد دیتا ہے اور وہ اطلس پوشی سے صاحب ہوش ہو جاتا ہے ہرگز نہیں بلکہ اس کی جان تو سخت عذاب میں مبتلا ہے کہ اس کو اپنا پوزیشن قائم رکھنے کی فکر ہے وغیرہ وغیرہ اور اس کے مخزن غم دل میں غم کا بچھو گھسا ہوا ہے جو اس کو ہر وقت پریشان رکھتا ہے گو اس کا ظاہر آراستہ پیراستہ ہے مگر اس کے خیالات اس کے اندر رو رہے ہیں یعنی اس کا دل ان تکلیف دہ خیالات کے سبب رو رہا ہے اور اس پرانی گدڑی والے فقیر کو دیکھ لو جہاں غم کا نام نہیں اس کے خیالات میں بھی حلاوت ہے اور اس کی باتوں میں بھی بس یہ فرق معلوم ہو گیا تو اس سے تم سمجھ سکتے ہو کہ ظاہری ٹیپ ٹاپ کوئی چیز نہیں بلکہ ایک صفائی باطن ہی وہ ہے جو تحصیل کے قابل ہے۔

شرح شبیری

مسافروں اور ہاتھی کے بچوں کی حکایت کی طرف رجوع

گفت ناصح بشنوید این پند من	تا دل و جاں تاں میقتد در من
صحیح کرنے والے نے کہا میری یہ نصیحت سن لو	تا کہ تمہارا دل اور جان مشقتوں میں نہ پھنسے

یعنی اس ناصح نے کہا کہ میری بات سن لو تا کہ تمہارا دل و جان مصیبت میں نہ پڑے

باگیاہ و برگہا قانع شوید	در شکار پیل بچگاں کم روید
گھاس اور پتوں پر قناعت کر لو	ہاتھی کے بچوں کو شکار کرنے کے درپے نہ ہو

یعنی لھاس اور پتوں ہی پر قانع رہنا اور ہاتھی کے بچوں کے شکار میں مت جانا۔

من بروں کردم زگردن دام لصح	جز سعادت کے بود انجام لصح
میں نے اپنی گردن سے نصیحت کا قرض اتار دیا	نصیحت کا نتیجہ نیک بختی کے سوا کب ہوتا ہے

یعنی میں نے اپنی گردن سے نصیحت کے جال کو نکال دیا اور سوائے سعادت کے اور کچھ انجام نصیحت کب ہوگا۔ مطلب یہ کہ میرے ذمہ جو نصیحت کرنا تھی میں کر چکا اب تسلیم کرنا نہ کرنا تمہارا کام ہے میں سبکدوش ہو گیا۔

من بہ تبلیغ رسالت آدمم	تارہانم مر شمارا ازندم
میں پیغام پہنچانے آیا ہوں	تاکہ تمہیں شرمندگی سے رہائی دیدوں

یعنی میں تو پیغام رسائی کے لئے آیا ہوں تاکہ تم کو ندامت سے چھڑا دوں۔

ہیں مبادا کہ طمع تاں رہ زند	طمع برگ از بیخہا تاں برگند
خبردار! ایسا نہ ہو کہ لالچ تمہارا رہزن بن جائے	خوراک کا لالچ تمہیں جڑ سے اکھاڑ دے

یعنی ایسا نہ ہو کہ طمع تمہاری راہ مارے اور توشہ کی طمع کہیں جڑ سے اکھاڑ دے

ایں بگفت و خیر بادی کردورفت	گشت قحط و جوع شاہ در راہ زفت
یہ کہا اور خدا حافظ کہہ کر چل دیا	قحط اور بھوک نے راستہ میں زور پکڑا

یعنی اس نے یہ کہا اور ایک خیر بادی اور چل دیا اور ان لوگوں کی بھوک اور قحط راستہ میں اور سخت ہو گیا۔

ناگہاں دیدند بریک جادہ	پور فیلے فرہے نوزادہ
ایک راستہ پر انہوں نے اپنا دیکھا	ہاتھی کا بچہ موٹا نومر

یعنی انہوں نے ناگہاں ایک بٹیا کی طرف ایک ہاتھی کا بچہ موٹا نیا پیدا شدہ دیکھا۔

اندر افتادند چوں گرگان مست	پاک خوردندش فرو شستند دست
وہ مست بھیڑوں کی طرح اس پر ٹوٹ پڑے	اس کو چٹ کر گئے (اور) انہوں نے ہاتھ دھو لئے

یعنی اس میں مست بھیڑوں کی طرح پڑ گئے اور بالکل صاف کر کے کھا گئے اور ہاتھ دھو لئے یعنی خوب کھاپی کر فارغ ہو گئے۔

آں یکے ہمرہ نخوردو پندواد	کہ حدیث آں فقیرش بودیاد
ایک ساتھی نے نہ کھایا اور نصیحت کی	کیونکہ اس کو اس فقیر کی بات یاد تھی

یعنی اس ایک ہمراہی نے نہ کھایا اور سب کو نصیحت کی کیونکہ اس کو اس فقیر کی نصیحت یاد تھی۔

از کبابش مانع آمد آں سخن	بخت نو بخشد ترا عقل کہن
وہ بات اس کے لئے اس کے کباب سے مانع بنی	پرانی عقل تجھے نیا نصیب عنایت کرتی ہے

یعنی کبابوں سے اس کو وہ بات مانع ہوئی (مولانا فرماتے ہیں کہ) پرانے لوگوں کی عقل تم کو بخت تو بخشتی ہے اور اس سے بخت تو حاصل ہوتا ہے خیر اس نے نہ کھایا اور ان سب نے کھایا اور بعد کھانے کے نیند آتی ہے تو وہ تو سو رہے اور یہ چونکہ بھوکا تھا لہذا اس کو نیند کہاں یہ چوکیدار کی طرح بیٹھ گیا۔

پس بیفتادند و خفتند آل ہمہ	واں گرسنہ چوں شباں اندر رمہ
پھر وہ لیٹ گئے اور سب سو گئے	وہ بھوکا گلے میں چڑا ہے کی طرح تھا

یعنی سب پڑ گئے اور سو گئے اور وہ بھوکا اس جماعت کا پاسبان تھا۔

دید فیلے سہمنا کے در رسید	اولاً آمد سوئے حارس دوید
اس نے دیکھا کہ ایک خوفناک ہانھی آ پہنچا	پہلے آیا اور نگہبان کی طرف دوڑا

یعنی ایک خوفناک ہاتھ کو دیکھا کہ وہ آیا اول تو اس چوکیدار کی طرف لپکا۔

بوئے میگرد آں دہانش راسہ بار	ہیج بوئے زونیا مد ناگوار
اس کے منہ کو اس نے تین دفعہ سونگھا	اس کو کوئی ناگوار بو نہ آئی

یعنی اس کے منہ کو تین دفعہ سونگھا تو کوئی ناگوار بو اس کے منہ میں سے نہ آئی۔

چند بارے گرد اوگشت و برفت	مرور انا زرد آں شہ پیل زفت
چند بار اس کے گرد چکر کاٹے اور چلا گیا	اس بڑے موٹے ہانھی نے اس کو نہ ستایا

یعنی چند بار اس کے گرد پھرا اور چل دیا اور اس زبردست ہانھی نے اس شخص کو کچھ بھی نہ ستایا۔

پس لب ہر خفتہ را بوئے کرد	بوئے می آمد و رازاں خفتہ مرد
پھر اس نے ہر سوئے ہوئے کے ہونٹ سونگھے	اس کو اس سوئے ہوئے آدمی سے بو آتی تھی

یعنی پھر ہر سونے والے کے منہ کو سونگھا تو ہر سونے والے میں سے اس کو بو آئی۔

کز کباب پیل زادہ خوردہ بود	بردر انیدو بکشتش پیل زود
کیونکہ اس نے ہانھی کے بچے کے کباب کھائے تھے	ہانھی نے اس کو پھاڑ دیا اور مار ڈالا

یعنی کیونکہ کباب پیل زدہ میں سے کھائے تھے تو اس ہانھی نے اس کو جلدی سے پھاڑ دیا اور مار دیا۔

در زماں او یک بیک رازاں گروہ	می در انیدو نبودش زان شکوہ
اس نے فوراً اس گروہ میں سے ایک ایک کو	پھاڑ ڈالا اور اس کو کوئی خوف نہ تھا

یعنی اس نے اسی وقت اس گروہ میں سے ایک ایک کو چیر پھاڑ دیا اور کوئی خوف نہیں کیا۔

برہوا انداخت ہریک را گزاف	تاہمی زد بر زمیں می شد شگاف
وہ بے پروائی سے ہر ایک کو ہوا میں اچھالا	یہاں تک کہ وہ زمین پر آگرتا اور پھٹ جاتا

یعنی ہر ایک کو پراگندگی سے ہوا پر پھینک دیتا تھا اور زمین پر مارتا تھا تو وہ پھٹ جاتا تھا غرض کہ اس نے خوب ہی گت بنائی۔
مولانا فرماتے ہیں کہ۔

اے خورندہ خون خلق از رہ بگرد	تا نیار و خون ایشانت نبرد
اے مخلوق کا خون پینے والے واہیں لوٹ	تاکہ ان کا خون تیرے لئے معرکہ نہ پیدا کر دے

یعنی اے خلق کا خون کھانے والے اس راستہ سے پھر جاتا کہ ان کا خون تجھے مقاومت پر نہ لاوے مطلب یہ کہ دیکھ ان کے خون کا کہیں تجھ سے بدلانہ لیا جاوے تو اس حرکت کو ترک کر دے۔ یہاں یہ شبہ ہوتا تھا کہ جناب ہم تو کسی کا خون نہیں کھاتے اس کا جواب دیتے ہیں کہ۔

مال ایشان خون ایشان داں یقین	زانکہ مال از زور آید در مییں
یعنی طور پر ان کے مال کو ان کا خون سمجھ	اس لئے کہ مال طاقت سے ہاتھ میں آتا ہے

یعنی ان کے مال کو ان کا خون جانو یقیناً اس لئے کہ مال زور ہی سے تو ہاتھ میں آتا ہے یعنی چونکہ مال محنت و مشقت و بذل نفس سے حاصل ہوتا ہے اور تم لوگوں کا مال خوب اڑاتے ہو تو گویا ان کا خون اور ان کی جان کھارے ہو۔

مادر آں فیل بچگاں کیس کشد	فیل بچہ خوارہ را کیفر کشد
ہاتھی کے بچوں کی ماں بدلہ لیتی ہے	ہاتھی کے بچہ کے کھانے والے کو بدلے میں مار ڈالتی ہے

یعنی اس ہاتھی کے بچہ کی ماں کینہ پھیلتی ہے اور ہاتھی کے بچہ کھانے والے کو سزا میں پھیلتی ہے مطلب یہ کہ جس طرح وہ اپنے بچہ کا انتقام لیتی ہے اسی طرح حق تعالیٰ جو کہ خلق کے مربی ہیں انتقام لیتے ہیں۔

فیل بچہ می خوری اے پارہ خوار	ہم بر آرد خصم فیل از تو دمار
اے رشوت خور تو ہاتھی کا بچہ کھاتا ہے	ہاتھی کا محافظ تجھے برباد کر دے گا

یعنی اے پارہ خوار تو ہاتھی کے بچے کو کھار رہا ہے تو ہاتھی جو کہ دشمن ہے تیرے اندر سے دماغ کو نکالے گا یعنی تجھے سزا دے گا۔

بوئے رسوا کرد مکراندیش را	پیل داند بوئے بچہ خویش را
مکر کرنے والے کو بونے رسوا کیا	ہاتھی اپنے بچہ کی خوشبو پہچانتا ہے

یعنی اس مکار کو بونے رسوا کر دیا اور ہاتھی اپنے بچہ کی بو کو جانتا ہے اسی طرح حق تعالیٰ بھی جانتے ہیں کہ اس نے میری مخلوق کو ستایا ہے اور اس نے نہیں بلکہ اس ہاتھی کو اسباب ظاہر مثل سونگھنے وغیرہ کی بھی ضرورت ہوئی تھی اور حق تعالیٰ کو تو ان اسباب کی بھی ضرورت نہیں ہے وہ تو عالم الغیب ہے وہ ہر شخص کی حالت کو جانتے ہیں کہ یہ موذی ہے اور یہ نہیں اور بھلا حق تعالیٰ کو معلوم ہو

جانا تو کچھ بھی بعید نہیں ہے جبکہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو بوائے حق و باطل بہت دور سے آجاتی تھی اسی کو فرماتے ہیں کہ

آنکہ یابد بوائے حق را از یمن	چوں نیابد بوائے باطل را از من
وہ ذات جو اللہ کی خوشبو یمن سے سونگھ لے	وہ میرے باطل کی بو کو کیوں محسوس نہ کر لے گی

یعنی جو شخص کہ حق کی بو کو یمن سے پالیتے ہیں تو بو باطل کی میرے اندر سے کس طرح محسوس نہ کریں گے۔ حدیث میں ارشاد ہے انی لاجدریح الرحمان من قبل الیمن شرح حدیث نے لکھا ہے کہ اس کے مصداق حضرت ابراہیم قرنی رضی اللہ عنہ ہیں تو جب یمن سے آپ کو بوحق کی آگئی تو بھلا باطل کی بو ہمارے اندر سے نہ آوے گی۔

مصطفیٰؐ چوں بوائے بردار راہ دور	چوں نیابد از دہان ما بخور
مصطفیٰؐ نے جب اس دور دراز راستہ سے بو محسوس کر لی	ہمارے منہ کی بو کیوں نہ محسوس کر لیں گے

یعنی مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبکہ راہ دور سے بو محسوس فرمائی تو ہمارے منہ سے تو کس طرح بو کو محسوس نہ فرماویں گے مطلب یہ کہ حضور تو حق و باطل سب کی بو محسوس فرماتے ہیں جیسا کہ اتنی دور سے بوائے حق حضور کو آئی پھر ہمارے اندر سے حضور کو کس طرح بوائے باطل نہ آوے گی۔ یقیناً معلوم ہو جاوے گا کہ یہ لوگ گنہگار اور نافرمان ہیں تو حق تعالیٰ کا معلوم ہو جانا تو بطریق اولیٰ ثابت ہو گیا۔ یہاں یہ شبہ ہوا کہ اگر حضور کو بو آتی تو کبھی تو ظاہر فرماتے حیات میں خود فرماتے اور آپ حق تعالیٰ سے عرض کر کے ظاہر فرمادیتے کہ وہ شخص رسوا ہوتا اس کا جواب فرماتے ہیں کہ

ہم بیابد لیک پوشاند ز ما	بوائے نیک و بد بر آید بر ما
وہ محسوس کر لیتے ہیں لیکن ہم سے چھپاتے ہیں	اچھی اور بری بو آسمان پر پہنچتی ہے

یعنی محسوس تو فرماتے ہیں لیکن ہم سے نیک و بد کی بو کو پوشیدہ رکھتے ہیں اور وہ آسمان پر ظاہر ہو جاتی ہے مطلب یہ کہ حضور تو کسی کو رسوا نہیں فرماتے وہ تو پوشیدہ ہی رکھتے ہیں مگر وہ بو خود آسمان پر ظاہر ہو جاتی ہے بعض لوگوں نے لکھا ہے کہ ہر آسمان پر چند فرشتے ہیں کہ جو خاص خاص گناہوں کو محسوس کرتے ہیں اور ان کو چڑھنے سے اوپر روکتے ہیں مثلاً کبر کے لئے اول آسمان کے فرشتے روکتے ہیں اور اسی طرح سے بعض نے اس کو حدیث بھی کہا ہے لیکن خیر اگر حدیث نہ بھی ہو تب بھی یہ مضمون ثابت ہے اس لئے کہ فرشتوں کو تو محسوس ہوتا ہی ہے تو حضور تو پوشیدہ ہی رکھتے ہیں مگر اس طریقہ سے فرشتوں کو معلوم ہو جاتا ہے تو یہ اظہار خود ہمارے ہاتھوں ہوتا ہے نہ ایسا کام کرتے نہ یہ اظہار ہوتا۔

تو ہمیں حسپی و بوائے آل حرام	می زند بر آسمان سبز فام
تو سوجاتا ہے اور اس حرام کی بو	نیلگوں آسمان پر پہنچتی ہے

یعنی تم تو سورہے ہو اور اس حرام کی بو آسمان سبز فام پر پھیل رہی ہے جس طرح کہ اوپر بیان کیا گیا۔

ہمراہ انفاس زشتت می شود	تابہ بوگیران گردوں می رود
وہ تیرے برے سانسوں کے ساتھ ہو جاتی ہے	یہاں تک کہ آسمان کے خوشبو سونگھنے والوں تک پہنچ جاتی ہے

یعنی وہ بوتیرے انفاس زشت کے ساتھ ہوتی ہے یہاں تک آسمان کے بوگیروں تک جاتی ہے۔ وہی مضمون مولانا خود بیان فرما رہے ہیں کہ جب گناہ کی بو اوپر کو صعود کرتی ہے تو وہ فرشتے جو کہ آسمان پر بوگیر ہیں اس کو محسوس کرتے ہیں اور تم کو اس کی خبر بھی نہیں ہوتی۔

بوئے کبر و بوئے خشم و بوئے آز	درخن گفتن بیاید چوں پیاز
کبر کی بڑ غصہ کی بڑ حرص کی بو	پیاز کی طرح بات کرنے میں محسوس ہو جاتی ہے

یعنی کبر اور حرص کی بو بات کہنے میں پیاز کی طرح آتی ہے یعنی جس طرح کہ پیاز کھانے سے منہ میں سے بات کرنے میں بو آتی ہے۔ اسی طرح گناہ کرنے کے بعد اس کی بو بھی اسی طرح آتی ہے اور اس کو فرشتے اور حضور محسوس فرماتے ہیں اور جب تم مخلوق خدا کو ستاؤ گے تو یقینی امر ہے کہ حق تعالیٰ کو معلوم ہو جاوے گا اور وہ تم کو اس کا بدلہ دیں گے۔

گر خوری سو گند من کے خوردہ ام	از پیاز و سیر تقویٰ کردہ ام
اگر تو قسم کھائے کہ میں نے کب کھائی ہے	پیاز اور لہسن سے میں پرہیز کرتا ہوں

یعنی اگر تم قسم کھاؤ کہ میں نے کب کھایا ہے پیاز اور لہسن سے تو میں نے پرہیز کیا ہے۔

آں دمت سو گند غمازی کند	بر دماغ ہمنشیناں برزند
اس وقت تم تیری چنل کھائے گی	(اور) ساتھیوں کے دماغ سے کھائے گی

یعنی اس وقت وہ قسم تمہاری غمازی کرے گی اور ہمنشینوں کے دماغ پر حملہ کرے گی مطلب یہ کہ اگر تم قسم کھاؤ کہ میں نے تو پیاز نہیں کھایا ہے تو اس کہے سے جو ایک ہوا تمہارے منہ سے نکلے گی اس ہوا میں بوئے پیاز ہوگی اور وہ بتا دے گی کہ اس شخص نے پیاز کھایا ہے اسی طرح تم انکار بھی کرو گے کہ میں نے گناہ نہیں کیا ہے مگر تمہارے اس کہنے سے ہی معلوم ہو جاوے گا کہ تم نے کیا ہے اور جب معلوم ہو جاتا ہے تو اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ

پس دعا ہار و سود از بوئے آں	آں دل کثری نماید در زباں
اس بو کی وجہ سے دعائیں مردود ہوں گی	وہ دل کی کچی زبان پر نمایاں ہو جاتی ہے

یعنی پس اس کی بو کی وجہ سے دعائیں رد ہو جاتی ہیں اور وہ کچی قلب زبان ہی سے معلوم ہو جاتی ہے یعنی اس کا اثر زبان پر آ جاتا ہے اور محسوس ہو جاتا ہے کہ اس کا قلب کج ہے۔

اخصوا آید جواب آں دعا	چوب رد باشد جزائے ہر دعا
اس دعا کا جواب اخصوا آتا ہے	ہر دعا ہاری کا جواب 'مار' کی لائی ہوتی ہے

یعنی اس دعا کا (جو قلب کج سے ہو) جواب اخصوا آیا ہے اور رد کر دینے کی لکڑی ہر دعا ہاری کی سزا ہے۔ قرآن شریف میں کہ جب کفار کہیں گے کہ ربنا اخرجنا منها فان عدنا فانا ظالمون تو ارشاد ہوگا کہ اخصنوا فیہا ولا تکلمون تو یہ جو

ارشادِ احسنوا ہے اس کی وجہ یہ ہی ہے کہ ان کے قلوب گندہ درگندہ تھے اور اس گندگی کی بو ان سے محسوس ہوتی ہے تو ان کی دعا مردود ہوگئی۔ اللہم احفظنا نعوذ باللہ من الشیطان الرجیم آگے فرماتے ہیں کہ

گر حدیثے کثر بود مغیبت راست	آں کثری لفظ مقبول خداست
اگر لفظ ٹیزے ہوں اور معنی سیدھے ہوں	وہ لفظوں کی ٹیزے اللہ کے یہاں مقبول ہے

یعنی اگر تمہارے الفاظ کج ہوں اور معنی درست ہوں تو یہ کجی الفاظ خدا کے یہاں مقبول ہے مثلاً کسی کا شین قاف درست نہیں ہے مگر دل پر از محبت حق ہے تو اس کے وہ الفاظ بھی مقبول حق ہیں۔

ور بود معنی کثر و لفظت نکو	آں نکو لفظے نیز دیک تسو
اور اگر معنی ٹیزے اور تیرے الفاظ اچھے ہوں	وہ اچھے لفظ دہری کے قابل بھی نہیں

یعنی اور اگر معنی تو کج ہوں اور لفظ اچھے ہوں تو ایسے معنی ایک تسو کی بھی برابر نہیں مطلب یہ کہ ظاہری الفاظ تو بڑے فوق البھڑک ہوں بڑے بھاری مقرر ہیں مگر قلب اندر سے گندہ ہے تو ان الفاظ کا کچھ اعتبار نہیں ہے یہ شخص مردود اور غیر مقبول ہی ہو گا آگے حضرت بلالؓ کی حکایت بیان فرماتے ہیں۔

بیان میں اس کے کہ مجنوں کی خطا بیگانوں کے صواب سے بھی اولیٰ ہے

آں بلال صدق در بانگ نماز	حی راہی خواند از روئے نیاز
وہ سچے بلال اذان میں	(لفظ) حی کو عاجزی سے ہی پڑھتے تھے

یعنی وہ سچے بلال نماز کی اذان میں حی کو ہی کہا کرتے تھے نیاز کے طریقہ پر مطلب یہ کہ حاء حطی کی جگہ ہائے ہوزان سے نکلتی تھی مگر یہ کسی شرارت کی وجہ سے نہ تھا بلکہ تھا نیاز و عاجزی ہی سے مگر ان کے منہ سے نکلتا ہی اس طرح تھا۔

تا بگفتند اے پیغمبر نیست راست	ایں خطا کنوں کہ آغاز بناست
یہاں تک کہ ان (منافقوں) نے کہا اے پیغمبر درست نہیں ہے	یہ غلطی اس وقت کہ تعمیر کی ابتدا ہے

یعنی یہاں تک کہ لوگوں نے عرض کیا کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم یہ غلطی اس وقت ٹھیک نہیں ہے اس لئے کہ شروع بنائے اسلام ہے تو لوگوں کو اعتراض کا موقع ملے گا کہ موزن بھی ایسا رکھا گیا جو صحیح بھی نہیں بول سکتا اور قرینہ سے معلوم ہوتا ہے کہ گفتند کے فاعل مومنین نہیں ہیں۔ منافقین ہیں جن کو کہ اس قول سے ہمدردی اسلامی مقصود نہ تھی بلکہ مطلب یہ تھا کہ حضرت بلال پر جو یہ عنایت ہے کہ ان کو اتنا بڑا کام ملا ہے یہ عنایت ان سے جاتی رہے اور وہ قرینہ یہ ہے کہ آگے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو کہنے فرمایا اور فرمایا کہ دیکھو چپ رہو ورنہ تمہارے اترے پتریکھول دوں گا تو حضور کی عادت مومنین کے لئے ایسے ارشاد کی نہ تھی لہذا صاف معلوم ہوتا ہے کہ قول مومنین نہیں ہے پھر اگر یہ قول دل سوزی اور ہمدردی سے ہوتا تو حضور اس میں غور فرماتے اور گمان غالب تھا کہ اس کو قبول فرمایتے مگر اس طرح رد فرمادینے سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ قول ہرگز مسلمانوں کا نہیں ہے اور کہتے ہیں کہ

اے نبی وائے رسول کردگار	یک موذن کہ بودا صبح پیار
اے اللہ کے رسول اور نبی	ایک زیادہ صبح موذن لے آئے

یعنی اے نبی اور اے رسول خدا ایک اور موذن جو کہ صبح ہو بلائیے اس لئے کہ

عیب باشد اول دین و صلاح	لحن خواندن لفظ حی علی الفلاح
دین اور نیکی کے شروع میں عیب ہو گا	لفظ حی علی الفلاح کو غلط پڑھنا

یعنی اول دین اور صلاح میں لفظ حی علی الفلاح کو غلط پڑھنا عیب ہے (لہذا دوسرا موذن تجویز فرمادیتے ہیں)

چشم پیغمبر بجوشید و بگفت	یک دور مزے از عنایات نہفت
پیغمبر کا غصہ جوش میں آیا اور فرمائے	ایک دو اشارے چھپی ہوئی عنایتوں میں سے

یعنی حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا غصہ جوش میں آ گیا اور عنایات پوشیدہ میں سے دو ایک رمزا ارشاد فرمائے مطلب یہ کہ اس کو سن کر پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو غصہ آ گیا اور حضرت بلال پر جو خاص عنایات تھیں ان کو ارشاد فرمایا مثلاً یہ کہ مقرب الی الحق ہونا اور ان کے اوپر رحمت کا نازل ہونا حضور نے فرمایا اور فرمایا کہ۔

کائے خساں نزد خدا ہی بلال	بہتر از صدی حی و قیل و قال
کہ اے کینو اللہ کے نزدیک بلال کی ہی	شور و غل کے سینکڑوں حی اور حی سے بہتر ہے

یعنی اے کینو بلال کا ہی (بہ ہاء ہوز) سینکڑوں حی (بہ ہاء حطی) سے اور قیل و قال سے بہتر ہے مطلب یہ کہ ان ظاہری الفاظ کی بناوٹ سے ان کا وہ غلط پڑھنا ہی بہتر ہے۔

وامشورا نیدتا من رازتاں	وانگویم ز آخر و آغاز تاں
جوش نہ دلاؤ تاکہ میں تمہارے راز	اول اور آخر کے صاف نہ کہ ڈالوں

یعنی بہت شور مت کرو کہ میں تمہارے راز اول سے آخر تک ظاہر نہ کر دوں یعنی آپ نے ارشاد فرمایا کہ بہت ساری گڑبڑ مت کرو ورنہ یاد رہے کہ تمہارے سارے مکر اور فساد کھول دوں گا اور لوگوں کو بتا دوں گا کہ یہ اس قدر مکار اور دغا باز ہیں اب بھلا مومنین سے حضور نے کبھی اس طرح ارشاد فرمایا ہے ہرگز نہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اس طرح ارشاد فرمانا دلیل اس کی ہے کہ یہ سب کجخت منافقین تھے تو دیکھو چونکہ حضرت بلال کا قلب درست تھا ان کے الفاظ غیر فصیح ہونے پر نظر نہیں کی گئی بلکہ ان کے اس غیر فصیح ہی کو قبول کیا گیا۔ قصص میں لکھا ہے کہ حسن بصریؒ جو کہ ہر فن میں ماہر تھے۔ تجوید بھی خوب جانتے تھے ایک مرتبہ پچھلی شب کو جا رہے تھے تو ایک بزرگ حبیب عجمی قرآن پڑھ رہے تھے تجوید سے کما حقہ واقف نہ تھے اور پھر تھے عجمی لہذا جیسا اس حالت میں قرآن پڑھنا چاہئے پڑھ رہے تھے۔ حضرت حسن نے چاہا کہ ان کی اقتدا کر لیں مگر خیال ہوا کہ ان کو تجوید آتی نہیں ہے اور تجھے آتی ہے اس خیال سے آپ نے ان کے پیچھے نماز نہیں پڑھی اور تشریف لے جا کر کہیں اور نماز پڑھ لی۔ بعد تجھ ذرا

سو گئے خواب میں حق تعالیٰ جل شانہ کی زیارت ہوئی انہوں نے عرض کیا کہ یارب دلنی علیٰ عمل یقربنی الیک یعنی اے اللہ کوئی ایسا عمل بتائیے کہ جس سے آپ کا قرب حاصل ہو ارشاد ہوا الصلوٰۃ خلف الحیب العجمی یعنی حبیب عجمی کے پیچھے نماز پڑھنا یہ بہت بڑی عبادت ہے جس سے کہ میرا قرب نصیب ہو سکتا ہے اس کی وجہ صرف یہی تھی کہ اس وقت حضرت حسن بصریؒ نے ان کے الفاظ ہی کی طرف نظر کی اس کی طرف نظر نہ کی کہ یہ جو نکل رہا ان کے دل سے نکل رہا ہے غرضیکہ مقصود یہ ہے کہ اصل میں اعتبار قلب کا ہے اگر وہ پاک ہے تو الفاظ کا اعتبار نہیں ہے پس قلب کو صاف کر دینا اصل جڑ ہے۔ اس کے بعد دعا قبول ہوگی اس قصہ کو درمیان میں بیان کر کے آگے پھر اسی مضمون بالا کی طرف رجوع ہے فرماتے ہیں کہ۔

گر نداری تو دم خوش در دعا	رود دعا می خواہ ز اخوان صفا
اگر تو دعا میں اچھا دم نہیں رکھتا ہے	جا صفائی والوں سے دعا کرالے

یعنی اگر تم دعا میں دم خوب نہیں رکھتے تو جاؤ اخوان صفا سے دعا چاہو مطلب یہ کہ اگر تمہارا منہ بوجہ گناہوں کے قابل دعا کے نہیں ہے تو خیر خود تو کرو ہی اور اس کی تلافی کے لئے اور حضرات اہل اللہ سے بھی دعا کرو کہ اس گندگی دہن کی تلافی ان کی دعا کرنے سے ہو جاوے گی آگے موسیٰ علیہ السلام کا قصہ بیان فرماتے ہیں جس سے کہ دوسروں سے دعا کرانے کی خوبی معلوم ہوتی ہے۔ فرماتے ہیں کہ۔

موسیٰ علیہ السلام کو حق تعالیٰ کا ارشاد کہ ہم کو اس منہ سے پکارو جس سے کہ تم نے گناہ نہ کیا ہو

بہر این فرمود با موسیٰ خدا	وقت حاجت خواستن اندر دعا
اس کے لئے اللہ (تعالیٰ) نے موسیٰ سے فرمایا	دعا میں مراد مانگتے وقت

یعنی اسی واسطے موسیٰ علیہ السلام سے خدائے تعالیٰ نے دعا میں حاجت چاہنے کے وقت یہ ارشاد فرمایا کہ۔

کائے کلیم اللہ زمن میجو پناہ	بادہانے کہ نہ کردی تو گناہ
کہ آئے کلیم میری پناہ چاہ	اس منہ سے جس سے تو نے گناہ نہ کیا ہو

یعنی اے کلیم اللہ مجھ سے اس منہ سے پناہ مانگو کہ جس سے تم نے گناہ نہ کیا ہو۔

گفت موسیٰ من ندارم آل دہاں	گفت مارا از دہان غیر خواں
موسیٰ نے عرض کیا میرا وہ منہ نہیں ہے	فرمایا ہمیں دوسرے کے منہ سے پکار

یعنی موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا کہ میں تو وہ منہ نہیں رکھتا تو ارشاد ہوا کہ مجھے دہان غیر سے پکارو گناہ سے مراد ان کے مرتبہ کے موافق لغزش ہے ورنہ انبیاء تو معصوم ہوتے ہی ہیں لہذا ارشاد ہوا کہ تم دوسروں سے دعا متگواؤ تو اس کے منہ سے تم نے تو گناہ کیا نہ ہوگا اگرچہ اس شخص نے کیا ہو لہذا یہ ارشاد کہ اس منہ سے دعا کرو کہ جس سے تم نے گناہ نہ کیا ہو صادق ہو گیا۔ خود فرماتے ہیں کہ

از دہان غیر برخواں کائے الہ	از دہان غیر کے کردی گناہ
دوسرے کے منہ سے کہہ کے اے خدا	دوسرے کے منہ سے تو نے کب گناہ کیا ہے

یعنی دوسرے کے منہ سے تم نے کب گناہ کیا ہے تو دوسرے کے منہ سے دعا کراؤ کہ اے الہی

از دہانے کہ نکر دستی گناہ	آں دہان غیر باشد عذر خواہ
اس منہ سے جس سے تو نے کبھی گناہ نہیں کیا	وہ دوسرے کا منہ تیرا عذر خواہ ہو گا

یعنی اس منہ سے کہ تم نے گناہ نہ کیا ہو (دعا مانگنا یہ ہے) کہ دہان غیر سے عذر خواہ ہو اب یہاں یہ شبہ ہوا کہ دوسرے سے دعا کرانا تو اپنے قبضہ میں نہیں ہے ممکن ہے کہ اس سے کہیں اور وہ دعا نہ کرے تو اس کا کیا علاج ہے آگے اس کا علاج فرماتے ہیں کہ۔

آں چناں کن کاں دہانہا مرترا	در شب و در روزہا آرد دعا
ایا کر کہ وہ منہ تیرے لئے	رات اور دن دعائیں کریں

یعنی کام ایسے کرو کہ تمام منہ تمہارے لئے رات دن دعائیں کریں مطلب یہ کہ سب کے ساتھ بھلائی کرو کہ اس سے سب لوگ خود تمہارے لئے دعا کریں گے کسی سے کہنے کی ضرورت ہی نہ ہوگی۔ خیر یہ نہ ہو سکے تو آگے اس کی ترکیب فرماتے ہیں کہ

یا دہان خویشتن را پاک کن	روح خود را چا بک و چالاک کن
یا اپنے منہ کو پاک کر	(اور) اپنی روح کو چست و چالاک بنا

یعنی یا اپنے منہ کو پاک کر لے اور روح اپنی کو چا بک و چالاک کر دے یعنی اپنے ہی منہ کو استغفار وغیرہ سے پاک کر لو اور اس کے بعد دعا کرو کہ وہ مقبول ہوگی ان شاء اللہ اس لئے کہ۔

ذکر حق پاکست چوں پاکی رسید	رخت بر بندد بروں آید پلید
اللہ تعالیٰ کا ذکر پاک ہے جب پاکی حاصل ہوگی	ناپاکی بویا بستر باندھ لیتی ہے باہر ہو جاتی ہے

یعنی ذکر حق پاک ہے تو جب پاکی پہنچی تو پلید نے اسباب باندھا اور چلتا ہوا مطلب یہ کہ اگر تم دعا سے قبل استغفار اور ذکر حق میں مشغول ہو جاؤ گے تو چونکہ ذکر حق پاک ہے لہذا تمہاری وہ ساری گندگیاں اور ناپاکیاں زائل ہو جائیں گی اور آب آمد تیمم برخواست کا مضمون ہو جاوے گا۔ اور تمہارا منہ پھر اس قابل ہوگا کہ اس سے دعا کر سکو۔

می گریزد ضدہا از ضدہا	شب گریزد چوں برافروزد ضیا
ضدینا ضدوں سے گریز کرتی ہیں	رات بھاگ جاتی ہے جب روشنی نمودار ہوتی ہے

یعنی ایک ضد اپنی دوسری ضد سے بھاگتی ہے دیکھو رات چلی جاتی ہے جب روشنی چمکتی ہے۔

چوں در آید نام پاک اندر دہاں	نے پلیدی ماندونے آں دہاں
جب (اللہ تعالیٰ کا) پاک نام منہ میں آتا ہے	نہ پلیدی رہتی ہے اور نہ وہ منہ رہتا ہے

یعنی جب کہ منہ کے اندر نام پاک حق تعالیٰ کا آیا تو نہ پلیدی رہی اور نہ وہ منہ رہا بلکہ اب وہاں پاک ہو گیا لہذا چاہئے کہ ہمیشہ دعا سے پہلے حق تعالیٰ سے استغفار کر لے آگے ذکر کے فضائل اور اس کی قبولیت کی علامات بیان فرماتے ہیں۔

بیان میں اس کے کہ بندہ کا اللہ کہنا عین حق تعالیٰ کا لبیک فرمانا ہے

آں یکے اللہ میگفتے شبان	تا کہ شیریں مے شد از ذکرش لبان
ایک شخص رات کو اللہ اللہ کہا تھا	یہاں تک کہ ذکر سے اس کے ہونٹ بیٹھے ہوئے تھے

یعنی ایک شخص رات کو اللہ اللہ کیا کرتا تھا تا کہ ذکر حق سے لب شیریں ہوں یعنی لطف حاصل ہو اس لئے وہ ذکر حق کیا کرتا تھا۔

گفت شیطانش خاموش اے سخت رو	چند گوئی آخر اے بسیار گو
شیطان نے اس سے کہا اے سخت جان! چپ رہ	اے بت بے! آخر کب تک بے گا

یعنی اس عابد سے شیطان نے کہا کہ ارے بے حیا آخر کہاں تک پکارے گا اے بسیار گو

ایں ہمہ اللہ گوئی از عتو	خود یکے اللہ را لبیک کو
یہ سب تو غرور سے اللہ اللہ کہتا ہے	اللہ کی جانب سے ایک بھی لبیک کہاں ہے؟

یعنی اے سرکش تو یہ اللہ اللہ کہہ رہا ہے مگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک لبیک کہاں ہے مطلب یہ ہے کہ اس خبیث نے بہکایا کہ اے تو تو یوں پکار رہا ہے اور اللہ میاں تجھے پوچھتے بھی نہیں یہ بھی نہیں کہ کبھی لبیک ہی فرمادیں اور جواب ہی دیدیں۔

می نیاید یک جواب از پیش تخت	چند اللہ می زنی باروئے سخت
پشگاہ خداوندی سے ایک جواب بھی نہیں آتا ہے	تو سخت روئی سے کتنی بار اللہ کی ضرب لگائے گا

یعنی عرش کے آگے سے ایک جواب بھی نہیں آتا تو اس بے حیائی کے ساتھ کب تک اللہ اللہ کریگا۔

او شکستہ دل شد و بہداد سر	دید در خواب او خضر را در خضر
وہ دل شکستہ ہو گیا اور لیٹ گیا	اس نے خواب میں (حضرت) خضر کو بزمہ زار میں دیکھا

یعنی وہ شکستہ دل ہو کر سوراہا تو خواب میں خضر علیہ السلام کو ایک باغ میں دیکھا۔

گفت ہیں از ذکر چوں و اماندہ	چوں پشیمانی ازاں کش خواندہ
انہوں نے کہا۔ ہائیں! تو ذکر سے کیوں رک گیا	تو اس سے کیوں شرمندہ ہے کہ اس کو پکارتا تھا

یعنی حضرت خضر علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ ارے ذکر سے کیوں رہ گیا اور جس کو کہ پکارا کرتا تھا اس سے کیوں پشیمان ہوتا ہے۔

گفت لبیکم نمی آید جواب	زاں ہمی ترسم کہ باشم ردباب
اس نے کہا جواب میں میرے پاس لبیک نہیں آ رہا ہے	اس سے میں خونزدہ ہوں کہ میں مردود بارگاہ ہوں

یعنی اس نے عرض کیا کہ میرے جواب میں لبیک تو آتا نہیں تو مجھے خوف ہے کہ کہیں مردود بارگاہ نہ ہو جاؤں۔ مطلب یہ کہ جب وہاں مقبول نہیں ہے تو مجھے خوف ہے کہ کہیں اس سے بھی نہ جاؤں اور بالکل ہی مردود نہ ہو جاؤں۔

گفت خضرش کہ خدا گفت ایں بمن	کہ برو باو بگو اے ممتحن
اس سے (حضرت) خضر نے کہا کہ خدا نے یہ مجھ سے کہا ہے	کہ جاؤ اس سے کہو اے آزمائش میں پڑنے والے

یعنی خضر علیہ السلام نے اس سے کہا کہ حق تعالیٰ نے مجھ سے فرمایا کہ اس سے کہہ دو کہ اے ممتحن

گفت آں اللہ تو لبیک ماست	آں نیاز و درد و سوزت پیک ماست
و تیرا اللہ کہنا (ہی) ہماری لبیک ہے	وہ عاجزی اور تیرا درد و سوز ہی ہمارا قاصد ہے

یعنی ارشاد ہوا ہے کہ وہ اللہ کہنا تیرا ہمارا لبیک ہے اور یہ نیاز و سوز اور درد تیرا ہمارا قاصد ہے۔

نے ترا درکار من آوردہ ام	نے کہ من مشغول ذکر ت کردہ ام
کیا میں نے تجھے (اپنے) کام میں نہیں لگا رکھا ہے	کیا میں نے تجھے ذکر میں مشغول نہیں کر رکھا ہے

یعنی کیا میں نے ہی تجھے کام میں نہیں لگایا ہے اور کیا میں نے ہی تجھے ذکر میں مشغول نہیں کیا

حیلہاؤ چارہ جو یہائے تو	جذب مابود و کشاد ایں پائے تو
تیری تدبیریں اور کوششیں	ہماری کشش (سے) تمہیں اور اس نے تیرے پاؤں کھولے

یعنی تیرے حیلے اور تیری چارہ جوئیاں یہ ہمارا جذب تھا کہ جس نے تیرا پاؤں کھول دیا۔

ترس و عشق تو کمند لطف ماست	زیر ہر یارب تو لبیک ماست
تیرا خوف اور عشق ہماری مہربانی کی کند ہے	تیرے ہر یارب کہنے میں ہماری لبیکیں ہیں

یعنی تیرا خوف اور تیری محبت یہ ہمارے لطف کی کند ہے اور تیرے ہر یارب کے نیچے بہت سے لبیک ہیں مطلب یہ کہ تم جو پکار رہے ہو اور اللہ اللہ کر رہے ہو یہ ہماری توفیق ہی سے تو ہے اور تمہارا یہ اللہ کرنا ہی ہمارا لبیک کہنا ہے اس لئے کہ اگر ہم جواب نہ دیتے تو پھر دوبارہ تم کو توفیق ہی کیوں دیتے ایک مرتبہ کے بعد دوبارہ توفیق ہوتی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہم نے اول کو قبول کر لیا اور اس کا جواب دیدیا اور دلیل اس کی یہ ہے کہ۔

جان جاہل زیں دعا جز دور نیست	زانکہ یارب گفتنش دستور نیست
جاہل کی جان اس دعا سے دور ہی ہے	کیونکہ یارب کہنا اس کی عادت نہیں ہے

یعنی جاہل کی جان دعا سے سوائے دور کے نہیں ہے اسی لئے یارب کہنا اس کا دستور نہیں ہے۔ یعنی دیکھو مطلب یہ کہ جو کہ محبوب ہے اس کو اللہ کہنے کی توفیق ہی نہیں ہوتی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جس کو توفیق ہوتی ہے وہ مقبول ہو جاتا ہے جب تو توفیق ہوتی ہے۔

تانه نالد با خدا وقت گزند	بروہان و بردش قفل است و بند
تاکہ تکلیف کے وقت خدا سے نالہ نہ کر سکے	اس کے منہ اور دل پر تالا اور بند ہے

یعنی اس محبوب کے منہ اور دل پر تو قفل اور قید ہے تاکہ خدا کے آگے مصیبت کے وقت نہ رو سکے اور جو کہ عرض اور دعا کر سکے معلوم ہوا کہ وہ مقبول ہو گیا۔ آگے اس محبوبیت کی وجہ سے دعا نہ کر سکنے کی ایک نظیر بیان فرماتے ہیں۔

تاکہ کرد او دعویٰ عز و جلال	دادم فرعون را صد ملک و مال
یہاں تک کہ اس نے خدائی کا دعویٰ کر دیا	فرعون کو سینکڑوں ملک اور مال دیے

یعنی حق تعالیٰ نے فرعون کو سینکڑوں ملک اور مال دیئے یہاں تک کہ اس نے خدائی کا دعویٰ کر دیا۔

تانه نالد سوئے حق آں بد گہر	در ہمہ عمرش نہ دید او درد سر
تاکہ وہ بداصل اللہ کی جناب میں نالہ نہ کر سکے	اپنی تمام عمر اس نے سر کا درد نہ محسوس کیا

یعنی تمام عمر میں اس کو درد سر بھی نہ ہوا تاکہ وہ بدذات حق تعالیٰ کی درگاہ میں دعا ہی نہ کر سکے۔

حق نہ دادش درد ورنج و اندہاں	داد او را جملہ ملک این جہاں
اللہ نے اس کو درد اور رنج اور غم نہ دیئے	اس کو اس دنیا کی تمام سلطنت دے دی

یعنی اس کو اس جہان کے تو تمام ملک و مال دیئے مگر حق تعالیٰ نے اس کو درد اور رنج اور اندوہ نہ دیا اسی لئے وہ مغفوض تھا حق تعالیٰ کو منظور نہ ہوا کہ وہ دعا کرے آگے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

تا بخوانی مر خدا را در نہاں	درد آمد بہتر از ملک جہاں
تاکہ تو تنہائی میں خدا کو پکارے	درد دنیا کی دولت سے بہتر ہے

یعنی درد اس ملک جہان سے بھی بہتر ہے تاکہ تو خدا کو پوشیدگی میں پکار سکے مطلب یہ کہ وہ ملک و مال جو کہ غافل عن الحق کرنے والا ہو اس سے وہ درد جو کہ یاد دلانے والا ہو بہتر ہے کہ اس میں یاد حق تو ہے۔

شد نصیب دوستانش در جہاں	زانکہ درد ورنج و بار اندہاں
دنیا میں اس کے دوستوں کا حصہ ہے	اس لئے کہ درد اور رنج اور غموں کا بوجھ

یعنی اس لئے کہ درد ورنج اور بار اندوہ دوستان حق کو نصیب ہوتا ہے اور جو محبوب اور دشمن ہیں ان کا تو کبھی کان بھی گرم نہیں ہوتا۔

خواندن با درد از دل بردگیست	خواندن بیدرد از افسردگیست
درد کے ساتھ پکارنا دلربائی کی وجہ سے ہے	بغیر درد کے پکارنا افسردگی ہے

یعنی بے درد کی دعا تو دل افسردگی سے ہوگی اور با درد کی دعا دل بردگی سے ہوگی اس میں ضرور ایک سوز و گداز ہوگا جو کہ

در اجابت تک پہنچا دے گا۔

آں کشیدن زیر لب آواز را	یاد کردن مبدؤ و آغاز را
دبے ہونوں آواز نکالنا	مبدؤ اور شروع کو یاد کرنا ہے

یعنی وہ زیر لب آواز کو کھینچنا اور مبدؤ کو اور آغاز کو یاد کرنا۔

آں شدہ آواز صافی و حزیں	کاسخفدا اے مستغاث و اے معین
وہ آواز صاف اور غناک ہو چکی ہے	اے خدا اے مددگار اے معین

یعنی وہ صاف اور حزیں آوازیں ہوں کہ اے مستغاث اور اے مددگار مطلب یہ کہ جب درد ہوتا ہے تو آواز میں بھی لوچ پیدا ہو جاتا ہے اور اس کی وجہ سے وہ مقبول ہو جاتی ہے اور یہ اثر اس جذبہ حق کا ہوتا ہے جس کی وجہ سے یہ مرض آیا ہے اور دل میں یہ بات پیدا ہوئی ہے آگے ترقی کر کے فرماتے ہیں کہ

نالہ سگ در رہش بے جذبہ نیست	زانکہ ہر راغب اسیر رہنے ست
اس کے راستہ میں کتے کا رونا بھی بغیر جذبہ کے نہیں ہے	اس لئے کہ ہر رغبت کرنے والا ایک راہزن کا قیدی ہے

یعنی کتے کا نالہ بھی اس کی راہ میں بے جذبہ نہیں ہے اس لئے کہ ہر راغب ایک راہزن کا اسیر ہے مطلب یہ کہ ہر شخص کسی نہ کسی دنیاوی طمع وغیرہ میں پھنسا ہوا ہے کہ وہ اس کو مانع عن الحق ہوتی ہے مثلاً کتا ہے وہ ہڈی بوٹی کی طمع میں ہے مگر ان سب سے الگ کر کے جو ان کو متوجہ حق کر دیتا ہے وہ جذبہ حق ہی ہے لہذا معلوم ہوا کہ دنیا میں جس کو بھی توجہ الی الحق ہوتی ہے وہ بغیر جذبہ کے نہیں ہوتی۔ آگے ایک نظیر فرماتے ہیں۔

چوں سگ کہنے کہ از مردار رست	بر سر خوان شہنشاہاں نشست
اصحاب کہف کے کتے کی طرح جس نے مردار سے نجات حاصل کر لی	شہنشاہوں کے خوان پر بیٹھ گیا

یعنی اصحاب کہف کے کتے کی طرح کہ وہ مردار سے چھوٹ گیا اور بادشاہوں کے خوان پر بیٹھا مطلب یہ کہ دیکھو جذبہ حق وہ شے ہے کہ وہ کتا تھا مگر وہ آرام سے سو رہا ہے مردار خوری سے چھوٹ گیا اور پھر دیکھو آخر اس میں کوئی توبات تھی جو اس کا ذکر قرآن شریف میں آیا یہ ساری برکت جذبہ حق کی تھی۔

تا قیامت مے خورد او پیش غار	آب رحمت عارفانہ بے تغار
وہ غار کے سامنے قیامت تک پچا ہے	عارفانہ آب حیات بغیر پیالے کے

یعنی وہ قیامت تک غار کے آگے آب رحمت کو بے کسی برتن کے کھاتا رہے گا اس لئے کہ جب رحمت ان اصحاب کہف پر نازل ہوتی ہے تو اس میں سے ضرور ہے کہ اس کو بھی حصہ ملتا ہوگا اور یہ ظاہر ہے کہ آب رحمت کے کھانے کے لئے برتن وغیرہ کی کہیں کی بھی ضرورت نہیں ہے۔ آگے فرماتے ہیں کہ۔

اے بسا سگ پوست کورا نام نیست	لیک اندر پردہ بے آں جام نیست
اے مخاطب بہت سے معمولی لباس والے ہیں جن کا ذکر بھی نہیں ہے	لیکن در پردہ وہ اس جام کے بغیر نہیں ہیں

یعنی بہت سے سگ پوست کا کہ جن کا نام بھی نہیں ہے لیکن پردہ میں اس جام بغیر نہیں ہیں مطلب یہ کہ بہت ایسے ہیں کہ جو ظاہر میں بے نام و نشان ہیں مگر باطن میں شراب محبت حق سے پر ہیں۔ بلکہ زیادہ تو وہی ہیں جو ایسے ہیں نام والے اور مشہور تو کم ہی ہیں بہت سے تو اسی پردہ میں پوشیدہ ہیں۔

جاں بدہ از بہر آں جام اے پسر	بے جہاد و صبر کے باشد ظفر
اے صاحبزادے! اس جام کے لئے جان دیدے	بغیر جہاد اور صبر کے فتح کب ہوتی ہے

یعنی اے صاحبزادے! اس جام محبت کے (حصول کے) لئے جان دیدو اس لئے کہ بے مجاہدہ اور صبر کے فتح کب حاصل ہو سکتی ہے فتح تو جب ہی ہوگی جب کہ صبر سے کام لوگے اور مجاہدہ کروگے۔

صبر کردن بہر این نبود حرج	صبر کن کالبصر مفتاح الفرج
اس (جام) کے لئے صبر کرنے میں کوئی خرابی نہیں ہے	صبر کر کیونکہ صبر کشادگی کی کنجی ہے

یعنی اس کے لئے صبر کرنے کا کوئی حرج نہیں ہے صبر کرو اس لئے کہ صبر کشادگی کی کنجی ہے۔

زیں کمیں بے حزم و صبرے کس نہ جست	حزم را خود صبر آمد پاؤ دست
اس گھات سے بغیر احتیاط اور صبر کے کوئی نہیں بچ سکا	احتیاط کے لئے صبر خود ہاتھ پاؤں ہے

یعنی اس گھاتی سے بے سوچ بچار کے اور صبر کے کوئی نہ نکل سکا اور حزم کے لئے خود صبر پاؤں ہاتھ ہیں مطلب یہ کہ بے صبر کے اور مجاہدہ کے حزم سے کام نہیں چلتا لہذا دونوں کی ضرورت ہے۔

حزم کن از خورد کایں زہریں گیاست	حزم کردن زور و نور انبیاست
کھانے میں احتیاط برت کیونکہ یہ زہریلی گھاس ہے	احتیاط کرنا انبیاء کی طاقت اور نور ہے

یعنی اس کے کھانے سے پرہیز کرو اس لئے کہ یہ گھاس زہریلا ہے اور حزم کرنا زور اور نور انبیاء علیہم السلام کا ہے مطلب یہ کہ دنیا میں رہو تو سوچ سے کام لو اس لئے کہ یہ دنیا زہریلا گھاس ہے کہ ظاہر میں سرسبز ہے مگر حقیقت میں قاتل ہے اور اس کو سوچ سمجھ کر استعمال کرو اور خود حضرات انبیاء علیہم السلام نے حزم سے کام لیا ہے تو تم کو ان کی اتباع کی وجہ سے بھی حزم ضروری ہے۔ آگے فرماتے ہیں کہ۔

کاہ باشد کو بہر بادے جہد	کوہ کے ہر بادرا وز نے نہد
گھاس ہے جو ہر ہوا سے ہتی ہے	پہاڑ ہر ہوا کو کب جانچتا ہے

یعنی جو کہ ہر ہوا سے اچھلنے کودنے لگے وہ تو گھاس ہوتا ہے اور پہاڑ کب ہر ہوا کا وزن رکھتا ہے مطلب یہ کہ جو خام ہیں وہی ان تغیرات سے متاثر ہوتے ہیں اور اس دنیا کو خیال میں لاتے ہیں ورنہ جو پختہ ہو چکے ہیں ان کو تو ان حوادث کی پرواہ ہی نہیں

ہوتی لہذا خامی کو ترک کر کے پختگی حاصل کرو۔

ہر طرف غولے ہی خواند ترا	کائے برادر راہ خواہی ہیں بیا
چلاوا ہر جانب سے تجھے پکارتا ہے	کہ اے بھائی! راستہ چاہتا ہے خبردار آ جا

یعنی شیاطین تجھے ہر طرف بلارہے ہیں کہ اے بھائی! اگر راہ چاہتا ہے تو یہاں آ اور کہتا ہے کہ

رہنمایم ہمرہت باشم رفیق	من قلاوزم دریں راہ دیق
راستہ دکھاؤں گا اور تیرا رفیق سزا رہوں گا	میں اس ہارک راستہ میں تیرا رہنما ہوں

یعنی میں رہنما ہوں اور تیرے ہمراہ ہوں اور رفیق ہوں اور اس راہ دیق میں میں رہبر ہوں غرضکہ خوب بہکاتا ہے اور چاہتا ہے کہ کسی طرح یہ پھنس جاوے مولانا بچاتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ۔

نے قلاوزست و نے رہ داند او	یوسفکم روسوئے آل گرگ خو
وہ نہ رہنما ہے نہ راستہ جانتا ہے	اے یوسف! اس بھیڑیا مفت کی طرف نہ جا

یعنی نہ وہ رہبر ہے اور نہ خود راہ جانتا ہے تو اے یوسف (جیسے) تم اس بھیڑیا خصلت کی طرف مت جاؤ اگر اس کے کہنے کو صحیح مان لیا تو بس پھر غارت ہو گئے اور اس سے بچنا ہی تو حزم ہے اسی کو فرماتے ہیں کہ

حزم آل باشد کہ نہ فریبد ترا	چرب و نوش دامہائے این سرا
احتیاط یہی ہے کہ تجھے فریب نہ دے سکیں	اس دنیا کے پھنے اور شیریں جال

یعنی حزم یہی ہے کہ اس سرا دنیا کے جال کی چکنی چڑی باتیں لبھانہ لیں اس لئے کہ

کہ نہ چربی دارد و نے نوش او	سحر خواند می دم در گوش او
نہ ان میں چکنائی ہے نہ مٹھاس	وہ سحر پڑھتا ہے (اور) تیرے کان میں پھونکتا ہے

یعنی کہ نہ یہ چربی رکھتا ہے اور نہ لذت وہ جادو پڑھ رہا ہے اور کان میں پھونک رہا ہے۔ لہذا اس سے بچنا اور پرہیز کرنا بہت ضروری ہے اور وہ شیاطین کہتے ہیں کہ

کہ بیا مہمان ما اے روشنی	خانہ آل تست تو آن منی
کہ آ جا اے ہمارے مہمان اور (گھر کی) روشنی	گھر تیرا ہے اور تو میرا ہے

یعنی کہ اے روشن (دل) ہمارا مہمان آ۔ گھر تیری ملک ہے اور تو میری ملک ہے مطلب یہ کہ تو یہاں آ کہ گھر تیری ملک ہے مگر تجھ پر میرا قابو ہے تو جب وہ یہ کہے تو تم کو چاہئے کہ اس سے انکار کر دو اور کہہ دو کہ بھائی! ہم تیرے گھر باہر سے باز آئے اور یہی حزم ہے اور اسی کو سوچ اور اسی کو پرہیز کہتے ہیں۔ اسی کو فرماتے ہیں کہ۔

حزم آل باشد کہ گوئی تخمہ ام	یا سقیم و خستہ این دخمہ ام
احتیاط یہ ہوگی کہ تو کہہ دے میں بدہنسی میں ہوں	(یا کہہ دے) میں اس قبرستان کا بیمار اور زخمی ہوں

یعنی حزم تو یہ ہے کہ کہہ دو مجھے تخمہ ہو رہا ہے یا میں مریض اور خستہ اس دخمہ کا ہوں مطلب یہ کہ جب وہ بلاوے اور کہے کہ یہ میری چیزیں کھا لو تو حزم کی بات تو یہ ہے کہ اس کو ہاتھ بھی نہ لگاؤ بلکہ اس سے انکار کر دو یا یوں کہہ دو۔

یا سرم در دست و درد سر ببر	یا مرا خواند است آل خالو پسر
یا (کہہ دے) میرے سر میں درد ہے اور درد سر دور کر دے	یا (کہہ دے) مجھے ماموں کے بیٹے نے بلایا ہے

یعنی یا میرے سر میں درد ہے تو میرے سر کے درد کو کاٹ دے یا یہ کہہ مجھے اس خالو کے بیٹے نے بلایا ہے یعنی اس سے یہ عذر کر دو کہ اچھا اگر فلاں کام میرا کر دو تو میں چلنے کو تیار ہوں اور کام ایسا بتاؤ کہ اس سے نہ ہو سکے غرض کہ کسی نہ کسی طرح اس سے جان بچاؤ اس کی وجہ فرماتے ہیں کہ۔

زانکہ یک نوشت دہد بانیشہا	کہ بکار دور تو نیشہا ریشہا
کیونکہ وہ تجھے ایک شہد بہت سے ذکوں کیساتھ دے گا	اس کا شہد تجھ میں بہت سے زخم پیدا کر دے گا

یعنی اس لئے کہ وہ تجھے ایک نوش بہت سے نیشوں کے ساتھ دیتا ہے کہ وہ اس کے نیش تیرے اندر بہت سے زخم پیدا کر دیں گے۔

زر اگر پنجاہ وگر شصت دہد	ماہیا او گوشت در شصت نہد
وہ اگر پچاس یا ساٹھ اثر فایا تجھے دے	اے مچھلی وہ کانٹے میں تیرے لئے گوشت لگا رہا ہے

یعنی وہ اگر تمہیں پچاس یا ساٹھ روپے دیتا ہے تو اے مچھلی وہ شصت میں تجھے گوشت دے رہا ہے۔

گر دہد خود کے دہد آل پر حیل	جو زبوسید ست و گفتار دغل
اگر وہ جیلہ ہا ز کچھ دیتا بھی ہے تو کہاں دیتا ہے	(اس کے) اثر و سڑے ہوئے ہیں اور ہاتھیں مکاری کی ہیں

یعنی اگر وہ (ظاہر میں) دیتا ہے (مگر حقیقت میں) وہ پر حیل کب دیتا ہے وہ جو زبوسیدہ ہے اور اس کی بات دھوکہ ہے مطلب یہ ہے کہ اگر چہ یہ شیاطین ظاہر میں کوئی بات نفع کی بھی بتادیں مگر حقیقت میں اور اصل میں وہ مضر اور نقصان دہ ہی ہوتی ہے۔

ژغوغ زر مغز و عقلت را برد	صد ہزاراں عقل را یک نشمرد
اثر فیوں کی ٹھکنناہٹ تیرے دماغ اور عقل کو زائل کر دیتی ہے	لاکھوں عقلوں کو ایک بھی نہیں سمجھتی ہے

یعنی روپیہ کا پچنا تیرے مغز اور عقل کو لے جاتا ہے اور لاکھوں عقلوں کو ایک بھی نہیں گنتا مطلب یہ کہ دنیا کی محبت وہ ہے کہ تمام عقول اس کے آگے پست ہو جاتی ہیں اور سب پر یہ غالب آتی ہے اور عقل کو بالکل سلب کر دیتی ہے پس چاہئے کہ حرص اور محبت دنیا کو دل میں جگہ نہ دے اس لئے کہ۔

یار تو خرچین تست و کیسہ ات	گر تو را مینی مجو جز ویسہ ات
تیرا دوست تیرا ناشتہ دان اور تیری خیل ہے	اگر تو را مین ہے اپنی ویسہ کے علاہ کسی کو نہ چاہ

یعنی تیرا یا تیری خرمین اور تیرا کیسہ ہے اگر تو راین ہے تو سوائے اپنی ویسہ کے اور کسی کو مت تلاش کر راین ایک عاشق کا نام ہے اور ویسہ اس کی معشوقہ کا مطلب یہ کہ تمہارا معشوق اور مطلوب اصل جو ہے اس کی تلاش کرو اور ادھر ادھر بہکے ہوئے مت پھرو آگے خود اس کی تعین فرماتے ہیں کہ۔

ویسہ و معشوق تو ہم ذات تست	ویں برونیہا ہمہ آفات تست
تیری ویسہ اور معشوقہ تیری ہی ذات ہے	اور یہ بیرونی چیزیں سب تیری مصیبتیں ہیں

یعنی تمہاری ویسہ اور تمہارا معشوق خود تمہاری ذات ہے اور یہ باہر کی اشیاء سب تمہاری آفات ہیں مطلب یہ کہ من عرف نفسه فقد عرف ربه اگر تم کو خود اپنی ذات کی معرفت ہو جاوے تو ظاہر ہے کہ حق سبحانہ تعالیٰ کی معرفت ضرور ہوگی تو بس تمہارا مطلوب تمہاری ذات ہے تم باہر کیوں تلاش کرتے ہو آگے فرماتے ہیں کہ۔

حزم آل باشد کہ چوں دعوت کنند	تو نگوئی مست و خواہان من اند
احتیاط یہ ہے کہ جب تجھے بلائیں	تو یہ نہ کہتا وہ عاشق اور میرے خواہاں ہیں

یعنی حزم تو یہ ہے کہ یہ شیاطین جب بلاویں تو تم یہ نہ کہو کہ میرے مست اور خواہاں ہیں بلکہ ان کو غیر ہی سمجھو اس لئے کہ

دعوت ایشان صغیر مرغ داں	کہ کند صیاد در مکن نہاں
ان کی دعوت کو پرندوں کی سیٹی سمجھ	جو شکاری گھات میں چپ کر بجاتا ہے

یعنی ان کی دعوت وہ آواز مرغ سمجھو جس کو کہ صیاد گھات میں پوشیدہ کر دیتا ہے۔

مرغ مردہ پیش بنہادہ کہ این	می کند این بانگ و آواز حنین
مرا ہوا پرندہ اس نے آگے رکھ لیا ہے کہ یہ	آواز اور فریاد اور نالہ کر رہا ہے

یعنی اس صیاد نے مرغ مردہ ایک آگے رکھ لیا ہے کہ یہ آواز اور بکا کر رہا ہے۔

مرغ پندارد کہ جنس اوست آل	جمع آید بر در دشاں پوست آل
پرندے سمجھتے ہیں کہ وہ ان کا ہم جنس ہے	وہ جمع ہو جاتے ہیں اور وہ ان کی کھال اور میز دیتا ہے

یعنی جانور تو سمجھتا ہے کہ یہ اس کی جنس ہی ہے تو وہ گرد آجاتا ہے اور وہ صیاد اس کی کھال پھاڑ ڈالتا ہے۔ مطلب یہ کہ جس طرح صیاد جال کے آگے ایک مردہ جانور بٹھا کر سیٹی بجاتا ہے تو دوسرے جانور جو سنتے ہیں وہ سمجھتے ہیں کہ ہمارا ہم جنس سامنے بیٹھا ہے اور وہ آواز کر رہا ہے لہذا سب اس کے پاس آکر جمع ہوتے ہیں اور جال میں پھنستے ہیں اسی طرح شیاطین تم کو پکارتے ہیں اور تم کو پکارتے ہیں ہم اپنے ہم جنس جان کر ان کے پاس چلے جاتے ہیں حتیٰ کہ وہ ہم کو بھی دوست بناتے ہیں لہذا ہم کو چاہئے کہ ذرا سوچ سمجھ کر دیکھ بھال کر سمجھیں کہ آیا ہمارا ہم جنس ہی ہے یا کوئی اور ہے آگے فرماتے ہیں کہ۔

جز مگر مرغی کہ حزمش داد حق	تا نگرود گنج ازاں دانہ ملق
سوائے اس پرندے کے جس کو خدانے عقل دیدی ہے	تاکہ اس دانہ اور خوشامد سے حق نہ بنے

یعنی سوائے اس جانور کے کہ جس کو حق تعالیٰ نے حزم عطا فرمایا ہے تاکہ وہ اس دانہ چا پلوسی سے پریشانی میں نہ پڑے۔ مطلب یہ کہ اور سب جال میں پھنس جاتے ہیں مگر جس کو حق تعالیٰ نے عقل اور حزم عطا فرمایا ہو بھلا وہ اس بناوٹی دانہ اور چا پلوسی میں کب پھنس سکتا ہے اس کو تو اس سے ہرگز پریشانی نہ ہوگی۔

ہست بے حزمے پشیمانی یقین	حزم را مگزار و محکم کن تو ایں
بے احتیاطی یقیناً پشیمانی ہے	احتیاط کو نہ چھوڑ تو اس کو مضبوط کر لے

یعنی بے حزم کے پشیمانی یقیناً ہے تو حزم کو ترک مت کرو اور دین کو مضبوط کرو مطلب یہ کہ بے سوچ اور فکر کے تو ضرور پریشانی اور پشیمانی ہوتی ہے لہذا چاہئے کہ دین کو مضبوط رکھو اور حزم کو اختیار کرو تا کہ ان ساری بلاؤں سے نجات ہو۔

زانکہ بے حزمے شقاوت بردہد	دیں رود از دست و درد سر دہد
اس لئے کہ بے احتیاطی بدبختی کا پھل دیتی ہے	دین ہاتھ سے نکل جاتا ہے اور درد سر پیدا کر دیتی ہے

یعنی اس لئے کہ بے حزم کے شقاوت پھل دیتی ہے اور ہاتھ سے دین جاتا رہتا ہے اور درد سر دیتا ہے مطلب یہ کہ بے فکر کے ہمیشہ پریشانی ہی ہوتی ہے لہذا چاہئے کہ کام ہمیشہ حزم اور فکر سے کرے تاکہ پشیمانی اور پچھتانا نہ پڑے۔

بشنو ایں افسانہ را در شرح ایں	تاشوی حازم برائے حفظ دیں
اس کی تشریح میں یہ قصہ سن لے	تاکہ تو دین کی حفاظت کیلئے پختہ کار بن جائے

یعنی اس امر کی شرح میں اس قصہ کو سنو تا کہ تم حفاظت دین کے لئے حزم والے ہو جاؤ مطلب یہ کہ ہم ایک حکایت بیان کرتے ہیں جس سے کہ معلوم ہوگا کہ ہر کام میں حزم اور احتیاط کی ضرورت ہے اس سے استدلال کر کے تم کو چاہئے کہ امور دین میں احتیاط سے کام لو اس لئے کہ امور دین تو بہت اہم اور احتیاط کے قابل ہیں آگے حکایت کو بیان فرماتے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک دیہاتی اور ایک شہری کی آپس میں دوستی تھی وہ دیہاتی ہمیشہ اس شہری کا مہمان رہا کرتا تھا اور اصرار کیا کرتا تھا کہ تم بھی کبھی ہمارے یہاں آؤ اور وہ ہمیشہ بہانے کیا کرتا تھا آخر کار ایک مرتبہ کج بختی کا مارا چلا گیا اس دیہاتی نالائق نے خوب ہی پریشان کیا تو دیکھو چونکہ اس شہری نے احتیاط اور حزم سے کام نہ لیا تھا اس لئے پریشان ہو اور نہ کیوں پریشان ہوتا۔ اب حکایت سنو فرماتے ہیں کہ۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح: ناصح نے کہا کہ میری نصیحت خوب اچھی طرح سن لو تا کہ تمہارے دل و جان رنج و محن کی مصیبت میں نہ گرفتار ہو جائیں دیکھو میں تم سے تاکید کرتا ہوں کہ نباتات اور پتوں پر قناعت کرنا اور ہاتھی کے بچوں کے شکار کے درپے نہ ہونا میں نصیحت کا قرض اپنے سر سے اتار چکا ہوں تم کو اختیار ہے مانویانہ مانو لیکن اگر مانو گے تو یاد رکھو میری نصیحت کا انجام بہتر ہی ہوگا میں اس لئے آیا تھا کہ یہ پیغام جس کا پہنچانا بمقتضائے حکمت مجھ پر واجب تھا تم کو پہنچا دوں اور تاکہ تم کو اس ندامت سے نجات دوں جو کہ جہل واقعہ کے سبب تم کو پیش آتی دیکھو ایسا نہ ہو کہ طمع تم کو صراط مستقیم سے بھٹکا دے اور اس جہان کے بظاہر خوش و لذیذ متاع کی طمع

تہاری بیخ کنی نہ کر دے یہ نصیحت کی اور خدا حافظ کہہ کر رخصت ہو گیا۔ جب وہ چلا گیا تو ان لوگوں نے سفر شروع کیا اور راستہ میں غذا کی کمی اور بھوک بے حد ہو گئی دفعۃً انہوں نے راستہ کی ایک جانب ہاتھی کا ایک بہت چھوٹا بچہ دیکھا جو خوب موٹا تازہ تھا اس کو دیکھ کر یہ لوگ اس کو سب بھیڑیوں کی طرح لپٹ گئے اور اس کو چٹ کر کے فارغ ہو گئے لیکن ایک ہمراہی نے نہ کھایا بلکہ اوروں کو بھی منع کیا کیونکہ اس کو حکیم کی نصیحت یاد تھی اور وہی بات اس کو اس کے کباب کھانے سے مانع آئی۔ اے رفیق شاہباش کہ تو نے اس نصیحت پر عمل کیا تو دیکھنا کہ وہ پرانی اور تجربہ کار عقل تجھ کو ایک نیا نصیحت عطا کرے گی جیسا کہ اس کا قاعدہ ہے۔ خیر یہ لوگ کھاپی کر لیٹ رہے اور سب کے سب سو رہے اور یہ بھوکا شخص ان سب کا پاسبان ہوا۔ اتنے میں اس نے دیکھا کہ ایک خوفناک ہاتھی آیا اور اول وہ اس محافظ کی طرف لپکا اس نے تین مرتبہ اس کا منہ سونگھا لیکن اس کو اس کے منہ سے اپنے بچے کے کبابوں کی بو نہیں آئی وہ کئی بار اسکے چاروں طرف گھوما اور چلا گیا اس زبردست ہاتھی نے اس بے چارہ کو کچھ نہیں کہا۔ اس کے بعد ان سونے والوں میں سے ہر شخص کا منہ سونگھا پس ان سونے والوں میں سے ہر ایک کے منہ سے جس نے اس کے بچے کے کباب کھائے تھے کباب کی بو آئی اس نے اس کو فوراً چیر پھاڑ ڈالا اور مار ڈالا اس نے اس جماعت میں سے ایک ایک کو پھاڑ ڈالا اور اس کو کچھ بھی خوف نہ ہوا یہ ان کو اٹھا اٹھا کر اوپر پھینکتا تھا اور وہ گر کر پارہ پارہ ہو جاتے تھے یہاں تک ہاتھی کا واقعہ بیان فرما کر آگے مضمون ارشادی کی طرف انتقال فرماتے ہیں۔ اور فرماتے ہیں کہ اے مخلوق کے خون کھانے والے اس روش کو چھوڑتا کہ ان کا یہ خون تجھے جنگ باخدا میں مبتلا نہ کر دے۔ کیونکہ ارشاد ہے کہ من عادی لی ولینا فقد آذنتہ بالحرب یا یوں کہو کہ ان کا خون تیرے مخالف نہ ہو جاوے اور تیری گردن پر سوار ہو کر تجھے کسی بلا میں نہ پھنسا دے ایک اور بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے وہ یہ کہ ان کا مال بھی خون ہی کا حکم رکھتا ہے کیونکہ مال علی العموم کسب سے ہاتھ آتا ہے اور کسب قوت سے حاصل ہوتا ہے اور قوت خون سے پس مال کھانا بھی حکم میں خون کھانے کے ہوا۔ حق سبحانہ اپنے بندوں کے یوں ہی مربی ہیں جس طرح ہاتھی اپنے بچوں کا بلکہ اس کی تربیت ہاتھی کی تربیت سے کہیں اعلیٰ ہے خون کھانے والے کے دشمن ہو جاتے ہیں اور اس سے انتقام لیتے ہیں اور گوشت کھانے والے تو ہاتھی کے بچے کھاتا ہے یعنی بندگان حق سبحانہ کو ستاتا ہے تجھ کو آگاہ ہونا چاہئے کہ ہاتھی (حق سبحانہ) مخالف ہو کر تجھے تباہ کر دے گا یہ نہ سمجھنا کہ خبر کیسے ہوگی خود اس کی بو ایسے مکار کو رسوا کر دیتی ہے ہاتھی اپنے بچے کی بو جانتا ہے یعنی گناہ میں ایک خاص اثر ہوتا ہے جس سے کہ وہ ظاہر ہو جاتا ہے مگر حق سبحانہ اپنے علم میں اس اثر کے محتاج نہیں بلکہ وہ قطع نظر اس اثر سے بھی جانتے ہیں افلا یعلم من خلق و هو اللطیف الخیر یہاں ہاتھی کے قصہ کی مناسبت سے یہ عنوان تعبیر اختیار کیا گیا ہے خیر وہ تو علیم و خیر ہے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی (جس وقت حق سبحانہ چاہتے تھے) اپنے زمانہ میں گناہ کو اس کے اثر خاص سے معلوم کر لیتے تھے اس کا تم کو منکر نہ ہونا چاہئے کیونکہ یہ ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا ہے انی لاجد نفس الرحمن من قبل الیمن پس جب کہ وہ انفاس رحمانیہ کو یمن سے بقدرت حق سبحانہ و مشیت الہیہ معلوم کر سکتے ہیں تو وہ باطل کو اس کی بو اور اثر سے کیوں نہیں معلوم کر سکتے نیز جبکہ وہ اتنی دور سے ایک بو کو معلوم کر سکتے ہیں تو پاس سے کیوں نہیں دریافت کر سکتے۔ (ف) یاد رکھنا چاہئے کہ ادراک مغیبات آپ کی عام حالت نہ تھی جیسا کہ نصوص اس پر شاہد ہیں بلکہ احوال خاصہ میں ایسا ہوتا تھا اور راز اس میں یہ ہے کہ اس ادراک میں قوت بشریہ کو دخل نہیں بلکہ اس کا تعلق قدرت الہیہ سے ہے اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یاد گیر اہل اللہ قوت بشریہ سے جو کام کرتے ہیں وہ تو ان کا اختیاری ہے اور جو بقوت الہیہ کرتے ہیں اس میں وہ مختار نہیں اس لئے ان

میں مشیت الہیہ خاصہ کو دخل ہے جب حضرت حق چاہتے ہیں اس وقت ان سے افعال خرق عادت صادر ہوتے ہیں اور ایسا نہیں ہوتا کہ جس وقت وہ چاہیں دیگر افعال اختیار یہ کی طرح یہ افعال بھی صادر ہو جائیں اس بناء پر ہم نے جس وقت حق سبحانہ چاہتے تھے وغیرہ الفاظ بڑھائے اور چونکہ فرمایا ہے کہ جب وہ اتنی دور سے معلوم کر لیتے تھے تو پاس سے کیوں نہ دریافت کر لیتے ہوں گے یہ قرینہ ہے اس کا یہ بیان حالت حیات کا ہے نہ کہ بعد الممات کا کما ہوا ظاہر اس لئے ”ہم نے اپنے زمانہ میں“ یہ الفاظ بڑھائے اور صبح حال جو شعر آئندہ میں مستعمل ہوئے ہیں ان سے کسی کو شبہ نہ ہونا چاہئے کیونکہ مولانا استعمال صبح میں اکثر تسامح فرماتے ہیں علاوہ ازیں یہ کلام حکایت حال پر محمول ہو سکتا ہے۔ قدر وہ ضرور دریافت کر لیتے تھے مگر غایت کرم سے ہم پر اپنا علم ظاہر نہ فرماتے تھے کیونکہ افعال حسنہ و سیئہ کا اثر تو اس قدر قوی ہے کہ آسمان والوں کو بھی اس کا علم ہو جاتا ہے اور بقدرت الہیہ پھر ارباب بصیرت کا ملہ جو زمین پر رہتے ہیں کیوں نہیں جان سکتے تم سوتے ہوتے ہو مگر اس حرام کی بوجہ تم نے کھایا ہے آسمان سے ٹکر کھاتی ہے وہ تمہارے برے سانسوں کے ساتھ ساتھ جاتی ہے حتیٰ کہ آسمان کے صاحب ادراک رہنے والوں تک پہنچتی ہے۔ یہ عنوان بیان بطور استعارہ کے ہے نہ کہ بطور حقیقت کے اور مقصود صرف اتنا ہے کہ تمہارے گناہوں کی آسمان والوں کو بھی اطلاع ہوتی ہے فقط آدمی جب بات کرتا ہے تو جس طرح اس وقت پیاز کی بو آتی ہے یوں ہی تکبر اور حرص اور آز کی بو بھی آتی ہے اور باتوں ہی سے تکبر اور حرص کا پتہ چل جاتا ہے اگر تم انکار کرو کہ میرے اندر تکبر اور حرص نہیں اور قسم بھی کھاؤ تب بھی یقین نہیں ہو سکتا جس طرح کوئی شخص لہسن پیاز کھائے اور قسم کھائے کہ میں نے نہیں کھائے تو ہرگز یقین نہیں ہو سکتا بلکہ تمہارا یہ کلام یعنی یہی خود چیغلی کھاوے گا اور کہے گا کہ اس نے ضرور کھایا ہے اور یہ جھوٹا ہے۔ جو انکار کرتا ہے اس لئے کہ اس وقت اس کے منہ سے ایک بھپکارا نکلے گا جو کہ پاس بیٹھنے والوں کے دماغ سے ٹکرائے گا جب کہ تم کو معلوم ہو گیا کہ گناہوں کے لئے ایک خاص قسم کی بو ہے جو اس کے مناسب ہے پس وہ بوجہ قبول دعا سے مانع ہوتی ہے کیونکہ وہ دعا اس بو کے ساتھ ملتبس ہوتی ہے اور اسی کی بو ناپسندی کے سبب سے دعا بھی رد ہو جاتی ہے۔ نیز جس طرح بوئے پیاز سے باطنی حالت معلوم ہو جاتی ہے یونہی اس دعا سے بھی دل کی کجی معلوم ہو جاتی ہے پس ایسی دعا کا جواب یہ ہوتا ہے کہ دور ہو جاؤ ہم سے کلام مت کرو کیونکہ یہ ایک قسم کا فریب ہوتا ہے اور فریب کا جواب رد کے ڈنڈے سے دیا جاتا ہے۔ یاد رکھو کہ حق سبحانہ کی جناب میں الفاظ کام نہیں دیتے بلکہ وہاں معنی کی ضرورت ہے پس اگر الفاظ درست نہ ہوں اور معنی ٹھیک ہوں تو وہ نادرست الفاظ حق سبحانہ کے یہاں مقبول ہیں اور اگر معنی درست نہ ہوں اور الفاظ درست ہوں تو اس کی جناب میں الفاظ کی کچھ بھی وقعت نہیں دیکھو حضرت بلال رضی اللہ عنہ اذان میں بجائے حی کے ہی کہتے تھے مگر خلوص کے ساتھ اس پر کچھ لوگوں نے کہا کہ حضور والا اس وقت دین کی ابتدائی حالت ہے ایسی حالت میں ایسی غلطی ٹھیک نہیں پس یا رسول اللہ و یا نبی اللہ آپ کوئی ایسا موزن مقرر فرمائیے جس کی زبان صحیح اور صاف ہو کیونکہ ابتدائے دین و آغاز ہدایت میں حی علی الفلاح کوھی علی الفلاح پڑھنا سخت عیب کی بات ہے لوگوں کو اس سے نفرت ہوگی یہ سن کر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا غضب جوش میں آیا اور حق سبحانہ کی ان مخفی عنایتوں میں سے ایک دو کو اشارۃ ظاہر فرمایا جو کہ تخلصین پر ہوتی ہیں اور یہ فرمایا کہ ارے پاجیو بلال کے ہی حق سبحانہ کی جناب میں تمہاری محض زبانی حی و حی سے بہتر ہے دیکھو تم مجھے بہت نہ پریشان کرو ورنہ میں تمہارے راز اول سے آخر تک سب کہہ ڈالوں گا اس سے ثابت ہوا کہ وہاں الفاظ کی پوچھ نہیں بلکہ معنی کی قدر ہے اب اگر خود تمہارے اندر یہ صفت نہیں ہے تو جاؤ۔ دیگر اہل اللہ اور ارباب صفائے باطن سے دعا کرو چونکہ آدمی کچھ نہ

کچھ گناہ ضرور کرتا ہے خواہ وہ اس کے مرتبہ ہی کے نسبت سے گناہ ہو اور نئی لفسہ گناہ نہ ہو اس لئے اس کے حق میں خود اس کی دعا کی نسبت دوسروں کی دعا زیادہ مقبول ہوتی ہے اس بنا پر حق سبحانہ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے جبکہ وہ دعا میں اپنی حاجات طلب کر رہے تھے یہ فرمایا کہ اے کلیم مجھ سے مجھ کو ایسے منہ سے مانگنا چاہئے جس سے تم نے گناہ نہ کیا ہو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا کہ یا اللہ میرا منہ تو ایسا نہیں حق سبحانہ نے جواب دیا کہ مطلب یہ ہے کہ دوسرے شخص سے اپنے لئے دعا مانگو اور یعنی تم کو ان کے ساتھ ایسا برتاؤ کرنا چاہئے کہ وہ رات دن تمہارے لئے دعا کریں پس یہ وہ منہ ہے جس سے تم نے گناہ نہیں کیا کیونکہ دوسرے کے منہ سے آدمی گناہ نہیں کرتا لہذا اس سے دعا مانگنا چاہئے اور دوسری صورت یہ ہے خود اپنے ہی منہ کو پاک کرنا چاہئے جس کا طریقہ یہ ہے کہ اپنی روح کو راہ طاعت میں چست و چالاک کرنا چاہئے اور ذکر حق میں مشغول ہونا چاہئے اس سے پاکی حاصل ہو جاوے گی کیونکہ حق سبحانہ کا ذکر تو پاک ہے جب پاکی آجائیگی تو ناپاکی خود ڈیڑھ ڈنڈا اٹھا کر چلتا ہوگی کیونکہ پاکی اور ناپاکی ایک دوسرے کی ضد ہیں اور ایک ضد دوسری ضد سے بھاگتی ہے دیکھو جب روشنی آتی ہے تو تاریکی چپت ہو جاتی ہے پس جب ذکر اللہ منہ میں آئے گا تو نہ ناپاکی رہے گی اور نہ ناپاک منہ رہے گا۔ اب ہم ایک قصہ بیان کرتے ہیں جس سے بدالالت مطاہقی تو قبولیت ذکر ثابت ہوگی اور بدالالت الزامی ذکر اللہ کا مطہر دہن ہونا ظاہر ہوگا۔ ایک شخص رات کو اللہ اللہ کیا کرتا تھا تا کہ ذکر اللہ سے اس کے ہونٹوں کو شیرینی اور لذت حاصل ہو۔ ایک مرتبہ شیطان نے اس سے کہا کہ اے بے حیا چپ بھی رہ آخر تو کب تک اللہ اللہ کرے گا تو نے حد سے بڑھ کر اور اس قدر کثرت سے اللہ اللہ کی بھلا ایک ندا کا بھی جواب ملا تخت شاہی سے تو ایک بھی جواب نہ ملا تو بے حیائی سے کب تک اللہ اللہ کے نعرے لگاتا رہے گا اس دوسرے سے وہ شکستہ دل ہو کر لیٹ رہا تب اس نے ایک سبزہ زار کے اندر حضرت خضر علیہ السلام کو خواب میں دیکھا انہوں نے فرمایا ارے تو نے ذکر کیوں چھوڑ دیا اور خدا کو پکارنے سے تو پشیمان کیوں ہو اس نے کہا چونکہ میری ندا کا جواب نہیں ملتا اس لئے میں خیال کرتا ہوں کہ حق سبحانہ کو میرا پکارنا پسند نہیں اور جب میرا پکارنا ان کو ناپسند ہے تو ایک ایسے فعل کی کثرت سے جو ان کو ناپسند ہے مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں وہ زیادہ ناخوش نہ ہوں۔ اور میں بالکل ہی مردود ہو جاؤں حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا کہ حضرت حق جل علانی نے مجھے حکم دیا ہے کہ تم جاؤ اور جا کر اس سے یہ کہو کہ اے کبھی تیری ماریں یہ تیرا اللہ اللہ کہنا ہی ہماری لیبک ہے جو تجھ کو خشوع و خضوع اور درد و سوز کے ذریعہ سے پہنچتی ہے جو کہ ہمارے قاصد ہیں یعنی میں نے ہی تو تجھے دین کے کام میں لگایا ہے اور میں نے ہی تجھے ذکر میں مشغول کیا ہے۔ یہ تیری تدبیریں اور علاج ہمارے جذب کا نتیجہ ہیں۔ جنہوں نے تیرا پاؤں کھولا اور ہمارے راستہ پر چلتا کیا اور یہ جو تیرے اندر خوف اور محبت ہے یہ ہماری ہی لطف کی کندہ ہے اس سے ثابت ہوا کہ تیرے ایک اللہ کے تحت میں ہمارے بہت سے جواب موجود ہیں یاد رکھو کہ خدا کو نہ پہچاننے والے کو دعا ہی میسر نہیں ہوتی کیونکہ اس کو دعا کی اجازت ہی نہیں۔ اس کے منہ پر اس کے ہونٹوں پر قفل لگا ہوا ہے تاکہ تکلیف کے وقت وہ حق سبحانہ کے سامنے نہ رو سکے چنانچہ فرعون کو بہت کچھ مال اور ملک دیا حتیٰ کہ اس نے عزت و عظمت حقیقی کا دعویٰ کیا اور عمر بھر میں اس کے سر میں کبھی درد نہیں ہوا یہ سب اس لئے کیا گیا کہ یہ امور اس کے ہونٹوں کے لئے قفل کا کام دیں اور توجہ الی اللہ سے اس کو مانع ہو جائیں اور وہ حق سبحانہ کے حضور میں رونہ سکے حق سبحانہ نے اس کو ملک دنیا عطا کیا اور رنج و غم کچھ نہ دیا اس کی وجہ یہ تھی کہ رنج و غم دنیاوی اس کے دوستوں کا حصہ ہیں کیونکہ یہ باعث ہیں مزید توجہ الی الحق کے پس دشمنوں کو کیسے مل سکتے ہیں۔ (ف یاد رکھنا چاہئے کہ مطلق رنج و غم دنیاوی دوستوں کا حصہ نہیں ہیں کیونکہ یہ خلاف

مشاہدہ ہے بلکہ وہ رنج و غم ان کا حصہ ہیں جو موجب توجہ الی اللہ ہوں) پس درد تمام ملک دنیا سے بہتر ہے اس لئے کہ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ تم متوجہ الی الحق ہوتے ہو برخلاف ملک دنیا کے کہ وہ مشاغل عن الحق ہے اور اگر بدوں درد کے کوئی پکارتا ہے تو محض اوپری دل سے ہوتا ہے جو نہ پکارنے کے برابر ہے اور درد کے ساتھ پکارنا یہ شیفتگی کے ساتھ اور تہ دل سے ہے چپکے ہی چپکے حق سبحانہ کو پکارنا اپنی ابتدائی حالت کو یاد کرنا آواز کا صاف اور غمگین ہونا اور یہ کہنا کہ اے خدا اے فریادرس اے مددگار یہ تمام باتیں درد ہی سے ہوتی ہیں جو عطاء حق سبحانہ ہوتا ہے آدمی تو آدمی کتے کا نالہ بھی اس کی راہ میں بدوں جذب حق سبحانہ نہیں ہے کیونکہ جو حق سبحانہ کی طرف راغب ہونے والا ہے وہ پابند ہے ایک رہزن کا جو اس کو مانع ہوتا ہے اس رغبت سے پس اس معاوقت کو اٹھانا اور دعویٰ کو مسلط کرنا یہ کام حق سبحانہ ہی کا ہے اس لئے ہر توجہ الی اللہ ناخوشی از جذب حق ہے (مگر جذب حق کے درجات متفاوت ہیں بعض جذبات کے بعد خذلان نہیں ہوتا اور بعض کے بعد ہو جاتا ہے) ہم نے اوپر کہا تھا کہ کتا بھی اس کی راہ میں بدوں جذب کے نالاں نہیں ہوتا۔ اس سے معلوم ہوا تھا کہ کتا بھی مجذوب حق ہوتا ہے اس پر کسی کو استعباد نہ ہونا چاہئے کیونکہ اس کی مثال موجود ہے۔ دیکھو سگ اصحاب کہف مردار سے چھوٹا بادشاہوں کے ساتھ خوانِ رحمت پر بیٹھ گیا اور قیامت تک وہ غار کے سامنے بیٹھا ہوا آبِ رحمت سے بدوں تغاری کے سیراب ہوتا رہے گا یہ تو حقیقی کتا تھا۔ اور بہت سے اہل اللہ ایسے ہیں کہ کتے کی طرح لوگوں کی نظروں میں ذلیل و خوار ہیں اور ان کا نام بھی کوئی نہیں جانتا لیکن باطن میں وہ جامِ محبت سے خالی نہیں ہیں پس ان کی طرح تم کو بھی یہ جام حاصل کرنا چاہئے اور اس کے حاصل کرنے کے لئے جان بھی دیدنی چاہئے اس لئے کہ بدوں مجاہدہ اور صبر کے کامیابی دشوار ہے اور اس جام کے حاصل کرنے کے لئے صبر کرنا حقیقت میں کچھ تنگی نہیں ہے پس صبر کرنا چاہئے کیونکہ صبر ہی فراخی کا آلہ ہے یاد رکھو کہ عام طور پر یہ ہی حالت ہے کہ بدوں صبر علی الطاعات وعن المعاصی اور بغیر حزم و احتیاط کے اس گھاٹی سے کوئی نہیں نکلا۔ الا ماشاء اللہ حزم کا ضروری ہونا تو ظاہر ہے رہا صبر وہ حزم کے لئے مدد و معاون بلکہ لازم ہے کہ اس کے بغیر حزم بھی نہیں ہو سکتا پس صبر کا ضروری ہونا بھی ظاہر ہو گیا تم کو کھانے میں احتیاط کو کام میں لانا چاہئے اس لئے کہ زہریلی گھاس ہے حزم و احتیاط بڑی اچھی چیز ہے کہ اولیاء اللہ کے لئے یہ قوت بازو اور موجب نور ہے یہ لوگ حزم کو ہرگز نہیں چھوڑتے اس لئے کہ ان کی مثال پہاڑ کی سی ہے اور اوروں کی مثال کاہ کی سی پس ہوا کاہ کو تو جنبش دے سکتی ہے مگر پہاڑ کے نزدیک اس کی کوئی وقعت نہیں۔ یوں ہی لذا نذ دنیاوی عوام کو ڈگمگا سکتے ہیں مگر اہل اللہ کو نہیں ڈگمگا سکتے یاد رکھو کہ ہر طرف سے تجھے ایک شیطان بلا رہا ہے کہ اے بھائی اگر تجھے راہِ راست مطلوب ہے تو ادھر آئیں رہنما ہوں میں تیرے ساتھ چلوں گا۔ میں اس کٹھن منزل کا رہنما ہوں تجھ کو میرا اتباع لازمی ہے۔ یعنی شیاطین تم کو معاصی کی طرف بلاتے ہیں اور ظاہر کرتے ہیں کہ یہی سیدھا راستہ ہے لیکن تم کو آگاہ ہونا چاہئے کہ نہ وہ رہبر ہیں اور نہ راستہ جانتے ہیں بلکہ وہ گرگِ خصلت شیاطین ہیں پس اے یوسف دیکھ اس گرگِ خصلت کی طرف نہ جانا اور نہ کھا ہی جائے گا کیسی اچھی بات ہو کہ تو چرب و شیریں غذا سے دنیا کے دھوکے میں نہ آئے اس لئے کہ نہ اس میں درحقیقت چکنائی ہے اور نہ شیرینی بلکہ اس کی یہ ظاہری چربی و شیرینی بمنزلہ ایک منتر کے ہے جو تجھ پر پھونکا جا رہا ہے اور اس کے ذریعہ سے تجھ کو پھنسا یا جا رہا ہے اور کہا جا رہا ہے کہ آپ دعوت قبول فرمائیے مکان آپ ہی کا ہے اور آپ بھی ہمارے ہی ہیں کوئی تکلف کی بات نہیں پس اس وقت احتیاط یہ ہے کہ تم کہہ دو کہ جناب مجھے بدبھنسی ہو رہی ہے یا میں بیمار اور قریب المرگ ہوں یا میرے سر میں درد ہے آپ اگر میرے سر کا درد دکھو سکیں تو میں دعوت قبول کر سکتا ہوں یا میرے خالو کے بیٹے نے

میری دعوت کردی ہے لہذا میں معذور ہوں غرض کہ کسی نہ کسی طرح پیچھا چھڑانا چاہئے کیونکہ وہ ایک ایسی مٹھائی ہے جس میں سینکڑوں ڈنک ہیں اور لذت نفسانی کے ساتھ روحانی تکالیف بے حد ہیں اور اگر وہ پچاس ساٹھ اشرفیاں بھی تجھے دے تب بھی تجھے واپس کر دینی چاہئے کیونکہ یہ گوشت ہے جوشت میں لگایا جا رہا ہے اور اس کے ذریعہ سے تجھے ہلاک کیا جا رہا ہے اگر وہ بظاہر دیتا ہے تو فی الحقیقت نہیں دیتا بلکہ اس کی ایسی مثال ہے جیسے بوسیدہ اخروٹ کے دیکھنے والے کو معلوم ہو کہ اخروٹ دیا اور واقعہ میں کچھ بھی نہیں دیا اور یہ گفتگو محض فریب ہے کہ میں تجھے یہ دیتا ہوں وہ دیتا ہوں۔ حالانکہ دیتا کچھ بھی نہیں بلکہ جان لیتا ہے تم کو بہت ہوشیار رہنا چاہئے اور نہایت تحمل کی ضرورت ہے اس لئے کہ اگر ذرا کوتاہی کرے گا تو اس کی بکواس تیری عقل کو کھود گی اور تو بالکل اس کی مٹھی میں آجائے گا وہ بڑی بلا کی گفتگو ہے سینکڑوں عقلوں کو ایک کے برابر بھی نہیں سمجھتی تو ہرگز لالچ میں نہ آنا اور سمجھنا تیرا یا تو تیرا کیسہ اور تیری خرچین ہے اس میں جو کچھ ہے وہ تیرے لئے مفید ہے اور اگر تو راہ میں ہے تو وہی تیری معشوقہ ہے بس اس کو چھوڑ کر کسی اور کو طلب نہ کرنا چاہئے اب ہم بتائے دیتے ہیں کہ وہ ولیہ کون ہے وہ ویسہ اور تیری معشوقہ خود تیری ذات ہے تجھ کو اس کی قدر کرنی چاہئے اس کی حفاظت چاہئے اور یہ چیزیں جو شیطان تیرے سامنے پیش کر رہا ہے یہ تو دین کھودینے والی اور آفتیں ہیں پس احتیاط کی بات یہ ہے کہ جب شیاطین تیری دعوت کریں اور تجھے معاصی کی طرف بلائیں تو تو ان کو اپنا مشتاق اور طالب نہ سمجھ بیٹھے بلکہ ان کی دعوت کو ایسا سمجھنا چاہئے جیسے وہ آواز جو شکاری گھات میں چھپ کر جانوروں کی آواز کے مشابہ بولتا ہے اور اپنے سامنے ایک مردہ جانور اس لئے رکھ لیتا ہے تاکہ معلوم ہو کہ یہ فریاد آہ و زاری کرتا ہے جانور سمجھتے ہیں کہ یہ ہماری جنس سے ہے یہ سمجھ کر اکٹھے ہو جاتے ہیں اور وہ شکاری پکڑ کر سب کی کھال ادھیڑ ڈالتا ہے اس تدبیر سے سب جانور دھوکے میں آجاتے ہیں۔ مگر وہی جانور بچتا ہے جس کو حق سبحانہ نے حزم عطا کیا ہے وہ اس خوشامد کے دانہ کے لئے احمق نہیں بنتا یوں ہی شیاطین کی حالت سمجھ لو کہ وہ ہر ایسی تدبیر کرتے ہیں جس سے آدمی پھنسے چنانچہ عوام پھنس جاتے ہیں مگر اہل اللہ جو کہ حزم کو کام میں لاتے ہیں نہیں پھنستے سمجھ لو کہ بدوں حزم کے پشیمانی یقینی ہے دیکھنا حزم کو نہ چھوڑنا اور اپنے دین کو مضبوط پکڑنا کیونکہ بے احتیاطی کا نتیجہ محرومی ہے دین بھی ہاتھ سے جاتا رہتا ہے اور خواہ مخواہ کی چپقلش میں آدمی پھنس جاتا ہے اب یہ قصہ اور اس کی تفصیل سنو تا کہ تم اپنے دین کی حفاظت کے لئے محتاط بنو فقط۔

شرح شبیری

ایک دیہاتی کا ایک شہری کو فریب دینا اور خوشامد اور الحاح سے اسکی دعوت کرنا

اے برادر بود اندر ما مضی	شہریئے بارو ستائے آشنا
اے بھائی! گذشتہ (زمانہ) میں تھا	ایک شہری ایک دیہاتی کا دوست

یعنی اے بھائی زمانہ ماضی میں ایک شہری کا ایک دیہاتی دوست تھا۔

روستائی چوں سوئے شہر آمدے	خرگہ اندر کوئے آں شہرے زدے
دیہاتی جب شہر میں آتا	اس شہری کے کوچے میں مقیم ہوتا

یعنی وہ دیہاتی جب شہر کی طرف آتا تو اس شہری کے یہاں قیام کرتا۔

دو مہ و سہ ماہ مہمانش شدے	بر دوکان او و برخواست بدے
دو تین مہینے اس کا مہمان ہوتا	اس کی دکان اور اس کے دسترخوان پر رہتا

یعنی دو دو تین تین مہینے اس کا مہمان رہتا اور اس کی دکان اور اس کے خوان پر رہتا مطلب یہ کہ اسی کے یہاں خوب رہتا سہتا۔

ہر جوان گج را کہ بودش آل زماں	راست کردی مرد شہری را نگاں
اس کی اس وقت جو ضرورتیں ہوتیں	وہ شہری مفت مہیا کرتا

یعنی اس دیہاتی کو جو ضرورتیں ہوتیں وہ شہری آدمی ان کو مفت ہی درست کر دیتا۔

رو بہ شہری کرد و گفت اے خواجہ تو	ہیچ می نائی سوئے وہ فرجہ جو
وہ (دیہاتی) شہری کی طرف متوجہ ہوا اور کہا کہ جناب!	تفریح کے لئے آپ کبھی گاؤں میں نہیں آتے ہیں

یعنی (ایک دفعہ) دیہاتی نے شہری کی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ جناب والا آپ کبھی گاؤں کی طرف سیر کرتے ہوئے تشریف نہیں لاتے۔

اللہ اللہ جملہ فرزنداں بیار	کایں زمان گلشن ست و نو بہار
خدا کے لئے تمام بچوں کو لائیے	کیونکہ یہ موسم 'باغ اور نو بہار کا ہے

یعنی اللہ کے واسطے اپنے تمام صاحبزادوں کو لادو اس لئے کہ یہ زمانہ گلشن اور نو بہار کا ہے۔

یا بہ تا بستاں بیا وقت شمر	تا بہ بندم خدمتت را من کمر
یا گرمیوں میں پھل کے وقت آئیے	تاکہ میں آپ کی خدمت میں کمر بستہ ہو جاؤں

یعنی یا گرمیوں میں پھلوں کے وقت تشریف لائیے تاکہ میں آپ کی خدمت کے لئے کمر بستہ ہوں۔

خیل و فرزندان و قومت را بیار	دردہ ما باش ماہ سہ و چہار
خاندان اور بچوں اور اپنی قوم کو لائیے	ہمارے گاؤں میں تین چار مہینے رہیے

یعنی اپنے نوکروں اور بچوں اور کنبہ سب کو لادو اور ہمارے گاؤں میں خوب اچھی طرح تین چار ماہ رہو۔

در بہاراں خطہ وہ خوش بود	کشت زار و لالہ دلکش بود
بہار کے موسم میں گاؤں کا علاقہ اچھا ہوتا ہے	کھیتیاں اور دلکش لالہ ہوتا ہے

یعنی بہار کے زمانہ میں گاؤں کا خطہ خوب ہوتا ہے۔ کھیتی اور لالہ خوب دلکش ہوتا ہے غرض کہ وہ ہمیشہ بلایا کرتا اور اس شہری کی یہ حالت تھی کہ

وعدہ دادے شہری اورا دفع حال	تا برآمد بعد وعدہ ہشت سال
ٹالنے کے لئے شہری اس سے وعدہ کر لیتا	یہاں تک کہ وعدے ہی وعدے میں آٹھ سال گزر گئے

یعنی وہ خواجہ اس سے دفع الوقتی کے لئے وعدہ کر لیا کرتا یہاں تک کہ وعدہ کئے ہوئے بھی آٹھ برس گزر گئے۔

او بہر سالے ہمی گفتمے کہ۔ کے	عزم خواہی کرد کامد ماہ دے
وہ دیہاتی ہر سال کہتا کہ کب	آپ ارادہ کریں گئے خزاں کا موسم آ گیا

یعنی وہ دیہاتی ہر سال کہتا کہ (میاں) کب ارادہ کرو گے (لو) ماہ خزاں بھی آ گیا۔

او بہانہ ساختے کامسال ماں	از فلاں خطہ بیاید میہماں
وہ (شہری) بہانہ بنا دیتا کہ اس سال ہمارے	فلاں علاقے کا مہمان آئے گا

یعنی وہ شہری بہانہ کر دیتا کہ ہمارے اس سال تو فلاں جگہ سے مہمان آ گئے ہیں۔

سال دیگر گر تو انم وارہید	از مہمات آں طرف خواہم دوید
اگر آئندہ سال نجات پاؤں گا	ضروریات اور آؤں گا

یعنی اگلے سال اگر میں کاموں سے چھوٹ گیا تو اس طرف آؤں گا۔

گفت ہستند آں عیالم منتظر	بہر فرزندان تو اے اہل بر
اس (دیہاتی) نے کہا میرے بال بچے منتظر ہیں	آپ کے بچوں کے اے اے کرم فرما

یعنی دیہاتی بولا کہ اجی حضرت میرے اہل و عیال آپ کے بچوں کے منتظر ہیں۔

باز ہر سالے چولکلک آمدے	تا مقیم قبہ شہرے شدے
پھر وہ ہر سال لفتق کی طرح آتا ہوتا	شہری کے گھر مقیم ہو جاتا

یعنی پھر ہر سال لکلک کی طرح آتا اور اس شہری کے گھر ٹھہرتا۔

خواجہ ہر سالے زرزرو مال خویش	خرچ او کردے کشودے بال خویش
خواجہ (شہری) ہر سال اپنا روپیہ پیسہ	اس پر خرچ کرتا اپنا دل کھول دیتا

یعنی وہ خواجہ شہری ہر سال اپنا روپیہ پیسہ اس پر خرچ کرتا اور اپنا ہاتھ خوب فراخ کرتا مطلب یہ کہ خوب فراخ دلی سے خرچ کرتا۔

آخر ایں کرت سہ ماہ آں پہلواں	خواں نہادش بامدادان و شبان
آخری مرتبہ اس سنی نے تین مہینے	صبح اور شام اس کے لئے دسترخوان بچایا

یعنی آخری مرتبہ میں اس پٹھے نے تین ماہ تک رات اور دن قیام کیا۔

از خجالت باز گفت او خواجہ را	چند وعدہ چند بفریبی مرا
اس (دیہاتی) نے خواجہ (شہری) سے شرمندگی سے کہا	آپ کتنے وعدے اور کتنا دھوکا دینے

یعنی اس نے نجات کی وجہ سے اس خواجہ سے کہا کہ کب تک وعدہ کرو گے اور کب تک مجھے فریب دو گے یہ ایک طبعی امر ہے کہ جب اپنے اوپر کوئی احسان کرے اور اپنی طرف سے اس کی مکافات نہ ہو تو شرم آتی ہے تو یہ کتنا ہی بے حیا اور بے مروت تھا مگر آخر طبعیات تو نہ بد گئی تھیں اس وجہ سے اس کو بھی مدت تک اس کے یہاں قیام کر کے شرم آئی اور اس سے کہا کہ جناب آخر کب تک وعدے کرو گے اب تو ضرور چلو۔

گفت خواجہ جسم و جانم وصل جوست	لیک ہر تحویل اندر حکم اوست
خواجہ (شہری) نے کہا کہ میرا جسم اور جان ملنے کے متنی ہیں	لیکن ہر نقل و حرکت اللہ کے قبضہ میں ہے

یعنی شہری نے کہا خود میرا جسم و جان وصل کا متلاشی ہے لیکن ہر تبدیلی اس کے حکم میں ہے مطلب یہ کہ اس نے کہا کہ خود میرا دل آنے کو بہت چاہتا ہے مگر خدا کے قبضہ میں سب چیزیں ہیں جب وہ چاہیں گے اس وقت ہی آنا ہو سکتا ہے۔

آدمی چوں کشتی است و بادباں	تا کہ آرد بادرا آں بادراں
انسان کشتی اور بادباں جیسا ہے	(دیکھو) وہ ہوا چلانے والا ہوا کب چلائے

یعنی آدمی مثل کشتی اور بادباں کے ہے کہ کب و بادراں (حق تعالیٰ) ہوا کو لاوے مطلب یہ کہ جس طرح کشتی اور بادباں محتاج اس کے ہیں کہ جب حق تعالیٰ ہوا چلا دیں تو وہ بھی چلیں اسی طرح انسان بھی محتاج مشیت ایزدی کا ہے جب وہ چاہیں جب ہی کچھ کر سکتا ہے۔

باز آں سوگند دادش کاے کریم	گیر فرزنداں بیا بنگر نعیم
اس (دیہاتی) نے اس (شہری) کو پھر قسم دی	اولاد کو لیجئے آئیے مزے دیکھے

یعنی پھر اس دیہاتی نے اس کو قسم دی کہ اے کریم صاحبزادوں کو ہمراہ لے کر تشریف لائیے اور عیش و آرام دیکھئے۔

دست او بگرفت سہ کرت بعہد	کاللہ اللہ زود آہنمائے جہد
تین مرتبہ عہد کے لئے اس کا ہاتھ پکڑا	کہ خدا کے لئے جلد آئیے کوشش کیجئے

یعنی تین مرتبہ عہد کے لئے اس کا ہاتھ پکڑا کہ تجھے خدا کی قسم کوشش کر کے جلدی ہی آنا۔

بعد وہ سہ سالے بہر سال چنیں	لابہ وعدہ ہائے شکرین
دس سال بعد اور ہر سال اسی طرح کی	خوشامدیں اور شیریں وعدے

یعنی بعد دس برس کے اور ہر برس میں اسی طرح وہ وعدے اور خوشامدیں بھی کیا کرتا تھا۔

کودکان خواجہ گفتند اے پدر	ماہ و ابرو سایہ ہم دارد سفر
خواجہ (شہری) کے بچوں نے کہا 'اے ابا جان!	چاند اور ابرو اور سایہ بھی سفر کرتے ہیں

یعنی اس خواجہ کے لڑکوں نے کہا کہ ابا جان چاند اور ابرو اور سایہ بھی سفر کرتے ہیں۔ مطلب یہ کہ یہ سب چیزیں سفر کرتی ہیں مگر آپ ایسے اٹل ہیں کہ ایک جگہ سے ہل کر ہی نہیں دیتے۔

حقہا بروے تو ثابت کردہ	رنج ہا درکار او بس بردہ
آپ نے اس (دیہاتی) پر حقوق قائم کر دیئے ہیں	اس کے معاملے میں بہت سی تکلیفیں اٹھائی ہیں

یعنی آپ نے اس پر بہت سے حقوق قائم کر دیئے اور اس کے کاموں میں بہت سی تکالیف برداشت کی ہیں۔

او ہمی خواہد کہ بعضے حق آل	واگزارد چوں شوی تو میہماں
وہ چاہتا ہے کہ ان میں سے بعض حق	ادا کرے جب آپ مہمان ہوں

یعنی وہ چاہتا ہے کہ ان میں سے بعض حق جب آپ مہمان ہوں ادا کرے۔

بس وصیت کرد مارا او نہاں	کہ کشیدش سوئے وہ لابہ کنناں
اس (دیہاتی) نے ہم سے درپردہ بہت اصرار کیا ہے	کہ اس (آپ) کو خوشامد کر کے گاؤں کھینچ لائیں

یعنی اس دیہاتی نے ہم کو پوشیدگی میں بہت کہا تھا کہ اس (اپنے باپ) کو گاؤں کی طرف کھیلتے کودتے بھی لے آؤ جب بچوں نے یہ کہا تو اس شہری نے جواب دیا۔

گفت حق است ایں دلے اے سیبویہ	اتق من شر من احسنت الیہ
اس (شہری) نے کہا یہ ٹھیک ہے لیکن اے سبویہ	اس شخص کے شر سے بچنا جس کے ساتھ تو نے احسان کیا ہے

یعنی اس شہری نے کہا کہ یہ سب ٹھیک ہے لیکن اے سبویہ جس سے کہ تم نے احسان کیا ہے اس کے شر سے بچو اس شخص کا سبویہ کہنا اس لئے ہے کہ وہ سمجھدار تھا ورنہ اس لڑکے کا نام سبویہ نہیں ہے اس نے کہا کہ جس پر تم نے احسان کیا ہو اس کے شر سے ہمیشہ بچتے رہنا۔ اگر وہ شر کرے گا تو یقیناً بے طرح کرے گا۔ یہ ایک تجربہ ہے ایک تو یہ خرابی ہے دوسری یہ کہ

دوستی تخم دم آخر بود	ترسم از وحشت کہ آل فاسد شود
دوستی آخری وقت کا بیج ہوتی ہے	میں ڈرتا ہوں ناخوشی کی وجہ سے وہ بیج سڑ نہ جائے

یعنی دوستی دم آخر کا تخم ہوتی ہے اور میں وحشت سے ڈرتا ہوں کہ کہیں وہ فاسد نہ ہو جاوے۔ مطلب یہ کہ بھائی میں نے اس دوستی کو ذخیرہ آخرت بنایا ہے کہ یہ اللہ واسطے کی دوستی ہے اور جو احسان کیا ہے صرف اللہ واسطے کیا ہے اب مجھے ڈر ہے کہ کہیں وہاں جا کر کوئی شکر رنجی پیش آوے اور اللہ واسطے کی دوستی میں خلل پڑے لہذا اس کو تو بس ذخیرہ آخرت ہی رہنے دو اس لئے کہ۔

صحبتے باشد چو شمشیر قطوع	ہچودے در بوستان و در زروع
ایک میل ملاپ براں تلواری کی طرح ہوتا ہے	جیسا کہ دے کا مہینہ باغ اور کھیتوں کے لئے

یعنی ایک صحبت تو مثل کاٹنے والی تلوار کے ہوتی ہے جیسا کہ ایام خزاں کھیتی اور باغوں میں مطلب یہ کہ جس طرح کہ خزاں کا موسم برباد کرنے والا ہوتا ہے اسی طرح بعض صحبت سے علیحدگی اور برباد ہو جاتی ہے۔

صحبتے باشد چو فصل نو بہار	ز و عمارتہا و دخل بے شمار
ایک میل ملاپ نو بہار فصل کی طرح ہوتا ہے	جس سے آبادیاں اور بیٹار آمدنی (ہوتی ہے)

یعنی ایک صحبت مثل فصل نو بہار کے ہوتی ہے کہ اس سے آبادی اور بے شمار آمدنی ہوتی ہے مطلب یہ کہ بعض صحبت ایسی ہے کہ جس سے منافع ہوتے ہیں اور اس سے بجائے بربادی کے آبادی ہوتی ہے تو معلوم ہوا کہ صحبت میں دونوں پہلو ہیں خرابی بھی ہے اور نفع بھی ہے۔ لہذا احتیاط یہ ہے کہ عملاً ظن بدرکھو اور ہر صحبت سے بچو اعتقاد تو کسی کو برانہ سمجھو مگر عمل ایسا رکھو کہ جیسے بدگمان لوگ رکھا کرتے ہیں اسی کو فرماتے ہیں کہ۔

حزم آں باشد کہ ظن بدبری	تاگریزی و شوی از بدبری
احتیاط یہ ہے کہ تو بدگمانی کرے تاکہ تو گریز کرے	اور برائی سے بری ہو جائے

یعنی احتیاط یہ ہے کہ اس سے ظن بدلے جاوے تو تاکہ تم علیحدہ رہو اور برائی سے بری ہو جاؤ۔

حزم سوء الظن فرمود آں رسول	ہر قدم را دام میداں اے فضول
رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا ہے احتیاط بدگمانی ہے	اے فضول! ہر قدم کو جال سمجھ

یعنی الحزم سوء الظن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے تو اے فضول ہر قدم کو تم جال سمجھو۔ حدیث میں ہے الحزم سوء الظن یعنی احتیاط یہ ہے کہ (عملاً) سوء ظنی کا برتاؤ کرے اور اس حدیث کو جامع معصغر نے نقل کیا ہے اور حسن کہا ہے۔

روئے صحرا ہست ہموار و فراخ	ہر قدم دامیست کم راں گوستاخ
صحرا کا میدان ہموار اور فراخ ہے	(لیکن) ہر قدم پر جال ہے بے پردائی سے نہ چل

یعنی روئے صحرا تو ہموار اور فراخ ہے اور ہر قدم پر ایک جال ہے تو ذرا گستاخانہ مت چلو روئے صحرا سے مراد دنیا ہے مطلب یہ کہ ظاہر میں تو خوب کشادہ اور فراخ معلوم ہوتی ہے مگر اس کے اندر قدم قدم پر جال ہیں لہذا ذرا بیباک ہو کر مت چلو ممکن ہے کہ پھنس جاؤ آگے اس کی مثال ہے کہ۔

آں بز کوہی دود کہ دام کو	چوں بتازد دامش افتد در گلو
پہاڑی بکرا دوڑتا ہے کہ جال کہاں ہے؟	جب دوڑتا ہے جال اس کے گلے میں پھنس جاتا ہے

یعنی بز کوہی کہتا ہے کہ دام کہاں ہے تو جب دوڑتا ہے تو اس کے گلے میں جال پڑ جاتا ہے مطلب یہ کہ بز کوہی پہاڑ میں رہتا ہے لیکن بعض مرتبہ اس کو زمین فراخ دیکھ کر شوق ہوتا ہے کہ دوڑے اور سیر کرے اور سمجھتا ہے کہ بھلا جال کہاں دیکھائی دیتا نہیں ہے کہاں ہوگا یہ سمجھ کر دوڑتا ہے اور پھنس جاتا ہے اسی طرح انسان اس دنیا کی سرسبزی اور ظاہری بہار پر نظر کر کے اس میں منہمک ہوتا ہے کہ نفس و شیطان کے جال میں پھنس جاتا ہے اور پھر افسوس کرتا ہے تو مولانا فرماتے ہیں کہ

آنکہ می گفتی کہ کو اینک بہ ہیں	دشت می دیدی نمی دیدی کہیں
تو نے جو یہ کہا تھا کہ کہاں ہے؟ یہ ہے دیکھ	تو نے جنگل دیکھا، گھات کو نہ دیکھا

یعنی اے بز کوہی تو جو کہہ رہا تھا کہ (جال) کہاں ہے دیکھ لے یہ ہے تو نے جنگل کو تو دیکھا اور اس گھات کو نہ دیکھا اور یہ نہ سمجھا کہ

بے کمین و دام و صیاد اے عیار	دنبہ کے باشد میان کشت زار
اے چالاک! گھات اور جال کے بغیر	کھیت میں دنبہ کب ہوتا ہے

یعنی ارے چالاک بے کمین کے اور دام و سیاد کے کشت زار میں دنبہ کب ہوتا ہے تو تم جو اس ظاہری دنیا کی بہار کو دیکھتے ہو بھلا بغیر دھوکہ اور جال کے کہیں یہ تھوڑا ہی ہے ضرور اس کے اندر کوئی بات ہے جس کی وجہ سے یہ کہ یہ بہار رکھی گئی ہے تاکہ اس کو دیکھ کر لوگ پھنسیں آگے فرماتے ہیں کہ۔

آنگہ گستاخ آمدند اندر زمیں	استخوان و کله ہاشاں را بہ ہیں
جو لوگ اس دنیا میں گستاخ ہوتے ہیں	ان کی ہڈیاں اور جڑے دیکھ

یعنی جو لوگ کہ زمین میں گستاخانہ آئے تھے ان کی ہڈیوں اور جڑوں کو تو ذرا دیکھو

چوں بگورستاں روی اے مرضی	استخوان شاں را پیرس از ماضی
اے پسندیدہ! جب تو قبرستان میں جائے	ان کی ہڈیوں سے گذشتہ واقعات پوچھ لے

یعنی اے برگزیدہ جب تو گورستان میں جاوے تو ان کی ہڈیوں سے زمانہ ماضی کی حالت دریافت کرنا کہ پہلے تمہاری کیا حالت تھی۔

تا بظاہر بینی آں مستان زور	چوں فرورفتند در چاہ غرور
تاکہ کھلے طور پر دیکھ لے کہ وہ طاقت سے مست	دھوکے کے کنویر میں کس طرح گرے ہیں

تاکہ تم ظاہر طور پر دیکھ لو کہ وہ اندھے مست کس طرح چاہ غرور میں چلے گئے ہیں مطلب یہ کہ اگر تم ان ہڈیوں کو بہ نظر عبرت دیکھو گے تو وہ بزبان حال جواب دیں گی اس وقت تجھ کو معلوم ہوگا کہ اس غرور و تکبر کا کیا نتیجہ ہوا کسی نے خوب کہا ہے

کل پاؤں ایک کاسہ سر پہ جو آ گیا وہ سر جو استخوان شکستہ سے چور تھا
 بولا کہ چل سنبھل کے ذرا راہ بے خبر میں بھی کبھو کسی کا سر پر غرور تھا
 آگے فرماتے ہیں کہ

چشم اگر داری تو کورانہ میا	ورنہ داری چشم دست آور عصا
اگر تیرے آنکھیں ہیں تو اندھا بن کر نہ آ	اگر آنکھیں نہیں ہیں تو لکڑی ہاتھ میں لے

یعنی اگر بصیرت رکھتے ہو تو اندھے بن کر مت آؤ اور اگر بصیرت نہیں ہے تو ہاتھ میں لاکڑی لولاٹھی سے مراد علم استدلالی ہے مطلب یہ کہ اگر ذوق سلیم نہیں ہے تو علم استدلالی سے ہی کام چلاؤ وہ بھی کارآمد ہے۔

آں عصائے حزم و استدلال را	چوں نداری دیدہ می کن پیشوا
وہ احتیاط اور استدلال کی لاکڑی	جب تیرے پاس نہیں ہے (کسی کی) آنکھ کو پیشوا بنالے

یعنی اس عصائے حزم و استدلال کو جب تو نہیں رکھتا تو کسی دیکھے ہوئے کو پیشوا بنالے مطلب یہ کہ اگر علم استدلالی بھی نہیں ہے تو پھر کسی کو اپنا پیشوا بنالو۔

ورعصائے حزم و استدلال نیست	بے عصا کش در سر ہر رہ مایست
اگر پختہ کاری اور استدلال کی لاکڑی نہیں ہے	لاٹھی پکڑنے والے کے بغیر ہر راستہ پر نہ کھڑا ہو

یعنی اور اگر حزم و استدلال کا عصا نہیں ہے تو بے عصا کش کے ہر راہ کے سرے پر کھڑا ہی مت ہو مطلب یہ کہ پھر کسی کو راہبر اور پیشوا بنا لو جو تم کو راہ مقصود تک پہنچا دے اور اس وقت یہ حالت کر لو کہ

گام ز انساں نہ کہ نابینا نہد	تا کہ باز سنگ و از چہ وارہد
پاؤں اس طرح رکھ جس طرح اندھا رکھتا ہے	تا کہ پاؤں پتھر اور کنویں سے نجات پا جائے

یعنی قدم اس طرح رکھو کہ جس طرح نابینا رکھتا ہے تا کہ پاؤں پتھر اور گڑھے سے بچا رہے مطلب یہ کہ جس طرح اندھا خوب دیکھ بھال کر قدم رکھتا ہے تو جب تم کو نہ علم استدلالی ہے اور نہ ذوقی ہے تو پھر بہت ہی سنبھل کر قدم رکھو ذرا ادھر ادھر ہو اور تم گرے۔

کور لرزان و بترس و احتیاط	می نہد پاتا میفتد در خیاط
اندھا لرزتے ہوئے اور ڈر اور احتیاط سے	پاؤں رکھتا ہے تا کہ غلطی میں نہ پڑ جائے

یعنی اندھا کانپتا ہوا اور خوف اور احتیاط سے پاؤں رکھتا ہے تا کہ خرابی میں نہ پڑ جاوے اسی طرح تم بھی۔

اے زدود جستہ در نارے شدہ	لقمہ جستہ لقمہ مارے شدہ
اے وہ جو دھوئیں سے بھاگا آگ میں گرا	لقمہ ڈھونڈا سانپ کا لقمہ بن گیا

یعنی اے شخص جو کہ دھوئیں سے نکل کر آگ میں پڑ گیا ہے اور لقمہ کی تلاش میں خود لقمہ مار ہو گیا ہے مطلب یہ کہ نفع کی جگہ جو تجھے نقصان ہو رہا ہے کہ تو اس سے دنیاوی نفع کو نفع خیال کر رہا ہے حالانکہ یہ اس نقصان کے مقابلہ میں جو تجھے آخرت کا نقصان ہو رہا ہے کچھ بھی نہیں ہے ذرا سنبھل اور سوچ اور نفع اصلی کو اختیار کر آگے اہل سبأ کی نافرمانی کی وجہ سے ان کے تمام عیش و آرام کے چھن جانے کا قصہ بیان فرماتے ہیں کہ دیکھو وہ اس دنیا ہی میں منہمک رہے اور آخرت کو بھول گئے اسی طرح کہیں تمہاری بھی گت نہ بنے فرماتے ہیں کہ۔

اہل سبأ اور ان کی نافرمانی کا قصہ اور ان کی نعمت کا ناشکری کی وجہ سے زائل ہو جانا اور شکر و وفا کی فضیلت

تو نہ خواندی قصہ اہل سبأ	یا بخواندی ونہ دیدی جز صدا
کیا تو نے سبأ والوں کا قصہ نہیں پڑھا؟	یا تو نے پڑھا ہے اور اس کو صرف صدائے (ہازگشت) سمجھا ہے

یعنی کیا تم نے اہل سبأ کا قصہ نہیں پڑھا ہے یا پڑھا ہے تو بجز صدا کے اور کچھ دیکھا نہیں ہے مطلب یہ کہ جس طرح کہ کسی گنبد یا پہاڑ میں اگر کوئی آواز کرے تو اس میں سے بھی آواز پیدا ہوتی ہے۔ مگر اس کو کوئی نفع اس آواز سے نہیں ہوتا اسی طرح تم نے بھی قصہ اہل سبأ پڑھا ہے مگر اس سے کوئی نفع حاصل نہیں کیا۔

از صدا آں کوہ خود آگاہ نیست	سوئے معنی ہوش کہ رارہ نیست
صدا سے خود پہاڑ واقف نہیں ہے	حقیقت کی جانب پہاڑ کے ہوش کے لئے راستہ نہیں ہے

یعنی آواز سے وہ خود پہاڑ آگاہ نہیں ہے اور معنی کی طرف کوہ کے ہوش کو راہ نہیں ہے۔ مطلب یہ کہ اس آواز سے وہ خاک بھی نہیں سمجھتا بلکہ۔

اوہمی بانگے کند بے گوش و ہوش	چوں خموش گردی تو اوہم شد خموش
وہ بغیر گوش اور ہوش کے آواز نکال ہے	جب تو چپ ہو گیا وہ بھی چپ ہو گیا

یعنی وہ بھی ایک آواز بے سمجھ بوجھ کے کرتا ہے اور جب تو خاموش ہووے تو وہ بھی خاموش ہو جاوے اسی طرح تم نے بھی اس قصہ سے معنی کو نہیں لیا ہے بلکہ صرف صدا اور الفاظ ہی سنے ہیں۔ اسی لئے اس سے عبرت حاصل نہیں ہوئی آگے خود اہل سبا کے اس قصہ کو بیان فرماتے ہیں کہ۔

داد حق اہل سبا را بس فراغ	صد ہزاراں قصر و ایوانہا و باغ
اللہ نے اہل سبا کو بہت فارغ البال بخشی	لاکھوں قلعے اور محلات اور باغ

یعنی حق تعالیٰ نے اہل سبا کو بہت فراغت عطا فرمائی تھی لاکھوں محل اور مکان اور باغات تھے۔

حق آں نگزاردند آں بدرگان	در وفا بودند کمتر از سگان
ان بدظیمتوں نے اس کا حق نہ ادا کیا	وہ وفاداری میں کتوں سے کم تھے

یعنی ان نالائقوں نے ان چیزوں کا شکر ادا نہ کیا وہ تو وفا میں کتے سے بھی کم تھے اس لئے کہ

مر سگے را لقمہ نمانے ز در	چوں رسد بر در ہمی بند کمر
کسی کتے کو کسی دروازے سے روٹی کا لقمہ	جب مل جاتا ہے وہ اس در پر کمر بستہ ہو جاتا ہے

یعنی کتے کو روٹی کا ٹکڑا جس دروازہ سے مل جاوے تو وہ اسی در پر قیام کرتا ہے۔

پاسبان و حارس در می شود	گرچہ بروے جور و سختی می رود
دروازے کا محافظ اور نگہبان بن جاتا ہے	خواہ اس پر ظلم اور سختی ہو

یعنی اس در کا پاسبان اور حارس ہو جاتا ہے اگرچہ اس پر جور و سختی کتنی ہی ہو۔

ہم براں در باشدش باش و قرار	کفر و اند کرد غیرے اختیار
اسی دروازے پر اس کی بود و باش ہو جاتی ہے	غیر کو اختیار کرنا وہ کفر سمجھتا ہے

یعنی اسی در پر اس کی بود و باش ہوتی ہے اور کسی غیر کو اختیار کرنا وہ کفر جانتا ہے یعنی اور کہیں جانا وہ بہت ہی برا سمجھتا ہے تو دیکھو اس کے اندر کس قدر وفا کی خصلت بڑھی ہوئی ہے۔ آگے ایک نہایت لطیف مضمون فرماتے ہیں کہ۔

ور سگے آید غریبے روز و شب	آں سگانش می کنند آندم ادب
اگر کوئی ایسی کتا آ جاتا ہے رات یا دن (میں)	وہ کتے اس کو فوراً سمیٹہ کرتے ہیں

یعنی اور اگر کوئی اجنبی کتارات کو یاد نکرے تو کتے اس کو اسی وقت ادب کرتے ہیں اور اس سے کہتے ہیں کہ۔

کہ برو آنجا کہ اول منزل است	حق آں نعمت گردگان دل است
کہ وہاں جا جہاں پہلا گھر ہے	اس نعمت کا حق دل کو گروی کے ہوئے ہے

یعنی اسی جگہ جا جو کہ اول ٹھکانا ہے اس لئے کہ اس نعمت کا حق مرہون دل کا ہے۔

می گزندش کہ برو بر جائے خویش	حق آں نعمت فرو مگزار پیش
وہ اس کو کاٹتے ہیں کہ اپنی جگہ جا	اس نعمت کے حق کو نظر انداز نہ کر

یعنی اس کو کاٹتے ہیں کہ اپنی جگہ جا اور اس نعمت کے حق کو مت چھوڑ تو دیکھو خود تو وفادار ہوتے ہی ہیں مگر کسی اپنے ہم جنس کو بھی بے وفائی نہیں کرنے دیتے آگے اس پر ایک دوسرا مضمون متفرع فرماتے ہیں کہ

از درون اہل دل آب حیات	چند نوشیدی و واشد چشمہات
دل اور صاحب دل کے در سے آب حیات	تو نے کئی بار پیا ہے اور اس کے چشمے جاری ہوئے ہیں

یعنی اہل دل کے اندر سے تم نے آب حیات کس قدر پیا ہے کہ تمہاری آنکھیں کھل گئی ہیں۔

بس غذائے سکر و وجد و بیخودی	از در اہل دلاں بر جاں زدی
سکر اور وجد اور بے خودی کی غذا	دل والوں کے دروازے سے تو نے جان کو دی ہے

یعنی بہت سی سکر اور وجد اور بے خودی کی غذا کو اہل قلوب سے تم نے اپنی جان پر لگایا ہے یعنی ان کو ان سے حاصل کیا ہے۔

باز ایں در را رہا کردی ز حرص	گرد ہر دکان ہمی گردی ز حرص
پھر تو نے لالچ کی وجہ سے اس دروازے کو چھوڑ دیا	حرص سے ہر دکان کا چکر کاٹتا ہے

یعنی پھر اس در کو تم نے حرص کی وجہ سے چھوڑ دیا اور ہر دکان کے گرد حرص کی وجہ سے پھریں گے یہاں وہ لوگ مراد ہیں کہ جو ایک جگہ سے دوسری جگہ کسی نفسانی غرض کی وجہ سے جاتے ہیں مثلاً کوئی بات ناگوار ہوئی اور چل دیے یا اور کوئی غرض ہے تو فرماتے ہیں کہ تم جو اس در کو جس سے کہ تم کو فیض ہو رہا ہے چھوڑ رہے ہو تو یہ سخت ناشکری کی بات ہے اور اگر ایک جگہ سے دوسری جگہ طلب حق ہی میں جاوے تو مضائقہ نہیں ہے لیکن غرض نفسانی کے لئے جانا مضر ہوتا ہے۔

بر در آں منعمان چرب دیگ	می دوی بہر ثریداے مردہ ریگ
چکنی دیگ والے دولت مندوں کے در پر	اے ناچیز! ثرید کے لئے تو دوڑا پھرتا ہے

یعنی اے کینے تو ان امیروں چرب دیگ کے در پر کھانے کے لئے دوڑ رہا ہے اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو کہ تحصیل دنیا کے لئے ایک جگہ سے دوسری جگہ جاتے ہیں کہ اس در کو جس سے نفع ہوا ہے ترک کر کے دوسری جگہ تحصیل دنیا کے لئے جا رہے ہو بڑے شرم کی بات ہے۔

چربش آل جاداں کہ جاں فر بہ شود	کارنا امید آنجا بہ شود
--------------------------------	------------------------

یعنی چرب تو اس جگہ جانو جہاں کہ جان فر بہ ہووے اور نا امید کا کام اس جگہ درست ہو جاوے مطلب یہ کہ تم جو اس جسم کے فر بہ کرنے کے پیچھے پڑے ہوئے ہو اس کو ترک کرو بلکہ جان اور سب کی فر بہی کو تلاش کرو کہ اس سے دین و دنیا دونوں حاصل ہوں گی۔	یعنی چرب تو اس جگہ جانو جہاں کہ جان فر بہ ہووے اور نا امید کا کام اس جگہ درست ہو جاوے مطلب یہ کہ تم جو اس جسم کے فر بہ کرنے کے پیچھے پڑے ہوئے ہو اس کو ترک کرو بلکہ جان اور سب کی فر بہی کو تلاش کرو کہ اس سے دین و دنیا دونوں حاصل ہوں گی۔
---	---

صومعہ عیسیٰ است خوان اہل دل	ہاں وہاں اے بتلا ایں در مہل
-----------------------------	-----------------------------

اہل دل کا دست خوان حضرت عیسیٰ کا گرجا گھر ہے	خبردارا خبردارا اے بیمار اس در کو نہ چھوڑ
--	---

یعنی خوان اہل دل کو صومعہ عیسیٰ کی طرح جانو اور اے بتلا اس در کو ہر گز مت چھوڑ مطلب یہ کہ جس طرح کہ صومعہ عیسیٰ علیہ السلام سے سب کو شفا حاصل ہوتی تھی اسی طرح تم کو ان اہل دل سے جو نفع ہوگا اس سے دین و دنیا دونوں درست ہوں گے لہذا خدا کے لئے اس کو ترک کر کے اور کہیں مت جاؤ آگے اس صومعہ عیسیٰ علیہ السلام سے سب کو نفع ہونے کو ذکر فرماتے ہیں کہ۔

مصیبت زدہ لوگوں کا ہر صبح کو عیسیٰ علیہ السلام کے
صومعہ کے دروازہ پر دعا کے لئے جمع اور حاضر ہونا

جمع گشتندے زہر اطراف خلق	از ضریر و لنگ و شل و اہل دلق
--------------------------	------------------------------

مخلوق ہر جانب سے جمع ہو جاتی	اندھے اور لنگڑے اور اچانچ اور کدڑی والے
------------------------------	---

یعنی ہر طرف سے لوگ جمع ہوا کرتے تھے اندھے لنگڑے بچے اور محتاج۔

بر در آل صومعہ عیسیٰ صباح	تا بدم شاں وارہاند از جناح
---------------------------	----------------------------

صبح کو (حضرت) عیسیٰ کے گرجا گھر کے دروازے پر	تاکہ دم کر کے ان کو تکلیف سے نجات دیں
--	---------------------------------------

یعنی صبح کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے صومعہ پر تاکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پھونک سے ان کو مصیبت سے چھڑادیں۔

اوچو فارغ گشتے از اوراد خویش	چاشتگہ بیروں شدے آل خوب کیش
------------------------------	-----------------------------

جب وہ اپنے معمولات سے فارغ ہوتے	وہ نیک عادت چاشت کے وقت باہر آتے
---------------------------------	----------------------------------

یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب اپنے اوراد سے فارغ ہوتے تو چاشت کے وقت وہ خوب کیش باہر نکلتے۔

جوق جوق بتلا دیدے نزار	شستہ بر در در امید و انتظار
------------------------	-----------------------------

وہ کمزور بیماروں کے غول کے غول دیکھتے	امید اور انتظار میں دروازے پر بیٹھے ہوئے
---------------------------------------	--

یعنی وہ بیماروں و ضعیفوں کو جوق جوق دیکھتے کہ دروازہ پر امید و انتظار میں بیٹھے ہوئے ہیں۔

پس دعا کردے و گفتے اے خدا	حاجت و مقصود جملہ شد روا
---------------------------	--------------------------

تو دعا کرتے اور کہتے اللہ کی جانب سے	تمام ضرورت مندوں کی حاجت پوری ہو گئی ہے
--------------------------------------	---

یعنی آپ دعا فرماتے اور فرماتے کہ اے اللہ سب کی حاجت اور مقصود پورا فرمادے۔

گفتے اے اصحاب آفت از خدا	حاجت ایں جملگاں تاں شد روا
فرماتے کہ اے مصیبت زدہ لوگو! خدا کی جانب سے	تم سب کی حاجت پوری ہو گئی ہے

یعنی پھر فرماتے کہ اے مصیبت والو خدا سے تمہاری سب کی حاجت پوری ہو گئی۔

ہیں رواں گردید بے رنج و عنایا	سوئے غفاری و اکرام خدا
بغیر رنج اور مشقت کے روانہ ہوئے	اللہ کی خطا بخشش اور عزت افزائی کی طرف

یعنی ہاں اب بے رنج و عنایا کے حق تعالیٰ کی غفاری اور ان کے اکرام کی طرف روانہ ہو جاؤ۔

جملگاں چوں اشتران بستہ پائے	کہ کشائی زانوائے ایشاں پرانے
سب پاؤں بندھے اونٹوں کی طرح	جن کے زانو کو تو نے تدبیر سے کھول دیا ہو

یعنی سارے ان اونٹوں کی طرح جو کہ پاؤں بندھے ہوئے ہوں اور تم ان کے پاؤں خود کھول دو اور وہ اونٹ روانہ ہو جاتے ہیں اسی طرح یہ لوگ بے کسی تکلیف کے چنگے ہو کر روانہ ہو جاتے تھے۔

جملہ صحت یافتند و شد رواں	از دم جاں بخش عیسیٰ در زماں
سب صحت مند ہو گئے اور روانہ ہو گئے	نورا (حضرت) عیسیٰ کے جان بخشنے والے دم کرنے سے

یعنی سارے کے سارے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی جان بخش پھونک سے اسی وقت روانہ ہو جاتے تھے اللہ اکبر کیا ہی برکت تھی۔

شد رواں آں حاجت جملہ علیل	ز امر حق و از دم نیک جلیل
سب مریضوں کی حاجت روئی ہو جاتی	خدا کے حکم سے نیک بزرگ کے دم کرنے سے

یعنی ان سارے مریضوں کی حاجت امر حق سے اور ان نیک اور بزرگ کی دعا سے روا ہو جاتی ہے۔

بے توقف جملہ شاداں دراماں	از دعائے او شدنندے پاواں
سب اطمینان سے خوشی خوشی بلا توقف	ان کی دعا سے دوڑتے چلے جاتے

یعنی بے توقف وہ سارے خوش اور امن میں ان کی دعا سے اپنے پاؤں سے دوڑنے لگتے تھے۔

جملہ بے درد و الم بے رنج و غم	تندرست و شادمان و محترم
سب بغیر درد اور تکلیف اور رنج و غم کے	تندرست اور خوش اور قابل عزت

یعنی وہ سارے بے رنج و الم اور بے درد و غم کے تندرست اور شادمان اور محترم

سوئے خانہ خویش گشتندے رواں	از دم میموں آں صاحبقراں
اپنے گھروں کو روانہ ہو جاتے	اس صاحب قرآن کے مبارک دم سے

یعنی اپنے گھر کی طرف ان صاحبزادوں کی پھونک سے روانہ ہو جاتے تھے تو دیکھوان کی پھونک میں یہ برکت تھی اور لوگ اس سے تندرستی اور صحت حاصل کرتے تھے مولانا آگے انتقال کر کے فرماتے ہیں کہ۔

شرح صلیبی

ترجمہ و تشریح: اے بھائی زمانہ گذشتہ میں ایک دیہاتی کی ایک شہری سے دوستی تھی وہ دیہاتی جب شہر میں آتا تو اسی کے یہاں ڈیرا ڈالتا اور اسی کے مکان پر ٹھہرتا دو دو مہینے تین تین مہینے اس کے یہاں مہمان رہتا کھانے میں بھی شریک ہوتا اور دکان پر بھی رہتا غرض بہت آرام و آسائش اور نہایت بے تکلفی کے ساتھ رہتا اور اگر اس کو کسی چیز کی ضرورت ہوتی تو شہری بلا قیمت کے اس کے لئے مہیا کر دیتا ایک روز اس نے شہری کی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ جناب آپ تو کبھی سیر کے لئے بھی ہمارے گاؤں میں تشریف نہیں لاتے۔ آپ کو خدا کی قسم آپ مع اپنے بال بچوں کے تشریف لے چلے کیونکہ یہ زمانہ بہار کا ہے اس زمانہ میں باغوں میں رونق ہوتی ہے ذرا لطف رہے گا۔ اور اگر اس وقت آپ نہیں چل سکتے تو گرمیوں میں جو میووں کا زمانہ ہوگا ضرور تشریف لائیے۔ تاکہ میں بھی آپ کی خدمت کروں آپ اپنے ساتھ خدم و حشم اور عیال و اطفال دوست آشناؤں کو بھی ضرور لائیے اور مزے سے تین چار مہینے ہمارے گاؤں میں قیام فرمائیے اگر آپ موسم بہار میں تشریف لے چلیں تو بہت ہی اچھا ہے کیونکہ بہار میں گاؤں کا رقبہ نہایت پر لطف ہوتا ہے۔ ہر طرف کھیتیاں لہلہاتی ہیں اور لالوں کا عجیب دلکش عالم ہوتا ہے وہ امیر دفع الوقتی کے طور پر اس سے وعدہ کر لیتا حتیٰ کہ وعدہ اول کے بعد آٹھ سال گزر گئے اور وہ نہیں گیا وہ ہر سال کہتا تھا کہ جناب کب تشریف لے چلیں گے لیجئے موسم خزاں بھی آ گیا اور آپ تشریف نہیں لائے وہ بہانہ کر دیتا تھا کہ امسال ہمارے یہاں فلاں مقام سے کچھ مہمان آگئے تھے ان کے سبب آنا نہ ہوا آئندہ سال اگر ضروریات سے فرصت ہوئی تو ضرور آؤں گا اس پر وہ کہتا کہ ہاں آپ ضرور ضرور تشریف لائیے میرے گھر کے لوگوں کو آپ کے بچوں کا سخت انتظار ہے اور گن گن کر دن کاٹتے ہیں غرض ہر سال وہ لکک کی طرح آوارہ ہوتا اور اس شہری کے مکان پر ٹھہرتا اور وہ امیر خوب دل کھول کر اس پر اپنا زرو مال صرف کرتا آخری مرتبہ اس جو امر دے تین مہینے تک اس کو دونوں وقت خوب کھانے کھلائے اس نے اس امیر کے بے امید و توقع نفع احسانات سے شرمندہ ہو کر اس کو بہت مجبور کیا اور کہا کہ آخر آپ مجھ سے کتنے وعدے کریں گے اور کب تک ٹلائیں گے۔ اب کے تو آپ کو ضرور ہی چلنا ہوگا۔ امیر نے کہا میرا جی بھی ملنے کو بہت چاہتا ہے لیکن مجبور ہوں کہ میرا انتقال حق سبحانہ کے قبضہ میں ہے۔ آدمی کی مثال ایسی ہے جیسے کشتی اور اس کا بادبان اور قضاے الہی ایسی ہے جیسے ہوا حق سبحانہ اس ہوا کو چلانے والے اور قضا کو نافذ کرنے والے ہیں پس جب تک ان کا حکم نہ ہو آدمی کیا کر سکتا ہے اس نے پھر قسمیں دیں کہ مہربانی فرما کر ان حیلے حوالوں کو جانے دیجئے اور اپنے بچوں کو لے کر آپ ضرور تشریف لائیے دیکھئے تو سہی گاؤں میں کیسی کیسی نعمتیں ہیں۔ وہاں کیسی پر لطف زندگی بسر ہوتی ہے آخر اس نے پھر وعدہ کیا اس نے تین مرتبہ ہاتھ پر ہاتھ مار کر عہد لیا اور کہا آپ کو خدا کی قسم آپ جلد تشریف لانے کی کوشش کریں آخر دس سال کے عرصہ کے بعد وہ جس میں ہر سال دلجوئی اور دلخوش وعدے کرتا رہا اس امیر کے لڑکوں نے کہا کہ ابا جان آپ ملاحظہ فرمائیں کہ چاند ابر سایہ سب اپنے اپنے مقام سے حرکت کرتے ہیں لیکن حضور والا ہیں کہ ایک ہی جگہ مقیم ہیں آپ کے بہت سے حقوق اس غریب کے ذمہ ہو گئے ہیں۔ اور آپ نے اس کے معاملات میں بہت کچھ تکلیف اٹھائی

ہے اس لئے وہ چاہتا ہے کہ آپ کو مہمان بلا کر آپ کے احسانات کا کچھ حق ادا کرے اس بناء پر اس نے ہم سے وعدہ لیا ہے کہ تم بہت خوشامد کر کے اپنے والد صاحب کو ضرور ہمارے یہاں لاؤ۔ جب وہ بیچارہ اس قدر اصرار کر رہا ہے تو جناب والا کو اس کی درخواست کے قبول فرمانے میں کیوں تامل ہے امیر نے کہا بیٹا یہ سچ ہے لیکن بزرگوں کا مقولہ ہے کہ جس کے ساتھ تم احسان کرو تم کو اس کے شر سے بہت بچنا چاہئے۔ میں اس لئے پس و پیش کرتا ہوں۔ نیز یہ وجہ بھی ہے کہ میں دوستی کو منافع بعد الموت کا تخم خیال کرتا ہوں اور سمجھتا ہوں کہ جب میں مر جاؤں گا تو میرے دوست دعا وغیرہ سے مجھے فائدہ پہنچائیں گے۔ اس لئے میں ڈرتا ہوں کہ مبادا اس ذریعہ سے ہم میں منافرت پیدا ہو جائے اور یہ تخم فاسد ہو کر ناقابل انتفاع ہو جاوے میرے اس اندیشہ کی وجہ یہ ہے کہ بعض صحبتیں تو ایسی ہوتی ہیں کہ شمشیر براں کی طرح پہلے تعلقات کو قطع کر دیتی ہیں اور جس طرح خزاں باغوں اور کھیتوں کا ستیاناس کر دیتی ہے یونہی وہ بھی اس گلشن معنوی یعنی خوشگوار تعلقات کا استیصال کر دیتی ہیں اور بعض صحبتیں فصل بہار کی طرح مثمر ثمرات و برکات اور خوشگوار تعلقات کو بڑھانے والی اور ان کو ایک سے چار کرنے والی ہوتی ہیں۔ ایسی حالت میں مقتضائے احتیاط یہ ہے کہ ہم نقصان کو پیش نظر رکھیں تاکہ اس سے بچیں اور شر سے محفوظ رہیں۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ امیر نے بہت صحیح کہا واقعی بات یہ ہے کہ احتیاط ضروری ہے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ الحزم سوء الظن (کما ہوا المشہور واللہ اعلم بحقیقۃ الحال) لیکن اکو صرف ضرر دنیوی ہی تک محدود نہ رکھنا چاہئے بلکہ ضرر دینی سے بچنے کے لئے بھی اس کو پیش نظر رکھنا چاہئے۔ بل ہوا الہم اور ہر قول و فعل میں نہایت احتیاط کرنی چاہئے اور سمجھنا چاہئے کہ ہر قدم پر جال لگا ہوا ہے ذرا چوکے اور پھنسے گو تم کو میدان ہموار اور فراخ معلوم ہوتا ہے اور تم اپنے افعال و اقوال میں ضرر محسوس نہیں کرتے ہو لیکن ہم تم کو بتاتے ہیں کہ ہر قدم پر جال لگا ہوا ہے تم کو بے باکانہ اور انیلے پن سے نہیں چلنا چاہئے تم اپنی ایسی مثال سمجھو جیسے پہاڑی بکرا کہ وہ میدان کو بظاہر صاف دیکھ کر سمجھتا ہے کہ چلو بھی جال کہاں لیکن جب وہ لاابالی پن سے دوڑتا ہے تو اس کے گلے میں جال پڑ جاتا ہے۔ اب اس سے کوئی کہے کہ تو تو کہتا تھا کہ جال کہاں ہے دیکھ یہ ہے کجخت تو نے سرسری نظر سے میدان صاف دیکھ لیا لیکن اس گھات کو نہ دیکھا سمجھو تو سہی بدوں گھات کے اور بلا شکاری کے جال کے بھی کہیں کھیت میں ذنب بندھا ہوتا ہے ہرگز نہیں پس اسی طرح سمجھ لو کہ یہ تلذذات و تنعمات دنیوی خطرہ اخروی سے خالی نہیں ان سے نہایت احتیاط کے ساتھ متمتع ہونا چاہئے زندہ لوگوں میں عوام تو تمہاری ہی طرح بے خبر ہیں ان سے تو کچھ پتہ ہی نہیں چل سکتا رہے باخبر لوگ سوان کے قول کو تم اغراض نفسانیہ دون ہمتی پست خیالی وغیرہ پر محمول کر لو گے اس لئے ہم تم سے کہتے ہیں کہ جو لوگ زمین پر بیباکانہ چلتے ہیں ان کی ہڈیوں اور کھوپڑیوں کو قبرستان میں جا کر دیکھو اور ان سے واقعات دریافت کرو کہ وہ اندھے اور مست شہوات و لذات اپنی بے احتیاطی کی بدولت کیونکر دھوکے کے گڑھے میں گرے وہ زبان حال سے اپنی غلطی کو بتلائیں گے پس جب حزم کی ضرورت ثابت ہوئی تو اب تیرے لئے تین صورتیں ہیں اگر تو صاحب بصیرت ہے تو بیناؤں کی طرح چل اور اندھوں کی طرح مت چل یعنی اپنی بصیرت سے ہر شے کے حسن و قبح کو دیکھ کر اس کے مطابق عمل کر اور اگر تو چشم بصیرت نہیں رکھتا تو ہاتھ میں لاشی لے کر چل یعنی جب تجھے بصیرت نہیں تو حزم و استدلال کی لاشی کے سہارے چل اور جس چیز کا ضرر تجھے دلیل سے معلوم ہو جائے یا اس میں مضرت کا احتمال ہو اس سے بچ اور اگر حزم و استدلال کی لاشی بھی تیرے پاس نہیں تو کوئی شیخ کامل ہونا چاہئے جو تیرا ہاتھ پکڑ کر تجھے راستہ پر لے چلے اور بدوں اس کے ہر راستہ پر چلنے کے لئے مت کھڑا ہو غرض کہ جب تجھے نہ بصیرت ہو نہ صاحب بصیرت راہ پر تجھے لئے جاتا ہو اس وقت

تجھے پھونک پھونک کر قدم رکھنا چاہئے اور ہر قدم یوں رکھنا چاہئے جس طرح اندھا رکھتا ہے تاکہ تیرا پاؤں پتھر کی ٹھوکرا اور کنویں میں پڑنے سے محفوظ رہے۔ یاد رکھ کہ تو اندھا ہے اور اندھا آدمی کانپتے ہوئے اور ڈرتے ڈرتے اور بہت احتیاط سے قدم رکھتا ہے تاکہ وہ گڑبڑ میں نہ پڑ جاوے۔ اے دھوکے سے بھاگ کر آگ میں گرنے والے اور کھانے کی خاطر سانپ کا لقمہ بن جانے والے یعنی ضرر دنیوی سے بچ کر ضرر دینی میں مبتلا ہونے والے اور تنگت دنیویہ کی خواہش میں نفس و شیطان کا شکار ہونے والے شاید تو نے اہل سب کا قصہ نہیں پڑھا ہے لیکن اس کو صدائے کوہ سے زیادہ وقعت نہیں دی۔ پہاڑ کا قاعدہ ہے کہ وہ اپنی آواز کو سمجھتا نہیں اور پہاڑ کی فہم اس کے معنی تک نہیں پہنچتی وہ نہ سنتا ہے نہ سمجھتا ہے بلکہ یوں ہی آواز نکالتا ہے اور اس کی آواز صرف انسان کی آواز کی نقل ہوتی ہے جب وہ چپ ہو جاتا ہے تو وہ پہاڑ بھی خاموش ہو جاتا ہے یہ ہی تو نے بھی کیا ہے کہ محض زبان سے الفاظ نکالنے نہ ان کو خیال سے سنا اور نہ ان کے معانی کو اچھی طرح سمجھا بلکہ محض کہنے والے کی نقل کی اب ہم اس قصہ کو تیرے لئے بیان کرتے ہیں اگر تو نے نہیں پڑھا تو اب پڑھا اگر پڑھا ہے لیکن سمجھا نہیں تو اب سمجھ حق سبحانہ نے اہل سب کو بہت کچھ اطمینان اور فراغ خاطر عطا کیا تھا ہزاروں قصروں ایوان اور باغ وغیرہ ان کو عطا کئے تھے۔ لیکن ان بدذاتوں نے اس انعام حق کا شکر ادا نہیں کیا اور وفا میں کوتاہی سے بھی کم حصہ لیا۔ کتے کی عادت ہوتی ہے کہ جب کسی دروازہ سے اس کو ایک ٹکڑا مل جاتا ہے تو اسی در کا ہور ہتا ہے وہ اس کی پاسبانی اور پہرہ داری کرتا ہے خواہ اس پر کتنی ہی زیادتی اور سختی ہو لیکن اس کا استقرار اور ٹھکانا وہی در رہتا ہے اس کے سوا دوسرے کے اختیار کرنے کو وہ کفر سمجھتا ہے اگر کبھی غلطی سے کوئی کتہا راہ و فاسے ڈگمگاتا ہے اور رات کو یادوں کو کسی دوسرے دروازہ پر جانے کا قصد کرتا ہے تو دوسرے کتے اس کو سزا دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اپنے پہلے ہی ٹھکانے پر جا حق نعمت کا پاس دل میں مقید رہنا چاہئے اور اس کو اس سے علیحدہ نہ ہونا چاہئے۔ وہ اس کو کاٹتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اپنی اصلی جگہ پر جا اور حق نعمت کا پاس نہ چھوڑ اے طالب اس واقعہ سے تجھ کو بھی سبق لینا چاہئے تو نے اہل اللہ کے باطن سے بہت کچھ آب حیات پیا ہے اور اس سے تیری آنکھیں کھل گئی ہیں اور وجد و سکرو بخودی کی کافی غذا اہل دل سے حاصل کر کے تو نے اپنی جان کو دی ہے مگر اس پر بھی تو نے اس دروازہ کو چھوڑ دیا ہے اور حرص سے تو دنیا داروں کی دکانوں کا طواف کر رہا ہے اور بے حقیقت خرید (ایک غذا کا نام ہے جو شور بے میں ٹکڑے چور کر تیار کی جاتی ہے) مرغن ہانڈی والے امیروں کے دروازوں پر دوڑ دوڑ کر جاتا ہے تجھے اس ناشکری اور بے وفائی سے شرم آنی چاہئے ارے احمق تجھے سمجھنا چاہئے کہ حقیقی روغن وہاں ہے جہاں جان موٹی تازی ہوتی ہے اور روح کو قوت اور تازگی حاصل ہوتی ہے اور جہاں نا امیدوں کا بھی کام بن جاتا ہے یعنی اہل اللہ کے یہاں نہ کہ وہاں جہاں تو تلاش کرتا ہے اس لئے کہ ان کے روغن سے تو نفس کو قوت ہوتی ہے اور وہی موٹا تازہ ہو سکتا ہے نیز وہاں یہ بھی ضرور نہیں کہ ہر امیدوار کو مل ہی جاوے بلکہ بہت سوں کو دھکے بھی ملتے ہیں۔ یاد رکھ کہ اہل اللہ کا لنگر خانہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے صومعہ کی مانند ہے کہ وہاں سے کوئی محروم ہی نہیں جاتا بس اے مریض قلب دیکھ خیر دار تو اس در کونہ چھوڑنا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے صومعہ کی یہ حالت تھی کہ دور دور سے لوگ آ کر وہاں جمع ہوتے بعض اندھے ہوتے تھے بعض لنگرے بعض لنگے بعض محتاج تاکہ حضرت عیسیٰ اپنی پر تاثیر پھونک سے ان کو بلا سے نجات دیں جس میں وہ مبتلا ہیں۔ حضرت عیسیٰ جب اپنے معمولات سے فارغ ہوتے تھے تو دوپہر کے وقت صومعہ سے باہر تشریف لاتے تھے اور آ کر دیکھتے تھے کہ بہت سے مریض خستہ حال امید و انتظار تشریف آوری میں بیٹھے ہوتے تھے یہ دیکھ کر آپ فرماتے کہ اے مبتلائے آفات خداوندی بحکم

خدا تم سب کی حاجت اور مدعا پورا ہوا۔ اب تم بے رنج و مشقت حق سبحانہ کی غفاری اور اس کے اکرام کی طرف چلو اور ان کو حاصل کرو وہ سب یوں جیسے اونٹ کا پاؤں اول بندھا ہوا ہو اور پھر اس کو کھول دیا جاوے حضرت عیسیٰ کی پھونک سے شفا پا کر چل دیتے اور حق سبحانہ کے حکم اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پھونک کی برکت سے ان تمام بیماروں کی حاجت روا ہو جاتی اور ان کی دعا کی برکت سے اپنے پاؤں دوڑتے ہوئے خوش و خرم اپنے گھر چلے جاتے اور اس عظیم الشان صاحب اقبال کی پھونک سے سب کی تکلیف اور رنج و غم دور ہو جاتا اور سب کے سب تندرست اور خوش و خرم اور عزت کے ساتھ اپنے اپنے گھروں کو روانہ ہو جاتے۔

شرح شبیری

آزمودی تو بے آفات خویش	یافتی صحت ازیں شاہاں کیش
تو نے اپنی بہت سی مصیبتوں کو آزمایا ہے	مذہب کے شہنشاہوں سے تو صحت یاب ہوا ہے

یعنی تم نے بہت سے اپنے امراض کو آزمایا ہے اور ان شاہان دین سے صحت پائی ہے مطلب یہ کہ اپنے امراض باطنی کو بہت مرتبہ دیکھ چکے ہو اور معلوم کر چکے ہو پھر ان حضرات کی برکت ہی سے تم کو صحت حاصل ہوئی ہے۔

چند آں لنگی تور ہوارشد	چند جانن بے عم و آزارشد
کتنی مرتبہ تیرا لنگڑا پن تیز رفتار بنا ہے	کتنی مرتبہ تیری جان بے عم اور بے درد ہو گئی ہے

یعنی تیری کتنی ہی لنگیاں درست ہو چکی ہیں اور کتنی مرتبہ تیری جان بے عم و آزار ہو چکی ہے مطلب یہ کہ کتنی مرتبہ تجھے ان حضرات کی برکت سے آزار سے چھٹکارا مل چکا ہے تو ان کو ترک کرتا ہے اور دوسری جگہ جاتا ہے بڑے شرم کی بات ہے آگے ایک ترکیب بتاتے ہیں کہ۔

اے مغفل رشتہ برپائے بند	تاز خود ہم گم نگر دی اے لوند
اے بیوقوف! پاؤں پر سی باندھ لے	تا کہ اے خود رائے تو اپنے آپ سے بھی گم نہ ہو جائے

یعنی اے غافل پاؤں میں ایک تاگا باندھ لے تا کہ اپنے سے بھی گم نہ ہو تو اے کمینہ ایک شخص بیوقوف تھا وہ اپنے بدن پر بہت سے تاگے باندھے رہتا تھا کہ کہیں کھونہ جاوے ایک روز اس کے تاگے اس کے بھائی نے باندھ لئے تو کہتا کیا ہے کہ بھائی تم تو میں ہو گئے اور میں کہاں گیا تو مولانا اسی سے تشبیہ دیکر بطور طعن فرماتے ہیں کہ یہاں تم جو بھولتے پھرتے ہو اور ان حضرات کے در کو ترک کرتے ہو تو تم اس شخص کی طرح تاگا باندھ لو تا کہ پھر گم نہ ہو سکو اور اس در کو نہ چھوڑو۔

ناسپاسی و فراموشی تو	یاد نادر آں غسل نوشی تو
تیری ناشکری اور (احسان) فراموشی نے	تجھے شہد پینے کو یاد نہ دلایا

یعنی تیری ناشکری اور تیری (احسان) فراموشی اس غسل نوشی کو یاد نہیں لائی مطلب یہ کہ تم کو جو حضرات اہل اللہ سے فیض ہوا تھا اس کو تم نے ناشکری کی وجہ سے فراموش کر دیا۔ اور بھلا دیا تو اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ۔

لاجرم آل راہ بر تو بستہ شد	چوں دل اہل دل از تو خستہ شد
لامالہ وہ راستہ تجھ پر بند ہو گیا	جبکہ اہل دل کا دل تجھ سے زخمی ہوا

یعنی آخر کار وہ راہ (حق) تم پر بند ہوگی جب کہ اہل دل کا قلب تم سے رنجیدہ ہوا۔ یعنی جبکہ تم نے ان کو بلا کسی ضرورت شرعی کے ترک کر دیا تو ان کے قلب میں کدورت آگئی اور پھر سارے فیوض بند ہو گئے اور یہ مشاہدہ ہے برابر ایسا ہی ہوتا ہے چونکہ اکثر ایسا ہو جاتا ہے تو اس کو سن کر کسی کو رنج ہوتا کہ بس اب تو کہیں ٹھکانہ ہی نہ رہا اس لئے آگے اس کا علاج فرماتے ہیں کہ اگر کبھی ایسا غلطی سے ہو جاوے تو یہ کرو کہ۔

زودشاں دریاب و استغفار کن	ہمچو ابرے گریہ ہائے زار کن
جلد ان کے پاس پہنچ جا اور توبہ کر لے	ابر کی طرح عاجزی کا رونا رو

یعنی جلدی سے ان کو پالو اور استغفار کرو اور مثل ابر کے خوب رو مطلب یہ کہ ان سے معاف کراؤ اور حق تعالیٰ کی درگاہ میں استغفار کرو اور آہ و زاری کرو پھر اس کا یہ نتیجہ ہوگا کہ۔

تا گلستاں شاں سوئے تو بشگفتد	میوہ ہائے پختہ بر خود واکفد
تا کہ ان کا باغ تیری جانب کھلے	کپے ہوئے میوے خود پھٹ پڑیں

یعنی تا کہ ان کا گلستاں تیری طرف کھل جاوے اور پختہ میوے تیرے اور پھٹ پڑیں یعنی کثرت سے فیوض و برکات تم پر فائز ہوں۔

ہم بر آں در گردوم از سگ مباش	باسگ کہف ارشدستی خواجہ تاش
اسی در کا پکر کاٹتے سے کم نہ ہو	اگرچہ تو (اصحاب) کہف کے کتے کا ساتھی ہو گیا ہے

یعنی اس در پر پھر اور کتے سے کم مت ہو سگ اصحاب کہف کے ساتھ اگر تو خواجہ تاش ہوا ہے یعنی اگر تو نیکوں کی صحبت میں رہا ہے تو وفا میں کتوں سے کم مت ہو یہاں سے عود ہے مضمون وفا کی طرف جس کو کہ اوپر بیان کیا تھا کہ کتے کے اندر وفا کی خصلت بہت زیادہ ہوتی ہے حتیٰ کہ اگر کوئی اجنبی کتا آجاتا ہے تو دوسرے کتے اس کو کاٹتے ہیں کہ اول ہی جگہ جا اسی مضمون کو آگے بیان فرماتے ہیں کہ۔

چوں سگاں ہم مر سگاں رانا صح اند	کہ دل اندر خانہ اول بہ بند
کتے کتوں کے لئے ناصح ہیں	کہ پہلے گھر سے دل نکال

یعنی کہ جب کتے کتوں کے لئے ناصح ہیں کہ دل کو اول گھر کے ساتھ بند کر لے اور کہتے ہیں کہ

آں در اول کہ خوردی استخوان	سخت گیر و حق گزارى را ممان
وہ پہلا دروازہ جس پر تونے پڑی کھائی ہے	سخت پکڑے اور حق گزارى سے نہ رک

یعنی در اول کو جس سے کہ تو نے ہڈی کھائی ہے مضبوط پکڑ لے اور حق گزاری کو ترک مت کر۔

می گزندش کز ادب آنجا رود	وز مقام اولیں مفلح شود
وہ اس کو کاٹتے ہیں تاکہ تہذیب سے وہاں چلا جائے	اور پہلے مقام پر کامیاب ہو جائے

یعنی اس اجنبی کو کاٹتے ہیں تاکہ ادب کی وجہ سے اس جگہ سے چلا جاوے اور پہلے ہی جگہ سے چلا ہو مطلب یہ کہ کتے اس اجنبی کو اس لئے کاٹتے ہیں تاکہ اپنی پہلی ہی جگہ چلا جاوے۔

می گزندش کاے سگ طاغی برو	باولی نعمت باغی مشو
اس کو کاٹتے ہیں کہ اے سرکش کتے جا	اپنے محسن سے باغی نہ بن

یعنی وہ کتے اس کو کاٹتے ہیں کہ اے باغی جا اور اپنے ولی نعمت کے ساتھ باغی مت ہو۔

بر ہماں در ہچو حلقہ بستہ باش	پاسبان و چابک و برجستہ باش
اسی در پر حلقہ کی طرح بندھا رہ	محافظ اور چست اور آمادہ بنا رہ

یعنی اسی دروازہ پر حلقہ کی طرح بندھا رہ پاسبان اور چالاک اور برجستہ رہ۔

صورت نقض وفائی مامباش	بیوفائی را مکن بیہودہ فاش
ہماری بے وفائی کی صورت نہ بن	بیوفائی کو خواہ مخواہ ظاہر نہ کر

یعنی ہمارے نقض وفا کا نمونہ مت بن اور بیہودہ ہو کر بے وفائی کو ظاہر مت کر

مرسگاں را چوں وفا آمد شعار	رو سگاں رانگ بدنامی میار
وفاداری جبکہ کتوں کا شعار ہے	جا کتوں کو ذلیل اور بدنام نہ کر

یعنی کتوں کے لئے جب وفا شعار ہے تو جا اور کتوں کے لئے شرم اور بدنامی کو مت لامطلب یہ کہ اس کو کاٹتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کبخت کتوں کا تو اصل شعار وفاداری ہے تو اول ہوگا جو کہ بیوفائی کرے گا گویا کہ نمونہ بے وفائی بننا چاہتا ہے اور سب کو بے وفا مشہور کرنا چاہتا ہے اے بھائی ایسا مت کر اس لئے کہ کتوں کے لئے یہ تو بڑی شرم کی بات ہے۔ مولانا فرماتے ہیں کہ

بیوفائی چوں سگاں را عار بود	بیوفائی چوں رواداری نمود
جبکہ بیوفائی کتوں کے لئے ذلت ہے	تو نے بے وفائی کو کیوں جائز رکھا

یعنی جب کہ بیوفائی کتوں کے لئے عار ہے تو تو بے وفائی کرنے کو کس طرح جائز رکھتا ہے

حق تعالیٰ فخر آورد از وفا	گفت من اوفی بعہد غیرنا
اللہ تعالیٰ نے وفاداری پر فخر فرمایا ہے	فرمایا ہمارے علاوہ عہد کو زیادہ پورا کرنے والا کون ہے؟

یعنی حق تعالیٰ نے وفا کی وجہ سے فخر فرمایا ہے اور فرمایا ہے کہ عہد کو وفا کرنے والا ہم سے زیادہ کون ہے یعنی کوئی نہیں ہے۔

قرآن شریف میں ہے ومن اوفیٰ بعہدہ من اللہ یعنی کہ اللہ سے زیادہ کون عہد کا پورا کرنے والا ہے تو دیکھو حق تعالیٰ نے وفا عہد پر فخر فرمایا ہے تو اگر وفا کوئی ایسی شے نہیں ہے تو فخر کس پر ہے معلوم ہوا کہ وفاء عہد بہت بڑی نعمت ہے اللہ تعالیٰ ہم کو نصیب فرماوے اور توفیق دے اب یہاں شبہ ہوتا تھا کہ جب محسن سے بیوفائی بری ہے تو اگر ماں باپ مثلاً حکم شرک کریں تو ان کا کہا بھی مان لے اس کا جواب فرماتے ہیں کہ

بیوفائی داں وفا بارو حق	بر حقوق حق ندارد کس سبق
اللہ کے مردود کے ساتھ وفا کرنا (خدا کے ساتھ) بیوفائی سمجھ	اللہ کے حقوق پر کوئی ترجیح نہیں رکھتا

یعنی مردود حق کے ساتھ وفا کرنا بیوفائی سمجھو اس لئے کہ حقوق حق پر تو کوئی سبقت نہیں رکھتا بلکہ حق تعالیٰ کا حق سب سے مقدم ہے لہذا سب کے حقوق پر اس کو مقدم رکھو۔

نور را ہم نور شو با نار نار	جائے گل گل باش و جائے خار خار
نور کے لئے نور بن 'آگ کے لئے آگ	پھول کے مقام پر پھول بن اور کانٹے کی جگہ کانٹا

یعنی نور کے لئے تو نور ہو اور نار کے ساتھ نار گل کی جگہ گل رہو اور خار کی جگہ خار ہو مطلب یہ کہ موافقین حق کے ساتھ دوست رہو اور مخالفین کے مخالف۔

حق مادر بعد ازاں شد کاں کریم	کرد او را از جنین تو غریم
ماں کا حق اس کے بعد ہوا کیوں کہ اللہ نے	تیرے حمل کا اس کو مقروض بنایا

یعنی حق ماں کا اس کے بعد ہوا ہے کہ اس کریم نے اس کو تیرے جنین سے بوجھل کیا۔

صورتے کردت درون جسم او	داد در سملش ترا آرام و خو
اس کے جسم میں تیری صورت پیدا کی	(اور) اس کے حمل میں تجھے آرام دیا اور عادت ڈالی

یعنی جسم کے اندر تجھے ایک صورت عطا کی اور اس کے حمل میں تجھے آرام اور عادت عطا کئے۔

ہمچو جز و متصل دید او ترا	متصل را کرد تدبیرش جدا
اس نے تجھے اپنا ملا ہوا جزو سمجھا	اس (اللہ) کی تدبیر نے جڑے ہوئے کو جدا کر دیا

یعنی اس نے تجھے ایک جزو متصل (ماں کا) دیکھا تو ان کی تدبیر نے متصل کو جدا کر دیا۔

حق ہزاراں صنعت و فن ساخت ست	تا کہ مادر بر تو مہر انداخت ست
اللہ نے ہزاروں صنعتوں اور فن سے (تجھے) بنایا ہے	اس کے بعد ماں نے تجھ سے محبت کی ہے

یعنی حق تعالیٰ نے ہزاروں فن کئے ہیں یہاں تک کہ ماں نے تجھ پر محبت ڈالی ہے۔

بس حق حق سابق از مادر بود	ہر کہ آں حق راند اند خربود
تو اللہ کا حق ماں سے پہلے ہوا	جو اس حق کو نہیں پہچانتا گدھا ہے

یعنی بس حق تعالیٰ کا حق ماں سے سابق ہے اور جو کوئی اس حق کو نہ جانے خرے۔

آنکہ مادر آفرید و ضرع و شیر	باپدر کردش قریں آں خود مگیر
جس نے ماں کو پیدا کیا اور پستان اور دودھ پیدا کیا	اس کو باپ کا ساتھی بنایا یہ خود بخود نہیں ہوا

یعنی جس نے کہ ماں کو پیدا کیا اور پستان کو اور دودھ کو اور باپ کے ساتھ ماں کو قرین کیا اس کو از خود مت فرض کرو بلکہ یہ سب قدرت حق نے کیا ہے اور حق تعالیٰ ہی کے کرنے سے سب کچھ ہوا ہے چونکہ یہاں ضرورت حقوق کا ذکر کیا ہے اس لئے آگے مناجات فرماتے ہیں کہ۔

اے خداوند اے قدیم احسان تو	آنکہ دانم وانکہ نے ہم آن تو
اے اللہ اے وہ ذات کہ تیرا احسان قدیم ہے	جو میرے علم میں ہے اور جو میرے علم میں نہیں ہے تیری ملکیت ہے

یعنی اے خدا اور اے وہ ذات کہ تیرا احسان قدیم ہے اور جو میں جانتا ہوں اور جو نہیں جانتا سب آپ کی ملک ہے۔

تو بفرمودی کہ حق را یاد کن	زانکہ حق من نمیکرد کہن
تو نے فرمایا ہے کہ حق کو یاد کر	کیونکہ میرا حق پرانا نہیں ہوتا ہے

یعنی آپ نے فرمایا ہے کہ میرے حق کو یاد کرو اس لئے کہ میرا حق کبھی پرانا نہیں ہوتا کیونکہ اگر نعمتیں ختم ہو جاویں تو حق بھی پرانا ہو جاوے گا جب نعمتیں ہر وقت ہو رہی ہیں تو پھر حق کس طرح پرانا ہو سکتا ہے اور آپ کا ارشاد ہے کہ۔

یاد کن لطفے کہ کردم آں صبح	باشما از حفظ در کشتی نوح
(تو نے فرمایا) اس مہربانی کو یاد کرو جس صبح کو میں نے کی	تمہارے ساتھ نوح کی کشتی میں حفاظت کر کے

یعنی اس مہربانی کو یاد کرو جو کہ میں نے اس صبح کو تمہارے ساتھ کشتی نوح میں حفاظت سے کی تھی۔

اصل و اجداد شمارا آں زماں	دادم از طوفان و از موجش اماں
اس وقت تمہاری اصل اور ہادا دادا کو	میں نے طوفان اور اس کی موج سے امن دی

یعنی تمہارے باپ دادا کو اس وقت میں نے طوفان اور اس کی موج سے امن دیا تھا

آب آتش خوز میں بگرفتہ بود	موج او ہر اوج کہ رامی ربود
آگ کے مزاج والے پانی نے دین گھیر لی تھی	اس کی موج پہاڑ کی ہر چوٹی کو اڑائے لئے جارہی تھی

یعنی اس پانی مہلک نے زمین کو احاطہ کر رکھا تھا اور اس کی موج پہاڑ کی بلندی سے گزر گئی تھی۔

حفظ کردم من نکر دم روتاں	در وجود جد جد جدتاں
میں نے حفاظت کی میں نے تمہیں مردود نہ بنایا	تمہارے دادا پر دادا سگودادا کے وجود میں

یعنی تمہاری میں نے حفاظت کی اور تم کو تمہارے جد جد الجد کے وجود میں رکھیں کیا مطلب یہ کہ دیکھو اس وقت اگر سب کو ہلاک کیا

جاتا تو تم کہاں سے پیدا ہوتے اس وقت سے تمہاری بنیاد ڈالی گئی ہے جب تم اس وقت موجود ہوئے ہو۔

چوں شدی سر پشت پائیت چوں زخم	کارگاہ خویش ضائع چوں کنم
جب تو سردار ہو گیا تو میں ٹوکر کیسے ماروں؟	اپنے کارخانہ کو کیسے ضائع کروں؟

یعنی جب کہ تو موجود ہو گیا تو میں اب تیری پشت پا کس طرح ماروں گا اور اپنی کارگاہ کو کس طرح ضائع کر دوں گا مطلب یہ کہ جب تیرے لئے اس قدر تمہید کی اور تجھے وجود میں لایا تو بھلا اب ضائع کر دوں گا ہرگز نہیں۔

چوں فدائے بیوفایاں می شوی	از گمان بدبداں سوی روی
تو بیفناؤں پر قربان کیوں ہو رہا ہے؟	بدگمانی کی وجہ سے اس جانب جا رہا ہے

یعنی کس طرح بے وفائیوں پر فدا ہو رہا ہے اور گمان بد کی وجہ سے اس جگہ جاتا ہے مطلب یہ کہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جب میں نے تجھے بنایا ہے اور تجھے غارت نہ کروں گا تو پھر مجھے اور میرے در کو چھوڑ کر اور طرف کیوں متوجہ ہوتا ہے اور مجھ پر گمان بدل جاتا ہے کہ میں تجھے بھول جاؤں گا اور چھوڑ دوں گا ہرگز نہیں ایسا نہیں ہو سکتا۔

من ز سہو و بیوفائی ہا بری	سوئے من آئی گمان بد بری
میں بھول اور بے وفائی سے بری ہوں	تو میری جانب آتا ہے تو بدگمانی کرتا ہے

یعنی میں تو سہو اور بیوفائی سے بری ہوں تو میری طرف آ رہے کیا گمان بد کرتا ہے۔

ایں گمان بد بر آنجا بر کہ تو	می شوی در پیش ہم چوں خود دو تو
یہ بدگمانی وہاں لے جا جس جگہ کہ تو	اپنے پیسے کے سامنے دہرا ہوتا ہے

یعنی یہ گمان بد اس جگہ لے جا کہ تو اپنے جیسے کے سامنے دوہرا ہوتا ہے مطلب یہ کہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جس کو کہ تو نے مقصود اور مطلوب بنا رکھا ہے ان پر بدگمانی کر کہ وہ شاید تجھے چھوڑ دیں مگر میں تو تجھے چھوڑنے والا نہیں ہوں پھر میرے ساتھ بدگمانی کر کے اور کی طرف کیوں جاتا ہے۔

بس گرتی یار و ہمراہان زفت	گر ترا پر سم کہ کو گوئی کہ رفت
تو نے بہت سے طاقتور ساتھی اور دوست بنائے	اگر میں تجھ سے پوچھوں کہ کہاں ہیں تو تو کہے گا چلے گئے

یعنی تو نے بہت سے یار اور ہمراہ مضبوط بنائے اگر میں تجھ سے دریافت کروں کہ کہاں ہیں تو تو کہے گا کہ چلے گئے یعنی کہ مر گئے اور چونکہ یار وہی طرح کے ہوتے ہیں برے اور بھلے۔ لہذا

یار نیکت رفت بر چرخ بریں	یار فسقت رفت در قعر زمین
تیرا نیک ساتھی بلند آمان پر چلا گیا	تیرا بدکار ساتھی زمین کی گہرائی میں چلا گیا

یعنی تیرا یار نیک تو چرخ بریں پر چلا گیا اور تیرا بد دوست قعر زمین میں چلا گیا۔

تو بماندی درمیانه آنچنان	بیمدد چوں آتشے از کارواں
--------------------------	--------------------------

تو درمیان میں رہ گیا اسی طرح	بے مدد جیسے کہ قافلہ (کی روانگی) کے بعد آگ
------------------------------	--

یعنی تو درمیان میں اسی طرح بے مدد رہ گیا جیسے کہ آگ قافلہ میں (بعد اس کے چلے جانے کے بے مدد اور بے یار مددگار رہ جاتی ہے) آگے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

دامن او گیر اے یار دلیر	کو منزہ باشد از بالا وزیر
-------------------------	---------------------------

اے بہادر دوست! تو اس کا دامن پکڑ لے	جو اوپر نیچے سے پاک ہو
-------------------------------------	------------------------

یعنی اے یار دلیر اس کا دامن پکڑ جو کہ بالا وزیر سے منزہ ہو۔

نے چو عیسیٰ سوئے گردوں برشود	نے چو قاروں درز میں اندر رود
------------------------------	------------------------------

نہ تو (حضرت) عیسیٰ کی طرح آسمان پر چڑھ جائے	نہ قاروں کی طرح زمین کے اندر چلا جائے
---	---------------------------------------

یعنی وہ نہ تو عیسیٰ کی طرح آسمان پر جاوے اور نہ قاروں کی طرح زمین کے اندر جاوے بلکہ

باتو باشد در مکان و لا مکان	چوں بمانی از سراو از دوکان
-----------------------------	----------------------------

وہ تیرے ساتھ مکان اور لا مکان میں ہو گا	جب تو گھر اور دکان سے اکیلا رہ جائے گا
---	--

یعنی وہ تیرے ساتھ مکان اور لا مکان سب میں رہے جب کہ تو گھر اور دوکان سے رہ جاوے یعنی جب کہ ان سب سے علیحدگی ہو تب اور جب ان میں رہو تب ہر وقت وہ ساتھ ہے۔ وہ تمہیں چھوڑ کر کہیں نہ جاوے ایسا دوست بناؤ۔

اوبر آرد از کدورتہا صفا	مر جفاہائے ترا گیرد وفا
-------------------------	-------------------------

وہ کدورتوں سے صفائی نکال لیتا ہے	تیری جفاؤں کو وفا فرض کر لیتا ہے
----------------------------------	----------------------------------

یعنی وہ کدورتوں میں سے صفا پیدا کرے اور تیری جفاؤں کو وفا بنا دے بلجوائے بیدل اللہ سیاتہم حسنات ملکات سیدہ کو ملکات حسنہ سے بدل دے گا۔ یہاں یہ شبہ ہوتا تھا کہ سیات کو حسنات تو نہیں کرتے بلکہ وہ تو سزا دیتے ہیں لہذا اس شبہ کو زائل فرماتے ہیں کہ۔

چوں جفا آری فرستد گوشال	تاز نقصان دارولی سوئے کمال
-------------------------	----------------------------

جب تو ظلم کرتا ہے وہ سزا بھیجتا ہے	تاکہ تو نقصان سے کمال کی طرف روانہ ہو
------------------------------------	---------------------------------------

یعنی جب کہ تو جفا کرے تو وہ گوشال بھیجے تاکہ نقصان سے چھوٹ کر تو کمال کی طرف جاوے مطلب یہ کہ کوئی سزا ایسی مقرر فرما دیتے ہیں مثلاً قبض وغیرہ کہ اس سے تشبیہ ہو کر پھر متوجہ بخت ہو جاتے ہو آگے خود اسی کو فرماتے ہیں کہ۔

چوں تووردے ترک کردی درروش	بر تو قبضے آید از رنج و تبش
---------------------------	-----------------------------

جب تو عمل میں کوئی معمول ترک کر دیتا ہے	رنج اور غصہ سے تجھ پر قبض (طاری) ہو جاتا ہے
---	---

یعنی جب کہ تو نے کوئی درد سلوک میں ترک کر دیا تو تجھ پر ایک قبض رنج و پیش سے آیا ہے مطلب یہ ہے کہ اگر کبھی کوئی درد ناغہ ہو جاتا ہے تو اس سے ایک قسم کا رنج ایسا مسلط ہوتا ہے کہ پھر یاد رہتا ہے اور کبھی ایسا نہیں ہوتا اور یہ بات روز کی مشاہدہ سے معلوم ہے اور قبض کی وجوہ مختلف ہیں کبھی تو سوء مزاج سے ہوتا ہے اور کبھی ضعف سے اور کبھی کسی وارد قوی سے اور کبھی عصیان سے تو جو عصیان سے ہو وہ تو ترقی کو مانع ہے اور باقی اور جو ہیں وہ مانع نہیں ہیں۔ اور حاجی صاحب فرمایا کرتے تھے کہ بعض لوگ معاصی کے بعد جو اپنے قلب کو مکدر نہیں پاتے تو کہتے ہیں کہ ہمارا ظرف اس قدر وسیع ہے کہ اس میں یہ معصیت اثر نہیں کرتی۔ تو یاد رکھو کہ یہ سخت غلطی ہے اگر بعد معصیت کے قلب میں مکدر نہیں ہے تو سمجھو کہ نسبت عن الحق حاصل نہیں ہے بلکہ جو نسبت ہے وہ شیطانی ہے ایسے شخص کو سر پکڑ کر رونا چاہئے کہ بڑی بدبختی ہے اور یہ قبض اس لئے ہوتا ہے کہ۔

آں ادب کردن بود یعنی مکن	ہیچ تحویلیہ ازاں عہد کہن
وہ ادب سکھانا ہوتا ہے یعنی نہ کر	پرانے عہد میں کوئی تبدیلی

یعنی یہ ادب کرنا ہے یعنی (پھر) مت کرنا کوئی تبدیلی اس عہد کہنہ سے بات یہ ہے کہ ایک تو عہد قوی ہوتا ہے اور ایک عہد عملی ہوتا ہے تو اس شخص نے جو اتنی روز تک ایک کام کیا تو اس سے ایک عہد عملاً حق تعالیٰ کے ساتھ کر لیا ہے لہذا اس قبض سے یہ ادب دینا مقصود ہوتا ہے کہ دیکھو پھر کبھی ایسا مت کرنا کہ اس کو ترک کرو۔

پیش ازاں کایں قبض رنجیرے شود	اینکہ دلگیر ست پاگیرے شود
اس سے پہلے کہ یہ قبض رنجیرے بنے	جو (آج) دلگیر ہے وہ پاگیر بن جائے

یعنی اس سے پہلے کہ یہ قبض رنجیرے ہو جاوے اور یہ کہ دلگیر ہے پاگیر ہو جاوے۔

رنج معقولت شود محسوس و فاش	تانہ گیری این اشارت را بلاش
ترا زہنی رنج محسوس اور واضح ہو جائے گا	خبردارا اس اشارے کو معدوم نہ سمجھنا

یعنی تیرا رنج معقول محسوس اور فاش ہو جاوے ہرگز اس اشارہ کو لاشے مت سمجھنا۔ لاش مخفف لاشے کا ہے مطلب یہ کہ اگر اس قبض کے وارد ہونے کے بعد توبہ وغیرہ کر کے متوجہ نہ ہو گے تو ابھی تو اس سے دل تنگی ہوتی ہے پھر یہی دل تنگی قبض مرتبہ محسوس بن جاتی ہے اور عذاب دنیاوی کا سبب ہو جاتی ہے لہذا اس سے پہلے کہ یہ سبب کسی عذاب کا بنے اس کو لاشے مت خیال کرو بلکہ اس سے عبرت حاصل کرو۔

در معاصی قبضہا دلگیر شد	قبضہا بعد از اجل زنجیر شد
گناہوں میں قبض دلگیر بنتا ہے	موت کے بعد انقباضی کیفیتیں زنجیر ہو جاتی ہیں

یعنی معاصی میں قبض دلگیر ہوا اور وہی قبض بعد اجل کے زنجیر ہو گیا یعنی معاصی کی وجہ سے جو قبض پڑا ہے وہ اس وقت تو دلگیر ہے مگر موت کے بعد وہی سبب عقوبت اخروی کا ہو جاتا ہے اس لئے کہ معاصی پر عقوبت آخرت تو یقینی ہے مگر بعض مرتبہ عقوبت دنیا بھی مرتب ہو جاتی ہے لہذا اس سے غافل نہ ہونا چاہئے اس لئے کہ ارشاد ہے۔

عیشة ضنکا و نحشر بالعمرا	نعت من اعرض هنا عن ذکرنا
تنگ زندگی اور (قیامت میں) اندھا اٹھائیں گے	جس شخص نے یہاں ہمارے ذکر سے اعراض کیا ہم اس کو دیکھے

یعنی جس نے کہ یہاں (دنیا میں) ہمارے ذکر سے اعراض کیا ہم اس کو عیش تنگ دیتے ہیں۔ اور اس کا حشر اندھا کر کے کرتے ہیں اس کے آگے ایک مثال ہے کہ

قبض و دل تنگی دلش را میخلد	دزد چوں مال کسانرا می برو
قبض اور دلنگی اس کے دل میں کھلتی ہے	چور جب لوگوں کا مال لے جاتا ہے

یعنی چور جب لوگوں کا مال لے جاتا ہے تو قبض اور دل تنگی اس کے دل میں چبھتی ہے اس لئے کہ طبعی امر ہے کہ جب کوئی نیا کام کرتا ہے تو اس میں ایک عجیب حالت ہوتی ہے اور ضرور ایک دل تنگی محسوس ہوتی ہے۔

قبض آں مظلوم کز شرت گریست	اوہمی گوید عجب این قبض چیست
یہ قبض اس مظلوم (کی دعا) کا اثر ہے جو تیرے شر سے رو رہا ہے	وہ کہتا ہے تعجب ہے یہ قبض کیا ہے

یعنی وہ کہتا ہے کہ تعجب ہے کہ یہ قبض کیا ہے (مولانا فرماتے ہیں کہ) اس مظلوم کا قبض ہے جو کہ تیرے شر کی وجہ سے رو رہا ہے۔

باد اصرار آتشش زادم کند	چوں بدیں قبض التفاتے کم کند
اصرار کی ہوا اس کی آگ کو بھڑکاتی ہے	جب وہ اس قبض کی طرف توجہ نہیں کرتا ہے

یعنی جب کہ اس قبض کی طرف التفات کم کرتا ہے تو اصرار کی ہوا اس کی آگ کو اور بھڑکاتی ہے یعنی اول تو دل میں کچھ اوپر معلوم ہوا تھا اب وہ بات بھی نہیں رہی بلکہ عادت ہو گئی اب یہ نتیجہ ہوا کہ عقوبت دنیا اس پر مسلط ہو گئی اور یہ ہوا کہ۔

گشت محسوس آں معانی زد علم	قبض دل قبض عواں شد لا جرم
وہ محسوس بن گیا، معنی نے نشان قائم کر دیا	لا محالہ دل کا قبض سپاہی کی گرفت ہو گیا

یعنی وہ قبض دل قبض پولیس ہو گیا آخر کار اور وہ معانی محسوس ہو گئے اور خوب مشہور ہو گئے لہذا اسی طرح معصیت سے اول بار تو دل تنگی ہوتی ہے مگر جب اس طرف التفات نہیں ہوتا تو پھر مساوات ہو جاتی ہے اور عقوبت مسلط ہو جاتی ہے لہذا اول ہی سے خیال کر کے توبہ و استغفار سے اس کا دفعیہ ضروری ہے۔

قبض بیخست و بر آرد شاخ بیخ	قبضہا زنداں شد است و چار بیخ
قبض جڑ ہے اور جڑ شاخ اتار دیتی ہے	قبض جیل خانہ اور چار بیخ بن گیا ہے

یعنی قبض قید ہیں اور عقوبت ہیں اور قبض جڑ ہے اور جڑ شاخ نکالا ہی کرتی ہے لہذا اس سے بھی ثمرات مرتب ہوں گے۔

قبض و بسط خویش را بنی شمار	بیخ پنہاں بود ہم شد آشکار
اپنے قبض اور بسط کو جڑ سمجھ	جڑ چھپی ہوئی تمہی نمایاں ہو گئی

یعنی جڑ پوشیدہ تھی اب ظاہر ہو گئی اور قلب کے قبض و بسط کو ایک جڑ سمجھو کہ اس سے اور ثمرات پیدا ہوتے ہیں۔

چونکہ نیخ بد بود زودش بکن	تاناہ روید زشت خارے در چمن
جب جڑ بری ہو اس کو جلد اکھاڑ دے	تاکہ کوئی برا کانا چمن میں نہ آگے

یعنی جب نیخ قلب بری ہو تو اس کو جلدی اور اکھاڑ دو تا کہ چمن قلب میں ایک زشت خار نہ آگے اور مطلب یہ کہ اگر قبض معصیت کی وجہ سے ہوا ہے تو اس سے بہت جلد توبہ کر لو کہ یہ بہت برا ہے اور علامت اس کی یہ ہے کہ اگر قبض میں میلان الی المعصیت ہے تو سمجھو کہ یہ معصیت کی وجہ سے ہے ورنہ اگر میلان طاعت کی طرف ہے تو وہ محمود ہے اور موجب ترقی درجات کا ہے۔

قبض دیدی چارہ آں قبض کن	زانکہ سرہا جملہ می روید زمین
تو نے قبض دیکھ لیا اس قبض کی تدبیر کر	کیونکہ شاخیں سب جڑ سے اگتی ہیں

یعنی تو نے قبض دیکھا تو اس کا علاج کر اس لئے کہ شاخیں سب جڑ ہی سے پیدا ہوتی ہیں تو یہ میلان الی المعصیت جو قبض کی وجہ سے ہے ایک دن مفطی الی المعصیت ہو جاوے گا۔ لہذا اس قبض کا بہت جلد علاج کرنا ضروری ہے۔

بسط دیدی بسط خود را آب ده	چو بر آید میوه با اصحاب ده
تو نے بسط دیکھا اپنے بسط کو سیراب کر	جب پھل آ جائے تو ساتھیوں کو دے

یعنی جب کہ بسط دیکھو تو اس کو پانی دو اور جب میوہ نکلے تو اور اصحاب کو بھی دو یعنی اور لوگوں کو بھی فائدہ پہنچاؤ بلکہ بیضاوی نے تو ومما رزقناہم ینفقون کی تفسیر میں کہا ہے ومن انوار اللہ فیضون تو یہ بھی اتفاق فی سبیل اللہ میں داخل ہے جیسا کہ معلوم ہوا آگے اسی قصہ اہل سبا کی طرف رجوع فرماتے ہیں کہ

باز گردو قصہ اہل سبا	باز گو تا باز گویم مرحبا
پلٹ اور سبا والوں کا قصہ	پھر کہہ تاکہ میں مرحبا پھر کہوں

یعنی پھر واپس ہو اور اہل سبا کا قصہ کہو تاکہ میں تم کو مرحبا کہوں۔ یعنی میں تم کو شاباش کہوں کہ کیا خوب بیان کیا ہے لہذا اول اس کو بیان کر دو آگے اس قصہ کو بیان فرماتے ہیں۔

باقی قصہ اہل سبا.... اہل سبا کا باقی قصہ

آں سبا ز اہل صبا بودند خام	کارشاں کفران نعمت با کرام
وہ (اہل) سبا جملہ بچوں کے بے عمل تھے	ان کا کام بزرگوں کی نعمت سے انکار تھا

یعنی وہ سبا جو کہ بچپن والوں میں سے خام تھے ان کا کام کرام کے ساتھ کفران نعمت تھا۔ مطلب یہ کہ اہل سبا نادان تھے اور دین میں پختہ نہ تھے اور ان کا کام یہ تھا کہ حضرات انبیاء علیہم السلام کی کفران نعمت کیا کرتے تھے آگے اس کفران کو بتاتے ہیں کہ

باشد آں کفران نعمت در مثال	کہ کنی باحسن خود تو جدال
مثلاً کفران نعمت یہ ہوتا ہے	کہ تو اپنے حسن سے جھڑنے لگے

یعنی مثال میں یہ بھی کفرانِ نعمت ہی ہے کہ اپنے محسن کے ساتھ لڑائی کرنے لگو اس طرح کہ

کہ نمی باید مرا این نیکوئی	من بر نجم زیں چه رنجہ می شوی
کہ مجھے یہ بھلائی نہیں چاہیے	تو کیا رنجیدہ ہوتا ہے میں اس (خیری بھلائی) سے خود رنجیدہ ہوں

یعنی (یوں کہو کہ) مجھے آپ کے احسان کی ضرورت نہیں ہے اور مجھے اس (احسان) سے تکلیف ہوتی ہے لہذا تم کیوں رنج اٹھا رہے ہو مطلب یہ کہ اگر تم اپنے محسن سے کہنے لگو کہ جناب مجھے آپ کے احسان کی ضرورت نہیں ہے آپ کے احسان سے مجھے تکلیف ہوتی ہے تو دیکھو یہ کفرانِ نعمت ہے یا نہیں ہے یا یوں کہو کہ

لطف کن این نیکوئی را دور کن	من نخواہم چشم زودم کور کن
مہربانی کر یہ بھلائی مجھ سے دور کر دے	میں آنکھیں نہیں چاہتا ہوں مجھے جلد اندھا کر دے

یعنی مہربانی کر کے اس احسان کو دور کر دیجئے اور میں آنکھ نہیں چاہتا مجھے جلدی اندھا کر دو مطلب یہ کہ اس محسن سے کہنا شروع کرو کہ جناب آپ کی مہربانی ہوگی اگر آپ مجھ پر احسان نہ کریں مولانا فرماتے ہیں کہ یہ تو ایسی مثال ہوگئی کہ جیسے کہ کوئی کہے کہ مجھے آنکھ کی ضرورت نہیں ہے مجھے تو اندھا ہی کر دو اسی طرح اس کی تمنا کرنا ہے کہ مجھ پر احسان مت کرو آگے اس پر قول اہل سب کو متفرع فرماتے ہیں کہ

پس سب گفتند باعد بیننا	شینا خیر لنا خذ زیننا
تو (اہل) سب نے کہا ہمیں دور دور کر دے	ہمارا عیب ہمارے لئے اچھا ہے ہماری زینت لے لے

بس اہل سب نے کہا کہ اے اللہ ہمارے آپس کے درمیان میں دوری فرما دیجئے اس لئے کہ ہماری نحوست بہتر ہے یہ اپنی زینت لے لیجئے۔ نعوذ باللہ مطلب یہ کہ چونکہ اہل سب جو کہ ملک یمن میں ہے اس قدر مالدار تھے کہ جس کی کوئی انتہا ہی نہیں ان پر حق تعالیٰ کا بے حد انعام تھا یہ حالت تھی کہ ان کی بستیاں اس قدر قریب قریب تھیں کہ اگر صبح کو چلو تو دو پہر کو آرام لے لو اور اگر دو پہر کو ایک جگہ سے چلو تو عصر کے وقت بستی موجود ہے علیٰ ہذا غرض کہ ان کو کلفت نہ ہوتی تھی پھر راستوں میں سڑکوں کے دونوں طرف درخت میوہ دار اور خود رو بے انتہا تھے کہ کہیں دھوپ کا نام نہ تھا۔ کوسوں چلے جاؤ اور جیسے گھر میں ہیں پھر جا بجا نہریں جاری سبحان اللہ کیا ملک تھا ان نالائقوں کو مستی سو جھی دعا کی کہ اے اللہ ان سفروں میں تو مزا نہیں آتا اس لئے کہ سفر معلوم ہی نہیں ہوتا مزا تو یہ ہے کہ کچھ امیر ہیں کچھ غریب ہیں سفر میں جارہے ہیں مشکیزوں میں پانی ہے خرچیاں توشہ سے بھرنی ہوئی ہیں کوسوں تک نہ پانی ملتا ہے نہ کچھ امراء غریبا کو بانٹ رہے ہیں چہل پہل ہے اس طرح تو لطف سفر بھی ہے ورنہ اب کیا ہے یہاں سے وہاں اور وہاں سے اور آگے گویا گھر سے نکلے ہی نہیں لہذا دعا دوری سفر کی کی غیرت حق جوش میں آئی ان نالائقوں کو ہلاک کر دیا کہ جاؤ کم بختو جیسا تم نے ہماری نعمتوں کی ناشکری کی اور ان کا زوال چاہا تو زوال بھی ایسا لو کہ پھر مل ہی نہ سکیں۔ نعوذ باللہ اور یاد رکھو کہ آج کل کے لکھے پڑھے لوگ اور عوام بھی اس میں مبتلا ہیں یعنی کفرانِ نعمت حق کا اہل سب کی طرح کرتے ہیں مثلاً جاڑے کے روزے ہیں کہتے ہیں کہ میاں اس میں کیا مزہ ہے معلوم بھی نہیں ہوتا گرمیوں میں مزہ ہے شربت بن رہا ہے منہ سوکھ رہے ہیں اذان کے منتظر ہیں یاد رکھو کہ یہ اس نعمت کی ناشکری ہے اور اسی طرح غور کرنے سے بہت سی باتیں نکل سکتی ہیں خدا سے ڈرو اور توبہ کرو اور

ایسے کلمات سے زبان کو روکو کہ مبادا غیرت حق جوش میں آکر انتقام نہ لے۔ اللہم احفظنا غرضکہ انہوں نے یہ دعا کی اور یہ کہا کہ

ماکی خواہیم ایں ایوان و باغ	نے زمانے خوب نے امن و فراغ
-----------------------------	----------------------------

ہم یہ قلعے اور باغ نہیں چاہتے ہیں	نہ اچھا وقت نہ امن نہ فارغ البالی
-----------------------------------	-----------------------------------

یعنی ہم یہ محل اور باغ نہیں چاہتے اور نہ یہ زمانہ و فراغ۔

شہر ہا نزدیک ہمدیگر بدست	آں بیاباں ست خوش کانبجا دو است
--------------------------	--------------------------------

ایک دوسرے سے قریب شہر برے ہیں	وہ جنگل اچھا ہے جہاں درندے ہوں
-------------------------------	--------------------------------

یعنی دوسرے شہر نزدیک ہیں یہ بھی برا ہے وہ جنگل ٹھیک ہیں جہاں درندے ہوں غرضکہ ایسی ایسی دعائیں کیں جس کی وجہ سے غارت ہوئے آگے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

یطلب الانسان فی الصيف الشتاء	فاذا جاء الشتاء انکرذا
------------------------------	------------------------

انسان گرمیوں میں جاڑا طلب کرتا ہے	جب جاڑا آتا ہے اس کو برا سمجھتا ہے
-----------------------------------	------------------------------------

یعنی انسان گرمی میں تو جاڑے کو مانگتا ہے اور جب جاڑا آیا تو اس کو برا سمجھتا ہے۔

فہولا یرضی بحال ابداء	لابضیق لابعیش رغدا
-----------------------	--------------------

وہ کسی حال میں کبھی راضی نہیں ہوتا ہے	نہ تنگی میں نہ وسیع عیش میں
---------------------------------------	-----------------------------

یعنی بس کبھی کسی حال پر راضی نہیں ہوتا نہ تنگی میں اور نہ عیش خوشگوار میں۔

قتل الانسان ما اکفره	کلما مال الہدی انکره
----------------------	----------------------

انسان غارت ہو کس قدر ناشکرا ہے	جب ہدایت پالیتا ہے اس کا انکار کرتا ہے
--------------------------------	--

یعنی انسان مارا جاوے کیسا ناشکرا ہے کہ جب ہدایت پہنچتی ہے اس کو برا سمجھتا ہے مطلب یہ کہ کسی حال میں حضرت انسان راضی نہیں ہے اگر آرام سے ہیں تو مصیبت کے طالب اور اگر مصیبت میں ہیں تو آرام کے خواہاں۔

نفس زینسانست زان شد کشتنی	اقتلوا انفسکم گفت آں سنی
---------------------------	--------------------------

نفس ایسا ہی ہے اسی وجہ سے وہ گردن زدنی ہے	تم اپنے نفسوں کو قتل کرو اس بزرگ نے فرمایا
---	--

یعنی نفس ایسا ہی ہے اس لئے وہ لائق کشتن ہے اور اس بزرگ نے اقلوا انفسکم فرمایا ہے۔ اقلوا انفسکم اگرچہ بنی اسرائیل کو ارشاد ہے مگر چونکہ علت یعنی طغیان و سرکشی ہم میں اور ان میں دونوں میں یکساں ہے لہذا اس حکم کے عموم میں ہم بھی داخل ہو گئے لہذا چاہئے کہ اس نفس کی مخالفت کر کے اس کو قتل کرنا چاہئے آگے نفس کی ایک مثال فرماتے ہیں کہ

خار سہ پہلو ست ہر سوش نہی	در خلد و از زخم او تو کے رہی
---------------------------	------------------------------

یہ کو کھرد ہے اس کو جس جانب سے بھی رکھے گا	وہ چبھے گا اس کے زخم سے تو کب بچے گا
--	--------------------------------------

یعنی یہ نفس تکونہ کا نسا ہے تم اس کو جس طرف رکھو گے چھ جاوے گا تم اس کے زخم سے کب چھوٹ سکتے ہو یعنی اس کی مغفرت سے تو چھٹکارہ ہو ہی نہیں سکتا۔ اب چونکہ بعض لوگ بے فکر ہو جاتے ہیں کہ جب چھٹکارا ممکن ہی نہیں تو ہم پر کوئی ملامت بھی نہیں لہذا آگے اس سے چھوٹنے کی تدبیر فرماتے ہیں کہ۔

آتش ترک ہوا در خار زن	دست اندر یار نیکو کار زن
خواہش کو ترک کرنے کی آگ کانٹے میں لگا دے	نیکو کار دوست کو پکڑ لے

یعنی اس کانٹے میں ترک ہوا کی آگ لگا دو اور یار نیکو کار میں ہاتھ مارو مطلب یہ کہ اس کانٹے کو اگر پاس رکھو گے تو ضرور چبھے گا لہذا ترکیب یہ ہے کہ اس میں آگ لگا دو بس اس کا قضیہ ہی ختم ہو اور اس نفس کے لئے آتش ترک ہو مناسب ہے لہذا اور خواہشات کو اس کے پورا نہ کرو اس کے بعد ان شاء اللہ یہ سرکشی نہ کرے گا اور پھر حق تعالیٰ کے ساتھ تعلق پیدا کر لو اور آرام سے رہو آگے پھر اہل سبہا کا قصہ بیان فرماتے ہیں کہ۔

چوں زحد بردند اصحاب سبہا	کہ بہ پیش ماو با بہ از صبا
جب سبہا والے حد سے تجاوز کر گئے	کہ ہمارے لئے وہا سے بہتر ہے

یعنی جب کہ اہل سبہا کفران نعمت کو حد سے زیادہ لے گئے (اور کہا) کہ ہمارے آگے تو وہا سے بہتر ہے مطلب وہی کہ نعمتوں سے بیماریاں مصیبتیں بہتر ہیں نعوذ باللہ۔

قصہ خون ناصحان مے داشتند	تخم فسق و کافری مے کاشتند
نصیحت کرنے والوں نے نصیحت کی	بد معاشی اور کفر سے انہوں نے روکا

یعنی ناصحین ان کو نصیحت کرتے تھے اور فسوق اور کفر سے مانع ہوتے تھے اور ان باتوں سے منع کرتے تھے تو اس نصیحت کا نتیجہ یہ ہوتا تھا کہ۔

ناصران شاں در نصیحت آمدند	از فسوق و کفر مانع می شدند
تو نصیحت کرنے والوں کو قتل کرنے کا ارادہ کرتے تھے	بد معاشی اور کفر کا بیج بوتے تھے

یعنی ناصحین کے قتل کا قصد رکھتے تھے اور فسق و کافری کا بیج بوتے تھے مولانا فرماتے ہیں کہ

چوں قضا آید شود تنگ این جہاں	از قضا حلوا شود رنج دہاں
جب قضا آتی ہے یہ دنیا تنگ ہو جاتی ہے	قضا سے حلوا منہ کی کلفت بن جاتا ہے

یعنی جبکہ قضا آتی ہے تو یہ جہان تنگ ہو جاتا ہے اور قضا سے حلوا تکلیف دہ ہو جاتا ہے۔

گفت اذا جاء القضا ضاق القضا	توجب الابصار اذا جاء القضا
فرمایا جب قضا آتی ہے قضا تنگ ہو جاتی ہے	(اور) آنکھیں بند کر دی جاتی ہیں جب قضا آتی ہے

یعنی حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب قضا آتی ہے تو میدان وسیع تنگ ہو جاتا ہے اور آنکھیں بند ہو جاتی ہیں جبکہ قضا آتی ہے اس حدیث کو جامع صغیر میں علامہ سیوطی نے مرفوعاً بسند ضعیف بالفاظ ذیل میں نقل کیا ہے۔ اذا اراد الله انفاذ

قضائہ و قدرہ سلب ذوی العقول عقولہم حتی ینفد فیہم قضاؤہ و قدرہ فاذا قضی امرہ رددہ الیہم عقولہم و وقعت الندامۃ یعنی جب کہ حق تعالیٰ اپنے کسی قضا اور حکم کو جاری فرمانا چاہتے ہیں تو ذوی العقول کی عقلیں سلب ہو جاتی ہیں یہاں تک کہ ان میں وہ حکم نافذ ہو جاتا ہے اور جب نافذ ہو چکتا ہے تو ان کی عقول واپس ہو جاتی ہیں اور پھر ندامت ہوتی ہے۔

چشم بستہ می شود وقت قضا	تانبہ بیند چشم کحل چشم را
قضا کے وقت آنکھیں بند ہو جاتی ہیں	تاکہ آنکھ آنکھ کے سرمہ کو نہ دیکھے

یعنی قضا کے وقت آنکھ بند ہو جاتی ہے یہاں تک کہ آنکھ کو سرمہ چشم بھی دکھائی نہیں دیتا اور اس پر وہ قضا جاری ہو جاتی ہے بس اس کا علاج یہ ہے کہ اس قضا کے اسباب پر نظر نہ کرے بلکہ خود اس قضا والے کے پاس جا کھڑا ہو۔ اور جا کھڑا ہونا دعا کرنا ہے جیسا کہ حدیثوں میں آیا ہے لا یرد القضاء الا الدعاء جس کے معنی یہی ہیں کہ اگر قضا معلق ہے تب تو وہ رد ہی ہو جاتی ہے اور اگر مبرم ہے ہو تو اس کے ضرر سے انسان محفوظ رہتا ہے لہذا چاہئے کہ جب کوئی مصیبت ہو تو بس حضرت حق کے آگے رووے اور دعا کرے آگے خود مولانا اس مضمون کو مثال میں فرماتے ہیں کہ۔

شرح صلیبی

ترجمہ و تشریح: جب تو صومعہ عیسیٰ کا قصہ سن چکا اور یہ جان چکا کہ اہل اللہ کا لنگر خانہ اس صومعہ کے مشابہ ہے تو اب ہم کہتے ہیں کہ یہ ہمارا ہی دعویٰ نہیں بلکہ تو بھی جانتا ہے۔ اس لئے کہ تو نے اپنی بہت سی روحانی تکلیفوں کو آزما یا ہے کہ ان اہل اللہ کے ہاتھوں تجھے اس سے صحت حاصل ہوئی ہے۔ اور تو جانتا ہے کہ تیرا لنگر اپن کس قدر ٹھیک ہو گیا ہے۔ اور تیری جان کس قدر رنج اور تکلیف سے چھوٹ گئی ہے پھر بھی تو ان کو بھولتا ہے ارے اگر یہی بھول ہے تو خدا خیر کرے کہیں تو خود اپنے کو بھی نہ بھول جاوے اور اپنے کو بھی نہ کھو بیٹھے اس لئے تو اپنے پاؤں میں تاگا باندھ لے کہ اگر کھویا جاوے تو اس کے ذریعہ سے تو اپنے کو پاسکے (ف) اس شعر میں ایک احمق کے قصہ کی طرف اشارہ ہے جس نے اپنے پاؤں میں تاگا اس لئے باندھا تھا کہ اگر میں گم ہو جاؤں تو اپنے کو پاسکوں) تیری ناشکری اور بھول اس قدر بڑھ گئی ہے کہ تجھے یاد بھی نہیں آتا کہ اہل اللہ نے ہمیں کبھی شہد پلایا اور لڈاؤں روحانیہ سے بہرہ یاب کیا ہے۔ پس تو نے اہل اللہ کو رنج دیا تو اس کا نتیجہ یہ ہونا ہی تھا کہ راہ حق تجھ پر مسدود ہو گیا اور خذلان کی نوبت آگئی ارے کبخت اب بھی کچھ نہیں گیا جلد تلافی کر اور توجہ کر اور ابر کی طرح پھوٹ پھوٹ کر روتا کہ ان کے فیوض کا باغ تیرے لئے کھلے اور اس کے پختہ میوے تجھ پر پھٹ پڑیں۔ (ف) اس مقام پر ایک نسخہ بر خود وا کفد ہے اس کے معنی یہ ہیں کہ شگوفہ پھٹ کر میوے نکل آئیں اور وہ پختہ ہو جائیں اس تقدیر پر وا کفد کی اسناد میوہائے پختہ کی طرف مجازی ہے نیز شگوفوں کے پھٹنے کے بعد پختہ میوے نکلنے سے متبادر یہ ہوتا ہے کہ نکلنے کے وقت وہ پختہ ہوں لیکن ایسا نہیں بلکہ مایول کے اعتبار سے ان کو پختہ کہا گیا ہے اور یہ معنی بھی ممکن ہیں کہ میوہ ہائے پختہ خود پھٹ جائیں جیسے انار کھل جاتا ہے یا بیر پھٹ جاتا ہے۔ واللہ اعلم) اگر تو سگ اصحاب کہف کا جوڑی دار بنا ہے اور جس طرح اس نے اہل اللہ کی خدمت کی تھی تو نے بھی ان کی خدمت اختیار کی ہے تو تجھ کو وفا کرنا چاہئے اور اسی در کا ہو رہنا چاہئے اور کتے سے بھی کم نہ ہونا چاہئے غور تو کر کہ جب کتے بھی اپنے بے وفا بھائیوں کو نصیحت کرتے

ہیں اور کہتے ہیں کہ پہلے ہی گھر سے وابستگی چاہئے اور جس اول گھر سے تجھ کو ہڈی ملی ہے اسی کو مضبوط پکڑنا چاہئے اور حق گزاری کو ہاتھ سے نہ دینا چاہئے اور بے وفائی کرنے والے کو کاٹتے ہیں تاکہ وہ اس سزا کے سبب وہاں چلا جاوے اور پہلے ٹھکانہ پر جا کر کامیاب ہووے اس کو یہ نہ سمجھانے کو کاٹتے ہیں کہ اے حد سے تجاوز کرنے والے کتے تو وہیں جا اور اپنے ولی نعمت سے باغی مت ہو اور اس کی اطاعت سے دست بردار مت ہو تو حلقہ کی طرح اس در پر جمارہ اسی کی پاسبانی میں خوب چست اور چوکنا رہ تو ہمارے لئے عہد شکنی کی زندہ تصویر نہ بن اور حماقت سے کتوں کی بیوفائی کی شہرت مت دے اور جب کہ کتوں کا عام دستور وفا ہے تو بیوفائی کر کے ان کی بدنامی اور ننگ کا سبب مت بن تو جب کہ کتے بھی بیوفائی سے عار کرتے ہیں تو بیوفائی کو کیونکر جائز رکھتا ہے۔ وفا تو وہ وصف اعلیٰ ہے کہ حق سبحانہ اس پر فخر کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ ہم سے زیادہ عہد کا پورا کرنے والا کون ہے پھر تو اس کو کیوں چھوڑتا ہے اور وفا کیوں نہیں کرتا تجھ کو وفادار ہونا چاہئے لیکن یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ وفا ہر جگہ حسن نہیں ہے بلکہ حق سبحانہ کے ساتھ یا جہاں وفا کا وہ حکم دے وہیں حسن ہے اور اگر مردود حق سبحانہ کے ساتھ اور برخلاف حکم خداوندی وفا کی جاوے تو وہ وفا محبوب اور بے وفائی کا حکم رکھتی ہے اس لئے حق سبحانہ کے حق سے کسی کا حق مقدم نہیں ہے اور جن بعض مقامات پر بظاہر مقدم ہے وہاں بھی بامر حق مقدم ہے اس لئے وہاں بھی حق سبحانہ ہی کا حق مقدم ہے خلاصہ یہ کہ نور کے لئے تجھے نور ہونا چاہئے اور نار کے لئے نار جہاں پھول بننے کی ضرورت ہو وہاں پھول بن جہاں خار بننے کی ضرورت ہو وہاں خار بن یعنی جہاں وفا مناسب ہو وہاں وفا کر اور جہاں بیوفائی زیبا ہو وہاں بیوفائی کر اب ہم تجھے اس کی لم سمجھاتے ہیں کہ حق سبحانہ کا حق سب پر مقدم کیوں ہے حقوق العباد دو قسم کے ہیں ایک دین کے لحاظ سے دوسرے دنیا کے لحاظ سے جو حقوق دین کے لحاظ سے ہیں جیسے رسول کا حق امت پر شیخ کا حق مریدین پر استاد کا حق شاگردوں پر ان کا تو حق اللہ کے تابع ہونا ظاہر ہے لہذا ان پر حق اللہ کا مقدم ہونا بھی واضح ہے اور جو حقوق دنیا کے لحاظ سے ہیں ان میں سب سے زیادہ حق ماں کا ہے لیکن غور کرنا چاہئے کہ اول حق سبحانہ نے تجھے اس کے پیٹ میں رکھ کر اس کو مثل اپنے مقروض کے بتایا (پھر اس کے جسم کے اندر تیری صورت بنائی اور اس کے حمل کے اندر تجھے آسائش اور اقتضات طبعی عطا کئے اور جب کہ اس نے تجھے اس کا جزو متصل دیکھا تو اپنی حکمت سے اس کو جدا کیا اور بہت سی تدبیریں اور حکمتیں کیں جن سے ماں کو تجھ پر مہربان کیا اس کے بعد ماں کا حق ثابت ہو اس سے ظاہر ہوا کہ حق سبحانہ کا حق ماں کے حق سے مقدم ہے اور جب ماں کے حق سے مقدم ہے تو اوروں کے حق سے تو بالاولیٰ مقدم ہوگا پس جو شخص اس حق کا لحاظ نہ کرے جو سب سے مقدم ہے وہ گدھا اور احمق ہے وہ خدا ہی ہے جس نے ماں کو اس کے پستانوں کو اس کے دودھ کو پیدا کیا اور باپ کے ساتھ اس کو ہم صحبت کیا یہ امور خود بخود نہیں ہو گئے پھر اس کا حق مقدم کیوں نہ ہوگا جب کلام تقدم حق اللہ تک متجر ہو تو اب مولانا بصورت مناجات حق سبحانہ کے حقوق ظاہر فرماتے ہیں جن سے مدعائے سابق کی تائید ہوتی ہے اور فرماتے ہیں کہ اے اللہ تیرا حق مقدم کیوں نہ ہوگا تو مالک ہے تیرے احسانات قدیم ہیں اور جو اشیاء میرے علم کے احاطہ میں ہیں اور جو اس سے باہر ہیں سب تیری ہی ملک ہیں تو نے فرمایا ہے کہ ہمارے حق کو یاد کرو اس لئے کہ ہمارا حق پرانا نہیں ہو سکتا۔ اور پرانا ہو کر قابل نظر انداز کرنے کے نہیں ہو سکتا۔ نیز تو نے فرمایا ہے کہ ہماری اس عنایت کو یاد کرو جو ہم نے فلاں صبح کو تمہارے ساتھ کی تھی یعنی تم کو کشتی نوح میں محفوظ کیا تھا کیونکہ تمہارے اجداد کا محفوظ کرنا خود تمہارا محفوظ کرنا تھا اور میں نے تمہارے اصول اور تمہارے اجداد کو جس کی تم اولاد ہو اس وقت طوفان اور اسکی موج

سے نجات دی تھی جب کہ آتش خصلت اور آگ کی طرح تباہ کن پانی کی موجیں زمین کو گھیرے ہوئے تھیں اور اس کی ایک ایک موج پہاڑ کی رفعت کی ہستی نہ سمجھتی تھی۔ میں نے ایسی حالت میں تم کو تمہارے داداؤں کے داداؤں کے داداؤں کے اصحاب میں محفوظ رکھا اور تم کو رد نہ کیا جب کہ تم مجھے اس قدر عزیز ہو تو میں تم پر لات کیونکر مار سکتا ہوں اور تم کو تباہ کر کے اپنے کارخانہ کو کیونکر درہم برہم کر سکتا ہوں۔ جب میری یہ حالت ہے اور مجھے تم اس درجہ عزیز ہو اور میری شفقت تم پر اس درجہ مبذول ہے تو مجھے چھوڑ کر تم بے وفاؤں پر کیوں فدا ہوتے ہو اور فانیات میں کیوں منہمک ہوتے ہو اور مجھ سے بدگمان ہو کر اس طرف کیوں جاتے ہو۔ ارے بھلے مانسو مجھ پر بدگمانی کرتے ہو میں تو سہو سے بھی منزہ ہوں اور بیوفائیوں سے بھی پس تم میری طرف آؤ اور بدگمانی کو چھوڑو بیوفائی کا محل وہ لوگ ہیں جن کے سامنے تم جھکتے ہو باوجودیکہ وہ بھی تمہارے ہی مثل ہیں پس تم کو ان سے بدگمان ہونا چاہئے نہ کہ مجھ سے تم نے بڑے بڑے زبردست یار آشنا بنائے لیکن اگر میں تم سے پوچھوں کہ تمہارے یار کہاں ہیں تو تمہارے پاس بجز اس کے کچھ جواب نہ ہوگا کہ وہ چل بے تمہارے جو نیک یار تھے وہ آسمان یعنی بہشت میں چلے گئے اور جو برے تھے وہ زمین کے نیچے دوزخ میں چلے گئے اور تم ادھر میں یوں ہی بے یار و مددگار رہ گئے جس طرح قافلہ کی آگ رہ جاتی ہے کیا یہ بیوفائی نہیں ہے ضرور ہے اب مولانا فرماتے ہیں کہ اے بہادر دوست تو اس کا دامن پکڑ جو بلندی و پستی سے منزہ ہے اور نہ تجھے چھوڑ کر عیسیٰ علیہ السلام کی طرح اوپر جاتا ہے اور نہ قارون کی طرح زمین کے نیچے جاتا ہے بلکہ مکان اور لامکان ہر دو میں تیرے ساتھ رہتا ہے۔ یعنی تیرے جسم کے ساتھ بھی ہے جو مکانی ہے اور تیری روح کے ساتھ بھی ہے جو مکان سے منزہ ہے اور جب تم بالکل بے ٹھکانے ہونے تمہارے پاس مکان ہونے دوکان اور بالکل کس پرسی کی حالت میں ہو اس وقت بھی تمہارے ساتھ ہے۔ برخلاف دنیاوی یاروں کے کہ وہ ایسی حالت میں بات بھی نہیں پوچھتے چنانچہ ایک شاعر کہتا ہے۔

سیہ بختی میں انساں کا کوئی کب ساتھ دیتا ہے کہ تاریکی میں سایہ بھی جدار ہوتا ہے انساں سے

نیز اس میں اور دنیاوی یار دوستوں میں یہ بھی فرق ہے کہ دنیاوی یار دوست کدورتوں کو نظر انداز نہیں کرتے بلکہ صفا اور کدورت کی آمیزش ہو تب بھی وہ کدورت ہی کو پیش نظر رکھتے ہیں برخلاف حق سبحانہ کے کہ وہ کدورتوں سے صفا نکالتے ہیں یعنی کدورتوں کو صفا بناتے ہیں۔ کما قال تبارک و تعالیٰ اولئک یبدل اللہ سیناتہم حسنات نیز عام دوست جفاؤں کو نظر انداز نہیں کرتے اور حق سبحانہ تمہاری جفاؤں کو دانا سمجھتے ہیں اس لئے کہ ہم قصہ شبان کے متصل بتا چکے ہیں کہ تمہاری طاعات بھی گستاخیاں ہیں لیکن وہ بایں ہمہ اپنی رحمت سے ان کو قبول فرماتے ہیں اور طاعات میں محسوب فرماتے ہیں نیز جب تم کوئی تعدی کرتے ہو تو وہ اور دوستوں کی طرح تم کو چھوڑ نہیں دیتے بلکہ متنبتہ فرماتے ہیں اور مشفقانہ سزا دیتے ہیں تاکہ تم نقصان سے کمال کی طرف ترقی کرو۔ مثلاً جب تم سے کوئی معمولی ترک ہوتا ہے تو تم پر قبض طاری ہوتا ہے یعنی ایک قسم کا ملال اور اضطراب تمہاری طبیعت میں پیدا ہوتا ہے پس یہ تشبیہ ہوتی ہے کہ خبردار پھر ایسی حرکت نہ کرنا اور اپنے پرانے عہد سے بال برابر نہ ہٹنا اور اس وقت سے پیشتر ہی اس کی تلافی کر لینا جبکہ یہ قبض زنجیر ہو جاوے اور بجائے دلگیر ہونے کے پاگیر ہو جاوے یہ جواب رنج معقول ہے وہ پھر محسوس ہو جائے گا اور آخرت میں یاد دنیا میں بھی بشکل طوق و سلاسل ظاہر ہوگا۔ دیکھنا اس اشارہ کو معمولی نہ سمجھنا اس لئے کہ معاصی کے سبب جو قبض دل پر طاری ہوتے ہیں وہ ہی قبض موت کے بعد بشکل زنجیر ظاہر ہوتے ہیں چنانچہ حق سبحانہ فرماتے ہیں کہ جو لوگ

دنیا میں ہمارے ذکر سے اعراض کرتے ہیں ان کی زندگی کو ہم تنگ اور وبال جان کر دیتے ہیں (یعنی قبض باطنی کے ذریعہ سے) اور آخرت میں ان کو اندھا اٹھادیں گے (اور ٹھکانہ ان کا دوزخ ہوگا جہاں وہ زنجیروں میں جکڑے جائیں گے) یہ مضمون اگر تمہاری سمجھ میں بخوبی نہ آیا ہو تو ہم ایک محسوس مثال سے سمجھاتے ہیں تاکہ تم اچھی طرح سمجھ جاؤ کہ قبض کے آخرت میں زنجیر ہونے کا کیا مطلب ہے مثلاً جب آدمی لوگوں کا مال ابتدا چراتا ہے تو اس کے دل میں قبض اور تنگی کی خلش ہوتی ہے وہ اپنے دل میں کہتا ہے کہ کیا بات ہے مجھے پریشانی کیوں ہے اس سے کوئی کہے کہ یہ پریشانی اس مظلوم کی پریشانی کا عکس ہے جس کو تو نے رولا یا ہے لیکن جب وہ اس قبض کو نظر انداز کر دیتا ہے اور اس کے اصرار کی ہوا اس کی آگ کو بھڑکاتی ہے یعنی وہ اس فعل شنیع سے باز نہیں آتا تو لامحالہ وہ قبض قبضہ پولیس ہو جاتا ہے اور پکڑا جاتا ہے اس وقت وہ قبض غیر محسوس محسوس ہو جاتا ہے اور شہرہ عالم بن جاتا ہے وہی قبض جیل خانہ اور شکنجوں کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے بات یہ ہے کہ قبض دل بمنزلہ جڑ کے ہے اور جیل خانہ وغیرہ بمنزلہ اس کی شاخوں کے اور جڑ سے شاخیں نکلتی ہیں پس جس طرح پہلے جڑ پوشیدہ ہوتی ہے پھر شاخ نکل کر ظاہر ہو جاتی ہے یوں ہی قبض وسط باطنی کو بھی سمجھو پس جس طرح باغ میں کوئی خراب جڑ موجود ہو تو اس کا اکھاڑنا ضروری ہوتا ہے تاکہ چمن میں خار نہ پیدا ہو جائیں یوں ہی جب تم قبض باطنی دیکھو تو اس کے اکھاڑنے کی کوشش کرو اس لئے کہ یہ جڑ ہے دیگر مفاسد کی حتیٰ کہ بعض اوقات کفر تک نوبت پہنچا دیتا ہے۔ اور وہ شاخیں ہیں اس جڑ کی شاخیں جڑ ہی سے پھوٹی ہیں پس اگر تم جڑ ہی کو اکھاڑ دو گے تو ان شاخوں کے شر سے بھی محفوظ رہو گے ورنہ مصیبت میں گرفتار ہو گے اور جب بسط دیکھو تو اس کو سینچو اور ترقی دو اور جب اس میں میوے نکلیں یعنی اس پر ثمرات باطنی مرتب ہوں تو ان میں سے اپنے یار دوستوں کو بھی دو اچھا اب لوٹنا چاہئے اور قصہ اہل سبایان کرنا چاہئے تاکہ میں بھی دادوں اہل سباحکما لونڈے اور ناتجربہ کارتھے۔ ان کا کام معصوموں کی نعمتوں کی ناشکری کرنا تھا۔ اب میں ناشکری کی حقیقت تم کو ایک مثال سے سمجھاتا ہوں۔ مثلاً یہ کہ کوئی شخص تجھ پر کوئی انعام کرے تو تو اس محسن کی مزاحمت کرے اور کہے کہ مجھے اس نعمت کی ضرورت نہیں آپ تکلیف نہ کیجئے مجھے اس سے تکلیف ہوتی ہے براہ مہربانی اس نوازش کو دور ہی رکھئے مجھے آنکھ کی ضرورت نہیں آپ مجھے اندھا کر دیجئے جب یہ معلوم ہو گیا تو اب سمجھو کہ اہل سبایان کی بالکل یہی حالت تھی کہ حق سبحانہ نے ان پر انعامات کو بارش کی طرح برسایا تھا اور خوب دولت دی تھی ملک کو آرائش سے بہشت بنا دیا تھا لیکن ان ناشکروں نے یہ کیا کہ دعا کی کہ اے اللہ جماعتوں اور بستیوں کو دور دور کر دے ہماری اس زینت سے ہمارے لئے وہ برائی ہی اچھی ہے نہ ہم کو قصر و ایوان درکار ہیں نہ اچھا زمانہ نہ امن چین نہ فراغت و اطمینان۔ رے شہر بہت قریب قریب ہیں یہ ہم کو اچھے نہیں معلوم ہوتے ہم کو تو وہ جنگل اچھے معلوم ہوتے ہیں جہاں درندے رہتے ہوں اب مولانا فرماتے ہیں کہ انسان کی بھی عجب حالت ہے کہ گرمی میں جاڑے کی درخواست کرتا ہے اور جب جاڑا آتا ہے تو اس کو ناپسند کرتا ہے اور گرمی چاہتا ہے لہذا وہ کسی حال میں بھی خوش نہیں رہتا تنگی ہی سے خوش ہوتا ہے نہ بے حد خوش عیشی سے پس غارت ہو یہ انسان بڑا ہی ناشکرا ہے جب اس کو ہدایت پہنچتی ہے تو اس کو بھی ناپسند کرتا ہے اب دیکھنا یہ ہے کہ انسان کی اس ناشکری کا منشا کون ہے۔ معلوم ہوا کہ یہ حرکات نفس کے ہیں لہذا وہ قابل گردن زدنی ہے اسی بناء پر حق سبحانہ نے ایک جگہ قتل الانسان ما اکفر فہرما کر دوسری جگہ اس کے اقتلوا انفسکم سے تفسیر فرمائی ہے۔ نفس کی حالت بالکل ایسی ہے جیسے خار سہ پہلو (گوکھرو) کہ اسے جس پہلو سے رکھو اسی پہلو سے چبھے گا اور تم اس کے زخم سے بچ نہیں سکتے۔ اب تمہارا فرض

ہے کہ اس خار کو آگ لگاؤ یعنی اس کے مقتضیات کو چھوڑو اور بہتر مصاحب (روح یا حق سبحانہ یا مرشد کامل) کو پکڑو غرض جب الہی سبب نے اپنی اس درخواست کو حد سے بڑھایا اور کہا کہ ہم کو باصبا سے اچھی معلوم ہوتی ہے تو نصیحت گروں (انبیاء) نے ان کو نصیحتیں کیں اور ان کو اس کفر و فسوق سے روکا اس پر وہ ان کے خون کے پیاسے ہو گئے اور کفر و فسق حقیقی کا بیج بونے لگے بات یہ ہے کہ تقدیر الہی کے سامنے کسی کی پیش نہیں چلتی آدمی کی نظر میں اشیاء برعکس دکھائی دیتی ہیں دنیا نہایت فراخ ہے مگر اسے تنگ نظر آتی ہے اور حلوا کھاتے منہ دکھتا ہے۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے کہ جب قضا آتی ہے تو میدان آدمی پر تنگ ہو جاتا ہے اور آنکھوں پر پردے پڑ جاتے ہیں اور آنکھوں پر پٹی بندھ جاتی ہے حتیٰ کہ آنکھ کو سرمہ سی مفید چیز دکھائی نہیں دیتی بلکہ خاک دکھائی دیتی ہے۔

شرح شبیری

مکر آل فارس چو انگیزید گرد	آل غبارت ز استعانت دور کرد
اس شہوار (اللہ) کی تدبیر نے جب گرد اڑائی	(اور) اس غبار نے تجھے مدد حاصل کرنے سے دور کر دیا

یعنی اس سوار کے مکر نے جب کہ گرد اٹھائی تو اس غبار نے تجھے استعانت (بالفارس) سے دور کر دیا فارس سے مراد حق سبحانہ تعالیٰ ہیں اور گرد سے مراد اسباب ظاہر ہیں مطلب یہ ہوا کہ جس طرح کہ سوار گرد میں پوشیدہ ہو جاتا ہے اسی طرح افعال حق ان اسباب ظاہر میں مخفی ہیں کہ ان اسباب پر تو نظر ہے مگر حق تعالیٰ پر نظر نہیں جس طرح کہ وہاں گرد تو نظر آتی ہے اور سوار کا پتہ نہیں اب جو لوگ کہ اسباب کو فاعل سمجھ کر ان کے دفعیہ کے درپے ہوتے ہیں ان کی ایسی مثال ہے کہ جیسے کوئی اس گرد کے سامنے ہاتھ جوڑے کہ مجھے سم اسپ سے محفوظ رکھنا بھلا بتاؤ وہ کیا محفوظ کر سکتی ہے بس اس کا علاج تو یہی ہے کہ خود فاعل حقیقی حق سبحانہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو جاؤ اسی کو فرماتے ہیں کہ۔

سوئے فارس روم و سوسے غبار	ورنہ بر تو کو بد آں مکر سوار
شہوار کی طرف جا غبار کی جانب نہ جا	ورنہ سوار کا پاؤں تجھے چل دے گا

یعنی سوار کی طرف جا اور غبار کی طرف مت جا ورنہ وہ مکر سوار تجھے کوٹے کا مطلب یہ ہے کہ ان اسباب ظاہر پر نظر مت کرو بلکہ حق سبحانہ تعالیٰ پر ہی نظر کرو ورنہ اگر تم نے اسباب پر نظر کی تو یاد رکھو کہ غیرت حق جوش میں آوے گی اور تم سے انتقام لے گی پھر بتاؤ کہ کیا علاج ہے۔

گفت حق آں را کہ این گرش بخورد	دید گرد گرگ چوں زاری نکرد
جس کو اس بھیڑیے نے کھالیا اس کو خدا نے فرمایا	جب اس بھیڑیے کی گرد دیکھی فریاد کیوں نہ کی

یعنی حق تعالیٰ نے اس شخص کو فرمایا کہ جس کو اس گرگ (قضا) نے کھالیا کہ اس نے گرد گرگ کو دیکھا تو زاری کیوں نہیں کی۔ مطلب یہ کہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جب اسباب قضا و بلا دیکھے تھے تو اس وقت دعا کیوں نہ کی تاکہ ان سب کے آسیب سے چھوٹ جاتے اور ارشاد ہے کہ

اونی دانست گرد گرگ را	با چنین دانش چرا کرد او چرا
وہ بھیڑیے کے غبار کو نہ پہچان سکا	اس قدر عقل کے ہوتے ہوئے وہ کیوں چرتا رہا

یعنی کیا وہ گرد گرگ کو نہ جانتا تھا پھر باوجود اس عقل کے کیوں اس نے اس جگہ چراگاہ بنائی مطلب یہ کہ کیا اس کو آثار قضا معلوم نہ تھے۔ استفہام انکاری یعنی معلوم تھے جب معلوم تھے تو پھر ان سے بچنے کی کیوں کوشش نہیں کی اور اس سے بچنا وہی حضرت حق سے دعا کرنا ہے کہ لا یورد القضاء الا الدعاء آگے فرماتے ہیں کہ لفقوائے ہم کالانعام بل ہم اضل یہ لوگ تو جانوروں سے بھی بدتر اور گئی گزری حالت میں ہیں اس لئے کہ۔

گو سفنداں بوئے گرگ باگزند	می بدانند و بہر سوی خزند
بکریاں تکلیف رساں، بھیڑیے کی بو	پچان لیتی ہیں اور ہر جانب گھس جاتی ہیں

یعنی بکریاں اس باگزند گرگ کی بو پالیتی ہیں اور ہر طرف چھپنے لگتی ہیں۔

مغز حیوانات بوئے شیر را	می بدانند ترک می کیسرد چرا
حیوانات کا دماغ شیر کی بو کو	جانتا ہے چراگاہ چھوڑ دیتا ہے

یعنی حیوانات کا مغز شیر کی بو کو جان لیتا ہے تو چراگاہ کو چھوڑ دیتا ہے اور (چھپ جاتا ہے) تو دیکھوان سب نے آثار سے معلوم کر لیا لہذا آثار ہی سے تم بھی قضا کو معلوم کر کے تفتوح وزاری کیا کرو کہ یہ فائدہ ہوگا کہ اگر وہ لوٹے گی نہیں تو اس کے ضرر سے تونج جاؤ گے مثلاً قضا میں موت ہے اور تم کو آثار سے معلوم ہو گیا تو اس کے لئے حق تعالیٰ سے دعا کرو تا کہ اس کے مضارع سے بچ جاؤ مثلاً یہ کہ ایمان پر خاتمہ ہو اور بہت سے امور ایسے ہیں جو مضر ہیں حق تعالیٰ ان سب سے بچاویں گے۔

بوئے شیرے خشم دیدی بازگرد	بامناجات و حذر انباز گرد
(اللہ کے) غصہ کے شیر کی بو تو نے سونگھ لی واپس ہو جا	دعا اور بچاؤ کا سانس بن جا

یعنی تم نے خشم حق کی شیر کی بو معلوم کر لی ہے تو اب واپس ہو اور پرہیز کے ساتھ شریک ہو جاؤ مطلب یہ کہ تم کو آثار خشم حق کے معلوم ہوئے ہیں تو اب دعا کرو کہ اس کے مضارع سے بچ جاؤ گے آگے فرماتے ہیں کہ۔

وانگشتند آں گروہ از گرد گرگ	گرگ محنت بعد گرد آمد سترگ
وہ لوگ بھیڑیے کی گرد کی وجہ سے نہ لوٹے	گرد کے بعد محنت کا موٹا بھیڑیا آ گیا

یعنی اس گروہ (سبا) نے گرد گرگ سے احتیاط نہ کی تو گرگ مصیبت گرد کے بعد بہت بڑا ظاہر ہوا مطلب یہ کہ جب آثار قہر حق کے دیکھے تو ان سے پناہ نہیں چاہی اور دعا نہیں کی نتیجہ یہ ہوا کہ ان پر بلائیں سخت سے سخت نازل ہوئیں اس لئے کہ ان آثار کے بعد تو بلائیں ہی تھیں جب آثار دیکھ کر ان کا دفعیہ نہ کیا تو نتیجہ یہ ہوا کہ وہ ساری بلائیں سر پر ٹوٹ پڑیں پس جب بلائیں آئیں تو انہوں نے یہ کیا کہ۔

بر درید آں گو سفنداں را خشم	کہ ز چوپان خرد بستند چشم
اس نے غصہ سے ان بکریوں کو پھاڑ ڈالا	جنہوں نے عقل کے گدڑیے سے آنکھیں بند کر لی تھیں

یعنی ان بکریوں کو غصہ میں آ کر پھاڑ ڈالا جنہوں نے کہ عقل کے چرواہے سے آنکھیں بند کر رکھی تھیں مطلب یہ کہ ان بلاؤں نے جو کہ مشابہ گرگ کے تھیں ان لوگوں کو ہلاک کر دیا جو کہ حضرات انبیاء علیہم السلام کے احکام کی نافرمانی کرتے تھے

چوپان سے مراد انبیاء علیہم السلام ہیں۔

چند چوپاں شاں بخواند و نامدند	خاک غم در چشم چوپاں میزدند
گدڑیے نے ان کو بہت بلایا وہ نہ آئے	گدڑیے کی آنکھ میں غم کی دھول جھونک دی

یعنی کتنے ہی چرواہوں (انبیاء) نے ان کو بلایا مگر وہ نہ آئے (بلکہ) غم کی خاک ان (انبیاء) کی آنکھوں میں جھونکتے تھے یعنی ان کو ستاتے تھے اور ایذا دیتے تھے اور کہتے تھے کہ۔

کہ بروما خود ز تو چوپاں تریم	چوں تبج گردیم ہر یک سروریم
کہ جا ہم تجھ سے زیادہ اپنے رکھوالے ہیں	ہم تابع کیسے بن جائیں ہم میں سے ہر ایک سردار ہے

یعنی کہ جاؤ ہم تم سے زیادہ خود ہوشیار ہیں اور ہم تابع کیوں بنیں ہم تو خود سب سردار ہیں اور گویا کہ زبان حال یہ کہتے تھے کہ۔

طعمہ گرگیم و آن یار نے	ہیزم ناریم و آن عار نے
ہیں بھڑیے کا لقمہ بنا (منظور) ہے دوست کی ہلک ہونا نہیں	ہم آگ کے ایندھن ہیں ذلت کے مملوک نہیں ہیں

یعنی ہم طعمہ گرگ ہیں اور یار کی ملک نہیں ہیں اور جہنم کے ایندھن ہیں مگر آن عار نہیں ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ ان کی حالت ایسی تھی گویا کہ وہ یوں کہہ رہے تھے کہ ہم کو طعمہ گرگ بنا منظور ہے مگر کسی کے تابع نہ ہوں گے اور جہنم میں جلنا منظور ہے۔ (نعوذ باللہ) مگر عار تا بعبیت کو برداشت نہ کریں گے اور بلکہ یہ تو بعض نے خود کہہ بھی دیا ہے خود ابو طالب عم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبکہ ان کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوت اسلام کی ہے تو کہا تھا اگر مجھے اس کا خوف نہ ہوتا کہ قریش کی بوڑھیاں مجھ پر طعن کریں گی تو میں آپ کا دل مسلمان ہو کر ضرور ٹھنڈا کر دیتا لیکن مجھے بعد مرنے کے بوڑھیاں قریش کی طعن کریں گی کہ جہنم سے ڈر گیا اس لئے مسلمان نہیں ہو سکتا (نعوذ باللہ) اب دیکھ لیں وہ تو جو بزرگوں سے محبت کرنے پر گھمنڈ کرتے ہیں کہ دیکھو دونوں جانب سے کس قدر محبت تھی کہ ایک دوسرے کے دلدادہ تھے مگر بتاؤ وہ کیا کام آئی کافر ہی مرے اور ارشاد ہوا کہ انک لاتیہدی من اجبت ولكن اللہ یهدی من یشاء یعنی جس کو آپ چاہیں ہدایت پر نہیں لاسکتے بلکہ جس کو خدا چاہے ہدایت دے خدا کے لئے اس فخر نسب کو ترک کرو حدیث و قرآن کو دیکھو خوب کہا ہے۔ آگے فرماتے ہیں کہ

حمیتے بد جاہلیت در دماغ	بانگ شومی بروہن شاں کرد زاغ
حیت دماغ میں ایک جاہلیت تھی	ان کی کوڑی پر کوئے نے بدبختی کی آواز لگائی

یعنی ایک حمیت بد جاہلیت کی ان کے دماغ میں تھی (گویا کہ) نخوست کی آواز ان کے منہ پر گوا کر رہا ہے یعنی وہ اس طرح باتیں کرتے تھے گویا کہ کو ان کے منہ پر بول رہا ہے چونکہ کوئے کو منخوس خیال کرتے ہیں لہذا اس کی نخوست کو ثابت کرتے ہیں۔

بہر مظلوماں ہی کندند چاہ	درچہ افتادند و می گفتند آہ
انہوں نے مظلوموں کے لئے کنواں کھولا	وہ کنویں میں گرے اور آہیں بھریں

یعنی مظلوموں کے لئے کواں کھود رہے تھے تو کنویں میں خود ہی گر گئے اور افسوس کرتے تھے۔

پوستین یوسفان بشگافتند	انچہ می کردند یک یک یافتند
انہوں نے یوسف کی پوستینیں پھاڑیں	انہوں نے جو کچھ کیا ایک ایک (کا بدلہ) پایا

یعنی یوسفوں کے پوستین کو پھاڑتے تھے اور جو کچھ کرتے تھے اس کو ایک ایک کر کے پاتے تھے مطلب یہ کہ حضرات انبیاء علیہم السلام کو ستاتے تھے اور ان کے بدلے ایک ایک کر کے پاتے تھے یہاں بعض نااہلوں کو بے فکری ہوئی کہ بس آج کل انبیاء تو ہیں ہی نہیں لہذا ان کے ستانے سے تو چھوٹ گئے اور ان میں سے بعض اولیاء اللہ کے بھی معتقد ہیں وہ تو بالکل ہی بے فکر ہو گئے کہ یہ وعید بس ہم پر تو ہو ہی نہیں سکتی اس لئے کہ ہم تو کسی کو ستاتے ہی نہیں ایسے لوگوں کو جواب فرماتے ہیں کہ

کیست یوسف آل دل حق جوئے تو	چوں اسیرے بستہ اندر کوئے تو
یوسف کون ہے؟ تیرا حق کا جو یاں دل	جو قیدی کی طرح تیرے کوچہ میں بندھا ہوا ہے

یعنی یوسف کون ہے وہ تیرا قلب حق کا تلاش کرنے والا جو کہ قیدی کی طرح تیرے کوچہ میں بندھ رہا ہے مطلب یہ ہے کہ تمہارا قلب جو کہ اصل فطرت سے حق جو ہے وہ یوسف کی طرح ہے تم نے اس کو جو نفس کا مغلوب کر رکھا ہے اور شہوات میں اس کو مبتلا کر رکھا ہے یہی ایذا وہی یوسف کی ہے تو اب تم بھی نہ چھوٹے اور فرماتے ہیں کہ۔

جبریلے را براستن بستہ	پر و بالش را بصد جا خستہ
تو نے جبریل کو ستون سے باندھا ہے	اس کے بال دپر کو تو نے سینکڑوں جگہ سے زخمی کر دیا ہے

یعنی ایک جبریل کو تم نے ستون سے باندھ رکھا ہے اور اس کے پر و بال کو سو جگہ سے زخمی کر رکھا ہے مطلب یہ کہ وہ قلب جو کہ اصل فطرت کے اعتبار سے جبریل جیسا پاک صاف ہے اس کو تم نے نفس کی قید میں ڈال رکھا ہے اور اس کے ملکات حسنہ کو جن سے کہ عروج الی الحق ہوتا تم نے بالکل خراب اور کمزور کر رکھا ہے۔

پیش او گو سالہ بریاں آوری	گہ کشی او را بگہداں آوری
تو اس کے سامنے بھنا ہوا بچھڑا لاتا ہے	کبھی اس کو کھینچتا ہے اور چر کے پاس لاتا ہے

یعنی اس کے سامنے بھنا ہوا بچھڑا لاتے ہو اور کبھی خود اس کو کھینچ کر بیت الخلاء میں لے جاتے ہو گو سالہ اور گہداں سے مراد لذات و ملکات سیئہ ہیں چونکہ ان میں بھی تفاوت ہوتا ہے کوئی کم بر اور کوئی زیادہ لہذا ایک کو گو سالہ سے اور دوسرے کو گہداں سے تشبیہ دی یعنی بعض مرتبہ تو اس کو لذات میں مبتلا کرتے ہو اور کبھی اس کو معاصی میں جھونکتے ہو اور بزبان حال اس سے کہتے ہو۔

کہ نجور اینست مارالوت و پوت	نیست او را جز لقاء اللہ قوت
کہ کھالے یہ ہماری لذیذ غذا ہے	(حالانکہ) اس کی غذا سوائے اللہ کی ملاقات کے کچھ نہیں ہے

یعنی کہ کہا کہ ہماری تو یہی غذا ہے (مولانا فرماتے ہیں کہ) اس کی تو سوائے لقاء اللہ اور کوئی غذا ہی نہیں۔

زیں شکنجہ و امتحاں آں مبتلا	می کند از تو شکایت با خدا
وہ مصیبت زدہ اس شکنجہ اور امتحاں کی وجہ سے	خدا سے تیری شکایت کرتا ہے

یعنی اس شکنجہ اور مصیبت سے وہ مبتلا تیری شکایت خدا سے کرتا ہے کہ۔

کائے خدا افغاں ازیں گرگ کہن	گویدش نک وقت آمد صبر کن
کہ اے خدا اس بوزے بھیڑے سے فریاد ہے	وہ اس سے کہتا ہے اب وقت آیا ہے صبر کر

یعنی اے خدا اس پرانے گرگ سے فریاد ہے تو حق تعالیٰ اس سے فرماتے ہیں کہ اب وقت آتا ہے صبر کر۔

داد تو وا خواہم از ہر بے خبر	داد کہ دہد جز خدائے دادگر
میں ہر جاہل سے تیرا بدلہ لے لوں گا	سوائے منصف خدا کے انصاف کون کرتا ہے

یعنی ارشاد ہوتا ہے (میں تیرا انصاف ہر بے خبر سے لوں گا) مولانا فرماتے ہیں کہ (انصاف سوائے خدائے دادگر کے اور کون دے گا۔

او ہمی گوید کہ صبرم شد فنا	در فراق روئے تو یارینا
وہ کہتا ہے کہ میرا صبر فنا ہو گیا	اے ہمارے رب تیرے چہرے کے فراق میں

یعنی وہ قلب یہ کہتا ہے کہ اے اللہ تیرے رو کے فراق میں میرا صبر جاتا رہا یعنی صبر نہیں ہو سکتا۔

احمد در ماندہ در دست یہود	صالحم افتادہ در جلس شمود
میں احمد ہوں جو یہود کے ہاتھ میں پھنسا ہوں	میں صالح ہوں جو شمود کی قید میں پڑا ہوں

یعنی میں (مثل) احمد (کے) ہوں جو کہ یہود کے قبضہ میں رہا ہوا ہے اور میں (مثل) صالح (کے) ہوں کہ شمود کے قید میں پڑا ہوا ہوں یعنی میں تو جو فطرت اصلی کے اعتبار سے مثل احمد اور صالح کے ہوں ان نفس و شیطان کے قبضہ میں پھنس گیا ہوں اس سے چھڑائیے اور دعا کرتا ہے کہ۔

اے سعادت بخش جان انبیاء	یا بکش یا باز خوانم یا پیا
اے انبیاء کی جان کو سعادت بخشنے والے	یا مار ڈال یا مجھے داہیں بلا لے یا تو آ جا

یعنی اے ذات جو کہ انبیاء کی جان بخش ہے یا تو مجھے مار ڈال یا بلا لے یا خود آ جا۔ اس لئے کہ

بافراقت کافراں راتاب نیست	کاین فراق اندر خور اصحاب نیست
تیرے فراق کی کافروں میں بھی تاب نہیں ہے	یہ فراق دوستوں کے لائق نہیں ہے

یعنی آپ کے فراق کی تو کافروں کو بھی تاب نہیں ہے اور یہ فراق اصحاب کے تو لائق ہے ہی نہیں اس لئے کہ کفار کو جو جہنم میں عذاب ہوگا تو اصل عذاب تو خشم حق ہی ہے کہ اسی کی وجہ سے ان کو عذاب محسوس ہوگا ورنہ جہنم میں جو فرشتے ہیں ان کو بھی عذاب ہونا چاہئے۔ لیکن چونکہ ان کو دولت رضاء حق حاصل ہوگی لہذا ان کو وہ نار جہنم عذاب نہ معلوم ہوگی بلکہ وہ ان کے لئے

رحمت ہو جاوے گی تو جب کفار کو بھی آپ کے عذاب کی تاب نہیں تو بھلا دوست تو کیا صبر کر سکتے ہیں۔

کافراں گویند در وقت عذاب	ہر یکے یالیتنی کنت تراب
عذاب کے وقت کافر کہیں گے	ہر ایک کاش میں مٹی ہوتا

یعنی عذاب کے وقت ہر ایک کافر کہے گا کہ یالیتنی کنت ترابا تو مٹی ہونے کی جو تمنا ہوگی اس کی وجہ صرف یہی ہے کہ ان کو رضاء حق حاصل نہ ہوگی۔

حال او اینست کو خود زان سوست	چوں بود بے تو کسے کان تو سوست
جو اس جانب کا ہے اس کا یہ حال ہے	تیرے بغیر اس کا کیا حال ہو گا جو تیرا ہے

یعنی جو کہ اس طرف کے لوگ ہیں ان کا یہ حال ہے تو جو کہ خود تیرے ہیں وہ بے تیرے کیسے رہ سکتے ہیں جب قلب یہ عرض کرتا ہے تو ارشاد ہوتا ہے کہ۔

حق ہی گوید کہ آئے نزه	لیک بشنو صبر آور صبر بہ
اللہ فرماتا ہے کہ ہاں آئے پاک نسل	لیکن سن صبر کر صبر اچھا ہے

یعنی حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ آئے نزه ہاں ٹھیک ہے لیکن سن صبر کر اس لئے کہ صبر بہت اچھا ہے۔

صبح نزدیک است خامش دم مزن	کاندر آمد وقت بیروں آمدن
صبح قریب ہے چپ ہو جا سانس نہ لے	کہ باہر نکلنے کا وقت آ پہنچا ہے

یعنی صبح نزدیک ہے خاموش رہ بول مت اس لئے کہ باہر آنے کا وقت قریب آ گیا یعنی نجات کا وقت قریب ہے۔

صبح نزدیک ست خامش کم خروش	من ہی کوشم پئے تو تو مکوش
صبح نزدیک ہے چپ ہو جا شور نہ کر	میں تیرے لئے کوشاں ہوں تو کوشش نہ کر

یعنی اب ان کو مصیبت پہنچتی ہے تو خروش مت کر میں تیرے لئے کوشش کرتا ہوں تو کوشش مت کر۔

کوشش من بہ کہ کوششہائے تو	داروئے تلخم بہ از حلوائے تو
تیری کوششوں سے میری کوشش بہتر ہے	تیرے حلوے سے میری کڑوی دوا بہتر ہے

یعنی میری کوشش بہتر ہے تیری کوششوں سے اور میری تلخ دوا تیرے حلوے سے بہتر ہے داروئے تلخ سے مراد وہ حکم صبر ہے اور حلوہ

سے مراد آرزو و جلد نجات ہونے کی ہے مطلب یہ کہ جو میں کہتا ہوں اس پر عمل کر اگرچہ کچھ ناگواری ہو۔

ہیں تحمل کن برو خاموش شو	کمترک جنباں زباں رو گوش شو
ہاں برداشت کر جا چپ ہو جا	زبان نہ چلا جا کان بن جا

یعنی کہ تحمل کر اور خاموش رہ اور زبان کو کم ہلا (ہمتن) گوش رہ یعنی بس سن کر تحمل کرو اپنی رائے کو دخل مت دے مولانا نے

یہاں جو اس مکالمہ کو بیان کیا ہے اس سے مقصود یہ ہے کہ نفس و قلب دونوں کے مقتضیات کو بیان کیا جاوے کہ اس کے مقتضیات یہ ہیں اور اس کے یہ اب آگے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

شد ز حد ہیں باز گرداے یار گرد	روستائی خواجہ را در خانہ برد
(ہات) حد سے گزر گئی اے بہادر یار! واپس چل	دیہاتی خواجہ کو گھر لے گیا

یعنی یہ باتیں حد سے گزر گئیں اب اے یار گرد واپس ہو کہ روستائی خواجہ کو گھر لے گیا مطلب یہ کہ ان کا قصہ بیان کرو۔

قصہ اہل سبا یک گوشہ نہ	آں بگو کاں خواجہ چوں آمد بدہ
سہ والوں کا قصہ ایک طرف رکھ دے	۱۱ بتا کہ خواجہ کس طرح گاؤں میں آیا

یعنی اہل سبا کا قصہ ایک کونہ میں رکھو اور اس کو بیان کرو کہ وہ خواجہ گاؤں میں کس طرح آیا۔

بقیہ قصہ رفتن خواجہ بدعوت روستائی

خواجہ کے دیہاتی کی دعوت کیلئے گاؤں میں جانے کے قصہ کا بقیہ

روستائی در تملق شیوہ کرد	تا کہ حزم خواجہ را کالیوہ کرد
دیہاتی نے خوشامد کا ایسا طریقہ اختیار کیا	کہ خواجہ کی ہوشیاری کو دیوانہ بنا دیا

یعنی دیہاتی نے خوشامد کی عادت کر لی یہاں تک کہ خواجہ کی ہوشیاری کو غارت کر دیا۔

از پیام اندر پیام او حیرہ شد	تا ز لال حزم خواجہ تیرہ شد
وہ پیغام در پیغام سے حیران ہو گیا	یہاں تک کہ خواجہ کی احتیاط کا صاف پانی گدلا ہو گیا

یعنی وہ خواجہ پیغام پر پیغام سے متحیر ہو گیا یہاں تک کہ اس کی ہوشیاری کا آب صاف تاریک ہو گیا۔

ہم ازینجا کود کانش در پسند	نزع و فلعب بشادی میزدند
ساتھ ہی ادھر سے اس کے بچے خوشی میں	ہم کمانیں گے ہم کھیلیں گے" کا شادیانہ بجاتے تھے

یعنی (یہیں گھر ہی) سے اس کے لڑکے خوشی میں نزع و فلعب خوشی سے کر رہے تھے یعنی انہوں نے گھر ہی سے غل مچایا کہ ہم گاؤں میں جائیں گے وہ خوب خوش تھے۔

ہمچو یوسف کش بہ تقدیر عجب	نزع و فلعب بہ برد از ظل اب
(حضرت) یوسف کی طرح جن کو عجب تقدیر کی وجہ سے	ہم کمانیں گے ہم کھیلیں گے" نے ہاپ کے سایہ سے محروم کر دیا

یعنی یوسف علیہ السلام کی طرح ان کو تقدیر عجیب نزع و فلعب ہی سے ظل اب سے لے گئی یعنی اس کھیل کو وہی کے لئے وہ

گئے تھے جو مصیبت میں پڑے تھے اسی طرح یہ حضرات چلے ہیں مولانا فرماتے ہیں کہ۔

آں نہ بازی بلکہ جاں بازیست آں	حیلہ و مکرو دغا سازیست آں
یہ کھیل نہیں ہے بلکہ جان پر کھیلنا ہے	یہ حیلہ اور مکر اور دغا بازی ہے

یعنی یہ کھیل نہیں ہے بلکہ جان بازی ہے اور حیلہ اور مکرو دغا بازی ہے۔

ہر چہ از یارت جدا اندازد آں	مشنو آنرا کاں زیاں دارد زیاں
جو تجھے دوست سے دور پھینک دے	اس کو نہ سن کیونکہ بربادی ہے بربادی

یعنی جو شے تجھے تیرے دوست سے جدا کر دے اس کو مت سنو اس لئے کہ وہ نقصان دہ ہے۔

گر بود آں سود صد در صد مگیر	بہر زر مگسل ز گنجور اے فقیر
اگر وہ ہزاروں کا فائدہ ہو تب بھی نہ لے	اے فقیر! سونے کے لئے خزانچی سے تعلق نہ توڑ

یعنی اگر چہ وہ صد در صد بھی سود ہو تو اسے مت لو اور تھوڑے سے سونے کے لئے خزانہ سے قطع تعلق مت کرو۔

ایں شنو کہ چند یزداں ز جر کرد	گفت اصحاب نبی را گرم و سرد
یہ سنو کہ اللہ نے کس قدر ملامت کی	نبی کے ساتھیوں کو برا بھلا کہا

یعنی یہ سنو کہ کتنا حق تعالیٰ نے زجر فرمایا اور اصحاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کتنا گرم و سرد کہا اشارہ ہے اس قصہ کی طرف جو کہ قرآن شریف میں سورہ جمعہ میں مذکور ہے کہ۔ یا ایہا الذین آمنوا اذا نودی للصلاة من یوم الجمعة ارجعوا لکمھویہ لوگ حضور کو چھوڑ کر جو دنیا کی طرف گئے تھے اس پر عتاب ہوا تھا آگے خود بیان فرماتے ہیں کہ۔

زانکہ بر بانگ دہل در سال تنگ	جمعہ را کردند باطل بے درنگ
کیونکہ تنگی کے ایک سال میں تقارے کی آواز پر	بلا توقف انہوں نے جمعہ کی نماز توڑ دی

یعنی اس لئے (زجر ہوا تھا) کہ ڈھول کی آواز پر تنگسالی میں انہوں نے جمعہ کو بے خوف ضائع کر دیا جمعہ کو ترک سے مراد خطبہ کا ترک ہے اس لئے کہ یہی ہوا تھا مگر چونکہ وہ بھی ایک جزو جمعہ ہے تو اس کو ترک کرنا گویا کہ جمعہ کو ترک کرنا ہے اور یہ اس لئے ہوا تھا کہ عرب میں اناج تھا نہیں قحط ہو رہا تھا تو شام سے اناج آ گیا تھا جب صحابہ کو اطلاع ہوئی تو سب چلے گئے کہ کہیں یہاں کے سوداگر خرید کر مہنگانہ کر دیں اس لئے جلدی سے لینا چاہا تھا اور حضور کے پاس صرف بارہ تیرہ آدمی رہ گئے تھے اس کو بیان فرماتے ہیں کہ۔

تا نباید دیگران ارزاں خرنند	زاں جلب صرفہ ز ما ایشاں برند
تاکہ ایسا نہ ہو کہ دوسرے سستا خرید لیں	اس سودے کا فائدہ وہ ہم سے زیادہ اٹھا لیں

یعنی تاکہ کہیں ایسا نہ ہو کہ دوسرے لوگ ارزاں خرید لیں اور اس لئے لینے کی وجہ سے نفع ہم سے لیں غرض کہ بہت لوگ چلے گئے۔

ماند پیغمبر خلوت در نماز	باد و سہ درویش ثابت بر نیاز
--------------------------	-----------------------------

پیغمبر نماز میں اکیلے رہ گئے	ان دو تین غریبوں کے ساتھ جو عاجزی پر قائم رہے
------------------------------	---

یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم دو تین آدمیوں کے ساتھ تنہا نماز میں رہ گئے مگر اقلیل ہے ورنہ بارہ تیرہ آدمی باقی رہے تھے۔

کوفت طبل لہو بازار گانے	چونتاں برید از ربائے
-------------------------	----------------------

ایک تاجر نے تفریح کا نذرہ بیٹا	تم کیوں رہائی (روس) سے کئے
--------------------------------	----------------------------

یعنی ایک سوداگر نے طبل لہو بجایا تو اس نے تم کو ایک اللہ والے یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کس طرح قطع کر دیا جیسا

کہ ارشاد ہے واذا رات تجارة او لہوان انفضوا الیہا و ترکوا ک قائما

قد فضضتم نحو قمع ہائما	ثم خلیتم نبیا قائما
------------------------	---------------------

تم لوٹ پڑے گیہوں کی جانب دیوانہ دار	پھر تم نے نبی کو کھڑا چھوڑ دیا
-------------------------------------	--------------------------------

یعنی تم گیہوں کی طرف گھبرا کر چلے گئے اور نبی علیہ السلام کو کھڑا ہوا چھوڑ دیا۔

بہر گندم تخم باطل کاشتید	واں رسول حق را بگذاشتید
--------------------------	-------------------------

گیہوں کے لئے تم نے باطل کا بیج بویا	اور اس خدا کے رسول کو چھوڑ دیا
-------------------------------------	--------------------------------

یعنی گیہوں کے لئے تخم باطل بویا اور اس رسول حق کو چھوڑ گئے۔

صحبت او خیر من لہو است و مال	ہیں کرا بگذاشتے چشمے بمال
------------------------------	---------------------------

اس کی صحبت مال اور کھیل کود سے بہتر ہے	خبردار کس کو چھوڑا ہے آنکھ مل
--	-------------------------------

یعنی آپ کی صحبت تو لہو و مال سے بہتر ہے ارے دیکھو تو تو نے کس کو چھوڑا ہے ذرا آنکھ مل

خود نشد حرص شمارا این یقین	کہ منم رزاق خیر الرازقین
----------------------------	--------------------------

تمہاری حرص کو یہ یقین نہ آیا	کہ میں رزاق رزق دینے والوں میں سب سے بہتر ہوں
------------------------------	---

یعنی (ارشاد ہوا کہ) تمہاری حرص کو اس کا یقین نہ ہوا کہ میں رزاق ہوں بہتر رزق دینے والوں کا۔

آنکہ گندم راز خود روزی دہد	کے تو کلہات را ضایع نہد
----------------------------	-------------------------

جو گیہوں کو بھی خود روزی دیتا ہے	وہ تیرے توکلوں کو کب ضایع کرے گا
----------------------------------	----------------------------------

یعنی جو ذات کہ خود گیہوں کو روزی دیتا ہے وہ تمہارے توکلوں کو کب ضایع کر دے گا۔

از پئے گندم جدا گشتی ازاں	کہ فرستاد دست گندم ز آسماں
---------------------------	----------------------------

تو گیہوں کے لئے اس سے جدا ہو گیا	جس نے گیہوں آسمان سے بھیجا ہے
----------------------------------	-------------------------------

یعنی گیہوں کے لئے اس ذات سے جدا ہو گئے جس نے کہ خود گیہوں کو آسمان سے بھیجا ہے۔

کمز از بط نیستی آخر در آب	کو دہد مر باز داعی را جواب
آخر تو پانی کی بلخ سے کم نہیں ہے	جو دعوت دینے والے باز کو جواب دیتی ہے

یعنی تو اس بط سے تو کم نہیں ہے جس نے کہ پانی میں باز داعی کو جواب دیا تھا۔ آگے اس بط کا قصہ بیان فرماتے ہیں۔

دعوت کردن باز بظاں راز آب بصحر او جواب بظاں
ایک باز کا بطخوں کو پانی سے جنگل کی دعوت دینا اور بطخوں کا جواب

باز گوید بط را کز آب خیز	تا بہ بنی دشتہا را قند ریز
باز بلخ سے کہتا ہے کہ پانی سے نکل	تاکہ تو جنگلوں کو شکر بکھیرنے والا دیکھے

یعنی باز بط سے کہتا ہے کہ پانی سے اٹھ تاکہ جنگلوں کو قند ریز دیکھے یعنی سرسبز و شاداب دیکھے۔

بط عاقل گویدش کاے باز دور	آب مارا حصن امن است و سرور
عقلند بلخ اس سے کہتی ہے کہ اے باز جا	پانی ہمارے لئے امن اور خوشی کا قلعہ ہے

یعنی بط عاقل اس سے کہتی ہے کہ اے باز دور ہو جا۔ پانی ہی ہمارے لئے امن و سرور کا قلعہ ہے۔

دیو چوں باز آمد اے بظاں شتاب	ہیں بہ پیروں کم روید از حصن آب
اے بطخو! شیطان کی مثال باز کی سی ہے جلدی کر	خبردار! پانی کے قلعہ سے باہر نہ نکلنا

یعنی اے (لوگو جو کہ مشابہ) بط (کے ہو) شیطان باز کی طرح ہے تو ذرا اس قلعہ آب سے باہر مت نکلنا حصن آب سے مراد معیت مع الحق یعنی ذکر حق اور معیت حق کو ترک مت کرنا اس کو ترک کیا اور مرے۔

باز را گوئید رو رو باز گرد	از سر ما دست داراے پائرد
باز سے کہہ دو جا جا واپس ہو جا	اے مددگار ہمارے سر سے دست بردار ہو جا

یعنی باز (شیطان) سے کہہ دو کہ جا جا لوٹ جا ہمارے سر سے ہاتھ اٹھا لے جو نامرد

ما بری از دعوتت دعوت ترا	مانوشیم این دم تو کافرا
ہم تیری دعوت سے بری ہیں تیری دعوت تجھے مبارک ہو	اے کافر ہم تیرا یہ مکر نہ قبول کریں گے

یعنی ہم تیری دعوت سے بری ہیں دعوت تجھی تو نصیب ہو اور اے کافر ہم تیرے اس دم کو نہ پیئیں گے یعنی تیرے بہکانے میں نہ آئیں گے۔

حصن مارا قند قدستاں ترا	مانخوا ہم ہدیہ ات بستاں ترا
قلعہ ہم کو اور قند و قدستاں تجھے (مبارک ہو)	ہم تیرے ہدیہ کے خواہشمند نہیں ہیں بارغ تجھے (مبارک ہو)

یعنی قلعہ (ذکر حق) ہمارے لئے قند ہے اور قدستاں تجھے مبارک ہو میں تیرے ہدیہ کو نہیں لیتا بارغ تجھی کو مبارک ہو اسی طرح تم ایسے عذر کردو اور کہدو کہ۔

چونکہ جاں باشد نیاید قوت کم	چونکہ لشکر ہست کم ناید علم
جب جان ہے روزی کی کمی نہ ہو گی	جبکہ لشکر ہے جنڈے کم نہ ہوں گے

یعنی جب کہ جان ہو غذا کی کیا کمی اور جب کہ لشکر ہو جنڈوں کی کیا کمی ہے۔ لہذا ہم تیری اس دعوت سے معافی چاہتے ہیں آگے پھر اس روستائی اور خواجہ کی حکایت فرماتے ہیں۔

رجوع بحکایت خواجہ بروستائی خواجہ اور دیہاتی کے قصہ کی طرف واپسی

خواجہ حازم بے عذر آورید	بس بہانہ کرد بادپو مرید
ہنڈہ کار خواجہ نے بہت عذر کئے	سرکش شیطان سے بہت بہانے کئے

یعنی اس ہوشیار خواجہ نے بہت عذر کئے اور اس سرکش شیطان سے بہت سے بہانے کئے۔

گفت ایندم کارہا دارم مہم	گر پیام آں نگرود منتظم
کہا اس وقت میں بہت ضروری کام رکھتا ہوں	اگر میں چلا جاؤں گا ان کا انتظام نہ ہو سکے گا

یعنی کہا کہ اس وقت مجھے بہت سے ضروری کام ہیں تو اگر میں (گاؤں میں) آؤں تو وہ منتظم نہ رہیں گے۔

شاہ کار ناز کم فرمودہ است	زانتظارم شاہ شب لغتودہ است
بادشاہ نے مجھے ایک نازک کام کا حکم فرمایا ہے	میرے انتظار میں وہ رات بھر نہیں سویا ہے

یعنی بادشاہ نے مجھے ایک بہت نازک کام بتایا ہے اور میرے انتظار میں وہ رات کو سویا بھی نہیں ہے۔

من نیارم ترک امر شاہ کرد	من نتانم شد بر شہ روئے زرد
میں بادشاہ کے حکم کو نہیں چھوڑ سکتا	میں بادشاہ کے سامنے شرمندہ نہیں ہونا چاہتا

یعنی میں امر شاہ کو ترک نہیں کر سکتا اور میں (کام نہ کر کے) بادشاہ کے سامنے شرمندہ بھی ہونا نہیں چاہتا۔

ہر صبا و ہر مساسر ہنگ خاص	میرسد از من ہی جوید مناص
ہر صبح اور ہر شام ایک خاص سپاہی	آتا ہے اور مجھ سے خلاصی چاہتا ہے

یعنی صبح اور شام پیادہ خاص آتا ہے اور مجھ سے اس کام کی انجام دہی کو تلاش کرتا ہے۔

تو رواداری کہ آیم سوئے دہ	تا درابر و افگند سلطان گرہ
تو مناسب سمجھتا ہے کہ میں گاؤں کی طرف آ جاؤں	یہاں تک کہ بادشاہ پیشانی پر گرہ ڈالے

یعنی کیا تو یہ جائز رکھتا ہے کہ میں گاؤں میں آؤں اور سلطان ابرو پر میری طرف سے گرہ ڈال لے یعنی وہ مجھ سے ناخوش ہو جاوے یا تجھے یہ منظور ہے۔

بعد ازاں درماں چشمش چوں کنم	زندہ خود رازیں مگر مدفون کنم
اس کے بعد اس کے غصہ کا کیا علاج کروں؟	ہاں اس سے اپنے آپ کو زندہ دفن کروں

یعنی اس کے بعد اس غصہ کا میں کیا علاج کروں گا بس شاید اپنے کو زندہ دفن کروں گا۔

زیں نمط اوصد بہانہ باز گفت	حیلہ ہا با حکم حق نفتاد جفت
اس طرح کہ اس نے سینکڑوں بہانے بنائے	(لیکن) حیلہ حکم خداوندی کے مطابق نہ ہو سکے

یعنی اسی طرح اس نے سینکڑوں حیلے کئے مگر حکم حق کے آگے حیلے کیا چلتے اس لئے کہ ان کی قسمت میں تو وہ مصیبت لکھی تھی جو کہ آگے بیان ہوگی تو بھلا وہ کیسے چھوٹ سکتے تھے مولانا فرماتے ہیں کہ

گر شود ذرات عالم حیلہ پیچ	باقضائے آسماں پیچ ست پیچ
اگر تمام دنیا کے ذرے حیلہ گری کریں	آسمان کے فیصلہ کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں ہیں

یعنی اگر تمام ذرات عالم بھی حیلہ کرنے والے ہوں تب بھی قضائے آسمان کے آگے سب پیچ ہیں پیچ آگے اس کی ایک مثال فرماتے ہیں کہ۔

چوں گریز دایں زمین از آسماں	چوں کند او خویش را ازوے نہاں
یہ زمین آسمان سے کیسے گریز کرے	یہ اپنے آپ کو اس سے کیسے چھپائے

یعنی یہ زمین آسمان سے کب بھاگ سکتی ہے اور یہ اپنے کو اس سے کب پوشیدہ کر سکتی ہے یعنی زمین چاہے کہ آسمان سے باہر نکل جاوے کیسے ممکن ہے۔

ہرچہ آید از آسماں سوئے زمین	نے مفرد اردنہ چارہ نے کہیں
جو کچھ آسمان سے زمین پر آتا ہے	(اس سے) نہ مفر ہے نہ کوئی تدبیر چھپنے کی جگہ

یعنی آسمان سے زمین کی طرف جو کچھ بھی آوے وہ اس سے نہ مفر رکھتی ہے اور نہ علاج اور نہ کوئی ٹھکانا۔

آتش از خورشید می بارد برو	اوبہ پیش آتشش بہادہ رو
سورج سے اس پر آگ برتی ہے	اور اس کی آگ کے سامنے سر جھکائے ہوئے ہے

یعنی خورشید سے اس پر آگ برتی ہے اور وہ اس کی آگ کے سامنے منہ رکھے ہوئے ہے۔

ورہمی طوفاں کند باراں برو	شہرہا را می کند ویراں برو
وہ اگر اس پر بارش کا طوفان برسائے	اس پر شہروں کو ویراں کرے

یعنی اور اگر بارش اس پر طوفان لاوے تو اس پر شہروں کو ویراں کر دے۔

اوشدہ تسلیم او ایوب وار	کہ اسیرم ہرچہ میخوای بیار
وہ (حضرت) ایوب کی طرح اپنے آپ کو اس کے پردے ہوئے ہے	کہ میں قیدی ہوں تو جو چاہے کر

یعنی وہ زمین اس آسمان کے تابع حضرت ایوب کی طرح ہے کہ میں قیدی ہوں جو چاہے مجھ پر لا جب زمین کی تواضع کی یہ حالت ہے تو مولانا فرماتے ہیں کہ۔

اے کہ جزو این زمینی سرکش	چونکہ بینی حکم یزداں درکش
اے وہ کہ تو اس زمین کا جزو ہے سرکش نہ کر	جب تو خدا کا حکم (آتا) دیکھے دروازہ بند نہ کر

یعنی اے وہ شخص کہ تو جزو زمین ہے سرکش مت کر اور جب کہ تو حکم حق کو دیکھے دم مت مار۔

چوں خلقنا کم شنیدی من تراب	خاک باشی جست از تو رومتاب
جبکہ تو نے "ہم نے تم کو مٹی سے پیدا کیا" سن لیا ہے	اس نے تجھ سے خاک بن جانا چاہا ہے دوگردانی نہ کر

یعنی جب کہ خلقنا کم من تراب تو نے سن لیا ہے تو خاک ہونا کافی ہے اس سے روتابی مت کر۔ جب تم تواضع کرو گے تو اس پر ثمرات مرتب ہوں گے آگے ان کو بیان فرماتے ہیں کہ۔

بیں کہ اندر خاک نخے کاشتم	گرد خاکی و منش افراشتم
دیکھ لے میں نے مٹی میں بیج بویا	وہ خاکی بنا اور میں نے اس کو بلند کیا

یعنی حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ دیکھو میں نے زمین میں ایک تخم بویا اس نے خاکی کی تو میں نے ہی اس کو بلند کیا تو اسی طرح اگر تم تواضع کرو گے تو تم کو حق تعالیٰ عزت دیں گے۔ فرماتے ہیں کہ

حملہ دیگر تو خاکی پیشہ گیر	تاکنم بر جملہ میرانت امیر
دوسری بار تو خاکی ہونا اختیار کر	تاکہ میں تجھے تمام سرداروں کا سردار بنا دوں

یعنی ایک مرتبہ تو خاک سے پیدا ہوئے ہی ہو اب (ایک مرتبہ اور خاکی اختیار کرو تا کہ میں تم کو سب امیروں پر امیر بنا دوں۔ آگے اس کے ایک مثال ہے کہ

آب از بالا بہ پستی دررود	انگہ از پستی بہ بالا در رود
پانی بلندی سے پستی میں جاتا ہے	تب پستی سے بلندی پر جاتا ہے

یعنی پانی اول بلندی (یعنی آسمان) سے پستی (یعنی زمین) میں جاتا ہے اس وقت پستی سے (ڈول کے ذریعہ سے) اوپر آتا ہے اور مثال ہے کہ۔

گندم از بالا بزیر خاک شد	بعد ازاں او خوشہ چالاک شد
گیہوں بلندی سے مٹی کے نیچے گیا	اس کے بعد وہ لہلہاتا خوشہ بنا

یعنی گندم اول اوپر سے خاک میں گیا بعد اس کے خوشہ چالاک ہو گیا۔

دانہ ہر میوہ چوں گردد دین	بعد ازاں سرہا بر آرد از زمین
ہر پھل کا دانہ جب گڑتا ہے	اس کے بعد زمین سے سر اجمارتا ہے

یعنی ہر میوہ کا دانہ جب دُفن ہوتا ہے بعد اس کے زمین سے سر نکالتا ہے۔

اصل نعمتہا ز گردوں تا بخاک	زیر آمد شد غذائے جان پاک
تمام نعمتوں کی اصل آسمان سے مٹی تک	نیچے آئی تو پاک جان کی غذا بنی

یعنی تمام نعمتوں کی اصل (یعنی پانی) آسمان سے زمین پر آئی تب جان پاک انسانی کی غذا بنی۔

از تواضع چوں ز گردوں شد بزیر	گشت جزو آدمی حی دلیر
تواضع کی وجہ سے جب وہ آسمان سے نیچے آیا	تو وہ زندہ دلیر انسان کا جزو بن گیا

یعنی وہ پانی تواضع کی وجہ سے جب آسمان سے نیچے آیا تو آدمی کا جزو اور زندہ اور دلیر بن گیا۔

پس صفات آدمی شد آل جماد	بر فراز عرش پرآں گشت شاد
تو وہ بے جان آدمی کی صفات سے (موصوف) ہو گیا	خوش ہو کر آسمان کی بلندی پر اڑ گیا

یعنی پھر وہ جماد آدمی کی صفات بن گئیں اور بلندی عرش پر خوش پرآں ہوئی۔ یعنی اس پانی سے نباتات اگے ان کو آدمی نے پیا تو اس کے اندر صفات پیدا ہوئیں پھر وہ آدمی بلندی عرش پر پہنچا تو یہ پانی بھی اس کے ساتھ ہی رہا تو دیکھو کہاں کہاں پہنچ گیا اور وہ بزبان حال یہ کہہ رہا ہے کہ۔

کز جہان زندہ اول آدمیم	باز از پستی سوئے بالاشدیم
ہم پہلے زندہ جہان سے آئے	پھر پستی سے بلندی کی طرف گئے

یعنی کہ اول جہان زندہ (عالم غیب) سے آئے تھے پھر پستی سے بلندی کی طرف گئے یعنی ڈولوں سے کھینچا گیا آگے مولانا فرماتے ہیں کہ

جملہ اجزاء در تحرک در سکون	ناطقاں کہ انا الیہ راجعون
تمام اجزا حرکت اور سکون میں	کہتے ہیں کہ ہم اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں

یعنی اجزاء عالم تمام حالت حرکت اور سکون میں انا لله وانا اليه راجعون بول رہے ہیں اور محققین کا مذہب یہی ہے کہ ان تسبیح بھی حالی نہیں ہے بلکہ قالی ہے۔

ذکر و تسبیحات اجزائے نہاں	غلغلے افگند اندر آسماں
پوشیدہ اجزاء کے ذکر اور تسبیح نے	آسماں میں غلغلہ ڈال دیا

یعنی اجزائے نہاں کے ذکر و تسبیح نے بھی آسماں میں ایک غلغلہ ڈال رکھا ہے مطلب یہ کہ بھلا جو اشیاء کہ ذات جسم ہیں ان کی تسبیحات تو کیوں نہ شور کریں کہ جو کہ ایسے ہیں کہ وہ نہاں ہیں ان کی تسبیح نے بھی ایک غل مچا رکھا ہے حاصل یہ کہ تمام عالم تسبیح خواں ہے۔

چوں قضا آہنگ نارنجات کرد	روستائی شہری را مات کرد
جب قضا نے ظلم کرنے کا ارادہ کیا	دیہاتی نے شہری کو مات دے دی

یعنی جب کہ قضا نے نیرنگیوں کا قصد کیا تو ایک دیہاتی نے شہری کو مات کر دیا۔ مطلب یہ کہ یہ دیکھو جب حق تعالیٰ نے عجائبات کے دکھانے کا قصد کیا تو ایک دیہاتی کے سامنے شہری کی کچھ نہ چلی۔

با ہزاراں حزم خواجہ مات شد	زاں سفر در معرض آفات شد
ہزاروں احتیاطوں کے باوجود خواجہ ہار گیا	اور اس سفر سے آفتوں میں پھنس گیا

یعنی باوجود ہزاروں ہوشیاریوں کے خواجہ صاحب ہار گئے اور اس سفر سے معرض آفات میں پڑ گئے اس لئے کہ۔

اعتمادش بر ثبات خویش بود	گرچہ کہ بد نیم سیلش در بود
اس کو اپنی ثابت قدمی پر بھروسہ تھا	اگرچہ پہاڑ تھا اس کو آدھا سیلاب بہا لے گیا

یعنی اس کو اپنے ثبات پر اعتماد تھا تو اگرچہ وہ ایک کوہ تھا مگر ایک نیم سیل اس کو لے بھاگا۔ مطلب یہ کہ وہ اپنی عقلمندی اور ہوشیاری پر چونکہ نازاں تھا اس لئے اس کو مات ہوئی ورنہ اگر نظر حق تعالیٰ پر ہوتی تو پھر ہرگز ایسا نہ ہوتا۔

چوں قضا بیروں کند از چرخ سر	عاقلاں گردند جملہ کو رو کر
قضا جب آسماں سے سر نکالتی ہے	سب عقلمند اندھے بہرے ہو جاتے ہیں

یعنی جب کہ قضا آسماں سے سر نکالتی ہے تو عقلمند لوگ بھی سب اندھے اور بہرے ہو جاتے ہیں۔ اور قضا وہ شے ہے کہ جب اس کا ظہور ہوتا ہے تو کوئی شے اپنے قبضہ میں نہیں رہتی یہ حالت ہوتی ہے کہ۔

ماہیاں افتند از دریا بروں	مرغ پراں گردوا ز دایمے زبوں
مچھلیاں دریا سے باہر نکل پڑتی ہیں	اڑنے والا پرند ایک جال سے عاجز آ جاتا ہے

یعنی مچھلیاں دریا سے باہر نکل پڑتی ہیں اور اڑنے والا جانور جال سے عاجز ہو جاتا ہے ورنہ اگر قطع نظر حکم قضا کے دیکھا جاوے تو کہاں وہ پرند اور کہاں یہ دام خاکی۔

تا پری و دیو در شیشہ شود	بلکہ ہاروتے بابل در رود
یہاں تک کہ دیو اور پری بوتل میں بند ہو جاتے ہیں	بلکہ ہاروت بابل میں چلا جاتا ہے

یعنی یہاں تک کہ دیو پری شیشہ میں بند ہو جاتی ہیں بلکہ ایک ہاروت بابل میں چلے جاتے ہیں اس قصہ کی طرف اشارہ ہے جو مشہور ہے اب کسی کو خوف ہوا کہ بس جبکہ قضا سے بچنا محال ہے تو پھر ہم کیا کر سکتے ہیں نہ طاعت نہ گناہ سب قضا ہی کی طرف سے ہے اور اس کو کسی طرح رد نہیں کر سکتے تو اب مجبور ہو گئے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

جز کسے کاندرا قضا اندر گریخت	خون اور اہیج تر بیعے نہ ریخت
سوائے اس کے جو قضا کی پناہ میں آ گیا	کوئی تریح اس کا خون نہ بہا سکی

یعنی سوائے اس شخص کے کہ قضا سے قضا میں بھاگا تو اس کے خون کو کسی تریح نے نہ گرایا تریح کہتے ہیں کسی شخص کے طالع کے دو ستاروں کا اس طرح آجانا کہ ایک سے دوسرا چوتھے خانہ میں ہو اس کو اہل نجوم منحوس کہتے ہیں اور اس سے کہتے ہیں کہ کام نہیں ہوتے مولانا فرماتے ہیں کہ جو کہ خود قضا کی طرف یعنی صاحب القضا کی طرف متوجہ ہو جاوے اس کو تریح ستا نہیں سکتی یعنی اس کو کوئی گزند نہیں پہنچ سکتا۔

غیر آنکہ در گریزی در قضا	ہیج حیلہ نہ ہدیت ازوے رہا
سوائے اس کے کہ تو قضا کی طرف بھاگے	کوئی تدبیر تجھے رہائی نہیں دلا سکتی

یعنی سوائے اس کے قضا سے قضا میں ہی بھاگو کوئی حیلہ تم کو رہائی نہیں دے سکتا۔ پس قضا سے بچنے کی یہی تدبیر ہے کہ حق تعالیٰ سے دعا کرے جیسا کہ حدیث میں ہے لایرد القضا الا ادعاء سیر میں لکھا ہے کہ افلاطون نے ایک مرتبہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے دریافت کیا کہ اگر تمام آسمان کمان ہوں اور حوادث تیر ہوں اور پھینکنے والے حق تعالیٰ ہوں تو اس سے بچ کر کہاں جاوے آپ نے فرمایا کہ کمان والے کے پاس جا کھڑا ہو یعنی تعلق بحق پیدا کرے تو افلاطون بولا کہ بے شک یہ علوم نبوت ہی کے ہیں تو بس معلوم ہوا کہ قضا سے بچنے کے لئے دعا کرو اگر قضا نہ ٹلے گی تو اس کے ضرر سے تو بچ جاؤ گے چونکہ یہاں کہا ہے کہ قضا سے بچنا ممکن نہیں ہے جب کہ توجہ بحق نہ ہو آگے اس کے متعلق ایک قصہ بیان فرماتے ہیں۔

شرح حلیبی

ترجمہ و تشریح: اوپر تم کو معلوم ہوا ہے کہ اذا جاء القضاء عمی البصر اب اس کی وجہ سنو بات یہ ہے کہ جس طرح سوار اس گرد میں چھپ جاتا ہے جو اس کے گھوڑوں کے ٹاپوں سے اڑتی ہے یوں ہی حق سبحانہ اپنے تصرفات کے پردہ میں مجبوظ ہیں دیکھنے والے کی نظر ان تصرفات اور اسباب ظاہرہ تک محدود ہوتی ہے اس لئے متصرف حقیقی تک نہیں پہنچتی آگے قضا سے بچنے کی تدبیر ارشاد فرماتے ہیں وہ یہ ہے کہ ایسی حالت میں شہ سوار سے پناہ ڈھونڈنی چاہئے اور غبار میں الجھ کر نہ رہ جانا چاہئے کیونکہ غبارنی نفسہ کوئی چیز نہیں وہ محض سوار کے تابع ہے پس اگر کوئی چیز پناہ دے سکتی ہے تو وہ سوار ہے لہذا اسی سے التجا کرنی چاہئے یعنی متصرف حقیقی حق سبحانہ ہیں اور اسباب ظاہرہ اس کے قبضہ میں ہیں پس تم کو حق سبحانہ سے پناہ لیننی چاہئے اور اسباب میں نہ الجھنا چاہئے

اگر تم ایسا نہ کرو گے تو اس کی مخفی تدبیر تم کو کچل ڈالے گی اور تم قضاء الہی کا شکار ہو جاؤ گے جب کوئی اپنی حماقت سے قضائے الہی کا شکار ہو جاتا ہے جو مثل بھیڑیے کے ہے تو حق سبحانہ فرماتے ہیں کہ اس احمق نے جب اس بھیڑیے کی گرد یعنی آثار قضا کو دیکھا تھا تو اس نے تضرع کیوں نہ کیا اور یہ ہماری جناب میں کیوں نہ گڑ گڑایا کہ ہم اگر مصلحت سمجھتے تو اس کو خود اس قضا ہی سے بچا لیتے ورنہ اس کے مضرات سے محفوظ رکھتے کیا اس بھیڑیے کی گرد سے معلوم نہ تھی اور آثار قضا کو اس نے دیکھا نہ تھا ضرور دیکھا تھا پھر باوجود علم کے وہ بدستور کیوں چرنے میں مشغول اور لذات و تنعمات وغیرہ میں منہمک رہا یہ تو بھیڑیوں اور دیگر حیوانات سے بھی کم عقل نکلا۔ اس لئے کہ بکریوں کا قاعدہ ہے کہ خطرناک بھیڑیے کی بو پا کر اپنے بچاؤ کی فکر کرتی ہیں اور جہاں سینگ سماتا ہے گھس جاتی ہیں اور دیگر حیوانات جب شیر کی بو پاتے ہیں تو اپنے چرنے کے شغل کو چھوڑ کر بچنے کی فکر میں مشغول ہو جاتے ہیں لیکن اس نے نہ یہ کیا نہ وہ بلکہ باوجود علم کے مشغول رہا اور بچاؤ کی فکر نہ کی اب مولانا نصیحت فرماتے ہیں کہ تم کو چاہئے کہ جب اپنے مخالف شیر کی بو پاؤ اور آثار قضا کا مشاہدہ کرو تو اپنی مشغولیت کو چھوڑ کر دعا اور بچنے کی حقیقی تدبیر میں مصروف ہونا چاہئے تم کو معلوم ہے کہ اہل سبا کو مصیبت کیوں برداشت کرنی پڑی اس کی وجہ یہی تھی کہ انہوں نے گرگ قضا کی گرد اور اس کے آثار کا مشاہدہ کیا مگر انہوں نے حق سبحانہ کی جناب میں رجوع نہیں کیا لامحالہ اس گرد کے بعد ایک زبردست بھیڑیا برآمد ہوا اور غضبناک ہو کر ان بکریوں کو چیر پھاڑ ڈالا یعنی قضا الہی اپنا کام کر گئی اور ان کا ستیاناس کر دیا کیونکہ چوپان سے تو انہوں نے آنکھیں ہی بند کر لی تھیں جو ان کو بچاتا یعنی انبیاء کی بات تو مانتے ہی نہ تھے جو ان کو بچانا چاہتے تھے حالانکہ انبیاء نے ان کو بہت کچھ اپنی طرف بلایا لیکن وہ نہ آئے اور ان کو طرح طرح کی تکلیفیں دے دیکر رنجیدہ کرتے رہے اور یہ کہتے رہے کہ ہم آپ سے زیادہ اپنی حفاظت کر سکتے ہیں اور ہم خود افسر ہیں ہم کو تمہاری حفاظت اور طاعت کی ضرورت نہیں آپ لوگ جو کہتے ہیں کہ تم کو بھیڑیا کھا جاوے گا اور تم آگ میں جل جاؤ گے ہم تمہارے دوست ہیں تم ہمارے ہو جاؤ سو صابو ہم کو بھیڑیے کا لقمہ بننا منظور ہے مگر تم سے دوستوں کا ہونا منظور نہیں ہم آگ کا ایندھن ہونا اچھا سمجھتے ہیں لیکن آپ لوگوں کی ماتحتی اور اتباع کی عار گوارا نہیں بات یہ ہے کہ حمیت جاہلیہ دماغ میں بھری ہوئی تھی اور منہ پر کوہ بدبختی کی آواز بول گیا تھا سر پر شامت سوار تھی لہذا غرور دماغ میں بسا ہوا تھا اور بدبختی کی باتیں منہ سے نکل رہی تھیں یہ لوگ انبیاء مظلومین کے لئے کنواں کھودتے تھے اور ان کی ضرر رسانی کی تدبیریں کرتے تھے لیکن بصد حسرت و افسوس خود ہی اس کنویں میں گر رہے تھے یہ لوگ یوسف کی طرح مجبورین اور اہل اللہ کے کپڑے پھاڑتے تھے لیکن جو کچھ انہوں نے کیا ایک ایک کر کے ان کے آگے آیا۔ اہل سبا نے تو ان یوسفوں کے ساتھ بدسلوکی کی اب ہم یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ تم بھی ایک یوسف کو ستارہ ہو تم سمجھے وہ یوسف کون ہے؟ وہ تمہارا قلب ہے جو بالذات طالب حق ہے اور وہ حق کی طرح تمہارے پاس پایہ زنجیر ہے غور کرنے کا مقام ہے کہ تم نے ایک جبریل یعنی دل کو جو واسطہ فیض ہے ستون سے باندھ رکھا ہے اور پوری کوشش سے اس کے پروبال اکھڑے ہیں تمہارا دل اصالتاً طالب حق ہے اور وہ حق سبحانہ تک پہنچ کر واسطہ فیض بننا چاہتا ہے لیکن تم نے اس کو اس قدر مجبور کیا ہے کہ وہ سبحانہ تک نہیں پہنچ سکتا ہے۔ تہایت بیجا بات ہے تم اس کو غذا دکھاتے ہو کبھی جو گوسالہ بریاں اس کے سامنے رکھتے ہو اور کبھی جائے براز پر اس لے جا کر کھڑا کرتے ہو یعنی کبھی لڈائڈ جسمانیہ اسے کھلاتے ہو اور کبھی گندی چیزوں سے اس کا پیٹ بھرنا چاہتے ہو اور کہتے ہو کہ ہماری غذا تو یہی ہے حالانکہ جو غذا تم اس کو کھلاتے ہو وہ اس کی اصلی غذا نہیں ہے بلکہ اس کی اصلی غذا بیدار حق سبحانہ ہے

اس شکنجہ اور مصیبت سے پریشان ہو کر وہ حق سبحانہ سے تمہاری شکایت کرتا ہے اور کہتا ہے فریاد ہے اس بھیڑیے سے تو مجھے اس کے
 پنجہ سے نجات دے حق سبحانہ فرماتے ہیں کہ ذرا اور صبر کرو وہ وقت بہت قریب آ گیا ہے کہ میں ہر غافل سے جس نے تجھے ستایا ہے
 تیرا انتقام لوں گا۔ واقعی بات یہ ہے کہ خدائے عادل ہی انصاف کر سکتا ہے اور وہی انتقام لے سکتا ہے اس کے سوا اور کسی میں طاقت
 نہیں ہے کہ اس کا انصاف کرے خیر یہ تو جملہ معترضہ تھا اب دل پھر عرض کرتا ہے کہ اے اللہ مجھ میں تو اتنی طاقت نہیں کہ میں تیری
 جدائی میں صبر کر سکوں۔ میں احمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طبیعت اور خواہنے اندر رکھتا ہوں لیکن یہود کے پھندے میں پھنس گیا ہوں اور
 ان ناپالوں کے قبضہ میں آ گیا ہوں۔ میں صالح علیہ السلام کی طینت رکھتا ہوں لیکن خمود اور گمراہوں کی قید میں ہوں پس اے انبیا کو
 سعادت عطا کرنے والے یا مجھے فنا کر دے یا اپنے پاس بلا لے یا خود مجھ پر تجلی فرما تیرا فراق تو اس درجہ سخت ہے کہ کافر بھی اس کی
 تاب نہیں لاسکتے میں کیونکر تاب لاسکتا ہوں۔ کافروں کی مفارقت کی تاب نہ لانے کی دلیل یہ ہے کہ وہ عذاب کے وقت کہیں گے
 یا یلتنی کنت ترابا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ عذاب کو برداشت نہیں کر سکتے اور عذاب نتیجہ ہے مفارقت کا تو معلوم ہوا کہ
 مفارقت کی ان کو تاب نہیں۔ یا یوں کہو کہ عذاب عام ہے جو شامل ہے مفارقت کو بھی پس عذاب کی تاب نہ لانا مفارقت کی تاب نہ
 لانا ہے جو تجھ سے تعلق نہیں رکھتا اس کی تو تیری جدائی میں یہ حالت ہے پھر جو تیرا ہوا اس کی کیا حالت ہوگی حق سبحانہ فرماتے ہیں کہ تو
 صحیح کہتا ہے لیکن سن ذرا صبر کر صبر بہت اچھی چیز ہے ذرا خاموش رہ صبح بہت نزدیک ہے۔ (اشارۃ الی قولہ الیس الصبح
 بقریب) اور تیرے اس کے پھندے سے نکلنے کا وقت آپہنچا ہے تو شور مت کر اس پر بلا آیا ہی چاہتی ہے تیری کوشش کی ضرورت
 نہیں میں خود کوشش کر رہا ہوں اور تیری کوششوں سے میری کوشش بہتر ہے اور میری تعلیم صبر کی تلخ دوا تیرے حلوائے طلب وصال
 سے بہتر ہے۔ بس تو جا صبر کر اور خاموش رہ زبان مت ہلا بلکہ میں نے جو کچھ کہا ہے اس کو بسماع قبول سن (یاد رکھو کہ یہ سوال و
 جواب حقیقی نہیں ہیں بلکہ واقعات و اقتضائے حال کی بناء پر قائم کئے گئے ہیں) جب تجھے یہ معلوم ہوا کہ تیرا دل طالب وصال حق
 ہے اور تیرا اس کو اس سے روکنا ظلم شدید ہے جس سے حق سبحانہ نہایت ناخوش ہوتے ہیں تو تجھ کو متنبہ ہونا چاہئے اور طلب حق کی فکر
 کرنا چاہئے اور جو اشیاء تجھے حق سے جدا کرنے والی ہوں ان کو فریب اور مکر اور دغا بازی سمجھنا چاہئے ارے یہ گفتگو حد سے بڑھ گئی۔
 لوٹ دیکھو تو سہی وہ دہقانی امیر کو اپنے گھر سے لے گیا اہل سبا کے قصہ کو الگ کر اور یہ بتا کہ امیر گاؤں میں کیونکر آیا اچھا سن بات یہ
 ہے کہ دیہاتی نے خوشامد کرنا اپنا شیوہ بنا لیا تھا جب ملتا یہی کہتا کہ آپ آتے ہی نہیں آپ ضرور آئیے وغیرہ وغیرہ جس کا انجام یہ
 ہوا کہ امیر کی احتیاط بیہودہ ٹھہری اور وہ اس کے متواتر پیاموں سے مغلوب ہوا حتیٰ کہ انجام امیر کی احتیاط کا آب صاف مکدر ہو گیا
 اور احتیاط میں نقص واقع ہو ہی گیا اور وہ چل دیا اس کے لڑکوں کو گھر ہی سے یہ سفر اچھا معلوم ہوا اور ”اوہو ہم خوب کھیلیں گے آہا ہم
 خوب کھائیں گے“ کے نعرے بلند کرنے لگے اس بارہ میں ان کی حالت بالکل ایسی ہی تھی جیسے کہ نیرنگ تقدیر سے کھانے اور کھیلنے
 کی رغبت نے یوسف علیہ السلام کو ان کے مہربان باپ کے سایہ سے جدا کر دیا تھا ان کو معلوم نہیں کہ یہ کھیل نہیں بلکہ جان پر کھیلنا اور
 مصیبت جھیلنا ہے اور اس شریذ دیہاتی کی دغا بازی اور مکر و فریب ہے کہ وہ اس تدبیر سے اور راحت کی چاٹ دیکر وطن مالوف اور
 راحت مرغوبہ سے جدا کرنا چاہتا ہے یہاں تم کو یہ نکتہ یاد رکھنا چاہئے کہ جو چیز تم کو حق سبحانہ سے جدا کرے خواہ وہ کتنی ہی دل خوش کن
 کیوں نہ ہو کبھی اس کی طرف التفات نہ کرنا چاہئے کیونکہ اس کا نتیجہ اچھا نہیں ہے بلکہ اس کا انجام سراسر خسارہ ہے وہ ہزار نفع ہو

لیکن اس کو اختیار نہ کرنا چاہئے کیونکہ وہ بایں ہمہ اس نفع سے بہت کم ہے جو حق سبحانہ سے تعلق رکھنے سے تم کو حاصل ہونے والا ہے تقریباً فہم کے لئے یوں سمجھو کہ اس نفع کی مثال تو ایسی ہے جیسے اثرنی یا معمولی سونا اور جو نفع حق کے تعلق سے حاصل ہونے والا ہے وہ مثل خزانہ کے ہے اور اثرنی کی خاطر خزانہ کو چھوڑنا ہرگز مناسب نہیں اب ہم ایک قصہ سناتے ہیں جس سے تم کو عبرت ہو دیکھو حق سبحانہ نے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو کس قدر تشبیہ فرمائی ہے اور کیسا سخت سست کہا ہے حالانکہ بات صرف اتنی تھی کہ قحط سالی کا زمانہ تھا شام سے ایک قافلہ آ گیا اس نے منادی کرائی کہ جس کو غلہ خریدنا ہو ہمارے پاس چلا آئے انہوں نے ڈھول کی آواز سن کر خطبہ کو چھوڑا اور گےہوں خریدنے چلے گئے تاکہ اس قافلہ سے اور لوگ سستا خرید کر زیادہ نفع سے ان کے ہاتھ نہ بیچ سکیں اور جناب رسول اللہ قریب قریب تمہارہ گئے کیونکہ چند آدمی اپنے خلوص پر قائم رہے تھے اور سب چل دیئے تھے۔ اس پر ارشاد ہوا کہ تم کو کیسے گوارا ہوا کہ رسول کو چھوڑ کر ایک سوداگر کی ڈھول کی آواز پر چل دو۔ تم پریشان ہو کر گےہوں کی طرف چل دیئے اور نبی کو کھڑا چھوڑ گئے تم نے گےہوں کی خاطر ایک باطل کا بیج بویا اور رسول کو چھوڑ دیا حالانکہ ان کی صحبت اس خدا سے غافل کرنے والی شے اور مال دولت سے بہتر ہے اب تم کو غور سے دیکھنا چاہئے کہ کس حقیر شے کی خاطر تم نے کتنی بیش بہا دولت کو چھوڑا ہے غضب ہے کہ تمہاری حرص نے تمہارے اس یقین کو کہ ہم خیر الرازقین ہیں کالعدم کر دیا اس سے تم کو معلوم ہوا ہوگا کہ اتنی سی بات پر ان کو کس قدر تشبیہ فرمائی گئی حالانکہ ان کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑنا محض عارضی تھا اور اس کی تلافی بھی ہو سکتی تھی پھر وہ بھی خطا اجتہادی تھی نیت ان کی بری نہ تھی لیکن حق سبحانہ کو یہ صوری اعراض بھی گوارا نہ ہوا پھر تمہارا کیا حال ہوگا کہ تم بالکل ہی حق سبحانہ کو چھوڑے ہوئے ہو اور طلب دنیا میں منہمک ہو تم خیال تو کرو جو گےہوں کو رزق دیتا ہے وہ تمہارے توکل کی قدر کیوں نہ کرے گا۔ بڑی شرم کی بات ہے کہ تم نے گےہوں کے لئے اس ذات کو چھوڑ رکھا ہے جس نے آسمان سے گےہوں برسائے یعنی مینہ برسایا جس سے گےہوں پیدا ہوئے بھلے مانس تو عقل میں اس پانی کی بٹ سے تو کم نہیں جس نے باہر بلانے والے باز کو نکالنا جواب دے دیا تھا جس کا قصہ یہ ہے کہ ایک باز نے بٹ سے کہا کہ پانی سے نکل کر دیکھ کر جنگل قند برسا رہے ہیں اور وہاں کیسی کیسی نعمتیں ہیں عقلمند بٹ نے جواب دیا کہ دور ہو ہمارے لئے پانی ہی امن و عافیت کا قلعہ ہے اور ہم اسی میں خوش ہیں اس سے تم سمجھو کہ تم بٹ ہو اور شیطان باز ہے وہ کہتا ہے کہ اے بٹو تم اس پانی کے قلعہ سے باہر نکلو اور اہل اللہ کو چھوڑ دو دیکھو تو سہی صحرائے دنیا میں کیسی کیسی مزیدار نعمتیں موجود ہیں اس کا جواب اس عقلمند بٹ کی طرح تم کو یہ دینا چاہئے کہ جائیے آپ واپس تشریف لے جائیے اور ہمارے پھانسنے کے خیال سے دست بردار ہو جائیے ہم پھنسنے والے نہیں ہیں ہم نے آپ کی دعوت چھوڑی ایسی دعوت آپ ہی کو مبارک رہے ارے ہم تیرے فریب میں آنے والے نہیں تو کیا ہمیں جل دیتا ہے ہماری قند تو ہمارا یہ قلعہ ہی ہے اور جس قندستان میں تو ہمیں بلاتا ہے وہ تجھی کو روزی رہے ہمیں تیرا ہدیہ لینا منظور نہیں تو ہی لے ہم نے تجھی کو دیا یاد رکھو کہ جب تک جان ہے روزی کی کمی نہیں مثلاً جب تمہارے پاس فوج موجود ہو تو جھنڈوں کی کیا کمی کیونکہ وہ تو اس کے لوازمات میں سے ہیں یوں ہی رزق جان کے لوازمات میں سے ہے پس جان کے ہوتے ہوئے رزق نہ ملنا چہ معنی جب یہ ثابت ہوا کہ رزق لامحالہ ملے گا تو اس کی ایسی فکر چھوڑ دینا چاہئے جس سے آدمی وصول الی الحق سے محروم رہ جائے اور طلب حق کے ساتھ اور اس کی اعانت کے لئے روزی تلاش کرنے میں مضائقہ نہیں کہ یہ بھی طلب حق ہے اچھا اب ہم اصل قصہ کی طرف رجوع کرتے ہیں اس محتاط امیر نے بہت کچھ عذر کئے اور اس سرکش

شیطان دیہاتی سے بہت سی باتیں بنائیں یہاں تک کہ مجھے ایک نہایت ضروری کام ہے اگر میں چلا جاؤں گا تو وہ سرانجام نہ ہو سکے گا۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ بادشاہ نے ایک بہت نازک کام میرے سپرد کیا ہے اور اس کے سرانجام ہونے کی بادشاہ کو اس قدر فکر ہے کہ میرے انتظار میں رات بھر نہیں سویا اور میں یہ کر نہیں سکتا کہ حکم شاہی کی تعمیل نہ کروں اور مجھ سے یہ نہیں ہو سکتا کہ بادشاہ کے روبرو شرمندہ ہوں بادشاہ کو اس کی یہاں تک فکر ہے کہ دونوں وقت بادشاہ کا ہر کارہ میرے پاس آتا ہے اور کہتا ہے کہ بہت جلد اس حکم کی تعمیل سے خلاصی حاصل کرو۔ اب تمہیں بتلاؤ کہ کیا تمہیں یہ بات گوارا ہے کہ میں گاؤں چلا جاؤں جس کا نتیجہ یہ ہو کہ بادشاہ مجھ سے جیسے بجبیں ہو جائے اور میری طرف سے پیشانی پر بل ڈالے اور اس کے بعد میرے پاس اس کے غصہ کافرو کرنے کا کچھ بھی علاج نہ ہو۔ بجز اس کے کہ میں اپنے کو زندہ درگور کر دوں اور اسی قسم کے اور سینکڑوں بہانے کئے لیکن یہ تدابیر حکم حق کی ہمسری کہاں کر سکتی تھیں اور قضائے الہی کے مزاحم کیونکر ہو سکتی تھیں تقدیر الہی کی قوت کی تو یہ حالت ہے کہ اگر ذرات عالم دانوں پتھروں بن جائیں پھر بھی اس کے سامنے محض لاشے اور بے حقیقت ہیں اس مقام پر ضمناً ہم ایک نہایت ضروری بات تجھے بتلانا چاہتے ہیں لیکن وہ کسی قدر تمہید کے بعد اچھی طرح ذہن نشین ہوگی اس لئے ہم اولاً تمہیداً کچھ کہتے ہیں اس کے بعد اصل بات کہیں گے دیکھو زمین آسمان سے بچ کر کہیں نہیں جاسکتی اور وہ اپنے کو اس سے پوشیدہ نہیں کر سکتی اس کی حالت یہ ہے کہ آسمان کی جانب سے جو حادثہ اس پر واقع ہونہ وہ اس سے بھاگ کر کہیں جاسکتی ہے نہ اس کے دفع کرنے کی کوئی تدبیر اس کے پاس ہے اور نہ اس کے لئے کوئی مائمن ہے اس کی یہ حالت ہے کہ آفتاب سے اس پر آگ برستی ہے تو وہ سامنے ہی سر جھکاتی ہے اور اگر مینہ برس کر طوفان برپا کر دے اور اس کے تمام شہروں کو اجاڑ دے تب بھی وہ ایوب علیہ السلام کی طرح اس کے آگے سر تسلیم خم کرتی ہے۔ اور بزبان حال کہتی ہے کہ میں آپ کی مقید ہوں آپ جو چاہیں کریں جب تمہیں مقدمہ معلوم ہو گیا تو اب ہم کہتے ہیں کہ تم اپنی اصل پر غور کرو کہ تمہاری اصل کیا ہے تم زمین کا ایک حصہ ہو لہذا تمہارے اندر وہی خصلت ہونی چاہئے جو زمین کے اندر ہے یعنی اطاعت و انقیاد اور سرکشی اختیار نہ کرنی چاہئے اور جب خدا کا کوئی حکم تمہارے لئے صادر ہو خود اسی سے امان لینا چاہئے اور اس سے اپنے کو کھینچنا نہیں چاہئے جب تم نے فرمان خداوندی خلقناکم من تراب سنا ہے اور تم کو اس کے حق ہونے کا اعتقاد بھی ہے تو تم کو محض خاکسار ہونا چاہئے اور سرتابی نہ کرنا چاہئے حق سبحانہ فرماتے ہیں کہ ہم نے زمین میں بیج بویا اس نے خاکساری اختیار کی اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہم نے اسے رفعت عطا کی پس یوں ہی تم بھی دوبارہ خاک بنو اور خاکساری اختیار کرو تا کہ میں تم کو تمام سرداروں پر سرداری بخشوں یا درکھو کہ خاکساری ہی رفعت کا سبب ہے دیکھو پانی اولاً اوپر سے نیچے آتا ہے اور آسمان سے زمین پر برس کر زمین میں داخل ہوتا ہے اس کے بعد اس کو پھر رفعت حاصل ہوتی ہے کہ لوگ اس کو نیچے سے اوپر لاتے ہیں اور کنوئیں وغیرہ کھود کر نکالتے ہیں پھر کنوئیں سے نکال کر لیتے ہیں اور دیکھو گیہوں اوپر سے زمین میں مدفون ہوا تو اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ خوشہ بن کر لہلہانے لگا اور دیکھو ہر میوہ کا بیج اولاً زمین میں جاتا ہے اس کے بعد اس مدفونیت سے سر نکالتا ہے اور شاخ بن کر اگتا ہے اور دیکھو تمام نعمتوں کی جڑ یعنی پانی وہ آسمان سے زمین میں آتا ہے اور نیچے آ کر جانداروں کی غذا بنتا ہے چونکہ اس نے تواضع کی اور اوپر سے نیچے آیا اس تواضع کا یہ نتیجہ ہوا کہ جزو انسان بن گیا اور صفات انسان کی طرح وہ بھی اس کا تابع ہو گیا یا موصوف بصفات انسان ہو گیا اور انسان کے ساتھ وہ بھی عرش سے اوپر اڑ آیا تو اس لئے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج جسمانی ہوئی تھی اور آپ کے جسم میں پانی بھی موجود تھا یا یہ

مطلب ہے کہ روح کے علوم مرتبت سے اس کے جسم کو بھی تفوق معنوی حاصل ہوا اور اس میں پانی موجود ہے لہذا اس کو بھی تفوق حاصل ہوا۔ اول اول اوضح اس رفعت کو دیکھ کر وہ خوش ہوتا ہے اور کہتا ہے کہ اول ہم جہاں زندہ عالم بالا سے پستی کی طرف آئے تھے اب ہم پستی سے پھر عالم بالا کو چل دیئے کچھ پانی ہی کی خصوصیت نہیں بلکہ تمام اجزائے عالم خواہ متحرک ہوں یا ساکن سب یہی کہتے ہیں کہ ہم حق سبحانہ کی طرف لوٹنے والے ہیں اور ان ذرات عالم کے ذکر و تسبیح نے آسمان میں غلغلہ ڈال رکھا ہے اس ضمنی گفتگو سے فارغ ہو کر ہم پھر گفتگوئے سابق کی طرف عود کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ قضائے الہی میں وہ قوت ہے کہ جب اس نے اپنا کرشمہ دکھلانا چاہا تو ایک دہقانی نے شہری کو مات کر دیا اور باد جو دیکہ شہری نے ہزاروں پیش بندیاں کیں لیکن بلا آخر اس کو مغلوب ہونا پڑا اور اس نے سفر کیا پھر کیا اور مصیبتیں جھیلیں اور پھر جھیلیں ہر چند کہ اس کو اپنی ثبات اور غیر متزلزل ہونے پر بہت کچھ اعتماد تھا اور گویا کہ وہ اس وصف میں وہ ایک پہاڑ تھا لیکن معمولی سے سیلاب کے سامنے نہ ٹھہر سکا اور قضا الہی کی ایک لکر کا بھی نہ ہوا واقعی بات یہ ہے کہ جب قضا الہی آسمان سے نمودار ہوتی ہے تو بڑے بڑے عقلا اندھے اور بہرے ہو جاتے ہیں۔ وہ حقیقت کو دیکھ سکتے ہیں اور نہ سن سکتے ہیں مچھلیوں کی یہ حالت ہوتی ہے کہ باوجود پانی کے اس قدر عزیز ہونے کے دریا کو چھوڑ کر باہر آجاتی ہیں اور جال باوجود زمین میں ہونے کے ہوا میں اڑتے ہوئے جانور کو پھانس لیتا ہے حتیٰ کہ جن و پری شیشہ میں بند ہو جاتے ہیں بلکہ ہاروت بابل میں کنویں میں لٹکنے کے لئے آجاتا ہے (کما هو المشہور) الا وہ لوگ جو قضا سے بھاگ کر قضا ہی میں پناہ لیتے ہیں اور کہتے ہیں نفر من القضاء الی القضاء کما قال امیر المؤمنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ان کو کوئی تریج ضرر نہیں پہنچا سکتی۔

فائدہ: یاد رکھو کہ تریج اہل نجوم کی اصطلاح میں اس کو کہتے ہیں کہ ایک کسی برج کے ایک خاص درجہ پر ہو اور دوسرا اس برج سے چوتھے برج کے اسی درجہ پر ہو اس وضع کو وہ نیم دشمنی کا موجب کہتے ہیں چونکہ عرفاً حوادث کو اوضاع فلکیہ کا اثر سمجھا جاتا ہے اس لئے مولانا نے تریج کا لفظ استعمال کیا لیکن مراد حادثہ ہے۔ (فالفہم) اور یاد رکھو کہ اگر تو قضائے الہی کی پناہ میں نہ آجائے تو کوئی تدبیر تجھ کو قضا الہی سے نہیں بچا سکتی ہے۔ (قضا الہی کی پناہ میں آنے کے بعد دو صورتیں ہوں گی اگر مصلحت خداوندی مقتضی ہوگی تو وہ قضا ہی کو رد کر دے گا اور اگر مصلحت اس کو مقتضی نہ ہوئی تو اس کی مضرت سے محفوظ رہو گے اور جس قدر مضرت پہنچے گی اس کی تلافی معاوضہ اور اجر سے کر دی جاوے گی۔ واللہ اعلم)

شرح شبیری

قصہ اصحاب ضروان کا اور ان کے اس حیلہ کرنے

کا کہ فقیروں کو بے دئے ہوئے میوے توڑ لاویں

قصہ اصحاب ضروان خواندہ	پس چرا در حیلہ جوئی ماندہ
تو نے ضروان والوں کا قصہ پڑھا ہے	پھر تو کیوں حیلہ جوئی میں لگا ہے؟

یعنی اصحاب ضروان کا قصہ تم نے (قرآن میں) پڑھا ہے پھر حیلہ جوئی کے اندر کیوں رہے ہوئے ہو ضروان ایک گاؤں کا نام ہے یمن میں ان کا قصہ قرآن شریف میں موجود ہے اور وہ یہ ہے کہ ایک شخص تھا وہ اپنے باغ میں سے فقراء کو بھی میوے دیا کرتا تھا اور زیادہ حصہ ان ہی لوگوں کو دیتا تھا جب وہ مر گیا تو اس کی اولاد نے اس کو لغو سمجھا مگر چونکہ ایک عادت پڑ رہی تھی تو سمجھے کہ اگر صبح کو توڑنے کے واسطے گئے تو فقرا جمع ہو جاویں گے اس لئے خوب سویرے سے توڑنے چلے تاکہ سویرے ہی لا کر گھر میں بھر لیں چونکہ رات سے قصد تھا اور حق تعالیٰ کو علم تھا ہی لہذا رات کو ایک بجلی آئی اور باغ جل کر خاک سیاہ ہو گیا تو دیکھو انہوں نے مقابلہ تقدیر کا کرنا چاہا تھا مگر اس کے سامنے عاجز رہے اور سارا مال کھو بیٹھے اس قصہ کو مولانا فرماتے ہیں کہ۔

حیلہ می کروند کژدم نیش چند	کہ برند از روزی درویش چند
چند بچھو جیسے ڈنگ والے تدبیر کرتے تھے	کہ چند فقیروں کی روزی مار لیں

یعنی چند بچھو جیسے ڈنگ والے لوگ حیلہ کر رہے تھے تاکہ چند درویشوں کی روزی لے جاویں۔

شب ہمہ شب می سگا لیدند مکر	روئے در رو کردہ چندیں عمر و بکر
تمام رات مکر اور چلے سوچتے رہے	آنے سامنے ہو کر بہت سے عمر و بکر

یعنی رات کو ساری رات وہ مکر سوچ رہے تھے کئی ایک عمر و بکر منہ سے منہ ملائے ہوئے یعنی آہستہ آہستہ۔

خفیہ میگفتند سرہا آں بدآں	تا نباید کہ خدا دریا بدآں
ان نالائقوں نے راز مخفی طور پر کہے	تاکہ خدا ان کو نہ جان لے

یعنی وہ لوگ خفیہ اسرار بیان کر رہے تھے (گویا کہ یہ سمجھتے تھے) کہ کہیں خدا نہ سن لے یعنی ان کی حالت ایسی تھی کہ گویا کہ وہ سمجھ رہے تھے ان کی ایسی مثال تھی جیسے کہ۔

با گل انداینده اسگا لید گل	دست کارے میکند پنہاں زدل
کہ گل نے کہ گل کرنے والے کے خلاف سوچا؟	ہاتھ دل سے چھپا کر کوئی کام کرتا ہے؟

یعنی مٹی گوندھنے والے کے ساتھ مٹی (امور مخالف) سوچے یا ہاتھ کوئی کام دل سے پوشیدہ کر کے کرنا چاہے تو یہ کسی طرح نہیں ہو سکتا اسی طرح ان کے یہ اسرار حق تعالیٰ سے پوشیدہ نہ رہتے تھے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

کیف لا یعلم ہواک من خلق	ان فی نجواک صدقاً ام ملق
تیری خواہش کو کیسے نہ جانے گا جس نے پیدا کیا	تیری خفیہ باتوں میں سچائی ہے یا جھوٹ

یعنی جس نے کہ تجھے پیدا کیا ہے وہ تیری خواہشوں کو کس طرح نہ جان لے گا کہ آیا تیری سرگوشی میں صدق ہے یا کذب ہے۔

کیف یغفل عن ظعین رغداً	من یعاین این مٹواہ غداً
خوش عیش ہودج نشین سے وہ کیسے ناواقف ہوگا؟	جو دیکھ رہا ہے کہ کل کو اس کا ٹھکانا کہاں ہے

یعنی مسافر خوش سے وہ شخص کس طرح غافل ہو سکتا ہے کہ اس کے ٹھکانے کو آج ہی دیکھ رہا ہے کہ کل کہاں ہے مطلب یہ کہ جس کو مسافر کے سفر اور قیام گاہ سے سب سے پہلے ہی خبر ہے وہ بھلا اس سے غافل ہو سکتا ہے ہرگز نہیں وہ تو اس کی ساری نشست و برخاست سے واقف ہوگا تو اسی طرح حق تعالیٰ ہماری ساری باتوں سے واقف ہیں ان سے پوشیدہ ہو کر کہاں جاویں گے۔

اینما قد هبطا و صعدا	قدتولاه و احصى عددا
کہاں وہ نشیب میں اتری کہاں اونچائی پر چڑھی	وہ اس کا نگران ہے اور اس نے شمار کر لیا ہے

یعنی وہ مسافر جہاں اترتا ہے اور جہاں چڑھتا ہے وہ خبردار اس کے پیچھے ہے اور اس کے تمام حالات کو احصاء کئے ہوئے ہوتا ہے۔

اس قصہ کو یہیں ختم کر کے آگے پھر خواجہ صاحب کی خبر لی جاتی ہے فرماتے ہیں کہ۔

گوش کن اکنوں حدیث خواجہ را	کوسوئے وہ چوں شد و دید او جزا
اب خواجہ کی بات سن	کہ وہ شہر کی جانب کیسے گیا اور اس نے سزا بھگتی

یعنی اب ذرا خواجہ کی بات سنو کہ وہ گاؤں میں کس طرح گیا اس نے کس طرح بدلا پایا۔

گوش را اکنوں ز غفلت پاک کن	استماع ہجر آں غمناک کن
اب کان کو غفلت سے پاک کر لے	اس غمناک کی ہجرت (کا قصہ) سن

یعنی کان کو اب غفلت سے پاک کر کے اس غمناک کی مصیبت کو سنو۔

تا چہا دید از بلاؤ از عننا	در رہ وہ چوں شد از شہر او جدا
اس نے کس قدر بلا اور مشقت دیکھی	گاؤں کے راستہ میں جب وہ شہر سے جدا ہوا

یعنی تاکہ (معلوم ہو کہ) اس نے کیا کیا بلا اور مصیبت گاؤں کے راستہ میں دیکھی جب کہ وہ شہر سے جدا ہوا آگے فرماتے ہیں کہ ہم جو تم کو اس کے سننے کی ترغیب دے رہے ہیں یہ فضول نہیں ہے بلکہ اس کے اندر بھی فائدہ اور ثواب ہے اس لئے کہ جب تم غمگین کی داستان سنو گے تو اس میں یہ فائدہ ہوگا کہ اس کا دل ہلکا ہو جاوے گا اور وہ بھگی اس کے قلب سے دور ہو جاوے گی تو اس میں ایک تو تطیب قلب مومن ہے دوسرے یہ فائدہ ہے کہ اگر اس غم کے زائل ہونے سے اس کا قلب بشاش ہوا اور اس کی وجہ سے اس کو مشغولی بخت ہوگئی تو چونکہ اس کے سبب تم بنے ہو لہذا ماجور ہو گے لہذا ضروری ہے کہ غمگین کی بات کو غور سے سنو آگے مولانا تھوڑی دور تک اسی مضمون کو بیان فرماتے ہیں کہ۔

آں زکاتے داں کہ غمگین را دہی	گوش را چوں پیش دستانش نہی
اس کو ایک زکوٰۃ سمجھ جو تو غزدہ کو دے رہا ہے	جب تو کان اس کی داستان پر دھرے

یعنی تم جو غمگین کی داستان پر کان رکھ رہے ہو اور سن رہے ہو اس کو یوں سمجھو کہ زکوٰۃ دے رہے ہو۔

بشنوی غمہائے رنجوران دل	فاقہ جان شریف از آب و گل
-------------------------	--------------------------

دل کے پیاروں کا غم سن لے	آب و گل (میں پھنسنے) سے شریف جان کا فاقہ ہے
--------------------------	---

یعنی رنجور دلوں کے غموں کو سنو جن کی جان شریف کو آب و گل سے فاقہ ہے یعنی ان کو جو اس آب و گل میں پھنسنے کی وجہ سے اور ترددات میں ابتلاء کی وجہ سے جان شریف کی اصل غذا نہیں ملتی اس لئے وہ رنجور ہیں تو تم سے اگر وہ بیان کریں ان کی بات سن لو کہ وہ اس سے سبک دل ہو جاویں گے اور پھر مشغول بحق ہوں گے تو تم اس کے سبب ہو گے اور ماجور ہو گے ان کی یہ حالت ہے کہ۔

خانہ پر دود دارد پر فنے	مرو را بکشاز اصغا روزنے
-------------------------	-------------------------

صاحب ہنر کا گھر (دل) دھوئیں سے بھرا ہوا ہے	اس کی بات سننے کے لئے (کان کے) سوراخ کھول دے
--	--

یعنی ایک پر فن ایک گھر دھوئیں سے بھرا ہوا رکھتا ہے تو تم اس میں کان لگانے کا ایک روزن کھول دو مطلب یہ کہ اس کا قلب جو گھٹ رہا ہے اس کی ایسی مثال ہے جیسے کسی گھر میں دھواں گھٹ رہا ہو تو اگر اس گھر میں ایک روشندان لگا دیا جاوے تو وہ سارا دھواں نکل جاوے اسی طرح اگر تم اس کی ساری داستان سن لو گے تو ایسا ہوگا گویا کہ تم نے ایک روزن اس کے قلب میں لگا دیا اور وہ سارا غبار اس سے نکل گیا۔ سبحان اللہ خوب مثال ہے۔

گوش تو او را چو راہ دم شود	دود تلخ از خانہ او کم شود
----------------------------	---------------------------

جب حیرا کان اس کے سانس لینے کا راستہ بن جائے	کڑوا دھواں اس کے گھر میں سے کم ہو جائے
--	--

یعنی تمہارا کان اس کے لئے سانس کا راستہ ہو جاوے گا اور وہ تلخ دھواں اس کے گھر میں سے کم ہو جاوے گا یعنی تمہارا اس لینا جب کہ روشن دان کی طرح ہے تو تمہارا کان اس کے سانس لینے کا روزن ہو جاوے گا اور اس کا قلب بہت ہلکا ہو جاوے گا اور پھر وہ مشغول بحق ہوگا تو اس کے سبب بننے کا ثواب تمہیں بھی ملے گا اب آگے شیخ کو خطاب کر کے فرماتے ہیں کہ۔

غمگساری کن تو باما اے روی	گر بسوئے رب اعلیٰ میروی
---------------------------	-------------------------

اے سیراب! ہماری غمگساری کر	اگر تو رب اعلیٰ کی طرف جا رہا ہے
----------------------------	----------------------------------

یعنی اے سیراب! اگر تو حق تعالیٰ کی طرف جا رہا ہے تو ہماری بھی غمگساری کر اور ہماری بھی خبر لے۔

ایں تردد حبس و زندانے بود	کونہ بگنارد کہ جاں سوئے رود
---------------------------	-----------------------------

یہ تردد قید اور قیدی ہے	جو نہیں چھوڑتا کہ جان کسی طرف جائے
-------------------------	------------------------------------

یعنی یہ تردد ایک حبس اور زندان ہے جو کہ جان کو ایک طرف ہونے نہیں دیتا۔

ایں بدیں سوآں بداں سومیکشد	ہر یکے گوید منم راہ رشد
----------------------------	-------------------------

یہ اس جانب وہ اس جانب کھینچتا ہے	ہر شخص کہتا ہے میں ہدایت کا راستہ ہوں
----------------------------------	---------------------------------------

یعنی ایک اس طرف کو اور دوسرا اس طرف کو کھینچ رہا ہے اور ہر ایک کہہ رہا ہے کہ میں راہ ہدایت ہوں چونکہ تردد میں تو

یہی ہوتا ہے کہ دونوں طرف دل ہوتا ہے اس لئے کہتے ہیں کہ دل ادھر ہوتا ہے نہ ادھر بس بیچ میں ڈانواں ڈول ہے خبر لو۔

ایں تردد عقبہ راہ حق است	اے خنک آل کس کہ پایش مطلق ست
یہ تردد اللہ کے راستہ کی گھائی ہے	وہ شخص قابل مبارکباد ہے جس کا بھر آراد ہے

یعنی یہ تردد راہ حق کی گھائی ہے اور وہ شخص اچھا ہے جس کا پاؤں ان سے چھوٹا ہوا ہے یعنی جس کو کہ ترددات نہیں ہیں وہی اچھا ہے اور اس کی یہ حالت ہے کہ۔

بے ترددی رود در راہ راست	رہ نمی دانی بجو گامش کجا ست
وہ سیدھے راستہ پر بغیر تردد جا رہا ہے	(اگر) تو راستہ نہیں جانتا ہے جا اس کا نشان قدم معلوم کر لے

یعنی وہ راہ راست پر بے تردد کے چلا جا رہا ہے تو اگر راہ نہیں جانتا تو اس کا نشان قدم تلاش کر لے کہ کہاں ہے مطلب یہ کہ جو علاقے اور ترددات سے چھوٹا ہوا ہے بس وہ سیدھے راستہ پر بے تکلف چلا جا رہا ہے تو اگر تم کو خود بصیرت نہیں ہے تو اس راستہ روکا اتباع ہی کرو کہ اسی طرح منزل مقصود تک پہنچ جاؤ گے آگے اس کی ایک مثال ہے کہ۔

گام آہو را بگیر و رو معاف	تاری از گام آہو تا بناف
تو ہرن کے (نشان) قدم پکڑ لے اور عافیت سے چلے	تاکہ تو ہرن کے نشان قدم سے نافہ تک پہنچ جائے

یعنی گام آہو کو پکڑ لو اور عافیت کے ساتھ چلے جاؤ تاکہ تم گام آہو سے نافہ تک پہنچ جاؤ مطلب یہ کہ اگر تم کو نافہ کی تلاش ہے اور اس کے متلاشی ہو تو آہو کے نشان قدم پر چلے چلو اسی سے تم کو نافہ مل جاوے گا تو اسی طرح ان حضرات کی اتباع سے تم کو دولت عقبی حاصل ہو جاوے گی۔

زیں روش براوج انور میروی	اے برادر گر بر آذر میروی
اس رفتار سے تو روشن بلندی پر جا رہا ہے	اے بھائی! اگر تو آگ پر چل رہا ہے

یعنی اس چال سے اوج انور تک چلے جاؤ گے اے بھائی! اگر چہ آگ پر چل رہے ہو مطلب یہ کہ اگر چہ اس وقت مجاہدہ و ریاضت کرنا گویا آگ پر چلنا ہے مگر اسی سے تم کو اوج انور کی روش حاصل ہو جاوے گی آگے فرماتے ہیں کہ۔

نے زدریا ترس و نے از موج و کف	چوں شنیدی تو خطاب لاتخف
نہ دریا سے ڈر نہ موج سے نہ جھاک سے	جب تو نے "نہ ڈر" کا خطاب سن لیا ہے

یعنی نہ دریا سے ڈرو اور نہ موج و کف سے جب کہ تم نے لاتخف کا خطاب سن لیا ہے مطلب یہ کہ جب کہ تم کو حق تعالیٰ کی طرف سے لاتخف کا خطاب ہے تو پھر تم کسی شے سے کیوں ڈرتے ہو اور خطاب لاتخف اس طرح ہے کہ ارشاد ہے کہ ان اولیاء اللہ لاخوف علیہم ولا ہم یحزنون اور جو کہ اولیاء کا دوست ہو اور ان کا محبت ہو وہ بھی اسی میں داخل ہے لہذا ہر شخص کو لاتخف کا خطاب ہو گیا لیکن مولانا اس کو اور طرح سے بھی بیان فرماتے ہیں کہ۔

لا تخف داں چونکہ خوفت داد حق	نان فرستد چوں فرستادت طبق
جبکہ تجھے اللہ نے خوف دیا ہے تو (اپنے آپ کی لا تخف) کا صدق) بچھ	وہ روٹی بھج دے گا جبکہ اس نے مجھے طباق دیا ہے

یعنی جب کہ حق تعالیٰ خوف دیں تو تم لا تخف جانو اس لئے کہ جب طباق بھیجا ہے تو روٹی بھی بھیجے گا مطلب یہ کہ جب تم کو خوف ہو تو سمجھ لو کہ اب خطاب لا تخف ہو رہا ہے اس لئے کہ ایسی مثال سمجھو کہ جیسے جب آقا طبق بھیجتا ہے تو روٹی بھی دیتا ہے تو جب تم کو خوف دیا ہے تو اس کے اندر خطاب لا تخف بھی ضرور ہے۔

خوف آنکس راست کو را خوف نیست	غصہ آنکس را کش اینجا طوف نیست
ڈر اس کے لئے ہے جس کو ڈر نہیں ہے	غم اس کے لئے ہے جس کو یہاں طوف (کا موقع) نہیں ہے

یعنی خوف تو اس کو ہے (یہاں) خوف نہیں ہے اور غصہ اس کے لئے ہے جس کو کہ اس جگہ سرکشگی نہیں ہے مطلب یہ کہ جس کو دنیا میں خدا کا خوف نہیں ہے اس کو آخرت میں خوف ہوگا اور جو کہ یہاں خوف میں ہیں وہ انشاء اللہ وہاں خوش اور بے خوف ہوں گے خیر چونکہ اوپر کہا تھا کہ خواجہ کا قصہ بیان کرو تو آگے ان کا قصہ بیان کرتے ہیں اور یہ بیچ میں اور مضمون کچھ مناسبات سے آ گیا تھا۔

خواجہ کا گاؤں کی طرف بچوں کے ساتھ روانہ ہونا

خواجہ درکار آمد و تجہیز ساخت	مرغ عزمش سوئے دہ اشتاب تاخت
خواجہ کام میں لگا اور سامان تیار کیا	اس کے ارادہ کا پرند گاؤں کی جانب روانہ ہوا

یعنی میاں نے کام شروع کیا اور سامان کیا اور ان کے ارادہ کا جانور گاؤں کی طرف چلا یعنی خوب شوق میں سامان کر کے جلدی جلدی روانہ ہوئے۔

اہل و فرزند اں سفر را ساختند	رخت را برگا و عزم انداختند
اہل اور اولاد نے سفر کی تیاری کر لی	سامان ارادے کے بیل پر لاد دیا

یعنی اہل و عیال نے سفر شروع کیا اور اسباب کو قصد کے بیل پر لاد دیا یعنی اسباب کو سواری میں لاد کر روانہ ہو گئے۔

شادمانان و شتاباں سوئے دہ	کہ برے خوردیم از دہ مشردہ دہ
خوشی خوشی جلدی سے گاؤں کی جانب	کہ ہم نے گاؤں کے پھل کھائے ہمیں خوشخبری سنا

یعنی خوشی اور جلدی گاؤں کی طرف جارہے تھے اور بزبان حال کہہ رہے تھے کہ گویا ہم نے مشردہ دہ سے پھل کھا ہی لیا اور کہتے تھے کہ۔

مقصد مارا چراگاہ خوش است	یار ما آنجا کریم و دلکش است
ہمارے مقصد کے لئے عمدہ چراگاہ ہے	اس جگہ ہمارا دوست نخی اور دلنواز ہے

یعنی ہمارا منزل مقصود ایک عمدہ چراگاہ ہے اور ہمارا دوست کریم اور دلکش وہاں موجود ہے۔

باہزاراں آرزو ما خواندہ است	بہر ما غرس کرم بنشانندہ است
اس نے ہمیں ہزاروں تمناؤں سے بلایا ہے	اس نے ہمارے لئے سعادت کا پودا لگایا ہے

یعنی ہزاروں آرزو سے اس نے ہمیں بلایا ہے اور ہمارے لئے کرم کا درخت اس نے لگا رکھا ہے۔

ما ذخیرہ وہ زمستان دراز	از براو سوئے شہر آرمیم باز
ہم دس لمبے جازوں کیلئے سامان	اس کے پاس سے شہر لے آئیں گے

یعنی تاکہ گاؤں کی چیزیں جاڑے کے طویل موسم کے لئے اس کے پاس سے شہر کی طرف لاویں گے مطلب یہ کہ گاؤں سے خوب ذخیرہ لاویں گے مثلاً لکڑی گیہوں وغیرہ وغیرہ خوب بھر کر لاویں گے یہ منصوبے سوچتے جا رہے تھے اور سوچتے تھے کہ۔

بلکہ باغ ایثار راہ ما کند	در میان جان خود ما جا کند
بلکہ وہ باغ ہمارے لئے ترہان کر دے گا	اپنی جان میں ہماری جگہ بنائے گا

یعنی بلکہ ہمارے اوپر باغ کو فدا کر دے گا اور اپنی جان میں ہماری جگہ کرے گا یعنی جان سے بھی زیادہ عزیز رکھے گا اور کہتے تھے کہ۔

عجلوا اصحابنا کما توبحوا	عقل میگفت از دروں لا تفرحوا
ہمارے ساتھیوں جلدی کرو تاکہ نفع اٹھاؤ	اندر سے عقل کہتی تھی "خوش نہ ہو"

یعنی اے ہمارے ساتھیوں جلدی کرو تاکہ نفع حاصل کرو اور عقل اندر سے کہہ رہی تھی کہ ذرا اتراؤ مت۔

من رباح اللہ کو نوار ابحین	ان زبی لا یحب الفرحین
اللہ کے نفع سے نفع اٹھانے والے بنو	بیچک میرا خدا خوش ہونے والوں کو پسند نہیں کرتا ہے

یعنی حق تعالیٰ کے نفع سے نفع حاصل کرو اس لئے کہ میرا رب اترا نے والوں کو دوست نہیں رکھتا مطلب یہ کہ یہ کیا نفع دنیاوی پر مر رہے ہو حق تعالیٰ کے پاس جو نفع ہے اس کو حاصل کرو۔

افرحوا ہو نابما آتاکم	کل ات مشغل الہاکم
اس پر بچکے سے خوش ہو جو اللہ نے تمہیں دیا ہے	ہر آنے والی خبر مشغول کرنے والی ہے جس نے تمہیں غافل بنایا

یعنی جو شے کہ تم کو ملی ہے اس پر اعتدال سے خوش ہو اس لئے کہ ہر آنے والا مشغول ہے کہ لو میں تم کو ڈال دیا ہے حدیث میں ہے احب حبیبک ہونا ما عسی ان یکون بفیضک یوما ما وابعض بفیضک ہونا ما عسی ان یکون حبیبک یوما ما یعنی دوست سے دوستی بھی اعتدال سے کرو شاید کبھی دشمن ہو جاوے (تو تمہارے اسرار پر مطلع ہو کر زیادہ نقصان دہ ہو سکتا ہے) اور اپنے دشمن سے دشمنی بھی اعتدال کے ساتھ کرو شاید وہ کبھی دوست ہو جاوے (تو پھر کیا منہ دکھاؤ گے)

تو مولانا فرماتے ہیں کہ عقل کہہ رہی تھی کہ ذرا فرح اعتدال پر رکھو آپے سے باہر مت ہو جاؤ۔

ازوے شو مشو از غیروے	کو بہار ست و دگر ہا ماہ دے
اس سے خوش ہو اس کے غیر سے نہ ہو	کیونکہ وہ موسم بہار ہے دوسرے ماگھ کا مہینہ

یعنی حق تعالیٰ سے خوش ہو اور دوسروں سے خوش مت ہو اس لئے کہ وہ تو مثل موسم بہار کے ہیں اور باقی اور سب ماہ خزاں ہیں لہذا حق تعالیٰ سے تعلق پیدا کرو اور ان کی نعماء پر خوش ہو۔

ہر چہ غیر اوست استدراج تست	گر چہ تخت و ملک تست و تاج تست
جو کچھ اس کے علاوہ ہے وہ تیرا استدراج ہے	خواہ وہ تیرا تخت اور سلطنت ہو اور تیرا تاج ہو

یعنی اس کے سوا اور جو ہے سب تیرے لئے استدراج ہے اگر چہ تیرا تاج و تخت اور ملک ہی ہو سب مغفل ہے اور حق تعالیٰ کی طرف سے استدراج اور امتحان ہے آگے ترقی کر کے فرماتے ہیں کہ۔

شاد از غم شو کہ غم دام بقاست	اندریں رہ سوئے پستی ارتقاست
غم سے خوش ہو کیونکہ وہ لقا (خداوندی) کا ذریعہ ہے	اس راستہ میں پستی کی جانب جانا بلند ہوتا ہے

یعنی غم سے خوش ہو کیونکہ غم جالب بقا ہے اور اس راہ میں پستی کی طرف عروج ہے مطلب یہ کہ غیر اللہ سے خوش مت ہو بلکہ اگر غم آوے تو اس سے خوش ہو کہ یہاں کا غم وہاں کے اجر کا موجب ہے اور اگر یہاں پستی اور تواضع اختیار کرو گے تو وہاں کا عروج حاصل ہوگا تو دیکھو یہاں پستی میں عروج ہے۔

غم یکے کنج است ورنج تو چوں	لیک کے درگیرد این در کو دکاں
غم ایک خزانہ ہے اور تیرا رنج کان ہے	لیکن اس بات کا اثر بچوں پر نہیں ہے

یعنی غم ایک بہت بڑا خزانہ ہے اور تمہارا رنج مثل معدن کے ہے لیکن اس بات کو بچے کیا جانیں یعنی جو نادان ہیں وہ اس بات کو کیا سمجھ سکتے ہیں کہ غم کیا شے ہے ورنہ غم ایک بڑی نعمت ہے کیونکہ اس کا اجر حق تعالیٰ کے یہاں عظیم ہے غم یکے میں تعظیم کے لئے ہے آگے بچوں کی عادت بتاتے ہیں کہ۔

کو دکاں چوں نام بازی بشنوند	جملہ باخر گورہم تگ می دوند
بچے جب کھیل کا نام سنتے ہیں	سب گورخر کے ہم رفتار ہوتے ہیں

یعنی بچے جب کھیل کا نام سن لیتے ہیں تو سارے گورخر کے برابر دوڑ میں ہو جاتے ہیں یعنی خوب چست و چالاک ہوتے ہیں اسی طرح جو نادان ہیں وہ اس دنیاوی لذات اور خوشی کو سن کر خوش ہوتے ہیں اور اصلی خوشی کی ان کو خبر بھی نہیں آگے فرماتے ہیں کہ۔

اے خراماں گور این سودا مہاست	در کمیں این سوئے خوں آشا مہاست
اے ٹہلنے والے گورخرا اس طرف جال ہیں	اس جانب گھات میں خون پینے والی (بلائیں) ہیں

یعنی اے اندھے چلنے والے اس طرف جاں ہیں اور اس طرف کین ہیں خون کے پیاسے ہیں۔ مطلب یہ کہ اے حقیقت سے اندھے تو جو خوش خوش جا رہا ہے اور اس طرف سلامتی سمجھے ہوئے ہے اس طرف تو تیرے خون کی پیاسی چیزیں ہیں اس طرف یعنی دنیا کی طرف مت جا اور اس میں مشغول مت ہو۔

تیرہا پنہاں نہ شد لیکن کماں	گشت پنہاں از دو چشم مردماں
تیر پوشیدہ نہیں ہیں لیکن کماں	انساوں کی دو آنکھوں سے چھپی ہوئی ہے
تیرہا پراں کماں پنہاں وغیب	بر جوانے میرسد صد تیر شیب
تیر چل رہے ہیں کماں چھپی ہوئی اور غائب ہے	ایک جوان پر بڑھانے کے سوتیر پہنچتے ہیں

یعنی تیر تو اڑ رہے ہیں اور کماں پوشیدہ اور غائب ہے اور جوانی پر سینکڑوں تیر بڑھاپے کے پڑ رہے ہیں مطلب یہ کہ دیکھو جوانی پر جو یہ بڑھاپے کا اثر ہے اور روز بروز طاقت کم ہو رہی ہے آخر یہ کیا بات ہے یہ وہی حوادث ہیں مگر نظر تو اس پر چاہئے کہ جس نے ان حوادث کو پیدا کیا ہے۔

گام در صحرائے دل باید نہاد	زانکہ در صحرائے گل نبود کشاد
دل کے جگل میں قدم رکنا چاہیے	اس لئے کہ مٹی کے جگل (جسم) میں دست نہیں ہے

یعنی قدم صحرائے دل میں رکھنا چاہئے اس لئے کہ صحرائے گل میں تو کشادگی نہیں ہے یعنی ان ظاہری جنگلوں میں تو فراخی اور کشادگی حقیقی نہیں ہے لہذا ان کو ترک کر دو اور صحرائے دل میں قدم رکھو اور قلب کی سیر کرو کسی نے خوب کہا ہے کہیے
ستم اگر ہوست کشد کہ بہ سیر سردمن در آ
توز غنچہ کم نہ دمیدہ در دل کشاہہ بچمن در آ
اور امیر خسرو فرماتے ہیں کہ
ماغریباں راتماشائے چمن در کار نیست
داغہائے سینہ ما کمتر از گلزار نیست
اور فرماتے ہیں کہ۔

ایمن آباد است دل اے مردماں	حصن محکم موضع امن و اماں
اے لوگو! دل امن آباد ہے	مضبوط قلعہ ہے امن و اماں کی جگہ ہے

یعنی اے لوگو! دل ایک ایمن آباد ہے (کہ جہاں کچھ خوف ہے ہی نہیں) اور ایک مضبوط قلعہ ہے اور امن و اماں کی جگہ ہے اور دل وہ شے ہے کہ۔

گلشن خرم بکام دوستاں	چشمہا و گلستاں در گلستاں
دوستوں کے حسب مراد تازہ گلشن ہے	چشمے ہیں اور باغ در باغ ہیں

یعنی دل ایک عمدہ گلشن موافق مقصد دوستوں کے ہے اور اس میں چشمے ہیں اور گلستاں در گلستاں ہیں یعنی علوم و معارف کے باغ کھل رہے ہیں۔

عج الی القلب و سریا ساریہ	فیہ اشجار و عین جاریہ
قلب کی طرف لوٹ اور ہل دے چلنے والے	اس میں درخت اور جاری چشمہ ہے

یعنی اے (قافلہ) چلنے والے قلب کی طرف متوجہ ہو کہ اس میں (علوم و معارف کے) باغ ہیں اور چشمہ جاریہ ہیں۔

دہ مردہ مرد را احمق کند	عقل را بے نور و بے رونق کند
گاؤں میں نہ جانا گاؤں انسان کو احمق بنا دیتا ہے	عقل کو بے نور اور بے رونق بنا دیتا ہے

یعنی گاؤں میں مت جاؤ کیونکہ گاؤں انسان کو احمق بنا دیتا ہے اور عقل کو بے نور اور بے رونق کر دیتا ہے وہ سے مراد ماسوا اللہ ہے مطلب یہ کہ ادھر ادھر ماسوا اللہ سے دل مت لگاؤ بلکہ بس اس ایک ہی طرف دل لگائے رکھو اسی میں سب کچھ ہے ورنہ اگر اور طرف متوجہ ہو جاؤ گے تو عقل بے رونق ہو جاوے گی۔

خواجہ پندارد کہ روزی دہ دہد	ایں نمیداند کہ روزی دہ دہد
خواجہ سمجھتا ہے کہ گاؤں روزی دیتا ہے	یہ نہیں سمجھتا کہ روزی دینے والا (روزی) دیتا ہے

یعنی میاں جانتے ہیں کہ روزی گاؤں دیتا ہے اور یہ نہیں جانتے کہ روزی دینے والا دیتا ہے مطلب یہ کہ میاں کو تو خیال ہے کہ ہمارے باغ ہیں گاؤں ہیں زمین ہیں اور ان ہی سے روزی ملتی ہے اور یہ خبر نہیں کہ روزی روزی دینے والا یعنی حق تعالیٰ دیتے ہیں لہذا چاہئے کہ ماسوی اللہ پر بھروسہ اور اعتبار مت کرو بلکہ توکل بحق ہونا ضروری ہے۔

قول پیغمبر شنوائے مجتبیٰ	گور عقل آمد وطن در روستا
اے برگزیدہ! پیغمبر کا قول سن لے	گاؤں کا وطن عقل کی قبر ہے

یعنی اے برگزیدہ شخص حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا قول سنو کہ (فرمایا کہ) گاؤں میں گھر ہونا کوری عقل ہے اشارہ ہے اس حدیث کی طرف جو کہ صحاح میں ہے کہ فرمایا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ من تسکن البادية جفا یعنی جو کوئی جنگل میں رہے وہ سخت دل ہو جاتا ہے اور سخت دلی ایک بہت بڑی کوری قلب ہے اور فرماتے ہیں کہ۔

ہر کہ روزے باشد اندر روستا	تا بما ہے عقل او ناید بجا
جو گاؤں میں ایک دن رہے گا	اس کی عقل ایک مہینہ تک ٹھکانے نہ آئے گی

یعنی جو کوئی ایک دن گاؤں میں رہے اس کی عقل ایک ماہ تک ٹھکانہ پر نہیں آتی۔

ہر کہ در روستا کند روزے و شام	تا بما ہے عقل او نبود تمام
جو شخص ایک دن اور شام گاؤں میں گزارے گا	ایک مہینہ تک اس کی عقل کتمل نہیں ہو گی

یعنی جو کوئی گاؤں میں ایک صبح و شام گزارے اس کی عقل ایک ماہ تک پوری نہیں ہوتی۔

تا بمانے آتمتی با او بود	از حشیش وہ جزا نہا چہ رود
ایک مہینہ تک حماقت اس کے ساتھ ہوگی	گاؤں کی گھاس سے اس کے علاوہ اور کیا ہوگا

یعنی آتمتی ایک ماہ تک اس کے ہمراہ رہتی ہے اور وہ گاؤں کے گھاس میں سوائے اس کے اور کیا لے گا۔ مطلب یہ کہ وہاں کے گھاس پھونس سے تو بے وقوفی اور جانور پن ہی آتا ہے۔ آگے فرماتے ہیں کہ۔

ہر کہ ماہے باشد اندر روستا	روزگارے باشدش جہل و عمی
جو ایک مہینہ تک گاؤں میں رہے گا	اس کی نادانی اور جہالت تمام عمر رہے گی

یعنی اور جو شخص کہ ایک مہینے تک گاؤں میں رہے تو اس کو ایک زمانہ تک جہل و عمی رہے گا اول تو اس میں بھی شبہ نہیں ہے بلکہ مشاہدہ اور تجربہ ہے کہ بعض سرزمین کی خاصیت ہی ایسی ہوتی ہے کہ وہاں جا کر آدمی بیوقوف ہو جاتا ہے ایسے قصے بعض قصبات کے ہر جگہ مشہور ہوتے ہیں جیسے کہ ہمارے اطراف میں کاندھلہ و نینیدہ اور پورب میں کرسی علی ہذا اور قصبات نہ تو اسی طرح گاؤں کی آب و ہوا میں خاصیت کم عقل کر دینے کی ہونا تعجب نہیں ہے لیکن مولانا نے گاؤں سے ایک اور لطیف امر مراد لیا ہے جس کو خود آگے بیان فرماتے ہیں کہ۔

دہ چہ باشد شیخ کامل ناشدہ	دست در تقلید و در حجت زدہ
گاؤں کیا ہے؟ ناقص شیخ	جس نے تقلید اور حجت ہادی حاصل کی ہے

یعنی گاؤں کیا ہے وہ شیخ ہے جو کہ واصل نہ ہوا ہو اور ہاتھ تقلید و حجت میں مارے ہوئے ہو مطلب یہ کہ جو شیخ کہ کامل نہیں ہے وہ ان لوگوں کے آگے جن کو کہ بصیرت حاصل ہے مثل مقلد کے ہے کہ اس کو صرف علم تقلیدی حاصل ہوتا ہے اور دیگر جہال کی نسبت سے وہ مدلل ہے تو ایسا شخص جو کہ اصطلاحات وغیرہ سے تو واقف ہو لیکن کامل نہ ہو وہ ایسا ہے جیسے ایک شخص مجتہد اور مجتہد دونوں نہ ہو تو ایسا شخص یقیناً گمراہ اور گمراہ کن ہوگا تو اسی طرح یہ شخص بھی گمراہ کن ہے سبحان اللہ خوب ہی مثال دی ہے۔

پیش شہر عقل کلی این حواس	چوں خران چشم بستہ در خراس
کلی عقل کے شہر کے سامنے یہ حواس	آنکھوں پر پٹی بندھے ہوئے کلبوں کے گدھوں کی طرح ہیں

یعنی عقل کامل کے سامنے یہ حواس مثل آنکھ بندھے ہوئے گدھوں کے ہیں جو کہ چونہ چکی میں ہوتے ہیں حواس سے مراد عقل ناقص اور عقل کل سے مراد عقل کامل مطلب یہ کہ عقل کامل یعنی شیخ کامل کے آگے یہ شیوخ ایسے ہیں کہ جیسے گدھے کو چونہ چکی میں آنکھیں باندھ کر لگا دیا جاتا ہے اور وہ گھومتا رہتا ہے اور اس کو یہ خبر بھی نہیں ہوتی کہ کہاں جا رہا ہے اور صبح سے شام تک چلتا ہے اور پھر وہیں کا وہیں اسی طرح شیخ ناقص سلوک طے کر رہا ہے اور جہاں تھا وہیں رہتا ہے آگے قصہ کی طرف رجوع فرماتے ہیں کہ۔

ایں رہا کن صورت افسانہ گیر	رو بہل در دانہ گندم دانہ گیر
اس کو رہنے دے قصہ کی صورت اختیار کر	جا موتی کو چھوڑ دے گیہوں کا دانہ لے لے

یعنی اس کو ترک کر دو اور افسانہ کی صورت کو اختیار کر دو اور دردانہ کو ترک کر دو اور گندم دانہ کو لو مطلب یہ کہ ان باتوں کو جو کہ مثل

وردانہ کے ہیں یعنی علوم و معارف کے بیان کو ترک کر دو اس لئے کہ ان کی تو کہیں انتہا ہی نہیں ہے لہذا اس پر اکتفا کر کے اس قصہ خواجہ کو جو کہ مشابہ گندم دانہ کے ہے بیان کرو مولانا کو ان باتوں کے ترک کرنے کو بھی ذرا دیر چاہئے اس لئے کہ یہ باتیں تو مثل طبیعت ثانیہ کے ہو گئی ہیں لہذا آگے فرماتے ہیں کہ

گر بہ در رہ نیست ہیں برمی ستاں	گر بد اں سون نیست رہ ایں سو براں
اگر موتی کی طرف راستہ نہیں ہے خبردار گیہوں لے لے	اگر اس طرف راستہ نہیں ہے اس طرف چل پڑ

یعنی اگر موتی کو حاصل نہیں کر سکتے تو گیہوں ہی لے لو اور اگر اس طرف جانے کا راستہ نہیں ہے تو (سواری کو) اسی طرف کوچلاؤ مطلب یہ کہ اگر اسرار و معانی کے بیان کرنے کی تاب نہیں ہے تو یہ قصہ ہی بیان کرو کہ اس میں بھی جبکہ نیت عنخواری ہو ثواب ملنے کی امید ہے۔

ظاہر ش گیر ارچہ ظاہر کثر بود	عاقبت ظاہر سوئے باطن برد
اس کے ظاہر کو اختیار کر لے اگرچہ ظاہر ٹیڑھا ہو	آخر ظاہر باطن ہی کی طرف جاتا ہے

یعنی اس کے ظاہری کولو اگرچہ ظاہر کج ہوتا ہے انجام کار ظاہر باطن کی طرف لے جاتا ہے یعنی اس ظاہر سے رسائی باطن کی طرف ہو جاتی ہے۔

اول ہر آدمی خود صورت است	بعد ازاں جاں کو جمال سیرت است
آدمی کی ابتدا خود صورت ہے	اس کے بعد جان ہے جو باطن کا حسن ہے

یعنی ہر آدمی کا شروع صورت ہی ہے اور اس کے بعد جان ہوتی ہے جو کہ سیرت کی جمال ہے۔

اول ہر میوہ جز صورت کے است	بعد ازاں لذت کہ معنی ویست
ہر میوے کی ابتداء سوائے صورت کے کیا ہے	اس کے بعد لذت ہے جو اس کے معنی ہیں

یعنی ہر میوہ کی ابتدا بجز صورت کے اور کیا ہے اور اس کے بعد لذت ہے جو کہ اس کا مقصود ہے۔

اولاً خرگاہ سازند و خزند	ترک رازاں پس بہ مہماں آورند
پہلے خیمہ تیار کرتے ہیں اور خریدتے ہیں	اس کے بعد سردار کو مہمان بنا کر لاتے ہیں

یعنی اول خرگاہ درست کر لیتے ہیں اور خرید لیتے ہیں اور ترک کو بعد اس کے مہمانی میں لاتے ہیں تو دیکھو صورت ہی موصل الی المعنی و المقصود ہوا کرتی ہے لہذا صورت کو اختیار کرنا بھی مضر نہیں ہے بلکہ موصل ہے ہاں صرف صورت میں رہ جانا مضر ہے مگر جو صورت سے مقصود معنی ہوں تو کچھ بھی مضر نہیں ہے آگے فرماتے ہیں کہ

صورتت خرگاہ و آل معنی ست ترک	معنیت ملاح و آل صورت چو فلک
تیری صورت خیمہ ہے اور معنی سردار ہے	تیرے معنی ملاح ہیں اور صورت کشتی جیسی ہے

یعنی تمہاری صورت خرگاہ ہے اور وہ جان ترک ہے اور تمہاری جاں ملاح (کی طرح) ہے اور صورت کشتی ہے تو اگر اول خرگاہ اور کشتی نہ ہوگی تو ترک اور ملاح کو جگہ کہاں مل سکتی ہے اس لئے صورت پر نظر معنی کے لئے کرنا مفید ہے ہاں صرف صورت ہی صورت کو لینا مضر ہے کہ وہ حاجب عن المقصود ہو جایا کرتی ہے بس اس کو بیان کر کے آگے خواجہ کی روانگی کو پھر بیان کرتے ہیں۔

رفتن و خواجہ و قوش بسوئے وہ

خواجہ اور اس کے کنبہ کا گاؤں کی طرف چلنا

بہر حق این را رہا کن یک نفس	تا خر خواجہ بکبباند جس
خدا کے لئے اس بات کو تھوڑی دیر کے لئے چھوڑ دے	تاکہ خواجہ کا گدھا گھنٹی ہلائے

یعنی (مولانا اپنے نفس کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں کہ خدا کے لئے ایک لمحہ کے لئے اس بیان اسرار کو ترک کرو تا کہ خواجہ کا گدھا گھنٹی ہلا دے مطلب یہ کہ وہ چلنے کو تیار ہوں یعنی اس کو ترک کرو اور ان کی روانگی کو بیان کرو خیر آگے بیان کرتے ہیں۔

خواجہ و بچگاں جہازے ساختند	برستوں را جانب وہ تاختند
خواجہ اور بچوں نے سامان تیار کیا	جالوروں پر چڑھ کر گاؤں کی جانب روانہ ہو گئے

یعنی خواجہ اور اس کے بچوں نے سامان کیا اور بیلوں پر گاؤں کی جانب چلے۔

شادمانہ سوئے صحرا را ندند	سافروا کے تغتموا بر خواندند
خوشی خوشی جنگل کی جانب روانہ ہو گئے	سفر کرو تاکہ غنیمت حاصل کرو پڑھنے لگے

یعنی یہ لوگ جنگل کی طرف خوش خوش چلے اور کہہ رہے تھے کہ سفر کرو تا کہ غنیمت حاصل ہو۔

کز سفر ہا بندہ کے خسرو شود	بے سفر ہا ماہ کے خوشرو شود
سزوں کی وجہ سے غلام کی خسرو بن جاتا ہے	بغیر سفر کے چاند کب حسین بنتا ہے

یعنی کہ سفروں کی وجہ سے غلام بادشاہ ہو جاتے ہیں اور بے سفر کے چاند کب خوشرو ہوتا ہے مطلب یہ کہ سب آپس میں کہہ رہے تھے کہ سفر بہت عمدہ چیز ہے اس سے چاند خوب صورت اور غلام بادشاہ ہو جاتے ہیں لہذا ہم کو بھی سفر کرنا چاہئے۔

از سفر بیدق شود فرزین راد	از سفر یا بید یوسف صد مراد
پادہ سز کر کے گلند فرزین بن جاتا ہے	سز سے (حضرت) یوسف نے سینکڑوں مرادیں پائیں

یعنی سفر ہی کی وجہ سے بیدق فرزین بزرگ ہو جاتا ہے اور سفر ہی سے یوسف علیہ السلام نے سینکڑوں مرادیں پائیں کہ دیکھو بادشاہ بن گئے غرض کہ ان کی یہ حالت تھی کہ۔

روز رولی از تاب خورمی سوختند	شب ز اختر راہ می آموختند
دن میں سورج کی گرمی سے منہ جلاتے تھے	رات کو ستاروں سے راستہ معلوم کرتے تھے

یعنی دن کو تو خورشید کی تابش سے منہ جلایا کرتے تھے اور رات کو ستاروں سے راستہ سیکھا کرتے تھے مطلب یہ کہ بیچارے رات دن چلتے تھے۔

خوب گشته پیش ایساں راه زشت	از نشاط وہ شدہ رہ چوں بہشت
----------------------------	----------------------------

برا راستہ ان کے لئے اچھا بن گیا تھا	گاؤں کی خوشی میں راستہ بہشت جیسا ہو گیا تھا
-------------------------------------	---

یعنی ان کے سامنے وہ راہ زشت (شوق کی وجہ سے) خوب ہو گئی تھی اور گاؤں کے شوق کی وجہ سے راہ بہشت کی طرح ہو گئی تھی آگے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

تلخ از شیریں لبهاں خوش می شود	خار از گلزار دلکش می شود
-------------------------------	--------------------------

شیریں لب والوں سے کڑوا بھلا ہو جاتا ہے	چمن کی وجہ سے کانٹا دلکش ہو جاتا ہے
--	-------------------------------------

یعنی شیریں لبوں کی وجہ سے تلخ شیریں ہو جاتا ہے اور گلزار کی وجہ سے خار بھی دلکش ہو جاتا ہے۔

حفظ از معشوق خرامی شود	خانہ از ہنخانہ صحرا می شود
------------------------	----------------------------

معشوق کی جانب سے اندرائن چھوارا بن جاتی ہے	گھر بیوی کی وجہ سے جنگل (چمن) ہو جاتا ہے
--	--

یعنی معشوق کی وجہ سے حفظ بھی خراما ہو جاتا ہے اور صحرا بیوی کی وجہ سے گھر ہو جاتا ہے۔

اے بسا از ناز نیناں خارکش	بر امید گلغزارے ماہوش
---------------------------	-----------------------

بہت سے نازوں کے پالے کانٹے چننے والے ہیں	گلاب جیسے رخسار چاند جیسے چہرے والے (معشوق) کی امید پر
--	--

یعنی بہت سے ایسے لوگ ہیں کہ ناز نینوں کی وجہ سے خارکش ہیں اور ایک ماہوش گلغزار کی امید پر سب کچھ سہتے ہیں۔

اے بسا جمال گشتہ پشت ریش	از بلائے دلبرمہ روئے خویش
--------------------------	---------------------------

بہت سے بوجھ اٹھانے والے زخمی کر ہیں	اپنے چاند جیسے کھڑے والے معشوق کے لئے
-------------------------------------	---------------------------------------

یعنی بہت سے جمال ایک اپنے دلبر مہر کی مصیبت کی وجہ سے پشت زخمی ہو گئے ہیں۔

کردہ آہنگر جمال خود سیاہ	تا کہ شب آید بوسد روئے ماہ
--------------------------	----------------------------

لوہار نے اپنا حسن کالا کیا	تا کہ رات آئے تو چاند جیسے منہ والی کا بوسہ لے
----------------------------	--

یعنی آہنگر نے اپنے جمال کو سیاہ کر رکھا ہے تا کہ رات کو آ کر اپنے چاند سے ٹکڑے کا منہ چوم لے۔

خواجہ تا شب برد کانی چار میخ	زانکہ سروے درویش کردست بیخ
------------------------------	----------------------------

خواجہ رات تک دکان پر قیدی ہے	اس لئے کہ ایک سرو قد نے اس کے دل میں جڑ کر لی ہے
------------------------------	--

یعنی خواجہ رات تک ایک دکان پر مجبوس رہتا ہے اس لئے کہ ایک سرو نے اس کے دل میں جڑ پکڑ رکھی ہے۔

تاجرے دریاؤ خشکی می رود	آں بمہر خانہ شینے می رود
-------------------------	--------------------------

ایک تاجر دریا اور خشکی میں جاتا ہے	وہ ایک خانہ نشین کی محبت کی وجہ سے دوڑتا ہے
------------------------------------	---

یعنی ایک تاجر دریا و خشکی میں چلتا ہے وہ ایک خانہ نشین کی محبت میں چل رہا ہے خانہ شینے محقق ہے خانہ نشین کا۔

ہر کرا بامردہ سودائے بود	برامید زندہ سیمائے بود
جو کسی بے جان کا عاشق ہوتا ہے	وہ زندہ چہرے والے کی امید پر ہوتا ہے

یعنی جس کو کہ مردہ کے ساتھ کوئی خیال ہوتا ہے وہ کسی زندہ سیمائے کی امید پر ہوا کرتا ہے۔

آں دروگر روئے آوردہ بچوب	برامید خدمت مہ روئے خوب
وہ بڑھی لکڑی کی طرف متوجہ ہے	خوبصورت ماہ رو کی خدمت کی امید پر

یعنی وہ بڑھی جو توجہ لکڑی کی طرف کرتا ہے تو ایک عمدہ مہ رو کی خدمت کی امید پر کرتا ہے۔ آگے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

برامید زندہ کن اجتہاد	کو نگرود بعد روزے دو جماد
زندہ کی امید پر کوشش کر	جو دو روز کے بعد جماد نہ بنے

یعنی ایک زندہ کی امید پر کوشش کر کیونکہ وہ بعد دو روز کے جماد نہ ہو جاوے گا۔ مطلب یہ کہ حق تعالیٰ کے لئے کوشش کرو کہ وہ زائل ہونے والا نہیں ہے۔

مونے مگزیں خسے را از خسی	عاریت باشد درو آں مونی
کینہ ہن سے کینہ کو دوست نہ بنا	اس میں وہ محبت عارضی ہے

یعنی کسی خس کو خسی کی وجہ سے مونس مت بناؤ اس لئے کہ وہ مونس صرف عاریتی ہے۔

انس تو بامادر و بابا کجا است	گر بجز حق مونسانت را وفاست
ماں اور باپ کے ساتھ تیری محبت کہاں ہے	اگر خدا کے علاوہ تجھ سے محبت کرنے والوں میں دنا ہے

یعنی تیرا انس ماں باپ کے ساتھ کہاں ہے اگر سوائے حق کے تیرے کسی مونس کو وفا ہے مطلب یہ کہ اگر سوائے خدا کے اور کوئی بھی وفادار مونس ہے تو یوں بتاؤ کہ تمہارے ماں باپ کی محبت کہاں گئی یعنی سب مر گئے اور سب کی محبت غائب ہو چکی۔

انس تو بادایہ و لالہ چہ شد	گر کسے شاید بغیر حق عضد
تیری محبت دایہ اور خادم کے ساتھ کیا ہوئی	اگر کوئی اللہ کے سوا (قوت) ہارو ہونے کے لائق ہے

یعنی تیری مونس دایہ اور لالہ کے ساتھ کیا ہوئی اگر کوئی سوائے حق کے ساتھ مدد چاہے۔

انس تو باشیرو باپستان نماند	نفرت تو از دپیرستاں نماند
دودھ اور پستان کے ساتھ تیری محبت نہ رہی	کتب سے تیری نفرت نہ رہی

یعنی تیری محبت دودھ اور پستان کے ساتھ نہ رہی اور تیری نفرت کتب سے نہ رہی اور اس کی وجہ یہ تھی کہ۔

آں شعاعے بود بردیوار شاں	جانب خورشید وارفت آں نشاں
ان کی دیوار پر وہ ایک کرن تھی	وہ نشانی سورج کی جانب لوٹ گئی

یعنی وہ دیوار پر شعاعیں تھیں تو خورشید کی جانب وہ نشان چلتے ہوئے مطلب یہ کہ یہ ساری محبتیں صرف ظلی اور عارضی تھیں اور صرف پر تو حق تھا کہ تھوڑی دیر میں سب زائل ہو جاتا ہے اور وہ نور جاتا رہتا ہے۔

برہر آں چیزے کہ افتد آں شعاع	تو بر آں ہم عاشق آئی اے شجاع
جس چیز پر وہ کرن پڑ جائے	اے بہادر! تو بھی اس کا عاشق ہو جائے گا

یعنی جس شے پر کہ وہ شعاع پڑتی ہے اسی پر عاشق ہو جاتا ہے اے شجاع ادا اس اصل کو نہیں دیکھتا کہ جس کا یہ ظل اور پر تو ہے۔

عشق تو برہر چہ آں موجود بود	آں ز وصف حق چو ز راند و بود
جس موجود پر تیرا عشق تھا	وہ اللہ تعالیٰ کی صفت سے ملمع شدہ تھی

یعنی تیرا عشق ہر اس شے پر جو موجود تھی وہ وصف حق کی وجہ سے زرا نند و تھا یعنی تیرا عشق جو ان اشیاء ظلیہ کے اوپر ہے یہ صرف اس لئے ہے کہ اوصاف حق ان میں متجلی ہیں ورنہ خود ان میں کچھ نہیں ہے اور صرف یہ ملمع ہے ورنہ اصل نہیں ہے۔

چوں زرے با اصل رفت و مس نماوند	وز زری خویشتن مفلس بماند
جب سونا اصل کی طرف چلا گیا تانبا رہ گیا	اور اپنے سونے پن سے خالی رہ گیا

یعنی جب کہ زری اصل کے ساتھ مل گئی تو تانبا رہ گیا اور سونے پن سے مفلس رہ گیا۔ مطلب یہ کہ جب وہ کمال عارضی جاتا رہا اور اصل کی طرف راجع ہو گیا تو اب جیسے تھے ویسے ہی رہ گئے کچھ بھی نہ رہا۔

طبع سیر آمد طلاق او براند	پشت بروے کرد و دست ازوے نشانند
طبیعت بھر گئی تو اس کو طلاق دے دی	اس کی طرف پیٹھ کر لی اس سے ہاتھ اٹھا لیا

یعنی اب اس سے طبیعت سیر ہو گئی اور اس کو طلاق دیدی اور اس پر پشت کر کے اس سے ہاتھ جھاڑ دیا۔ یعنی اب جب کہ اس سے وہ حسن عارضی زائل ہو گیا اس کو ترک کر کے بیٹھ رہے کوئی پوچھے کہ آج وہ محبت اور الفت کہاں گئی۔ معلوم ہوا کہ وہ سب عارضی تھا۔

از زراندود صفائش پابکش	از جہالت قلب را کم گوئے خوش
اس کی صفات سے ملمع کی ہوئی چیزوں سے قدم ہٹالے	نادانی سے کھوٹے سکے کو کھرا نہ کہہ

یعنی اس کی ان ملمع کی صفات سے پاؤں کھینچ لو اور جہالت کی وجہ سے قلب کو بہت خوش مت کرو۔ مطلب یہ کہ بہت زیادہ ان عارضی اشیاء پر جان مت دو بلکہ سب کو غیر مقصود سمجھو اس لئے کہ۔

کاں خوشی در قلبہا عاریتی است	زیر زینت مایہ بے زینتی است
اس لئے کہ کھوٹے سکوں میں حسن عارضی ہے	سجاوٹ کے نیچے بھدے پن کا سرمایہ ہے

یعنی اس لئے کہ وہ خوشی قلوب کے اندر عاریتی ہے اور زینت کے نیچے اسباب بے زینتی کے ہیں مطلب یہ کہ یہ اشیاء فانیہ جو ظاہر میں اچھی معلوم ہو رہی ہیں یہ بالکل عاریت ہیں کہ چند روزہ ہیں اور پھر کچھ بھی نہیں ان کی ایسی مثال ہے کہ جیسے کسی خوب

عمدہ اطلس کے خوان پوش کے نیچے غلاظت بھری ہو کہ باہر سے تو اچھا معلوم دے رہا ہے مگر اس کی حقیقت جو ہے وہ بعد کھلنے کے معلوم ہوگی لہذا ان چیزوں کو کسی کو مقصود نہ بناؤ بلکہ اصل مقصود حق تعالیٰ کو سمجھو کہ وہ باقی ہیں۔

زر زروئے قلب در کاں میرود	سوئے آل کاں رو تو ہم کاں میرود
سوٹا کھوٹے سکے پر سے کان میں چلا جاتا ہے	تو بھی اس کان کی طرف جا جہاں وہ جاتا ہے

یعنی سوٹا کھوٹے پر سے کان میں چلا جاتا ہے تو تو بھی اس معدن کی طرف جا جس طرف کہ وہ جا رہا ہے مطلب یہ کہ یہ تمام اشیاء دیکھو انجام کار وہیں جا رہی ہیں اور ان سب کا مرجع حق سبحانہ تعالیٰ کی طرف ہے تو پھر تم ان میں کیوں دل لگا رہے ہو تم کو لازم ہے کہ تم بھی اسی طرف توجہ کرو جو کہ ان سب کی اصل ہے یعنی حق تعالیٰ سے تعلق اور نسبت اور محبت پیدا کرو۔

نو راز دیوار تا خود میرود	تو بدیاں خور رو کہ در خور میرود
نور دیوار سے سورج کی طرف چلا جاتا ہے	تو اس سورج کی طرف جا کہ یہ مناسب ہے

یعنی نور دیوار سے خورشید کی طرف چلا جاتا ہے تو تم اس خورشید کی طرف متوجہ ہو جو کہ اس خورشید میں اثر کر رہا ہے مطلب یہ کہ دیکھو اول تو سورج کی شعاعیں دیوار پر پڑ کر اس کو منور کر دیتی ہیں پھر ساری شعاعیں سمٹ کر خورشید ہی کی طرف چلی جاتی ہیں تو تم کو چاہئے کہ اس نور کی طرف متوجہ نہ ہو اور اس کو اپنا مقصود مت بناؤ بلکہ تم اس اصل مقصود کی طرف متوجہ ہو جس سے کہ نور خود اس خورشید میں آرہا ہے کہ جب تم نے اس کو لے لیا تو یہ سارے انوار ظلیہ تمہارے ساتھ ہوں گے۔

زیں سپس بستان تو آب از آسماں	چوں ندیدی تو وفا از ناوداں
اس کے بعد تو آسمان سے پانی لے	جب تو نے پرنالے سے وفا نہ دیکھی

یعنی اس کے بعد تم پانی آسمان سے حاصل کرو جب کہ تم نے پرنالوں سے وفا نہ دیکھی مطلب یہ کہ جب تم کو معلوم ہو گیا کہ جس قدر یہ اشیاء دنیاوی ہیں ان میں وفاداری نہیں ہے بلکہ سب زائل ہونے والے اور ناپائیدار ہیں تو اب تم کو چاہئے کہ اصل سے یعنی عالم غیب سے انوار حاصل کرو اور اس طرف متوجہ ہو اور ان تمام اشیاء کو ترک کرو اور کسی شے کو سوائے حق تعالیٰ کے مقصود نہ بناؤ آگے اس کی ایک مثال فرماتے ہیں کہ۔

معدن دنبہ نباشد دام گرگ	کے شناسد معدن آل گرگ سترگ
دنبہ کی کان بھیڑیے کا جال نہیں ہوتی ہے	وہ سوٹا بھیڑیا کان کو کہاں پہچانتا ہے؟

یعنی دام گرگ معدن دنبہ نہیں ہوا کرتا اور وہ گرگ عظیم معدن (دنبہ) کو کب پہچانتا ہے مطلب یہ کہ دیکھو جب بھیڑیے کو جال میں پھنساتے ہیں تو اس کے اندر ایک دنبہ باندھ دیتے ہیں تاکہ وہ آجاوے مگر وہ دنبوں کا ریوڑ تو نہیں ہے کہ جہاں بہت سے دنبے ہوں بلکہ ظاہر ہے کہ صرف یہی ایک ہے جو دکھائی دے رہا ہے اور اگر اس ایک دنبہ کو چھوڑ کر ریوڑ کی طرف جاوے کہ جہاں دام بھی نہیں ہے اور ایک کی جگہ دس موجود ہیں اسی طرح اہل دنیا صرف ظاہری اشیاء پر نظر کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ بس جو ہے وہ یہی ہے حالانکہ ان کو خبر نہیں کہ عالم غیب میں کیا کچھ بھرا پڑا ہے وہ اس ایک کی طرف متوجہ ہو کر جال میں پھنستے ہیں اور اس خزانہ غیر متناہی کو چھوڑے ہوئے ہیں

افسوس صد افسوس آگے فرماتے ہیں کہ جس طرح ان اہل دنیا کو غلطی ہو رہی ہے اور غیر اصل کو اصل سمجھے ہوئے ہیں اسی طرح اس خواجہ کو بھی غلطی ہو رہی تھی کہ اس روستائی کی محبت کو اصل اور دلی محبت خیال کئے ہوئے تھا آگے اس کو فرماتے ہیں کہ۔

زرگماں بردند بستہ درگرہ	می شتابیدند مغروراں بدہ
سونے کو گرہ میں بندھا ہوا سمجھ رہے تھے	دھوکے میں مبتلا گاؤں کی طرف دوڑ رہے تھے

یعنی وہ (خواجہ اور اس کے اہل و عیال) گرہ میں سونا بندھا ہوا سمجھے اس لئے مغرور ہو کر گاؤں کی طرف دوڑ رہے تھے مطلب یہ کہ یہ لوگ اس گنوار کی باتوں میں صدق سمجھے اس لئے جلدی جلدی ادھر کو جا رہے تھے اور ان کی فرط شوق میں یہ حالت تھی کہ۔

نہچنہیں خنداں ورقصاں می شدند	سوئے آل دولاب چرخے میزدند
اسی طرح سے خوشی خوشی اور ناچتے ہوئے جا رہے تھے	اس رہٹ کی طرف تلابازیاں کھا رہے تھے

یعنی ایسے خنداں اور رقصاں جا رہے تھے اور اس دولاب کی طرف چرخ لگا رہے تھے مطلب یہ کہ اس گاؤں کی طرف خوب خوش و خرم چلے جا رہے تھے اور یہ حالت تھی کہ۔

چوں ہمی دیدند مرغی می پرید	جانب وہ صبر جامہ می درید
جب وہ دیکھتے تھے کہ کوئی پرندہ اڑا جا رہا ہے	گاؤں کی جانب وہ صبر کا جامہ چاک کرتے تھے

یعنی جب دیکھتے تھے کہ کوئی جانور گاؤں کی جانب اڑ رہا ہے تو ان کا صبر کپڑے پھاڑتا تھا مطلب یہ کہ اگر دیکھتے تھے کہ کوئی جانور گاؤں کی طرف جا رہا ہے تو ان کا بہت برا حال ہوتا تھا اس لئے کوسوچتے تھے کہ اللہ اکبر یہ ہم سے پہلے پہنچ جائے گا اور اس منزل مقصود کی ہم سے پہلے زیارت کر لے گا سچ یہ ہے کہ شوق عجب چیز ہے اور یہ حالت تھی کہ۔

ہر نیسے کز سوئے دە می وزید	گویا روح رواں می پرورید
جو ہوا گاؤں کی طرف سے آتی تھی	گویا وہ روح اور جان کو پرورش کر رہی تھی

یعنی جو ہوا گاؤں کی طرف سے آتی تھی گویا کہ ان کی روح رواں کو پرورش کرتی تھی۔

ہر کہ می آمد زده از سوئے او	بوسہ می دادند خوش بر روئے او
جو گاؤں سے اس طرف آتا تھا	اس کے منہ کو خوب چومتے تھے

یعنی جو کوئی گاؤں کی طرف سے ان کی طرف آتا تو یہ لوگ خوب خوش ہو کر اس کے منہ کو بوسہ دیتے تھے اور بزبان حال کہتے تھے کہ

کہ تو روئے یار مارا دیدہ	پس تو جان جان مارا دیدہ
تو نے ہمارے یار کا چہرہ دیکھا ہے	لہذا تو ہمارے محبوب کی آنکھ ہے

یعنی تو نے ہمارے یار کا چہرہ دیکھا ہے اور تو نے ہماری جان جان کو دیکھا ہے۔ اس لئے اس کی قدر کرتے تھے اور اس کے منہ کو چومتے تھے آگے مولانا مجنوں کی حکایت بیان فرماتے ہیں کہ جیسے کہ فرط شوق میں یہ لوگ ان راگیروں کے منہ کو چومتے تھے

صرف اس لئے کہ ان لوگوں نے اس دیہاتی کو دیکھا تھا اور اس کے گاؤں کے باشندے تھے اسی طرح مجنوں سگ کوئے لیلیٰ کو پیار کیا کرتا تھا اور کہتا تھا کہ اے کتے تو ہی وہ کتا ہے کہ جس نے میری لیلیٰ کو دیکھا ہے اور اس کے کوچے میں رہا ہے اب قصہ سنو۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح:۔ یہاں مولانا عقبہ تقدیر الہی کو ایک قصہ سے ظاہر فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ قرآن میں تو نے اصحاب شہر ضروان کا قصہ تو پڑھا ہی ہے پھر تو تدبیر میں پھنس کر کیوں رہ گیا ہے اور تقدیر الہی کو کیوں نظر انداز کر دیا ہے۔ ہاں اگر تقدیر کے تابع ہو کر تدبیر بھی کرے تو مضائقہ نہیں تقدیر کی مزاحمت میں تدبیر چہ معنی دارد۔ قصہ مذکور کی تفصیل یہ ہے کہ ضروان کے چند مردم آزار آدمیوں نے اس کی کہ فقرا کو ان کی روزی سے محروم کریں اور باغ کے سارے پھل منہ اندھیرے اپنے گھر لے آئیں ان چند آدمیوں نے رات بھر اس فریب کی بابت کمیٹی کی وہ اس طرح چپکے چپکے باتیں کرتے تھے جیسے اس واقعہ کو خدا سے بھی چھپانا چاہتے ہوں۔ غضب ہے کہ مٹی اور لپینے والے کے خلاف کوئی منصوبے گاٹھے یا ہاتھ دل سے چھپا کر کوئی کام کرے بھلا کہیں ممکن ہے ہرگز نہیں پھر ان کی اس کارروائی کا خدا سے پوشیدہ رہنا کیونکر ممکن تھا وہ تو کہتا ہے۔ افلا يعلم من خلق یعنی ہر چیز کا پیدا کرنے والا خدا ہے اب تم بتلاؤ کہ کیا خالق سے مخلوق پوشیدہ ہو سکتی ہے ہرگز نہیں پھر خدا سے کوئی چیز مخفی کیونکر ہو سکتی ہے اور وہ کیسے نہ جانے گا کہ تمہاری دعا میں صدق ہے یا محض ظاہری خوشامد جب کہ وہ صدق اور تملق کو بھی جانتا ہے جو کیفیات قلبیہ میں سے ہیں تو وہ مخفی گفتگو کو کیوں نہ جانے گا اور جو اس کو جانتا ہے کہ جو آج سفر کر رہا ہے کل وہ کہاں ہوگا اور کہاں وہ پستی کی طرف اترے اور کہاں سے بلندی کی طرف چڑھا تو وہ اس چلنے والے سے کیسے غافل ہو سکتا ہے وہ تو اس کا متولی اور اس پر ہر صورت سے قابض ہے اور اس کی ہر کیفیت اس کے احاطہ شمار میں ہے پھر اس کے غافل ہونے کے کیا معنی بھلا دیکھو تو سہی یہ جاہل کتے اپنی جہالت اور نابینائی سے اپنے راز خدا سے چھپاتے تھے لیکن وہ نہ چھپا سکے اور خدا نے ان کی اس مشورت کے باعث باغ پر بجلی گرائی اور وہ جل بھن کر خاک سیاہ ہو گیا اور یہ دیکھتے کے دیکھتے رہ گئے۔ خیر یہ قصہ تو ختم ہوا اب اس امیر کا قصہ سنو کہ وہ گاؤں کی طرف کیونکر چلا اور اس کو اس کی کیسی سزا ملی۔ تم اپنے کانوں سے غفلت کو دور کرو اور اس بتلائے رنج و سخن کے مفارقت وطن کا قصہ سنو کہ اس نے گاؤں کے راستہ میں اپنے شہر سے جدا ہو کر کیا کیا مصیبتیں اور تکلیفیں جھیلیں جب تم اس کے قصہ کو کان لگا کر سنو گے تو یہ زکوٰۃ ہوگی جو اس مصیبت زدہ کو دو گے اور تم مریض القلب لوگوں کی غموں کو اور بوجہ لذات جسمانیہ میں مبتلا ہونے کے ان کی ارواح کی غذائے روحانی سے بھوکا ہونے کی مصیبت کو تو ضرور ہی سننا غمگین شخص کے دل کی ایسی مثال ہے جیسے کسی کے گھر میں دھواں گھٹ رہا ہو اور اس کے رنج کا سن لینا گویا کہ اس دھوئیں کے نکلنے کے لئے سوراخ کھول دینا ہے پس تو اس کو سن کر اس دھوئیں کے لئے ضرور سوراخ کھول دینا جب تیرا کان اس کی بات کا رہ گزر بنے گا تو یہ کڑوا دھواں یعنی رنج اس کے دل سے کسی قدر کم ہو جاوے گا۔ بھڑاس نکل کر اس کی طبیعت ہلکی ہو جاوے گی یہاں تک بتلائے غم کی مصیبت سننے اور اس کی غمگساری کرنے کی ترغیب تھی اب ایک دوسرے مضمون کی طرف انتقال فرماتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ جب تجھے غمگساری کی ضرورت معلوم ہوگئی تو اب ہم کہتے ہیں کہ اگر تجھے حق سبحانہ کی راہ پر چلنا اور اس تک پہنچنا مقصود ہے تو ہم تجھے محض تیری خیر خواہی کے لئے کہتے ہیں کہ تو ہم دل جلوں کا غمگسار بن اور ہماری نصیحت سن جو محض درد دل اور ہمدردی کی بناء پر ہے اگر تیری خیر خواہی اور

تیرے ساتھ ہمدردی مد نظر ہوتی تو ہم کو اس کے اظہار کی ضرورت نہ تھی کیونکہ اس میں اپنی تعریف کا شائبہ ہے لیکن اس ضرورت نے اس تحدت بالعمت پر مجبور کیا تجھے اس کے ماننے میں ضرور پس و پیش ہوگی لیکن ہم یہ بھی بتائے دیتے ہیں کہ تردد بہت بری چیز ہے یہ جان کی قید جیل خانہ ہے کہ اس کو یکسو نہیں ہونے دیتا اس میں ایک خیال ایک طرف دل کو کھینچتا ہے اور دوسرا خیال دوسری طرف اور ہر ایک اس کا مدعی ہوتا ہے کہ صحیح راستہ میں ہوں اور جان کے اندر ایک کی تصویب اور دوسرے کی تخطیہ کی قابلیت ہوتی نہیں پس وہ متحیر ہو کے رہ جاتی ہے نہ ادھر کی رہتی ہے نہ ادھر کی پس تم کو اس قید اور جیل خانہ میں ہرگز نہ پھنسا چاہئے یاد رکھو کہ تردد راہ حق کی بڑی زبردست گھائی ہے اگر آدمی اس سے پار ہو جائے تو بیڑا پار ہے اور اگر اس میں پھنس گیا تو گزرا ہوا۔ ارے وہ لوگ بڑے مزہ میں ہیں جن کے پاؤں اس بیڑی سے آزاد ہیں یہ لوگ بے تردد اور بلا کسی کشمکش کے راہ حق پر چلتے ہیں پس اگر تجھے راہ حق معلوم نہیں ہے اس لئے تو تحقیقی طور پر اس پر نہیں چل سکتا اور اپنی تحقیق سے خیال مزاجم کا تخطیہ کر کے تردد سے نہیں نجات پاسکتا تو کچھ دنوں کے لئے ایسے لوگوں کی تقلید کر جو محض بے تردد ہیں اور ان کے نقش قدم پر چل یہ نقش قدم تیرے لئے بمنزلہ ہرن کے نقش قدم کے ہے جو نافہ مطلوب تک پہنچاتا ہے پس تو اس نقش قدم کو پکڑ لے اور بے کھٹکے چلا چل انشاء اللہ ایک دن مطلوب حقیقی تک پہنچ جائے گا۔ اس وقت گو تجھے اس پر چلنا ناگوار ہوگا اور تو اس کو بمنزلہ آگ پر چلنے کے سمجھے گا لیکن اگر تو اس آگ پر چلنا گوارا کر لے گا تو ہم تجھے بشارت دیتے ہیں کہ اسی روش کی بدولت ایک روز تو اوج انور اور اس مقام عالی پر پہنچ جائے گا جو نور سے لبریز ہے اور جس وقت تو نے خطاب حق لائحہ سن لیا اس وقت تجھے نہ دریا سے خوف ہوگا نہ موج سے نہ جھاگ سے غرض نفس الامر میں تیرے لئے کوئی خطرہ نہ ہوگا اب ہم یہ بھی بتلائے دیتے ہیں کہ یہ خطاب کب ہوتا ہے اور آدمی اس کو کیسے سنتا ہے پس یاد رکھ کہ یہ خطاب اس وقت ہوتا ہے جب کہ حق سبحانہ کا خوف دل میں پیدا ہو جاتا ہے اور اس کے سننے سے مراد ہے اس خوف سے اس خطاب معنوی پر استدلال کرنا اور وجہ استدلال یہ ہے کہ یہ خوف مثل طبق کے ہے اور بے خونی بمنزلہ روٹی کے اور ایک کریم کا طبق عطا کرنا دلیل ہے روٹی عطا کرنے کی لہذا حق سبحانہ کا تم کو اپنا خوف عطا کرنا دلیل ہے تمام مہالک سے بے خونی عطا کرنے کی۔ اس لئے کہ خوف مہالک تو اس کے لئے ہے جس کو خدا کا خوف نہیں اور خون کے گھونٹ تو اس کو پینے پڑیں گے جو یہاں طلب حق میں تگ و دو نہیں کرتا اور جس کو خدا کا خوف ہے اور جو طلب میں ساعی ہے اس کو کیا خوف چنانچہ حق سبحانہ فرماتے ہیں کہ الذین یخشون ربہم بالغیب لہم مغفرة و اجر کریم اچھا اس ضمنی گفتگو کو چھوڑو اور قصہ سنو وہ امیر کام میں مشغول ہوا اور سفر کی تیاری کی اور اس نے گاؤں کی جانب بہت بعد روانہ ہونے کا پختہ ارادہ کر لیا اس کے گھر کے لوگوں اور بال بچوں نے بھی سفر کی تیاری کی اور ان کا ارادہ بھی پختہ ہو گیا اور یہ سب خوش تھے اور گاؤں جانے کی بدیں خیال جلدی کر رہے تھے کہ اس خوشخبری دینے والے دیہاتی کے گاؤں سے ہر قسم کا نفع اٹھائیں گے اور سمجھتے تھے کہ جہاں ہم جا رہے ہیں وہاں ہمارے لئے عمدہ چراگاہ ہے اس میں خوب کھائیں پیئیں گے اور خوب کھیلیں کودیں گے کیونکہ ہمارا یار جو وہاں ہے وہ بڑا کشادہ دست اور دل لگی کا آدمی ہے اور جس نے ہم کو بہت آرزوؤں سے بلایا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نے ہمارے لئے سخاوت کا درخت بویا ہے تاکہ ہم اس سے یہاں تک متمتع ہوں کہ گاؤں سے آئندہ جاڑے تک کا سامان شہر میں لے آئیں گے بلکہ وہ تو باغ ہی کو ہماری راہ پر قربان کر دے گا اور وہاں پہنچنے کی خوشی میں اس کو ہمارے حوالہ کر دے گا اور اپنے دل میں ہم کو جگہ دے گا یارو جلدی چلو کہ یہ نفع جلدی حاصل ہووے تو یہ خیال خام پکا کر خوش ہو رہے تھے اور عقل اندر سے کہہ رہی تھی کہ بس زیادہ نہ اتراؤ اس نفع پر

لات مارو اور حق سبحانہ کے منافع سے متمتع ہو کہ حقیقی منافع وہی ہیں حق سبحانہ دنیوی منفعوں پر اترانے والوں کو پسند نہیں کرتے ہاں جو نعمتیں حق سبحانہ نے تم کو عطا کی ہیں یا آئندہ عطا کریں ان پر اعتدال کے ساتھ خوش ہوا اعتدال کی اس لئے ضرورت ہے کہ ہر نعمت کے اندر ایک ضرر کا پہلو بھی ہوتا ہے وہ یہ کہ وہ تم کو اپنے اندر مشغول کر کے حق سبحانہ سے غافل کر سکتی ہے لہذا اس پہلو کو نظر انداز نہ کرنا چاہئے اور فرحت محضہ میں مصروف نہ ہونا چاہئے اس سے معلوم ہوا کہ وہ حق سبحانہ ہی ہیں جن کے ملنے پر فرحت محضہ ہونی چاہئے اور کوئی ایسی شے نہیں۔ لہذا کامل خوشی تم کو اسی کے ملنے کی ہونی چاہئے اور کسی کے ملنے پر فرحت تامہ نہ ہونی چاہئے۔ اس لئے کہ وہ بہار کے مشابہ ہے اور دیگر اشیاء مانند خزاں کے اس سے طرح طرح کے ثمرات منافع اور خوشیاں حاصل ہوتی ہیں اور اوروں سے رنج و غم ضرور نقصان۔ اس کے علاوہ جتنی چیزیں ہیں خواہ بادشاہت اور تخت و تاج ہی کیوں نہ ہو سب ذریعہ امتحان ہیں اور ان سے حق سبحانہ کو بندوں کی آزمائش اور ان کی استعداد و خفیہ کا اظہار مقصود ہوتا ہے کہ ہم سے زیادہ محبت کرتا ہے یا ان چیزوں سے لہذا کوئی چیز بھی خوشی کے قابل نہیں۔ پس اگر حق سبحانہ کا غم محبت نصیب ہو تو وہ خوش ہونے کی چیز ہے کیونکہ اور سب غم مار ڈالنے والے ہیں لیکن یہ غم جالب بقا ہے اور اس سے حیات ابدی اور فرحت سرمدی حاصل ہوتی ہے تم کو یہ سن کر تعجب ہوگا کہ غم حیات ابدی و فرحت سرمدی کا سبب کیونکر ہو سکتا ہے لیکن تم کو یقین کرنا چاہئے کہ واقعی یہاں کی یہی حالت ہے اور یہاں پستی ہی میں بلندی ہے تم جتنے پست ہو گئے اتنے ہی اوپر جاؤ گے یاد رکھو کہ تمہارا مطلق رنج ایک کان زر ہے اور اس کا ایک حرف ایک خزانہ لیکن اس کو وہی سمجھ سکتا ہے جس نے آزمایا ہو اور تم جو لونڈوں کی طرح نا تجربہ کار ناقص العقل اور مبتلائے لہو لعب ہو تمہارے دل کو یہ بات نہ لگے کیونکہ تمہاری حالت تو بالکل بچوں کی سی ہے جس طرح بچوں کی حالت ہوتی ہے کہ جہاں انہوں نے کھیل کا نام سنا اور گورخر کی طرح دوڑ پڑے یوں ہی تم بھی خیالی خوشی کے لئے دوڑے چلے جا رہے ہو لیکن ہم تمہیں متنبہ کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے اندھے گدھو کہ دھرجا رہے ہو وہاں بہت سے جال لگے ہوئے اور اس طرف بہت سے خون آشام چھپے ہوئے ہیں لوٹو ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے آگے فرماتے ہیں کہ لوگوں کی غفلت کی وجہ یہ ہے کہ تیر حواضت تو چل رہے ہیں لیکن کمان قضا لوگوں کی نظروں سے مخفی ہے اس لئے وہ ان کو خاطر میں نہیں لاتے اور یہ نہیں سمجھتے کہ یہ کسی قادر انداز تیرا فگن کے چلائے ہوئے ہیں تیر حواضت کے چلنے اور کمان کے مخفی ہونے کی ایسی مثال ہے جیسے بڑھاپے کے تیر جوانی پر چلتے ہیں کہ یہاں بھی تیر چل رہے ہیں اور کمان مخفی ہے دیکھو دن بدن توئی کے اندر اضمحلال آتا جاتا ہے اعضاء کمزور ہوتے جاتے ہیں صحت کے اندر نقصان آتا جاتا ہے اور یہ تمام آثار ہیں بڑھاپے کے لیکن بڑھاپا بھی ظاہر نہیں جب یہ معلوم ہو چکا تو اب تم کو صحرائے گل کے سفر کو چھوڑنا چاہئے اور صحرائے دل کے سفر میں مشغول ہونا چاہئے اور اس کی صفائی میں منزلیں طے کرنا چاہئے کیونکہ صحرائے گل سے مشکل حل نہ ہوگی لوگو تمہیں دل کی حقیقت معلوم نہیں یہ وہ پستی ہے جہاں کوئی خطرہ نہیں اور ایک مضبوط قلعہ اور نہایت امن و امان کی جگہ ہے۔ پس اے گاؤں کے باغ کے طالبو یہ شاداب باغ جو اہل اللہ کو ملا ہے چشمہائے معرفت کا معدن اور گلہائے رنگ حقائق و معارف سے پھٹا پڑتا ہے تم اس کی سیر کو آؤ اس میں واردات غیبیہ کے اشجار قائم ہیں اور فیوض ربانی کے چشمے جاری ہیں گاؤں جا کر کیا لوگے گاؤں جانے میں علاوہ اور نقصانات کے ایک نقصان یہ بھی ہے کہ اس میں جا کر آدمی احمق ہو جاتا ہے نہ اس کی عقل میں نور رہتا ہے نہ رونق تم گاؤں اس لئے جاتے ہو کہ گاؤں کو روزی دینے والا سمجھتے ہو لیکن تم یہ نہیں سمجھتے کہ روزی دینے والا رزاق عالم ہے پس تم جانے کے ارادہ کو فسخ کرو اور گاؤں کے باغ کو چھوڑو اور گلشن قلب اہل اللہ کی طرف آؤ دیکھو وہاں جا

کر تہاری رہی سہی عقل بھی جاتی رہے گی کیونکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو گاؤں میں رہتا ہے اس کی عقل ماری جاتی ہے وہ کوڑ مغز اور کودن ہو جاتا ہے جو شخص ایک دن گاؤں میں رہ لیتا ہے ایک مہینے تک اس کی عقل ٹھکانے نہیں ہوتی بلکہ ایک مہینہ تک حماقت اس کے اندر موجود رہتی ہے بات ہے بھی یہی کہ کودن پن و حماقت کے سوا گاؤں کے گھاس پات سے اور کوئی بات چل ہی کیا سکتی اور جو شخص ایک مہینہ تک گاؤں میں رہتا ہے اس کی جہالت و کوری ایک عرصہ دراز تک باقی رہتی ہے تم جانتے ہو کہ اس گفتگو سے ہمارا اصلی مقصد کیا ہے وہ یہ ہے کہ مشائخ دو قسم کے ہیں بعض مشابہ ہیں گاؤں کے اور بعض مشابہ ہیں شہر سے جو گاؤں سے مشابہ ہیں وہ مشائخ ہیں جو قال تو رکھتے ہیں مگر حال نہیں رکھتے وہ محض علوم و معارف کو استدلالی طور پر جانتے ہیں مگر واصل نہیں ہیں لہذا وہ بمنزلہ مقلد کے ہیں ایسے لوگوں سے سالیکن کو بچنا چاہئے کیونکہ جو مشائخ محقق اور صاحب عقل کلی مشابہ بشہر ہیں ان کی عقل کل کے سامنے ان ناقصین کے حواس ایسے ہی ہیں جیسے گدھوں کی آنکھیں باندھ کر گدھا چکی میں جوت دیا جاوے پس جس طرح وہ اٹکل پچو چلتے ہیں یونہی یہ بھی چلتے ہیں وہاں بصارت یہاں بصیرت نہیں اس کے بعد فرماتے ہیں کہ اچھا میاں اگر یہ دقائق تیری سمجھ میں نہیں آئے اور حقیقت تک تیری رسائی نہیں تو لے ہم صورت قصہ ہی تجھے سناتے ہیں تو ان موتیوں کو چھوڑ اور گیہوں کے دانے لے اگر موتیوں تک تیری رسائی نہیں نہ سہی ہم تجھے گیہوں ہی کے دانے دیتے ہیں وہی لے اور اگر تو حقیقت کی طرف نہیں چلتا نہ سہی صورت ہی کی طرف چل اور ظاہر افسانہ ہی سن ظاہر اگر چہ فی نفسہ ٹھیک نہیں لیکن اس حیثیت سے وہ بھی اچھا ہے کہ مفصی الی الباطن ہے اور اول ظاہر ہوتا ہے اس کے بعد باطن اور حقیقت و معنی حاصل ہوتے ہیں مثلاً آدمی اولاً ایک گوشت کا لوتھڑا اور صورت تھا مگر اس کے بعد اس میں جان پڑ گئی جو جمال سیرت ہے نیز ہر میوہ اولاً صورت ہوتا ہے اس کے بعد اس میں مزہ پیدا ہوتا ہے جو اس کا معنی اور حقیقت ہے علی ہذا اولاً خیمہ قائم کرتے ہیں اس کے بعد کسی بڑے شخص مثلاً ترک کو اس میں مہمان رکھتے ہیں پس خیمہ جو کہ اول تھا صورت ہے اور ترک جو بعد ہے وہ اس کا معنی اور مقصد نیز معنی ایسے ہیں جیسے ملاح اور صورت ایسی ہے جیسے کشتی پس جس طرح ملاح بحیثیت ملاح ہونے کے بغیر کشتی کے نہیں ہو سکتا یوں ہی معنی بدوں صورت کے نہیں ہو سکتے اور جس طرح اولاً کشتی ہوتی ہے پھر ملاح یوں ہی اول صورت ہوتی ہے پھر معنی لیکن یاد رکھنا چاہئے کہ صورت میں افضالی المعنی کی وجہ سے حسن آیا ہے۔ پس اگر کہیں صورت ہی مقصود ہو اور وصول الی المعنی مد نظر نہ ہو تو اس میں کوئی خوبی نہیں اب سامع گھبرا کر کہتا ہے کہ خدا کے لئے تھوڑی دیر کیلئے بیان حقائق کو چھوڑیے اور امیر کے گدھے کو گھنٹی بجانے دیجئے یعنی وہ بیچارہ تیار کھڑا ہے لیکن چل نہیں سکتا ذرا چلائے بھی تو سہی کہ چلنے میں گھنٹی بچے پس مولانا مخاطب کی درخواست کو منظور فرما کر فرماتے ہیں کہ اچھا سنو امیر اور اس کے بال بچے تیاری کر کے اور گھوڑوں پر سوار ہو کر گاؤں کی جانب روانہ ہو گئے۔ وہ خوش خوش جنگل کی جانب گھوڑے بڑھاتے جاتے تھے اور سافروا کے تغموا یعنی سفر کرو تاکہ تم دولت لوٹو کہتے جاتے تھے اور سفر کے فضائل بیان کرتے تھے کہ سفر ہی سے آدمی کے خسرو (بادشاہ اور دولت مند) ہوتا ہے اور بدوں سفر کے چاند خوش رو اور مہ کامل نہیں بنتا سفر سے پیادہ شطرنج فرزیں بن جاتا ہے اور سفر ہی سے یوسف علیہ السلام کو سینکڑوں مرادیں حاصل ہوئیں ان خیالات کی بناء پر وہ سفر کر رہے تھے اور دن بھر دھوپ میں اپنا منہ جلاتے تھے اور رات کو ستاروں کی رہنمائی پر چلتے تھے وہ برا راستہ ان کی نظر میں خوشنما ہو گیا تھا اور گاؤں پہنچنے کی خوشی میں وہ راستہ باوجود مکروہ ہونے کے بہشت کی طرح مرغوب ہو گیا تھا اور ایک مکروہ شے کا مرغوب ہو جانا کچھ مستبعد نہیں کیونکہ شیریں لبوں کے منہ سے جونا گوار بات نکلتی ہے یا اور کوئی کڑوی شے

ان سے حاصل ہوتی ہے وہ پسندیدہ ہو جاتی ہے گلزار کی بدولت خار بھی پسندیدہ ہو جاتا ہے معشوق اگر حظل دے تو وہ چھوہارے کے مانند لذیذ ہو جاتا ہے۔ بیوی اگر ساتھ ہو تو جنگل گھر بن جاتا ہے ارے دیکھو بہت سے نازنین اور نازک بدن اپنی گلخوار اور ماہوش محبوبہ کے لئے خوشی سے مصائب جھیلے ہیں اور بہت سے جمالوں کی پیٹھ اپنی مہر و دلبر کی بدولت زخمی ہو جاتی ہے لوہار نے محض اس لئے کہ رات کو آ کر اپنی چاندی کا منہ چومے گا اپنے حسن و جمال کو برباد کر کے دھوئیں سے اپنا منہ کالا کر لیا ہے ایک شخص اپنے کو دوکان کا پابند کر دیتا ہے اور وہاں سے اہل نہیں سکتا کیونکہ محض اس لئے کہ ایک سرو قد بیوی نے اس کے دل میں جگہ کر رکھی ہے ایک تاجر زمین کا گز بن گیا ہے اور تری و خشکی کو روند ڈالا ہے یہ سفر وہ ایک خانہ نشین بیوی کی محبت میں کر رہا ہے غرض کہ ان واقعات سے ثابت ہو گیا کہ کسی مطلوب کی تحصیل کے لئے ناگوار شے کا گوارا اور مکروہ کا مرغوب ہو جانا کچھ بعید نہیں اب تم اس سے ایک اور بھی نتیجہ نکالو وہ یہ کہ جس کو کسی بے جان شے سے تعلق ہے وہ کسی زندہ نما کے لئے مثلاً بڑھئی جو لکڑی کی درستی میں مصروف ہے وہ اس لئے کہ اس کے ذریعہ سے ایک دلکش مرد کی خدمت کرے گا جب یہ معلوم ہو گیا تو اب تم کو سمجھنا چاہئے کہ حقیقی زندہ حق سبحانہ کے سوا کوئی نہیں اس کے سوا جتنے زندہ ہیں وہ زندہ نہیں بلکہ زندہ نما ہیں پس ہر شخص کو اسی کے وصال کے لئے اور اسی کی خدمت و اطاعت کے لئے جدوجہد کرنی چاہئے کیونکہ اور تو چند روز کے بعد مردہ ہو جائیں گے مگر وہ ہمیشہ زندہ رہے گا لہذا حق سبحانہ کے سوا کوئی چیز بھی دل لگانے کے قابل نہیں پس تم اپنی پست ہمتی سے کسی ذلیل کو مونس نہ بناؤ اس لئے کہ اس کی مونس صرف چند روزہ ہے بلکہ حق سبحانہ سے دل لگاؤ جس کی مونس ابدی ہے دیکھو سب سے زیادہ ماں باپ تمہارے مونس تھے اور سب سے بڑھ کر تم کو ان سے انس تھا لیکن بتاؤ کہ اگر خدا کے سوا کسی اور کے ساتھ بھی انس قائم رہ سکتا ہے تو وہ تمہارا انس آج کہاں ہے نیز اگر کوئی خدا کے سوا بھی دائمی طور پر معین و مددگار بن سکتا ہے تو بتاؤ تمہاری مددگار دایہ اور غلام کہاں ہیں اور ان کے ساتھ جو تم کو انس تھا وہ کہاں ہے پس معلوم ہوا کہ حق کے سوا کسی کے ساتھ انس قائم نہیں رہ سکتا۔ علیٰ ہذا القیاس نفرت کی بھی یہی حالت ہے مثلاً شیر و پستان سے تم کو کس درجہ انس تھا لیکن آج نہیں اور کتب سے تم کو کس بلا کی نفرت تھی مگر اب نہیں اب اس کی وجہ پر غور کرو کہ تم کو انس کیوں ہوا تھا اور کیوں زائل ہو گیا اصل وجہ یہ ہے کہ مصنوعات کی مثال ایسی ہے جیسے دیوار اور حق سبحانہ کی مثال ایسی ہے جیسے خورشید اور یہ مثال محض تقریب کے لئے ہے ولہ المثل الاعلیٰ پس جس طرح دیوار کی روشنی آفتاب کا پرتو ہوتی ہے اور بلا آخر آفتاب کی طرف منجذب ہو جاتی ہے یونہی مصنوعات کے کمالات کمالات حق سبحانہ کا ظل ہیں اور ایک روز اپنی اصل کی طرف راجع ہو جاتے ہیں پس تمہاری مونس اشیاء کے کمالات بھی ظل و پرتو کمالات حق سبحانہ تھے ان کی بناء پر تم کو انس ہوا تھا اور بعد کو وہ حق سبحانہ کی طرف راجع ہو گئے تو انس بھی جاتا رہا غرض جس چیز سے تم کو محبت ہوتی ہے اس کا منشا وہی پرتو ہے جب وہ پرتو کسی شے پر پڑتا ہے تو تم اس پر عاشق ہو جاتے ہو اور جس موجود سے تم کو عشق ہوتا ہے وہ کمال حق سبحانہ کے پرتو سے مثل ملمع کی ہوئی شے کے ہوتی ہے اور جب وہ پرتو اور ملمع اپنی اصل کی طرف راجع ہو جاتا ہے اور وہ خالص تانبارہ جاتی ہے اور اپنی ملمع سے خالی ہو جاتی ہے تو اس وقت اس سے تمہارا جی بھر جاتا ہے اور تم اس کو دھتا بتاتے ہو اور اس سے منہ پھیر لیتے اور دست بردار ہو جاتے ہو پس اس بناء پر تمہارا فرض یہ ہے کہ اس کے ملمع کی ہوئی صفات سے تعلق منقطع کر دو اور جہالت سے کھوٹے کو کھرانہ کہو اس لئے کہ ان کھوٹوں کے اندر جو کھرا پن ہے وہ چند روزہ ہے اور اس کی زینت کے تحت میں انتہائی بھدا پن چھپا ہوا ہے اور یہ جو ملمع ہے یہ بھی قائم نہ رہے گا بلکہ ایک روز اپنی اصل کی طرف راجع ہو جائے گا اس لئے تم کو بھی اس اصل کی

طرف متوجہ ہونا چاہئے جس کی طرف وہ راجع ہوتا ہے یاد رکھو کہ یہ نور اس دیوار پر قائم نہ رہے گا بلکہ اپنی اصل یعنی آفتاب حقیقی کی طرف راجع ہوگا ایسی حالت میں تمہارا فرض یہ ہے کہ تم بھی خورشید ہی کی طرف متوجہ ہو کیونکہ مناسب یہی ہے اور دیوار پر عاشق ہو جانا بالکل نامناسب اور نازیبا ہے اس کے بعد ہم دوسرے عنوان سے تم کو سمجھاتے ہیں دیکھو مخلوق میں جو کمالات ہیں ان کی مثال پر نالے کے پانی کی سی ہے اور حق سبحانہ کے کمالات کی مثال آب بارش کی سی پس جب تم یہ دیکھتے ہو کہ پر نالہ ہماری ضرورت کو پورا نہیں کر سکتا کیونکہ وہ خود محتاج ہے بارش کا تو تم کو آسمان سے پانی لینا چاہئے یعنی کمالات حق سبحانہ کو اختیار کرنا چاہئے یاد رکھو کہ جب بھیڑیوں کو پھانسنے کے لئے جال لگایا جاتا ہے تو اس میں ایک دنبہ باندھ دیا جاتا ہے تاکہ وہ اس کو دیکھ کر اس میں پھنس جاوے لیکن وہ دنبہ کی اصلی جگہ نہیں ہوتی۔ لیکن بھیڑیا تو اس کو سمجھتا نہیں اور اس کے لالچ میں پھنس جاتا ہے یونہی کمالات مخلوق اپنی اصلی جگہ نہیں ہیں بلکہ وہ عارضی اور ذریعہ امتحان ہیں لیکن لوگ اس راز کو نہیں سمجھتے اور ان پر فریفتہ ہو کر دام شیطانی میں پھنس جاتے ہیں جب یہ سن چکے تو اب اصل قصہ سنو وہ بیوقوف گاؤں کی طرف جا رہے تھے اور حصول منافع کو اتنا ہی یقینی سمجھتے تھے جیسا کہ اشرفیاں گرہ میں بندھی ہوئی ہیں اور اس بناء پر ان کا حصول یقینی ہے غرض وہ اسی طرح خوش خوش اور شاداں و فرحاں جا رہے تھے اور اس رہٹ کی طرح چکر کھا رہے تھے ان کی بے تابی کی یہ حالت تھی کہ جب کوئی پرندہ گاؤں کی طرف اڑتا تھا تو بے تاب ہو کر کپڑے پھاڑ لیتے تھے اور کہتے تھے کہ کسی طرح ہم اس سے پہلے پہنچ جائیں اور اس قدر شغف بڑھا ہوا تھا کہ گاؤں کی طرف سے آنے والی صبا سے ان کی جان میں جان آتی تھی اور جو شخص گاؤں کی طرف سے آتا ہوا ملتا تو فرط محبت سے اس کی پیشانی پر بوسہ دیتے اور کہتے کہ تو نے ہمارے یار کو دیکھا ہے تو گویا کہ ہماری جان کی جان کو دیکھا ہے۔

شرح شبیری

مجنوں کا اس کتے کو نوازنا جو کہ کوچہ لیلیٰ میں رہا کرتا تھا

ہمچو مجنوں کو سگے رامی نواخت	بوسہ اش میداد و پیشش میگداخت
مجنوں کی طرح کہ وہ ایک کتے کو نوازتا تھا	اس کو چومتا اس پر جان نثار کرتا

یعنی مجنوں کی مانند کہ وہ کتے کو نوازتا تھا اور اسکو چوما کرتا تھا اور اس کے سامنے گھلا جاتا تھا۔

گرداومی گشت خاضع در طواف	ہمچو حاجی گرد کعبہ بے گزاف
عاجزی سے طواف میں اس کے چاروں طرف گھومتا تھا	بلا تکلف جس طرح حاجی کعبہ کے چاروں طرف

یعنی وہ مجنوں اس کتے کے گرد طواف میں بہت ہی خضوع میں پھرتا تھا جیسے کہ حاجی کعبہ کے گرد بے مسخرگی کے پھرتا ہے مطلب یہ کہ اس کو اس سے مسخرگی مقصود نہ تھی بلکہ اس کتے کی وقعت واقع میں اس کے قلب میں ایسی ہی تھی جیسی کہ وہ ظاہر کرتا تھا۔

گہ سرو پایش ہمی بوسید و ناف	گہ جلاب شکرش میداد صاف
بھی اس کے سر اور پیر اور ناف کو چومتا تھا	بھی صاف شکر آمیز گلاب پلاتا تھا

یعنی اس کا سر اور پاؤں اور ناف چوما کرتا تھا اور اس کو شربت تند اور شکر صاف دیا کرتا تھا۔

بوالفضولے گفت کاے مجنون خام	ایں چه شیدست اینکہ می آری مدام
ایک بے ہودہ نے کہا اے نانس پاگل	یہ کیسی مکاری ہے جو تو ہمیشہ کرتا ہے

یعنی ایک بوالفضول نے کہا کہ اے مجنون خام یہ کیا مکاری ہے جو کہ تو ہمیشہ کیا کرتا ہے چونکہ اس کے قلب میں تو اس کی الفت نہ تھی اس لئے اس کو کرا اور فریب معلوم ہوا اور اس نے کہا کہ۔

پوز سگ دایم پلیدی میخورد	مقعد خود را بلب می استرد
کتے کی تمغنی ہمیشہ پلیدی کھاتی ہے	اپنی مقعد کو ہونٹوں سے چاتی ہے

یعنی کتے کا منہ ہمیشہ پلیدی کھاتا ہے اور وہ اپنے مقعد کو لب سے صاف کرتا ہے ہاں جو اس کے پھر تو اس کو چومنا چاہتا ہے آخ تھو۔

عیبہائے سگ بے اومی شمرد	عیبداں از عیبداں بوئے نبرد
دہ کتے کے بہت سے عیب گنتا رہا	عیب جاننے والا غیب جاننے والے کا راز نہ پاسکا

یعنی اس شخص نے کتے کے بہت عیوب گنے مگر عیب داں راز داں سے کوئی بونہ لے گیا مطلب یہ کہ مولانا فرماتے ہیں کہ اس شخص نے کتے کی بہت ہی برائیاں کیں اور یہ سب اس لئے تھا کہ یہ شخص تو عیب داں تھا اور مجنون غیب داں یعنی راز داں تھا جو راز اور بھید اس کتے کے اندر تھا اس کو تو مجنون ہی جانتا تھا اس بے چارے کو کیا خبر کہ اس میں کیا بات ہے۔ کہ جس سے یہ اس قدر محبوب ہے غرض کہ جب اس نے کتوں کی بہت برائی کر لی تو مجنون بولا کہ۔

گفت مجنوں تو ہمہ لفتشی وتن	اندر آؤ بنگرش از چشم من
مجنوں نے کہا تو مجنم لفتش اور صورت ہے	اندر آ اور اس کو میری آنکھ سے دیکھ

یعنی مجنوں نے کہا کہ تو تو بالکل صورت اور تن (پرست) ہے تو اندر آ کر میری آنکھ سے دیکھ۔

کایں طلسم بستہ مولیٰ است ایں	پاسبان کوچہ لیلیٰ است ایں
کہ یہ طلسم مولیٰ کا قائم کیا ہوا ہے	یہ لیلیٰ کے کوچہ کا محافظ ہے

یعنی یہ طلسم حق تعالیٰ کا لگایا ہوا ہے اور یہ لیلیٰ کے کوچہ کا پاسبان ہے مطلب یہ کہ اس نے کہا کہ تو تو صرف صورت کو دیکھ رہا ہے کہ اس کی صورت کتے کی ہے اور تجھے یہ خبر نہیں کہ اس کے اندر ایک طلسم ہے جس پر کہ حق تعالیٰ نے اس صورت کی مہر لگا رکھی ہے اور وہ طلسم اس کی وہی صفت در بانی لیلیٰ ہے پس اس صفت پر ہم تو عاشق ہیں نہ کہ اس کی صورت پر۔

ہمتش بین ودل و جاں راشناخت	کو کجا بگزید و مسکن گاہ ساخت
اس کی ہمت اور دل اور جان اور پیمان کو دیکھ	کہ اس نے کس جگہ کو پسند کیا اور ٹھکانا بنایا ہے

یعنی اس کتے کی ہمت اور دل اور جان کو دیکھو کہ اس نے (کیسا) پیمان (اور اس بات کو دیکھو) کہ اس نے کہاں (جگہ) اختیار کی ہے اور مسکن گاہ بنائی ہے بات دیکھنے کی تو یہ ہے کہ اللہ اکبر لیلیٰ کے کوچہ میں جو اس نے جگہ بنائی ہے تو اس کو کہاں سے

عقل آئی کہ اس نے ایسی جگہ اختیار کی۔

اوسگ فرخ رخ کہف من است	بلکہ او ہمدرد و ہم لہف من است
وہ میرے غار کا مبارک رو کتا ہے	بلکہ وہ میرا ہمدرد اور غم خوار ہے

یعنی یہ کتا مبارک رو میرا پناہ ہے بلکہ وہ میرا ہمدرد اور ہم لہف ہے۔ تختین بمعنی مطلب یہ کہ یہ تو اس صفت کی بدولت میرا ہمدرد اور جائے پناہ بن گیا ہے تو جس طرح کہ یہ مجنون صرف اس مناسبت سے کہ اس کی لیلیٰ کے کوچہ کا کتا ہے اس کی اس قدر منزلت کرتا تھا اسی طرح وہ لوگ بھی جو ادھر سے آتا تھا اس کی قدر و منزلت کرتے تھے اس لئے کہ اس نے اس دیہاتی کو جوان کا دوست تھا دیکھا تھا خوب کہا ہے کہ۔

تازم بچشم خود کہ جمال تو دیدہ است اتم پپائے خود کہ بکویت رسیدہ است

آگے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

آں سگے کہ گشت در کولیش مقیم	خاک پالیش بہ ز شیران عظیم
وہ کتا جو اس کے کوچہ میں مقیم ہے	بڑے شیروں سے اس کے پھروں کی خاک بہتر ہے

یعنی جو کتا کہ اس کے (یعنی حق تعالیٰ کے) کوچہ میں مقیم ہو جاوے اس کی خاک پا بڑے بڑے شیروں سے بہتر ہے یہاں سگ سے مراد وہ لوگ ہیں جو کہ ظاہر حالت میں ذلیل رہتے ہیں اور جن کی شان حدیث کم من اشعث اغیر الخ کے مطابق ہے مطلب یہ کہ جب اس کتے کی جو کہ مقیم کوچہ لیلیٰ تھا یہ قدر ہے تو بھلا وہ لوگ جو ظاہر حالت میں اگرچہ خراب و خستہ ہیں مگر مقیم کوئے حق ہیں کیوں قدر کے قابل نہ ہوں گے ان کی تو خاک پا بھی ان ظاہری قوی اور باعزت دنیا داروں کے جسم سے بھی کہیں زیادہ ہے۔

آں سگے کہ باشد اندر کوئے او	من بہ شیراں کے دہم یک موئے او
وہ کتا جو اس کے کوچہ میں ہو	میں شیروں کے بدلے میں اس کا ایک بال کب دے سکتا ہوں

یعنی جو کتا کہ اس کے کوچہ میں مقیم ہو تو میں اس کا ایک بال بھی شیروں کو کب دوں۔ مطلب یہ کہ وہ شخص جو کہ بظاہر ذلیل و خوار ہے مگر مقیم کوئے حق ہے اس کی تو میں ان دنیا داروں کو ہوا بھی نہ لگنے دوں اور ان ظاہری عزت والوں کو اس کے ہاتھ بھی نہ لگانے دوں۔ اس لئے کہ اگرچہ اس کی ظاہری حالت ذلیل ہے مگر اس کا ایک ایک بال اس قدر معزز ہے کہ ان کا سارا جسم بھی اس قدر معزز نہیں ہے۔ اس لئے کہ اس کے اس بال کو بھی عزت حقیقی حاصل ہے اور ان کے اس سارے جشہ کو بھی عزت حقیقی حاصل نہیں ہے تو پھر مجازی اور رعایتی کے سامنے خواہ وہ کتنی ہی باعزت کیوں نہ ہو حقیقی شے ہمیشہ بڑھی ہوئی ہوگی اگرچہ ظاہر میں تھوڑی اور کم ہی ہو۔

آنکہ شیراں مرسگانت را غلام	گفتن امکاں نیست خامش والسلام
وہ نات کے شیراں کے کتے کے غلام ہیں	بیان کرنا ممکن نہیں ہے چپ ہو جا والسلام

یعنی اے وہ شخص کہ شیراں کے کتوں کے غلام ہیں کہنا ممکن نہیں ہے۔ لہذا چپ رہو والسلام مطلب یہ کہ یہ تو وہ حضرات ہیں کہ ان کے ادنیٰ خدام کے تابع یہ سب شیراں دنیاوی ہیں ان کی ان کے سامنے کوئی حقیقت نہیں لیکن کیا کریں ہمارے اندر اس قدر استعداد ہی

نہیں ہے کہ ان کی عزت کو پوری طرح بیان کر سکیں لہذا بہتر یہی ہے کہ چپ رہیں اور جتنا بیان کر دیا ہے اسی پر اکتفا کریں والسلام آگے فرماتے ہیں کہ ہمارے بیان کرنے کی حاجت ہی نہیں بلکہ۔

گرز صورت بگزیداے دوستاں	جنت است و گلستاں در گلستاں
اے دوستو اگر تم صورت سے گزر جاؤ گے	جنت ہے اور باغ در باغ ہیں

یعنی اے دوستو اگر تم صورت سے گزر جاؤ تو پھر جنت ہی جنت ہے اور گلستاں ہی گلستاں ہے مطلب یہ کہ یہ صورت ہی حاجب ہو رہی ہے اور حقیقت بینی سے مانع ہے ورنہ اگر تم اس صورت پر نظر نہ کرو تو پھر تو نور ہی نور اور جنت ہی جنت ہے اس لئے کہ ان کے قلب میں تو باغ و بہار ہے اور انوار و معارف بھرے پڑے ہیں اب کوئی کہہ سکتا تھا کہ بھلا کس کس کی صورت سے قطع نظر کرتے پھریں اور کہاں کہاں صورت کو توڑیں مولانا اس کی ایک بہت اہل تدبیر فرماتے ہیں کہ۔

صورت خود چوں شکستی سوختی	صورت گل را شکست آموختی
جب تو نے اپنی صورت توڑ دی (اور) جلا دی	(تو) سب کی صورت کو توڑنا سیکھ لیا

یعنی جب تو نے اپنی صورت کو توڑ دیا اور جلا دیا تو بس ساری صورتوں کو شکست سکھا دیا مطلب یہ کہ بس جب اپنی ہستی پر نظر نہ رہے گی اور اس کو فنا کر دو گے پھر ساری ہستیاں فانی معلوم ہوں گی اس کی ضرورت ہی نہ ہوگی کہ سب کو الگ الگ توڑتے اور ان سے قطع نظر کرتے پھر واپس جب تم اپنی ہستی کو مٹا چکو گے تو یہ ہوگا کہ۔

بعد ازاں ہر صورتے را بشکستی	ہچو حیدر باب خیر کنی
اس کے بعد تو ہر صورت کو توڑ دے گا	حیدر کی طرح خیر کے دروازے کو اکھاڑ دے گا

یعنی اس کے بعد تو ہر صورت کو توڑ دے گا اور حیدر رضی اللہ عنہ کی طرح باب خیر کو اکھاڑ دے گا۔ صورت کے توڑنے سے مراد ان سے قطع نظر کرنا ہے۔ مطلب یہ کہ اگر تم نے اپنی صورت سے قطع نظر کر لی اور اپنی حقیقت پر نظر کی تو پھر یوں سمجھو کہ تم نے باب خیر کو فتح کر لیا اور بہت بڑا کام کر لیا۔ آگے فرماتے ہیں کہ جس طرح کہ صورت پر نظر ہونے سے حقیقت پوشیدہ ہو جاتی ہے اسی طرح وہ خواجہ صاحب ان الفاظ کی صورت کو دیکھ کر فریفتہ ہو گئے اور یہ خیر نہ ہوئی کہ اس کے اندر آیا صدق ہے یا کذب ہے آگے مولانا اسی لکھتے ہیں کہ

سغبہ صورت شد آل خواجہ سلیم	کوبدہ می شد بگفتار سقیم
وہ بھولا خواجہ صورت پر فریفتہ ہو گیا	جو غلط باتوں سے گاؤں کی طرف روانہ ہو گیا

یعنی وہ بھولا بھالا خواجہ اسی صورت الفاظ پر فریفتہ ہو گیا تھا اور کذب کو صدق کی وجہ سے گاؤں میں جا رہا تھا مطلب یہ کہ چونکہ وہ ان فضول باتوں پر فریفتہ ہو گیا تھا اور کذب کو صدق سمجھے ہوئے تھا اس لئے اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ گاؤں کو روانہ ہو گیا۔ آگے اس کی ایک مثال فرماتے ہیں کہ۔

سوئے دام آل تملق شادماں	ہچو مرغے سوئے دانہ امتحان
خوشاد کے اس جال کی جانب خوشی خوشی	جیسا کہ پرند آزمائش کے دانہ کی جانب

یعنی اس تملق کی جان کی طرف وہ خوش خوش اس جانور کی طرح کہ جو دانہ آزمائش کی طرف جاتا ہو (جام رہا تھا) مطلب یہ کہ جس طرح کہ جال میں دانہ رکھا ہوا ہوتا ہے تو جانور اس کی طرف جاتا ہے اور پھنس جاتا ہے اسی طرح یہ خواجہ بھی ان باتوں کو صادق خیال کر کے چلا تھا آخر کار پھنس گیا۔

از کرم دانست آل مرغ حریص	دانہ را بادام لیکن شد محیص
اس لاپچی پرند نے منجملہ سخات جانا	دانہ کو جال کے ساتھ لیکن بجاؤ کا موقع جانا رہا

یعنی وہ مرغ حریص اس دانہ کو کرم کی وجہ سے سمجھا لیکن وہ جال ہو گیا۔ مطلب یہ کہ وہ جانوریوں سمجھا کہ یہ دانہ صیاد نے کرم کی وجہ سے ڈالا ہے اور اس کا غایت کرم ہے کہ ہم کو دانہ کھلاتا ہے مگر وہی اس کے لئے دام تزویر ہو گیا کہ پھنس گیا۔

از کرم دانست مرغ آل دانہ را	غایت حرص است نے جو دو عطا
پرند اس دانہ کو منجملہ سخات جانا	(لیکن یہ تو) انتہائی لالچ ہے نہ کہ بخشش اور عطا

یعنی جانور تو اس کو کرم کی وجہ سے سمجھتا ہے بلکہ وہ غایت حرص کی وجہ سے ہے جو دو عطا نہیں ہے۔ اس لئے کہ جب صیاد کو حرص شکار ہوئی جب ہی تو اس نے یہ جال پھیلا یا ہے ورنہ کیوں جال پھیلاتا تو یہ کرم نہیں بلکہ صیاد کی حرص ہے۔

مرغگاں در طمع دانہ شاد ماں	سوئے آل تزویر پراں دواں
پرند دانہ کے لالچ میں خوشی خوشی	اس مکر کی جانب اڑا اور دوڑ رہے تھے

یعنی جانور دانہ کی طمع میں خوش خوش اس جان کی طرف دوڑ رہے ہیں اور اڑ رہے ہیں اسی طرح یہ خواجہ اور اس کے اہل و عیال خوش خوش اس دام تزویر کی طرف جا رہے تھے آگے فرماتے ہیں کہ۔

گرز شادی ہاش آ گاہت کنم	ترسم اے رہرو کے بے گاہت کنم
اگر میں تجھے ان کی خوشیوں سے ہانبر کروں	اے رہرو! میں دوڑتا ہوں کہ تیرا وقت بیکار کروں گا

یعنی اگر اس خواجہ کی خوشی سے تم کو آگاہ کروں تو اے خواجہ میں ڈرتا ہوں کہ میں تم کو بے وقت کردوں گا مطلب یہ کہ اگر میں اس کی خوشی کی پوری کیفیت بیان کروں تو مجھے خوف ہے کہ قصہ طویل ہو جاوے اور اصل مقصود بھی ہاتھ سے جاتا رہے اس لئے آگے قصہ مختصر کر کے بیان فرماتے ہیں کہ۔

مختصر کردم چو آمد ده پدید	خود نبود آل ده دہ دیگر گزید
میں نے مختصر کر دیا جو گاؤں نظر آیا	یہ وہ گاؤں نہ تھا دوسرا گاؤں تھا

یعنی میں مختصر کرتا ہوں کہ جب وہ گاؤں آیا تو خود وہ گاؤں نہ تھا بلکہ کوئی گاؤں دوسرا (اس خواجہ نے) اختیار کر لیا تھا غرض کہ بے چارے راستہ بہک گئے۔

قرب ماہے ده بدہ می تاختند	زانکہ راه ده نکو نشناختند
تقریباً وہ ایک مہینہ گاؤں در گاؤں بھاگے پھرے	کیونکہ وہ گاؤں کے راستہ کو اچھی طرح نہ جانتے تھے

یعنی قریب ایک ماہ کے وہ گاؤں در گاؤں دوڑ رہے تھے اس لئے کہ گاؤں کا راستہ پوری طرح پہچانتے نہ تھے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

ہر کہ در رہ بے قلاوڑے رود	ہر دو روزہ راہ صد سالہ شود
جو بغیر رہبر کے راستہ پر چلے گا	دو دن کا راستہ سو سال کا ہو جائے گا

یعنی جو شخص کہ راہ میں بے رہبر کے چلے تو دو دن کی راہ اس کو راہ صد سالہ کی برابر ہو جاتی ہے۔ مولانا کے ظاہر الفاظ تو اس راہ پر دال ہیں مگر مقصود مولانا کا راہ حق مراد ہے۔

ہر کہ تازد سوئے کعبہ بے دلیل	ہچو این سرگشتگان گرود ذلیل
جو کعبہ کی جانب بغیر راہبر کے روانہ ہو گا	وہ ان حیرانوں کی طرح ذلیل ہو گا

یعنی جو شخص کہ کعبہ کی طرف بلا دلیل دوڑے وہ ان بھٹکے ہوؤں کی طرح ذلیل ہی ہوگا۔

ہر کہ گیرد پیشہ بے اوستا	ریشتمندے شد بہ شہر و روستا
جو بغیر کسی استاد کے کوئی پیشہ اختیار کرتا ہے	وہ گاؤں اور شہر میں معتمد بنتا ہے

یعنی جو شخص کہ بے اوستاد کے کسی پیشہ کو اختیار کر لے تو اس کا مذاق ہر شہر اور گاؤں میں ہوگا اس لئے کہ کام ہوگا نہیں تو مذاق ہی اڑے گا۔

زانکہ نادر باشد اندر خافقیں	کادمی سر برزند بے والدیں
مشرق و مغرب میں یہ بات نادر ہو گی	کہ بغیر ماں باپ کے آدمی پیدا ہو

یعنی اس لئے کہ یہ بات اس زمانہ میں بہت نادر ہے کہ آدمی بے والدین کے پرورش پائے تو جب اسباب ہی سے سب کام ہوتے ہیں تو اس راہ پانے کا سبب وجود رہبر ہی ہے اس کے بغیر راہ یابی بہت مشکل ہے اور اگر کسی کو مل گئی ہے تو وہ نادر ہے آگے اس کی مثال ہے کہ۔

مال او یا بد کہ کسے میکند	نادرے باشد کہ بر گنجے زند
مال وہ پاتا ہے جو کمانا ہے	نادر ہوتا ہے کہ خزانہ مل جائے

یعنی مال اسی کو ملتا ہے جو کہ کمانی کرے اور یہ امر نادر ہے کہ کوئی خزانہ پہنچ جاوے۔

مصطفائے کو کہ جسمش جان بود	تا کہ رحمن علم القرآن بود
مصطفیٰ کہاں ہیں کہ جن کا جسم بھی روح تھا	تا کہ اللہ تعالیٰ قرآن پڑھا دے

یعنی وہ مصطفیٰ کہاں ہیں کہ ان کا جسم بھی جان ہے یہاں تک کہ حق تعالیٰ علم القرآن ہوں مطلب یہ کہ ایسے لوگ کہاں ہیں کہ جن کا جسم بھی مشغول حق میں جان کی طرح ہو اور ان کا مربی بلا واسطہ حق تعالیٰ ہوں اب تو یہی ہے کہ اسباب کو مہیا کرو اور کام ہو جاوے تو رہبر کو ساتھ لو تب کام چل سکتا ہے اس لئے کہ۔

اہل تن را جملہ علم بالقلم	واسطہ افراشت در بزل و کرم
تمام جسمانی لوگوں کو قلم سے سکھایا کا	واسطہ بنایا جو در خطا میں

یعنی اہل تن کو تو جملہ علم بالقلم بذل کرم میں واسطہ ڈالا ہے مطلب یہ کہ جن کو بلا واسطہ خود ہی تعلیم قرآن فرمائی تو وہ بہت کم لوگ ہیں ورنہ اور سب کے لئے تو علم کیلئے قلم ہی کو واسطہ فرمایا جا رہا ہے تو جب واسطہ ہوتا ہے جب ہی کرم ہوتا ہے۔

ہر حریصے ہست محروم اے پسر	چوں حریصاں تگ مرد آہستہ تر
اے بیٹا! ہر لالچی محروم ہے	لالچوں کی طرح نہ دوڑ بہت آہستہ (چل)

یعنی اے صاحبزادے ہر حریص محروم ہے تو تو حریصوں کی طرح دوڑ کر مت چل آہستہ چل تا کہ مطلوب تک وصول ہو جاوے آگے پھر اس خواجہ کا قصہ بیان فرماتے ہیں کہ۔

اندر اں رہ رنجہا دیدند و تاب	چوں عذاب مرغ خاک کی اندر آب
اس راستہ میں انہوں نے بہت رنج اور تکلیف دیکھی	جیسا کہ خشکی کے پرند کی تکلیف پانی میں

یعنی اس راہ میں انہوں نے بہت تکالیف اور تپش دیکھی جیسے کہ مرغ خاک کی پانی میں مصیبت میں ہوتا ہے اسی طرح وہ بھی مصیبت میں مبتلا ہو رہے تھے اور ان کی یہ حالت ہو گئی تھی کہ۔

سیر گشتہ از دہ و از روستا	وز شکر ریزی چناں نا اوستا
وہ گاؤں اور دیہاتی سے بیزار ہو گیا	اور ایسے بے استادے کی میٹھی باتوں سے

یعنی وہ گاؤں سے اور روستائی سب سے سیر ہو گئے تھے اور ایسے نالائق کی مہمانی سے بھی۔ چونکہ تکالیف بہت برداشت کی تھیں اس لئے سخت پریشان ہو کر کہتے تھے کہ بس باز آئے اور طبیعت سیر ہو گئی تھی جیسا کہ قاعدہ ہے۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح: اس بارہ میں اس کی حالت مجنوں کی طرح تھی کہ وہ سگ لیلیٰ کی وقعت کرتا تھا اور اس کو چومتا تھا اور اس کے سامنے گھلا جاتا تھا۔ اور بہت عاجزی کے ساتھ اس کے گرد پھر پھر کر اس پر قربان ہوتا تھا بلا مبالغہ اس کی ایسی حالت تھی جیسے کوئی حاجی خانہ کعبہ کے گرد پھرتا ہو وہ کبھی اس کا سر چومتا تھا کبھی پاؤں کبھی ناف اور کبھی اس کو شکر کا شربت پلاتا تھا اس کی یہ حالت دیکھ کر ایک بے ہودہ نے کہا کہ اے مجنوں یہ کیا کر رہے جو تو ہمیشہ کیا کرتا ہے کتے کا منہ ہمیشہ ناپا کی کھاتا اور ہونٹوں سے اپنے پانچخانہ کا مقام صاف کرتا ہے۔ بھلا ایسا منہ چومنے کے قابل ہے یہ شخص کتے کے بہت سے عیوب بیان کر رہا تھا لیکن اس عیب سے واقف شخص کو مجنونی کی ہوا بھی نہ لگی تھی جو اس کے ان کمالات سے واقف تھا جو اس کی نظر سے مخفی تھی اس کا اعتراض سن کر مجنوں نے جواب دیا کہ تو تو سراسر ظاہر پرست ہے ذرا میری آنکھوں سے اس کے باطن کو دیکھ کہ حق سبحانہ نے اس کو ایک عجیب طلسم بنایا ہے یعنی کہ یہ لیلیٰ کے کوچہ کا پاسبان ہے۔ ذرا اس کی ہمت اس کی روح اور اس کی تمیز تو دیکھو کہ اس نے کیسی جگہ انتخاب کی ہے اور کہاں مسکن بنایا ہے یہ اوصاف کسی معمولی کتے میں ہو سکتے ہیں ہرگز نہیں۔ ارے یہ مبارک روکتا تو میری لیلیٰ کا کتا ہے جو کہ میری جائے پناہ ہے بلکہ وہ تو میرا ہمدرد اور میرے رنج میں شریک ہے کہ وہ بھی لیلیٰ کا دوسوز ہے اور میں بھی۔ جو کتا کہ کوچہ لیلیٰ میں رہتا ہے میرے نزدیک تو اس کے پاؤں کی خاک بڑے بڑے شیروں سے بڑھ کر ہے اور جو کتا اس کی گلی کا رہنے والا ہے اس کا ایک بال شیروں کے بدلے میں نہیں

دے سکتا اور لیلیٰ جس کے کتوں کے شیر غلام ہیں اس کے اوصاف بیان کرنا تو میرے امکان سے باہر ہے لہذا خاموش رہنا چاہئے فقط (شعر آں گے الخ اور اس سے اگلا اور اس سے تیسرا سیاق سے معلوم ہوتا ہے کہ مقولہ مجنون ہے اور یہ بھی ممکن ہو کہ مولانا کا مقولہ ہو اور سگ سے مراد وہ اہل اللہ ہوں جو لوگوں کی نظروں میں حقیر ہیں اور نیوی و جاہت اصلاً نہیں رکھتے اور شیروں سے مراد دنیا کے امراء و سلاطین ہوں اس وقت بھی ترجمہ وہی ہوگا جو لکھا گیا فقط لیلیٰ کی جگہ حق سبحانہ رکھا جاوے گا) آگے مولانا انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جس طرح صورت سگ نے اس کی اس حقیقت کو محبوب کر رکھا تھا جو مجنوں کی نظر میں تھی یوں ہی صورت ظاہری نے حقیقت واقعہ کو محبوب کر رکھا ہے۔ پس اگر تم صورت کو چھوڑ دو اور حقیقت کو دیکھو تو بس جنت اور گلزار ہی گلزار ہے اب ہم ایک قاعدہ بتاتے ہیں جس سے تم کو معلوم ہوگا کہ صورت سے گزرنے کی کیا صورت ہے جب تو اپنی صورت کو توڑ پھوڑ دے گا اور جلا پھونک دے گا تو تجھ کو سب صورتوں کا توڑنا آجاوے گا اس کے بعد تو ہر صورت کو توڑ سکے گا اور جناب علی کرم اللہ وجہہ کی طرح اس درخبر کو ادا کھیر سکے گا (اپنی صورت کو توڑنا اور جلانا ترک لذات و شہوات و فانی اللہ ہے) جس طرح اس معترض مجنوں نے صورت سے دھوکہ کھایا اور عام طور پر لوگ صورت پر فریفتہ ہیں یوں ہی یہ بیوقوف امیر بھی جو غیر صحیح گفتگو کی بناء پر گاؤں جا رہا تھا صورت گفتگو پر فریفتہ ہوا اور حقیقت تک نہ پہنچا وہ خوشامد کے جال میں پھنسنے کے لئے خوش خوش چل دیا جس طرح پرندہ اس دانہ کی طرف جاتا ہے جو اس کو مصیبت میں پھنسانے والا ہے۔ یہ حریص پرندہ جال کے دانوں کو ناشی از کرم و سخاوت سمجھتا ہے مگر ان سے اس کی رہائی اور آزادی رخصت ہو جاتی ہے وہ دانوں کو سخاوت سے ناشی سمجھتا ہے لیکن واقع میں ان کا منشا غایت حرص صیاد ہوتی ہے نہ کہ سخاوت و بخشش لیکن پرندے چونکہ اس راز سے واقف نہیں ہوتے اس لئے دانہ کے لالچ میں خوش خوش اس دام فریب کی طرف اڑتے ہوئے چلے جاتے ہیں۔ یہی حالت بالکل اس امیر کی تھی وہ بھی خوش خوش مصیبت میں پھنسنے کے لئے جا رہا تھا اور اتنا خوش تھا کہ اگر میں تم سے اس کی خوشی کی تفصیل بیان کروں تو مجھے اندیشہ ہے کہیں نا وقت نہ ہو جاوے اور ضروری باتیں بیان سے رہ جائیں اس لئے میں اس کو مختصر کرتا ہوں اور کہتا ہوں کہ جب کوئی گاؤں نظر پڑتا اور وہ وہاں پہنچتے اور پہنچنے پر معلوم ہوتا کہ وہ گاؤں نہیں بلکہ ہم کسی اور گاؤں میں چلے آئے چونکہ گاؤں کو جانتے نہ تھے اس لئے تقریباً ایک ماہ تک یوں ہی پریشان پھرتے رہے اور پھر نا ہی چاہئے تھا کیونکہ جو شخص بدوں استاد کے کوئی کام کرتا ہے تو کیا شہر کیا دیہات ہر جگہ مسخرہ بنایا جاتا ہے اور جو شخص بلار ہبر کے کسی راستہ پر چلتا ہے عام ہے کہ راہ حق ہو یا راہ متعارف تو دو دن کا راستہ سو برس میں طے ہوتا ہے یعنی اس کے طے کرنے میں بہت وقت صرف ہوتا ہے اور جو شخص کہ بلار ہبر کے کعبہ کا سفر کرتا ہے وہ انہیں حیران و پریشان لوگوں کی طرح ذلیل ہوتا ہے اور راز اس میں یہ ہے کہ عادیۃ اللہ یوں ہی جاری ہے کہ وہ اسباب پر نتائج مرتب کرتے ہیں گو اسباب نہ فی عدو اتہا موثر ہیں نہ حق سبحانہ ان کے محتاج۔ لیکن انہوں نے باختیار خود اپنی غالب عادت یوں ہی قرار دے رکھی ہے کہ بلا و سائل وہ نتیجہ مرتب نہیں فرماتے چنانچہ ایسا دنیا میں بہت کم ہوتا ہے کہ بلا ماں باپ کے بچہ ہو جاوے اس لئے علی العموم مال اسی کو ملتا ہے جو کماتا ہے اور ایسا شاذ و نادر ہوتا ہے کہ کسی کو خزانہ مل جاوے۔ ہر شخص جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس کا جسم بھی بوجہ غایت لطافت و صلاحیت و فقدان مقتضیات نفسانیہ کے روح کے مماثل کے تو ہے نہیں کہ حق سبحانہ اس کو بلا واسطہ تعلیم فرمائیں جس طرح جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تعلیم فرمائی تھی چنانچہ فرمایا ہے الروح من علم القرآن بلکہ عام طور پر لوگوں پر جسمانی غلبہ ہے جو کہ افاضہ بلا توسط سے عادیۃ مانع ہے اس لئے ایسے لوگوں کے لئے علم بالقلم

فرمایا اور صرف کرم کے لئے تعلیم کو واسطہ مقرر فرمایا جب یہ معلوم ہوا کہ کسی راہ پر چلنے کے لئے راہبر کی ضرورت ہے اور بدوں راہبر کے چلنے والا پریشان ہوتا ہے اس بنا پر اس کا پریشان ہونا ضروری تھا اور ان تمام پریشانیوں کا اصل منشاء حرص تھا لہذا حرص کے متعلق ہم ایک مفید اور نہایت کارآمد بات تم کو بتلاتے ہیں سنو حرص محروم ہوتا ہے کیونکہ حرص عاقبت اندیشی سے مانع ہوتی ہے اور ناعاقبت اندیشی کا لازمی نتیجہ محرومی و ناکامی ہے لہذا تم کو حرصوں کی طرح دوڑ کر نہ چلنا چاہئے بلکہ آہستہ آہستہ اور سوچ سمجھ کر اور مآل پر نظر کر کے کام کرنا چاہئے۔ خیر یہ تو ضمنی گفتگو تھی اب اصل مقصد سنو اس راستہ میں امیر اور اس کے ساتھیوں کو بہت کچھ تکلیفیں اٹھانی پڑیں اور بہت بیچ و تاب کھانے پڑے اور ایسی تکلیف ہوئی جیسے خشکی کے جانور کو پانی میں ہوتی ہے حتیٰ کہ گاؤں سے بھی ان کا جی بھر گیا اور اس دہقانی سے بھی اور اس کندہ ناتراش کی شکر ریزی اور آؤ بھگت سے بھی مگر کرتے کیا مجبور تھے اس لئے گاؤں ہی کو تلاش کیا اور اللہ اللہ کر کے ایک مہینہ کے بعد گاؤں میں پہنچے جب وہاں پہنچے تو نہ ان کے پاس سامان رہا تھا اور نہ ان کے گھوڑوں کے لئے چارہ تھا کیونکہ سامان لے کر چلے تھے دو چار دن کا لگ گیا ایک مہینہ۔

شرح شبیری

خواجہ اور اس کے متعلقین کا گاؤں میں پہنچنا
اور دیہاتی کا انکو اجنبی اور نا آشنا ٹھہرانا

بعد ماہے چوں رسیدند آں طرف	بینوا ایٹیاں ستوں را بے علف
جب وہ اس طرف ایک مہینہ کے بعد پہنچے	وہ بے سرو سامان (اور) چوپائے بغیر گھاس کے تھے

یعنی بعد ایک مہینے کے جب وہ لوگ اس طرف پہنچے تو وہ خود تو بے توشہ تھے اور ان کے بیل بے گھاس دانہ۔

روستائی ہیں کہ از بدینتی	میکند بعد اللتیا و التی
دیہاتی کو دیکھ کر بدینتی سے	چناں و چیں کے بعد کرتا ہے

یعنی اس گنوار کو دیکھو کہ (کبخت) بدینتی کی وجہ سے ایسی ویسی باتوں کے بعد یہ کرتا ہے کہ۔

روئے پنہاں میکند ز ایٹیاں بروز	تا سوائے باعش نہ بکشایند پوز
ان سے دن میں منہ چھپاتا ہے	تاکہ وہ اس کے باغ کی جانب منہ نہ کھولیں

یعنی ان لوگوں سے دن دہاڑے روپوشی اختیار کرتا ہے تاکہ اس کے باغ کی طرف منہ نہ کھولیں۔ مطلب یہ کہ وہ لوگ بے چارے ایک ماہ کے بعد مارے تازے اس گاؤں میں پہنچے اور وہ کبخت روستائی دن دہاڑے روپوشی کرتا ہے اور چھپتا پھرتا ہے اگر رات ہو تو خیر ایک دوسرے کو دیکھتے بھی نہیں آنکھ تو چار نہ ہوں یہاں تو نالائق اس قدر بے مروتی کرتا ہے کہ دن دہاڑے دیدوں میں دیدے ڈال کر بے مروتی کرتا ہے بس حد ہوگئی اور صرف اس لئے کہ اگر ان کے ساتھ بے مروت کرتا ہوں تو میرے باغ کے میوے سب کھا جائیں ایسے شخص کے لئے تو یہی کہا جاوے گا کہ خدا ایسے کو غارت ہی کرے مولانا کو بھی غصہ آ گیا ہے فرماتے ہیں کہ۔

آں چناں رو کہ ہمہ زرق و سرشت	از مسلماناں نہاں اولیٰ ترست
------------------------------	-----------------------------

ایسا چہرہ جو جسم مکر اور شرارت ہے	مسلمانوں سے چھا رہنا بہتر ہے
-----------------------------------	------------------------------

یعنی ایسا منہ جو کہ بالکل مکر اور شر ہے وہ مسلمانوں سے پوشیدہ ہی (رہے تو) بہتر ہے (اور ایسے کجخت منحوس کی صورت نہ دیکھنا ہی بہتر ہے) اور فرماتے ہیں کہ۔

رو بہا باشد کہ دیواں چوں مگس	بر سرش بنشستہ باشد چوں حرس
------------------------------	----------------------------

بہت سے چہرے ہوتے ہیں کہ شیطاں کیوں کی طرح	(اور) چہرہ داروں کی طرح ان کے سر پر بیٹھے ہوتے ہیں
---	--

یعنی بہت منہ ایسے ہوتے ہیں کہ ان کے سر پر شیطاں کبھی کی طرح بیٹھے ہوتے ہیں جیسے کہ نگہبان ہوں مطلب یہ کہ بعض ایسے نالائق ہوتے ہیں کہ ان کے سر پر ہر وقت شیطان سوار رہتے ہیں۔

چوں بہ بنی روئے شاں در توفند	یا مہیں شاں چوں بدیدی خوش مخند
------------------------------	--------------------------------

جب تو ان کا چہرہ دیکھے گا وہ تجھے چھینے لے	یا تو ان کو نہ دیکھ یا اگر دیکھتا ہے تو مت ہنس
--	--

یعنی جب تم ان کا منہ دیکھو تو وہ تمہارے اندر پڑیں (یعنی ضرر پہنچاویں) تو یا تو ان کا منہ ہی مت دیکھو (اور یہی بہتر ہے) اور اگر دیکھ لیا تو پھر خوش مت ہو۔ اس لئے کہ مثل مشہور ہے کہ ہنسے اور پھنسنے۔ بس ان سے تعلق ہی مت رکھو کہ سخت مضر ہے۔

در چناں روئے خبیث عاصیہ	گفت یزداں نسفا بالناصیہ
-------------------------	-------------------------

ایسے ہی خبیث نافرمان چہرے کے بارے میں	خدا نے فرمایا ہے ہم پیشانی پکڑ کر ٹھینیں گے
---------------------------------------	---

یعنی ایسے ہی روئے عاصی کے بارے میں حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ نسفا بالناصیہ (یعنی اس کی پیشانی کے بال پکڑ کر کھینچے جاویں گے) مولانا فرماتے ہیں کہ یہ قول ایسے ہی نالائقوں کے حق میں ہے خیر آگے پھر ان مصیبت زدگان کی حالت مفصل بیان فرماتے ہیں کہ۔

چوں پرسیدند و خالشی یافتند	ہمچو خویشاں سوئے در بشتاقتند
----------------------------	------------------------------

جب انہوں نے معلومات کیں اور اس کا گھر پایا	انہوں کی طرح دروازے کی طرف دوڑے
--	---------------------------------

یعنی انہوں نے پوچھ پانچہ کر اس کا گھر پایا تو عزیزوں کی طرح اس کے دروازہ کی طرف دوڑے تاکہ دروازہ کھلاویں مگر گھر والے بھی تو اسی نالائق کے تھے وہ اس سے کم تھوڑے ہی تھے انہوں نے یہ کیا کہ

در فرو بستند اہل خانہ اش	خواجہ شد زیں کجروی دیوانہ وش
--------------------------	------------------------------

اس کے گھر والوں نے دروازہ بند کر لیا	خواجہ اس بدتمیزی سے دیوانہ جیسا ہو گیا
--------------------------------------	--

یعنی اس کے گھر والوں نے دروازہ بند کر لیا تو یہ خواجہ ان کی اس کجروی سے دیوانہ سا رہ گیا۔

لیک ہنگام درشتی ہم نبود	چوں در افتادی بچہ تیزی چہ سود
-------------------------	-------------------------------

لیکن سختی کا وقت بھی نہ تھا	تو جب کنویں میں گر گیا تیزی سے کیا ناکندہ؟
-----------------------------	--

یعنی لیکن وقت سختی کا بھی نہ تھا (کیونکہ مثل مشہور ہے کہ) جب تم کنویں میں گر پڑے تو اب تیزی سے کیا فائدہ تو اب تو آ پھنسے اگر اس وقت تیزی کرتے ہیں تو نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جس قدر امید ہوگی وہ بھی جاتی رہے گی لہذا آخر بے چاروں نے یہ کیا کہ۔

برورش ماند ند ایشاں پنجر روز	شب بسر ماروز خود خورشید سوز
وہ اس کے دروازہ پر پانچ روز پڑے رہے	رات جاڑے میں اور دن خود جلانے والے سورج والا

یعنی یہ لوگ اس کے دروازہ پر پانچ روز تک پڑے رہے رات کو جاڑے میں اور دن کو خوب آفتاب جلانے والا

نے ز غفلت بود ماندن نے خری	لیک بود از اضطرار و بے زری
پڑا رہنا غفلت کی وجہ سے تھا نہ حماقت کی وجہ سے	لیکن مجبوری اور مفلسی کی وجہ سے تھا

یعنی ان کا یہ (دروازہ پر پڑا) رہنا کسی غفلت یا گدھے پن کی وجہ سے نہ تھا بلکہ اضطرار اور بے زری کی بدولت تھا کہ بے چاروں کے پاس خرچ بھی ختم ہو گیا تھا ان کی یہ حالت تھی کہ۔

بالتیماں بستہ نیکاں ز اضطرار	شیر مرداری خورد از جوع زار
مجبوری سے بھلے کینوں سے وابستہ ہو گئے	بھوک سے لاغر شیر مردار کھا لیتا ہے

یعنی نیک لٹیہوں کے لئے بندھ گئے تھے جیسے کہ شیر جو بھوک سے زار و زار ہو کر مردار کھا لیا کرتا ہے۔ اسی طرح مصیبت کے مارے یہ پڑے ہوئے تھے۔

اوہمی دیدش ہمی کردش سلام	کہ فلائم مر مرا اینست نام
وہ (شہری) اس (دیہاتی) کو دیکھتا سلام کرتا	کہ میں فلاں ہوں میرا یہ نام ہے

یعنی وہ خواجہ اس نالائق کو دیکھتا تھا تو اس کو سلام کرتا تھا (اور کہتا تھا) کہ ارے میں فلاں ہوں اور میرا نام یہ ہے۔

گفت باشد من چه دانم تو کئی	یا پلیدی یا قرین پاکئی
اس دیہاتی نے کہا ہوگا میں کیا جانوں تو کون ہے؟	تو ناپاک ہے یا پاکی سے موصوف ہے

یعنی وہ روستائی خبیث کہتا کہ ہوگا میں کیا جانوں تو کون ہے کوئی پلیدی ہے یا کسی پاکی کا ساکھی ہے۔ مطلب یہ کہ وہ خبیث کہتا کہ بھائی تم کوئی ہو گے مگر مجھے کیا خبر ہے کہ کون ہو بھلے ہو یا برے ہو اور کہتا کہ مجھے کیا خبر اس لئے میری تو یہ حالت ہے۔

والہم روز و شب اندر صنع ہو	ہیچگونہ ہیستم پروائے تو
میں دن رات اللہ (تعالیٰ) کی کارگیری کا شیدا ہوں	مجھے تیری کوئی پروا نہیں ہے

یعنی میں تو صنع حق میں رات دن مستغرق ہوں اور مجھے تو کسی قسم کی خبر ہی نہیں۔

از خودی خود ندارم ہم خبر	نیست از ہستی سرمویم اثر
مجھے خود اپنا پتہ نہیں ہے	میرے وجود کا ایک ہال برابر بھی نشان نہیں ہے

یعنی میں تو اپنی ہستی کی بھی خبر نہیں رکھتا اور مجھے تو ہستی سے سرمو بھی اثر نہیں ہے مطلب یہ کہ خبیث صوفی بننا تھا اور کہتا تھا

کہ جناب میں تو حق تعالیٰ کی مصنوعات کے مشاہدے میں مستغرق ہوں مجھے اپنی بھی خبر نہیں میں تو اپنی ہستی کو فنا کر چکا ہوں۔ مٹا چکا ہوں تو بھلا جب مجھے اپنی خبر نہیں ہے تمہاری تو کیا خبر ہوگی اور کہتا کہ میری یہ حالت ہے کہ۔

ہوش من از غیر حق آگاہ نیست	درد و جانم بجز اللہ نیست
میرا ہوش اللہ کے سوا کسی سے باخبر نہیں ہے	میرے دل و جان میں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں ہے

یعنی میرے ہوش تو غیر حق سے آگاہ نہیں ہیں اور میرے دل و جان میں بجز اللہ کے کوئی نہیں ہے جب اس خواجہ نے اس قدر سرد مہری دیکھی تو اس کو سخت افسوس ہوا اور بولا کہ۔

گفت ایندم باقیامت شد شبیبہ	تا برادر شد یفرمن اخیہ
اس (شہری) نے کہا تو یہ وقت قیامت سے مشابہ ہو گیا	کہ بھائی اپنے بھائی سے بھاگنے لگا

یعنی وہ خواجہ بولا کہ یہ وقت تو مشابہ قیامت کے ہو گیا ہے کہ بھائی بھائی سے بھاگنے لگا ہے سچ یہ ہے کہ اس خواجہ کو اس وقت سخت حیرت اور پریشانی ہوگی خدا ایسے خبیث کو غارت ہی کرے۔ الحمد للہ الذی عافانی مما ابتلاک بہ و فضلنی علیٰ کثیر ممن خلق تفضیلا اس کی حالت کو دیکھ کر تو یہ دعا یاد آتی ہے اللہ ایسے شخص سے بچا دے۔

شرح میگردش من آنم کہ تو	لوہتا خوردی و خوان من دو تو
وہ (شہری) اس (دہائی) کے لئے واضح کرتا کہ میں وہی ہوں کہ تو نے	میرے دسترخوان سے خوب خوب لذت کھانے کھائے ہیں

یعنی وہ خواجہ بیان کرتا تھا کہ (ارے کبخت) میں وہ ہوں جس کے دسترخوان سے تو نے دونوں وقت کھانے کھائے ہیں اور کہتا تھا کہ۔

آں فلاں روزت خریدم آل متاع	کل سر جاوزا الاثنین شاع
فلاں دن میں نے تیرے لئے وہ سامان خریدا	جو راز دد سے آگے بڑھا شائع ہو گیا

یعنی کہ میں نے تجھے فلاں دن وہ اسباب خرید کر دیا تھا اور ہر بھید جو کہ دو سے گزر گیا وہ شائع ہو گیا مطلب یہ کہ یہ بات ایسی نہیں ہے کہ مجھے اور تجھے ہی خبر ہو بلکہ یہ تو مشہور و معروف بات ہے اور سب جانتے ہیں کہ تو آیا کرتا تھا اور میں تیرے ساتھ احسان کیا کرتا تھا اور کہتا تھا کہ۔

نے کہ بودی سالہا مہمان من	نے رسیدت بیکراں احسان من
کیا تو مہینوں میرا مہمان نہیں رہا	کیا تجھے میرے بے اتنا احسان نہیں پہنچے

یعنی کہ کیا تو سالہا سال تک میرا مہمان نہیں رہا ہے اور کیا تجھے میرے بے حد احسان نہیں پہنچے ہیں استفہام انکاری ہے یعنی پہنچے ہیں۔

سر مہر ماشنید ستند خلق	شرم دارو رو چونعت خورد خلق
ہماری محبت کے راز لوگوں نے سنے ہیں	جب خلق نعت کھاتا ہے تو منہ شرماتا ہے

یعنی ہماری محبت کی باتیں لوگ سنا کرتے تھے اور اگر خلق کوئی نعت کھالیتا ہے تو منہ کو شرم آیا کرتی ہے اور وہ اس صاحب

نعت کا شکر گزار ہوتا ہے مگر تو وہ نالائق ہے کہ تو نے ساری باتیں بالائے طاق اٹھا رکھی ہیں۔

اوہمی گفتش چہ گوئی ترہات	نے ترا دانم نہ نام تو نہ جات
وہ (دیہاتی) اس سے کہتا کیا بکواس بکتا ہے	نہ میں تجھے جانتا ہوں نہ تیرا نام نہ تیرا مقام

یعنی وہ (خبیث) اس خواجہ سے کہتا کہ کیا فضول باتیں کہہ رہے ہو میں نہ تجھے جانوں نہ تیرے نام کو اور نہ تیری جائے قیام کو غرض کہ وہ بے چارے اسی طرح باہر پڑے رہے اور اس نالائق نے ان کو نہ پوچھنا تھا نہ پوچھا۔ آخر یک گلے دیگر شکفت یہ ہوا کہ۔

پنجمیں شب ابرو بارانے گرفت	کاسماں از بارشش شد در شکفت
پانچویں رات ایسا ابر اور بارش آئی	جس کے برسنے سے آسمان کو بھی تعجب ہوا

یعنی پانچویں رات کو بارش اور ابر ہو گیا (اور اس قدر بارش ہوئی) کہ آسمان اس ابر کی بارش سے تعجب میں ہو گیا کہ اس نے یہ کہا کہ اللہ اکبر ایسی بارش کبھی نہ ہوئی تھی یعنی بڑے زور شور کی بارش ہونا شروع ہوئی۔

چوں رسیدش کار داندرا استخوان	حلقہ زد خواجہ کہ مہتر را بخواں
جب چھری اس کی ہڈیوں تک پہنچ گئی	خواجہ نے کنڈی بجائی کہ چودھری کو بلا

یعنی جب کہ چھری اس کی ہڈی تک پہنچ گئی (یعنی بہت سخت تکلیف ہوئی اور تکلیف حد کو پہنچ گئی تو) خواجہ نے کنڈی کھٹکھٹائی کہ ذرا چودھری جی کو تو بلاؤ سچ یہ ہے کہ یہ خبیث اردو زبان کا مہتر (یعنی بھنگی) تھا۔

چوں بصدالحاح آمد سوائے در	گفت آخر چیست اے جان پدر
جب سینکڑوں خوشامدوں سے وہ دروازہ پر آیا	یولا بابا آخر کیا ہے

یعنی جب کہ وہ خواجہ سینکڑوں الحاح اور عاجزی سے دروازہ پر آیا تو وہ نالائق بولا کہ میاں آخر کیا ہے۔

گفت من آل حقہا بگذاشتم	ترک کردم انچہ می پنداشتم
(خواجہ نے) کہا میں نے سب حق چھوڑے	جو کچھ میں نے خیال کیا تھا میں اس سے باز آیا

یعنی خواجہ نے کہا کہ میں نے ان حقوق (دوستی) کو ترک کیا اور جو کچھ کہ میں نے سمجھا تھا اس کو ترک کیا مطلب یہ کہ میرا جو خیال تھا کہ تو میرے ساتھ سلوک کرے گا ان سب کو میں نے ترک کیا اور سارے خیالات کو چھوڑا اور سارے حقوق کو بھی ایک طرف رکھتا ہوں بس اب بطور انسان ہونے کے کہ تو بھی انسان ہے اور میں بھی تجھ سے یہ کہتا ہوں کہ۔

پنجسالہ رنج دید این پنجر روز	جاں مسکینم دریں سرما و سوز
ان پانچ روز میں پانچ سال کا رنج دیکھا	میری عاجز جان نے جاڑے اور تکلیف میں

یعنی میری جان مسکین نے اس پانچ دن میں پانچ برس کی تکلیف دیکھی ہے یعنی اس قدر سخت کلفت ہوئی ہے جیسے کہ پانچ برس تک تکلیف ہی تکلیف گزری ہے۔

یک جفا از خویش واز یار و تبار	در گرانی ہست چوں سی صد ہزار
اپنے عزیز اپنے دوست اور خاندان کا ایک ظلم	شدت میں تیس لاکھ سے زیادہ ہے

یعنی اپنے عزیز اور یار و تبار سے ایک جفا بھی گرانی میں تیس لاکھ برابر ہوتی ہے

زانکہ دل نہاد بر جور و جفاش	جالش خوگر بود با مہر و وفاش
کیونکہ دل اس کے ظلم و زیادتی کا عادی نہ تھا	جان اس کی محبت اور وفاداری کی عادی تھی

یعنی اس لئے کہ اس شخص نے ان لوگوں کی جفا پر تو دل نہ رکھا تھا تو اس کی جان تو ان کی مہر و وفا کی خوگر بھی مطلب یہ کہ اگر عزیز و اقارب کی کوئی ذرا سی بھی بات ہو وہ بھی گراں ہوتی ہے اس لئے کہ اس کو ان لوگوں سے امید و وفا ہی کی ہوتی ہے جفا کی ہوتی نہیں تو خلاف امید ہونے سے کلفت ہوتی ہے جب بات ہے تو آگے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

ہر چہ بر مردم بلا و شدت است	ایں یقین داں کز خلاف عادت است
انسانوں پر جو مصیبت اور سختی ہے	یقین کز خلاف عادت ہونے کی وجہ سے ہے

یعنی آدمی پر جو بلا اور شدت ہے یہ یقین جانو کہ یہ خلاف عادت کی وجہ سے ہے بس اگر کسی سے امید ہی نہ ہو تو اس کے خلاف بھی نہ ہوگا اور پھر کلفت بھی نہ ہوگی۔ تو یہ ساری کوفت اس کی ہے کہ غیر حق سے امید رکھتے ہیں لہذا بس ساری امید حق تعالیٰ سے رکھنا چاہئے کسی اور سے تعلق اور امید ہی مت رکھو خیر جب اس نے بہت ہی الحاح و زاری کی تو وہ نالائق بولا کہ

گفت اے خورشید مہرت در زوال	گر تو خونم ریختی کردم حلال
(خواب نے) کہا اے وہ کہ تیری محبت کا سورج زوال پذیر ہے	اگر تو مجھے مار بھی ڈالے تو میں نے تجھے معاف کیا
امشب از باران بمادہ گوشہ	تابیابی در قیامت توشہ
آج کی رات ہارش کی وجہ سے ہمیں ایک گوشہ دے دے	تاکہ تو قیامت میں توشہ پائے
گفت یک گوشہ است آن باغبان	ہست اینجا گرگ را او پاسبان
(دیہاتی نے) کہا باغبان کی ایک جگہ ہے	وہاں وہ بھیڑیے کا محافظ ہے

یعنی اس نے کہا کہ ایک گوشہ ہے وہ باغبان کا ہے اور وہ باغبان اس جگہ بھیڑیے کا پاسبان ہے مطلب یہ کہ بولا کہ اور کوئی جگہ تو خالی نہیں ہے صرف ایک کونہ باغبان کا ہے اس میں وہ رہتا ہے اور رات کو وہ پاسبانی کرتا ہے تاکہ بھیڑیا نہ گھس آوے۔

در کفش تیر و کماں از بہر گرگ	تا زند چوں آید آں گرگ سترگ
اس کے ہاتھ میں بھیڑیے کے لئے تیر و کمان رہتا ہے	تاکہ اگر وہ موٹا بھیڑیا آئے تو وہ اس کو مارے

یعنی اس کے ہاتھ میں بھیڑیے کے لئے تیر و کمان ہے تاکہ جب وہ گرگ قوی ہیکل آوے تو اس کے مار دے۔

گر تو آں خدمت کنی جا آن تست	ور نہ جائے دیگرے فرمائے جست
اگر تو یہ خدمت کرے تو یہ جگہ تیرے لئے ہے	ور نہ کوئی دوسری جگہ تلاش کر لے

یعنی اگر تم یہ خدمت کرو تو جگہ تمہاری ہے ورنہ دوسری تلاش کر لو مطلب یہ کہ اگر تم پاسبانی کرو تو خیر وہ جگہ تم کو مل سکتی ہے خیر اس بے چارے کو تو ضرورت تھی مثل ہے کہ ڈوبتے کو تنکے کا سہارا ہوتا ہے اس نے اسی کو غنیمت سمجھا اور کہا کہ۔

گفت صد خدمت کنم تو جائے دہ	واں کمان و تیر در دستم بنہ
اس (خواجہ) نے کہا میں سو خدمتیں کروں گا تو جگہ دیدے	وہ تیر و کمان میرے ہاتھ میں دے دے

یعنی خواجہ نے کہا کہ میں تو تیری سو خدمتیں کروں گا تو مجھے جگہ دیدے اور وہ کمان اور تیر میرے ہاتھ میں دے۔

من نہ چسپم حارسی رز کنم	گر بر آرد گرگ سر تیرش زخم
میں نہ سوؤں گا انگوڑ کی حفاظت کروں گا	اگر بھڑیا سر نکالے گا اس پر تیر چلاؤں گا

یعنی خواجہ نے کہا کہ میں سوؤں گا نہیں بلکہ انگوڑوں کی حفاظت کروں گا اور اگر بھڑیا سر نکالے گا تو میں اس کے تیر ماروں گا۔

بہر حق مگزارم امشب اے دودل	آب باراں بر سر و در زیر گل
اے ٹٹلی! خدا کے لئے آج کی رات مجھے (اس جگہ) نہ چھوڑ	بارش سر پر ہے اور کچھ نیچے ہے

یعنی ارے دودلے خدا کے واسطے آج کی رات مجھے (باہر) مت چھوڑ اس لئے کہ بارش کا پانی سر پر ہے اور نیچے مٹی ہے لہذا خدا کے واسطے جگہ دیدے خیر اس نے وہ جگہ اور وہ عہدہ خواجہ صاحب کو عنایت کر دیا۔

گوشہ خالی بدو او باعیال	رفت آنجا جائے تنگ و بے مجال
گوشہ خالی تھا اور وہ مع بال بچوں کے	اس جگہ چلا گیا جو تنگ جگہ تھی اور گنجائش کی نہ تھی

یعنی وہ گوشہ خالی تھا اور وہ مع اہل و عیال کے اس جگہ چلا گیا جگہ تنگ تھی اور بے جولا نگاہ کے یعنی نہ چلنے پھرنے کی جگہ نہ کچھ بہت ہی چھوٹا اور مختصر کونا تھا تو سب کی یہ حالت تھی کہ۔

چوں ملخ بر ہمدگر گشتہ سوار	از نہیب سیل اندر کج غار
وہ ٹڈیوں کی طرح ایک دوسرے پر چڑھے ہوئے تھے	غار کے کونے میں ہارش کے خوف سے

یعنی ٹڈی کی طرح وہ سب ایک دوسرے پر اس غار کے کونے میں خوف سیل سے سوار تھے یعنی بس ایک پر ایک پڑا ہوا تھا۔

شب ہمہ شب جملہ گویاں کاے خدا	ایں سزائے ماسزائے ماسزا
ساری رات سب یہ کہہ رہے تھے کہ اے خدا!	یہی ہماری سزا ہے یہی سزا ہمارے لائق ہے

یعنی رات کو تمام رات وہ سارے یوں کہہ رہے تھے کہ اے خدا یہ ہماری سزا ہے اور ہماری سزا ہے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

ایں سزائے آنکہ شد یار خساں	یا کسے کرد از برائے ناکساں
یہی اس کی سزا ہے جو کینوں کا دوست بنا ہو	یا اس نے کینوں کے ساتھ انسانیت برتی ہو

یعنی یہ اس شخص کی سزا ہے جو کہ کینوں کا دوست بنایا اس نے نالائقوں کے ساتھ نالائقوں جیسا معاملہ کیا۔

ایں سزائے آنکہ اندر طمع خام	ترگ گوید خدمت خاک کرام
یہی اس کی سزا ہے جس نے بے ہودہ لالچ میں	شریفوں کی خاک کی خدمت چھوڑی ہو

یعنی یہ سزا اس شخص کی ہے کہ جو طمع خام میں حضرت اولیاء کرام کی خدمت کو ترک کر دے مولانا ان کی حالت سے انتقال فرماتے ہیں ان لوگوں کی حالت کی طرف جو کہ اولیاء اللہ کی مخالفت کرتے ہیں فرماتے ہیں کہ جو لوگ حضرات اولیاء اللہ کی خدمت کو طمع کی وجہ سے ترک کرتے ہیں وہ بھی اسی طرح مصیبت میں پھنسا کرتے ہیں جیسے کہ ان کو طمع نے خراب کیا ہے کہ کدھر ہی کا نہ رکھا۔

خاک پا کاں لیسی و دیوار شاں	بہتر از عام و رز و گلزار شاں
بھلوں کی دیوار اور مٹی چاٹا	بہتر ہے عوام اور ان کے انگور اور باغ سے

یعنی پاک لوگوں کی خاک کو اور ان کی دیوار کو چاٹو یہ عام لوگوں سے اور ان کے انگوروں اور ان کے گلزار سے بہتر ہے مطلب یہ کہ ان حضرات کی خدمت عوام الناس کے اکرام سے بھی بہتر ہے اور فرماتے ہیں کہ۔

بندہ یک مرد روشن دل شوی	بہ کہ برفرق سر شاہاں روی
کسی روشن دل انسان کا خادم ہونا	اس سے بہتر ہے کہ تو بادشاہوں کے سر کی مانگ پر چڑھے

یعنی کسی مرد روشن دل کے غلام ہو اس سے بہتر ہے کہ بادشاہوں کے سر پر چلو مطلب یہ کہ اولیاء اللہ کے پاؤں اپنے سر پر رکھنا اس سے بہتر ہے کہ اپنے پاؤں اوروں کے سر پر رکھو اس لئے کہ

از ملوک خاک جز بانگ دہل	تو نخواستہ ہی یافت اے پیک سبل
دنیا کے بادشاہوں سے سوائے نقارے کی آواز کے	تو کچھ نہ پائے گا اے راستوں پر چلنے والے

یعنی اے سالک تم ان شاہان دنیا سے سوائے بانگ دہل کے اور کچھ نہ پاؤ گے یعنی بجز اس کے کہ ان کی شہرت ہے باقی ان کے اندر کوئی خوبی نہیں ہے باطن خالی ہے صرف ظاہر ہی ظاہر ہے۔

شہریاں خود رہ زناں نسبت بروح	روستائی کیست کیج بے فتوح
روح کے مقابلہ میں شہری خود ڈاکو ہیں	دیہاتی کیا ہے؟ بے فیض بے وقوف

یعنی شہری لوگ خود روح کی نسبت کر رہ زن ہیں تو روستائی تو بھلا کیا ہے ایک احمق بے فتوح مطلب یہ کہ جو لوگ کہ شہری اور عاقل ہیں وہ بھی بہ نسبت روح کے رہ زن ہیں تو بھلا یہ گنوار جس کو کہ عقل بھی نہیں ہے یہ تو کیوں نہ دشمن روح اور دشمن اولیاء کرام ہوں گے۔

ایں سزائے آنکہ بے تدبیر عقل	بانگ غولے آمدش بگزید نقل
یہ اس کی سزا ہے کہ عقل کی تدبیر کے بغیر	اس کو چھادے کی آواز آئی اور اس نے نقل اتاری

یعنی یہ اس شخص کی سزا ہے کہ جس کو ایک آواز غول آئی تو اس نے بے تدبیر عقل کے نقل اختیار کر لیا مطلب یہ کہ یہ اس شخص کی سزا ہے جو کہ شیاطین کی آواز پر عمل کرتا ہے اور عقل سے مشورہ نہیں لیتا اور اس کی تدبیر پر عمل نہیں کرتا۔

چوں پشیمانی ز دل شد تا شغاف	زاں سپس سودے نداد اعتراف
جب شرمندگی دل سے اس کی = میں پہنچ گئی	اس کے بعد (مطلبی کا) اقرار کوئی قائمہ نہیں دیتا ہے

یعنی جب کہ پشیمانی دل سے سویدائے قلب تک پہنچ گئی تو اس کے بعد اعتراف قصور کوئی فائدہ نہیں رکھتا مطلب یہ کہ جب کوئی کام کیا اور اس کی وجہ سے پشیمانی حاصل ہوئی اور وہ کام ختم ہو چکا تو اگر اب یہ کہیں کہ بے شک یہ ہماری غلطی تھی اور اعتراف غلطی کریں تو اس سے کیا فائدہ ہوتا ہے۔

چوں پشیمان گشت از دل انچه کرد	بعد از اں سو دش ندارد آہ سرد
جب اپنے کئے پر دل سے شرمندہ ہو گیا	اس کے بعد ٹھنڈی آہ اس کے لئے مفید نہیں ہے

یعنی جب کہ اپنے کئے پر دل سے پشیمان ہو لیا تو اس کو آہ سرد کرنا مفید نہیں ہے مطلب یہ کہ جب کوئی شخص اپنے کئے پر دل سے پشیمان ہو لیا اور پشیمانی ہوا کرتی ہے بعد اس کام کے ختم کے تو گویا کہ جب وہ کام ہو چکا تو اب افسوس کرنے سے کیا ہوتا ہے مثل مشہور ہے کہ اب کیا ہو پچھتانے سے جب چڑیاں چک گئیں کھیت تو اسی طرح جب اس خواجہ نے اول ہی اس کے مکرو اور کذب کو نہ سمجھا تو اب افسوس کرنے اور پشیمان ہونے سے کیا ہوتا ہے آخر کار یہ ہوا کہ

آں کمان و تیر اندر دست او	گرگ را جویاں ہمہ شب سوبسو
وہ تیر و کمان اس کے ہاتھ میں	ادھر ادھر تمام رات بھیڑیے کو ڈھونڈتا رہا

یعنی وہ کمان اور تیر اس کے ہاتھ میں تھا اور ادھر ادھر بھیڑیے کو تلاش کرتا تھا مولانا فرماتے ہیں کہ۔

گرگ خود بروئے مسلط جوں شرر	گرگ جویاں وز گرگ او بے خبر
بھیڑیا خود چنگاریوں کی طرح اس پر مسلط تھا	وہ بھیڑیے کو تلاش کرتا تھا اور بھیڑیے سے بے خبر تھا

یعنی بھیڑیا تو اس پر خود شرر کی طرح مسلط تھا اور وہ گرگ کو ڈھونڈتا رہا تھا اور اس گرگ سے بے خبر تھا مطلب یہ کہ مولانا فرماتے ہیں کہ وہ روستائی تو گرگ کی طرح اس خواجہ پر مسلط تھا اور یہ حضرت گرگ کو تلاش کر رہے تھے اور یہ خبر نہ تھی کہ وہ اس پر مسلط ہے تو ایک گرگ کو تلاش کر رہا تھا اور اس گرگ سے بے خبر تھا آگے ترقی کر کے فرماتے ہیں کہ۔

ہر پشہ ہر یک چوں گرگے شدہ	اندر اں ویرانہ شاں زخمی زدہ
ہر چمچ اور ہر پشو بھیڑیے کی طرح بن گیا تھا	جو اس ویرانہ میں ان کو کاٹ رہا تھا

یعنی ہر چمچ اور ہر پشو گرگ کی طرح ہو رہا تھا اور اس ویرانہ میں زخم مار رہا تھا مطلب یہ کہ بھلا وہ روستائی تو کیا مسلط تھا ان بے چاروں کے اوپر ہر پشہ اور ہر پشو مسلط ہو رہا تھا اور کاٹ رہا تھا غرض کہ سخت مصیبت میں مبتلا تھا اور یہ حالت تھی کہ۔

فرصت آں پشہ راندن ہم نبود	از نہیب حملہ گرگ عنود
اس کو ان چمچوں کو اڑانے کی بھی فرصت نہ تھی	کینے بھیڑیے کے حملے کے ڈر سے

یعنی اس چمچ کے ہٹانے کی بھی اس گرگ عنود کے خوف کی وجہ سے فرصت نہ تھی۔

تانیاید گرگ اسپے زند	روستائی ریش خواجہ بر کند
تاکہ بھیڑیا نہ آجائے (اور) نقصان پہنچا دے	(اور) دیہاتی خواجہ کی ڈاڑھی لوچے

یعنی تاکہ یہیں بھیڑیا نہ آ جاوے اور گزند پہنچاوے اور پھر روستائی خواجہ صاحب کی ڈاڑھی اوکھاڑے۔

ایں چنیں دندان زناں تا نیم شب	جان شاں از ناف می آمد بلب
اسی طرح آدمی رات تک لڑتے ہوئے	ان کی جان ناف سے لبوں تک آ رہی تھی

یعنی وہ خواجہ اسی طرح آدمی رات تک دانت بجاتا پھر اور ان کی جان ناف سے لب پر آتی تھی غرضکہ وہ بے چارے اسی مصیبت میں مبتلا تھے کہ ایک اور مزا ہوا وہ یہ کہ۔

ناگہاں تمثال گرگے ہشتیہ	سر بر آورد از فراز پشتیہ
اپناک ایک آوارہ بھیڑیے کی صورت نے	ٹیلے کے پیچھے سے سر اہارا

یعنی ناگہاں ایک بھیڑیے کی جیسی شکل نے ایک پشتہ پر سے سر نکالا (اسکو دیکھتے ہی)

تیر را بکشاد آں خواجہ ز شست	زد براں حیواں کہ تا افتاد پشت
اس خواجہ نے تیر چلی سے چھوڑا	اس جانور کو مارا تو وہ گر پڑا

یعنی خواجہ نے شست سے تیر کو کھینچا اور اس جانور پر ایسا مارا کہ وہ پیچھے کو گر گیا۔

اندر افتادن ز حیواں باد جست	روستائی ہائے کر دو کوفت دست
گرنے سے حیوان کا گوز خارج ہوا	دیہاتی نے ہائے کی اور ہاتھ (سر پر) مارا

یعنی گرنے میں اس جانور کا گوز نکل گیا تو روستائی نے ہائے کی اور ہاتھ پیٹ لیا اور بولا کہ۔

نا جوانمردا کہ خر کرہ من است	گفت نے ایں گرگ چوں آہر من است
اے نامرادا میرے گدھے کا بچہ ہے	(خواجہ نے) کہا نہیں یہ دیو بیکر بھیڑیا ہے

یعنی اے نا جوانمرد یہ تو میرا گدھی کا بچہ ہے تو خواجہ نے کہا کہ نہیں یہ تو بھیڑیا مثل شیطان کے ہے۔

اندر و اشکال گرگے ظاہر است	شکل او از گرگی او مخبر است
میں بھیڑیے پن کی صورت واضح ہے	اس کی شکل اس کے بھیڑیا ہونے کو بتا رہی ہے

یعنی اس کے اندر گرگ کی شکلیں ظاہر ہیں اور اس کی شکل اس کی گرگ سے مخبر ہے مطلب یہ کہ اس نے کہا کہ یہ تو یقیناً بھیڑیا ہے اور اس کے اندر تو صاف طور پر بھیڑیے کی شکل ظاہر ہے تو اس روستائی نے کہا کہ۔

گفت نے بادے کہ جست از فرج دے	می شناسم ہچناں کا بے زے
اس (دیہاتی) نے کہا نہیں جو گوز اس کی شرمگاہ سے خارج ہوا ہے	میں اس کو پہچانتا ہوں جیسا کہ پانی کو شراب سے

یعنی اس روستائی نے کہا کہ نہیں اس کی فرج سے جو ہوا نکلی ہے میں اس کو اس طرح پہچانتا ہوں جیسے کہ پانی کو شراب سے یعنی جس طرح کہ وہ دونوں چیزیں ممتاز ہوتی ہیں اور اس کو ایک دوسرے سے ہر شخص ممتاز کر سکتا ہے اسی طرح میں اس کے گوز کو پہچانتا ہوں اور کہا کہ۔

کشتہ خرکرہ ام را در ریاض	کہ مبادت بسط ہرگز ز انقباض
تو نے کھیتوں میں میرے گدھے کا بچہ مار ڈالا	(خدا کرے) تجھے تنگی سے فراخی بھی (نصیب) نہ ہو

یعنی تو نے میرے گدھی کے بچہ کو باغوں میں مار ڈالا ہے تو خدا کرے تجھے حالت انقباض سے بسط بھی نہ ہو مطلب یہ کہ اس کو بددعا دیتا ہے کہ خدا کرے تجھے کبھی آرام نصیب نہ ہو اور ہمیشہ مصیبت ہی میں مبتلا رہے۔

گفت نیکوتر تفحص کن شب است	شخصہا در شب ز ناظر محجب است
اس (خواجہ) نے کہا اچھی طرح تحقیق کر لے رات ہے	رات میں صورتیں آنکھ سے مخفی ہوتی ہیں

یعنی خواجہ نے کہا کہ اچھی طرح تلاش کر لو اس لئے کہ رات ہے اور جسے رات میں دیکھنے والے سے پوشیدہ ہوتے ہیں یعنی اس نے کہا کہ ذرا تلاش کر لو اور غور کر لو اس لئے کہ اکثر دھوکا ہو جایا کرتا ہے رات کا وقت ہے تم بھیڑیے کو گدھی کا بچہ سمجھے ہوئے ہو۔

شب غلط بنماید و مبدل بے	دیدے صائب شب ندارد ہر کسے
رات بہت ہی چیزوں کو غلط اور بدلی ہوئی دکھا دیتی ہے	رات میں ہر شخص ٹھیک نگاہ نہیں رکھتا ہے

یعنی رات بسا اوقات غلط اور مبدل دکھا دیتی ہے اور رات کا دیکھنا ہر شخص صائب نہیں رکھتا مطلب یہ کہ رات کو ہر شخص کو دیکھنے میں غلطی ہو جایا کرتی ہے تو شاید تمہیں بھی غلطی ہو رہی ہے۔

ہم شب وہم ابرہم باراں ژرف	ایں سہ تاریکی غلط آرد شگرف
رات بھی اور ابر بھی اور گہری بارش بھی	یہ تین اندھیریاں بڑی غلطی پیدا کر دیتی ہیں

یعنی رات بھی ہے اور ابر بھی اور بارش سخت بھی تو یہ تین تاریکیاں بہت زیادہ غلطی پیدا کرتی ہیں مطلب یہ کہ خواجہ نے کہا کہ بھائی دیکھ تو اندھیری بھی تو بہت سخت ہے رات ہے پھر ابر ہے لہذا یقیناً غلطی ہو سکتی ہے مگر جناب وہ کب ماننے والا تھا وہ گدھے کا بچہ تو اپنے گدھی کے بچہ کی گوز کو خوب پہچانتا تھا اس نے کہا کہ۔

گفت ایں برمن چوروز روشن است	من شناسم بادخر کرہ من است
اس (دیہاتی) نے کہا یہ مجھ پر روز روشن کی طرح ہے	میں پہچانتا ہوں (یہ) میرے گدھے کے بچہ کا گوز ہے

یعنی اس نے کہا یہ مجھ پر روز روشن کی طرح (ظاہر) ہے اور میں پہچانتا ہوں کہ میرے گدھے کے بچہ ہی کا گوز ہے۔

در میان بست باد آن بادرا	می شناسم چوں مسافر زادرا
بینوں ہواؤں میں اس ہوا کو	میں پہچانتا ہوں جیسا کہ مسافر توشہ کو

یعنی میں گوزوں میں بھی میں اس گوز کو پہچانتا ہوں جیسے کہ مسافر زاد کو پہچان لیتا ہے سبحان اللہ مولانا نے تشبیہ بھی غضب کی دی ہے گوز کی شناخت کو شناخت زاد سے خدا کی قسم اگر پہچان ہو تو ایسی تو ہوا واہ واہ سبحان اللہ قربان جائیے۔ جب اس خبیث نے یہ کہا تو آخر اس بے چارے خواجہ کو بھی غصہ آ گیا۔

خواجه برجست و بیامد ناشگفت	روستائی را گریبانش گرفت
خواجه اچھل پڑا اور بے صبر ہو گیا	دیہاتی کا گریبان پکڑ لیا

یعنی خواجه اچھلا اور بے صبر ہو گیا اور اس دیہاتی (خبیث) کا گریبان پکڑ لیا اور بولا کہ

کابلہ طرارشید آوردہ	بنگ و ایفون ہر دو باہم خوردہ
کہ بیوقوف گرا کٹ تونے کر گیا ہے	بھنگ اور ایفون دونوں ملا کر تونے کھائی ہیں

یعنی کہ ارے بیوقوف چالاک تو مکر لایا ہے اور بھنگ اور ایفون تونے ملا کر کھائی ہیں اس لئے نشہ زیادہ ہو گیا جو ایسی باتیں کر رہا ہے۔

در سہ تاریکی شناسی باذخر	چوں ندانی مر مرا اے خیرہ سر
تین اندھیروں میں تو گدھے کی ہوا کو پہچانتا ہے	اے دیوانے! تو مجھے کیوں نہیں پہچانتا ہے؟

یعنی تین تاریکیوں میں گوز خر کو تو پہچانتا ہے تو ارے بیوقوف مجھے کس طرح نہیں پہچانتا۔

آنکہ داند نیم شب گو سالہ را	چوں نداند ہمرہ وہ سالہ را
جو آدمی رات میں بچڑے کو پہچان لے	وہ دس سالہ ساتھی کو کیسے نہیں پہچانتا؟

یعنی جو شخص کہ آدمی رات کو گو سالہ کو پہچان لے وہ (سالہ) دس برس کے ساتھی کو کیوں نہیں پہچانتا مطلب یہ کہ جب شناخت اس قدر بڑھی ہوئی ہے تو اس کو کیوں شناخت نہیں کرتا اور اگر اس کو نہیں پہچانتا تو اس کو کس طرح پہچانا اس سے معلوم ہوا کہ شرارت ہے اور کچھ نہیں۔

خویشستن را عارف و والہ کنی	خاک در چشم مروت می زنی
اپنے آپ کو باخدا اور عاشق بناتا ہے	مروت کی آنکھ میں دھول جھونکتا ہے

یعنی اپنے آپ کو عارف اور مستغرق بناتا ہے اور چشم مروت میں خاک ڈالتا ہے یعنی بے مروتی تو اس قدر کرتا ہے اور پھر عارف حق بھی بنتا ہے شرم نہیں آتی ہے اور کہتا ہے کہ

کہ مرا از خویش ہم آگاہ نیست	در دلم گنجا بجز اللہ نیست
کہ مجھے اپنی بھی خبر نہیں ہے	میرے دل میں اللہ کے سوا کسی کی گنجائش نہیں ہے

یعنی کہ مجھے اپنے سے بھی آگاہی نہیں ہے اور میرے دل کے اندر سوائے خدا کے کوئی سما یا ہوا نہیں ہے اور کہتا ہے کہ

انچہ دے خوردم از انم یاد نیست	ایں دل از غیر تخیر شاد نیست
میں نے جو کل کھایا وہ بھی مجھے یاد نہیں ہے	یہ دل (مقام) حیرت کے علاوہ کسی چیز سے خوش نہیں ہے

یعنی جو کچھ کہ میں نے کل کھایا ہے وہ بھی مجھے یاد نہیں ہے اور یہ دل غیر حیرت سے شاد نہیں ہے یعنی اس میں بجز حق کے اور کوئی ہے ہی نہیں۔

عائل و مجنون ہم یاد آر	در چنین بیخوشیم معذور دار
مجھے اللہ کا عائل اور دیوانہ سمجھ	اس طرح کی مدہوشی میں مجھے معذور سمجھ

یعنی مجھے عائل اور مجنون حق سمجھو تو ایسی بے خویشی میں مجھے معذور سمجھو مطلب یہ کہ اگر میں تم کو بھول گیا ہوں اور مجھے تمہاری خبر نہیں رہی تو اس میں مجھے معذور سمجھو اس لئے کہ میں تو مست و بے خود ہوں۔

آنکہ مردارے خورد یعنی نبیزد	شرع اور اسوئے معذوراں کشید
جو شخص حرام یعنی نبیزد پی لیتا ہے	شریعت اس کو معذوروں میں داخل کر دیتی ہے

یعنی جو شخص مردار کھاتا ہے یعنی شراب تو شرع نے اس کو بھی معذوروں کی طرف کھینچا ہے

مست و سنگی را طلاق و بیع نیست	ہمچو طفلیست او معاف و مطلقے است
مست اور بھنگ پینے والے کی طلاق اور بیع (معتبر) نہیں ہے	وہ بچہ کی طرح ہے جو معاف اور آزاد ہے

یعنی مست اور بھنگ والے کی طلاق اور بیع نہیں ہے وہ بچہ کی طرح ہے اور وہ معاف کیا گیا اور مطلق چھوڑا گیا ہے ہمارے امام صاحب کے یہاں تو نشہ باز کی طلاق واقع ہو جاتی ہے مگر بیع واقع نہیں ہوتی اور امام شافعی کے یہاں دونوں واقع نہیں ہوتیں تو وہ کہتا ہے کہ دیکھو جو شخص حرام شے کھا کر بے خود ہوا ہے اس کو بھی معذور کہا جاتا ہے اگرچہ بعض ابام ہی کہیں مگر کہتے تو ہیں۔

مستی کا یذ زبوائے شاہ فرد	صدخم مے در سر و مغز اں نکر د
وہ مستی جو یکتا شاہ کی خوشبو سے پیدا ہو	شراب کے سونکے بھی سر اور دماغ میں وہ نہیں کر سکتے

یعنی جو مستی کہ مستی شاہ یکتا کی بو سے آوے ایسی تو سو شراب کے مشکوں نے بھی سر اور مغز میں نہیں کی مطلب یہ کہ جو مستی کی مستی حق ہے ویسی تو سینکڑوں خم میں بھی نہیں ہے۔

پس برا و تکلیف چوں باشد روا	اسپ سا قظ گشت و شد بے دست و پا
اس کو مکلف بنانا کیسے جائز ہو گا؟	گھوڑا گر گیا ہے اور وہ بے دست و پا ہو گیا ہے

یعنی پھر اس پر تکلیف (احکام) کس طرح جائز ہو سکتی ہے گھوڑا اگر پڑا اور بے دست و پا ہو گیا مطلب یہ کہ جو شخص کہ مست حق ہو اس پر کسی طرح احکام جاری ہوں گے یعنی بات ہے کہ وہ بطریق اولیٰ معذور ہو گا اس کی تو ایسی مثال ہے کہ جیسے گھوڑا اگر پڑا اور بے دست و پا ہو گیا تو اس کو کوئی نہیں چلاتا اسی طرح جو کہ مست ہو گیا وہ بھی معذور ہو جاتا ہے۔

بار بر گیرند چوں آمد عرج	گفت حق لیس علی الاعمی حرج
جب لنگڑا پن آ جاتا ہے بوجھ ہٹا لیتے ہیں	اللہ (تعالیٰ) نے فرمایا ہے اندھے پر گناہ نہیں ہے

یعنی جب لنگڑا پن آتا ہے تو بوجھ اتار لیتے ہیں اور حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اندھے پر کوئی تکلیف نہیں ہے۔

ہمچنین لیس علی الاعرج حرج	نیست رنجے چوں می و چوں عرج
جب لنگڑا پن آ جاتا ہے بوجھ ہٹا لیتے ہیں	اللہ (تعالیٰ) نے فرمایا ہے اندھے پر گناہ نہیں ہے

یعنی اسی طرح لنگڑے پر حرج نہیں ہے اس لئے کہ اندھے پن اور لنگڑے پن کی طرح کوئی تکلیف نہیں ہے مطلب یہ کہ دیکھو اندھے لنگڑے جو معذور ہوں ان کو حق تعالیٰ نے بھی معذور رکھا ہے تو بس پھر میری تو یہ حالت ہے کہ۔

بار کہ نہد در جہاں خر کرہ را	درس کہ دہد پارسی بومرہ را
گدھے کے بچے پر بوجھ کون لادتا ہے؟	فارسی کا سبق شیطان کو کون پڑھاتا ہے؟

یعنی گدھے کے بچے پر کون بوجھ رکھتا ہے اور بومرہ کو کون فارسی پڑھاتا ہے بومرہ کنیت شیطان کی ہے مطلب یہ کہ یہ باتیں بے جوڑ ہیں اور بے فائدہ ہیں اس لئے کہ گدھے کا بچہ ابھی بوجھ کو سنبھالنے کے لائق نہیں ہے اور شیطان جو کہ اوروں کو پڑھنے سے روکتا ہے خود تو کیا ہی پڑھے گا تو اسی طرح مستحق کو تکلیف احکام دینا سخت غیر موزوں ہے اور قاعدہ ہے کہ۔

سوئے خود اعلیٰ شدم از حق بصیر	پس معام از قلیل و از کثیر
اپنے لئے میں اندھا ہوں خدا کے معاملہ میں بیٹا ہوں	تو مجھے تموڑے اور زیادہ سے معافی ہے

یعنی میں اپنی طرف سے تو اندھا ہوں اور حق تعالیٰ کی طرف سے بصیر ہوں۔ پس میں قلیل و کثیر (سب احکام) سے معاف کیا گیا ہوں اور مجھ پر احکام کی تکلیف نہیں ہے مطلب یہ ہے کہ خواجہ نے اس روستائی سے کہا کہ کج بخت تو یہ کہتا ہے اور تیری یہ حالت ہے کہ

لاف درویشی زنی و بے خودی	ہائے و ہوئے عاشقان ایزدی
تو درویشی اور بے خودی کی ڈٹیں مارتا ہے	اللہ کے عاشقوں جیسی ہائے و ہوئے (کرتا ہے)

یعنی درویشی اور بے خودی کی سٹیجی مارتا ہے اور عاشقان حق جیسی ہائے ہوئے کرتا ہے اور کہتا ہے کہ

کہ زمیں را من ندانم ز آسماں	امتحان کرد غیرت امتحاں
کہ میں آسمان اور زمین میں فرق نہیں کر سکتا ہوں	غیرت (خداوندی) نے تیرا خوب امتحان کیا

یعنی کہ میں زمین کو آسمان سے پہچان نہیں سکتا تو غیرت حق نے تیرا امتحان کیا ہے امتحان مطلب یہ کہ خواجہ نے کہا کہ نالائق تو مستحق بنا تھا اور اپنے کو عاشق خدا بناتا تھا اور تھا کاذب تو حق تعالیٰ نے تیرا امتحان کیا ہے کہ اس کرہ خر کو میرے ہاتھ قتل کرایا اور اس وقت آپ کے استغراق کی حقیقت کھل گئی کہ پہچانا بھی کیا کہ اس کا گوز تھ ہے۔

باد خر کرہ چنین رسوات کرد	ہستی لنی ترا اثبات کرد
گدھے کے بچے کے گوز نے تجھے رسوا کر دیا	تیری ہستی کی لنی (کے جموٹ) کا اثبات کر دیا

یعنی گدھے کے بچے کے گوز نے تجھے رسوا کر دیا اور تیری ہستی کی لنی کو ثابت کر دیا مطلب یہ کہ تو جو اپنی ہستی کی فنا کا دعویٰ کرتا تھا اس گوز خرہ کرہ کے پہچان سے حق تعالیٰ نے ظاہر کر دیا کہ تو نہ فانی ہے نہ کچھ بلکہ مکار محض ہے آگے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح: امیر بے چارے کی مصیبت تو سن چکے اب دیکھو کہ ان کے پہنچنے پر وہ دیہاتی کیا حیلہ بہانہ کرتا ہے وہ دن کو ان سے اپنا منہ بدیں خیال چھپاتا ہے کہ مبادا یہ لوگ میرے باغ کا رخ کریں اور پھل کھانے کے لئے منہ کھولیں۔ اب مولانا

فرماتے ہیں کہ ایسے سزا پا کر اور سراسر شرمندہ کا مسلمانوں سے چھپا رہنا ہی بہتر ہے خدا مسلمانوں کو ایسی صورت نہ دکھلائے اس کے بعد نصیحت فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یاد رکھو کہ بہت سے منہ ایسے ہوتے ہیں کہ ان کے سر پر چوکیداروں کی طرح بکثرت شیاطین مسلط ہوتے ہیں جب تم ان کی صورت دیکھو تو تم کو لپٹ جائیں پس ایسوں کے ساتھ تم کو دو طرح سے برتاؤ کرنا چاہئے یا ان کو دیکھنا ہی نہ چاہئے اور اگر ضرورت ہو تو ان سے خندہ پیشانی سے نہ ملنا چاہئے ایسے ہی خبیث اور نافرمان چہروں کے لئے نسفا بالناصیہ وارد ہوا ہے۔ (اس عبارت کو یا تو بقرینہ ماسبق دنیوی بے مروتوں پر محمول کیا جاوے کہ یہ انتقال ہے ان لوگوں کی طرف جو حق سبحانہ کی نعمتیں کھاتے ہیں اور پھر بے مروتی کرتے ہیں یہ توجیہ بلحاظ نسفا بالناصیہ کے زیادہ مناسب اور اقرب ہے یا مطلق ہے مروتوں پر محمول کیا جاوے خواہ مخلوق سے بے مروتی کرنے والے ہوں یا خالق سے قدر۔ اب اس اجمال کی تفصیل سنو جب وہ گاؤں میں پہنچے اور وہاں پہنچ کر دریافت کیا کہ فلاں چودھری صاحب کا مکان کہاں ہے اور لوگوں کے پتہ بتانے سے اس کا گھر مل گیا تو یہ لوگ اپنا ہی گھر سمجھ کر دروازہ کی طرف بڑھے اس کے گھر کے لوگوں نے ان کو دیکھ کر دروازہ بند کر لیا امیر اس بدسلوکی کو دیکھ کر رنج و غصہ کے سبب دیوانوں کی مثل از خود رفتہ ہو گیا لیکن سختی کا موقع نہ تھا کیونکہ کنویں میں گرنے کے بعد تیزی فضول ہے اس لئے صبر کیا یہ لوگ پانچ دن تک اس کے دروازہ پر پڑے رہے۔ رات کو سردی میں مرتے تھے اور دن کو دھوپ میں جلتے تھے اس کا سبب نہ غفلت تھی نہ حماقت بلکہ مجبوری اور روپیہ کا پاس نہ ہونا تھا واقعی مجبوری بہت بری بلا ہے اس کے سبب اچھے لوگ پاجیوں کے ساتھ تعلق رکھنے پر مجبور ہوتے ہیں اور بھوک سے مضطرب ہو کر شیر زمر دار کھاتا ہے امیر جب کبھی اس کو دیکھتا تو سلام کرتا اور کہتا کہ میں فلاں شخص ہوں اور میرا نام فلاں ہے۔ اس پر وہ یہ جواب دیتا کہ ہاں ہو گے لیکن نہ میں یہ جانتا ہوں کہ آپ کون ہیں اور نہ یہ کہ آپ کیسے ہیں اچھے ہیں یا برے۔ میں رات دن حق سبحانہ کی صنعت کے مشاہدہ میں مصروف اور از خود رفتہ ہوں مجھے آپ کا اصلا خیال نہیں مجھے اپنی بھی خبر نہیں کہ میں کون ہوں اور کیا ہوں۔ اس لئے کہ میں اپنے کو بالکل مٹا چکا ہوں اور ہستی کا مجھ میں بال برابر بھی نشان نہیں میرے حواس کو غیر اللہ کی مطلق خبر نہیں بلکہ میرے دل و جان میں تو صرف اللہ ہی اللہ سمایا ہوا ہے امیر نے یہ جواب سن کر حیرت سے کہا کہ یہ وقت تو قیامت کے مشابہ ہو گیا کہ اس وقت بھائی سے بھائی بھاگتا ہے وہ اس کو تفصیلاً بھی بتاتا تھا کہ میں وہ ہوں جس کے یہاں تم جھک جھک کر اور بہت رغبت سے طرح طرح کے کھانے کھاتے تھے تمہیں بتلاؤ میں نے تمہیں فلاں سامان خرید کر نہیں دیا تھا۔ ضرور دیا تھا بہت سے لوگ اس کے شاہد ہیں اس لئے کہ یہ معاملہ کچھ خفیہ نہیں ہوا بلکہ اور لوگوں کے سامنے ہوا ہے اور جو راز کہ دو آدمیوں سے تجاوز کر جاوے وہ تمام لوگوں میں پھیل جاتا ہے اور تمہیں بتلاؤ کیا تم میرے یہاں برسوں مہمان نہیں رہے اور میں نے تم پر بے حد احسان نہیں کیا میں نے تم پر اس قدر احسان کئے کہ ہم سے اور تم سے تمام لوگ واقف ہو گئے لیکن تم کو کچھ بھی ان کی شرم نہیں حالانکہ مثل مشہور ہے منہ کھائے آنکھ لجائے مگر وہ یہی کہتا کہ کیا خرافات کہتے ہو میں نے تمہیں جانتا ہوں اور نہ تمہارے نام سے واقف ہوں اور نہ یہی جانتا ہوں کہ تم کہاں رہتے ہو غرض اس پانچ روز کے عرصہ میں ان کی اسی قسم کی گفتگو ہوتی رہی جب پانچویں رات ہوئی تو ابر آیا اور اس زور سے بارش شروع ہوئی کہ آسمان بھی متحیر تھا اس سے امیر کو اور بھی تکلیف ہوئی وہ اپنی مقدور بھر تو برداشت کرتا رہا مگر جب تکلیف انتہا کو بھی پہنچ گئی اور برداشت کی طاقت نہ رہی تو مجبور ہو کر امیر نے اس چودھری کے بلانے کو زنجیر کھٹکھٹائی۔ اول تو اس نے آنے میں پھر مچر کی لیکن جب اس نے بہت ہی منت خوشامد کی تو گھر سے باہر آیا اور کہا

کہ کیا بات ہے اس پر اس نے کہا کہ میں نے اپنے تمام حقوق چھوڑے اور جو توقعات مجھے تم سے تھیں وہ بھی چھوڑیں میری اس بے چاری جان کو اس سردی اور تپش آفتاب میں رہنے کے سبب پانچ دن میں پانچ سال کے برابر تکلیف ہوئی اس کی وجہ یہ ہے کہ میں تم کو اپنا خاص آدمی سمجھتا تھا اور جو تکلیف اپنے کسی عزیز قریب یا دوست یا کسی کنبہ والے سے پہنچتی ہے وہ گرانی میں تین لاکھ تکلیفوں کے برابر ہوتی ہے کیونکہ وہ اس کی مہر و وفا کا خوگر ہوتا ہے اس لئے اس کی زیادتی اور ظلم سہنے کے لئے تیار نہیں ہوتا۔ چونکہ وہ تکلیف اس کو خلاف توقع اور خلاف امید پہنچتی ہے اس لئے زیادہ ناگوار ہوتی ہے اس سے تم کو نتیجہ نکالنا چاہئے کہ دنیا میں جو کچھ کسی کو تکلیف پہنچتی ہے وہ سب مخالف عادت کے سبب لہذا آدمی کو چاہئے کہ کسی فانی کا عادی نہ ہو جس کے نہ ہونے کے سبب تکلیف ہو خیر یہ تو جملہ معترضہ تھا اب اصل مطلب سنو امیر نے کہا کہ اے وہ دہقانی جس کی محبت کا آفتاب زوال میں ہے اگر تو نے اب تک مجھے بے انتہا پریشان کیا ہے اور گویا کہ مجھے مار ڈالا ہے تو میں نے سب معاف کیا۔ لیکن اتنا کر کہ آج کی رات ہم کو ایک گوشہ میں جگہ دے دے تاکہ ہم بارش سے بچ جائیں خدا تجھے قیامت میں اس کا اجر دے گا اس نے کہا کہ ہاں ایک گوشہ تو ہے مگر وہ باغبان سے متعلق ہے اور وہاں بیٹھ کر بھیڑیے کی دیکھ بھال کرتا ہے وہ اس بھیڑیے کے لئے تیرکمان ہاتھ میں لئے ہوتا ہے تاکہ جب وہ آئے تو اس کو تیر سے مار ڈالے اگر تو وہ خدمت انجام دے تو میں وہ جگہ تجھے دے سکتا ہوں اور اگر ایسا نہیں کر سکتا تو کہیں اور ٹھکانہ ڈھونڈ لے امیر نے کہا کہ آپ تو ایک خدمت کہتے ہیں میں سو خدمتیں کروں گا مگر آپ مجھے جگہ دید دیجئے اور تیر و کمان دید دیجئے میں رات بھر نہ سوؤں گا اور انگوروں کی حفاظت کروں گا اور اگر بھیڑیا سر بھی نکالے گا تو میں فوراً تیر ماروں گا خدا کے لئے آپ مجھے اس جگہ چھوڑ دیجئے میں بڑی مصیبت میں ہوں کہ اوپر پانی نیچے گارا الغرض وہ گوشہ خالی کر دیا گیا اور وہ مع بال بچوں کے اس تنگ اور بے گنجائش جگہ میں چلا گیا بارش کے خوف سے اس غار کی طرح تنگ و تاریک مقام میں سب کے سب چھپ گئے اور تنگی کے سبب اوپر تلے یوں پڑے تھے جیسے ٹڈیاں۔ تمام رات یہ کہتے رہے کہ اے خدا ہماری یہی سزا ہے۔ ہماری یہی سزا ہے۔ ہماری یہی سزا ہے کہ ہم نے اس نالائق کی بات پر کیوں بھروسہ کیا اب مولانا فرماتے ہیں کہ واقعی ایسے شخص کی یہی سزا ہے کہ وہ مصائب میں مبتلا ہو جو کینوں سے دوستی کرے یا نااہلوں سے اہلیت کا برتاؤ کرے اور اس کی یہی سزا ہے جو اہل اللہ کی خدمت ایک طمع خام کے لئے اور دنیاوی غرض سے چھوڑ دے۔ پس تمہارا فرض ہے کہ اہل اللہ کی خاک اور ان کی دیوار چاٹو یہ تمہارے لئے عوام اور ان کے انگوروں اور باغ سے ہزار درجہ بہتر ہے اور ایک روشن دل شخص کا غلام ہو جانا بہتر ہے اس سے کہ تم بادشاہوں کے سر پر پاؤں رکھو دنیاوی بادشاہوں سے بجز ڈھول کی آواز کے کچھ بھی حاصل نہ ہوگا یعنی ان سے جو کچھ مال و دولت عزت و وقعت تم کو ملے گی وہ وہ ڈھول کی آواز کی طرح دور ہی سے دل کو لبھانے والی ہوگی روح (اہل اللہ) کے لحاظ شہری بھی رہن ہیں پھر احمق اور بے مایہ دیہاتی کیا بلا ہوتا ہے اس بنا پر اس کو چاہئے تھا کہ دیہاتیوں کو تو درکنار شہریوں سے بھی دوستی نہ کرتا بلکہ اہل اللہ سے تعلق پیدا کرتا لیکن اس نے عقل سے کام نہیں لیا اس لئے یہ مصیبت بھگتنی پڑی علیٰ ہذا جو شخص بلا سوچے سمجھے شیطان کی آواز کے پیچھے چل دے اس کی یہی سزا ہے جو اس شہری کو اس کے تدبیر نہ کرنے اور دیہاتی کے فریب میں آجانے پر ملی جب کہ پشیمانی دل کی تہ میں اتر گئی اور تلالی کا وقت نہ رہا تو اس وقت اپنی غلطی کا اقرار کچھ نہیں بخشتا اور جب کہ وہ تہ دل سے اپنے کئے پر پشیمان ہو اور تلالی نہ ہو سکے تو اس وقت آہ سرد کچھ بھی نافع نہیں ہوتی۔ پس اگر وہ شہری اب پشیمان بھی ہو تو کیا نتیجہ۔ غرض وہ ہاتھ میں تیر و کمان لئے ہوئے بھیڑیے کی

تلاش میں تھا اور ہر طرف دیکھ رہا تھا۔ بھڑیے تو اس کو خود لپٹے ہوئے تھے مگر وہ ان بھڑیوں سے غافل ہو کر دوسرے بھڑیے کی تلاش میں تھا یعنی ہر ہر چھروں اور ہر ہر پسوان کے لئے ایک بھڑیا ہو گیا تھا اور اس ویرانہ میں ان کے ڈنک لگا رہا تھا مگر اس خوف میں کہ کہیں بھڑیا باغ میں نہ گھس آئے اور آ کر درختوں وغیرہ کو کچھ نقصان نہ پہنچائے اور وہ دیہاتی اس کی ڈاڑھی اوکھاڑے اس کو اتنی بھی فرصت نہ تھی کہ وہ چھروں کو دفع کرے غرض آدھی رات تک یونہی پریشان رہا حتیٰ کہ مارے تکلیف کے اس کا لبوں پر دم آ گیا تھا دفعۃً ایک جانور نے جو کہ بھڑیے کی صورت تھا ایک ٹیلے سے سر نکالا امیر نے شست سے اس پر تیر چھوڑا حتیٰ کہ وہ نیچے گر گیا۔ اس جانور کے گرنے سے ایک گوز نکلا اس کو ن کر اس دہقانی کی منہ سے آہ نکل گئی اور بے اختیار اپنا سر پیٹ لیا اور کہا کہ ارے پا جی یہ تو میرا گدھی کا بچہ تھا تو نے اسے مار ڈالا امیر نے کہا ہرگز نہیں یہ دیو صورت یقیناً بھڑیا ہے گدھی کا بچہ نہیں ہو سکتا اس کے اندر بھڑیے کے علامات ظاہر ہیں اور اس کی شکل کہہ رہی ہے کہ یہ بھڑیا ہے اس نے کہا تو غلط کہتا ہے جو گوز اس سے نکلا ہے اس کو میں یوں پہچانتا ہوں جیسے شراب اور پانی کو تو نے میری گدھی کے بچہ کو مار ڈالا خدا کرے تجھے اس رنج سے کبھی رہائی نہ ہو اور تو کبھی خوش نہ ہو اس نے کہا آپ خوب تحقیق کر لیجئے رات کا وقت ہے اجسام دیکھنے والے کو اس وقت اچھی طرح دکھائی نہیں دیتے۔ رات کو اکثر اشیاء خلاف واقع اور دوسری حقیقت دکھائی دیتی ہیں ہر شخص رات کو صحیح نہیں دیکھ سکتا۔ اس وقت رات بھی ہے ابر بھی ہے اور موسلا دھار پانی پڑ رہا ہے۔ یہ تین تاریکیاں تو نہایت عجیب غلطی پیدا کر سکتی ہیں اس نے کہا کہ اس معاملہ میں یہ رات میرے نزدیک مثل روز روشن کے ہے مجھے غلطی نہیں ہو سکتی میں بیس گوزوں کے درمیان اپنے گدھے کے بچے کے گوز کو یوں پہچان سکتا ہوں جس طرح مسافر توشہ کو یہ سن کر امیر سے صبر نہ ہو سکا وہ کودا اور کود کر اس کا گریبان پکڑ لیا اور کہا کہ اور احمق بدمعاش تو نے یہ فریب گانٹھا ہے اور بھنگ وافیون ملا کر کھائی ہے تین تاریکیوں کے اندر تو گدھے کے بچے کے گوز کو پہچان سکتا ہے مگر مجھے دن میں بھی نہیں پہچانتا۔ اے احمق بتا تو سہی جب کوئی شخص بھڑے وغیرہ کو آدھی رات کو پہچانتا ہے تو وہ اپنے دس سال کے رفیق کو نہ پہچانے گا تو اپنے کو عارف اور خود رفتہ بناتا ہے اور چشم مروت میں خاک جھونکتا ہے اور کہتا ہے کہ مجھے اپنی بھی خبر نہیں اور میرے دل میں خدا کے سوا کوئی نہیں سماتا مجھے رات کا کھایا بھی یاد نہیں رہتا اور تخیر کے سوا کسی چیز سے میرا جی خوش نہیں ہوتا یا درکھو کہ میں عاشق حق سبحانہ اور اس کا دیوانہ ہوں ایسی حالت خود رگلی میں مجھے معذور رکھنا چاہئے کیونکہ اگر کوئی شخص حرام شے یعنین نبید وغیرہ پی لیتا ہے تو شریعت اس کو فی الجملہ معذوروں میں شامل کر لیتی ہے چنانچہ بعض ائمہ کے نزدیک اس کی بیع اور طلاق بھی صحیح نہیں بلکہ وہ مثل پھو کے کے اور مرفوع القلم اور غیر مکلف ہے پس جو مستی حق سبحانہ کے کمالات کی بناء پر ہوتی مستی تو سوخم مے بھی دماغ میں پیدا نہیں کر سکتے پس جو شخص ایسی مستی میں مبتلا ہو وہ کیسے مکلف ہو سکتا ہے کیونکہ وہاں تو عقل کا گھوڑا گر کر بے دست و پا اور عاجز ہو گیا ہے اور عقل ہی مدار تکلیف ہے پس جب عقل نہ رہی تکلیف بھی نہیں رہ سکتی غور تو کرو کوئی گدھے کے چھوٹے بچے پر بوجھ لادتا ہے اور بومرہ کو بھی کوئی فارسی پڑھاتا ہے ہرگز نہیں کیونکہ وہ اہل ہی نہیں علی ہذا یہ بھی اہل تکلیف نہیں دیکھو لنگڑے سے بعض احکام کی تکلیف اٹھالی جاتی ہے چنانچہ حق سبحانہ فرماتے ہیں۔ لیس علی الاعمی حرج کیوں؟ محض اس لئے کہ وہ اس کی طاقت نہیں رکھتا اور ان کا اہل نہیں۔ علی ہذا مست بھی اہل نہیں پس چونکہ میں اپنی طرف سے اندھا اور حق سے بیانا ہو گیا ہوں اس لئے میں ہر تکلیف سے آزاد ہوں غرض کہ تو اسی قسم کی خرافات بکتا تھا اور فقیری اور بے خودی کے دعوے کرتا تھا عاشقان الہی کی طرح ہاؤ ہو کرتا تھا اور کہتا تھا

کہ مجھے زمین و آسمان کی بھی خبر نہیں لیکن غیرت امتحان کو تیرے یہ دعوے اچھے نہ معلوم ہوئے لہذا اس نے تیرا امتحان کیا اور گدھی کے بچے کے گوز نے تیری حقیقت کھول کر تجھے رسوا کر دیا اور ایک معمولی ہستی یعنی گدھی کے گوز نے تیری ادعائیں کو اثبات بنا دیا۔

شرح شبیری

اچھنیں رسوا کند حق شید را	اچھنیں گیر در میدہ صید را
اللہ (تعالیٰ) مگر کو اسی طرح رسوا کرتا ہے	بھاگے ہوئے شکار کو اسی طرح پکڑتا ہے

یعنی حق تعالیٰ اسی طرح مگر کو رسوا کر دیتے ہیں اور اسی طرح بھاگے ہوئے شکار کو پکڑ لیتے ہیں۔

صد ہزاراں امتحانست اے پدر	ہر کہ گوید من شدم سرہنگ در
بادا! لاکھوں آزمائشیں ہیں (اس کے لئے)	جو یہ کہے کہ میں (اللہ کے) در کا سپاہی ہوں

یعنی باوا لاکھوں امتحانات ہیں جو کوئی کہتا ہے کہ میں سپاہی ہوں ہوں سپاہی سے مراد مرد حق مطلب یہ کہ جو شخص کہ اس راہ حق میں مرد بنتا ہے اس کے لئے لاکھوں امتحانات ہیں۔

گر نداند عامہ او را امتحاں	پختگان راہ جویندش نشاں
اگرچہ عوام اس کو امتحان نہیں سمجھتے	(لیکن) راہ (حق) کے پختہ (کار) اس کا پتہ لگاتے ہیں

یعنی اگر عوام اس کو امتحان سے نہ پہچان سکیں تو جو اس راہ کے پختہ ہیں وہ اس کے نشانات کو تلاش کرتے ہیں مطلب یہ کہ اگر عوام الناس کو خبر نہ ہوئی اور وہ نہ پہچان سکے کہ یہ مرد حق ہے یا نہیں تو اہل اللہ اس کو پہچان لیتے ہیں اور اس کے امتحانات کرتے ہیں آگے اس کی مثال فرماتے ہیں کہ

اشارات در شناختن مدعی کمال را صاحب کمال و گزاف غلط از عوام

مدعی کمال کو صاحب کمال اور عوام کی جانب سے غلط بکواس کو پہچاننے کے بارے میں اشارہ

چوں کند دعویٰ خیاطی کے	افگند در پیش اوشہ اطلسے
جب کوئی درزی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے	بادشاہ اس کے سامنے اطلس ڈال دیتا ہے

یعنی جب کوئی درزی ہونے کا دعویٰ کرے تو بادشاہ اس کے آگے ایک اطلس ڈال دیتا ہے اور کہتا ہے کہ

کہ بر این را بغلطاق فراخ	زامتھاں پیدا شود اورا دو شاخ
کہ اس کی چوڑی قبا تراش دے	(اور) امتحان سے اس کے دونوں پہلو ظاہر ہو جاتے ہیں

یعنی کہ اس کا ایک قبا فراخ تراش دے تو امتحان سے اس کی حالت ظاہر ہو جاوے اور معلوم ہو جاوے کہ صرف دعویٰ تھا اور کچھ نہیں ہے جانتے بوجھتے کچھ نہیں ہیں۔

گر نبودے امتحان ہر بدے	ہر محنت در و غارستم بدے
اگر ہر بدے کے امتحان کا طریقہ نہ ہوتا	جنگ میں ہر بیڑا رستم ہوتا

یعنی اگر ہر بد آدمی کا امتحان نہ ہوا کرتا تو ہر محنت لڑائی میں رستم بن جایا کرتا اس لئے زبان سے کہہ لینا کیا مشکل ہے سب کہہ لیا کرتے ہیں کہ ہم رستم ہیں۔

خود محنت رازرہ پوشیدہ گیر	چوں بہ بیند زخم او گردد اسیر
بیڑے کو زرہ پوش فرض کر	جب اس کے زخم لگے گا قیدی بن جائے گا

یعنی محنت کو زرہ پہنے ہوئے بھی فرض کر لو مگر جب وہ زخم دیکھے گا تو وہ اسیر ہو جاوے گا مطلب یہ کہ اگر محنت نامرد سارے سامان حفاظت کے بھی کر لے مگر اس فطری ضعف طبع کو کہاں لے جاوے گا تو جب خون نکلے گا اور ان کی پھونک نکلے گی ساری حقیقت معلوم ہو جاوے گی تو اسی طرح جو شخص دعویٰ قرب حق کا کرے اور ہو غلط وہ بھی ظاہر ہو جاتا ہے جیسے کہ اس روستائی نالائق کا ہو گیا آگے پھر اسی خواجہ کا قول بیان کرتے ہیں کہ وہ اس کو برا بھلا کہہ رہا ہے اس خواجہ نے کہا کہ

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح: اب مولانا فرماتے ہیں کہ دیکھو حق سبحانہ مکر کو یوں ذلیل کرتے ہیں جس طرح اس دیہاتی کے مکر کو ذلیل کیا لہذا تم کو دعاوی باطلہ سے نہایت احتیاط چاہئے کیونکہ جب کوئی شخص دعویٰ کرتا ہے کہ مقرب بارگاہ خداوندی ہو گیا ہوں تو اس کو لاکھوں طرح سے جانچا جاتا ہے جب امتحانات میں پاس ہو جاتا ہے تب یہ دعویٰ صحیح مانا جاتا ہے اگر عام لوگ اس کا امتحان نہیں کر سکتے تو اس راستہ کے ماہرین تو اس کا کھوج لگا لیتے ہیں کہ یہ راستہ پر چلا بھی ہے یا نہیں اور چلا ہے تو کہاں تک پہنچا ہے دیکھو جب کوئی شخص درزی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے تو امتحان کے لئے بادشاہ اس کے سامنے اٹلس ڈال دیتا ہے کہ ذرا بغلطی (ایک قسم کی قبلا کا نام ہے) فراخ تو قطع کرو اس امتحان سے اس کے دعوے کی دونوں شقیں صحت و بطلان لفیاً و اثباتاً ظاہر ہو جاتی ہیں۔ جب ادنیٰ سے دعوے بلا امتحان کے تسلیم نہیں کئے جاتے تو اتنا بڑا دعویٰ بدوں امتحان کے کیونکر قابل قبول ہوگا پس معلوم ہوا کہ امتحان کی ضرورت ہے نیز اگر امتحان نہ ہوتا تو ہر شخص جنگ میں رستم بن سکتا تھا پس وہ امتحان ہی ہے جو حق و باطل و دعائے صادقہ و کاذبہ میں امتیاز کرتا ہے اگر یہ نہ ہوتا تو بڑا غلط بحث ہو جاتا اور فساد عظیم لازم آجاتا لیکن جب قانون امتحان مقرر ہو گیا تو اب کسی کی تلپوس نہیں چل سکتی فرض کرو کسی محنت نے دعویٰ رستی زرہ بھی پہن لی اور کسی مدعی کاذب نے اہل اللہ کی صورت بھی بنا لی لیکن اس سے کیا ہوتا ہے جب وہ محنت زخم کھائے گا تو بجائے اس کے کہ ثابت قدم رہے نور ابول اٹھے گا کہ مجھے قتل نہ کرو گرفتار کر لو یونہی جب مدعی تقرب زیر امتحان آئے گا اس کی بھی حقیقت کھل جاوے گی۔

شرح شبیری

مست مے ہشیار چوں شد از دبور	مست حق ناید بخود از رخ صور
بچھوا ہوا سے شراب کا مست کیسے ہشیار ہو گیا	اللہ کا مست مور پھکنے سے بھی ہوش میں نہیں آتا

یعنی مست شراب تو دبور سے ہشیار ہو جاتا ہے اور مست حق لفظ صورت سے بھی خودی میں نہیں آیا۔ مطلب یہ کہ جو کہ مست شراب ہیں وہ تو پکھوا ہوا سے ہوشیار ہو جاتے ہیں (شاید ایسا ہو کہ چونکہ وہ ٹھنڈی ہوتی ہے لہذا اس کی خشکی سے ہوش آجاتا ہو تحقیق نہیں ہے غرض کہ اس نے کہا کہ وہ تو اس سے بھی ہوشیار ہو جاتا ہے مگر مست حق تو لفظ صورت سے بھی خودی میں نہیں آتا۔ بلکہ اسی طرح سرور اور خوش و خرم رہتا ہے اس لئے کہ قرآن شریف میں موجود ہے۔ لایحزنہم الفزع الاکبر تو اس وقت ان پر جو حالت ہوگی اس حالت میں وہ کیفیت جب حق کی توان سے زائل نہ ہوگی وہ رہے گی اس لئے فرماتے ہیں کہ جو کہ مست حق ہیں وہ تو اس قدر عظیم واقعہ سے بھی اس استغراق سے نہ جاگیں گے اور جناب والا کا استغراق گوزخر سے جاتا رہے۔ لاقوة الا باللہ تف ہے نالائق خبیث اور اس نے کہا کہ۔

بادۂ حق راست باشد نے دروغ	دوغ خوردی دوغ خوردی دوغ دوغ
اللہ کی شراب سچی ہوتی ہے نہ کہ جھوٹی	تو نے چماچہ پی ہے تو نے چماچہ پی ہے چماچہ چماچہ

یعنی بادۂ حق تو راست ہوا کرتا ہے نہ کہ دروغ ارے تو نے تو دروغ کھایا ہے دوغ دوغ مطلب یہ کہ تجھ کو اصل شے حاصل نہیں ہے بلکہ جھوٹی اور کاذب اشیاء پر مغرور ہو رہا ہے۔

ساختی خود را جنید و بایزید	روکہ نشناسم تبر را از کلید
تو نے اپنے آپ کو جنید اور بایزید بنایا	(کہتا ہے) جا میں کھاڑے اور سچی میں امتیاز نہیں کرتا ہوں

یعنی تو نے اپنے کو جنید اور بایزید بنایا ہے اور کہتا ہے کہ میں سچی کو کھاڑی سے ممتاز نہیں کر سکتا یعنی میں بوجہ استغراق کے یہ بھی نہیں پہچان سکتا کہ کونسا کھاڑا ہے اور کونسی کنجی ہے اس قدر استغراق بڑھا ہوا ہے یہ تو کہہ رہا ہے مگر یہ تو بتا کہ

بدرگی و منہلی و حرص و آرز	چوں کنی پنہاں بشید اے مکر ساز
بد ذاتی اور کالی اور حرص اور لالچ کو	اے مکارا تو مکر سے کیسے چھپالے گا

یعنی اے مکر ساز بدگی کو اور کالی کو اور حرص و آرز کو تو کس طرح چھپا سکتا ہے مطلب یہ کہ جس طرح کہ محنت نے زرہ پہن لی اور تمام سامان حفاظت کے کر لئے مگر اپنی اصل اور جبلی عادت ضعف طبیعت سے تو معذور ہے اس کو کہاں ہٹا دے گا تو اسی طرح اگر چہ تو نے بہت سے عبادت قبلا دیئے اور صورت درویشوں کی بنالی مگر اپنی اصلی خصلتوں کو کہاں چھپائے گا ان سے تو آپ کی ساری حقیقت معلوم ہو جاوے گی۔

خویش را منصور حلاجی کنی	آتشے در پنبہ یاراں زنی
اپنے آپ کو منصور حلاجی بناتا ہے	دوستوں کی روٹی میں آگ لگاتا ہے

یعنی اپنے کو تو منصور حلاجی بناتا ہے اور آگ دوستوں کی روٹی میں لگاتا ہے حضرت منصور کو کہا جاتا ہے کہ آپ نذاف تھے اس سے آپ کو علاج کہتے ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ آپ کی کرامت سے ایک مرتبہ روٹی دھنی گئی تھی تو آپ کو علاج کہتے ہیں اور ان کا نام حسین ہے ان کے والد کا نام منصور ہے اور یہ منصور انا الحق دایہ حسین ابن منصور ہیں مگر یہ اپنے والد ہی کے نام سے مشہور ہیں تو اس خواجہ نے کہا کہ ارے منصور کی کرامت سے تو روٹی درست ہو گئی تھی اور تو ان کی مشابہت کرتا ہے اور

دوستوں کی روئی میں آگ لگاتا ہے یعنی ان کو نقصان پہنچاتا ہے ان کو دھوکے دیتا ہے اور کہتا ہے کہ

کہ نہ بشناسم عمر از بولہب	باد خر کرہ شناسم نیم شب
کہ میں عمر اور ابو لہب میں فرق نہیں کرتا ہوں	گدھے کے بچہ کا گوز آدھی رات میں پہچان لیتا ہوں

یعنی عمر کو ابو لہب سے (ممتاز کر کے) تو پہچان نہیں سکتا (مگر) گوز خر کرہ کو آدھی رات کو بھی شناخت کر لیتا ہوں۔

اے خرے کایں از تو خرابا و رکند	خولیش را بہر تو کور کر کند
اے گدھے! تیری ان باتوں پر گدھا یقین کر سکتا ہے	جو تیری خاطر اپنے آپ کو اندھا بہرا بنا لے

یعنی اے گدھے! تجھ سے اس بات کو وہ گدھا یقین کر لے گا جو کہ اپنے آپ کو تیرے لئے کور کر کر لے گا مطلب یہ کہ جو حق سے اندھا بن جاوے تو وہ تیری اس بات کو مان لے گا ورنہ اور کوئی تو مان نہیں سکتا آگے وہی خواجہ کہتا ہے کہ

خولیش را از رہرواں کمتر شمر	تو حریفے رہرنانے گہ مخور
اپنے آپ کو سالکوں سے کم تر سمجھ	تو ڈاکوؤں کا ساتھی ہے گھاس نہ کھا

یعنی اپنے آپ کو سالکین سے کم سمجھ اس لئے کہ تو تو رہرنوں کا ہم پیشہ ہے (تو دعویٰ کر کے) کہ مت کھا یعنی فضول بڑائی مت کر کہ کچھ بھی مفید نہیں ہے۔

باز پر از شید و سوئے عقل تاز	کے پردہر آسماں بر مجاز
مکاری سے ہٹ اور عقل کی طرف دوڑ	نقلی پر آسماں پر کب اڑتا ہے؟

یعنی مکر سے واپس ہو اور عقل کی طرف دوڑ اس لئے کہ پر مجازی آسماں پر کب اڑ سکتا ہے لہذا جب تیرے پاس حقیقی کمالات نہیں ہیں تو ان کمالات مجازی سے عروج نہیں ہو سکتا لہذا اس مکر کو چھوڑو اور ان اپنے تراشے ہوئے ظاہری کمالات پر غور مت کرو کہ فضول ہیں

خولیشن را عاشق حق ساختی	عشق باد یو سیاہے باختی
تو نے اپنے آپ کو خدا کا عاشق بنایا ہے	(لیکن) دوستی کا لے شیطان سے کی ہے

یعنی تو اپنے کو عاشق حق بناتا ہے حالانکہ عشق بازی ایک دیو سیاہ کے ساتھ کر رہا ہے یعنی ساتھی شیطان کا بنا ہوا ہے اور بتاتا ہے کہ عاشق حق ہوں۔

عاشق و معشوق را در رستخیز	دوبدو بندند و پیش آرنند تیز
قیامت میں عاشق اور معشوق کو	اکٹھا باندھیں گے اور فوراً پیش کریں گے

یعنی عاشق و معشوق کو قیامت میں ایک دوسرے سے باندھیں گے اور تیزی کے ساتھ حق تعالیٰ کے سامنے لاویں گے اس لئے کہ المرء مع من احبہ تو جب اس شخص کو تعلق اصل میں شیطان کے ساتھ ہے تو اس کو اور شیطان کو ساتھ لاویں گے پھر دیکھ لو کہ شیطان کہاں جاوے گا وہیں یہ حضرات بھی چلیں گے۔

تو چو خود را کج و بے خود کرده	خون رز کو خون مارا خوردہ
تو نے اپنے آپ کو دیوانہ اور مدہوش کیا ہے	انگور کا خون کہاں ' تو نے ہمارا خون پیا ہے

یعنی تو نے اپنے آپ کو جو دیوانہ اور بے خود بنا رکھا ہے تو خون انگور کیا تو نے ہمارا خون کھایا ہے مطلب یہ کہ جو تو دیوانہ اور بخود بنا ہوا ہے یہ شراب کی وجہ سے نہیں ہے ارے کجبت تو تو ہم کو ستایا ہے اور ہمارا خون کھایا ہے اس کی وجہ سے دیوانہ اور پاگل ہو رہا ہے اور کہتا ہے۔

روکہ نشناسم ترا از من بجه	عارف بے خویشیم و بہلول دہ
جا میں تجھے نہیں پہچانتا ہوں میرے پاس سے بھاگ	میں عارف (باللہ) مدہوش ہوں اور گاؤں کا بہلول ہوں

یعنی کہ جا کہ میں تجھے نہیں پہچانتا مجھ سے الگ ہو میں عاشق بخود ہوں اور گاؤں کا بہلول ہوں یعنی کہتا ہے کہ بھائی میں تو بخود ہو گیا ہوں میں کسی کو نہیں پہچانتا اور جس طرح کہ حضرت بہلول مست حق تھے اسی طرح میں بھی ہوں (کجبت بہلول بنتا ہے بغلول ہے) آگے کہتے ہیں کہ

شرح صلیبی

ترجمہ و تشریح: ان اشعار کے اندر ہر دو احتمال ہیں یہ بھی کہ مولانا کا مقولہ ہو اور مخاطب ہر مدعی کاذب ہو اور یہ بھی کہ امیر کا مقولہ ہو اور مخاطب وہ دہقانی ہو جب یہ معلوم ہو چکا تو اب حل سنو اے مدعی کاذب یا اے دہقانی یاد رکھ کہ جو لوگ شراب سے مست ہوں تو وہ پکھوا ہوا سے ہوش میں آسکتے ہیں اور مدعی کاذب ذرا سے محرک سے اپنی اصلی حالت کو ظاہر کر دیتے ہیں لیکن جو لوگ شراب محبت حق سے مست ہوں وہ لفتح صور اور قوی سے قوی محرک سے بھی ہوش میں نہیں آسکتے اسلئے کہ شراب حق اصلی اور صادق نشہ رکھتی ہے اس کا نشہ کاذب نہیں ہوتا نشہ کاذب تصنع کا ہوتا ہے جو ذرا سی دیر میں اتر جاتا ہے پس تو یاد رکھ تو نے شراب محبت حق نہیں پی ہے بلکہ تصنع کیا ہے جو اپنے اثر میں ضد ہے اثر شراب محبت حق کی اس لئے اس کو شراب محبت حق سے وہی نسبت ہے جو وہی کو شراب متعارف سے تو نے اپنے کو جنید اور بایزید تو بنا رکھا ہے اور کہتا ہے کہ جاؤ مجھے تو کلہاڑی اور کنجی میں بھی تمیز نہیں ہے میں تو مشاہدہ کمالات حق سبحانہ میں ہمہ تن مشغول ہوں لیکن یہ تو بتا کہ تو اپنی بدذاتی اور طاعت حق سبحانہ میں کاہلی اور حرص و طمع کو مکر سے کیونکر چھپا سکے گا جو تیرے دعوے کے بطلان کو ظاہر کر رہی ہیں تو اپنے کو منصور حلاج بناتا ہے اور یار دوستوں کو بھی جھولے میں ڈالتا ہے اور یہ بھی کہتا ہے کہ میں حضرت عمر اور ابولہب میں امتیاز نہیں کرتا میں اتنا بخود ہوں اور ان باتوں کے ساتھ ہی یہ بھی کہتا ہے کہ میں آدھی رات کو گدھے کے بچے کے گوز کو پہچانتا ہوں یا اس کے مماثل اور ایسے دعوے کرتا ہے جو پہلے دعوؤں کے منافی ہیں تو ایسی صورت میں کوئی گدھا ہی تیرے دعوؤں کی تصدیق کر سکتا ہے اور تیری خاطر اپنے کو اندھا اور بہرا کر سکتا ہے کہ تیرے دوسرے دعوؤں کو سنے ہی نہیں جو پہلے دعوؤں کے منافی ہیں یا سنے تو سہی لیکن ان کے منقض ہونے کو سمجھے ہی نہیں۔ ارے احمق تو اہل اللہ کی برابری کا دعویٰ مت کر بلکہ ان سے اپنے کو حقیر سمجھ تو رہو راہ حق نہیں بلکہ تو تو راہزنوں کا ہم پیشہ ہے پس جھولے دعوے کر کے گوہ مت کھا مکر کو چھوڑ اور ہوش میں آ۔ یاد رکھو تو مصنوعی پروں سے آسمان پر نہیں اڑ سکتا اور اہل اللہ کی صورت بنانے سے مقرب نہیں بن سکتا بے وقوف تو اپنے کو عاشق حق سبحانہ ظاہر کرتا ہے حالانکہ شیطان پر عاشق ہے کہ اس کی طاعت میں مرگم ہے دیکھنا قیامت میں تجھ کو اور تیرے معشوق ابلیس کو ساتھ باندھیں گے اور سرعت کے ساتھ تجھے حق سبحانہ کے سامنے لے جائیں گے اس وقت

دیکھنا کیسی گت بنے گی تو نے جو اپنے کو پاگل اور بخود بنا رکھا ہے یہ مستی شراب حق تو کجا شراب انگوری بھی نہیں بلکہ ہمارا خون پیسا ہے اور بندگان حق کو ستایا ہے اس کی ہے یعنی بندگان حق سبحانہ کو یا ہم کو ستانے کی شامت ہے کہ تو بلائے تصنیع میں گرفتار ہوا ہے اور کہتا ہے کہ جاؤ میں تم کو نہیں پہچانتا میرے پاس سے چلے جاؤ میں عاشق بے خود ہوں اور گاؤں کا بہلول ہوں۔

شرح شبیری

تو تو ہم میکنی از قرب حق	کہ طبق گردور نبود از طبق
تو اللہ (تعالیٰ) کے قرب کا گمان کرتا ہے	کہ طباق بنانے والا طباق سے دور نہیں ہوتا

یعنی تو قرب حق سے وہم کرتا ہے کہ طبق اگر طبق سے دور نہیں ہوتا۔

ایں کمی بینی کہ قرب اولیا	صد کرامت دارد و کار و کیا
تو یہ نہیں دیکھتا کہ اولیا کا قرب	سینکڑوں کرامتیں اور شان و شوکت رکھتا ہے

یعنی اس کو نہیں دیکھتا کہ اولیاء اللہ کا قرب اور سو کرامتیں اور عز و شان رکھتا ہے مطلب یہ کہ تجھے شاید یہ غرور ہو رہا ہے کہ جس طرح کہ صنایع مصنوع کی من حیث الصانعیۃ قریب ہوتا ہے اسی طرح چونکہ حق تعالیٰ صنایع ہیں وہ بھی میرے قریب ہیں تو تجھے قرب حق حاصل ہے تو ارے جاہل یہ تو سمجھ کہ یہ قرب تو سب کو حاصل ہے حتیٰ کہ کفار کو بھی حاصل ہے دیکھنا تو اس قرب کا ہی جو کہ حضرات اولیاء اللہ کو حاصل ہوتا ہے اگر وہ قرب تجھ کو حاصل ہو تو بیشک تجھ کو قرب حق حاصل ہے اور اگر وہ حاصل نہیں ہے تو قرب حق حاصل نہیں ہے اس لئے کہ یہ قرب اولیاء جو ہوتا ہے اس کے اندر کمالات ہوتے ہیں ورنہ یوں تو سب قریب ہیں جیسا کہ ارشاد ہے۔ ونحن اقرب الیہ من جبل الوردین تو اس قرب پر غرہ نہ ہونا چاہئے معلوم ہوتا ہے کہ مولانا کے زمانہ میں اسی طرح قرب حق کا کسی نے دعویٰ کیا ہے مولانا اس کا رد فرماتے ہیں اس خواجہ کی زبانی آگے فرماتے ہیں کہ تجھے وہ قرب تو کیا حاصل ہوتا بلکہ تو تو ان کی ضد ہے تیری اور ان کی تو یہ حالت ہے کہ۔

آہن از داؤد موئے می شود	موم در دست چوں آہن می بود
حضرت داؤد کے ہاتھ سے لوہا موم ہو جاتا ہے	تیرے ہاتھوں میں موم لوہا ہوتا ہے

یعنی داؤد علیہ السلام کے ہاتھ میں تو آہن موم ہو جاتا ہے اور تیرے ہاتھ میں موم بھی لوہے کی طرح ہو جاتا ہے مطلب یہ کہ تمہارے ہاتھ میں سہل چیزیں بھی مشکل ہو جاتی ہیں اور حضرات اہل اللہ کے سامنے مشکل بھی سہل ہو جاتی ہیں تو پھر تم اور یہ حضرات ایک درجہ میں کب ہو سکتے ہیں۔

قرب حق و رزق بر جملہ است عام	قرب وحی عشق دارند ایں کرام
اللہ کا قرب اور رزق سب کے لئے عام ہے	یہ بزرگ عشق کی باتوں کا قرب رکھتے ہیں

یعنی قرب حق اور رزق تو سب پر عام ہے اور وحی عشق کا قرب یہ کرام ہی رکھتے ہیں مطلب یہ کہ قرب دو قسم کا ہے قرب

خاص اور قرب عام قرب عام تو وہی قرب من حیث الصانعیۃ ہے وہ سب کے لئے عام ہے جیسے کہ رزق عام ہے اور قرب خاص وہ ہے جو کہ اہل اللہ کو حاصل ہوتا ہے کہ جس میں حق تعالیٰ کی محبت اور اس کے کلام اور اس کے انعامات سے مشرف ہوتے ہیں تو مولانا فرماتے ہیں کہ یہ قرب عام تو قابل فخر نہیں ہے اس لئے کہ یہ تو عوام الناس حتیٰ کہ کفار اور حیوانات اور جمادات کو بھی حاصل ہے ہاں وہ قرب خاص قابل حصول ہے آگے خود ہی اس کے مختلف قسم ہونا بیان فرماتے ہیں کہ۔

قرب بر انواع باشد اے پدر	می زند خورشید بر کہسار و زر
۱۱۱ قرب کی قسمیں ہوتی ہیں	سورج پہاڑ پر بھی چمکتا ہے اور سونے پر بھی

یعنی اے باوا قرب کئی قسم پر ہوتا ہے (جیسے کہ) خورشید کہسار پر اور زر پر دونوں پر پڑتا ہے۔

لیک قربے ہست باز رشید را	کہ ازاں نبود خبر مرید را
لیکن سونے کے ساتھ سورج کا قرب ہے	کہ بید (کے درخت) کو اس کی خبر بھی نہیں ہے

یعنی لیکن ایک قرب خاص خورشید کو زر کیساتھ ہے کہ اس کی خبر بید کو نہیں ہے مطلب یہ کہ دیکھو آفتاب کی شعاعیں معدن زر پر بھی پڑتی ہیں اور اور چیزوں مثل لکڑی وغیرہ کی ان پر بھی پڑتی ہیں مگر معدن پر جو پڑتی ہیں وہاں تو سونا بنتا ہے اور دیگر اشیاء پر ویسی نہیں پڑتی ورنہ اور ساری چیزیں بھی سونا بن جایا کرتیں تو دیکھو جس طرح کہ قرب سب کے ساتھ ہے مگر پھر فرق ہے اسی طرح حق تعالیٰ کو قرب بمعنی عام سب کے ساتھ ہے مگر پھر بھی فرق ہے بعض وہ ہیں کہ جن کے ساتھ خصوصیت ہے اور اس قرب سے ان کے اندر کمالات پیدا ہوتے ہیں اور بعض وہ ہیں کہ جن کے اندر صفات پیدا نہیں ہوتے آگے اس فرق مراتب قرب کی ایک اور نفیس مثال فرماتے ہیں کہ۔

شاخ خشک و تر قریب آفتاب	آفتاب از ہر دو کے دار و حجاب
تر اور خشک شاخ آفتاب کے قریب ہے	سورج دونوں سے کب پردہ رکھتا ہے؟

یعنی شاخ خشک اور شاخ تر دونوں آفتاب کے قریب ہیں آفتاب دونوں سے کب حجاب رکھتا ہے یعنی وہ کسی سے منہ تو نہیں چھپاتا سب کے سامنے اور سب پر چمک ڈال رہا ہے۔

لیک کو آل قربت شاخ طری	کہ شمار پختہ ازوے می خوری
لیکن کہاں وہ تر شاخ کی قربت	کہ تو اس کے بکے پھل کھاتا ہے

یعنی لیکن وہ شاخ ترکی سی قربت کہاں ہے کہ اس سے شمار پختہ تو کھاوے گا مطلب یہ کہ دونوں شاخوں کو قرب آفتاب برابر حاصل ہے مگر شاخ تر کے قرب سے تو میوے کھانے کو ملتے ہیں اور شاخ خشک سے کچھ بھی نہیں بلکہ اس کی یہ حالت ہوتی ہے۔

شاخ خشک از قربت آل آفتاب	غیر زو تر خشک کستن گومیاب
اس آفتاب کی قربت سے خشک شاخ کو	اس سے بھی زیادہ خشک ہونے کے علاوہ تو اور کیا پائے

یعنی شاخ خشک کو قرب آفتاب سے سوائے جلدی خشک ہو جانے کے کہہ دو کہ مت پامطلب یہ کہ شاخ تر کو جو قرب حاصل ہے اس سے میوے ملیں گے اور شاخ خشک کے قرب سے سوائے اس کے کہ وہ اور جلدی خشک ہو جاوے کیا نتیجہ ہوگا تو اسی طرح جن کو کہ قرب خاص

حاصل ہے ان کے اندر تو کمالات پیدا ہوتے ہیں اور جن کو کہ قرب عام حاصل ہے ان کے اندر کمالات کا نام بھی نہیں ہے اور فرماتے ہیں کہ۔

بنگرایں کاں شاخ خشک از قرب خور	غیر خشکی می برد چیزے دگر
یہ دیکھ کر سورج کے قریب سے اس خشک شاخ نے	سوائے خشکی کے اور کوئی چیز حاصل کی؟

یعنی اس کو دیکھو کہ وہ شاخ خشک قرب خورشید سے سوائے خشکی کے اور کچھ بھی لے جاتی ہے یعنی بس اس کو یہی حاصل ہوتا ہے کہ اور بھی خشک ہو جاتی ہے اب آگے فرماتے ہیں کہ

آں چناں مستی مباحش اے بیخورد	کہ بہ عقل آید پشیمانی برد
اے بے عقل اتو ایسا مست نہ بن	کہ ہوش میں آئے تو شرمندگی اٹھائے

یعنی اے بے عقل ایسا مست مت ہو کہ جب عقل میں آوے تو پشیمانی لے جاوے مطلب یہ کہ ایسی مستی مت اختیار کرو کہ جب ہوش میں آوے تو افسوس کرو کہ ہم نے یہ کیا کیا۔

بلکہ زان مستان کہ چوں مے میخورد	عقاہائے پختہ حسرت می برند
بلکہ ان مستوں میں سے (بن) کہ جب وہ شراب پیتے ہیں	پختہ عقلیں حسرت کرتی ہیں

یعنی بلکہ ان مستوں میں سے ہو کہ وہ جب شراب پیتے ہیں تو عقول پختہ بھی حسرت لے جاتے ہیں مطلب یہ کہ ان مستوں میں سے ہو کہ جب وہ اپنی مستی میں آتے ہیں تو جو عقول کہ پہلے سے پختہ ہیں وہ بھی حسرت لے جاتی ہے کہ افسوس ہم ایسے نہ ہوئے اور وہ مستی حب حق کی ہے لہذا ہمیشہ مست حق ہو اور سچے بنو کذب سے کام نہیں چلتا آگے فرماتے ہیں کہ

اے گرفتہ ہچو گر بہ موش پیر	گر تو زان می شیر گیری شیر گیر
اے وہ کہ جس نے بلی کی طرح بوڑھا چوہا پڑا ہے اگر تو اس	شراب سے شیر پکڑنا چاہتا ہے تو شیر پکڑ

یعنی اے شخص کہ تو بلی کی طرح بڑھے چوہے کو پکڑے ہوئے ہے اگر تو اس شراب سے مست ہے تو شیر کو پکڑ موش پر سے مراد جسم اور شیر سے مراد روح ہے مطلب یہ کہ اے شخص تو جو جسم پروری میں لگا ہوا ہے اس کو ترک کر اس لئے کہ جب تو اس حب حق کی شراب سے مست نہیں تو پھر روح کی پرورش کر اور اس کو سنبھال کیا اس جسم کے پیچھے پڑا ہوا ہے۔

اے نخوردہ از خیال جام ہیچ	ہچو مستان حقائق بر میچ
اے وہ کہ تو نے جام کے خیال سے کچھ بھی نہیں پیا	حقائق کے مستوں کی طرح نہ اینٹھ

یعنی اے شخص کہ وہ جام (اصلی) کے خیال سے کچھ بھی پئے ہوئے نہیں ہے تو مستان حق کی طرح مت اینٹھ مطلب یہ کہ اے شخص کہ تو صرف دعاوی ہی کرتا ہے اور اس جام محبت حق سے تو نے کچھ بھی نہیں پیا ہے پھر تو ان حضرت کی طرح مستی کیوں کرتا ہے اس لئے کہ تو نے تو کچھ پیا ہی نہیں ہے۔

می فتی آنسو و این سو مست دار	اے تو این لیستن آنسو گزار
تو مستوں کی طرح ادھر ادھر کو گرتا ہے	اور تو ادھر کا ہے تیرا ادھر گزار (بھی) نہیں ہے

یعنی اے شخص کہ تو مست کی طرح ادھر ادھر گر رہا ہے تو تو اسی طرف ہے تیرا گزراں طرف نہیں ہے مطلب یہ کہ تو تو اس دنیا کے اندر کھپا ہوا ہے تجھے اس طرف کی یعنی مستی حق کی کیا خبر لہذا فضول مکر اور فریب مت کر۔

گر بداں سوراہ یابی بعد ازاں	کہ بدیں سوگہ بداں سو سر فشاں
اگر اس کے بعد تو اس طرف راہ یاب ہو جائے	بھی ادھر کو بھی ادھر کو سر جھٹک

یعنی اگر تو اس طرف راہ پالے تو اس کے بعد بھی ادھر اور بھی ادھر سر جھاڑ یعنی اگر مستی حق حاصل ہو جاوے تب تو اگر تو ادھر ادھر گرے پڑے تو ایک بات بھی ہے مگر اس سے پہلے تو فضول ہے کہ صرف دعویٰ اور دروغ ہے۔

جملہ ایں سوئے ازاں سوگپ مزین	چوں نداری موت ہرزہ جاں مکن
تو بالکل اس جانب کا ہے اس جانب کی گپ نہ مار	جب تجھے موت نہیں آ رہی ہے تو خواہ خواہ نزع طاری نہ کر

یعنی تو تو بالکل اس طرف کا ہے اس جانب سے گپ مت مارے اور جب تو موت نہیں رکھتا تو فضول جاں کنی مت کر موت سے مراد مرتبہ فنا کا حاصل ہونا ہے مطلب یہ کہ تیری مقتضیات اور تیری خواہشات سب اس طرف ہی کی ہیں اور پھر تجھے ابھی مرتبہ فنا بھی حاصل نہیں ہے تو فضول تو بن رہا ہے اس سے کیا فائدہ ہوگا بلکہ ایک روز ساری قلعی کھل جاوے گی۔

آں خضر جاں کز اجل نہر اسداو	شاید مخلوق را نشناسداو
وہ خضر کی جان والا جو موت سے نہ گھبرائے	اگر وہ مخلوق کو نہ پہچانے اس کے لئے مناسب ہے

یعنی وہ خضر جیسے جان والا جو کہ اجل سے ڈرتا ہی نہیں اس کو لائق ہے کہ اگر وہ مخلوق کو نہ پہچانے خضر جان سے مراد عارف مطلب یہ کہ جو شخص کہ عارف ہے اور اس کو اس قدر شوق لقاء حق ہے کہ وہ موت سے ڈرتا ہی نہیں بلکہ اور تمنا کرتا ہے جیسے کہ اکثر بزرگوں سے منقول ہے کہ وہ معرفت کی تمنا کرتے تھے اور ان کو دنیا میں ہی مرتبہ فنا حاصل تھا تو اگر وہ مخلوق کو نہ پہچانیں تو کچھ تعجب نہیں اس لئے کہ ان کو اس کا حق ہے مگر اس سے پہلے تو بالکل کذب اور صریح مکر ہے ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ

خرم آں روز کزین منزل ویراں بردم راحت جاں ظلم وز پئے جانناں بردم
نذر کردم کہ گر آید بسرایں غم روزے تادر میکدہ شاداں غزال خواں بردم
اور بہت سے بزرگوں کی حکایتیں کہ ان کو موت کے آنے کا اشتیاق تھا مشہور و معروف ہیں۔

کام از ذوق تو ہم خوش کنی	دردے در خیک خود پرش کنی
وہی ذوق سے تو طلق کو خوش کر رہا ہے	تو اپنی مشک میں پھونک بھر رہا ہے اور اس کو پر کر رہا ہے

یعنی تالو کو ذوق تو ہم سے خوش کر رہا ہے اور اپنی مشک میں پھونک مار کر بھر رہا ہے۔

پس بیک سوزن تہی گردی زباد	ایں چینیں فریبہ تن لاغر مباد
تو ایک سوئی ہے ہوا سے خالی ہو جائے گا	کمزور بدن والا اس طرح کا فریبہ نہ بنے

یعنی بس تو ایک سوئی سے ہوا سے خالی ہو جاوے گا ایسا فربتن (ظاہر میں) اور لاغر تن (حقیقت میں) خدا کرے نہ رہے مطلب یہ کہ تو تو ہم قرب حق سے خوش ہو رہا ہے اور پھول رہا ہے کہ یہ تجھ کو قرب حق حاصل ہے مگر یاد رہے کہ یہ ساری شیخی اور ساری باتیں ایک ذرا سے امتحان سے نکل جاوے گی اگر ادھر سے امتحان ہو گیا تو بس ساری مستی رہ جاوے گی اور سارا قرب دھرا رہ جاوے گا آگے اس کی حالت کی سرلیح الزوال ہونے کو ایک مثال سے واضح فرماتے ہیں کہ۔

کوز ہا سازی ز برف اندر شتا	کے کند چوں تاب بیند آں وفا
تو جاڑوں میں برف سے پیالے بناتا ہے	وہ جب گرمی دیکھے گا وفاداری کب کرے گا

یعنی اگر تم جاڑے میں برتن بنا لو تو وہ جب گرمی دیکھیں گے کب وفا کریں گے مطلب یہ کہ اگر تم کسی طرح سے برف کے برتن بنا لو تو ان کو دیکھ کر اگر چہ کوئی اس وقت دھوکہ کھا جاوے گا مگر جب گرمی ان کو پہنچے گی تو یقیناً سب پگھل جاویں گے اور تمہاری ساری قلعی کھل جاوے گی اسی طرح اگر تم قرب حق اور حب حق کا دعویٰ کرتے ہو تو ایک دن وہ ہوگا کہ تمہاری ساری قلعی کھل جاوے گی اور سب کو معلوم ہو جاوے گا کہ جناب کو کیسی محبت تھی آگے ایک گیدڑ کی حکایت کہ وہ رنگین ہو گیا تھا تو طاؤس صفت بننے کا دعویٰ کیا جب اس سے کہا گیا کہ اچھا مور کی طرح ناچو یا آواز کرو تو وہ ان دونوں باتوں کو نہ کر سکا تو آخر اس کی قلعی کھل گئی اور ذلیل ہو بیان فرماتے ہیں۔

شرح صلیبی

ترجمہ و تشریح: یہ ابیات بھی دو احتمال رکھتے ہیں یا مولانا کا مقولہ ہو کما ہوا لا ظہر یا امیر کا اب حل سنو اے مدعی کا ذب یا اے دیہاتی تو قرب حق کی حقیقت صرف تعلق خالقیت و مخلوقیت و صانعیت و مصنوعیت سمجھتا ہے اور یہ نہیں جانتا کہ جو قرب خاص اولیاء اللہ کو حاصل ہوتا ہے اس میں سینکڑوں عظمتیں اور ہزاروں شان و شوکت ہوتی ہیں ان سے وہ افعال ظاہر ہوتے ہیں جو دوسروں سے نہیں ہوتے چنانچہ جو اہل اللہ داؤد علیہ السلام کی طرح مقرب بارگاہ ہیں وہ لوہے کو نرم کر سکتے ہیں اور نفس کی رعونت کو دور کر سکتے ہیں تو تو کر تیری تو یہ حالت ہے کہ تو نے تو موم کو لوہا کر لیا اور نفس جو ابتداءً کمزور تھا اب اس کو زبردست بنا دیا پس معلوم ہوا کہ ان کو صرف قرب خالقیت و مخلوقیت اور رزاقیت و مرزوقیت ہی حاصل نہیں کیونکہ وہ تو سب کو حاصل ہے حتیٰ کہ کفار کو بھی بلکہ ان کو ایک اور قرب بھی حاصل ہے جس کے ذریعہ سے یہ دوسروں سے ممتاز ہیں یعنی قرب وحی عشق یعنی وہ قرب جس کی بنا پر اس پر علوم و معارف فائز ہوتے ہیں جس کا منشاء ان کا عشق یا حضرت حق سبحانہ ہے ارے بابا کچھ حقیقت قرب ایک ہی فرد میں منحصر نہیں کہ تو اس کے علاوہ دوسرے افراد کی نفی کرتا ہے بلکہ اس کی تو مختلف قسمیں ہیں دیکھ تو سہی آفتاب پہاڑوں وغیرہ پر بھی چمکتا ہے اور سونے پر بھی لیکن سونے کے ساتھ جو قرب خاص ہے وہ پہاڑ اور بید وغیرہ کے ساتھ نہیں اور اس کی ان کو ہوا بھی نہیں لگی نیز آفتاب کو شاخ تر اور شاخ خشک ہر دو سے قرب ہے کیونکہ آفتاب دونوں پر نور افشانی کر رہا ہے اور محبوب نہیں ہے لیکن شاخ خشک کو وہ تقرب کہاں حاصل ہے جو شاخ تر کو حاصل ہے کہ اس سے تم کو پختہ میوے ملتے ہیں جو کہ شاخ خشک سے

نہیں ملتے ہیں بلکہ شاخ خشک کو تو اس قرب آفتاب سے صرف یہ حاصل ہوتا ہے کہ جلد خشک ہو کر آگ میں جلنے کے کام آئے پس اسی قسم کا تفاوت اہل اللہ اور غیر اہل اللہ کے قرب میں ہے کہ اہل اللہ کو اس سے ثمرات باطنی حاصل ہوتے ہیں اور غیر اہل اللہ کے لئے بجز زیادتی نقص کے اور کچھ بھی حاصل نہیں ہوتا دیکھ لو شاخ خشک کو قرب آفتاب سے صرف خشکی ہی حاصل ہوتی ہے اور کچھ بھی نہیں پس تو ایسا مست نہ ہو کہ ہوش آنے کے بعد ندامت ہو بلکہ ان مستوں میں سے ہو کہ جب وہ شراب پیتے ہیں تو دیگر عقلاً کو حسرت ہوتی ہے کہ کاش ہم کو بھی اس کا کوئی جر عمل جاتا۔ ارے تو تو بلی کی طرح چوہے تو پکڑ رہا ہے اور دنیا سمیٹ رہا ہے اگر تو شراب حق سے مست ہے تو شیر کو پکڑ یعنی عالی حوصلہ بن اور دولت اخروی حاصل کر ارے تجھے تو اس جام شراب حقیقی کے خیال سے بھی کوئی حصہ نہیں ملا پس تو اہل اللہ کی طرح مضطرب مت ہو تو مستوں کی طرح کبھی ادھر گرتا ہے کبھی ادھر ارے بیوقوف تو تو ابھی ادھر ہی ہے ادھر کی تو تجھے ہوا بھی نہیں لگی۔ ہاں جب تو اس کو چہ سے واقف ہوگا پھر شوق سے کبھی ادھر سر ٹپکے گا کبھی ادھر اور شوق سے وجد کرنا کون منع کرتا ہے لیکن ابھی تو تو سراسر ادھر ہی ہے لہذا ابھی تو ادھر کی ڈیگیں نہ مار اور جب تو مر نہیں رہا ہے تو بے فائدہ جاں کنی ظاہر مت کر حاصل یہ کہ اگر کوئی آدمی واقع میں شراب محبت سے مخمور ہو اور تاب ضبط نہ رکھتا ہو پھر اس سے حرکات مستانہ و مجنونانہ غیر منضبط صادر ہوں تو مضائقہ نہیں لیکن بنانا نہ چاہئے کہ یہ جھوٹا دعویٰ اور تلبیس ہے جو کہ حب جاہ و مال سے ناشی ہے لہذا حرام ہوگا تو دنیا دار ہو کر خواہ مخواہ مخلوق سے بے خبر بنتا ہے ہاں جو لوگ خضر کی سی روح اپنے اندر رکھتے ہیں اور دنیا سے اتنے بے تعلق ہیں کہ موت سے بھی نہیں ڈرتے وہ اگر مخلوق کو نہ پہچاننے کا دعویٰ کریں تو ان کو زیبا ہے تیری تو یہ حالت ہے جیسے کوئی مزیدار اشیاء کھا کر چٹخارے لیتا ہو اور تو تو اپنی مشک کو پھونک مار کر بھر رہا ہے ایسی مشک ایک سوئی چھو دینے سے ہوا سے خالی ہو جاتی ہے یعنی تیرا ذوق شوق محض وہم کی بناء پر ہے نہ کہ بناء بر حقیقت اور تیرا تقدس محض ظاہری ہے نہ کہ حقیقی لہذا وہ ذرا سے امتحان سے زائل ہو جاتا ہے اور اصلی حالت ظاہر ہوتی ہے اب مولانا فرماتے ہیں کہ خدا کرے ایسے دھوکے باز جو بظاہر پارسا اور باطن شیطان ہیں اور جن کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی دیکھنے میں موٹا تازہ ہو اور باطن میں دبلا پتلا یعنی کمزور ہو غارت ہو جائیں کہ لوگ ان کی تلبیس سے رہائی پائیں اے دھوکے باز صوفی تو یاد رکھ کہ تیرا فریب یقیناً ظاہر ہو جاوے گا۔ اور تو رسوا ہوگا اگر جاڑے میں تو نے برف کے گلاس بنا بھی لئے تو کیا ہو جب ان میں پانی ڈالا جاوے گا تو وہ ٹھہر تھوڑا ہی سکتے ہیں فوراً گھل جائیں گے۔ یعنی اگر تو نااہلوں کے سامنے بزرگ بن بھی گیا تو جب اہل اللہ تجھے جانچیں گے تو تیری یہ تلبیس قائم نہ رہ سکے گی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

مثنوی مولوی معنوی

کی جامع اور لاجواب اردو شرح

کلید مثنوی

جلد نمبر ۸

حضرت حکیم الامتہ تاج المفسرین مولانا مولوی شاہ محمد اشرف علی صاحب تھانویؒ

یہ وہ مقبول خاص و عام کتاب ہے کہ خواندہ ناخواندہ سب ہی اس سے دلچسپی لیتے ہیں۔ مگر مضامین عالیہ کی وجہ سے مطالب سمجھنے میں بڑی دقت پیش آتی ہے اور بعض اوقات نوبت الحاد و زندقہ تک پہنچ جاتی ہے۔ حضرت حکیم الامت نے اشعار مثنوی کو واضح کر کے اور مسائل تصوف کو عام فہم بنا کر نہایت خوبی سے سمجھا دیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس سے معتبر اور شریعت و طریقت کا پاس ادب رکھ کر مضامین کو حل کرنے والی اور کوئی شرح نہیں لکھی گئی۔

ادارہ تالیفات اشرفیہ نزد چوک فوارہ ملتان

بقیہ ربع اول از دفتر ثالث کلید مثنوی

شرح شبیری

ایک گیدڑ کارنگ کے مٹکے میں گر جانا اور اس کارنگین
ہو جانا اور گیدڑوں میں مور ہونے کا دعویٰ کرنا

آں شغالک رفت اندر خم رنگ	اندر اں خم کردیک ساعت درنگ
وہ ذیل گیدڑ رنگ کے مٹکے میں گر گیا	وہ اس مٹکے میں تھوڑی دیر ٹھہرا

یعنی ایک ذرا سا گیدڑ رنگ کے مٹکے میں گر پڑا اور اس مٹکے میں کچھ دیر رہا یعنی مٹکے میں کچھ دیر لگی۔

پس برآمد پوشش رنگیں شدہ	کہ منم طاؤس علیین شدہ
پھر نکلا تو اس کی کھال رنگین ہو گئی تھی	(اس نے کہا) کہ میں تو جنت کا مور ہو گیا ہوں

یعنی پھر وہ نکلا اس حال میں کہ اس کی کھال رنگین ہو گئی تھی اور کہہ رہا تھا کہ میں طاؤس جنت ہو گیا ہوں۔

پشم رنگیں رونق خوش یافتہ	آفتاب آں رنگہا برتافتہ
رنگین بالوں نے مہر رونق حاصل کر لی تھی	سورج نے ان رنگوں کو چمکا دیا تھا

یعنی رنگین اون نے خوب رونق پائی تھی اور آفتاب نے ان رنگوں کو اور چمکا دیا تھا۔

دید خود را سرخ و سبز و بوزرد	خویشنتن را بر شغالاں عرضہ کرد
اس نے اپنے آپ کو سرخ اور سبز اور لال اور پیلا دیکھا	اپنے آپ کو گیدڑوں پر پیش کیا

یعنی اس نے اپنے آپ کو سرخ سبز اور گلابی اور زرد دیکھا تو اپنے کو گیدڑوں کے سامنے پیش کیا۔

جملہ گفتند اے شغالک حال چیست	کہ ترا در سر نشا طے ملتویست
سب نے کہا اے حقیر گیدڑا تیرا کیا حال ہے؟	کہ تیرے سر میں ایک پیچہ مستی ہے

یعنی سب گیدڑوں نے کہا کہ اے گیدڑیہ کیا حال ہے کہ تیرے سر میں ایک خوش لپٹی ہوئی ہے۔ یعنی آج تو بہت خوش معلوم ہوتے ہو۔

از نشاط از ما کرانہ کردہ	این تکبر از کجا آورده
مستی سے تو ہم سے جدا ہو گیا ہے	تو یہ تکبر کہاں سے لایا ہے؟

یعنی نشاط کے مارے ہم سے کنارہ کیا ہے تو نے تو یہ تکبر کہاں سے لایا ہے یہ تو سب نے اعتراض کیا اور

یک شغالے پیش اوشد کائے فلاں	شید کردی تا شدی از خوشدلاں
ایک گیدڑ اس کے سامنے گیا کہ او فلانے	تو نے مکر کیا یہاں تک کہ تو خوش دل بن گیا

یعنی ایک گیدڑ اس کے آگے آیا کہ اے فلانے تو نے مکر کیا ہے تاکہ خوش دلوں سے ہو جاوے۔

شید کردی تابہ ممبر بر جہے	تا زلاف این خلق را حسرت وہی
تو نے مکر کیا تاکہ تو ممبر پر جڑھے	تاکہ ڈینگوں سے ان لوگوں کو حسرت دلائے

یعنی تو نے مکر کیا ہے تاکہ ممبر پر کودے اور تاکہ شیخی سے ان لوگوں کو حسرت دے یعنی جبکہ تو ایسے دعوے کرے گا تو سب کو حسرت ہوگی کہ افسوس ایسے ہم نہ ہوئے تو تو نے اس لئے یہ مکر کیا ہے کہ تو سب سے بڑا بنے اور سب پر حکومت کرے معلوم ہوتا ہے کہ یہ گیدڑ کچھ عارف تھا اور کہا کہ۔

پس بکوشیدی ندیدی گرمے	پس زشید آورده بے شرمے
تو نے بہت کوشش کی (لیکن) گرمی نہ دیکھی	تو نے مکاری سے بہت بے شرمی حاصل کر لی

یعنی تو بہت کوشش کی اور اچھلا مگر کوئی گرمی نہ دیکھی تو اب مکر سے بے شرمی لایا ہے مطلب یہ کہ اول تو خوب اچھلا کوا مگر کوئی حرارت قلب کے اندر پیدا نہ ہوئی تو اب بے شرم ہو کر یہ مکر کیا ہے تاکہ اگر سچا حال نہیں ہے تو حال کاذب ہی سے لوگوں کو پھنسا دے۔

صدق و گرمی خود شعرا اولیاست	باز بے شرمی پناہ ہر دعاست
سچائی اور گرمی اولیا کا شعار ہے	پھر بے شرمی ہر دھوکے کی پناہ ہے

یعنی صدق اور حرارت قلب تو خود اولیاء کرام کا شعار ہے اور پھر بے شرمی ہر دعا باز کی پناہ ہے۔ یعنی جو دعا باز ہے وہ بے شرم ہو کر دعوے کرے پس پھر کیا ہے سب کچھ حاصل ہے سب لوگ بزرگ ہی سمجھیں گے اللہ رے بے شرمی تیرا ہی راج ہے۔

کالتفات خلق سوائے خود کشند	کہ خوشیم و از دروں بس ناخوشند
تاکہ مخلوق کی توجہ اپنی طرف کر لیں	کہ ہم خوش ہیں حالانکہ اندر سے بہت رنجیدہ ہیں

یعنی تاکہ التفات خلق کو اپنی طرف کھینچیں کہ ہم خوش ہیں حالانکہ اندر سے بہت ناخوش ہیں مطلب یہ کہ وہ بے شرمی کر کے اپنے کو مخلوق کے آگے خوش ظاہر کرتے ہیں مگر ان کا دل تو خراب ہے اور وہ دل سے ناخوش ہیں آگے ایک شخص کی حکایت لاتے ہیں کہ وہ اپنی مونچھوں پر چربی لگا کر لوگوں میں شیخی کیا کرتا تھا کہ میں نے پلاؤ کھایا ہے زردہ کھایا ہے اور اندر سے بھوکا ہوتا تھا۔ آخر کار ایک روز اس کی بھی قلعی کھل گئی تو اسی طرح جو لوگ کاذب ہیں وہ ظاہر میں تو بڑے بزرگ معلوم ہوتے ہیں مگر اندر سے دیکھو تو ایسے نالائق کہ الامان والحفیظ اب حکایت سنو۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح: اے بنے ہوئے عارف تیری ایسی مثال ہے جیسے ایک گیدڑ رنگ کے مٹکے میں جا گھسا وہ اس میں تھوڑی دیر ٹھہر رہا تا کہ خوب رنگ چڑھ جائے اس کے بعد نکلا تو اس کی کھال رنگین ہو گئی تھی اور دعویٰ کرتا تھا کہ میں جنت کا مور ہوں اس کی اون سے رنگین ہو کر ایک عجیب چمک دمک پیدا ہو گئی تھی دھوپ کی آمیزش سے مختلف رنگ چمکنے لگے تھے۔ جب اس نے اپنے آپ کو کبھی سرخ اور کبھی سبز اور کبھی گلابی اور کبھی زرد دیکھا تو اس نے اپنے کو گیدڑوں کے سامنے پیش کیا اس کو عجیب خوشی میں دیکھ کر گیدڑوں نے کہا کہ ارے گیدڑ کیا حال ہے کہ تیرے سر میں خوشی بیچ و تاب کھا رہی ہے اور مارے خوشی کے تو ہم سے الگ ہو گیا ہے یہ تکبر تو کہاں سے لے آیا۔ ایک گیدڑ نے آگے بڑھ کر کہا کہ ارے فلاں تو نے فریب گانٹھا ہے اور اس فریب سے تو خوش ہو رہا ہے پس اے بنے ہوئے عارف تو نے بھی بہرہ و بھرا ہے تاکہ منبر پر سردار ہو کر بیٹھے اور اپنے دعوؤں کی لوگوں کے دلوں میں حسرت پیدا کرے تو ہدوں گرمی محبت کے بہت کچھ جوش و خروش دکھاتا ہے اور مکر سے یہ بے شرمی اختیار کی ہے سچائی اور سوزش درونی اہل اللہ کا شعار ہے نہ کہ تیرا بلکہ تو بے شرمی سے اپنی دعا بازی کو چھپاتا ہے اس لئے کہ بے شرمی دعا بازوں کی پشت و پناہ ہے دعا باز بے شرمی کے سہارے پردھوکہ اس لئے کرتے ہیں کہ لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کریں۔ اور یہ ظاہر کرتے ہیں کہ ہماری حالت بہت اچھی ہے حالانکہ ان کی اندرونی حالت بالکل تباہ ہوتی ہے۔

شرح شبیری

ایک شیخی باز کا ہرن صبح کو اپنی موچھ اور لب کو چکنا کر لینا اور باہر آ کر دوستوں میں ظاہر کرنا کہ میں نے یہ کھایا ہے اور وہ کھایا ہے

دنبہ پارہ یافت مردے مستہان	ہر صباے چرب کردے سبلتان
ایک ذیل شخص نے دنبہ (کی کھال) کا ٹکڑا پایا	ہر صبح کو دونوں موچھوں کو چکنا کرتا
یعنی ایک شخص نے کہیں سے دنبہ کی کھال کا ٹکڑا مفت پالیا تھا تو ہرن صبح کو اس سے موچھیں چکنی کیا کرتا تھا۔	
درمیان منعمان رفتے کہ من	لوت چربے خوردہ ام در انجمن
بالداروں میں جاتا کہ میں نے	ایک مجلس میں مرغن غذا کھائی ہے
یعنی امراء کے یہاں جاتا اور کہتا کہ میں نے (فلاں) مجلس میں بڑی مچرب غذا کھائی ہے۔	
دست بر سبلت نہادے در نوید	رمز یعنی سوئے سبلت ہنگرید
خوشخبری دیتے وقت موچھوں پر ہاتھ بھیرتا	اشارہ (حقا) یعنی موچھیں دیکھو
یعنی ہاتھ موچھ کے اوپر رکھتا خوشی میں اشارہ یہ کہ موچھ کی طرف دیکھو مطلب یہ کہ موچھوں کے اوپر تاؤ دیتا تھا کہ لوگوں کو	

معلوم ہو کہ حضرت کی موچھ چکنی ہو رہی ہے تو ضرور کھایا ہے۔

وہ نشان چرب و شیریں خوردن است	کایں گواہ صدق گفتار من است
اور یہ چکنی اور لذیذ غذا کھانے کا علامت ہے	کہ یہ میری بات کے سچے گواہ ہیں

یعنی (اس طرف اشارہ مقصود ہوتا تھا) کہ یہ میری بات کا گواہ ہے اور یہ چرب و شیریں غذا کھانے کی نشانی ہے وہ تو اس طرح سے خوب شیخی بگھارا کرتا تھا اور اس کے پیٹ کی یہ حالت تھی کہ۔

کہ اباد اللہ کیدا الکافرین	اشکمش گفتے جواب بے طنین
کہ اللہ کافروں کے مکر کو برباد کرے	اس کا پیٹ بلا آواز جواب دیتا

یعنی اس کا پیٹ جواب بے آواز کے دیتا کہ خدا اس کافروں جیسے مکر کو غارت کرے مطلب یہ کہ پیٹ اس کو بوجہ بھوک کے کوسا کرتا تھا اور اس کے کوسنے کی کوئی آواز تو سنتا نہ تھا وہ کہتا کہ خدا ایسے مکر کو کہ مجھے بھوکا رکھتا ہے غارت ہی کرے اور کہتا کہ۔

کان سبال چرب تو برکنده باد	لاف تو مارا بر آتش برنہاد
خدا کرے تیری چکنی موچھیں اکھڑیں	تیری شیخی نے ہمیں انکاروں پر رکھ دیا ہے

یعنی تیری شیخی نے ہمیں آگ پر رکھ رکھا ہے تیری وہ موچھ خدا کرے اکھڑ جاوے۔

یک کریمے رحم آوردے بما	گر نبودے لاف زشتت اے گدا
(تو) کوئی سخی ہم پر رحم کرتا	اے بھکاری اگر تیری تیری شیخی نہ ہوتی

یعنی اگر تیری یہ بری شیخی نہ ہوتی تو شاید کوئی کریم ہم پر رحم کرتا اور کہلا دیتا مگر اب تو سب سمجھتے ہیں کہ یہ ایسی غذا کھاتا ہے کہ کسی کو نصیب نہیں لہذا کوئی پوچھتا بھی نہیں ہے۔

یک طیبے داروئے ماساختے	راست کم گفتے و کج کم باختے
تو ہمارے علاج کے لئے ایک طیب پیدا کر دیتا	اگر تو سچ بولتا اور کج کوئی کا کھیل نہ کھیلتا

یعنی اگر سچ کہہ دیتا اور کج بازی کم کرتا تو کوئی طیب ہماری دوا کر دیتا اور دوا ہی روئی یعنی کوئی تو ہمیں روئی دے دیتا آگے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

ہم بدے مہمانی یک آشنا	در نمودے عیب و کم کردے جفا
کسی آشنا کی جانب سے مہمانی ہو جاتی	اگر تو عیب ظاہر کر دیتا اور ظلم نہ کرتا

یعنی اور اگر عیب دکھا دیتا اور جفا کم کرتا تو کسی آشنا کا مہمان ہو جاتا مگر اب کوئی پوچھتا ہی نہیں۔

ینفعن الصادقین صدقہم	گفت حق کہ کج مجبان گوش و دم
سچوں کو ان کا سچ ضرور فائدہ دے گا	اللہ (تعالیٰ) نے فرمایا ہے کہ کان اور دم کو ٹیڑھا ہلا

یعنی حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ گوش و دم کو کج مت ہلا و اس لئے کہ صادقین کو (قیامت میں) ان کا صدق ہی نفع دے گا۔ لہذا

غلط اور کذب ہرگز نہ بولنا چاہئے۔

کہف اندر کڑ مخپ اے خشم	آنچہ داری وانما و فاسقم
اے بے مسلے غار کے اندر ٹیڑھا نہ ہو	جو کچھ حالت ہے ظاہر کر دے پھر راہ سیدھا چل

یعنی اے پراگندہ خواب دیکھنے والے غار کے اندر کج مت سوچو کچھ کہ تو رکھتا ہے دکھلا دے اور استقامت اختیار کر مطلب یہ کہ تمہارے اندر عیوب ہیں ان کو پوشیدہ کر کے مت رکھو بلکہ ظاہر کر دو کہ ان کا کوئی علاج ہی کر دے اور اس کے بعد تم استقامت اختیار کرو مگر بعض طبائع ایسے ہوتے ہیں کہ وہ عیوب ظاہر نہیں کر سکتے ہیں ان کو علاج آگے بتاتے ہیں کہ اولیٰ تو یہی ہے کہ ظاہر کر دو اور اگر عیوب کو ظاہر نہ کر سکو تو اس کے لئے فرماتے ہیں کہ۔

درنگوی عیب خود بارے خمش	از نمایش وز دغل خود را مکش
اگر اپنا عیب نہیں بتاتا ہے تو چپ رہ	ریا اور فریب سے اپنے آپ کو ہلاک نہ کر

یعنی اور اگر اپنے عیوب کہتے نہیں تو چپ ہی رہ نمائش اور دغل سے اپنے کو قتل مت کر مطلب یہ کہ اگر عیوب کو ظاہر نہیں کر سکتے تو اس کے خلاف کمالات تو ظاہر مت کرو بلکہ چپ ہی رہو اس لئے کہ اگر تم نے کمالات کا دعویٰ کیا تو پھر کوئی بھی رحم نہ کرے گا اور اگر دعویٰ شروع کر دیا تو پھر تو کوئی پوچھے گا بھی نہیں اور پھر مارے جاؤ گے۔

برسبال چرب خود تکیہ مکن	زانکہ گربہ برد دنہ بے سخن
اپنی چکنی مونچھوں پر بھروسہ نہ کر	اس لئے کہ لہا بلاشبہ چکدی لے گئی ہے

یعنی اپنی چکنی مونچھ پر بھروسہ مت کر اس لئے کہ ملی دہلی کی کھال کو بے شک لے گئی اس کے لے جانے کا قصما گے بیان فرمادیں گے تو مطلب یہ کہ فضول باتیں بنا کر اپنا نقصان مت کرو اس میں خطاب سالک کو بھی ہے کہ دیکھو اول تو اپنے عیوب کو شیخ کے سامنے ظاہر کر دو تا کہ وہ علاج کر دے اور اگر یہ تم سے نہ ہو سکے تو دعویٰ تو مت کرو کہ اس میں تو پھر کوئی بھی تم پر رحم نہ کرے گا اور فرماتے ہیں کہ۔

گرتو نقدے یافتی ملکشا دہان	ہست در رہ سنگہائے امتحان
اگر تجھے کچھ نقدی مل گئی ہے تو ب کھائی نہ کر	راتہ میں آزمائش کے بہت سے پتھر ہیں

یعنی اگر تم نے کوئی نقد پالیا ہے تو پھر منہ مت کھولو اس لئے کہ راہ میں بہت سے سنگ امتحان ہیں مطلب یہ ہے کہ اول تو کاذب دعوے مت کرو اور اگر کچھ سوز و گداز حاصل بھی ہو گیا ہے تب بھی اس کو سارے میں گاتے مت پھر اس لئے کہ اس نقد کے پرکھنے والے راہ سلوک میں بہت ہیں اور وہ اولیاء اللہ ہیں جو کہ حال صادق اور حال کاذب کو معلوم کر لیتے ہیں اور ذرا سنبھل کر قدم رکھنا اور نہ اگر امتحان میں ناکامیاب ہوئے تو پھر بڑی خرابی ہوگی کسی نے خوب کہا ہے کہ

سنبھل کے رکھنا قدم دشت خار میں مجنوں کہ اس نواح میں سودا برہنہ پا بھی ہے

اب چونکہ یہاں کا ملین کو غرہ ہو سکتا تھا کہ آہا ہم سنگہائے امتحان اور پرکھنے والے ہیں لہذا مولانا نکلے کان بھی کھولتے ہیں فرماتے ہیں کہ۔

سنگہائے امتحان را نیز پیش	امتحانہا ہست در احوال خویش
آزمائش کے پتروں کے لئے بھی درپیش ہیں	اپنے احوال میں بہت سے امتحانات

یعنی سنگہائے امتحان کے آگے بھی اپنے احوال میں امتحانات ہیں مطلب یہ کہ یہ جو کالمین پر کھنے والے ہیں ان کے لئے بھی امتحانات ہیں اور ان کی بھی آزمائشیں ہوتی ہیں لہذا وہ بھی نہ اتر اویں اور ذرا سنبھل کر رہیں ورنہ کہیں لغزش ہوگئی تو پھر سخت مشکل ہوگی آگے فرماتے ہیں کہ۔

گفت یزداں از ولادت تا نحسین	یفتنونن فی کل عام مرتین
خدا نے فرمایا ہے کہ پیدائش سے موت تک	وہ ہر سال میں دو مرتبہ آزمائے جاتے ہیں

یعنی حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ولادت سے وقت (موت) تک وہ ہر برس میں دو مرتبہ آزمائے جاتے ہیں قرآن شریف میں ہے یفتنون فی کل عام مرة او مرتین تو دیکھو جب اس طرف سے آزمائش ہے تو بے فکر ہو جانا سخت غلطی ہے اور فرماتے ہیں کہ۔

امتحان بر امتحانست اے پسر	ہیں بکتر امتحان خود را مخر
باوا! آزمائش پر آزمائش ہے	خبردار کترا آزمائش پر خود پسندی نہ کر

یعنی اے صاحبزادے امتحان پر امتحان ہیں تو تم بہت چھوٹے امتحان میں اپنے کو مت خریدو مطلب یہ کہ جب امتحانات ہیں تو ذرا سنبھل کر کام کرو کہیں ذرا سے امتحان میں آ کر اپنے کو برباد نہ کر دو۔

ز امتحانات قضا ایمن مباش	ہیں ز رسوائی بترس اے خواجہ ناش
تقدیر (خداوندی) کے امتحانات سے مطمئن نہ ہو	اے میر بھائی! رسوائی سے ڈر

یعنی قضا کے امتحانات سے بے خوف مت ہو اور اے سائھی رسوائی سے ڈرتے رہو۔ کہ کہیں امتحان ہو اور اس میں ناکام ہو کر رسوائی ہو لہذا ہر وقت ڈرتے رہنا چاہئے آگے بلعم باعور کی بے خوفی کا قصہ بیان فرماتے ہیں کہ دیکھو وہ بے خوف ہو گئے تھے اور آخر رسوا اور شرمندہ ہوئے۔

بلعم باعور کا بے خوف ہو جانا کہ حضرت حق نے

اس کا امتحان کیا تھا اور پھر اس کا ناکام رہنا

بلعم باعور و ابلیس لعین	ز امتحان آخرین گشتہ مہین
بلعم باعور اور ابلیس ملعون شیطان	آخری امتحان سے ذلیل ہو گئے

یعنی بلعم باعور اور ابلیس لعین دیکھ کر آخری امتحان میں ذلیل ہو گئے۔

زانکہ بودند ایمن از مکر خدا	کا امتحانہا رفت اندر مامضا
کیونکہ وہ اللہ کے داؤ سے بے خوف تھے	کہ پہلے بہت سے امتحانات ہو چکے ہیں

یعنی اس لئے کہ وہ مگر خدا سے بے خوف تھے (اور سمجھتے تھے) کہ زمانہ ماضی میں تو بہت سے امتحانات ہو چکے ہیں مطلب یہ کہ انہوں نے یہ سمجھا کہ اس قدر امتحانات ہو چکے ہیں اب کیا امتحان ہوگا۔ اور اگر ہوگا بھی تو جیسا ان میں پاس ہو گئے تو اب تو ضرور پاس ہونگے بس اس دھوکہ میں رہ گئے تو آخر کار یہ نتیجہ ہوا کہ

عاقبت رسوائی آمد بال شان	اس شنیدہ باشی از اخبار شان
انجام کار وہ زونا ہو گئے	تو نے ان کی خبروں میں یہ بات سنی ہو گی

یعنی انجام کار ان کی حالت رسوائی ہوئی اور تو نے ان کے احوال سنے ہی ہونگے ابلیس کا اور بلعم باعور کا قصہ مشہور ہے کہ جب امتحان ہوا تو نا کامیاب اور ذلیل ہوئے لہذا چاہئے کہ مکر حق سے کبھی بے خوف نہ رہنا چاہئے بس آگے پھر اس شیخی بازی کی حالت بیان فرماتے ہیں کہ۔

او بدعوے میل دولت مے کند	معدہ اش نفرین سبقت میکند
وہ دعوے کے ذریعہ دولت کی طرف جھک رہا ہے	اس کا معدہ موچھ پر لعنت بھیج رہا ہے

یعنی وہ دعوے کے ساتھ رغبت دولت کی کرتا تھا اور اس کا معدہ اس موچھ پر لعنت کرتا تھا اور کہتا تھا کہ۔

کانچہ پنہاں میکند پیداش کن	سوخت ماراے خدا رسواش کن
(اے خدا) جو وہ چھپا رہا ہے اس کو ظاہر کر دے	اے خدا! اس نے ہمیں جلا ڈالا اس کو رسوا کر دے

یعنی کہ جو کچھ یہ چھپاتا ہے یا الہی اس کو ظاہر کر دے اس نے ہم کو جلا دیا ہے اے خدا اس کو رسوا کر دے۔

جملہ اعضائے تنش خصم ویند	کز بہارے لافدا ایشان درویند
اس کے جسم کے سب اعضا اس کے دشمن ہیں	(موسم) بہار کی شیخی مارتا ہے وہ (موسم) خزاں میں ہیں

یعنی اس بدن کے تمام اعضاء اس کے دشمن ہیں کیونکہ وہ ایک بہار سے شیخی مارتا رہا ہے اور وہ سب خزاں میں ہیں۔ مطلب یہ کہ مولانا فرماتے ہیں کہ چونکہ وہ شیخی بگھارتا تھا اور اس کے اعضاء سارے بھوکے ہوتے تھے تو سارے اس کے دشمن تھے اور کوسے تھے آگے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

لاف داداد کر مہامے کند	شاخ رحمت راز بن بر میکند
شیخی کرموں کو لونا دیتی ہے	رحمت کی شاخ کو جڑ سے اکھاڑ دیتی ہے

یعنی شیخی کرموں کو واپس کر دیتی ہے اور شاخ رحمت کو جڑ سے اکھاڑ دیتی ہے اس لئے کہ جب کوئی شیخی کرتا ہے تو اس پر کوئی بخشش نہیں کرتا لہذا چاہئے کہ۔

راستی پیش آر یا خاموش کن	وانگہا رحمت بہ بین و نوش کن
سچ بول یا چپ رہ	تب رحمت کو دیکھ اور حاصل کر

یعنی راستی کو آگے لایا خاموش رہ اور اس وقت رحمت کو دیکھ اور نوش کر۔ مطلب یہ کہ یا تو اپنے عیوب ٹھیک ٹھیک بیان کر دو اور اگر یہ نہ ہو سکے تو

چپ ہی رہو یہ تو نہیں کہ اور اوپر سے دعوے شروع کر دو یاد رکھو کہ یہ دعوے بہت بڑے حجاب ہیں کہ یہ خود عطا کو متوجہ ہونے ہی نہیں دیتے۔

آن شکم خصم سبال او شدہ	دست پہان در دعا اندر رزہ
وہ پیٹ اس کی سوچھوں کا دشمن بنا	چھپے ہاتھوں دعا میں لگ گیا

یعنی یہ پیٹ اس کی سوچھ کا دشمن ہو رہا تھا اور اندر ہی اندر دعا میں ہاتھ اٹھائے ہوئے تھا اور سوچھ کا اس لئے دشمن تھا کہ اس کی چربی کی وجہ سے تو بے چارہ بھوکا رہتا تھا وہ دعا کرتا تھا کہ۔

کائے خدا رسوا کن این لاف لنام	تا بکجد سوے ما رحم کرام
کہ اے اللہ کینوں کی این شیخی کو رسوا کر دے	تاکہ بھلوں کا رحم ہمارے لئے حرکت میں آئے

یعنی کہ اے خدا اس لیموں کی شیخی کو رسوا کرتا کہ ہماری طرف کریموں کا رحم جنبش کرے۔ اس لئے کہ جب لوگوں کو حالت معلوم ہوگی تو کھلا دیں گے۔

مستجاب آمد دعائے آن شکم	سوزش حاجت بزد بیرون علم
اس پیٹ کی دعا مقبول ہوگی	محتاجی کی جلن نے جھنڈا ابھارا

یعنی اس پیٹ کی دعا قبول ہوگئی اور حاجت کی سوزش نے باہر علم نکالا یعنی وہ سوزش حسی صورت میں آگئی اور اس سے انتقام لے لیا اور وہ انتقام اس طرح لیا کہ اس کی شیخی ظاہر ہوگئی اور وہ رسوا ہو گیا مولانا فرماتے ہیں۔

گفت حق گر فاسقی و اہل صنم	چون مرا خوانی اجاہتا کنم
خدا نے فرمایا خواہ تو فاسق ہے اور بت پرست	جب تو مجھے پکارے گا میں قبول کروں گا

یعنی حق تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ تو اگر فاسق ہے اور اگر بت پرست ہے جب مجھے پکارے گا میں قبول کروں گا محققین کا یہی مذہب ہے اور یہی مشاہدہ ہے کہ کفار کی دعا بھی قبول ہوئی ہے اور کسی نے اس مضمون کو اس طرح لظم کیا ہے کہ۔

باز آ باز آ از آنچہ کردی باز آ	صد بار اگر توبہ شکستی باز آ
ایں درگہ مادر گہ نومیدی نیست	گر کافرو گبر و بت پرستی باز آ

تو دعا را سخت گیر و می شخول	تو مشو ہیچ از دعا کردن ملول
تو خوب دعا کر اور رو	تو دعا کرنے سے کبھی نہ تھک

یعنی تو دعا کو سخت پکڑ لے اور فریاد کر تو آخر کار یہ دعا تجھے ان شیاطین کے ہاتھ سے چھڑا دے گی تو جب پیٹ نے دعا کی تو اس کی دعا بھی قبول ہوگئی اس طرح کہ۔

بلی کا اس دنبہ کی کھال کو لے جانا اور اس پہلو ان کا رسوا ہونا

چوں شکم خود را بحضرت در سپرد	گر بہ آمد پوست دنبہ ببرد
جب پیٹ نے اپنے آپ کو اللہ کے سپرد کر دیا	بلی آئی دنبہ کی کھال لے بھاگی

یعنی جب پیٹ نے اپنے کو حضرت حق میں سوپ دیا تو ایک بلی آئی اور پوست دنبہ کو لے گئی۔

از پس گربہ دوید او می گریخت	کودک از ترس عتابش رنگ ریخت
بلی کے پیچھے دوڑا وہ بھاگ گئی	اس کے غصہ کے ڈر سے بچہ کا رنگ بدل گیا

یعنی لڑکا اس کھال کے پیچھے دوڑا اور بھاگا اور اس (شخی باز) کے خوف سے اس کا رنگ (رو) جاتا رہا یعنی جب بلی لے گئی تو اس کا لڑکا بہت دوڑا اور اس سے چھیننے کو بھاگا۔ مگر وہ بلی لے ہی گئی تو اس بچے نے سوچا کہ ابا مجھے ماریں گے اس لئے اس نے یہ کیا کہ

آمد اندر انجمن آں طفل خورد	آبروئے مرد لانی رابرد
وہ چھوٹا بچہ مجمع میں آیا	اس نے شخی خورے کی آبرو کھو دی

یعنی وہ چھوٹا بچہ محفل میں آ گیا اور اس شخی باز آدمی کی آبرورینختہ کر دی اس لئے کہ

گفت آن دنبہ کبہ ہر صبحے بدان	چرب میگردی لبان و سبلتان
کہنے لگا کہ وہ دنبہ (کی کھال) جس سے ہر صبح کو	وہ ہونٹ اور مونچھیں چکنی کرتا تھا

یعنی اس نے کہہ دیا کہ وہ کھال جس سے ہر صبح کو تم لب اور مونچھیں چکنی کیا کرتے تھے۔

گربہ آمد ناگہائش در ربود	پس دویدیم و نکر د آن ہیج سود
بلی آئی اور اچانک اس کو لے بھاگی	میں بہت دوڑا اور کوئی فائدہ نہ ہوا

یعنی بلی آئی اور ناگہاں اس کو لے گئی ہم بہت دوڑے مگر اس کوشش نے کچھ فائدہ نہ کیا۔

پہلوان در لاف گرم و ذوقناک	چون شنید ایں قصہ گشت از غم ہلاک
پہلوان نے شخی کی گرمی اور ذوق میں	جب یہ قصہ سنا رنج سے ہلاک ہو گیا

یعنی پہلوان شخی میں سرگرم اور ذوقناک تھا جب اس نے یہ قصہ سنا تو مارے غم کے قریب بہ (ہلاک) ہو گیا اس لئے کہ ساری قلعی کھل گئی۔

منفعل شد در میان انجمن	سرفرو برد و خموش گشت از سخن
مجمع میں شرمندہ ہو گیا	سرجھا لیا اور بات سے خاموش ہو گیا

یعنی وہ محفل میں شرمندہ ہو گیا اور سرجھا کر بات کرنے سے خاموش رہ گیا۔

خندہ آمد حاضر انرا از شکفت	رحمہا شان باز جنیدن گرفت
تعب سے حاضرین کو ہنسی آ گئی	ان کا رحم پھر حرکت کرنے لگا

یعنی حاضرین کو (اول تو طبعی طور پر) تعب سے ہنسی آ گئی پھر ان کے رحم نے جنبش شروع کی مطلب یہ کہ اول تو سب کو اس کی اس حرکت پر ہنسی آ گئی مگر پھر اس کی حالت پر رحم آیا کہ دیکھو شریف آدمی ہے آج تک شرافت کے مارے اپنی حالت کو ظاہر نہ کرتا تھا اب کیا تھا اب تو یہ حالت ہوئی کہ۔

دعوتش کردند و سیرش داشتند	تخم رحمت در زمینش کاشتند
انہوں نے اس کی دعوت کی اور اس کا پیٹ بھر دیا	مہربانی کا بیج اس کی زمین میں بو دیا

یعنی وہ اس کی دعوت کرتے تھے اور اس کو خوب پیٹ بھر کر رکھتے تھے اور اس کی زمین میں تخم رحمت بوتے تھے یعنی اس کے ساتھ خوب سلوک کرتے تھے۔

اوپو ذوقے راستی دید از کرام	بے تکبر راستی را شد غلام
جب اس نے شریفوں میں سچائی کا ذوق دیکھا	بغیر تکبر کے سچائی کا غلام بن گیا

یعنی اس نے جب کریموں سے راستی کا مزہ دیکھا تو بے تکبر کے راستی کا غلام ہو گیا یعنی جب اس نے دیکھا کہ اصل حالت کے ظاہر ہو جانے سے ایسے ایسے انعامات ہوتے ہیں اس نے پھر ہمیشہ راستی ہی اختیار کر لی آگے مولانا فرماتے ہیں کہ

راستی را پیشہ خود کن مدام	تا شوی در ہر دو عالم نیک نام
سچائی کو ہمیشہ کے لئے اپنا پیشہ بنا لے	تاکہ تو دونوں جہان میں نیک نام بنے

یعنی ہمیشہ اپنا پیشہ راستی کو بنا لو تاکہ دونوں عالم میں نیک نام رہو پس اس کو ختم کر کے آگے اس شغال کا قصہ پورا فرماتے ہیں۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح: ایسے دعا بازوں کی حالت بالکل ایسی ہے جیسے ایک شخص کو دنبہ کی کھال مل گئی تھی وہ ہر صبح اس کی چکنائی سے اپنی مونچھوں کو تر کرتا اور دولت مندوں کی مجلس میں جا کر کہتا کہ میں نے ایک محفل میں خوب مرغن کھانا کھایا ہے اور خوشی خوشی مونچھوں پر ہاتھ رکھتا یہ کنایہ ہوتا تھا اس امر کا کہ تم میری مونچھیں دیکھ لو کہ میرے بیان کی شاہد ہیں اور یہ چکنائی میرے مرغن و شیریں غذا کھانے کی علامت ہے۔ ظاہری حالت تو یہ اور اندرونی حالت یہ کہ پیٹ اس کو کوستا تھا اور کہتا تھا کہ خدا ایسے کافروں کے نکر کو تباہ کرے ارے تیری شیخی نے ہمیں تو انگاروں پر لٹا رکھا ہے خدا کرے یہ تیری چکنائی آلود مونچھیں اکھڑ جائیں ارے ننگے اگر تیری یہ بے ہودہ شیخی نہ ہوتی تو کوئی اللہ کا شیخی ہم پر رحم کرتا اور اگر تو اپنا عیب فقر ظاہر کرتا اور یہ ظلم نہ کرتا تو کسی مہربان کے یہاں تو مہمان ہوتا اور اگر تو سچ سچ اپنی حالت کہہ دیتا اور ٹیڑھی چال نہ چلتا تو کوئی طبیب ہمارا علاج کرتا واقعی پیٹ کا بیان بالکل سچ ہے چنانچہ حق سبحانہ فرماتے ہیں کہ کان اور دم بے قاعدہ مت ہلا یعنی اصلی حالت ظاہر کر کہ سچ سچوں کو نفع پہنچاتا ہے لہذا آدمی کو چاہئے کہ غار کے اندر ٹیڑھا نہ ہوئے یعنی نہ اپنی حالت کو چھپائے اور نہ کج بیانی اختیار کرے بلکہ اصلی حالت کو ٹھیک ٹھیک ظاہر کر دے اور اگر اپنا عیب بھی نہ بیان کرے تو اتنا ہی کرے کہ خاموش رہے نمائش اور فریب سے اپنے کو ہلاک نہ کرنا چاہئے جس طرح یہ شخص کر رہا تھا اور اپنی چکنی مونچھوں پر بھروسہ نہ کرنا چاہئے اس لئے کہ بلی دنبہ کو اٹھالے گئی یعنی اپنی ظاہری حالت کی درستی پر اکتفا نہ کرنا چاہئے کیونکہ عنقریب اس کی حقیقت کھلنے والی ہے اور دھوکہ ظاہر ہو کر نہ امت لائق ہونے والی ہے خواہ مخواہ کی شیخی تو بری بات ہے ہی لیکن اگر کسی کو کچھ دولت باطنی بھی مل جاوے تب بھی خاموش رہنا چاہئے اس لئے کہ اظہار دعویٰ ہے اور اس دعوے کی تصویب اور تغلیط کے لئے امتحان کی کسوٹیاں یعنی اہل اللہ موجود ہیں اور امتحان بڑی سخت چیز ہے حق سبحانہ محفوظ رکھیں اور خود ان کسوٹیوں

کے لئے بھی ان کے احوال میں بہت سے امتحانات ہیں ان کو بھی اپنی کسوٹی ہونے پر مغرور نہ ہونا چاہئے حق سبحانہ فرماتے ہیں کہ ہر سال لوگوں کی ایک یا دو مرتبہ جانچ کی جاتی ہے پس معلوم ہوا کہ راہ میں اہل امتحان کا بھی امتحان ہوتا ہے لہذا تم کو معمولی امتحان کے معاوضہ میں بھی اپنے کو نہ خریدنا چاہئے یعنی معمولی امتحان کے لئے بھی آمادہ نہ ہونا چاہئے بلکہ حق سبحانہ سے دعا کرنی چاہئے کہ وہ ہم کو امتحان کے شکنجے میں نہ کھینچے امتحانات قضا نہایت سخت ہوتے ہیں لہذا تم کو ہر وقت ڈرتے رہنا چاہئے اور کبھی ایسی بات پر زبان نہ ہلانی چاہئے جس سے دعویٰ ظاہر ہو دیکھ بلعم باعور اور ابلیس آخری امتحان میں ذلیل ہو گئے اور وجہ یہ ہوئی کہ حق سبحانہ کے ارادہ مخفیہ سے بے خوف ہو گئے تھے اور یہ سمجھتے تھے کہ بہت سے امتحانات ہو چکے ہیں اور ہم ان میں پاس ہو چکے ہیں اب کیا پروا ہے اس کا انجام یہ ہوا کہ بالآخر رسوا ہوئے تو تو نے ان کی حالت سنی ہی ہوگی ہم کو تفصیلاً بیان کرنے کی ضرورت نہیں خیر تو اس کا پیٹ کہتا تھا کہ اے اللہ جس کو یہ چھپا رہا ہے تو اس کو ظاہر کر دے اور اے اللہ تو اسے ذلیل کر اس نے ہمیں پھونک دیا دیکھو وہ محض دعوے سے دولت مند کی طرف مائل ہوتا تھا لیکن خود اس کا پیٹ ہی اس کی مونچھوں کو ملامت کرتا تھا اس کی شیخی بخشوں کو رد کر رہی تھی اور رحمت کی شاخ کو جڑ سے اکھیڑ رہی تھی لیکن اس کے جسم ہی کے اجزاء اس کے دشمن ہو رہے تھے کیونکہ وہ بہار کی شیخی بگھار رہا تھا اور سر سبزی و شادابی کا دعویٰ کر رہا تھا اور اس کے اجزاء اس کی اور خشکی اور انتقاص کی حالت میں تھے ارے احمق کیا غضب کر رہا ہے کہ خواہ مخواہ شیخی بگھار رہا ہے اور مصیبت میں گرفتار ہے تجھ کو چاہئے کہ یا تو سچی سچی حالت بیان کر دے اور اگر یہ نہ ہو تو خاموش ہی رہ پھر دیکھنا کہ لوگ تجھ پر کیسی رحمت کرتے ہیں تو اصلی جال کہہ دے اور خوب مزہ سے کھا کیوں بھوکا مرتا ہے خیر یہ تو جملہ معترضہ تھا اب سنو غرض کہ اس کا پیٹ ہی اس کی مونچھوں کا دشمن ہو رہا تھا اور اندر ہی اندر دعا کر رہا تھا کہ اے خدا ایسے پا جیوں کی شیخی کو رسوا کرتا کہ ہماری طرف احیاء کا رحم متوجہ ہو حق سبحانہ نے پیٹ کی دعا قبول فرمائی اور سوزش احتیاج جس کو وہ چھپا رہا تھا طشت از بام ہو گئی حق سبحانہ فرماتے ہیں کہ خواہ ناسق ہو خواہ بت پرست ہو جب ہم سے دعا کرتا ہے تو ہم اس کو قبول فرماتے ہیں لہذا تم کو شکم سے عبرت حاصل کرنا چاہئے اور دعا کو مضبوط پکڑنا چاہئے اور خوب چلانا چاہئے ان شاء اللہ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ایک روز تم کو شیطان کے پنجہ سے رہائی نصیب ہوگی دیکھو جب پیٹ نے اپنے کو خدا کے حوالہ کیا تو حق تعالیٰ نے اس کی حصول مدعا کی تدبیر کی جو اس صورت سے ظاہر ہوئی کہ بلی آئی اور دنبہ کی کھال اڑانے لگی گھروالے دنبہ کو چھیننے کے لئے دوڑے لیکن وہ بھاگ گئی اور ہاتھ نہ آئی اس کو دیکھ کر باپ کے غصہ کے خوف سے لڑکے کا رنگ فق ہو گیا اور وہ چھوٹا بچہ محفل میں آیا اس شیخی باز کی ساری آبرو خاک میں ملادی اس نے کہا کہ دنبہ کی وہ کھال جس سے آپ ہر روز صبح کو ہونٹ اور مونچھیں چکنی کیا کرتے تھے بلی لے گئی ہم چھیننے کے لئے بہت دوڑے لیکن ہماری کوشش بے سود ثابت ہوئی یہ بہادر اس وقت شیخی بگھارنے میں سرگرم اور مزے لے رہا تھا جب اس نے یہ قصہ سنا تو مارے رنج کے مرنے کے قریب ہو گیا اور محفل میں بہت شرمندہ ہوا اس نے سر کو جھکا لیا اور خاموش بیٹھ گیا حاضرین اول تو اس واقعہ سے متعجب ہو کر ہنس پڑے اس کے بعد ان کے رحم کو حرکت ہوئی اور یہ خیال کیا کہ بے چارہ شریف آدمی ہے اس لئے اپنی حالت کو چھپاتا ہے اس کی مدد کرنی چاہئے لوگوں نے اس کی دعوت کی اور اس کا خوب پیٹ بھر دیا اور اپنے رحم کا بیج اس کی زمین میں بودیا پس جبکہ ان احیاء کی طرف سے اس کو بیج کا مزہ حاصل ہوا تو وہ بیج کا غلام ہو گیا اور پھر کبھی شیخی نہیں کی اس واقعہ سے تم کو عبرت حاصل کرنا چاہئے اور بیج کو اپنا شعار بنالینا چاہئے تاکہ دنیا میں بھی نیک نامی ہو اور آخرت میں بھی۔

شرح شبیری

اس گیدڑ کا دعویٰ طاؤسی کرنا جورنگ کے مسئلے میں گر پڑا تھا

آں شغال رنگ رنگ اندر نہفت	بر بنا گوش ملامت گر بگفت
اس رنگ رنگ کے گیدڑ نے آہتہ سے	لامت گر کے کان کی لو کے پاس (جا کر) کہا

یعنی اس رنگ رنگ والے گیدڑ نے چپکے سے ملامت کر کے کان میں یہ کہا کہ

بنگر آخر درمن و در رنگ من	یک صنم چوں من ندار خود شمن
آخر مجھے اور میرے رنگ کو دیکھ	پجاری (بھی) ایسا ایک بت نہیں رکھتا ہے

یعنی آخر میرے اندر اور میرے رنگ کو دیکھ تو سہی کہ بت پرست ایک بت بھی ایسا نہیں رکھتا یعنی بت پرست باوجودیکہ خوبصورت بت بنائے ہیں مگر مجھ جیسا خوبصورت کوئی بت پرست بھی نہیں رکھتا۔

چوں گلستان گشتہ ام صدر رنگ خوش	مر مرا سجدہ کن از من سرکش
میں باغ کی طرح سو رنگوں والا اور حسین ہو گیا ہوں	مجھے سجدہ کر مجھ سے سرکشی نہ کر

یعنی میں باغ کی طرح سو رنگ خوش والا ہو گیا ہوں تو تو مجھے سجدہ کر اور سرکشی مت کر۔

کرو فر و آب و تاب و رنگ بین	فخر دنیا خوان مرا و رکن دین
شان و شوکت رونق اور چمک اور رنگ دیکھ	مجھے دنیا کا فخر اور دین کا ستون کہہ

یعنی میری کرو فر اور آب و تاب اور رنگ کو دیکھ اور مجھے فخر دنیا اور رکن دین کہو اس لئے کہ میرا مرتبہ بہت بلند ہو گیا ہے۔

مظہر لطف خدائی گشتہ ام	لوح شرح کبریائی گشتہ ام
میں اللہ کے کرم کا مظہر بن گیا ہوں	(اللہ کی) بڑائی کی شرح سختی بن گیا ہوں

یعنی میں لطف خدا کا مظہر ہو گیا ہوں اور کبریائی حق کی شرح کی لوح ہو گیا ہوں غرض کہ اس نے کہا کہ مظہر جلال و جمال دونوں ہوں اور بولا کہ

اے شغالان بین نحو انیدم شغال	کے شغالے را بود چندین جمال
اے گیدڑو! خبردار مجھے گیدڑ نہ کہو	کسی گیدڑ میں اس قدر حسن کب ہوتا ہے؟

یعنی اے گیدڑو مجھے گیدڑ مت کہو اس لئے کہ دیکھو تو کسی گیدڑ کو بھی اتنا جمال ہوتا ہے اور جب میرے اندر جمال ہے تو معلوم ہو گیا کہ میں گیدڑ نہیں رہا۔

ان شغالان آمدند آنجا مجمع	ہچو پروانہ بگردا گرد شمع
وہاں سب گیدڑ جمع ہو گئے	جیسے شمع کے چاروں طرف پروانے

یعنی وہ گیدڑ سارے اس جگہ اس طرح جمع ہو گئے جیسے کہ پروانے شمع کے گرد ہوتے ہیں اور وہ یہ پوچھ رہے تھے کہ

پس چہ خوانیمت بگوائے جوہری	گفت طاؤس نری چوں مشتری
تو اے جوہری بتا ہم تجھے کیا کہا کریں؟	اس نے کہا 'زطاؤس جو مشتری (ستارہ) کی طرح ہے

یعنی اے جوہری پھر ہم تجھے کیا (کہہ کر) پکاریں تو اس نے کہا کہ وہی طاؤس نرمانند مشتری (ستارہ) کے یعنی جس طرح کہ مشتری ستارہ علویات میں سے ہے اسی طرح مجھے طاؤس علوی کہو۔

پس بگفتندش کہ بطاؤس جہاں	جلوہا وارند اندر گلستان
تو انہوں نے اس سے کہا کہ روحوں کے مور	باغ (عالم ملکوت) میں جلوے دکھاتے ہیں

یعنی پس انہوں نے اس سے کہا کہ دنیا کے طاؤس تو باغ میں جلوہ کرتے ہیں (یعنی ناپتے ہیں)

تو چنناں جلوہ کنی گفتا کہ نے	بادیہ نارفتہ چوں گوید منے
تو ایسا جلوہ دکھائے گا اس نے کہا نہیں	جو (کسی) جنگل میں نہ گیا ہو وہ منی کی کیا بات کرے

یعنی تو ویسا جلوہ کر سکتا ہے تو وہ بولا کہ نہیں (مولانا فرماتے ہیں) کہ جنگل میں نہ چلا ہوا کیونکر (حالات) منی بیان کر سکتا ہے یعنی جب وہ کبھی ناچا ہی نہ تھا تو کس طرح ناچ سکتا تھا جب اس نے اس کا انکار کیا تو انہوں نے دوسرا سوال کیا کہ۔

بانگ طاؤسان کنی گفتا کہ لا	پس نہ طاؤس خواجہ بوالعلا
تو موروں کی بولی بول سکتا ہے اس نے کہا نہیں	تو اے بڑائیوں والے خواجہ تو مور نہیں ہے

یعنی اچھا تو موروں کی آواز کر سکتا ہے تو اس نے کہا کہ نہیں (تو وہ بولے کہ) اے خواجہ بوالعلا تو طاؤس نہیں ہے اس لئے کہ جب اس کے کمالات میں سے کوئی بھی تیرے اندر موجود نہیں ہے تو پھر کدھر سے طاؤس بن بیٹھا ہے مولانا فرماتے ہیں کہ

خلعت طاؤس آیدز آسمان	کے رسی از رنگ دعویہا بدان
طاؤس کا لباس آسمان سے اترتا ہے	دعوؤں کی رنگینی سے تو اس تک کب پہنچ سکتا ہے

یعنی طاؤس کی خلعت تو آسمان سے آتی ہے تو رنگ کے دعوؤں سے تم اس تک کب پہنچ سکتے ہو مطلب یہ کہ مور کا وہ حسن تو خلعتی ہوتا ہے اور مخلوق حق ہوتا ہے پھر اس اصل کمال تک دعویٰ کس طرح پہنچ سکتا ہے اسی طرح اگر تم دعوے کرو گے اور اصل میں کچھ نہ ہوگا تو پھر ذلیل ہو گے اور کچھ نہ ہوگا۔

گر تو دعوے میکنی معنی بیار	کہ مخور ورنہ پس گردن مخار
اگر تو دعویٰ کرتا ہے حقیقت پیش کر	بکواس نہ کر ورنہ پھر گردن نہ کھانا

یعنی اگر تم دعوے کرتے ہو تو اس کے معنی بھی لاؤ اور کہ مت کھاؤ ورنہ پس گردن مت کھانا۔ پس گردن خاریدن کنایہ از شرمندہ شدن مطلب یہ کہ اگر دعوے کرتے ہو اس کی کچھ اصلیت بھی پیدا کرو ورنہ پھر خواجہ شرمندگی حاصل ہوگی تو دیکھو کہیں ایسا مت کرنا کہ پھر شرمندگی ہو آگے فرعون کا قصہ بیان فرماتے ہیں اور اس کو اس شغال مدعی سے تشبیہ دیتے ہیں۔

فرعون کا دعویٰ خدائی کرنا اور اس کو اس گیدڑ سے تشبیہ دینا
کہ جس نے طاؤسی دعویٰ دوسرے گیدڑوں کے سامنے کیا تھا

ہچو فرعون مرصع کردہ ریش	برتر از موسیٰ پریدہ از خریش
فرعون کی طرح جس نے داڑھی کو جڑاؤ کرا کر	اپنے گدھے پن (حضرت) موسیٰ سے بلند پردازی کی

یعنی مثل فرعون کے کہ اس نے ڈاڑھی مرصع کر رکھی تھی اور اپنے گدھے پن کی وجہ سے موسیٰ علیہ السلام سے بڑھتا تھا۔

او ہم از نسل شغال مادہ زاد	در خم مالے و جاہے اوفتاد
وہ بھی گیدڑ ہی کی نسل سے پیدا ہوا تھا	مال اور مریجہ کے خم میں گر گیا تھا

یعنی وہ بھی اسی گیدڑ کی نسل سے تھا اور مال و جاہ کے منگے میں پڑا ہوا تھا۔

ہر کہ دید آن و مال و جاہش سجدہ کرد	سجدہ افسوسیان را او بخورد
جس نے اس کا مال اور مریجہ دیکھا اس نے اس کو سجدہ کیا	مذاق کرنے والوں کے سجدے وہ نگل گیا

یعنی جو کوئی اس کا جاہ و مال دیکھتا تھا سجدہ کرتا تھا اور وہ ان خوشامدیوں کا سجدہ قبول کرتا تھا۔

گشت مستک آن گدائے ژندہ دلق	از سجود و از تحیر ہائے خلق
وہ پھٹی گدڑی والا فقیر مست ہو گیا	لوگوں کے سجدوں اور حیرانیوں سے

یعنی وہ پرانی گدڑی والا فقیر مخلوق کی تحیر اور سجود سے مست ہو گیا مولانا فرماتے ہیں کہ۔

مال مار آمد کہ دروے زہر ہاست	وان قبول و سجدہ رخلق اثر دہاست
مال سانپ ہے جس میں بہت سے زہر ہیں	لوگوں میں مقبولیت اور (ان کا) سجدہ کرنا اثر دہا ہے

یعنی مال سانپ ہے کہ اس کے اندر بہت سے زہر ہیں اور وہ مخلوق کا قبول کرنا اور سجدہ اثر دہا ہے اول مصرعہ میں مال اور دوسرے میں جاہ کی مذمت ہے اور مال کی خرابی جاہ سے کم ہے یہ جاہ بڑی قاتل ہے اس کا مارا پانی بھی نہیں مانگتا آگے فرماتے ہیں کہ۔

ہائے اے فرعون ناموسی مکن	تو شغالی ہچ طاؤسی مکن
افسوس اے فرعون! معزز نہ بن	تو گیدڑ ہے مور پن نہ جتا

یعنی ہائے اے فرعون نخوت مت کر اور تو تو شغال ہے تو طاؤسی مت کر یعنی جو کمالات کہ تمہارے اندر نہ ہوں ان کو ظاہر مت کرو اور ان کا دعویٰ مت کرو اس لئے کہ

سوئے طاؤساں اگر پیدا شوی	عاجزی از جلوہ و رسوا شوی
اگر تو موروں کے سامنے آئے گا	جلوہ دکھانے سے عاجز اور رسوا ہو جائے گا

یعنی طاؤسوں کی طرف اگر تو ظاہر ہوگا تو تو جلوہ سے تو عاجز ہے تو رسوا ہی ہوگا یعنی جب کاملین کی برابری کا دعویٰ ہوگا اور وہ

کمالات حاصل نہ ہوں گے تو امتحان کے وقت رسوا ہو گئے اس سے بہتر ہے کہ پہلے ہی سے بچتے رہو۔

موسے و ہارون چوٹا و سانس بدند	پر جلوہ برسر و زویت زوند
حضرت موسیٰ اور ہارون چونکہ مور تھے	انہوں نے جلوے کا پر تیرے سر اور منہ پر مار دیا

یعنی موسے اور ہارون طاؤس کی طرح تھے تو انہوں نے پر جلوہ کو تیرے سر اور منہ پر مارا تو یہ ہوا کہ۔

زشتیت پیدا شد و رسوائیت	سرنگوں افتادی از بالائیت
تیرا بھدا پن اور رسوائی واضح ہو گئی	تو اپنی بلندی سے اودھا گرا

یعنی تیری زشتی ظاہر ہو گئی اور تیری رسوائی اور تو اس بلندی سے سرنگوں ہو کر گر پڑا۔

چوں محک دیدی سیہ کشتی چو قلب	نقش شیرے رفت پیدا گشت کلب
جب تو نے کسوٹی دیکھی کھوٹے سب کی طرح سیاہ پڑ گیا	تیرے شیر ہونے کی صورت چلی گئی اور کتا ظاہر ہوا

یعنی جب تو نے کسوٹی دیکھی تو کھوٹے کی طرح سیہ ہو گیا اور تیرا نقش شیری جاتا رہا اور کتا ظاہر ہو گیا مطلب یہ کہ جن کمالات کو کہ تو ظاہر کرتا تھا وہ سارے زائل ہو گئے اور اصل حقیقت جو تھی وہ نکل آئی۔

اے سگ گرگین زشت از حرص و جوش	پوستین شیر را بر خود مپوش
اے بھدے گرگ نہا کتے حرص اور جوش میں	شیر کی کھال اپنے اوپر نہ پہن

یعنی اے خارش برے کتے حرص و جوش سے تو شیر کی پوستین اپنے اوپر مت پہن اس لئے کہ

غره شیرت بخوابد امتحان	نقش شیر و انگہ اخلاق سگان
شیر کی گرج تیرا امتحان لے لے کی	شیر کی صورت اور پھر کتوں کے اخلاق

یعنی تیرا غرہ اشیر تو مستفی امتحان کو ہے اور نقش تو شیر جیسے اور اخلاق کتوں جیسے ہیں تو پھر رسوائی نہ ہو تو اور کیا ہوا اور فرماتے ہیں کہ۔

اے شغال بے جمال و بے ہنر	ہیج بر خود ظن طاؤسی مبر
اے بد صورت بے ہنر گیدز	اپنے اوپر مور ہونے کا گمان ہرگز نہ کر

یعنی اے بے جمال اور بے ہنر گیدز اپنے اوپر کسی قسم کا گمان طاؤسی مت کر۔

زانکہ طاؤسان کنندت امتحان	خوار و بے رونق بمائی در جہان
کیونکہ مور تجھے آزمائیں گے	تو درمیان میں ذلیل اور بے آمد رہ جائے گا

یعنی اس لئے کہ طاؤس تیرا امتحان کریں گے تو تو خوار بے رونق درمیان میں رہ جائے گا یہاں بظاہر خطاب شغال وغیرہ کو ہے مگر مقصود وہ لوگ ہیں جو دعویٰ کاذب کیا کرتے ہیں اور مقصود یہ بیان کرتا ہے کہ میاں ذرا شیخی مت کرو کہ اگر کا ملین تمہارا امتحان لینے لگے تو اس وقت فضول شرمندہ ہونا پڑے گا آگے آیت ولتعرّفنہم فی لحن القول کی تفسیر کرتے ہیں اور اس سے مقصود یہ ہے کہ جو شخص کہ دعویٰ کاذب کرتا ہے اس کے لب و لہجہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ جھوٹا ہے اب سنو فرماتے ہیں۔

شرح صلیبی

ترجمہ و تشریح: ضمنی مضمون سے فارغ ہو کر پھر قصہ شغال کی طرف عود فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جب اس گیدڑ نے آگے بڑھ کر اعتراض کیا تو اس رنگین گیدڑ نے چپکے سے اس کے کان پر منہ رکھ کر کہا کہ تو مجھے اور میرے رنگ کو دیکھ کر بتا کہ کسی بت پرست کے پاس ایسا خوبصورت بت ہے دیکھ تو سہی میں باغ کی طرح صدر رنگ اور پسندیدہ و مرغوب ہو گیا ہوں تو مجھ سے سرکشی مت کر اور مجھے سجدہ کر تو میری شان و شوکت میری چمک دمک اور میرے رنگ کو دیکھ اور مجھے دنیا اور رکن دین کہہ میں عنایت حق سبحانہ کا مظہر ہوں اور اس کی کبریائی و عظمت و جلال کی شرح کی تختی ہوں کہ مجھ سے اس کی عظمت اس کا جلال ظاہر ہوتا ہے ارے گیدڑو دیکھو مجھے گیدڑ نہ کہنا بھلا کہیں گیدڑ میں بھی یہ خوبصورتی ہوتی ہے یہ تقریر سن کر سب گیدڑ اس کے چاروں طرف یوں جمع ہو گئے جیسے شمع کے گرد پروانہ اور سب نے کہا کہ اچھا جناب ہم آپ کو کیا کہا کریں اس نے کہا ”طاؤس نر چون مشتری“ اس پر انہوں نے کہا کہ طاؤس ان عالم جان یعنی اہل اللہ گلشن عالم میں اپنے عجیب و غریب جلوے دکھلاتے ہیں تو ایسے جلوے دکھا سکتا ہے اس نے جواب دیا کہ نہیں۔ واقعی بات ہے یہ بے چارہ جنگل تک تو گیا نہیں منا کی حالت کیا بیان کر سکتا ہے یعنی اس کو تو عالم جان کی ہوا بھی نہیں لگی پھر اہل اللہ کے سے جلوے کیا دکھا سکتا ہے اس کے بعد کہا اچھا ان طاؤسوں کی بولی بول سکتا ہے اور حقائق و معارف بیان کر سکتا ہے کہا نہیں۔ تو انہوں نے کہا کہ تو بس جناب آپ احمق ہیں اور طاؤس نہیں ہو سکتے واقعی بات یہ ہے کہ خلعت طاؤسی آسمان کی طرف سے ملتی ہے یعنی جس کو حق سبحانہ مقرب بنائیں وہی مقرب ہو سکتا ہے اور تیرے رنگین دعوؤں سے یہ دولت حاصل نہیں ہو سکتی محض مدعی تقرب حق کی ایسی مثال ہے جیسے فرعون نے اپنی ڈاڑھی میں موٹی پرو لے لئے تھے اور اپنے گدھے پن سے اپنے کو موسیٰ علیہ السلام سے بالاتر سمجھتا تھا بات یہ تھی کہ وہ بھی کسی گیدڑ ہی کی اولاد سے تھا اور مال و دولت کے منگے میں گر کر اپنی حقیقت کو بھول گیا تھا۔ پس جس نے اس جاہ و مال پر نظر کی اس نے اس کو سجدہ کیا اور ایسے ہی احمق لوگوں کا مسجود اسے کہا گیا کیونکہ وہ دولت ابدی سے محروم مخلوق کے سجدوں اور ان کی تعظیموں سے مغرور ہو گیا اور یہ بنا ہوئی اس کی تباہی کی واقعی بات یہ ہے کہ مال تو ایک سانپ ہے جو اپنے اندر سینکڑوں زہر رکھتا ہے لیکن جاہ اور بھی آفت ہے کہ یہ اڑ رہا ہے یہ مال سے بھی زیادہ تباہ کن ہے دیکھ اے فرعون معزز مت بن اور اپنی حقیقت کو مت بھول۔ تو گیدڑ ہے طاؤس مت بن اگر تو اصلی طاؤسوں کے سامنے آئے گا اور اہل اللہ سے تیرا مقابلہ ہوگا تو تو ان کی سی پہن نہ دکھا سکے گا اور ذلیل ہوگا۔ دیکھ لے حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون حضرت حق کے اصلی طاؤس تھے انہوں نے تجھے اپنا جلوہ دکھایا اور تو ان کا مقابلہ نہ کر سکا لہذا تیرا قبح اصلی ظاہر ہو گیا اور تو رسوا ہو گیا اور بلندی سے پستی میں سر کے بل گر گیا جب تو کسوٹی پر کسا گیا تو کھوٹے سونے کی طرح تیری سیاہی ظاہر ہو گئی اور وہ شیرانہ صورت جاتی رہی اور اندر سے کتا نکل آیا۔ پس اے خاشی کتے اور اے مدعی کاذب تو حرص اور جوش طمع سے شیر کی کھال پہن کر شیر ہونے کا دعویٰ مت کر اور اہل اللہ کی صورت بنا کر ولایت کا مدعی نہ بن امتحان چاہتا ہے کہ تیرے اندر شیر کی غرض ہو یعنی اہل اللہ کے اوصاف ہوں حالانکہ تجھ میں یہ نہیں بلکہ صورت تو شیر کی ہے اور اخلاق کتوں کے یعنی ظاہر تو تیرا اہل اللہ کا سا ہے اور باطن سگان دنیا کا سا پھر تجھے شیر حق اور ولی کون مان لے گا دیکھ او بد صورت اور بد سیرت گیدڑ اور امدعی کاذب خبردار اپنے کو طاؤس اور ولی اللہ نہ سمجھ بیٹھنا اس لئے کہ اصلی طاؤس یعنی اہل اللہ تجھے آزمائیں گے اور تو دنیا میں ذلیل اور بے آبرو ہوگا۔

شرح شبیری

آیت ولتعرّفنہم فی لحن القول کی تفسیر جو کہ منافقوں کے بارہ میں ہے

گفت یزداں مر بنی را در مشاق	یک نشان سہل تر ز اہل نفاق
نبی کو اللہ (تعالیٰ) نے قرآن کے سیاق میں بتادی	منافقوں کی ایک آسان پہچان

یعنی حق تعالیٰ نے قرآن مجید میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک بہت سہل نشانی اہل نفاق کی یہ بتائی ہے کہ۔

گر منافق زفت باشد لغز و ہول	در شناسی مرد را در لحن و قول
خواہ منافق موٹا خوبورت اور ہارعب ہو	تم اس کو بات کے لہجے سے پہچان لو گے

یعنی اگرچہ منافق بہت ڈبل اور خوب موٹا ہے (مگر) آپ اس کی بارہ کے لہجے سے معلوم کر لیں گے (کہ یہ منافق ہے) اس لئے کہ خلوص اور مکر تو بات کے لہجے سے معلوم ہو جاتا ہے آگے اس آواز سے معلوم کر لینے کی ایک بڑے غضب کی مثال دیتے ہیں کہ

چوں سفالین کوز ہارا می خری	امتحانے میلینی اے مشتری
جب تو مٹی کے پیالے خریدتا ہے	اے خریدار تو امتحان کر لیتا ہے

یعنی جب مٹی کے برتن خریدتے ہو تو اے خریدار تم اس کا امتحان (اس طرح) کیا کرتے ہو کہ۔

میزنی دستے بران کوزہ چرا	نا شناسی از طنین اشکتہ را
تو اس کوزے پر ہاتھ کیوں مارتا ہے؟	تاکہ تو آواز سے ٹوٹے ہوئے کو پہچان لے

یعنی تم اس برتن پر ہاتھ مارتے ہو کیونکہ آواز سے ٹوٹے ہوئے کو پہچان لو۔

بانگ اشکتہ دگرگوں می شود	بانگ چاوش است پیشش می رود
ٹوٹے ہوئے کی آواز دوسری طرح کی ہوتی ہے	آواز نقیب ہے جو آگے آگے چلا ہے

یعنی ٹوٹے ہوئے کی آواز ہی اور طرح کی ہوتی ہے اور آواز ایک نقیب ہے کہ جو اس کے آگے جا رہا ہے (اور پکار رہا ہے کہ بچ جاؤ یہ شخص فلاں آتا ہے تو اس کی برائی بھلائی معلوم ہو جاتی ہے)

بانگ می آید کہ تعریفش کند	ہمچو مصدر فعل تعریفش کند
آواز آتی ہے تاکہ اس کی پہچان کر دے	جیسا کہ مصدر ہے فعل اس میں تعریف کر دیتا ہے

یعنی آواز آتی ہے تاکہ اس کی تعریف کر دے مثل مصدر کے کہ فعل اس کی تعریف کرتا ہے۔ مطلب یہ کہ آواز سے اس کی حالت معلوم ہو جاتی ہے جیسے کہ یہ مصدر کہ اصل ہے اشتقاق میں اور مبداء ہی ہے مگر فعل جو کہ تابع ہے اس کی تعریف کرتا ہے مصدر اعلال میں اس کے تابع ہوتا ہے تو دیکھو باوجودیکہ وہ تابع ہے مگر اعلال میں اس کا معرف ہے اسی طرح اگرچہ آواز تابع ہے مگر اس کی حالت کے بیان کے لئے اسی کی ضرورت ہے اور یہ آواز ہی اس کی حالت کو بیان کرتی ہے تو جس طرح کہ اس کی

آواز سے اس کی حالت معلوم ہو جاتی ہے اسی طرح منافقین اور غیر مخلصین اور مدعیین کی باتوں سے ان کے قلب کی حالت روشن ہو جاتی ہے اور سارا مکر ظاہر ہو جاتا ہے اور رسوا ہوتے ہیں آگے فرماتے ہیں کہ۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح: اوپر مدعی کاذب سے کہا تھا کہ دیکھو جھوٹے دعوے مت کر اہل اللہ تیرا امتحان کریں گے اور تو رسوا ہوگا اب مدعیان کاذب کے امتحان کا ایک واقعہ اور امتحان کا ایک طریق بیان فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ دیکھو منافق لوگ مسلمانی کے جھوٹے دعوے کرتے تھے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا امتحان کیا اور حق سبحانہ نے ان کے امتحان کا ایک قاعدہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تعلیم فرمایا وہ یہ کہ ان کی باتوں میں اخلاص نہ ہوگا اور کبھی کبھی ایسی باتیں بھی ان کی زبان سے نکل جائیں گی جو ان کے دعوے کے منافی ہوں گی کیونکہ حق سبحانہ فرماتے ہیں۔ ولتعرفنہم فی لحن القول یعنی اگر منافق بڑے سے بڑا اور شیریں کلام اور باہمت و رعب بھی ہوگا تب بھی تم اس کو لب و لہجہ اور گفتار سے معلوم کر لو گے کیونکہ اس کی باتیں دل نشیں نہ ہوں گی اور کبھی ایسی باتیں بھی زبان سے نکل جائیں گی جو اس کے دعوے کے خلاف ہوں گی جیسے لئن رجعنا الی المدینة ینحرجن الاعزمنہا الاذل وغیرہ جب یہ معلوم ہو گیا کہ اہل اللہ امتحان کرتے ہیں اور ان کے امتحان کے لئے بہت طریقے ہیں منجملہ ان کے ایک آواز بھی ہے تو اب سمجھو کہ اس امتحان کی ضرورت ہے اور آواز سے امتحان ہو سکتا ہے دیکھو جب تم مٹی کے برتن خریدتے ہو تو پہلے ان کا امتحان کرتے ہو اور امتحان کا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ اس برتن پر ہاتھ مارتے ہو کیوں محض اس لئے کہ آواز سے ٹوٹے ہوئے کو پہچان لو پس جبکہ مٹی کے برتن کے لئے امتحان کی ضرورت ہے تو اتنا بڑا دعویٰ کرنے والے لئے امتحان کی ضرورت نہ ہوگی اور جب مٹی کا ٹوٹا ہوا برتن آواز سے پہچانا جاسکتا ہے تو فاسد القلب لوگ آواز سے کیوں نہیں پہچانے جاسکتے ضرور پہچانے جاسکتے ہیں یاد رکھو کہ جس طرح ٹوٹے ہوئے برتن کی آواز اور ہی قسم کی ہوتی ہے یوں ہی فاسد القلب لوگوں کی گفتار بھی دوسری ہی قسم کی ہوتی ہے جو اہل اللہ کی آواز سے نہیں ملتی۔ آواز بمنزلہ شاہی چوہدار کے ہے جو آگے آگے چلتا ہے پس جس طرح چوہدار بادشاہ کی آمد کو ظاہر کرتا ہے جو ہنوز معلوم نہیں ہوتے یوں ہی آواز اہل اللہ ان کے قلب میں شہنشاہ حقیقی کی آمد کو ظاہر کرتی ہے جو اس کی شان کے مناسب ہے اور جس طرح فعل باوجود مصدر سے نکلنے کے اور اس کی حالت یعنی قابل تغیر و اصلاح ہونے کے ظاہر کرتا ہے یوں ہی لوگوں کی آواز باوجود اس کے ان سے صادر ہونے کے ان کی لائق تغیر حالت باطنی کو ظاہر کرتی ہے۔

شرح شبیری

چوں حدیث امتحان روئے نمود	یادم آمد قصہ ہاروت زود
جب امتحان کی بات سامنے آئی	مجھے فوراً ہاروت کا قصہ یاد آ گیا

یعنی جب امتحان کی بات آگئی تو مجھے قصہ ہاروت و ماروت کا یاد آ گیا مولانا نے کچھ قصہ ہاروت و ماروت بنا لیا مشہور دفتر اول کے اخیر میں بیان کیا ہے جو کہ کلید مثنوی دفتر اول سطر ثانی میں مذکور ہے یہاں اس کی طرف اشارہ ہے کہ اب چونکہ بہت دور سے امتحان کا ذکر آ رہا ہے اور ہاروت و ماروت کا بھی امتحان ہوا تھا اس لئے یہاں ان کا قصہ بھی یاد آ گیا آگے خود اس پہلے مذکور

کی طرف اشارہ فرماتے ہیں کہ

پیش ازیں زان گفته بودم اندکے	خود چه گویم از ہزار اش یکے
اس سے پہلے میں نے تھوڑا سا کہہ دیا تھا	میں کیا کہوں اس کے ہزاروں میں سے ایک

یعنی اس سے پہلے میں نے اس میں سے کچھ بیان کیا ہے اور خود کیا کہوں ہزاروں میں سے ایک مطلب یہ کہ اس کے اندر جو حقائق ہیں ان میں سے جو بیان کروں گا اور کئے ہیں وہ ایسے ہیں جیسے کہ ہزاروں میں سے ایک چیز بیان کی جاوے یعنی بہت تھوڑا سا بیان کیا جاسکتا ہے۔

خواستم گفتن دران کھقیہا	تا کنوں و اماندم از تعویہہا
میں اس میں کچھ تحقیق بیان کرنا چاہتا تھا	(لیکن) رکاوٹوں کی وجہ سے اب تک رکا رہا

یعنی میں نے اس کے اندر کچھ تحقیقات بیان کرنا چاہے تھے مگر اب تعویقات کی وجہ سے عاجز رہا۔

جملہ دیگر ز بسیارش قلیل	گفتہ آید شرح یک عضوے ز پیل
اس کے بہت سے میں سے کچھ تھوڑا سا دوسرا جملہ	کہہ دیا جو ہاتھی کے ایک عضو کی شرح ہو گی

یعنی اب دوسری مرتبہ اس میں سے تھوڑا سا بیان کیا جاتا ہے جیسے کہ ہاتھی میں سے ایک عضو مطلب یہ کہ جیسے سارے ہاتھی کی نسبت اس کا ایک عضو بہت ہی قلیل ہوتا ہے اسی طرح ان تحقیقات میں سے اب بھی تھوڑے ہی سے بیان ہو سکتی ہے۔

گوش کن ہاروت را ماروت را	اے غلام و چاکران ماروت را
سن لے ہاروت اور ماروت کے ہارے میں	اے وہ کہ ہم تیرے چہرے کے غلام اور خادم ہیں

یعنی قصہ ہاروت و ماروت کو سن اے وہ شخص کہ ہم تیرے منہ کے غلام اور نوکر ہیں دوسرا مصرعہ ایسا ہے جیسے کہ ہماری زبان میں بولتے ہیں کہ میں تیرے مکھڑے کے قربان ذرا یہ بات سن لے تو مولانا بھی غایت شفقت سے اسی طرح فرماتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ۔

گوش دل را یک نفس این سو بدار	تا بگویم باتو از اسرار یار
تھوڑی دیر کے لئے کان کو اس طرف متوجہ کر	تاکہ میں تجھ سے دست کے کچھ راز بیان کروں

یعنی گوش دل کو ایک ذرا ادھر کرنا کہ میں تجھ سے اسرار یار میں سے کچھ بیان کروں یار سے مراد حق تعالیٰ مراد یہ کہ ذرا گوش دل سے سنو تو ہم تم سے اسرار حق بیان کریں۔ آگے ان کا قصہ بیان فرماتے ہیں۔

قصہ ہاروت اور ماروت کا اور حق تعالیٰ کے امتحان پران کی دلیری

مست بودند از تماشائے الہ	وز عجبہائے استدرج شاہ
وہ اللہ کے دیدار سے مست تھے	اور شاہ (اللہ) کے عجب کی ڈھیل سے

یعنی وہ لوگ تماشائے حق میں مست تھے اور حق تعالیٰ کی عجیب عجیب استدرجوں سے تماشائے حق سے مراد تجلیات مطلب یہ کہ وہ دونوں تجلیات میں اس قدر مست ہو رہے تھے کہ ان کو دوسری طرف التفات ہی نہ تھا اور ان کو کبھی وہم بھی نہ ہوتا تھا کہ ہم مردود بھی ہونگے اور ان کو اس استدرج کی خبر نہ تھی کہ ان کو اس قرب میں استدرج ہے کہ وہ مست ہو رہے ہیں حالانکہ یہی ان کے لئے مہلک تھا۔

تاچہ مستیہا و بد معراج حق	ایں چنین مستی است استدرج حق
تو اللہ (تعالیٰ) کی جانب عروج کی مستیاں دیتا ہوگا؟	اللہ (تعالیٰ) کی جانب سے ڈھیل میں ایسی مستی ہوتی ہے

یعنی استدرج حق میں ایسی مستی ہے تو معراج حق تو کیا کچھ مستی دے گی طلب یہ کہ دیکھو کہ جب استدرج میں کہ اس میں قرب اصلی ہوتا بھی نہیں ایسی مستی ہے کہ دوسری طرف التفات ہی نہیں ہے تو پھر جب معراج اور قرب ہوگا اس وقت تو دیکھو کیسی کچھ مستی ہوگی۔

دانہ دامش چنین مستی نمود	خوان انعامش چہا داند کشود
اس کے جال کے دانہ نے ایسی مستی دکھائی	اس کے انعام کا خوان کس قدر (مستیاں) پیدا کرنا جاتا ہوگا

یعنی ان کے دانہ دام نے ایسی مستی دکھائی تو اس کا خوان انعام تو کیا کچھ کھولنا چاہے گا مطلب یہ کہ دیکھو ان کا امتحان ہوا تھا تو اس قدر مست ہوئے کہ ان کو دوسری طرف کی خبر بھی نہ رہی تو بھلا جس کو قرب حق اصل میں حاصل ہوا اس کو تو کیا کچھ مستی حاصل ہوگی غرض کہ ان کی یہ حالت تھی کہ۔

مست بودند و رہیدہ از کمند	ہائے و ہوئے عاشقانہ میزدند
وہ مست تھے اور پھندے سے آزاد تھے	عاشقوں کی طرح ہائے ہو (کے نرے) لگاتے تھے

یعنی مست تھے اور کمند سے چھوٹے ہوئے تھے اور عاشقوں جیسی ہائے ہوئے کرتے تھے مطلب یہ کہ چونکہ کبھی کمند میں پھنسے نہ تھے اس لئے مست تھے اور چھوٹے پھر رہے تھے اور عاشق بنتے تھے۔

یک کمیں و امتحان در راہ بود	صرصرش چوں کاہ کہ راے ربود
ایک گھات اور امتحان راستہ میں تھا	جس کی آندھی پہاڑ کو بچنے کی طرح لے اڑی

یعنی ایک کھائی اور امتحان راہ میں تھا اور اس کی ہوا کوہ کو کاہ کی طرح لے جاتی تھی مطلب یہ کہ وہ مست تھے حالانکہ ان کی راہ میں اور اس سلوک میں امتحان بھی تھا اور ایسا امتحان کہ اس کی باد تند بڑے بڑے مضبوطوں کو ہلا دے بس ان کو اس کی خبر نہ تھی اور وہ اسی حالت مشاہدہ میں مغرور اور مست ہو رہے تھے۔

امتحان میگردشان زیر و زبر	کے بود سرمست رازینہا خبر
امتحان ان کو الٹ پلٹ کر رہا تھا	مست کو اس کی کب خبر ہوتی ہے؟

یعنی حق ان کا امتحان زیر و زبر کر رہے تھے اور سرمست کو اس کی کب خبر ہوتی ہے مطلب یہ کہ حق تعالیٰ نے تو ان کو استدرج میں مبتلا کر رکھا تھا اور ان کو اس کی خاک بھی خبر نہ تھی یہاں ایک ذرا سا اشکال یہ ہوتا ہے کہ محققین نے کہا ہے کہ ملائکہ کے اندر شہوت نہیں ہوتی اس لئے کہ ان کے اندر نفس نہیں ہوتا اور مولانا ان کو مست کہہ رہے ہیں تو یہاں مست سے کیا مراد ہوگا تو بات یہ ہے کہ مستی دو قسم کی ہوتی ہے ایک مستی عقلی اور ایک شہوانی مثلاً ایک مستی اور سرور انسان کو اس وقت ہوتا ہے جبکہ اس کو کوئی نئی بات معلوم ہو یا کوئی خوشی ہو یا کوئی خیال سرور پختہ جم جاوے اور ایک شہوانی ہوتی ہے تو ملائکہ میں وہ مستی شہوانی تو نہ تھی ہاں یہ مستی عقلی ضرور تھی کہ وہ اس خیال میں لگن تھے کہ ہم مقرب حق ہیں بس اسی مستی کو مولانا بھی فرما رہے ہیں اور یہ ان کی ملکیت کی بھی منافی نہیں ہے آگے فرماتے ہیں کہ اس سرمست کی یہ حالت ہوتی ہے کہ۔

خندق و میدان بہ پیش او یکسیت	چاہ و خندق پیش او خوش مسلکے است
------------------------------	---------------------------------

خندق اور میدان اس کے سامنے یکساں ہیں	کنواں اور خندق اس کے سامنے اچھا راستہ ہیں
--------------------------------------	---

یعنی خندق اور میدان اس کے آگے سب ایک ہوتے ہیں اور کنواں اور خندق اس کے آگے عمدہ راستہ ہیں مطلب یہ کہ وہ اس قدر مست ہوتا ہے کہ اس کو مضرات و مہلکات مانع اور خوش معلوم ہوتے ہیں آگے بڑکوی کا قصہ بیان فرماتے ہیں کہ دیکھو جس طرح وہ مست ہو کر قعر کوہ کا میدان سمجھتا ہے اسی طرح جو مست ہوتے ہیں وہ بھی مہلکات کو مانع خیال کرتے ہیں اور اس طرف التفات نہیں کرتے۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح: جبکہ امتحان کی یہاں تک نوبت پہنچی تو اس پر مجھے قصہ ہاروت و ماروت یاد آ گیا اس سے پیشتر بھی میں نے دفتر اول میں اس کو کسی قدر بیان کیا ہے اور اب بھی پورا تو کیا بیان کر سکتا ہوں ہزاروں حصوں میں سے ایک حصہ بیان کروں گا میرا ارادہ تھا کہ اس میں تحقیقات عجیبہ بیان کروں لیکن موانع کے سبب محذور رہا اب تم کو تھوڑی دیر کے واسطے اس طرف متوجہ ہونا چاہئے تاکہ میں تجھ سے حق سبحانہ کے کچھ بھید ظاہر کروں دوسری بار بھی میں بہت نہ بیان کروں گا بلکہ بہت تھوڑا سا بیان کروں گا اور گویا کہ ہاتھی کے ایک ذرا سے جزو کی تشریح کروں گا اچھا اب تم قصہ ہاروت و ماروت سنو وہ بظاہر تماشائے حق سبحانہ اور فی الحقیقت اس کے عجائبات استدراج کے سبب مست تھے اور اس بظاہر مشاہدہ جمال حق اور باطن استدراج حق نے ان کو اس درجہ بے خود کر رکھا تھا کہ نفع و ضرر میں امتیاز نہ کر سکتے تھے حتیٰ کہ حق سبحانہ کے معراج میں دعوے عظمت کر بیٹھے اور یہ نہ سمجھ سکے کہ اس کا انجام کیا ہوگا (یاد رکھو کہ یہ وہ مستی نفسانی نہیں ہے جس کی فرشتوں سے کلام اہل فن میں نفی کی گئی ہے بلکہ یہ قوی مدد کہ کا ایک خاص امر میں انہماک اور ماسوی کی طرف عدم التفات ہے اور اسی کی فرشتوں سے نفی کی کوئی وجہ نہیں) اس سے تم سمجھ سکتے ہو کہ جب استدراج حق سے اس قسم کی مستی اور انہماک حاصل ہو سکتا ہے تو قرب حق میں کیا کچھ مستی نہ ہوگی اور جب جال میں ڈالے ہوئے ایک دانہ نے ایسا مست کر دیا تو اس کا خوان انعام کیا کچھ مستیوں کے دروازے اس پر نہ کھولے گا غرض کہ وہ مست اور اب تک کند امتحان سے آزاد تھے اور عاشقوں کی طرح ہاؤ ہو کرتے تھے یعنی محبت الہی کا دم بھرتے تھے لیکن راہ تقرب حق میں ایک سخت مہلکہ اور امتحان تھا جو اس قدر قوی تھا کہ اس کی آندھی تنکے کی طرح پہاڑ کو اڑائے دیتی تھی اور بڑے بڑے ارباب استقلال کے حوصلے اس سے ٹکرانے اور اس کا مقابلہ کرنے سے پست ہوتے تھے اور وہ امتحان ان کو تہ و بالا کر رہا تھا لیکن وہ تو مست تھے ان کو کیا تنبیہ ہوتا مست کی تو حالت یہ ہوتی ہے کہ خندق اور میدان دونوں اس کی نظر میں یکساں معلوم ہوتے ہیں اور اس کو تو کنواں اور خندق بھی عمدہ شاہراہ معلوم ہوتے ہیں چنانچہ مندرجہ ذیل واقعہ سے اس کی تصدیق ہوگی۔

شرح شبیری

بڑکوی کے بکری کو دیکھ کر مستی اور اس کا ایک پہاڑ سے دوسرے پر کودنا

آں بڑکوی بران کوہ بلند	برودواز بہر خوردے بے گزند
پہاڑی بکرا بلنبہ پہاڑ پر	خوراک کے لئے بے مشقت درڑتا ہے

یعنی وہ بڑکوی اس بلند پہاڑ پر غذا کے لئے بے خوف و خطر دوڑتا ہے۔

تاعلف چنید بہ بیند ناگہاں	بازی دیگر ز حکم آسمان
تاکہ گھاس چھے (لیکن) وہ اچانک دیکھتا ہے	آسمان کے حکم سے ایک دوسرا کھیل

یعنی (وہ دوڑتا ہے) تاکہ گھاس چڑے تو ناگہاں حکم آسمانی کی وجہ سے ایک اور بازی دیکھتا ہے وہ یہ کہ۔

برکہے دیگر پراندازد نظر	مادہ بز بیند برآں کوہے دگر
دوسرے پہاڑ پر نظر ڈالتا ہے	اس دوسرے پہاڑ پر وہ بکری دیکھتا ہے

یعنی اس دوسرے پہاڑ پر نظر ڈالتا ہے تو اس دوسرے پہاڑ پر مادہ بز کو دیکھتا ہے (تو بس یہ حالت ہوتی ہے کہ)

چشم او تار یک گرد در زمان	بر جہد سر مست زین کہ تا بدان
فورا اس کی آنکھوں میں اندھیرا چھا جاتا ہے	مست ہو کر اس پہاڑ سے اس پہاڑ پر کود پڑتا ہے

یعنی اس کی آنکھ تار یک ہو جاتی ہے اس وقت اور مست ہو کر اس پہاڑ سے دوسرے پر کودتا ہے

آنچناں نزدیک بنماید درا	کہ دویدن گرد بالوعہ سرا
وہ اس کو ایسا نزدیک نظر آتا ہے	یہاں تک کہ مستی کی وجہ سے اس کے دل میں کودنے کی خواہش ہوتی ہے

یعنی وہ پہاڑ اس کو ایسا نزدیک معلوم ہوتا ہے جیسے کہ گھر کے چوچے کے گرد دوڑنا مطلب یہ کہ جس طرح کہ اس کو پھلانگ جانا آسان ہوتا ہے اسی طرح وہ اس پہاڑ سے دوسرے پہاڑ پر کود کر پہنچ جانا آسان سمجھتا ہے۔

آن ہزاراں گز دوگز بنمایدش	تاز مستی میل جستین آیدش
وہ ہزاروں گز (کا فاصلہ) اس کو دوگز نظر آتا ہے	جیسا کہ گھر کے چوچے کے چاروں طرف دوڑنا

یعنی وہ ہزاروں گز اس کو دوگز دکھائی دیتا ہے یہاں تک کہ مستی سے کودنے کی رغبت اس کو ہوتی ہے۔

چونکہ بچہ در فتر اندر زمان	در میان ہر دو کوہ بے امان
جب کودتا ہے فوراً گر جاتا ہے	دونوں بے پناہ پہاڑوں کے درمیان

یعنی جبکہ کودتا ہے تو ان دونوں بے امان پہاڑوں کے درمیان میں گر پڑتا ہے۔

او ز صیادان بہ کہ بگرینختہ	خود پناہش خون او را ریختہ
وہ شکاریوں سے پہاڑ پر بھاگا تھا	پناہ نے ہی اس کا خون بہا دیا

یعنی وہ صیادوں سے پہاڑ میں بھاگا تھا اور خود اس کی پناہ نے اس کا خون گرایا مطلب یہ کہ اگر میدان میں رہتا اور پہاڑ پر نہ جاتا تو کیوں وہاں سے گر کر مرتا بلکہ اگر وہاں کودتا بھی مرتا تو نہ۔

شستہ صیادان میان آن دو کوہ	انتظار آن قضائے باشکوہ
ان دونوں پہاڑوں کے درمیان شکاری بیٹھے تھے	اس پر شکوہ قضا کے انتظار میں

یعنی ان دونوں پہاڑوں کے درمیان میں صیادان قضاے باشکوہ کے انتظار میں بیٹھے ہوتے ہیں بس وہ شکار کر لیتے ہیں مولانا فرماتے ہیں۔

باشد اغلب صید این بز ہم چینیں	ورنہ چالا کست و چست و خصم و بین
بکرے کا شکار عموماً ایسے ہی ہو جاتا ہے	ورنہ چالاک اور چست ہے اور دشمن کو دیکھ لینے والا ہے

یعنی اکثر اوقات اس بکرے کا شکار اس طرح ہوتا ہے ورنہ یہ تو بڑا چالاک و چست اور دشمن کا دیکھنے والا ہے۔

رستم از چہ باسر و سبلت بود	دام پاگیرش یقین شہوت بود
رستم خواہ مع سر اور موٹھوں کے ہو	یہنا شہوت اس کے پاؤں کا چال ہوتی ہے

یعنی رستم اگر چہ بڑی موٹھ اور سرد والا ہو مگر یقیناً اس کی پاگیر شہوت ہوتی ہے یعنی خواہ کتنا ہی قوی کیوں نہ ہو مگر شہوت کے آگے وہ بھی مغلوب ہو جاتا ہے تو بس اسی طرح ایک قسم کی مستی ہاروت ماروت کو تھی وہ بھی اسی وجہ سے پھنس گئے اور پھر جو گت بنی وہ ظاہر ہے اور مولانا اس قصہ کو بنا علی المشہور لکھ رہے ہیں کہ اگر ایسا ہو تو یہ قصہ یوں ہے اور اگر یہ قصہ غلط ہو تو پھر مولانا کا بیان صرف تمثیل ہو جاوے گا غرض کہ اس وقت اس کی صحت وغیرہ سے بحث نہیں ہے صرف اس کے نتیجے پر نظر ہے آگے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

ہمچو من از مستی شہوت ببر	مستی شہوت بہ بین اندر شتر
میری طرح شہوت کی مستی سے جدا ہو جا	شہوت کی مستی اونٹ میں دیکھ لے

یعنی میری طرح مستی شہوت سے الگ ہو جاؤ اور مستی شہوت کو شتر کے اندر دیکھو مطلب یہ کہ بطور غوث بالعمتہ کے فرماتے ہیں کہ جس طرح ہم نے شہوت کو ترک کر دیا ہے اسی طرح تم بھی قطع کر دو اور دیکھو شتر میں جو شہوت ہوتی ہے تو اس وقت اس کی کیا بری گت بنتی ہے بس اسی کو اپنے اوپر قیاس کر لو۔

باز این مستی شہوت در جہاں	پیش مستی ملک داں مستہاں
پہر یہ دنیا میں شہوت کی مستی	فرشتے کی مستی کے ساتھ بیچ سمجھ

یعنی پھر یہ مستی شہوت جہاں میں اس مستی ملک کے آگے ذیل ہوگئی۔ اس لئے وہ مستی عقل اس مستی شہوت سے زیادہ ہوتی ہے کیونکہ اس میں تو انسان کو کچھ دوسری طرف کی بھی خبر رہتی ہے مگر اس میں تو دوسری طرف التفات ہی نہیں ہوتا یا اس سے بھی بڑھ کر ہوتی۔

مستی آں مستی این بشکند	او بہ شہوت التفاتے کے کند
اس کی مستی اس کی مستی کو فنا کر دیتی ہے	وہ شہوت کی طرف کب توجہ کرتا ہے؟

یعنی اس کی مستی اس کی مستی کو توڑ دیتی ہے اور وہ شہوت کی طرف التفات کب کرتا ہے مطلب یہ کہ مولانا اس مستی عقل کی جو کہ ملائکہ کو مشاہدہ تجلیات سے ہوتی ہے رغبت دلا رہے ہیں کہ اس کو حاصل کر دو تو اس سے یہ مستی شہوت زائل ہو جاوے گی اور رغبت اس لئے دے رہے ہیں کہ وہ فی نفسہ تو محمود ہی ہے اگرچہ ایک عارض کی وجہ سے ہاروت ماروت کو مضر ہوئی مگر فی نفسہ کوئی مضر نہیں ہے ورنہ تمام ملائکہ کو مضر ہوتی تو بس جبکہ وہ مضر بعارض ہے لہذا فی نفسہ وہ مطلوب ہوئی اور وہ عارض جو ہے وہ قابل اس کے ہوا کہ اس سے حق تعالیٰ کی درگاہ میں پناہ مانگے پس جبکہ حق تعالیٰ کی مدد ہوگی تو ان شاء اللہ پھر مضر نہ ہوگی آگے فرماتے ہیں کہ۔

خوش نماید چوں درون دیدہ نور	آب شیریں تا نخوردی آب شور
(ایسا) عمدہ لگتا ہے جیسا کہ آنکھوں میں روشنی	جب تک تو نے میٹھا پانی نہیں پیا ہے کھاری پانی

یعنی جب تک کہ تم نے آب شیریں نہیں پیا ہے اس وقت تک آب شور ہی ایسا اچھا معلوم ہوتا ہے جیسے کہ آنکھ میں نور اچھا معلوم ہوتا ہے آب شیریں سے مراد مستی حق اور آب شور سے مراد مستی شہوت مطلب یہ کہ جب تک اس کی مستی کو دیکھا نہیں ہے اسی وقت تک تم کو یہ مستی دنیا بھلی معلوم ہو رہی ہے ورنہ جب اس کو چکھ لو گے تو پھر اس کی قدر بالکل جاتی رہے گی۔

بر کند جان راز مئے وز ساقیان	قطرہ از بادہ ہائے آسمان
جان کو (دنیا کی) شراب اور ساقیوں سے برگشتہ کر دیتا ہے	آسمانی شرابوں کا ایک قطرہ

یعنی آسمانی شرابوں کا ایک قطرہ بھی جان کو (ان ظاہری) شراب اور ساقیوں سے الگ کر دیتا ہے پس جبکہ اس شراب کے ایک قطرہ میں یہ خاصیت ہے تو

تا چہ مستیہا بود املاک را	وز جلالت روحہائے پاک را
فرشتوں میں کس قدر مستیاں ہوتی ہیں	اور پاک رحوں میں بڑائی کی وجہ سے

یعنی کیا کچھ مستی فرشتوں کو ہوگی اور جلالت کی وجہ سے پاک ارواح کو کیا کچھ ہوگی۔ اس لئے کہ ان کی تو یہ حالت ہے کہ۔

کہ بوئے دل دران مے بستہ اند	خم بادہ این جہاں بشکستہ اند
کہ انہوں نے خمبو کی وجہ سے دل اس شراب سے وابستہ کر دیا ہے	انہوں نے اس جہان کے خم توڑ ڈالے ہیں

یعنی کہ بو پر اس مئے کی دل باندھے ہوئے ہیں اور اس جہان کی شراب کے منکے توڑ دیتے ہیں مطلب یہ کہ ان لوگوں کی یہ حالت ہے کہ انہوں نے اس جہاں کی مستیوں کو ترک کر دیا اور اسی مستی اصل کی طرف دل لگا رکھا ہے تو ان کو کیا کچھ مستی ہوگی آگے ان میں سے استثناء منقطع کے طور پر کچھ مستی فرماتے ہیں کہ۔

جز مگر آنہا کہ نومیدند و دور	ہمچو کفار نہفتہ در قبور
سوائے ان کے جو ناپوس اور دور ہیں	قبروں میں چھپے ہوئے کافروں کی طرح

یعنی مگر سوائے ان کے جو کہ ناامید اور دور ہیں جیسے کہ کفار جو کہ قبور میں پوشیدہ ہیں مطلب یہ کہ جیسے کہ وہ لوگ ہیں جو کہ کافر ہیں اور قبروں میں ہیں وہ اس مستی سے بالکل ناامید اور دور ہیں۔ اور ان کا تو ذکر ہی نہیں ہاں جو کہ مست ہیں ان کو سب کچھ حاصل ہے اور کفار کی تو یہ حالت ہے کہ۔

نا امید از ہر دو عالم گشتہ اند	خارہائے بے نہایت کشتہ اند
وہ دونوں جہانوں سے ناپوس ہو گئے ہیں	انہوں نے لاناہا کانٹے بوئے ہیں

یعنی وہ لوگ دونوں عالم سے ناامید ہو گئے ہیں اور ان لوگوں نے بے انتہا خار بوئے ہیں یعنی اعمال سیئہ کئے ہیں لہذا ان کو وہ مستی حاصل نہیں ہو سکتی آگے پھر قصہ بیان فرماتے ہیں۔

شرح شبیری

ہاروت و ماروت کا بشریت کی تمنا کرنا اور حق تعالیٰ کی غیرت

پس زمستیہا بگفتند اے درلغ	بر زمین باران بدادیے چومینغ
مستیوں کی وجہ سے انہوں نے کہا ہائے افسوس	ہم زمین پر ابر کی طرح (انصاف کی) بارش برسا دیتے

یعنی وہ مستیوں کی وجہ سے کہا کرتے تھے کہ کاش ہم زمین پر بارش (انصاف) بادل کی طرح برساتے مطلب یہ کہ وہ اس کی خواہش کیا کرتے تھے کہ ہم دنیا میں اگر ہوتے تو خوب انصاف کرتے اور بنی آدم کی طرح جو رو ظلم نہ کرتے اس تمنا کے ضمن میں وہ بنی آدم کو ذلیل بھی سمجھتے تھے ان کو ظالم اپنے کو منصف قرار دیتے تھے اور سمجھتے تھے کہ

گتیرید یے دریں بیداد جا	عدل و انصاف و عبادات و وفا
ہم اس ظلم کی جگہ میں پھیلا دیتے	عدل اور انصاف اور عبادات اور وفا

یعنی اس بیداد کی جگہ میں ہم عدل اور انصاف اور عبادتوں اور وفا کو بچھاتے یعنی اگر ہم دنیا میں ہوتے تو یہ کام کرتے اور حق تعالیٰ کی خوب عبادت کرتے غرضکہ وہ اسی گھمنڈ میں تھے اور بنی آدم کو ذلیل اور ظالم کہا کرتے تھے۔

ایں بگفتند و قضائی گفت ایست	پیش پاتان دام ناپیدا بے است
یہ انہوں نے کہا اور قضا کہہ رہی تھی ٹھہر جا!	تمہارے پاؤں کے آگے بہت سے چھپے ہوئے جال ہیں

یعنی وہ تو یہ کہا کرتے تھے اور قضا کہتی تھی کہ ذرا ٹھہرو تمہارے پاؤں کے آگے بہت سے پوشیدہ جال ہیں یعنی اس راہ میں بہت سے امتحانات ہیں جن سے کہ ابھی بے خبر ہو مولا نافرمانتے ہیں کہ۔

ہیں مرو گستاخ در دشت بلا	ہیں مرو کو را نہ اندر کر بلا
خبردارا مصیبت کے جھل میں لاہردائی سے نہ جا	خبردارا کر بلا میں اندھوں کی طرح نہ جا

یعنی ارے دشت بلا میں گستاخانہ مت چل اور کر بلا میں اندھوں کی طرح مت چل۔ دشت بلا اور کر بلا سے مراد امتحانات اور راہ سلوک ہے مطلب یہ کہ بے خوف اور گستاخ ہو کر اس راہ کو قطع مت کر۔

کہ زموئے و استخوان ہالکاں	می نیابد راہ پائے سالکاں
کیونکہ ہلاک ہونے والوں کے ہال اور ہڈیوں سے	چلنے والوں کا قدم راستہ نہیں پاتا

یعنی ہالکین کے بالوں اور ہڈیوں کی وجہ سے چلنے والوں کا پاؤں راہ نہیں پاتا۔ استخوان و موئے ہالک سے مراد امتحانات و عبرتیں ہیں یعنی اس راہ میں اس قدر امتحان اور عبرت ہیں کہ کہیں چلنے کو راستہ نہیں ملتا قدم قدم پر امتحانات موجود ہیں۔

جملہ رہ استخوان و موئے و پئے	بسکہ تیغ قہر لاشے کردشے
سارے راستہ میں ہڈیاں ہال اور پٹھے ہیں	کثرت سے قہر کی تلوار نے موجود کو معدوم کر دیا ہے

یعنی تمام راہ میں ہڈیاں اور بال اور پاؤں ہی ہیں اور تیغِ قہر سے بہت سی شے کولاشے کر دیا یعنی بہت سے موجودات کو معدوم کر دیا ہے اور ان کے نشانات آج عبرت اور امتحانات کے لئے موجود ہیں لہذا ذرا سنبھل کر چلنا چاہئے آگے اس کی تائید فرماتے ہیں کہ۔

گفت حق کہ بندگان جفت عون	برزمین آہستہ می رانند ہون
اللہ (تعالیٰ) نے فرمایا ہے کہ بدو (الہی) کے ساتھی بندے	خاکساری سے آہستہ چلتے ہیں

یعنی حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو بندے کہ منصور من الحق ہیں وہ زمین پر آہستہ اور ہونا چلتے ہیں تو جب وہ اس قدر آہستہ اور سنبھل کر چلتے ہیں جن کی بابت کہ قرآن شریف میں ہے وعباد الرحمن الذین یمشون علی الارض ہونا تو پھر جو لوگ کہ ابھی اس راہ میں شروع ہی میں قدم رکھ رہے ہیں ان کو تو کس قدر احتیاط کی ضرورت ہوگی۔

پا برہنہ چوں رود در خارزار	جز بہ مہل و فکرت پرہیزگار
کانٹوں کے جنگل میں 'بگے پاؤں کیسے چلے	پرہیز گار سوائے وقتہ اور سوچ سمجھ کے

یعنی پرہیزگار پا برہنہ خارزار میں بغیر آہستگی اور فکر کے کب چلے گا مطلب یہ کہ جب بندگان خدا ہر وقت سنبھل کر چلتے ہیں تو اگر وہ خارزار میں ہوں اور برہنہ پا ہوں تو پھر تو کیوں سنبھل کر نہ چلیں گے پس چاہئے کہ اپنی کسی حالت پر مغرور نہ ہو اور اپنے تقویٰ و طہارت کو کچھ نہ سمجھے بلکہ ہر وقت حق تعالیٰ سے ڈرتا رہے اب یہاں ایک اور بار ایک بات ہے کہ بعض لوگ جو کہ استغفار کرتے رہتے ہیں وہ سمجھیں گے کہ ہم تو ڈرتے رہتے ہیں تو یہ بھی عزمہ ہے اس سے ڈرتے ہی رہیں پھر جو لوگ کہ اس سے ڈریں گے وہ بھی بے فکر نہ ہوں و ہلم جرابس خلاصہ یہ ہے کہ اپنی کسی حالت پر مغرور نہ ہو بلکہ ہر وقت حق تعالیٰ سے استغفار کرتا رہے اور خود اس استغفار پر استغفار کرے جہاں تک ہو سکے ہر وقت خوف میں رہے کسی وقت بھی مغرور نہ ہو کہ یہ بہت بڑا حجاب ہے ان ہاروت و ماروت کو یہی تو پیش آیا کہ انہوں نے کہا کہ یا الہی جس طرح انسان آپ کی نافرمانی کرتا ہے ہم کبھی نہ کریں تو ارشاد ہوا کہ تمہارے نفس نہیں ہے اس لئے نہ کرو گے تو بولے کہ (اگر آپ ہمارے نفس بھی رکھ دیں تب بھی ہم نہ کریں گے اس لئے کہ ان کو عزمہ تھا بس پھر امتحان ہوا اور نفس رکھا گیا۔ آخرنا کامیاب ہوئے نعوذ باللہ۔

ایں قضا میگفت لیکن گوش شماں	بستہ بود اندر حجاب جوش شماں
قضا یہ کہہ رہی تھی لیکن ان کے کان	ان کے جوش کے پردے میں بند تھے

یعنی قضا یہ کہہ رہی تھی لیکن ان کے کان ان کے حجاب کے جوش میں بند ہو رہے تھے بوجہ ان کو جوش تقویٰ تھا اس میں اندھے ہو رہے تھے کہیں کی خبر نہ تھی مولانا فرماتے ہیں کہ

چشمہا و گوشہا را بستہ اند	جز مر آنہارا کہ از خود رستہ اند
لوگوں نے آنکھیں اور کان بند کر لئے ہیں	سوائے ان کے جو اپنی ہستی سے آزاد ہو گئے ہیں

یعنی آنکھوں کو اور کانوں کو انہوں نے بند کر رکھا ہے سوائے ان کے جو اپنے سے چھوٹے ہوئے ہیں مطلب یہ کہ جو لوگ کہ درجہ فنا حاصل کر چکے ہیں وہ تو مستثنیٰ ہیں ورنہ اور تو سب اپنے گوش و چشم کو بند کئے ہوئے ہیں۔

جز عنایت کہ کشاید چشم را	جز محبت کہ نشاند چشم را
(خدا کی) مہربانی کے علاوہ آنکھ کون کھول سکتا ہے؟	غصہ کو محبت کے علاوہ کون فرد کر سکتا ہے؟

یعنی عنایت کے سوا اور کون آنکھ کو کھول سکتا ہے اور سوائے محبت کے غصہ کو کون بٹھا سکتا ہے لہذا ہر وقت عنایت اور حب حق کے طالب ہو کہ اسی سے کام بنے گا۔

جہد بے توفیق جان کنڈن بود	زار زنی کم گر چہ صد خرمن بود
بے توفیق (خدا) کوشش جان کو نفا کرنا ہے	اگر چہ وہ (کوشش) سوکھلیاں ہو ایک چمن سے کم ہے

یعنی بے توفیق (حق) کے کوشش جان کنڈن ہوتا ہے اور ارزنی سے بھی کم ہوتی ہے اگر چہ سو خرمن ہو۔ مطلب یہ کہ جب توفیق حق نہ ہو تو کتنی ہی کوشش کر دسب بیکار ہوتی ہے لہذا حق تعالیٰ سے توفیق کی درخواست کرو آگے مولانا دعا فرماتے ہیں کہ۔

جہد بے توفیق خود کس را مباد	در جہاں واللہ اعلم بالصواب
خدا کرے کسی کی کوشش بے توفیق نہ ہو	دنیا میں خدا بہتر جانتا ہے

یعنی خدا کرے جہد بے توفیق تو عالم میں کسی کو نہ ہو واللہ اعلم بالصواب اور یہ تجربہ ہے کہ اگر انسان کام شروع کر دے اور نیت خالص حق تعالیٰ کے لئے ہو تو پھر توفیق ہو ہی جاتی ہے ان شاء اللہ۔ آگے فرعون کا موسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کو روکنے کے لئے تدبیر کرنے کا قصہ بیان فرماتے ہیں کہ دیکھو چونکہ وہ ایک بے دینی کا کام کر رہا تھا اس لئے اس کو توفیق نہ تھی لہذا کامیاب نہ ہو سکا اسی طرح اگر سالک کو اس کے کام میں توفیق حق نہ ہو تو اس کے ناکام رہنے کا بھی خوف ہے۔

شرح صلیبی

ترجمہ و تشریح: غرضکہ ہاروت و ماروت مست تھے اور مستی میں یہ کہہ رہے تھے کہ اے کاش ہم زمین پر بکثرت پانی برساتے اور اس محل ظلم پر ہم عدل و انصاف عبادتیں اور وفائے حق سبحانہ پھیلاتے وہ تو یہ کہہ رہے تھے اور انسان پر بیوفائی ظلم فستق و فجور کی تعریفیں کر رہے تھے لیکن قضا کہہ رہی تھی کہ ذرا دم لو تمہارے پاؤں کے سامنے بھی بہت سے جال ہیں جن سے تم بھی نہیں بچ سکتے یہاں سے مولانا مضمون ارشادی کی طرف انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ دیکھو صحرائے امتحان میں ان فرشتوں کی طرح الہڑپن سے نہ چلنا اور اس دشت سراپا مصائب میں اندھا دھند نہ گھسنا۔ اس میں غفلت کے ساتھ چلنے کے سبب سے ہلاک ہونے والوں کے اسقدر بال اور ہڈیاں پڑی ہوئی ہیں کہ چلنے والوں کو راستہ بھی نہیں ملتا۔ چونکہ قہر حق سبحانہ نے بہت سے مغرورین اور عجب رکھنے والوں کو ہلاک کیا ہے اس لئے تمام راہ میں ہڈیاں بال اور پٹھے بھی پڑے ہوئے ہیں پس تم کبھی اپنی طاعات پر گھمنڈ اور عصا کی تحقیر نہ کرنا کیونکہ بندگان مقبولین کی یہ شان نہیں ہے چنانچہ حق سبحانہ فرماتے ہیں عباد الرحمن اللین یمشون علی الارض ہونا یعنی ہمارے خاص بندے ہماری مدد توفیق سے زمین پر آہستہ چلتے ہیں اور اکڑ کر نہیں چلتے پس جب رفتار میں بھی تکبر کو حق سبحانہ پسند نہیں کرتے تو طاعات میں کیونکر پسند کریں گے غور تو کرو کہ جو شخص محتاط ہو اور پاؤں میں جوتے نہ ہوں بلکہ ننگے پاؤں ہوں اور جنگل کانٹوں سے پر ہو پس کیا ایسا شخص اس حالت میں بلا سوچے ایک قدم بھی رکھ سکتا ہے۔ ہرگز نہیں پس تم کیسی بے فکری کے ساتھ صحرائے امتحان میں چلے جا رہے ہو خیر۔ تو قضا ان سے وہ کہہ رہی تھی جو ہم اوپر بتلا چکے ہیں لیکن ان کے کانوں پر ان کی مستی نے پردہ ڈال رکھا تھا کہ وہ مستی کے سبب اس کو نہ سنتے تھے واقعی بات یہ ہے کہ جب تک آدمی فنا نہیں ہو جاتا اس وقت

بیک علی تفاوت الاحوال کان بھی بند ہوتے ہیں اور آنکھیں بھی نہ وہ بہتری کو سن سکتا ہے نہ دیکھ سکتا ہے ہاں جب فنائے تام حاصل ہو جاتی ہے اس وقت کان بھی پورے طور پر کھل جاتے ہیں اور آنکھیں بھی۔ اور آنکھوں کا کھول دینا حقیقتہً حق سبحانہ ہی کے فضل میں ہے جب وہ چاہتے ہیں اسی وقت آنکھیں کھلتی ہیں لیکن اس نے اپنی مشیت کے لئے بعض اسباب عادیہ مقرر فرمادیئے ہیں کہ جب ان کا وجود ہوتا ہے تو آنکھ کھولنے کے ساتھ مشیت بھی متعلق ہو جاتی ہے اور وہ سبب عشق و محبت حق سبحانہ ہے پھر عشق و محبت آتش خشم کو فرو کر کے رحمت کو متوجہ کرتے ہیں اور وہ رحمت آنکھیں کھول دیتی ہے اور عشق و محبت بھی بتوفیق حق سبحانہ ہی حاصل ہوتے ہیں اگر توفیق حق سبحانہ نہ ہو تو محض کوشش تو دردمری ہی ہے اگر سینکڑوں کھلیانوں کے برابر بھی ہوتب بھی باجرہ کے ایک دانہ کے برابر ہے خدا کرے کسی کی کوشش بے توفیق کے نہ ہو اور حق سبحانہ سب کو توفیق عطا فرمادیں اور خدا ہی خوب صواب کو مانتا ہے اور جو کچھ وہ کرتا ہے وہی صواب ہے جس کو توفیق دیتا ہے وہ بھی حکمت ہے اور جس کو نہیں دیتا اس میں بھی حکمت ہے۔ (تنبیہ) یاد رکھو کہ مولانا نے عجب کو نہایت مضر بتلایا ہے اور عجب کبھی تو اپنی طاعات پر ہوتا ہے اور کبھی طاعات پر تو نہیں ہوتا مگر اس سبب نہ ہونے پر عجب ہونا ہے یعنی یہ عجب ہوتا ہے کہ ہم میں عجب نہیں۔ وہلم جراء اور ہر اوپر درجہ کا عجب نیچے والے عجب سے زیادہ خطرناک ہے کیونکہ اوپر والے عجب کا احساس مشکل سے ہوتا ہے لہذا وہ زیادہ خطرناک ہے۔

شرح شبیری

فرعون کا موسیٰ علیہ السلام کی آمد کا خواب دیکھنا اور اس کا تدارک کرنا

جہد فرعون کی کوشش چونکہ بغیر توفیق کے تھی	ہرچہ او امید وخت آن تفتیق بود
فرعون کی کوشش چونکہ بغیر توفیق کے تھی	جو کچھ وہ سیتا تھا وہ پھاڑتا تھا

یعنی فرعون کی کوشش چونکہ بے توفیق حق کے تھی سو جو وہ سی رہا تھا وہ پھاڑتا تھا یعنی جو تدبیر کرتا تھا اس کا اثر الٹا ہی ہوتا تھا۔

از منجم بود در حکمش ہزار	وز معبر نیز وساحر بے شمار
اس کے حکم میں نجومیوں میں سے بھی ہزاروں تھے	تعبیر دینے والے اور جادو گر بھی بے شمار تھے

یعنی اس کے حکم میں نجومیوں میں سے بھی ہزاروں تھے اور معبرین اور ساحرین میں سے بھی بے شمار تھے۔

مقدم موسیٰ نمودندش بخواب	کہ کند فرعون و مکش را خراب
حضرت موسیٰ کی تشریف آوری ان کو خواب میں دکھائی گئی	کہ وہ فرعون اور اس کے ملک کو تباہ کر دیئے

یعنی قضا و قدر نے موسیٰ علیہ السلام کی آمد اس کو خواب میں دکھائی (اور یہ دکھایا) کہ وہ فرعون اور اس کے ملک کو خراب کر دیئے

بامعبر گفت و با اہل نجوم	چوں بود دفع خیال و خواب شوم
اس نے تعبیر دینے والوں اور نجومیوں سے کہا	مخوس خیال اور خواب کا دفعیہ کیسے ہو؟

یعنی اس نے اس خواب کو معبرین اور نجومیوں سے کہا (اور یہ بھی کہا) کہ اس مخوس خیال و خواب کا دفعیہ کس طرح ہوگا۔

جملہ گفتندش کہ تدبیرے کنیم	راہ زادن را چور ہزن می ز نیم
----------------------------	------------------------------

سب نے کہا ہم ایسی تدبیر کریں گے	ڈاکو کی طرح اس کی پیدائش کا راستہ روک دیں گے
---------------------------------	--

یعنی ان سب نے کہا کہ ہم ایک تدبیر کرتے ہیں اور پیدا ہونے کی راہ کو ہزنوں کی طرح مارتے ہیں یعنی ہم پیدائش ہی کو بند کر دیں گے اور ایسی تدبیر کریں گے کہ اول سے نطفہ ہی نہ پڑے۔

تا رسید آں شب کہ مولد بود آں	رائے ایں دیدند آں فرعونیاں
------------------------------	----------------------------

یہاں تک کہ وہ رات آگئی جو حمل ٹھہرنے کی تھی	ان فرعون والوں کی یہ رائے ہوئی
---	--------------------------------

یعنی یہاں تک کہ وہ رات آگئی جو کہ وقت علق تھا تو ان فرعونوں کی یہ رائے ہوئی کہ۔

کہ بروں آرنند آں روز از پگاہ	سوائے میدان بزم و تخت بادشاہ
------------------------------	------------------------------

کہ اس روز صبح سے باہر لگا دیں	میدان میں تخت شاہی اور دربار
-------------------------------	------------------------------

یعنی آج صبح ہی سے بزم اور تخت شاہی کو باہر میدان میں لاویں مطلب یہ کہ آج جلوس باہر جنگل میں ہو۔

پس بفرمودند در شہر آشکار	کہ مناد یہاں کنند از شہر یار
--------------------------	------------------------------

پھر انہوں نے حکم دیا کہ شہر میں طانیہ	بادشاہ کی جانب سے منادی کر دیں
---------------------------------------	--------------------------------

یعنی پھر ان لوگوں نے شہر میں صاف طرح کہہ دیا کہ بادشاہ کی طرف سے یہ منادی کر دو کہ

الصلی اے جملہ اسرائیلیاں	شاہ میخواند شمار از اں مکاں
--------------------------	-----------------------------

کہ اے اسرائیلیو! تمہاری دعوت ہے	بادشاہ تمہیں اس جگہ بلاتا ہے
---------------------------------	------------------------------

یعنی اے جماعت اسرائیلیو! بخشش ہے اور تم کو بادشاہ اس مکان سے (جس میں تم رہتے ہو) بلاتا ہے یعنی منادی کرادی کہ اے قوم اسرائیل آج تم کو بادشاہ بلاتا ہے اور انعام بھی دے گا اور یہ ارادہ ہے کہ۔

تا شمارا رونماید بے نقاب	برشما احسان کند بہر ثواب
--------------------------	--------------------------

تاکہ تمہیں نقاب کے بغیر دیدار کرانے	نگلی کی غرض سے تم پر احسان کرے
-------------------------------------	--------------------------------

یعنی تاکہ تم کو بے حجاب ہو کر منہ دکھاوے اور تم پر ثواب کے لئے احسان کرے اور یہ منادی اس لئے تھی کہ۔

کان اسیرانرا بجز دورے نبود	دیدن فرعون دستورے نبود
----------------------------	------------------------

کیونکہ قیدیوں (اسرائیلیوں) کے لئے دوری کے سوا کچھ نہ تھا	فرعون کو دیکھنے کا کوئی طریقہ نہ تھا
--	--------------------------------------

یعنی ان رغبت والوں کو بجز دوری کے کچھ نہ تھا اور فرعون کو دیکھنے کی اجازت نہ تھی بلکہ یہ حالت تھی کہ۔

گرفاوندے برہ در پیش او	بہر آن یاسہ بیفتندے برو
------------------------	-------------------------

وہ اگر راستہ میں اس کے سامنے آجاتے	اس قانون کے مطابق وہ اوندھے لیٹ جاتے
------------------------------------	--------------------------------------

یعنی اگر کہیں راہ میں اس کے سامنے پڑ جاتے تو اس قاعدہ کی وجہ سے اوندھے متہ لیٹ جاتے۔

درگہ و بیگہ لقائے آن امیر

یاسہ آن بد کہ نہ بیند ہیچ اسیر

وقت بے وقت اس امیر (فرعون) کا دیدار

تalon یہ تھا کہ کوئی قیدی (اسرائیلی) نہ دیکھے

یعنی قاعدہ یہ تھا کہ کوئی رعیت والا وقت بے وقت میں اس بادشاہ کی لقا کو نہ دیکھے مطلب یہ کہ تکبر اور غرور کی یہ حد تھی کہ کسی کو چہرے کے دیکھنے کی اجازت نہ تھی نعوذ باللہ منہ سچ یہ ہے کہ وہ خبیث چہرہ اس قابل بھی نہ تھا کہ کوئی اسے دیکھے اور یہ حکم تھا کہ۔

تانه بیند رو بدیوارے کند

بانگ چاوشان چو در رہ بشنوند

منہ دیوار کی طرف کر لیں تاکہ اس کو نہ دیکھ سکیں

جب راستہ میں نقیبوں کی آواز سنے

یعنی کہ جب نقیبوں کی آواز کوئی راہ میں سنے تو ہرگز منہ نہ دیکھے بلکہ اپنا منہ دیوار کی طرف کو کر لے۔

انچہ بدتر برسر او آن رود

ور بہ بیند روئے او مجرم شود

جو بدتر (سزا) ہو گی اس کو وہ دی جائے گی

اگر اس کا منہ دیکھ لے گا تو قصور وار ہو گا

یعنی اور اگر کوئی دیکھ لے تو وہ مجرم ہوتا تھا اور جو بدتر سزا ہوتی تھی اس پر جاری ہوتی تھی۔

چوں حریص است آدمی فیما منع

بود شان حرص لقائے ممنوع

کیونکہ جس چیز سے انسان کو روکا جائے وہ اس کا حریص ہو جاتا ہے

ممنوع دیدار کی ان کو تمنا تھی

یعنی ان کو اس منع کی ہوئی ملاقات کی حرص تھی اس لئے کہ انسان جس چیز سے منع کیا جاتا ہے اس کا حریص ہوتا ہے تو چونکہ ان لوگوں کو منہ دیکھنے کی اجازت نہ تھی لہذا آج اس کے دیکھنے کے سبب مشتاق ہو گئے۔

فرعون کا بنی اسرائیل کو ولادت موسوی کے روکنے کیلئے میدان میں حیلہ سے بلانا

بانگ میزد کو بکو شادی کنان

شد منادی در محلہا روان

خوشی خوشی مگلی در مگلی اعلان کرتا تھا

منادی کرنے والا محلوں میں روانہ ہو گیا

یعنی منادی تمام محلوں میں خوشی کرتا ہوا اور آواز لگاتا ہوا پھر گیا اور وہ یہ کہتا تھا کہ

کز شہنشاہ دیدن وجودست امید

کالے اسیران سوئے میدان کہ روید

کیونکہ بادشاہ کے دیدار اور سخاوت کی توقع ہے

اے قیدیو (اسرائیلیو) میدان کی طرف چلو

یعنی اے رعیت والو میدان کی طرف جاؤ اس لئے کہ بادشاہ سے دیدار اور عطا دونوں کی امید ہے۔

تشنگان بودند و بس مشتاق آل

چوں شنید آن مژدہ اسرائیلیاں

پیاہ تھے اور اس کے بہت مشتاق تھے

جب اسرائیلیوں نے خوشخبری سنی

یعنی جب اسرائیلیوں نے یہ مژدہ سنا تو وہ اس کے بہت ہی پیاہے اور مشتاق تھے۔

خویشنتن را بہر جلوہ ساختند

حیلہ را خوردند آن سوتاقتند

انہوں نے اپنے آپ کو دیدار کے لئے تیار کر لیا

چکہ کھا گئے (اور) اس طرف دوڑ پڑے

یعنی دھوکہ کھا گئے اور اس طرف دوڑے اور اپنے کو جلوہ کے واسطے انہوں نے تیار کیا۔
یعنی تاکہ جا کر وہ اپنے یار کو دیکھیں کہ اس کا دیدار کیا خاصیت دیتا ہے اس شوق میں سب چل دئے۔

از غرض غافل بدند و بے خبر	وز طمع رفتند بیروں سر بسر
مقصد سے غافل اور بے خبر تھے	سب کے سب لالچ کی وجہ سے باہر نکل آئے

یعنی وہ غرض سے تو غافل اور بے خبر تھے اور طمع کی وجہ سے وہ باہر کی طرف سر بسر چلے گئے آگے ایک حکایت اس دھوکہ دہی سے بلا کر جمع کر لینے کی بیان کرتے ہیں۔

ایک حکایت تمثیل میں

ہچماں کا بیجا مغول حیلہ دان	گفت میجویم کے از مصریان
ایسے ہی یہاں ایک حیلہ گر مغل نے	کہا میں مصر والوں میں سے ایک کی تلاش میں ہوں

یعنی اسی طرح یہاں (یعنی ہمارے ملک میں) ایک مغل حیلہ دان نے کہا کہ مجھے مصریوں میں سے ایک شخص کی ضرورت ہے۔

مصریاں را جمع آرید ایں طرف	تا در آید آنکہ میجویم بہ کف
اس طرف مصریوں کو جمع کر لو	تاکہ وہ جس کی میں تلاش میں ہوں ہاتھ آ جائے

یعنی (ملازموں سے کہا کہ) مصریوں کو اس طرف جمع کر لو تاکہ جس کی مجھے تلاش ہے وہ ہاتھ لگ جاوے۔

ہر کجا بد مصرے جمع آمدند	در بر آن میریک یک می شدند
جہاں بھی کوئی مصری تھا سب جمع ہو گئے	ایک ایک کر کے بادشاہ کے پاس آ گئے

یعنی جہاں کہیں کوئی مصری تھا وہ سب جمع ہو گئے اور اس امیر کے پاس آ گئے۔

ہر کہ می آمد بگفتا نیست ایں	ہیں در خواجہ دران گوشہ نشین
جو بھی آتا (اس کے ہارنے میں) کہتا یہ نہیں ہے	خواجہ آتا اس گوشے میں بیٹھ جا

یعنی جو کوئی آتا وہ مغل کہتا یہ نہیں ہے ہاں ذرا تم اس گوشے میں بیٹھ جاؤ۔ ایک خاص جگہ سب کو بتادی تاکہ سب کو قبضہ میں کر لے۔

تا بدیں شیوہ ہمہ جمع آمدند	گردن ایشان بدارا حیلہ زدند
یہاں تک کہ اس طریقہ پر سب جمع ہو گئے	انہوں نے اس تدبیر سے ان سب کی گردن اڑادی

یعنی یہاں تک کہ اس حیلہ سے سب جمع ہو گئے تو ان سب کی گردن اس نے اس حیلہ سے ماری مولانا فرماتے ہیں۔

شومی آنکہ سوئے بانگ نماز	داعی اللہ را نبردندے نیاز
ایک بدستی یہ تھی کہ اذان کی جانب	اللہ کی طرف بلانے والی کی اطاعت نہ کرتے تھے

یعنی یہ اس کی نحوست تھی کہ اذان نماز کی طرف اللہ کے پکارنے والے کی نیاز نہ لے جاتے تھے۔

دعوت مکار شان اندر کشید	الحذر از مکر شیطان اے رشید
مکار کی دعوت نے ان کو اندر کھینچ لیا	اے ہدایت پر چلنے والے! شیطان کے مکر سے بچ

یعنی ایک مکار کی دعوت نے ان کو کھینچ لیا تو اے رشید مگر شیطان سے ذرا بچتے رہنا۔

بانگ درویشاں و محتاجان نیوش	تانگیر و بانگ محتالیت گوش
فقیروں اور ضرورت مندوں کی پکار سن لے	تاکہ کسی حیلہ جو کی آواز تیرے کان میں نہ پڑے

یعنی درویشوں اور محتاجوں کی آواز سن تاکہ تمہارا کان کسی محتال کی آواز کو نہ قبول کرے۔

گر گدایان طامع اندوزشت خو	در شکم خواران تو صاحب دل بجو
فقیر خواہ لالچی اور بد عادت ہوں	خواہ پیڑ تو صاحب دل کی جستجو کر

یعنی اگر فقیر طامع اور زشت خو ہیں تو تو ان شکم خواروں میں ہی صاحب دل کو تلاش کر۔ اس لئے کہ بعض مرتبہ بعض بزرگوں نے خود اپنے کبر کے علاج کے لئے سوال اختیار کیا ہے یا یہ ہو کہ اس کو اجازت شرعی ہو اس لئے مانگتا ہو لہذا سب کی خدمت کرو کہ ان ہی میں ایک صاحب دل بھی مل جاوے گا اس کی ایسی مثال ہے کہ۔

درتگ دریا گہر با سنگھا ست	فخر ہا اندر میان ننگ ہا ست
دریا کی تہ میں موتی پتھروں کے ساتھ ہیں	فخر کی باتیں عار کی باتوں کے درمیان ہیں

یعنی قدر دریا میں موتی پتھروں کے ساتھ ہیں اور بہت سے فخر درمیان شرمندگیوں کے ہیں تو جب موتی کی تلاش ہو تو دریا سے موتی اور پتھر سب بٹول لو اسی میں موتی ہیں اسی طرح سب کی خدمت کرو ان ہی میں صاحب دل مل جاویں گے آگے پھر اسرائیلیوں کا قصہ ہے کہ

پس بجوشیدند اسرائیلیاں	از پگہ تا جانب میدان روان
اسرائیلی ٹوٹ پڑے	صبح سے میدان کی جگہ دوڑتے ہوئے

یعنی بس بنی اسرائیل اہل پڑے اور صبح سے میدان کی جانب روانہ ہو گئے۔

چوں کھیلت شان بمیدان برداو	روئے خود نمودشان بس تازہ رو
جب وہ انہیں تدبیر سے میدان میں لے گیا	تو انہیں اپنا خوشنا چہرہ دکھایا

یعنی جبکہ سب کو حیلہ سے وہ (فرعون) میدان میں لے گیا تو ان کو خوش ہو کر چہرہ (منخوس) دکھادیا۔

کرد دلداری و بخششہا بداد	ہم عطا ہم وعدہا کرد آں قباد
ان کی دلداری کی انور بخششیں دیں	اس بادشاہ نے عطا بھی کی اور وعدے بھی کئے

یعنی دلداری کی اور انعامات دیئے اور عطا بھی کی اور اس بادشاہ نے وعدہ کو بھی پورا کیا۔

بعد ازاں گفت از برائے جان تان	جملہ در میدان بخشید امشبان
اس کے بعد ان سے کہا اپنی روح (کی تفریح) کے لئے	آج کی رات سب میدان میں سو جاؤ

یعنی اس کے بعد کہا کہ اپنی جانوں کے واسطے سب آج کی رات اس میدان ہی میں سو رہو برائے جان تان ایسا ہے جیسا کہ کہا کرتے ہیں کہ تمہیں اپنی جان کی قسم جب اس نے یہ کہا تو۔

پاٹھس دادند کہ خدمت کنیم	گر تو خواہی یک ہمہ اینجا سا کنیم
انہوں نے جواب دیا کہ ہم اطاعت کریں گے	اگر آپ چاہیں گے ہم ایک مہینہ تک یہاں رہیں گے

یعنی ان سب نے اس کو جواب دیا کہ ہم تو خدمت گار ہیں اگر آپ چاہیں تو ہم ایک مہینہ اس جگہ رہیں پس سب کو اس جگہ چھوڑ کر تا کہ کوئی اپنے گھر بیوی کے پاس نہ جاسکے خود شہر میں آ گیا۔

شرح حلبی

ترجمہ و تشریح: اب مولانا اپنے بیان بالا کی واقعہ سے تائید کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ دیکھو فرعون کی کوشش کے ساتھ توفیق الہی شامل حال نہ تھی لہذا اس کا سینا حقیقت میں پھاڑنا تھا یعنی اس کی سعی مثل عدم سعی کے تھی تفصیل اس کی یہ ہے کہ اس کی گورنمنٹ میں بہت سے منجم اور ہزاروں تعبیر دینے والے اور بکثرت ساحر تھے جبکہ موسیٰ علیہ السلام کی تشریف آوری کو حق سبحانہ نے خواب میں فرعون کو اس صورت سے دکھلایا کہ وہ فرعون اور اس کے ملک کو تباہ و برباد کرتے ہیں تو اس نے تعبیر دینے والوں اور نجومیوں سے مشورہ کیا کہ وہ منحوس خواب و خیال کا توڑ کیونکر ہو سکتا ہے اور ایسی کونسی تدبیر ہو سکتی ہے جس کے سبب ہم اس کے ضرر سے بچ جائیں ان سب نے کہا کہ حضور مطمئن رہیں ہم تدبیر کر لیں گے اور ہم ڈاکوؤں کی طرح اس کے پیدا ہونے ہی میں مزاحم ہو جائیں گے اس وقت تو قصہ رفت و گذشت ہوا لیکن جس وقت وہ رات آنے کو ہوئی جس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام شکم مادر میں تشریف لانے والے تھے اس وقت ان کی یہ رائے ہوئی کہ آج صبح ہی سے بزم شاہی اور تخت فرعون میں منتقل ہو جاوے اس کے بعد یہ حکم دیا کہ چاروں طرف شہر میں صاف طور پر یہ منادی کرادی جائے کہ اے بنی اسرائیل تم کو مطلع کیا جاتا ہے کہ بادشاہ سلامت تم کو یہاں سے اپنے پاس بلا تے ہیں اور غرض یہ ہے کہ تم کو بلا نقاب اپنا چہرہ دکھلائیں اور تم پر احسان کریں۔ اس حکم اور اعلان کو بہ نسبت اور صورتوں کے زیادہ موثر خیال کیا گیا کیونکہ ان قیدیوں (بنی اسرائیل) کو قرب شاہی حاصل تھا ہی نہیں حتیٰ کہ ان کو فرعون کے دیکھنے تک کی اجازت نہ تھی ان کی یہ حالت تھی کہ اگر راستہ میں کہیں اس کے سامنے پڑ جاتے تھے تو بنا بر قانون سلطنت کبھی کبھی منہ کے بل گر پڑتے تھے۔ اس لئے کہ قانون یہ تھا کہ کوئی اسرائیلی کسی وقت اور کسی حالت میں بادشاہ کی صورت نہ دیکھے اور جب نقیبوں کی آواز اس کے کانوں میں آئے تو دیوار کی طرف منہ کر لے یا زمین پر اوندھے منہ گر جائے تاکہ بادشاہ کا چہرہ نہ دیکھے سکے اگر کوئی بادشاہ کا چہرہ دیکھے گا تو مجرم قرار پائے گا اور سخت سے سخت سزا کا مستوجب ہوگا اس لئے ان کو دیدار کی بے انتہا خواہش تھی جس سے کہ قانوناً ان کو روکا گیا تھا اس لئے کہ قاعدہ ہے کہ جس سے آدمی کو روکا جاتا ہے اس کی اس کو زیادہ رغبت ہوتی ہے غرض جب یہ امر طے پا گیا اور حکم بھی نافذ ہو

گیا تو منادی کرنے والا مخلوق میں گھومنے لگا اور خوشی خوشی گلی کوچوں میں یہ اعلان کرنے لگا کہ اے بنی اسرائیل میدان میں چلو کہ آج امید ہے کہ بادشاہ کا دیدار بھی تم کو نصیب ہوگا اور اس کی طرف سے تم کو بہت کچھ انعام و اکرام بھی ملے گا۔ جب بنی اسرائیل نے یہ خوشخبری سنی تو شربت دیدار کے پیاسے اور مشتاق تو تھے ہی یہ خبر سن کر بہت خوش ہوئے اور فوراً میدان کا راستہ لیا یہ لوگ اس کی چال میں آگئے اور حسب حیثیت اپنے اپنے کو دیدار کے لئے موزوں بنا کر چل کھڑے ہوئے تاکہ وہاں جا کر اپنے مطلوب کو دیکھیں۔ دیکھیں تو سہی اس کے دیدار میں کیا خاص بات ہے جس کے سبب اب تک ہم کو اس سے روکا گیا تھا وہ یہ خیال کر رہے تھے مگر اصل مقصد کی ان کو بالکل خبر نہ تھی اور طمع دیدار میں سب کے سب باہر چلے جا رہے تھے یہ واقعہ بالکل ایسا ہی ہے جیسا کہ چال باز مغل نے کہا کہ مجھے ایک مصری شخص کی ضرورت ہے تم سب مصریوں کو جمع کر لو تاکہ جس کی مجھے ضرورت ہے وہ میرے ہاتھ لگ جائے اعلان کیا گیا کہ سب مصری جمع ہو جائیں فلاں ضرورت ہے اس پر جہاں کوئی مصری تھا کھنچا چلا آیا اور سب ایک جگہ جمع ہو گئے اس کے بعد ان کو ایک ایک کر کے امیر کے سامنے پیش کیا جب کوئی شخص پیش ہوتا تو کہہ دیتا یہ نہیں ہے یہ کہہ کر اس سے کہتا کہ آپ فلاں گوشہ میں ایک طرف کو بیٹھ جائیں اسی طرح سے سب ایک مکان میں جمع ہو گئے اور جب دیکھا کہ کوئی باقی نہیں رہا تو حکم دیدار کیا کہ سب کو قتل کر دو اس تدبیر سے سب کی گردن ماری گئی اور ان کو احساس بھی نہ ہوا تھا کہ ہم کو بلانے سے اصل غرض کیا ہے اب سنو کہ یہ بتا ہی ان پر کیوں آئی بات یہ ہے کہ یہ نحوست تھی اس کی کہ وہ اذان سن کر اس کی طرف نہ چلتے تھے اور حق سبحانہ کی منادی کی بات نہ مانتے تھے پس حق سبحانہ نے ان کو یہ سزا دی کہ ایک مکار کی منادی پر وہ کھینچے چلے آئے اور ہلاک ہو گئے پس اس واقعہ سے تم کو سبق لینا چاہئے اور شیطان کے مکر سے بہت بچنا چاہئے کیونکہ اس کا انجام ہلاکت ہے اور فقیروں اور محتاجوں کی نڈا کو سننا چاہئے مبادا کسی حیلہ گر کی آواز تمہارا کان پکڑ لے اور تم اس کی اطاعت پر مجبور ہو کر ہلاک ہو جاؤ یہ ماننا کہ بھکاری لوگ بہت طامع ہوتے ہیں اور ان کی خصلت بہت بری ہوتی ہے لیکن انہیں بہت کھانے والے حریفوں میں تم کو کسی صاحب دل کا جو یاں رہنا چاہئے اس لئے کہ دیکھو کہ دریا کی تہ میں موتی اور پتھر لے ہوتے ہیں اور بری باتوں میں اچھی باتیں بھی ہوتی ہیں پس تم کو سب کو ایک لکڑی نہ ہانکنا چاہئے بلکہ سب کو لے لینا چاہئے اور پھر اچھوں کو الگ اور بروں کو الگ کر دینا چاہئے۔ بھیک مانگنے والوں میں اہل اللہ کا ہونا کوئی تعجب کی بات نہیں کیونکہ کبھی ضرورت سلوک اور کبھی ضرورت طبعی باجائز شرعی ان کو اس کے اختیار کرنے پر مجبور کرتی ہے لیکن ہر بھیک مانگنے والے کا معتقد بھی نہ ہونا چاہئے اس لئے کہ مولانا نے خود فرمادیا ہے کہ سب اچھے نہیں ہوتے بلکہ اکثر برے ہوتے ہیں اور بہت کم اچھے ہوتے ہیں مگر ہوتے ضرور ہیں) غرض کہ بنی اسرائیل ہر طرف سے اہل پڑے اور صبح ہی سے میدان کی طرف روانہ ہو گئے جب فرعون نے ان کو اس تدبیر سے میدان میں کھینچ لیا تو بہت خوش ہو کر اپنا منہ دکھلایا اور بہت خاطر کی اور بہت کچھ داد و دہش کی اور بہت کچھ وعدے بھی کئے کہ ہم تم کو یہ رعایتیں دیں گے اور بڑے بڑے عہدے دیں گے وغیرہ وغیرہ اس کے بعد کہا کہ اس وقت آپ صاحبان کی مصلحت اسی میں ہے کہ آپ لوگ آج رات کو یہیں آرام کریں اور صبح کو اپنے مکان تشریف لے جاویں انہوں نے جواب دیا کہ ہم نہایت خوشی سے تعمیل حکم کے لئے حاضر ہیں یہ تو ایک رات ہے اگر حضور کی خوشی ہو تو ہم ایک مہینہ تک یہیں رہ سکتے ہیں۔

شرح شبیری

فرعون کا میدان سے خوش خوش شہر میں آنا اور شب حمل
میں بنی اسرائیل کی عورتوں کو مردوں سے جدا کر دینا

شہ شبانگہ باز آمد شادمان	کامشبان حمل است و دور انداز زمان
بادشاہ خوشی خوشی رات کو واپس لوٹا	کآج کی رات حمل قرار پانا ہے لورہ (مرد) عورتوں سے دور ہیں

یعنی بادشاہ رات کو خوش خوش واپس آ گیا (اور کہتا تھا) کآج حمل ہے اور مرد عورتوں سے دور ہیں تو پھر کیسے حمل قرار پائے گا۔

خازنش عمران بدانند خدمتش	ہم بشہر آمد قرین جہتیش
اس کا خزانچی عمران اس کی خدمت میں تھا	وہ بھی اس کے ساتھ شہر میں واپس لوٹا

یعنی عمران (والد موسیٰ علیہ السلام) جو اس کے معتمد تھے وہ اس کی خدمت میں تھے تو وہ بھی شہر میں اس کے ساتھ ساتھ چلے آئے مگر چونکہ یہ بھی بنی اسرائیل سے تھے اگرچہ معتمد تھے اس لئے ان سے یہ بولا کہ۔

گفت اے عمران برین درحسب تو	ہیں مرد سوائے زن اے مرد نکو
اس نے کہا اے عمران تو بھی اسی دروازے پر سوجا	اے بھلے انسانا بیوی کی جانب نہ جانا

یعنی کہ فرعون نے کہا کہ اے عمران یہیں سوراہا اور اے مرد نیک عورت کے پاس مت جانا۔

گفت چشم ہمبرین درگاہ تو	پیچ نندیشتم بجز دلخواہ تو
اس نے کہا میں بھی تیرے در پر سو جاؤں گا	میں تو تیری مرضی کے سوا کچھ سوچتا ہی نہیں ہوں

یعنی انہوں نے کہا کہ میں آپ کے ہی دروازہ پر سوتا ہوں اور میں سوائے اس شے کے جو تیرا دلخواہ ہے اور کچھ سوچتا بھی نہیں ہوں مولا نا فرماتے ہیں کہ۔

بود عمران ہم ز اسرائیلیاں	لیک مرفرعون رادل بود و جان
عمران بھی اسرائیلیوں میں سے تھا	لیکن فرعون کا دل و جان تھا

یعنی عمران بھی بنی اسرائیل سے تھے مگر فرعون کے دل اور جان تھے یعنی اس کو ان سے بہت محبت تھی۔

کے گمان بردے کہ او عصیان کند	انچہ خوف جان فرعون آں کند
وہ (فرعون) کیسے گمان کرتا کہ وہ (عمران) نافرمانی کرے گا	جس میں فرعون کی جان کا ڈر ہو وہ کام کرے گا

یعنی وہ کب گمان کرتا تھا کہ یہ نافرمانی کریں گے اور جو چیز کہ اس کی جان کا خوف ہے اس کو کریں گے۔

ایمن از عمران بدو افعال او	لیک خود آن بد خرابی حال او
وہ (فرعون) عمران اور اس کے کاموں سے مطمئن تھا	لیکن اس (فرعون) کے حال کی تباہی وہی تھا

یعنی وہ عمران اور ان کے افعال سے بے خوف (اور مطمئن) لیکن خود ہی اس کی سزا تھی۔

خود کجا در خاطر فرعون بود	آتچنین تقدیر چون عاد و ثمود
خود فرعون کے خیال میں بھی کہاں تھی	ایسی تقدیر جیسی کہ عاد اور ثمود کی

یعنی فرعون کے دل میں ایسی تقدیر کہاں تھی جیسے عاد و ثمود یعنی اسے کیا خبر تھی کہ جو کچھ ہونے والا ہے وہ ان سے ہی ہوگا پس عمران سے اتنا کہا کہ تم گھر میں مت جانا یہ کہہ کر وہ خود گھر میں چل دیا۔

عمران کا والدہ موسیٰ علیہ السلام کیساتھ جمع ہونا اور ان کا حاملہ ہو جانا

شہ برفت واو بران در گاہ خفت	نیم شب آمد بہ پیش خفت جفت
بادشاہ چلا گیا اور وہ (عمران) اس درگاہ پر سو گیا	آدھی رات کو اس سوئے ہوئے کے پاس بیوی آ گئی

یعنی بادشاہ تو چلا گیا اور وہ اس کے دروازہ پر سو گئے تو آدھی رات کو ان کے پاس ان کی بیوی آئیں

زن برو افتاد و بوسید آن لبش	بر جہانیدش ز خواب اندر شبش
بیوی اس پر لیٹ گئی اور اس کے ہونٹوں کو بوسہ دیا	اس کو رات میں نیند سے بیدار کر دیا

یعنی بیوی ان کے اوپر گر پڑیں اور ان کے لب کو بوسہ دیا اور اس رات میں ہی ان کو نیند سے جگایا۔

گشت بیدار او وزن را دید خوش	بوسہ باران کرد از لب بر لبش
وہ بیدار ہو گیا اور حسین بیوی کو دیکھا	اس کے لبوں پر بوسہ کی بارش برسا دی

یعنی وہ بیدار ہو گئے اور بیوی کو خوش دیکھا تو بوسہ کی بارش اپنے لب سے ان کے لب پر کر دی یعنی خوب بوسے لئے۔

گفت عمران این زماں چوں آمدی	گفت از شوق و قضائے ایزدی
عمران نے کہا تو اس وقت کیوں آئی؟	اس نے کہا محبت اور اللہ کے حکم سے

یعنی عمران نے پوچھا کہ تم اس وقت کیسے آئیں تو انہوں نے کہا کہ تمہاری ملاقات کے شوق میں اور حکم خداوندی سے موسیٰ علیہ السلام کے والدین کے عقائد تو پہلے سے اچھے تھے۔ اور بعض نے ان کی والدہ کو نبی کہا ہے اگر نبی نہیں تو ولی ہونے میں تو شک ہی نہیں تو ممکن ہے کہ ان کو الہام ہو گیا ہو اس پر کہا کہ حکم خداوندی چونکہ ہمارے سے اس بچہ کے ظہور کا ہے اس لئے میں تمہارے پاس آ گئی۔

در کشیدش در کنار از مہر مرد	بر نیامد با خود آن دم در نبرد
مرد نے محبت سے اس کو پہلو میں دبا لیا	اس وقت مقابلہ میں اپنے آپ سے نہ جیت سکا

یعنی محبت کی وجہ سے مرد نے ان کو گود میں لے لیا اور وہ اس وقت مقابلہ میں اپنے اوپر غالب نہ آسکے مطلب یہ کہ فرعون کی

خیر خواہی میں بہت الگ رہنا چاہا مگر قضا کے سامنے کیا کر سکتے تھے آخر مغلوب ہوئے۔

جفت شد با او امانت را سپرد	پس بگفت اے زن نہ ایں کاریست خورد
اس کے ساتھ محبت کی اور امانت سپرد کر دی	پھر کہا اے بیوی! یہ کوئی معمولی کام نہیں ہے

یعنی ان کے ساتھ جفت ہو گئے اور امانت کو سپرد کر دیا پھر کہا کہ اے عورت یہ کوئی چھوٹا کام نہیں ہے مطلب یہ کہ دیکھو ظاہر مت کرنا بہت بڑی بات ہے۔

آہنے برسنگ زوز او آتشے	آتشے از شاہ و ملکش کیں کشے
لوہا پتھر سے ٹکرایا آگ پیدا ہو گئی	ایسی آگ جو بادشاہ اور اس کی سلطنت سے بدلہ لینے والی ہے

یعنی ایک لوہا پتھر پر لگا تو آگ پیدا ہوئی اور آگ وہ کہ جو بادشاہ اور اس کے ملک سے کینہ کش تھی یعنی ان کے ملنے سے موسیٰ علیہ السلام جو کہ مہلک فرعون تھے پیدا ہوئے اور انہوں نے یہ کہا کہ

من چو ابرم تو زمین موسیٰ نبات	حق شہ شطرنج و مادر برد و مات
میں ابر کی طرح ہوں تو زمین اور موسیٰ پودا ہے	اللہ (تعالیٰ) شاہ شطرنج ہے اور ہم ہار جیت میں ہیں

یعنی میں تو ابر ہوں اور تم زمین ہو اور موسیٰ نبات ہیں اور حق شہ شطرنج ہے اور ہم مات میں ہیں مات میں چونکہ نجومیوں نے کہا تھا کہ ایک لڑکا ہوگا اور اس کا یہ نام ہوگا ایسا ہوگا اس لئے ان کو نام معلوم تھا اسی سے انہوں نے کہہ دیا کہ موسیٰ علیہ السلام نبات کی طرح ہیں اور بادشاہ کا حق ایک شطرنج کی طرح ہے اور ہم اس پر کھیل رہے تھے مگر کیا کریں ہار گئے اور حق شہ کو ہاتھ سے کھو بیٹھے مگر کیا کریں جو ہونا تھا ہو گیا اور کہا کہ

مات و برد از شاہ میدان اے عروس	آن مدان از ماکن بر ما فسوس
اے بیوی! ہار اور جیت شاہ کی جانب سے سمجھ	ہماری جانب سے نہ سمجھ ہم پر افسوس نہ کر

یعنی اے دہن مات اور بازی لے جانا یہ سب خدا کی طرف سے سمجھو اور اس کو ہم سے مت سمجھو اور ہم پر مذاق مت اڑاؤ مات اور برد سے مراد غالبیت اور مغلوبیت ہے حاصل اس شعر کا یہ ہے کہ

از خدادان خلاف دشمن و دوست کہ دل ہر دو در تصرف او ست اور وہی عمران بولے کہ

آنچہ ایں فرعون می ترسید ازو	ہست شد ایں دم کہ گشتم جفت تو
وہ چیز جس سے فرعون ڈر رہا تھا	اس وقت موجود ہو گئی جبکہ میں نے تجھ سے محبت کی

یعنی جس چیز سے کہ فرعون ڈرتا تھا وہ اس وقت ہست ہو گئی جبکہ میں تمہارے قرین ہوا مطلب یہ کہ آثار سے معلوم ہو گیا کہ علق ہو گیا اور ایک علامت سب سے زیادہ یہ تھی کہ وہ ہو گئے تو بنی اسرائیل میں سے اور بنی اسرائیل کا کوئی مرد عورت کے پاس نہیں ہے بلکہ عورتیں گھر میں اور وہ سب میدان میں ہیں۔ صرف ایک ہم دونوں میاں بیوی ہی قرین ہوئے ہیں تو یقیناً ہم سے ہی وہ پیدا ہو گئے اس کے بعد یہ فرمایا کہ۔

عمران کا اپنی زوجہ کو بعد ان سے مجامعت کرنے کے وصیت فرمانا

داگرد ان ہیچ زینہام مزن	تانیاید برمن و تو صد حزن
-------------------------	--------------------------

کچھ نہ کھولنا اس بارے میں دم نہ مارنا	تاکہ تجھ پر اور مجھ پر سینکڑوں غم نہ ٹوٹ پڑیں
---------------------------------------	---

یعنی واپس ہو جاؤ اور کسی سے ذکر مت کرنا تاکہ کہیں مجھ پر اور تم پر سوبلائیں نہ آویں۔ اس لئے کہ اگر کسی کو معلوم ہو جاتا تو کیوں کوئی ان کو زندہ چھوڑتا اور یہ کہا کہ

عاقبت پیدا شود آثار این	چوں علامتہا رسد اے نازنین
-------------------------	---------------------------

انجام کار اس کے آثار ظاہر ہوں گے	اے نازنین! جب علامتیں سامنے آئیں گی
----------------------------------	-------------------------------------

یعنی اے نازنین آخر کار اس کے آثار تو ظاہر ہوں گے ہی جبکہ علامتیں ظاہر ہوں گی مطلب یہ کہ تم کسی سے ذکر مت کرنا اگرچہ یہ بات پوشیدہ رہنے والی نہیں ہے مگر تم اپنی طرف سے پوشیدہ ہی رکھنا یہ وصیت کر کے ان کو تو روانہ کیا ادھر میدان میں یہ ہوا کہ

در زمان از سوئے میدان نعرہا	می رسید از خلق و می شد بر ہوا
-----------------------------	-------------------------------

اسی وقت میدان سے بہت سے نعرے	لوگوں کے آئے اور فضا میں چلے گئے
------------------------------	----------------------------------

یعنی اسی وقت میدان کی طرف سے مخلوق کے نعرے آئے اور ہوا پر ہو گئے یعنی ہوا میں لوگوں کے غل مچانے کی آواز آئی۔

شاہ از ان ہیبت برون جست آن زمان	پا برہنہ کایں چہ غلغہاست ہان
---------------------------------	------------------------------

شاہ فوراً اس خوف سے باہر آیا	ننگے پاؤں کہ ہاں یہ شور و غل کیا ہے؟
------------------------------	--------------------------------------

یعنی بادشاہ ان کے خوف سے ننگے پاؤں اسی وقت باہر نکل آیا کہ ارے یہ کیا شور ہیں۔

از سوئے میدان چہ بانگ است و غریو	کز نہ پیش می رمد جنی و دیو
----------------------------------	----------------------------

میدان کی جانب سے کیا آواز اور شور ہے؟	کہ اس کے ڈر سے جن اور بھوت بھاگ رہے ہیں
---------------------------------------	---

یعنی میدان کی طرف سے کیا شور اور غل ہے کہ جس کی آواز سے جن اور دیو سب بھاگتے ہیں۔

گفت عمران شاہ مارا مر باد	قوم اسرائیلیا نند از تو شاد
---------------------------	-----------------------------

عمران نے کہا ہمارے بادشاہ کی عمر دراز ہو	اسرائیلی قوم آپ سے بہت خوش ہے
--	-------------------------------

یعنی عمران بولے کہ ہمارے بادشاہ کی عمر دراز ہو یہ قوم بنی اسرائیل آپ سے خوش ہیں۔

از عطائے شاہ شادی میکنند	رفص می آرند و کفہای ز نند
--------------------------	---------------------------

بادشاہ کی بخشش سے خوشی منا رہے ہیں	ناچ رہے ہیں اور تالیاں بجا رہے ہیں
------------------------------------	------------------------------------

یعنی آپ کی عطا کی وجہ سے خوشی کر رہے ہیں اور ناچ رہے ہیں اور تالیاں بجا رہے ہیں (بس اسی کا غل ہے یہ کہتے نہیں کہ

یہ ساری میری حرکت ہے۔

فرعون کا اس شور و غل کی آواز سے خوف کرنا

گفت باشد کایں بود اما و لیک	وہم و اندیشہ مرا پر کرد و نیک
اس نے کہا ہو سکتا ہے کہ یہ ہو لیکن	وہم و گمان مجھ میں بہت بھر گیا ہے

یعنی فرعون نے کہا کہ شاید یہی ہو لیکن (اس نے) میرے وہم اور اندیشہ کو پر کر دیا ہے اور زیادہ یعنی مجھے تو توہمات آرہے ہیں اور خوف طاری ہے۔

این صدا حال مرا تغیر کرد	از غم و اندوہ تلخم پیر کرد
اس آواز نے میری حالت غیر کر دی ہے	غم اور کڑوے لکر سے مجھے بوزھا کر دیا ہے

یعنی (فرعون بولا) کہ اس آواز نے تو میری حالت متغیر کر دی غم و اندوہ تلخ نے مجھ کو بڑھا بنا دیا مطلب یہ کہ اس آواز سے تو مجھے بہت ہی خوف معلوم ہوتا ہے اور اس وقت حالت یہ تھی کہ۔

پیش می آمد سپسن می رفت شه	جملہ شب او ہچو حامل وقت زہ
بادشاہ آگے آتا پھر واپس ہو جاتا	تمام رات وہ بچ بننے کے وقت حاملہ (عورت) کی طرح رہا

یعنی کبھی آگے آتا تھا اور کبھی پیچھے جاتا تھا وہ بادشاہ ساری رات (اس کی یہ حالت رہی) جیسے کہ حاملہ درد زہ کے وقت یعنی بہت ہی بے چین رہا۔

ہر زمان میگفت اے عمران مرا	سخت از جابرده است این نعرہا
ہر لمحہ کہتا اے عمران! مجھے	ان نعروں نے بہت بے چین کر دیا ہے

یعنی ہر گھڑی یہی کہتا تھا کہ اے عمران یہ نعرے تو مجھے بالکل اپنی جگہ سے لے گئے مطلب یہ کہ مجھے تو ان نعروں نے از خود رفتہ بنا دیا ہے۔

زہرہ نے عمران مسکین را کہتا	باز گوید اختلاط جفت را
مران بے چارے کا دل گروہ نہ تھا کہ	بیوی سے ملنے کے بارے میں کہتا

یعنی عمران مسکین کو اتنی تاب نہ تھی کہ اپنی بیوی کے ساتھ اس اختلاط کو بیان کر دیں اس لئے کہ اگر ذرا زبان سے نکالا اور مارے گئے لہذا بے چارے خاموش تھے اور دوسرے بہانے کر رہے تھے۔

چوں زن عمران بعمران در خزید	تا کہ شد استارہ موسیٰ پدید
جب عمران کی بیوی عمران سے چٹی	یہاں تک کہ (حضرت) موسیٰ کا ستارہ طلوع ہو گیا

یعنی جبکہ عمران کی بیوی عمران کے ساتھ ملیں یہاں تک کہ موسیٰ علیہ السلام کا ستارہ ظاہر ہو گیا اور نطقہ رہ گیا۔ آگے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

ہر پیمبر کاندرا آید در رحم	نجم او بر چرخ گردد نجم
ہر پیمبر جو رحم (مادر) میں آتا ہے	اس کا ستارہ آسمان پر طلوع ہو جاتا ہے

یعنی جو پیسبر کہ رحم میں آتے ہیں ان کا ستارہ آسمان پر روشن ہو جاتا ہے بات یہ ہے کہ جب کوئی پیسبر پیدا ہوتے ہیں تو کوئی نہ کوئی ستارہ تو نکلتا ہی ہے اسی کو کہہ دیں گے کہ یہ ستارہ نکل آیا مگر مولانا قواعد نجوم پر فرما رہے ہیں خیر ہوگا غرض کہ نجومیوں نے دیکھ لیا کہ علق ہو گیا آگے فرعون کا خبر کے لئے عمران کو میدان میں بھیجنا اور ان کا ظاہر میں نجومیوں پر خفا ہونا کہ تم نے انتظام کیوں نہ کیا اور پھر فرعون کی ان لوگوں پر خفگی بیان فرما دیں گے۔

موسیٰ علیہ السلام کے ستارہ کا آسمان پر ظاہر ہو جانا اور نجومیوں کا شور کرنا

برفلک پیدا شد آں ستارہ اش	کوری فرعون و مکر و چارہ اش
آسمان پر ان (موسیٰ) کا ستارہ نمودار ہوا	فرعون اور اس کے مکر و تدبیر کے خلاف

یعنی ان کا (موسیٰ علیہ السلام کا) ستارہ آسمان پر فرعون کے مکر اور اس کے چارہ کے خلاف ظاہر ہو گیا۔ یعنی جو کچھ کہہ تداہیر انہوں نے کی تھیں ان سب کے خلاف وہ ستارہ نکل آیا یعنی علق ہو گیا۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح: فرعون بنی اسرائیل کو میدان میں چھوڑ کر رات کے وقت خود گھر میں واپس آ گیا۔ اور خوش تھا کہ یہ رات حمل کی ہے اور بنی اسرائیل اپنی عورتوں سے الگ ہیں پس حمل نہیں قرار پاسکتا۔ عمران جو اس کے خزانچی تھے وہ بھی اس کے ساتھ شہر میں آگئے تھے۔ فرعون نے ان سے کہا کہ تم ہماری ڈیوڑھی ہی پر سونا اور نہ بیوی کے پاس جانا نہ اس سے صحبت کرنا انہوں نے کہا بہت بہتر ہے میں حضور ہی کے دولت خانہ پر سوؤں گا اور آپ کے خلاف مرضی کام کا تصور تک نہ آنے دوں گا حالانکہ عمران بھی اسرائیل تھے لیکن فرعون ان کو دل و جان کی طرح عزیز رکھتا تھا یہ محض خدا کی قدرت تھی کہ بنی اسرائیل کا دشمن اور ان کی ذلت کا خواستگار ایک اسرائیلی کو اتنا چاہے کہ بتقدیر الہی وہ ایسا کرنے پر مجبور تھا اور ان پر اس کو اتنا اعتماد تھا کہ اس کو اس کا خطرہ بھی نہ ہوتا تھا کہ یہ میری نافرمانی کریں گے اور وہ کام کریں گے جس میں میری جان کے لئے خطرہ ہو اور وہ ان کی اور ان کے افعال کی طرف سے بالکل مطمئن تھا اس لئے ان کی نگرانی کا کوئی خاص اہتمام نہیں کیا اور صرف یاد دہانی پر اکتفا کیا لیکن یہ مقدمہ تھا اس کی حالت کی سزا کا جو اس کو ان پر اتنا اعتماد ہو گیا وہ تقدیر الہی جس کا ظہور عنقریب ہونے والا ہے عاد اور ثمود کی طرح اس کے خیال میں بھی نہ تھی اور اس کو خطرہ نہ ہوتا تھا کہ عمران میری تباہی کا ذریعہ بنیں گے خیر وہ تو ان کو ہدایت کر کے محل السراء میں چلا گیا اور یہ ڈیوڑھی پر سو گئے جب آدھی رات ہوئی اور لوگ سو گئے تو چپکے چپکے ان کی بیوی ان کے پاس آ پہنچی اور آ کر ان کے اوپر لیٹ گئی اور منہ چومنا شروع کیا اور نیند جو ان کے سر میں بھری ہوئی تھی اس سے ان کو بیدار کیا جب وہ جاگے تو بیوی کو خوب دلربا صورت میں دیکھا یہ دیکھ کر بیتاب ہو گئے اور چٹاٹ بو سے لینے شروع کئے اور بوسوں کا تار باندھ دیا اور کہا کہ اس وقت تم کیسے آگئیں انہوں نے کہا کہ آپ کی محبت اور تقدیر الہی کھینچ لائی انہوں نے اپنے کو بہت روکنا چاہا مگر رک نہ سکے بالآخر ان کو مقصد ہمبستری آغوش میں لیا اور ان سے ہم صحبت ہوئے اور امانت کو ان کے سپرد کیا یعنی حمل قرار پا گیا جب فراغت ہوئی تو

ہوش آیا اور کہا کہ ہم سے بڑی غلطی ہوئی دیکھو یہ کوئی معمولی بات نہیں بلکہ وہ آگ جو بادشاہ اور اس کے ملک کو پھونک دی گئی نیز میری مثال ایسی سمجھو جیسے ابر اور اپنی ایسی جیسے زمیں اور جو بچہ پیدا ہوگا وہ ایک پودے کی مثل ہے۔ ایفا بادشاہ کا حق بمنزلہ شطرنج کے تھا۔ اور ہم بازی جیتے اور حق شاہ کو ملحوظ رہنے کی کوشش کر رہے تھے مگر نہ جیت سکے بلکہ مات ہو گئے ہماری ہار جیت سب حق سبحانہ کے قبضہ میں ہے یہ محض تقدیر الہی تھی اور ہمارے اختیار کو اس میں کچھ دخل نہ تھا لہذا اچھتاتانے کی کوئی بات نہیں جو کچھ ہونے والا تھا وہ ہوا اور جس کا بادشاہ کو خطرہ تھا وہ اب جبکہ میں تم سے ہم صحبت ہوا وجود میں آ گیا یعنی تم کو حمل رہ گیا جیسا کہ قرآن سے معلوم ہوتا ہے۔ اب تم واپس ہو جاؤ اور دیکھو خبردار ان واقعات کی کسی کو اطلاع نہ ہوتا کہ میں اور تم دونوں مصیبت میں نہ پڑ جائیں۔ گویا لکل تو چھپ نہیں سکتا کیونکہ جب اس کی نشانیاں ظاہر ہوں گی جو مخمین نے سمجھ رکھی ہیں تو ان سے اس کا اجمالی علم ہو ہی جائے گا۔ یہ روانہ ہوئیں اور ادھر میدان کی طرف سے آوازیں اٹھیں اور ہوا میں گونجنے لگیں بادشاہ خوف زدہ ہو کر ننگے پاؤں باہر دوڑا اور کہا کہ دیکھو تو یہ کیا شور ہے اور میدان کی طرف سے یہ آوازیں کیسی آ رہی ہیں جن کی ہیبت سے بھوت اور جن بھی بھاگتے ہیں عمران نے کہا کہ حضور کی عمر دراز ہو معلوم ایسا ہوتا ہے کہ اسرائیلی لوگ چونکہ آپ سے خوش ہیں اس لئے وہ عطائے شاہی سے خوش ہو کر ناچتے اور تالیاں بجاتے ہوں گے اس نے کہا ممکن ہے یہ ہی ہو لیکن مجھے تو طرح طرح کے خیال آتے ہیں اور اس آواز نے میری حالت دگرگوں کر دی ہے اور غم اور ناگوار رنج پہنچا کر مجھے بڑھا کر دیا ہے اس کی عجیب حالت تھی کبھی باہر آتا تھا اور کبھی اندر جاتا تھا اور تمام رات یوں بے قرار تھا جیسے حاملہ دروزہ کے وقت ہوتی ہے اور ہر وقت یہی کہتا تھا کہ اے عمران ان آوازوں نے تو مجھے نہایت بے چین کر رکھا ہے عمران کی کیا طاقت تھی کہ وہ صاف صاف کہہ دے کہ جب میری بیوی میرے پاس گھس آئی تو میں اس سے ہم صحبت ہو گیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ حمل رہ گیا اور موسیٰ کا ستارہ طلوع ہو گیا یہ اس کا شور ہے۔ بات یہ ہے کہ جب کوئی پیغمبر شکم مادر میں جلوہ افروز ہوتے ہیں تو ان کا ستارہ آسمان پر ظاہر ہوتا ہے جب موسیٰ علیہ السلام شکم مادر میں آ گئے تو فرعون اور اس کی تدبیروں اور چالوں کی آنکھوں میں خاک ڈال کر ان کا ستارہ بھی طالع ہو گیا اور کسی کے روکے نہ رک سکا۔

شرح شبیری

روز شد گفتش کہ اے عمران برو	واقف آن غلغل و آن بانگ شو
دن ہوا (فرعون نے) اس (عمران) سے کہا اے عمران جا	اس شور اور آواز کے بارے میں دریافت کر

یعنی دن ہو گیا تو ان سے (عمران سے) فرعون نے کہا کہ عمران جاؤ اور اس شور و غل سے واقف ہو (کہ کس وجہ سے یہ شور و

غل ہو رہا تھا۔

رانند عمران جانب میدان و گفت	ایں چہ غلغل بود شاہنشہ نخت
عمران نے میدان کی جانب سواری ہانگی اور کہا	یہ کیا شور تھا کہ بادشاہ نہ سو سکا

یعنی عمران میدان کی طرف گئے اور بولے کہ یہ کیا غل تھا کہ بادشاہ کو نیند تک نہیں آئی۔

ہر منجم سر برہنہ جامہ چاک	ہچو اصحاب عزا برفرق خاک
ہر نجومی ننگے سر کپڑے پٹے ہوئے	ماتم کرنے والوں کی طرح سر پر خاک (ڈالے ہوئے)

یعنی ہر نجومی پٹے کپڑے ننگے سر اور ماتم والوں کی طرح سر پر خاک ڈالے ہوئے (تھا)

ہچو اصحاب عزا آواز شان	بد گرفتہ از فغان و ساز شان
ماتم کرنے والوں کی طرح ان کی آواز	چلانے سے رندہ گئی اور ساز (طرب) خاموش تھے

یعنی ماتم والوں کی طرح ان کے اس فعل (ماتم) اور فغان سے ان کی آواز بیٹھ گئی تھی۔

ریش و موبر کندہ رو بدریدگان	خاک بر سر کردہ پر خون دیدگان
داڑھی اور بال اکھاڑے ہوئے منہ نوچے ہوئے	سر پر خاک ڈالے ہوئے آنکھیں پر خون

یعنی داڑھی اور بال (سر کے) اکھاڑے ہوئے اور منہ کونوچے ہوئے اور سر پر خاک ڈالے اور آنکھیں پر خون غرضکہ مصیبت کے مارے بے چاروں کی عجب حالت اور کیفیت ہو رہی تھی۔

گفت خیرست این چہ آشوبست حال	بدنشانی میدہد منحوس سال
اس (عمران) نے کہا خیر ہے یہ کیا کھرام اور حال ہے؟	منحوس سال بری علامت دکھا رہا ہے

یعنی عمران بولے کہ یہ کیا آشفقتہ حال ہے اور بری نشانی منحوس سال کو دیتی ہے مطلب یہ کہ انہوں نے کہا کہ یہ بری صورت بنالینا بھی سبب سال کی نحوست کا ہوتا ہے لہذا تم کو چاہئے کہ ایسی صورت نہ بناؤ۔

عذر آوردند و گفتند اے امیر	کرد مارا دست تقدیرش اسیر
انہوں نے معذرت کی اور کہا اے امیر!	ہمیں اس (اللہ) کے دست قدرت نے قیدی بنا لیا

یعنی سب نے عذر کیا اور سب نے کہا کہ اے امیر ہم کو اس کی تقدیر نے قید کر دیا تقدیرش کی شین کی ضمیر حق تعالیٰ کی طرف ہے اگر کہا جاوے کہ وہ تو خدا کے قائل بھی نہ تھے پھر یہ جواب انہوں نے کیوں دیا تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ الفاظ تو مولانا کے ہیں مولانا ان سے روایت بالمعنی کر رہے ہیں ان کے الفاظ کچھ اور ہو گئے غرضکہ انہوں نے یہ کہا کہ ہم عاجز ہو گئے اور جو ہم نے انتظام کیا تھا اس میں ناکامیاب رہے۔

ایں ہمہ کردیم و دولت تیرہ شد	دشمن شہ ہست گشت و چیرہ شد
ہم نے یہ سب کچھ کیا اور (اقبال) دولت تاریک ہو گیا	بادشاہ کا دشمن پیدا ہو گیا اور غالب آ گیا

یعنی ہم نے یہ سب کچھ انتظام کیا مگر سلطنت زوال میں آ گئی اور روشن شاہ ہست ہو گیا اور غالب ہو گیا (اور ہماری کچھ نہ چلی تفسیر ہے نالائقو تم پر بھلا خدا کی پناہ بندے ہو کر خدا کا مقابلہ اللہم احفظنا آخرنا کام نہ ہوتے تو کیا ہوتا) اور بولے کہ۔

شب ستارہ آن پسر آمد عیان	کوری ماہر جبین آسمان
رات اس بچے کا ستارہ نمودار ہو گیا	آسمان کی پیشانی پر ہماری آنکھوں میں دھول جھونک کر

یعنی اس لڑکے کا ستارہ رات آسمان کی جبین پر ہمارے خلاف ظاہر ہو ہی گیا۔

ز دستارہ آن پیمبر برسا	ما ستارہ باز گشتیم از بکا
اس پیمبر کا ستارہ آسمان پر نمودار ہوا	ہم نے رو کر ستارے (آلسو) برسائے

یعنی اس پیمبر کا ستارہ آسمان پر طلوع ہو گیا اور ہم بکا کی وجہ سے ستارہ یا روئے یعنی ادھر وہ ستارہ نکلا اور ہم نے آنسو برساتا شروع کئے ان کو ستاروں سے تشبیہ دیدی جب وہ کہہ چکے عمران بولے کہ۔

بادل خوش شاد عمران وز نفاق	دست بر سر می بز دکاہ الفراق
عمران خوش دل کے ساتھ ' نفاق سے	سر پیٹ رہا تھا کہ ہائے "الفراق"

یعنی عمران دل سے تو خوش تھے اور نفاق سے انہوں نے سر پر ہاتھ مارا کہ افسوس فراق (سلطنت) مطلب یہ کہ عمران کو تو معلوم تھا کہ یہ میرا ہی لڑکا ہوگا تو وہ خوش تھے کہ اتنا بڑا جلیل القدر بادشاہ میرے گھر میں ہوگا اس لئے کہ جو سلطنت فرعون کی کوتاہی و بالا کرے وہ خود بھی تو بادشاہ ہونا چاہئے اس لئے دل میں تو خوش تھے کہ سلطنت میرے گھر میں آوے گی مگر ظاہر میں ان کے دکھانے کو سر پیٹ لیا اور بہت افسوس کیا۔

کرد عمران خویش پر خشم و ترش	رفت چوں دیوانگان بی عقل و ہوش
عمران نے اپنے آپ کو ترش رو اور غضبناک بنایا	دیوانوں کی طرح بے عقل و حواس واپس ہو گیا

یعنی عمران نے اپنے آپ کو پر خشم اور ترش بنا لیا اور دیوانوں کی طرح بے عقل و ہوش ہو کر روانہ ہو گئے۔

خویشستن را اجمی کرد و براند	گفتہائے بس حسن بر جمع خواند
اپنے آپ کو نادان بنایا اور چل دیا	مجمع کو بہت سخت باتیں کہیں

یعنی اپنے کو نادان بنا لیا اور چل دیئے اور جماعت (نجومیوں) کو بہت سخت ست کہا۔

خویشستن را ترش و غمگین ساخت او	نزد ہائے باز گونہ باخت او
اس نے اپنے آپ کو ترش رو اور غمگین بنایا	اس نے اپنی پال پٹی

یعنی انہوں نے اپنے آپ کو ترش اور غمگین بنا لیا اور اپنی نردوانہوں نے کھیلی مطلب یہ کہ انہوں نے اپنے کو بہ تکلف غصہ ور بنایا اور نجومیوں کو بہت برا بھلا کہا اور دل میں خوش تھے تو اپنی بات کر رہے تھے کہ تھے خوش اور بنے ناخوش اور نجومیوں سے کہا کہ۔

گفت شاں شاہ مرا بفریفتید	از خیانت وز طمع نشگفتید
بولاً تم نے میرے بادشاہ کو فریب دیا	خیانت اور لالچ سے باز نہ آئے

یعنی ان سے کہا کہ تم نے میرے بادشاہ کو دھوکہ دیا اور خیانت اور طمع سے صبر نہ کر سکے۔

سوئے میدان شاہ را انکشتید	ابروئے شاہ مارا رنکشتید
تم بادشاہ کو میدان میں لے آئے	تم نے ہمارے بادشاہ کی آمد ریزی کی

یعنی ہمارے بادشاہ کو تم نے میدان کی طرف برا بیچتہ کیا اور ہمارے بادشاہ کی آبروریزی کی۔ اس لئے کہ جو اس کو سنے وہ یہی کہے کہ کچھ کرتونہ لیا سارا انتظام دہرا رہ گیا۔

دست بر سینہ نہادید از ضمان	شاہ را مافارغ آرمیم از عثمان
ذمہ داری کے لئے تم نے سینہ پر ہاتھ رکھا	(کہ) ہم بادشاہ کو غم سے فارغ کر دیں گے

یعنی تم نے ضمانت سے سینہ پر ہاتھ رکھا تھا کہ ہم بادشاہ کو غموں سے فارغ کریں گے۔

عاقبت ز رہا تلف شد کار خام	شد بر فرعون و بر خواندش تمام
آخر کار روپیہ برباد ہوا کام ادھورا (رہا)	فرعون کے پاس گیا اور اس کو سب (قصہ) سنا دیا

یعنی آخر تمام روپیہ فضول گیا اور کام کچا رہا (ان کو یہ کہا اور خود) بادشاہ کے پاس چلے گئے۔ اور وہ سب اس سے کہہ دیا روپیہ وہ ضائع ہوا جو اس انتظام میں خرچ ہوا اور بنی اسرائیل کو انعام میں دیا گیا تو اس سے نتیجہ کچھ نہ نکلا۔

چوں شنید از غصہ رویش شد سیاہ	خواند ایشاں را ز چشم آن روتباہ
جب اس نے سنا غصہ سے اس کا منہ کالا پڑ گیا	ان کو اس روتباہ نے غصہ سے بلایا

یعنی جب فرعون نے سنا تو غصہ سے اس کا منہ سیاہ ہو گیا اور ان نجومیوں کو اس دین تباہ نے غصہ میں بلایا مطلب یہ کہ سخت غم ہوا۔

گفت ایشاں را کہ ہیں اے خاندان	من بر آدیزم شمارا بے امان
(شاہ نے) ان (بھجوں) سے کہا کہ ہاں اے خاندان!	میں تمہیں معافی کے بغیر (سولی) پر لٹکا دوں گا

یعنی ان سے بولا کہ ارے دعا بازو میں تمہیں (وار پر) بے امان کے لٹکا دوں گا۔

خویش را در مضحکہ انداختیم	مالہا با دشمنان در باختیم
ہم نے اپنی مذاق اڑوائی	مال کو دشمنوں پر خرچ کر ڈالا

یعنی اپنے کو ہم نے مضحکہ میں ڈالا (کہ میدان میں گئے اور) اموال دشمنوں (بنی اسرائیل) کو ہم نے دیئے۔

تا کہ امشب جملہ اسرائیلیان	دور مانند از ملاقات زنان
حتیٰ کہ آج کی رات سب اسرائیلی	بیویوں کی ملاقات سے دور رہے

یعنی یہاں تک کہ آج کی رات سارے بنی اسرائیل عورتوں سے ملنے سے دور رہے (مگر)

مال رفت و آبرو در کار خام	ابن بود یاری و افعال کرام
مال اور آبرو ختم ہوئی اور کام ادھورا (رہا)	(کیا) یہ دوستی اور شریفیوں کے کام ہوتے ہیں؟

یعنی ایک کچے کام میں مال بھی گیا اور آبرو بھی گئی ارے کیا بھلے آدمیوں کی ایسی ہی مدد اور ایسے ہی افعال ہوتے ہیں۔

سالہا ادرا رو خلعت میبیرید	مملکتہا را مسلمے خرید
تم سالوں سے عطایا اور خلعت لئے جاتے ہو	پوری سلطنت کھائے جاتے ہو

یعنی سالہا سال سے تم نے وظیفے اور خلعت لئے جاتے ہو اور سالم ملکوں (کی جاگیروں) کو کھا جاتے ہو۔

از برائے آنکہ در روزے چشمن	فہم گرد آرید و گردیدم معین
اس لئے کہ اس طرح کے دن	سمجھ کو کام میں لاؤ گے اور میرے مددگار بنو گے

یعنی اس لئے تاکہ ایسے دن میں تم سمجھ سے کام لو اور میرے مددگار بنو۔

رائے تان این بود و فرہنگ و نجوم	طبل خوارانید و مکارید و شوم
تمہاری تدبیر اور علم اور نجوم یہ تھا	تم پیڑا اور مکار اور بدبخت ہو

یعنی کیا تمہاری یہی عقل اور دانائی اور نجوم ہے بس تم طبل خوار ہو اور مکار ہو اور منحوس ہو۔

من شمارا بردرم آتش زخم	گوش و بینی و لبان تان برکنم
میں تمہارے کڑے کر دوں گا پھونک دوں گا	تمہارے کان اور ناک اور ہونٹ اکھاڑ دوں گا

یعنی تم کو چیر ڈالوں گا اور آگ لگا دوں گا اور تمہارے کان اور ناک اور لب سب اکھڑا دوں گا۔

عیش رفتہ بر شمانا خوش کنم	من شمارا ہیزم آتش کنم
میں تمہارے پہلے عیش کو بدمرہ کر دوں گا	میں تمہیں آگ کا اہم بنانا دوں گا

یعنی گذشتہ عیش میں تم پر ناخوش کر دوں گا اور میں تم کو آگ کا ایندھن بنا دوں گا۔

(سبحان اللہ ذرا ہٹ جا غصہ آ رہا ہے بھلا اس الو سے کوئی پوچھے کہ ارے نالائق تو جو غصہ کر رہا ہے تو بھلا ان کی کیا خطا خدا کے آگے کسی کی چلی ہے جو آج ان کی چلتی مگر خدا بچا دے تکبر اور جہل سے کہ اس کجخت خبیث کو کچھ نہ سوچنا تھا خیر یہ تو غصہ کر چکا۔

سجدہ کردند و بگفتند اے خدیو	گریکے کرت زما چہر بیدویو
انہوں نے سجدے کئے اور کہا اے شہنشاہ!	اگر ایک مرتبہ شیطان ہم پر غالب آ گیا

یعنی سب نے سجدہ کیا اور سب نے کہا کہ اے سردار اگر ایک مرتبہ ہم پر شیطان غالب آ گیا (تو کیا ہے اس لئے کہ)

سالہا دفع بلاہا کرد ایم	وہم حیران زانچہ ماہا کردہ ایم
ہم نے سالوں میں بلائیں ٹالی ہیں	جو کچھ ہم نے کیا ہے اس پر عمل حیران ہے

یعنی سالہا سال تک ہم نے بلاؤں کو دفع کیا ہے اور جن اشیاء سے کہ وہم حیران تھا ہم نے کی ہیں۔

فوت شد از ما و حملش شد پدید	نطفہ اش بر جست و رحم اندر خزید
وہ ہمارے قابو سے نکل گیا اور اس کا حمل نمودار ہو گیا	اس کا نطفہ کودا اور رحم میں گھس گیا

یعنی ہم سے چوک گیا اور اس کا حمل ظاہر ہو گیا اور نطفہ کودا اور رحم کے اندر گھس گیا (تو خیر یہ وقت تو نکل گیا اور چوک گیا)

لیک استغفار این روز و لاد	مانگہداریم اے شاہ قباد
لیکن اس کی معافی کے لئے ولادت کے دن کی	اے شہنشاہ! ہم .. حفاظت کریں گے

یعنی لیکن اس کے تدارک میں اے شاہ قباد ہم روز ولادت کی حفاظت کریں گے۔

روز میلادش رصد بندیم ما	تا نگرود فوت و نچمد این قضا
اس کی پیدائش کے دن ہم رصد بندی کریں گے	تا کہ وہ بچ کر نہ نکلے اور یہ قضا ظاہر نہ ہو

یعنی اس کی ولادت کے دن ہم رصد بندی کریں گے تا کہ کہیں یہ قضا بھی فوت نہ ہو جاوے۔ مطلب یہ کہ ہم خوب رصد بندی کر کے ٹھیک وقت پر ایسا انتظام کریں گے کہ یہ حکم قضا نافذ نہ ہو سکے گا تو اس وقت تک ہم کو مہلت دی جاوے۔

گر ندریم این نگہ مارا بلش	اے غلام رائے تو افکار و ہمش
اگر ہم اس کی نگہداشت نہ کریں تو ہمیں مار ڈالنا	اے وہ! کہ عقلیں اور ہوش تیری رائے کے غلام ہیں

یعنی اگر ہم اس کی حفاظت نہ کر سکیں تو ہم کو مار ڈالنا اے وہ شخص کہ تیری رائے کے تمام افکار و ہوش غلام ہیں مطلب یہ کہ آپ تو بڑے عاقل ہیں سمجھ لیجئے کہ غلطی ہو ہی جاتی ہے۔ لہذا معاف فرمائیے ہاں اگر دوسری مرتبہ ہم ناکام رہیں تو بیشک سزائے موت دینا۔

تا بہ نہ مہ می شمرد او روز روز	تا نہ پرد تیر حکم خصم دوز
وہ تو مہینے تک ایک ایک دن گنتا رہا	تا کہ دشمن کو زخمی کرنے والا قضا کا تیر نہ چل جائے

یعنی نو ماہ تک وہ ایک ایک دن گنتا تھا تا کہ حکم دشمن دوز کہیں نافذ نہ ہو جاوے مولانا فرماتے ہیں کہ

چون مکان برلا مکان حملہ برد	خون خود ریزد بلاہا را خرد
جب مکان (والا) لامکان پر حملہ کرتا ہے	اپنا خون کرتا ہے مصیبتیں خریدتا ہے

یعنی جبکہ سوت لاہوت پر حملہ کرے تو اپنا ہی خون گراتا ہے اور بلاؤں کو خریدتا ہے اور قضا حکم لاہوت سے ہے تو اس کا مقابلہ کرنا گویا کہ لاہوت پر حملہ کرنا ہے تو جو ناسوت لاہوت کا مقابلہ کرے اس کا تو نتیجہ ظاہر ہے کہ ہلاک ناسوت ہوگا آگے خود اس کی تفسیر فرماتے ہیں کہ۔

برقضا ہر کو شب خون آورد	سرنگون آید ز خون خود خورد
قضا (خداوندی) پر جو شب خون مارتا ہے	اوندھا گرتا ہے (اور) اپنا خون پیتا ہے

یعنی قضا پر جو کوئی کہ شب خون مارے (یعنی اس کا مقابلہ کرے) تو وہ سرنگوں آوے گا اور اپنے خون سے کھاوے گا آگے اس کی ایک مثال فرماتے ہیں کہ۔

چون زمین با آسمان خصمی کند	شور گردد سر ز مرگے برزند
جب زمین ' آسمان سے دشمنی کرے	بخر بن جاتی ہے موت سے نگرانی ہے

یعنی زمین جب آسمان کے ساتھ دشمنی کرے تو وہ شورہ ہو جاوے گی اور سر ایک موت سے بھڑا رہی ہے مطلب یہ کہ جو اپنے سے غالب سے مقابلہ کرے وہ آخر ہلاک ہی ہوگا دوسری مثال یہ ہے کہ

نقش بانقاش چون پنچہ زند	سبلتان وریش خود برمی بر کند
جب نقش نقاش کا مقابلہ کرتا ہے	اپنی موچیں اور داڑھی اکھاڑتا ہے

یعنی جو نقش کہ نقاش کے ساتھ پنچہ کرے وہ اپنی موچھیں اور ڈاڑھی کو اکھاڑتا ہے مطلب یہ کہ اگر وہ اس کا مقابلہ کرے تو آخراسی کا تو مصنوع ہے وہ اس کو غارت و ہلاک کر دے گا۔ اسی طرح جو شخص کہ مقابلہ کرے تو آخراسی کا تو مصنوع ہے وہ اس کو غارت و ہلاک کر دے گا۔ اسی طرح جو شخص کہ مقابلہ حق و قضا کرے وہ بھی بجز اس کے کہ ہلاک ہو اور کیا ہوگا خیر وہ تو جو ہوا گزر گیا۔ اب بعد نو ماہ کے فرعون نے اون عورتوں کو جمع کیا جن کے کہ تھوڑے ہی زمانہ میں بچے پیدا ہوئے تھے تاکہ سب بچوں کو قتل کر دے آگے اسی کو بیان فرماتے ہیں اللہ اکبر دیکھنا یہ ہے کہ اس نے کیسے کیسے انتظام کئے کہ اس سے زیادہ کوئی انتظام ہو ہی نہیں سکتا۔ مگر قدرت حق کے آگے آخر کچھ نہ چلا اور عاجز ہی رہا۔ بس دیکھ لو وہ کونسی قدرت ہے کہ جس نے اس طرح عاجز کر دیا ہے۔ سبحانہ و تعالیٰ علوا کبیرا اب آگے قصہ سنو۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح: رات بھر تو پریشان رہا اور کسی مصلحت سے رات کو تفتیش نہ کر سکا جب صبح ہوئی تو کہا اے عمران جاؤ اور ان آوازوں اور شوروں کا سبب معلوم کرو عمران میدان میں گئے اور جا کر کہا کہ یہ کیا شور تھا بادشاہ نے اسے سنا ہے اور مجھے تحقیق کیلئے بھیجا ہے ہر منجم ننگے سر تھا کپڑے پھٹے ہوئے تھے اور اہل ماتم کی طرح سر پر خاک ڈال رکھی تھی اور فریاد کرنے اور مل کر شور کرنے سے اہل ماتم کی طرح آوازیں بیٹھ گئی تھیں۔ داڑھیاں اور بال نچے ہوئے تھے ناخنوں سے منہ نچا ہوا تھا سر پر خاک پڑی ہوئی تھی آنکھوں میں خون کے آنسو بھرے ہوئے تھے جب ان کی یہ حالت تفصیلی طور پر دیکھی تو کہا کہ خیر تو ہے یہ پریشانی کیسی ہے اور تم نے یہ حالت کیوں بنائی ہے یہ منحوس سال تو بڑی نشانیاں دکھلا رہا ہے خدا خیر کرے یہ سن کر سب نے معذرت کی اور کہا کہ ہم تقدیر کے پنچہ میں پھنس گئے ہم نے سب کچھ کیا لیکن سلطنت مگر ہو گئی اور بادشاہ کا دشمن پیدا ہو گیا اور غالب آ گیا اور ہماری آنکھوں میں دھول ڈال کر اس بچہ کا ستارہ آسمان کی پیشانی پر نمودار ہو گیا چونکہ وہ ستارہ آسمان پر طلوع ہو گیا ہے اس لئے ہم اپنی آنکھوں سے رو رو کر ستارہ (آنسو) برسا رہے ہیں عمران دل میں تو خوش تھے مگر بناوٹ سے سر پر دو ہتر مارے اور کہا ہائے سلطنت کی مفارقت عمران نے اپنی صورت غصہ اور خفگی کی بنائی اور جیسے دیوانے بے ہوش و حواس ہوتے ہیں اس طرح آگے بڑھے اور اپنے کو انجام بنا کر ان کی طرف چلے اور اس مجمع کو بہت کچھ سخت و ست کہا وہ اپنے کو غصہ و رو مغمو بنا کر لٹی چال چل رہے تھے یعنی ان کو فریب دے رہے تھے تاکہ کوئی تاڑ نہ جائے کہ یہی حضرت ہیں جن کی بدولت یہ آفت آئی ہے اور ان سے کہہ رہے ہیں کہ تم نے میرے بادشاہ کو بڑا دھوکا دیا کھنچو پا جو تم اس وقت بھی خیانت اور طمع سے باز نہ رہے تم نے بادشاہ کو میدان میں لا کر اس کی توہین کی کیونکہ جب یہ معلوم ہوگا کہ بادشاہ جس غرض سے میدان میں گئے تھے وہ غرض پوری نہ ہوئی تو بادشاہ کی تدبیر اور اس کے اقتدار پر کتنا بڑا حرف آئے گا تم نے اس وقت سینہ ٹھوک کر کہا تھا کہ ہم بادشاہ کو فکر سے نجات دیں گے اب کیا ہوئی تمہاری تدبیر۔ روپیہ بھی مفت میں برباد ہوا اور کام بھی کچا رہا۔ غرض ان کو خوب ڈانٹا اور جوتی میں آیا کہا اس کے بعد بادشاہ کے پاس آئے اور بادشاہ سے پورا واقعہ بیان کیا جب بادشاہ نے یہ واقعہ سنا تو مارے رنج کے چہرہ سیاہ ہو گیا۔ اور اس بے ایمان نے غیظ میں آ کر جمین وغیرہ کے حاضر کرنے کا حکم دیا جب وہ حاضر ہوئے تو کہا کہ اوبے ایمانو میں تم کو سولی پر لٹکاؤں گا تمہارے کہنے سے میں نے اپنا مسئلہ کیا دشمنوں کو مال و دولت دی حتیٰ کہ اسرائیلی آج رات کو اپنی عورتوں سے الگ رہے پھر یہ واقعہ کیوں ہوا میرا مال بھی برباد ہوا آبرو میں بھی بے آیا اور کام کا کام کچا رہا کیا دوستی اسی کے معنی ہیں اور بھلے مانسوں کی یہی باتیں ہوتی ہیں برس گزر گئے کہ تم مجھ سے تنخواہیں اور خلعتیں لے رہے ہو اور چھوٹی چھوٹی سلطنتوں کے برابر جا گیریں مسلم کھارے ہو یہ سب اسی لئے تو کہ تم آڑے

وقت میں اپنے خیالات منتشرہ کو جمع کر کے معاملہ پر غور کرو اور میری اعانت کرو یہی تمہاری رائے تھی یہ ہی تمہاری عقل تھی اور یہی تمہارا نجوم تھا تم کسی کام کے نہیں فقط کھانے والے اور مکار اور منحوس ہو میں تمہاری کھال ادھیڑ ڈالوں گا تم کو آگ لگا دوں گا تمہارے ناک کان ہونٹ سب اکھڑا دوں گا میں تم کو آگ میں جھونک دوں گا اور تمہارے سارے گذشتہ عیش کو مگر کر دوں گا تم کیا بھولے ہوئے ہو۔ عتاب شاہی کون کر سب سجدہ میں گر گئے اور کہا کہ جہاں پناہ اگر ایک مرتبہ ہم سے غلطی ہو گئی ہے۔ اور شیطان ہم پر غالب آ گیا ہے تو حضور معاف فرمادیں آخر برسوں تک بلاؤں کو دفع بھی تو ہمیں نے کیا ہے اور وہ وہ کام کئے ہیں جو کسی کے وہم و گمان میں بھی نہیں آتے خیر اب تو بات ہاتھ سے نکل گئی اور حمل ظاہر ہو گیا۔ اور نطفہ نکل کر رحم میں پہنچ گیا لیکن پیدائش کے دن اس کی تلافی کا خیال رکھیں گے جب ولادت کا دن ہوگا اس وقت خوب رصد قائم کریں گے اور نہایت غور سے ستاروں کو دیکھیں گے تاکہ بات ہاتھ سے نہ نکل جائے اور تقدیر پر وہ خفا سے منصہ ظہور پر جلوہ گر نہ ہو جائے اگر ہم اس کا لحاظ نہ رکھیں تو ہم واقعی گردن زدنی ہیں۔ حضور جو اس قدر دانا ہیں کہ دیگر افکار اور ہوش حضور کی رائے کے غلام ہیں ہم کو فوراً مار ڈالیں خیر یہ واقعہ تو رفت گذشت ہوا لیکن اس کا خیال اس کی طبیعت میں سے نہ گیا۔ وہ نومہینہ تک ایک ایک دن گنتا رہا کہ مبادا دشمن کو بیندھنے والا تیر قضا نہ چل جاوے لیکن کیا اس سے قضا الہی رک سکتی تھی ہرگز نہیں جو شخص قضا الہی پر شیخون مارنے کا ارادہ کرتا ہے اور اس کو مٹانا چاہتا ہے وہ خود سر کے بل گرتا اور اپنا خون پیتا ہے اور جب ناسوت لاہوت پر حملہ کرتا ہے تو خود اپنے ہی کو ہلاک کرتا ہے اور اپنے ہی لئے بلائیں مول لیتا ہے جب زمین آسمان کے ساتھ مخالفت کرتی ہے تو خود ہی شور ہوتی اور موت سے ٹکراتی ہے جب مصنوع صانع سے پنچہ کرتا ہے تو خود اپنی ہی ڈاڑھی اور مونچھیں اکھیڑتا ہے غرض کہ جب مخلوق خلق کا مقابلہ کرتا ہے تو اپنا ہی نقصان کرتا ہے اور حکم الہی کی مزاحمت نہیں کر سکتا۔

شرح شبیری

فرعون کا میدان کی طرف بنی اسرائیل کی ان عورتوں کو مکر سے بلانا جو کہ زانیہ تھیں

بعد نہ مہ شہ برون آوردتخت	سوئے میدان و منادی کردتخت
نو مہینے کے بعد بادشاہ نے تخت باہر نکالا	میدان کی جانب اور تخت اعلان کرایا

یعنی نو ماہ بعد بادشاہ نے میدان کی طرف تخت (پھر) نکالا اور بہت سخت منادی کی۔

بار دیگر شد منادی سوئے شہر	کائے زنان از دہرمی یا بید بہر
دوبارہ شہر کی جانب اعلان کرنے والا روانہ ہوا	کہ اے عورتو! زمانے سے حصہ حاصل کر لو

یعنی دوسری مرتبہ پھر شہر میں منادی ہوئی کہ اے عورتو! تم زمانے سے حصہ حاصل کرو یعنی تم بھی اس مرتبہ انعام لو۔

کائے زنان با طفلگان میدان روید	تاز داد و بخشش شادان شوید
کہ اے عورتو! بچوں کو لے کر میدان میں پہنچو	تاکہ تم میری عطا اور بخشش سے خوش ہو

یعنی (اس نے یہ منادی کرائی کہ) اے عورتو! بچوں سمیت میدان میں جاؤ تاکہ میری بخشش اور انصاف سے خوش ہو۔

آں چناں کہ پار مردان رارسید	خلعت و ہر کس از ایشان زر کشید
جس طرح کہ پارسال مردوں کو ملا	شای جزا اور ان میں سے ہر شخص نے روپیہ حاصل کیا

یعنی جیسے کہ پارسال مردوں کو خلعتیں ملی تھیں اور ہر ایک نے ان میں سے روپیہ کھینچا تھا۔

ہیں زنان امسال اقبال شماس	تا بیابد ہر یکے چترے کہ خواست
آگاہ! عورتو اس سال تمہارا لمبہ ہے	تاکہ ہر عورت وہ پائے جو اس کی خواہش ہے

یعنی اری عورتو اب کے سال تمہارا اقبال ہے تاکہ ہر کوئی وہ پائے جو وہ چاہے

مر زنان را خلعت و حلیت دہند	کود کان را ہم کلاہ زر نہند
عورتوں کو جوڑا اور زیور دیں گے	بچوں کو سنہری ٹوپی پہنائیں گے

یعنی عورتوں کو جوڑے اور زیور دیں گے اور بچوں کو سنہری ٹوپیاں سر پر رکھیں گے۔

ہر کہ او این ماہ ز اسیدست ہیں	گنجا گیر دزمن بے شک یقین
آگاہ! جس نے اس سال بچہ جنا ہے	یقیناً بلاشبہ مجھ سے خزانے حاصل کر لے گی

یعنی جو عورت کہ اس مہینے میں جنی ہے ارے وہ تو مجھ سے بیشک اور یقیناً خزانہ کے خزانہ لے لے گی۔

آن زنان با طفلگان بیرون شدند	شادمان تا خیمہ شہ آمد
اس وقت بچوں کے ساتھ وہ باہر نکل آئیں	خوشی خوشی یہاں تک کہ بادشاہ کے خیمہ کے پاس آئیں

یعنی وہ عورتیں معہ بچوں کے باہر گئیں اور خوش خوش خیمہ شاہ تک آ پہنچیں۔

ہر ز نے نوزادہ بیرون شد ز شہر	سوئے میدان غافل از دستان قہر
ہر نئے بچہ والی عورت شہر سے باہر نکل آئی	میدان کی جانب ظلم کے سحر سے غافل ہو کر

یعنی ہر عورت نوزادہ شہر سے باہر میدان کی طرف چلی گئی اور ان حالیکہ وہ قہر کے ہاتھوں سے غافل تھیں۔

چوں زنان جملہ بدو گرد آمدند	ہر چہ بود آن نر ز ماور بستند
جب سب عورتیں اس کے گرد آئیں	جو لڑکا تھا اس کو ماں سے لے لیا

یعنی جب عورتیں سب اس کے گرد جمع ہو گئیں (تو اس خبیث نے یہ کہا کہ) جو جوڑے کے تھے ان کو ماؤں سے لے لیا (اور پھر اس سنگدل بے رحم خبیث پاجی نے یہ کیا کہ)

سر بریدنش کہ اینست احتیاط	تانه زاید خصم و نفزاید خباط
اس کا سر قلم کر دیا کہ یہ احتیاط ہے	تاکہ دشمن پیدا نہ ہو اور دیوانگی نہ بڑھے

یعنی ان سب کے سر کاٹ دیئے اور کہا کہ یہ احتیاط ہے تاکہ دشمن پیدا نہ ہو اور گڑ بڑ نہ پڑے مطلب یہ کہ حالت تو مقتضی صرف اس کو تھی کہ وہ بچے جو بالکل تازے پیدا ہوئے ہوں ان کو مارا جائے مگر احتیاط اس کو مقتضی ہے کہ پہلے بچوں کو بھی قتل کیا جاوے لہذا اس کجخت نے سب کو قتل کر دیا۔ نعوذ باللہ منہ۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح: نو مہینے کے بعد پھر تخت شاہی میدان میں لایا گیا اور سامان باہر نکالا گیا اور دوسری مرتبہ شہر میں یہ منادی کرائی گئی کہ اے وہ عورتو جن کی قسمت میں زمانہ نے دولت کا ایک بہت بڑا حصہ رکھا ہے تم اپنے چھوٹے بچوں سمیت میدان میں چلو تم کو شاہی عطیوں کے حاصل کرنے سے خوشی ہوگی بادشاہ تم پر یوں ہی دولت برسائیں گے جس طرح پارساں مردوں کو خلعت ملے تھے اور ہر شخص ان میں سے بہت سا سونا کھینچ لایا تھا دیکھو عورتو آج تمہاری خوش قسمتی کا دن ہے کہ ہر ایک کو اس کا مدعا حاصل ہوگا اس موقعہ کو ہاتھ سے نہ دینا آج عورتوں کو خلعت فاخرہ اور زیور ملے گا اور بچوں کو کلاہ زرین پہنائی جاوے گی جن کے اس مہینہ میں بچہ پیدا ہوا ہے وہ چلیں اور بادشاہ سے خزانہ لیں یہ سن کر عورتیں اپنے اپنے بچوں کو لے کر خوش خوش میدان کی جانب روانہ ہو گئیں اور بادشاہ کے خیمہ تک پہنچ گئیں غرض جس جس کے نیا بچہ ہوا تھا ان میں سے ایک بھی شہر میں نہ رہی سب باہر نکل کر میدان کی طرف چل دیں اور کسی کو بھی اس فریب آمیز قہر کا پتہ نہ چلا اور جبکہ وہ سب کی سب اکٹھی ہو جتنے لڑکے تھے سب کو ان کی ماؤں سے لے لیا گیا۔ اور ان کو ذبح کر دیا گیا اور سمجھا گیا کہ اس میں احتیاط ہے ایسا کرنے سے دشمن پیدا نہ ہوگا اور خرابی نہ پڑے گی۔

شرح شبیری

موسیٰ علیہ السلام کا پیدا ہو جانا اور سپاہیوں کا عمران کے گھر میں خبر سن کر خانہ تلاشی کیلئے آنا اور والدہ موسیٰ علیہ السلام کو الہام حق ہونا کہ موسیٰ علیہ السلام کو آگ میں ڈال دو اس لئے کہ میں ان کی حفاظت کروں گا

خود زن عمران کہ موسیٰ زادہ بود	دامن اندر چید زان آشوب زود
عمران کی بیوی جس نے موسیٰ کو جنا تھا	اس نے اس ننتہ سے جلد دامن بچا لیا

یعنی چونکہ زن عمران نے موسیٰ علیہ السلام کو جنا تھا تو انہوں نے اس آشوب سے جلدی سے دامن چنا یعنی انہوں نے چاہا کہ کہیں چھپ جائیں اس لئے کہ پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ ان کو معلوم تھا کہ وہ لڑکا وہی ہوگا جو کہ مجھ سے پیدا ہوگا لہذا ان کو فکر ہوئی کہ کسی کو خبر نہ ہو جاوے ورنہ غضب ہو جاوے گا۔

بعد از ان دستان کہ آن سگ با زمان	کرد دیگر بین چہ آورد آن زمان
اس کے بعد وہ مکر جو اس کتے نے عورتوں سے	کیا پھر دیکھ اس نے اس وقت کیا کیا

یعنی بعد اس مکر کے جو اس کتے نے عورتوں کے ساتھ کیا یہ دیکھو کہ اسی وقت دوسری کیا بات یعنی صرف اسی پر اکتفا نہ کی کہ سب کو جمع کر کے بچوں کو مار ڈالا بلکہ اس سور نے آگے بھی اور مکر کیا مکر کیا ہوتا ہے جس کو خدا بچا دے اس کو کون ہاتھ لگا سکتا ہے اس کو جو تدابیر سوچتی تھیں یہ بھی اس لئے تھیں کہ جس قدر زیادہ اس نے تدابیر کیں اسی قدر قدرت حق ظاہر ہوتی کہ دیکھ تو نے یہ یہ کیا مگر خبیث پھر تیرے ہی ہاتھوں ان کو پرورش کرایا تیرے ہی گھر میں رکھا ڈوب مر خبیث نالائق سچ یہ ہے کہ خدا کے آگے وہ کیا چل سکتا تھا ہار گیا آگے اس دو سے مکر کو بیان فرماتے ہیں۔

آن زنان قابلہ در خانہا	بہر جاسوسی فرستاد آن دغا
دایوں کو گھروں میں	اس (بجسم) دغانے جاسوسی کے لئے روانہ کر دیا

یعنی دایوں کو جاسوسی کے لئے اس دغا باز نے گھروں میں بھیجا (کہ جا کر دیکھیں کہ شاید کوئی عورت نہ آئی ہو اور بچے کو چھپا رکھا ہو لہذا خبیث نے عورتوں سے جاسوسی کرائی)

غمز کردندش کہ اینجا کو دکیست	نامدا او میدان کہ در وہم و شکلیست
انہوں نے اس کو اشارہ کر دیا کہ یہاں ایک بچہ ہے	جو میدان میں نہیں آیا کیونکہ (اس کی ماں) وہم اور شک میں ہے

یعنی ان (حیثیوں) نے شکایت کی کہ یہاں ایک بچہ ہے کہ وہ میدان میں نہیں آیا اس لئے کہ (اس کی ماں) وہم و شک میں ہے یعنی وہ خوف کے مارے گئی نہیں اور اس کے پاس بچہ ہے۔

اندریں کوچہ یکے زیبا زنیست	کود کے دارد و لیکن پرفنے ست
اس گلی میں ایک خوبصورت عورت ہے	جس کے ایک بچہ ہے لیکن (وہ عورت) بڑی چالاک ہے

یعنی اس کوچہ میں ایک حسین عورت ہے کہ وہ ایک بچہ رکھتی ہے مگر بڑی چالاک (کسی کو دینے والی ہے نہیں) پس یہ سنتے ہی اس نے سپاہیوں کو تلاشی کا حکم دیدیا اب قدرت دیکھئے کہ۔

پس عواناں آمدند او طفل را	در تنور انداخت از امر خدا
تو سپاہی بچے کے ' اس نے بچہ کو	خدا کے حکم سے ' تنور میں ڈال دیا

یعنی جبکہ سپاہی آئے تو انہوں نے (والدہ موسیٰ علیہ السلام نے) بچہ کو حکم خداوندی سے تنور میں ڈال دیا

وہی آمد سوائے زن از دادگر	کہ ز نسل آن خلیل است این پسر
عورت کے پاس اللہ تعالیٰ کی جانب سے وہی آئی	کہ یہ بچہ (ابراہیم) خلیل (اللہ) کی نسل سے ہے

یعنی حق تعالیٰ کی طرف سے عورت کو الہام ہوا کہ یہ لڑکا ان خلیل اللہ کی نسل سے ہے (لہذا)

در تنور انداز موسے را تو زود	تا نگہدار یمش اندر نار و دود
تو موسیٰ کو فوراً تنور میں ڈال دے	تاکہ آگ اور دھوئیں میں اس کی حفاظت کروں

یعنی موسیٰ کو جلدی سے تنور میں ڈال دو۔ تاکہ اس آگ اور دھوئیں میں ہم اس کی حفاظت کریں۔

عصمت یا نار کوئی بارداً	لا تكون النار حراً اشاراً و
"اے آگ تو ٹھنڈی ہو جا" کی حفاظت کی وجہ سے	آگ گرم اور سرکش نہ ہوگی

یعنی یا نار کوئی بارداً کی عصمت کی وجہ سے یہ آگ گرم اور تیز نہ ہوگی۔

زن یوحی انداخت اور در شرر	برتن موسیٰ نکرود آتش اثر
عورت نے وحی کی وجہ سے اس کو انگاروں میں پھینک دیا	آگ نے موسیٰ کے جسم پر اثر نہ کیا

یعنی عورت نے الہام کی وجہ سے ان کو شعلوں میں ڈال دیا تو موسیٰ علیہ السلام کے بدن پر آگ نے اثر نہ کیا (اللہ اکبر کیا قدرت ہے پھر والدہ موسیٰ علیہ السلام کے قلب میں کس قدر مضبوطی عطا فرمائی کہ ان کو الہام کے صحیح ہونے کا اس قدر یقین تھا کہ جانب مخالف کا احتمال ضعیف بھی نہ ہو اللہ اکبر تعالیٰ اللہ عن ذلک علواً کبیراً۔ اے اللہ ہم کو بھی ایسا ہی تو کل عطا فرما آمین یا رب العالمین) جب وہ تنور میں ڈال چکیں اس کے بعد یہ ہوا کہ۔

پس عوانان خوانہ را جستند زود	بچہ طفلے اندران خانہ نبود
سپاہیوں نے فوراً گھر کی تلاشی لی	اس گھر میں کوئی بچہ نہ تھا

یعنی پھر سپاہیوں نے گھر کی جلدی سے تلاشی لی تو اس گھر میں کوئی بچہ نہ تھا (اور تنور میں ہونے کا کسی کو احتمال بھی نہ تھا اور اگر ہوتا تو سمجھتے کہ اچھا ہے جو چاہتے تھے کہ ناپید ہو جاوے وہ مقصود حاصل ہو گیا۔ لہذا یہ ہوا کہ)

پس عوانان بے مراد آنسو شدند	باز غمازان کزان واقف بدند
سپاہی ناکام واپس ہو گئے	پھر ان چغلیوں نے جو اس سے واقف تھے

یعنی پس سپاہی بے مراد اس طرف کو چلے گئے اور پھر تو چغلیوں نے جو کہ اس سے واقف تھے۔

با عوانان ماجرا برداشتند	پیش فرعون از برائے وانگ چند
سپاہیوں سے قصہ چھیڑا	فرعون کے سامنے چند لوگوں کی خاطر

یعنی سپاہیوں سے اس قصہ کو فرعون کے سامنے چند دانگوں کے لئے اٹھایا مطلب یہ کہ جب سپاہیوں کو وہاں کچھ نہ ملا تو وہ تو نامراد ہو کر واپس ہو گئے مگر جن لوگوں کو یہ قصہ معلوم تھا انہوں نے پھر بچہ کو دیکھا اس لئے کہ بعد جانے سپاہیوں کے والدہ موسیٰ علیہ السلام نے ان کو نکال لیا تھا تو فرعون کے پاس پھر خبر پہنچی کہ وہ بچہ موجود ہے اور یہ خبر اس لئے پہنچائی تاکہ کچھ مل جاوے معلوم ہوتا ہے کہ فرعون نے اس خبر رسائی کے لئے کچھ انعام مقرر کیا ہو گا جب پھر خبر پہنچی تو فرعون نے کہا کہ۔

کائے عوانان باز گردید آنطرف	نیک نیکو بنگرید اندر غرف
کہ اے سپاہیو! اس طرف پھر جاؤ	کھڑکیوں میں خوب اچھی طرح دیکھو

یعنی کہ اے سپاہیو پھر وہاں جاؤ اور خوب اچھی طرح کھڑکیوں وغیرہ میں دیکھنا۔

باز گشتند آن عواناں جملگان	تا کہ موسیٰ را بچونید آن زمان
دو سارے سپاہی داہیں لوٹے	تا کہ فوراً موسیٰ کو تلاش کریں

یعنی وہ سپاہی پھر سارے کے سارے اس طرف کو روانہ ہو گئے تا کہ موسیٰ علیہ السلام کو اسی وقت تلاش کریں (مگر وہ کب ملنے والے تھے ان کا محافظ تو حق تعالیٰ تھا)

والدہ موسیٰ علیہ السلام کو پھر الہام ہونا کہ ان کو پانی میں ڈال دو

باز وحی آمد کہ در آیش فلکن	روئے در امید وار و موکن
پھر وحی آئی اس کو پانی میں ڈال دے	امید رکھ اور پریشان نہ ہو

یعنی پھر الہام ہوا کہ ان کو پانی میں ڈال دو اور توجہ اللہ میں رکھو اور بالمت اگھاڑو مطلب یہ کہ حق تعالیٰ سے امید رحمت کی رکھو گھبراؤ مت۔

در فلکن در نیلش و کن اعتمید	من ورا با تو رسا نم رو سفید
اس کو نیل میں پھینک دے اور بھروسہ کر	میں عزت سے اسے تیرے پاس پہنچا دوں گا

یعنی ارشاد ہوا کہ ان کو دریائے نیل میں ڈال دو اور (ہم پر) بھروسہ کرو میں ان کو تمہارے پاس رو سفید پہنچا دوں گا یعنی صحیح سالم تم تک پہنچ جاویں گے بس اس الہام کے ہوتے ہی۔

مادرش انداخت اندر رود نیل	کار را بگذاشت با نعم الوکیل
ماں نے اس کو دریائے نیل میں ڈال دیا	معالجہ بہترین وکیل کے سپرد کر دیا

یعنی ان کی والدہ ماجدہ نے ان کو دریائے نیل میں ڈال کر کام کو نعم الوکیل پر چھوڑ دیا یعنی توکل کر کے حق تعالیٰ کے سپرد کر دیا اور اللہ اکبر یہ دیکھنے کی بات ہے کہ ایک عورت کو اپنے بچے کی نسبت اس طرح یقین ہو جاوے اور احتمال جانب مخالف کا نہ ہو آخر کوئی بتا دے کہ یہ کونسی قوت ہے ارے کیا یہ قوت مادہ کی ہے یا کس کی بس یہ قوت اس وحدہ لا شریک کی عنایت کر رہی ہے اور کسی کو یہ قدرت اور یہ طاقت نہیں ہے۔ فتعالی اللہ عن ذلک علوا کبیرا آگے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

ایں سخن پایان ندارد مکرہاش	جملہ پیچیدہ ہم در ساق و پاش
اس بات کی انتہا نہیں ہے اور اس کے مکر	سب اس کی پنڈلی اور پیروں میں لپٹ گئے

یعنی یہ گفتگو تو کہیں انتہا نہیں رکھتی اور اس فرعون کی فکر اس کی پنڈلی اور پاؤں میں لپٹ رہی تھی مطلب یہ کہ قدرت حق کے بیان کی تو کہیں انتہا نہیں ہے اب یہ بتاتے ہیں کہ اس نے جو تدابیر کیں کہ موسیٰ علیہ السلام ظاہر نہ ہوں اسی قدر اس کو پیچیدہ گیاں پیش آئیں اور اس کی احتیاط اور علم کی یہ حالت تھی۔

صد ہزاراں طفل می کشت از برون	خشم اندر صدر خانہ در درون
دو باہر لاکھوں بچوں کو قتل کر رہا تھا	(اور) دشمن بچ مکان میں درپردہ (موجود تھا)

یعنی وہ باہر سے لاکھوں بچوں کو قتل کر رہا تھا اور دشمن صدر خانہ کے اندر موجود تھے۔

از جنون می کشت ہر جا بد جنین	از حیل آن کور چشم دور بین
جس جگہ کوئی پیٹ کا بچہ ہوتا اس کو پاگل پن سے مار ڈال	تدبیروں سے وہ دور بین اندھا

یعنی جنون کی وجہ سے جہاں کہیں جنس ہوتا اس کو وہ اندھا دور بین حیلہ کی وجہ سے قتل کر دیتا تھا مطلب یہ کہ وہ جو کہ ظاہر میں تو بڑا عاقل اور دور بین تھا مگر حقیقت سے اندھا تھا تمام نوزائیدہ بچوں کو قتل کیا کرتا تھا نعوذ باللہ منہ نعوذ باللہ منہ۔

اژدہا بد مکر فرعون عنود	مکر شاہان جہان را خورده بود
سرخس فرعون کا مکر اژدہا تھا	جو دنیا کے بادشاہوں کے مکر کو گل گیا تھا

یعنی فرعون کا مکر ایک اژدہا تھا کہ تمام شاہان عالم کی فکروں کو کھا گیا یعنی سب پر غالب آ کر ملکوں کو فتح کر چکا تھا اس قدر عاقل تھا۔

لیک آزل فرعون ترے آمد پدید	ہم ورا ہم مکر او را در کشید
لیکن اس فرعون سے ہالا تر پیدا ہو گیا	جس نے اس کو اور اس کے مکر کو گل یا

یعنی لیکن ایک اس سے زیادہ فرعون ظاہر ہوئے کہ اس کو اور اس کے مکروں سب کو کھینچ دیا یعنی اس سے زیادہ موسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے کہ وہ سب کو مغلوب کیا کرتا تھا اور انہوں نے اس کو مغلوب کر دیا۔

اژدہا بود و عصا شد اژدہا	ایں نخورد آں را بتوفیق خدا
وہ اژدہا تھا اور لاشی اژدہا بنی	اس نے اس کو اللہ (تعالیٰ) کی توفیق سے گل یا

یعنی وہ اژدہا تھا اور عصا جو اژدہا ہوا تو وہ (عصا) توفیق حق سے اس فرعون کو کھا گیا مطلب یہ کہ اس نے اس خبیث کو مغلوب کر دیا۔ سبحان اللہ دیکھئے کہ جو لوگ کہ مادہ کو اور عقل کو متصرف کہتے ہیں ان سے کوئی پوچھے کہ بتاؤ کہ فرعون کو جو اس قدر عاقل تھا اتنا بڑا زبردست بادشاہ سب کچھ مگر جب حکم خداوندی ہوا ایک ذرا سے نطفہ کے ٹھہرنے کو نہ روک سکا پھر اس سے بڑھ کر یہ کہ اس دشمن کو اپنے گھر میں پالا۔ اپنی گود میں کھلایا اور اندھے کو یہ خبر نہ ہوئی کہ میں سب کو قتل کر رہا ہوں۔ اور اس بچہ کی خود پرورش کر رہا ہوں بس یہاں سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ کوئی زبردست قوت ہے کہ اس کے ہاتھ میں عنان عالم ہے بقلبہا کیف یشاء وہ جس کو چاہے پینا کر دے اور جسے چاہے اندھا کر دے۔ جسے چاہے ہدایت دے جسے چاہے گمراہ کرے۔ اے اللہ ہمیں ہدایت راہ مستقیم کی اور بصیرت اور اپنی محبت اور معرفت عطا فرما آگے مولانا فرماتے ہیں۔

دست شد بالائے دست ایں تا کجا	تا بہ یزدان کہ الیہ کہنتے
ہر طاقت سے بڑھ کر ایک طاقت ہے یہ کہاں تک؟	خدا تک کیونکہ اسی پر انجا ہے

یعنی ایک قدرت دوسری پر ہے اور ذیہ کہاں تک ہے؟ حق تعالیٰ تک ہے اس لئے کہ دوہری منتہی ہے

کان یکے دریاست بے غور و کران	جملہ دریا ہا چو جوئے پیش آن
کیونکہ وہ ایک بے تمہ اور بے ساحل دریا ہے	سارے دریا اس کے سامنے نہر جیسے ہیں

یعنی اس لئے کہ وہ ایک دریا ہے بے انتہا اور بے کنارہ اور سارے دریا اس کے سامنے مثل ایک سیل کے ہیں۔

حیلہ ہاؤ چارہاگر اژدہاست	پیش الا اللہ آنہا جملہ لاست
جیسے اور تدبیریں اگرچہ اژدہا (کی طرح) ہوں	الا اللہ کے ہاتھوں وہ معدوم ہیں

یعنی حیلے اور چارے اگرچہ اژدہا ہیں مگر الا اللہ کے آگے سب فنا ہیں یہاں پہنچ کر مولانا پر توحید کا غلبہ ہو گیا اس لئے فرماتے ہیں۔

چون رسید اینجا بیانم سر نہاد	محو شد واللہ اعلم بالرشاد
جب میرا بیان یہاں پہنچا سر رکھ دیا	فنا ہو گیا اور خدا راست روی کو زیادہ جانتا ہے

یعنی جب میرا بیان یہاں تک پہنچا تو اس سے سر رکھ دیا اور محو ہو گیا واللہ اعلم بالصواب۔ مطلب یہ کہ جب قدرت حق کا بیان شروع ہوا تو بس میں مغلوب ہو گیا اور استغراق طاری ہو گیا۔ آگے مولانا مضمون ارشاد تحریر فرماتے ہیں کہ۔

شرح حلیبی

ترجمہ و تشریح:۔ جبکہ زن عمران کے بچہ پیدا ہوا تو وہ نہایت احتیاط کے ساتھ اس فتنہ سے الگ رہیں ایک چال تو یہ کہتا فرعون عورتوں کے ساتھ کر چکا تھا اب دیکھو دوسری چال کیا کی وہ یہ کہ دایوں کو گھروں میں جاسوسی کیلئے بھیجا کہ جا کر دیکھو کسی کے یہاں نیا بچہ پیدا ہوا ہے یا عنقریب پیدا ہونے والا ہے یا کوئی ایسا بچہ ہے جو پیدا ہو چکا ہو اور میدان میں نہ لایا گیا ہو انہوں نے تلاش کیا اور تفتیش کی تو لوگوں نے کسی دانی کو ہشکایا کہ یہاں ایک لڑکا ہے کہ میدان میں نہیں لے جایا گیا کیونکہ اس کے گھر والوں کو شبہ ہو گیا تھا کہ اس میں کوئی چال ہے اور اس گلی میں ایک خوبصورت عورت ہے اس کے پاس بچہ ہے مگر وہ بڑی چالاک ہے ذرا ہوشیاری سے تلاشی لینی چاہئے اس نے چاکر پولیس میں اطلاع کی تو اہلکاران خانہ تلاشی کے لئے روانہ ہوئے جب وہ تلاشی کے لئے پہنچے ہیں تو بحکم خداوندی موسیٰ علیہ السلام کی ماں نے ان کو تنور میں ڈال دیا ان کو حکم ہوا تھا کہ یہ بچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے ہے اس کو تم فوراً تنور میں ڈال دو ہم اس کو بحفاظت یا نار کوئی بردا آگ اور دھوئیں کی تکلیف سے محفوظ رکھیں گے اور آگ ان پر تیز گرم نہ ہوگی یہ حکم الہامی سن کر انہوں نے ان کو جلتی ہوئی آگ میں ڈال دیا اور موسیٰ علیہ السلام کے جسم پر آگ سے کچھ بھی صدمہ نہ پہنچا پس جبکہ پولیس والوں نے تلاشی لی تو معلوم ہوا کہ گھر میں کوئی لڑکا نہیں ہے اس پر پولیس والے ناکام واپس ہو گئے اس کے بعد جن لوگوں کو لڑکے کے ہونے کی اطلاع تھی انہوں نے دوبارہ بخبری کی اور پولیس کے ذریعہ سے فرعون کے یہاں پرچہ گزارا یہ سب کیوں کیا محض چند دانگ انعام کے لئے افسوس صد افسوس جب فرعون کے یہاں سے دوبارہ تلاشی کا حکم ہوا تو انہوں نے پولیس سے کہا کہ تم اس طرف جاؤ اور مکانات میں خوب غور سے دیکھو اس مکان میں یقیناً لڑکا ہے وہ دوبارہ لڑکے کو تلاش کرنے کے لئے آئے اس وقت پھر الہام ہوا کہ اس کو دریا میں ڈال دو اور پریشان نہ ہونا بلکہ بہودی کی امید رکھنا اس کو دریائے نیل میں ڈال دو اور ہم پر بھروسہ رکھو ہم تم کو موسیٰ تک پہنچا دیں گے اور وہ تم کو خوش و خرم ملیں گے اس الہام کی بنا پر انہوں نے موسیٰ کو تابوت میں بند کر کے دریائے نیل میں ڈال دیا اور معاملہ مہتر کار ساز کے سپرد کیا خیر یہ گفتگو تو ختم ہی نہ ہوگی اب تم اجمالاً اتنا سن لو کہ فرعون کے پوری پوری میں مکر تھے اور اس نے لاکھوں بچے باہر مار ڈالے لیکن موسیٰ علیہ السلام خود اس کے گھر میں براج

رہے تھے اور تقدیر الہی کے سامنے اس کا کوئی پیچ نہ چل سکتا تھا جہاں کہیں بچہ ملا اس نے دیوانہ پن سے فوراً مار ڈالا یہ اس بظاہر دور بین اور فی الحقیقت اندھے کی جہالت تھی کہ تقدیر الہی کی مزاحمت کرتا تھا نیز فرعون کا مکر ایک اثر تھا جس نے دنیا بھر کے بادشاہوں کے مکروں کو نگل کر ان کو مغلوب کر لیا تھا نیز فرعون کا مکر ایک اثر تھا جس نے دنیا بھر کے بادشاہوں کے مکروں کو نگل کر ان کو مغلوب کر لیا تھا لیکن اب ایک اس کا بھی چچا پیدا ہو گیا جو خود اس کو بھی اور اس کے مکر کو بھی دونوں کو نگل گیا یعنی وہ تو اثر تھا ہی اب عصائے موسیٰ اثر دہا ہو گیا اور یہ اثر دہا بتوفیق الہی اس اثر دہے کو کھا گیا بات یہ ہے کہ عالم میں ایک سے ایک زبردست ہے اور یہ سلسلہ خدا پر جا کر ختم ہو جاتا ہے کہ وہ سب سے زبردست ہے اس سے زبردست کوئی نہیں کیونکہ وہ ایک نامحدود سمندر ہے جس کی نہ کہیں تہ ہے نہ کنارہ اور باقی دریا اس کے سامنے سیل سے زیادہ وقعت نہیں رکھتے۔ تدابیر ضرور اثر دہا ہیں لیکن ہستی حق سبحانہ کے سامنے سب لاشے محض ہیں میرا بیان یہاں تک پہنچ کر ختم ہو گیا اور قدرت حق سبحانہ میں محو ہو گیا اب آگے بیان کرنے کی قدرت نہیں ہے اس بیان کو یہ کہہ کر ختم کرتا ہوں کہ حق سبحانہ ہی راستہ سے خوب واقف ہیں وہ ہر کام کو ٹھیک ٹھیک کرتے ہیں نہ ان کے کسی فعل کی کوئی مزاحمت کرنے والا ہے اور نہ ان کے کسی کام میں دنیاوی تدبیروں کی طرح کوئی بے ڈھنگا پن ہے۔

شرح شبیری

آنچہ در فرعون بود اندر تو هست	لیک اثر ہات محبوس چہ است
جو کچھ فرعون میں تھا وہ تیرے اندر ہے	لیکن تیرے اثر دہے کنویں میں قید ہیں

یعنی جو چیز کہ فرعون میں تھی وہ تمہارے اندر بھی موجود ہے لیکن تمہارے اثر دہے کنویں میں بند ہیں مطلب یہ کہ مقابلہ قضا یا تکبر یا خود بینی وغیرہ یہ سب خود تمہارے اندر بھی موجود ہیں۔ مگر دے ہوئے ہیں کسی کے ایمان میں کسی کی صحبت نیک میں کسی کے کہیں میں ورنہ مواد سب ہمارے اندر ہی موجود ہیں تو اس کو دیکھ کر خود ہم کو عبرت حاصل کرنا چاہئے اور نصیحت حاصل کرنا ضروری ہے اس لئے کہ۔

اے در بلیغ این جملہ احوال تو است	تو بران فرعون بر خواہیش بست
ہائے افسوس! یہ سب تیرے احوال ہیں	تو ان کو فرعون سے وابستہ کرنا چاہتا ہے

یعنی افسوس تو یہ ہے کہ یہ سب احوال تمہارے ہیں اور تم اس فرعون میں اور اس کے خواب میں بند رہے ہو مطلب یہ کہ تم اس کو صرف قصہ فرعون مت سمجھو اور اس کے خواب پر کار بند مت ہو۔ اس لئے کہ یہ احوال تو خود تمہارے ہیں تو ان سب کو اپنے اوپر منطبق کر کے دیکھو۔

آنچہ لقتتم جملگی احوال تست	خود لقتتم صدیکے زانہا درست
جو کچھ میں نے کہا وہ سب تیرے احوال ہیں	میں نے ان میں سے ایک فیصدی بھی پورا بیان نہیں کیا ہے

یعنی میں نے جو کچھ بیان کیا یہ سارے تیرے احوال ہیں اور میں نے خود ہی سو میں سے ایک بھی پورا پورا نہیں بیان کیا اس لئے کہ۔

گرز تو گویند وحشت زایدت	ور ز دیگر چوں فسانہ آیت
اگر تیرے (احوال) بیان کریں تو تو گھبراتا ہے	اور اگر دوسرے سے متعلق (بیان کریں) تو تجھے کہانی معلوم ہوتی ہے

یعنی اگر تجھ سے کہیں تو تجھے وحشت بڑھتی ہے اور دوسرے سے تم کو فسانہ معلوم ہوتا ہے مطلب یہ کہ اگر تم کو مخاطب بنا کر کہتے

ہیں تو تم کو وحشت ہوگی اور جو نفع ہونے والا تھا وہ بھی نہ ہوگا اور اگر دوسرے کے قصہ کے طور پر بیان کرتے ہیں تو خیر تم اس کو سن تو لو گے کہ شاید عبرت حاصل ہو جائے اس لئے کہ دوسروں کے قصوں میں بیان کر کے تم کو تمہارے حالات سنائے گئے ہیں اس لئے کہ۔
خوشتر آن باشد کہ سر دلبران گفتہ آید در حدیث دیگر ان
اور فرماتے ہیں کہ

چون خرابت میکند نفس لعین	دورمی اندازوت سخت این ترین
لعون نفس تجھے کتنا ابرہاد کر رہا ہے	یہ سا بھی تجھے (راہ ہدایت سے) بہت دور لے جا رہا ہے

یعنی یہ نفس لعین تجھے کسی طرح خراب کر رہا ہے اور یہ سا بھی تجھے (حق سے) بہت دور ڈال رہا ہے۔

این جراحیہا ہمہ از نفس تست	لیک مغلوبی ز جہل اے سخت سست
یہ (بڑے احوال کے) سارے زخم تیرے نفس کی وجہ سے ہیں	اے سخت کال! تو جہل سے مغلوب ہے

یعنی یہ سارے زخم تیرے نفس کی طرف سے ہیں لیکن اے سست تو جہل کی وجہ سے مغلوب ہو رہا ہے اور اس نفس لعین نے تجھے دبا رکھا ہے اور فرماتے ہیں کہ۔

آتش راہیزم فرعون نیست	ورنہ چوں فرعون او شعلہ زینست
تیری (نفسانی خواہشوں کی) آگ کے لئے فرعون ایسا نہیں ہے	ورنہ فرعون کی (آگ کی) طرح وہ بھڑک رہی ہے

یعنی تیری آگ کے لئے ایسا نہیں ہے ورنہ وہ بھی فرعون کی طرح شعلہ زن ہے۔

گلخن نفس ترا خاشاک نیست	ورنہ چوں فرعون نار قاہر نیست
تیرے نفس کی آگ کے لئے کوڑا کرکٹ نہیں ہے	ورنہ فرعون (کی آگ) کی طرح تہرڈھانے والی آگ ہے

یعنی تیرے نفس کی گلخن کے لئے کوڑا نہیں ہے ورنہ فرعون کی طرح وہ ایک قاہر آگ ہے۔ مطلب یہ کہ مقتضیات نفسانی تو جو فرعون کے اندر تھے وہ تمہارے اندر بھی موجود ہیں مگر ظاہر اس لئے نہیں ہوتے کہ تمہارے پاس اس قدر سامان نہیں ہے ورنہ اگر خدا نخواستہ کہیں سامان بھی ہوتا تو یہ دنیا ہم لوگ فرعون سے بھی زیادہ ہو جاتے نعوذ باللہ نعوذ باللہ بس یہی اچھا ہے کہ ہمیں حق تعالیٰ نے اس قدر سامان ہی نہیں دیا کہ پوری طرح مقتضیات نفسانی کو جاری کر سکیں مثل ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے کے ناخون ہی نہیں دیتے کہ وہ کھجاوے بس اس کی یہ بہت بڑی رحمت ہے ہم پر فالحمد للہ علی ذالک

شکر نعمتہائے تو چندان کہ نعمتہائے تو	عذر تقصیرات ما چندانکہ تقصیرات ما
--------------------------------------	-----------------------------------

بس اس قصہ فرعون کو صرف افسانہ ہی مت سمجھو بلکہ اس کو اپنے اوپر منطبق کر کے اس سے عبرت حاصل کرو کیونکہ السعید من وعظ بغیرہ حدیث میں صاف ہے آگے فرماتے ہیں کہ۔

یک حکایت بشنو از تاریخ گو	تابری زین راز سر پوشیدہ بو
تاریخ کو سے ایک قصہ سن لے	تاکہ اس پوشیدہ راز کا تجھے علم ہو جائے

یعنی ایک حکایت تاریخ گو سے سنو تا کہ تم اس راز پوشیدہ سے بولے جاؤ آگے ایک حکایت لاتے ہیں کہ ایک اژدہا سردی میں افسردہ پڑا ہوا تھا اس کو لوگ مردہ سمجھ کر باندھ لائے جب اس کو گرمی لگی تو اس نے حرکت کی اس وقت لوگ بھاگے کوئی مرا کوئی گرا مولانا فرماتے ہیں کہ یہ ہی حالت نفس کی ہے کہ ابھی تو یہ ایمان میں یا صحبت نیک میں یا کسی اور بات میں دبا ہوا ہے اور مردہ معلوم ہو رہا ہے مگر جب یہ اس سے علیحدہ ہوا تو یہ کروٹ لے گا اور اس وقت پھر حقیقت معلوم ہوگی اے اللہ نفس و شیطان کے مکروں سے بچاؤ اب آگے حکایت سنو۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح: یہ جو کچھ میں نے فرعون کی حالت بیان کی ہے سب تم پر منطبق ہے مگر تم میں اور اس میں یہ فرق ہے کہ تمہارے اندر جو اژدہا ہے وہ کوئین میں مقید ہے اور اس کا اژدہا آزاد تھا لہذا اس کی شرارتیں ظاہر ہو گئیں اور تمہاری وہ شرارتیں دبی ہوئی ہیں۔ ہائے افسوس کہ یہ سب تیری حالتیں اور تیرے اندر موجود ہیں مگر تو ان کو فرعون کے سر منڈھے گا اور اپنے اوپر منطبق نہ کرے گا میں پھر کہتا ہوں کہ جو کچھ میں نے بیان کیا ہے الف سے ی تک تیری حالت ہے بلکہ اس سے زیادہ ہے میں نے تو اس کا دسواں حصہ بھی ٹھیک بیان نہیں کیا باوجود اس کے تیری یہ حالت ہے کہ جب ان باتوں کو تیری نسبت بیان کیا جاتا ہے تو تو بجائے اس کے کہ غور کرے اور اصلاح کی طرف متوجہ ہو جانے سے اس پر غصہ ہوتا ہے اور اگر دوسروں کی نسبت بیان کیا جاوے تو اس کو محض ایک قصہ سمجھتا ہے۔ اور اس سے عبرت نہیں پکڑتا غرض تیری غفلت انتہا درجہ کو پہنچی ہوئی ہے اور تو کسی طرح نہیں سمجھتا دیکھ تو سہی یہ ملعون نفس تجھے کیسا خراب کر رہا ہے اور یہ تیرا یار تجھے حق سبحانہ سے کس قدر دور کر رہا ہے تو متنبہ کیوں نہیں ہوتا یاد رکھ کہ یہ سب زخم جو ہم نے فرعون کے لئے ثابت کئے ہیں تیرے اندر بھی موجود ہے مگر جہالت تجھ پر غالب ہے اس لئے تجھے احساس نہیں ہوتا تیرے اندر آگ بھری ہوئی ہے مگر اس کے بھڑکانے کا جو سامان فرعون کے پاس تھا وہ تیرے پاس نہیں ورنہ تو بھی فرعون سے کم نہ ہوتا اب جو تو اس سے کم معلوم ہوتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ فرعون کی طرح اس آگ کو مدد نہیں پہنچتی خلاصہ کلام یہ ہے کہ تیرا نفس جو ایک پہاڑ کی مانند ہے اس کے اشتعال کا وہ سامان تیرے پاس نہیں جو فرعون کے پاس تھا ورنہ شعلے زنی میں وہ بھی فرعون ہی کی مثل ہے لہذا تجھے اس کی طرف سے غافل نہ رہنا چاہئے بلکہ ہر وقت اس کی اصلاح کی فکر رکھنی چاہئے اچھا اب تو ایک حکایت سن جس کو مورخین نے بیان کیا ہے تاکہ یہ راز سر بستہ تجھ پر منکشف ہو جاوے۔

شرح شبیری

ایک سپیرے کی حکایت کہ اس نے ایک ٹھٹھرے ہوئے اژدہا کو مرا ہوا خیال کیا اور اس کو رسیوں میں لپیٹ کر اور باندھ کر بغداد میں لایا۔

مار گیرے رفت سوئے کہسار	تا بگیرد او بانسونہاش مار
ایک سپیرا ایک پہاڑ کی جانب گیا	تاکہ وہ اپنے متروں سے سانپ پکڑے

یعنی ایک سپیرا کو ہسار میں گیا تاکہ اپنے افسونوں سے سانپ پکڑنے آگے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

گر گران و گریستا بندہ بود	آنکہ جونیدست یا بندہ بود
خواہ وہ ست ہو یا چست ہو	جو تلاش کرتا ہے وہ پا لیتا ہے

یعنی خواہ کسلمندی خواہ چست و چالاک (کوئی) ہو جو طالب ہے وہ یا بندہ ہے مطلب یہ ہے کہ جو شخص جس کا طالب ہو اس کو وہ شے مل ہی جاتی ہے طلب اور لو کی ضرورت ہے طلب لگی رہے کبھی نہ کبھی مل ہی رہے گی۔

در طلب زن دامنما تو ہر دو دست	کہ طلب در راہ نیکو رہبرست
تو ہمیشہ جستجو میں دونوں ہاتھ معروف رکھ	کیونکہ جستجو راستہ کے لئے بہتر رہنا ہے

یعنی تم طلب میں دونوں ہاتھ لگاؤ اس لئے کہ طلب راہ میں اچھا رہبر ہے مطلب یہ کہ من جملہ اور شرائط راہ یابی کے ایک طلب بھی ہے اور یہ ایک اچھی شرط ہے کہ بے اس کے اور شرائط کارگر نہیں ہوتے تو چونکہ یہ شرط راہ یابی ہے اس لئے اس کو رہبر سے تعبیر کر دیا تو صرف طلب ہی رہبر نہیں ہے اور بغیر اس کے اور چیزیں بھی کارآمد نہیں ہیں۔

لنگ و لوک و خفتہ شکل و بے ادب	سوئے اوئے غر و اورامی طلب
(تو خواہ) لنگڑا اور لولا اور سوتی صورت اور بے ادب ہو	اسی کی طرف کھٹک اور اسی کو طلب کر

یعنی لنگڑا لولا اور خفتہ شکل بے ادب (جیسا بھی ہو) اس کی طرف گھٹنوں سے چلتا رہ اور اس کو طلب کر مطلب یہ کہ تو کتنا ہی نکما کیوں نہ ہو اور طلب کتنی ہی کم کیوں نہ ہو مگر ہونی چاہئے بس جب طلب ہو اور اس کی تلاش میں لگے رہو گے تو ایک دن پہنچ ہی جاؤ گے اگرچہ زیادہ دن میں ہی اس کی مثال ایسی ہے کہ جیسے دو شخص کنواں کھود رہے ہیں تو ایک تو ایک دن میں ایک ہاتھ کھودتا ہے اور دوسرا ایک بالشت کھودتا ہے تو جو ایک ہاتھ کھودتا ہے ظاہر ہے کہ جلدی کھودے گا اور جو ایک بالشت روزانہ کھودتا ہے وہ زیادہ دن میں کھودے گا مگر کھودوہ بھی لے گا اسی طرح جس کو طلب زیادہ ہے واصل الی الحق جلدی ہوگا اور جس کو کم ہے وہ ذرا دیر میں ہوگا مگر ان شاء اللہ محروم وہ بھی نہ رہے گا پس طلب کرتے رہنا شرط ہے اے اللہ ہمیں استقامت و استقامت علی الطاعات نصیب فرما۔

کہ بگفت و کہ نجاموشی و گہ	بوئے کر دن گیر ہر سو بوئے شہ
بسی بول کر اور بسی خاموشی سے اور بسی	سوگھ کر ہر جانب سے شاہ کی خوشبو حاصل کر

یعنی کبھی گفتگو سے اور کبھی خاموشی سے اور کبھی سوگھنے سے بوئے شہ کو حاصل کر مطلب یہ کہ جس طرح اور جس حالت میں بھی ہو اس کی طلب میں لگے رہو آگے طلب کی ایک مثال فرماتے ہیں۔

گفت آن یعقوب با اولاد خویش	جستن یوسف کید از حد بیش
حضرت یعقوب نے اپنی اولاد سے کہا	حد سے زیادہ یوسف کو تلاش کرو

یعنی ان یعقوب علیہ السلام نے دیکھنا اپنی اولاد سے کہا تھا کہ یوسف کی حد سے زیادہ تلاش کرو اس طرح کہ

ہر حسے خود را درین جستین بجد	ہر طرف رانید شکل مستعد
اس جستجو میں کوشش نہ لپنے ہر حس کو	مستعد شکل میں ہر طرف روانہ کرو

یعنی اپنی ہر حس کو اس تلاش کرنے میں کوشش کے ساتھ ہر طرف مستعد کی طرح چلاؤ۔

گفت از روح خدا لاتیاً سو	ہمچو گم کردہ پسر را سوبسو
فرمایا اللہ کی رحمت سے تم مایوس نہ ہو	بیٹے کو گم کر دینے والے کی طرح ہر طرف جاؤ

یعنی انہوں نے فرمایا کہ رحمت حق سے ناامید مت ہو اور گم کردہ پسر کی طرح ادھر ادھر چلو جاؤ مطلب یہ کہ انہوں نے فرمایا کہ جس طرح کہ وہ شخص کہ جس کا لڑکا کھو جاوے اپنے بچے کو تلاش کیا کرتا ہے اسی طرح تم اپنے بھائی کو تلاش کرو اور رحمت حق سے ناامید مت ہو اور پرگہا تھا کہ ہر حس سے اس کو تلاش کرو آگے اس کی تفصیل فرماتے ہیں کہ۔

از رہ حس دہان پرسیان شوید	روئے جانان را بجان جویاں شوید
منہ کی حس کے ذریعہ دریافت کرو	محبوب کے چہرے کو (دل و) جان سے تلاش کرو

یعنی منہ کے راستہ سے تو پوچھو اور روئے جانان کو جان (دل) سے تلاش کرو مطلب یہ کہ منہ سے پوچھو اور دل سے تلاش کرو اسی طرح سالک کو چاہیے کہ منہ سے تو راستہ شیخ سے پوچھے اور دل سے طلب میں لگا رہے اور اپنی یہ حالت کر لے کہ۔

پرس پرسان مژدگانے جان دہید	گوش را بر چار راہ آن نہید
پوچھتے پوچھتے جان کی انعام بخشی کرو	کان کو اس کے چوراہے پر لگا دو

یعنی پوچھتے پوچھتے جان دے دو اس حال میں کہ تم مژدہ دیئے گئے ہو اور کان کو اس کی چار راہ پر رکھ دو مطلب اس طرح سمجھو کہ قرآن مجید میں ہے کہ ان الدین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا تتنزل علیہم الملائکة الاتخافوا ولا تحزنوا و ابشروا بالجنة التي کنتم توعدون یعنی جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے اور اس پر مستقیم ہو گئے تو ان پر ملائکہ نازل ہوئے ہیں کہ تم نہ خوف کرو اور نہ غمگین ہو اور بشارت حاصل کرو اس جنت کی کہ جس کا تم وعدہ کئے جاتے تھے تو دیکھو جو لوگ کہ ایمان پر مستقیم ہوں ان کے لئے حق تعالیٰ جنت دیتے ہیں تو پس اب سمجھو مولانا فرماتے ہیں کہ جب طلب کرو گے اور طلب ہی میں جان دیدو گے تو یہ استقامت علی الطلب ہے اور جب استقامت ہوگی تو بشارت جنت ظاہر ہے بس معلوم ہو گیا کہ طلب کرتے کرتے جان دیدو اور پھر بشارت حاصل کرو اور اس کے چوراہے پر کان رکھو کہ کس طرف سے مرشد اور رہنما کی آواز آتی ہے جدھر سے آواز معلوم ہو اسی طرف کروانہ ہو جاؤ ان شاء اللہ اگر دل گواہی دے کہ یہ سچ کہہ رہا ہے تو وہی راہ ہدیٰ ہوگی اور اپنی یہ حالت کر لو کہ۔

ہر کجا بویے خوشن آید بو برید	سوئے آن سرکاشناے آل سرید
جہاں سے اچھی خوشبو آئے اس کا سراغ لگاؤ	اس راز کا جس سے تم واقف ہو

یعنی جہاں سے کہ بویے خوش آوے ادھر ہی بولے جاؤ طرف اسی بھید کے جس کے تم (پہلے سے) آشنا ہو مطلب یہ کہ جدھر تمہارا قلب گواہی دے کہ ادھر راہ ہدایت ہے اسی طرف کروانہ ہو جاؤ اور فرماتے ہیں کہ یہ کوئی نئی بات نہیں ہے جس کی اب شناخت کرنا پڑے بلکہ یہ وہ آواز ہے کہ جس کے تم فطرت سے آشنا ہو اس لئے کہ کل مولود یولد علی الفطرة حدیث میں موجود ہے تو اس آواز کے آشنا تم جب فطرت سے ہوئے تو وہ کوئی نئی بات نہ رہی لہذا ان شاء اللہ ذرا سی طلب ہوگی تو وہ تم کو مل جاوے گی۔

ہر کجا لطفے بہ بینی از کے	سوئے اصل لطف رہ یابی بے
جہاں کہیں کسی کی تو خوبی دیکھے	(اس سے) اصل خوبی کی جانب تو بہت رہنمائی حاصل کر لے گا

یعنی جہاں کہیں کسی میں کوئی خوبی دیکھو تو (اس سے) اصلی خوبی کی طرف بہت راہ یابی ہو سکتی ہے مطلب یہ کہ جہاں کہیں کوئی خوبی دیکھو تو اس سے اس کے صانع پر استدلال کرو کہ چہ باشد آن نگار خود کہ بندد این نگار ما تو بس جب تم ہر خوبی اور ہر کمال اور ہر صنعت سے استدلال حق تعالیٰ کی خوبی اور کمال اور صنعت پر کرو گے تو یہ خوبی اور ہر کمال غیر اللہ کا بھی رہبر ہو جاوے گا اس لئے کہ۔

ایں ہمہ جو ہاز در نیانیکست ژرف	جزو را بگذار و بر کل وار طرف
یہ تمام نہریں ایک گہرے دریا کی ہیں	جزو کو چھوڑ اور کل پر نگاہ رکھ

یعنی یہ تمام ندیاں ایک عمیق دریا سے ہی ہیں تو جزو کو ترک کرو اور کل پر نظر کرو مطلب یہ کہ چونکہ یہ سب عالم اس کے ظل ہیں تو اس اصل کو حاصل کرو اور ان توابع کو ترک کرو جزو سے مراد تابع ہے ورنہ حق تعالیٰ کے اجزاء کب ہیں تو دیکھو ان غیر اللہ کے یہ کمالات بھی موصل ہو گئے ہیں آگے فرماتے ہیں۔

زشتہائے خلق بہر خوبست	برگ بے برگی نشان طوبی ست
مخلوق کی برائیاں بھلائی کے لئے ہیں	بے سامانی کا سامان طوبی کا نشان ہے

یعنی مخلوق کی برائیاں خوبی کے واسطے ہیں اور بے سامانی کا سامان نشانی بشارت کی ہے مطلب یہ کہ مخلوق کی جب کوئی برائی دیکھو تو اس سے بھی حق تعالیٰ کے کمال پر نظر کرو مثلاً مخلوق کے جہل کو دیکھ کر علم پر نظر کرو اور عجز کو دیکھ کر قدرت پر علی ہذا۔ تو پہلے تو خوبی خلق سے خوبی خالق پر نظر ہوتی ہے اور اب زشتی خلق سے بھی خوبی خالق پر نظر ہونے لگتی ہے بلکہ من عرف نفسه فقد عرف ربه کے اچھے معنی یہی ہیں کہ من عرف نفسه بالنقص فقد عرف ربه بالکمال یعنی جس نے اپنے نقص پر نظر کی اس نے حق تعالیٰ کے کمالات پر نظر کی تو بس معلوم ہو گیا کہ مخلوق کے حالات اور افعال کو دیکھ کر خالق پر استدلال کرو تو یہ سارا عالم جو آج حاجب ہے رہنما بن جاوے آگے مولانا فرماتے ہیں۔

جنگہائے خلق بہر آشتی است	وام راحت وائما بے راحتی است
مخلوق کی لڑائیاں صلح کے لئے ہیں	تکلیف ہمیشہ راحت کے لئے جال ہے

یعنی مخلوق کی جنگ صلح (حق) کے لئے ہیں اور راحت کا دام ہمیشہ بے راحتی ہے مطلب یہ کہ مخلوق کی جنگوں سے حق تعالیٰ کی آشتی اور مہربانی پر نظر ہوتی ہے اور ہمیشہ بے آرامی اور تکلیف جالب ہوا کرتی ہے راحت اور آرام کو یہ سب عنوانات مختلف ہیں ورنہ اصل مطلب وہی ہے کہ صفات مخلوق سے استدلال صفات حق پر ہوتا ہے اور دوسرے عنوان سے اسی کو فرماتے ہیں کہ۔

حشمہائے خلق بہر مہر خاست	وز جفائے خلق امید و فاست
مخلوق کی نارائیاں محبت کے لئے پیدا ہوئی ہیں	مخلوق کے ظلم سے وفا کی امید ہے

یعنی مخلوق کے خشمِ محبت کے لئے ہیں اور مخلوق کی جفا سے امید و وفا کی ہے اس کا مطلب سمجھنے سے قبل ایک بزرگ کا قول سن لو ایک بزرگ فرمایا کرتے تھے کہ انسان تارک الدنیا کبھی نہیں ہوتا بلکہ اول متروک الدنیا ہو جاتا ہے اور یہ اس طرح کہ جس کو حق تعالیٰ بچاتے ہیں اس پر مخلوق کو مسلط فرما دیتے ہیں تو لوگ اس کو تنگ کرتے ہیں اور یہ پریشان ہوتا ہے ساری دنیا اس سے بے وفائی کرتی ہے اب اس کا دل سب کی طرف سے بچھ جاتا ہے اور کھٹا ہو جاتا ہے اور سمجھتا ہے کہ یہاں ساری دنیا جب بے وفا ہے تو اس طرف متوجہ ہو جو با وفا ہے بس وہ اس دنیا کو ترک کر کے حق سبحانہ کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے اس طرح تارک دنیا ہوتا ہے اسی کو مولانا فرما رہے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ مخلوق جو خشم کرتی ہے اور جفا کرتی ہے یہ اس لئے ہوتا ہے کہ اس سے نظر حق تعالیٰ کے رحم اور محبت اور وفا پر ہوتی ہے اور انسان طالب حق ہو جاتا ہے تو دیکھو یہاں بھی صفات مخلوق سے صفات حق پر استدلال ہوا آگے بھی یہی مضمون فرماتے ہیں کہ۔

ہر زدن بہر نوازش را بود	ہر گلہ از شکر آگہ میکند
ہر ماہ پیٹ مہربانی کے لئے ہوتی ہے	ہر شکر کی خبر دیتا ہے

یعنی مارنا نوازش کے لئے ہوتا ہے اور ہر گلہ شکر سے آگاہ کرتا ہے مطلب یہ کہ دیکھو یہاں بھی ایک شے سے دوسری پر استدلال ہوتا ہے اور جب انسان کو کوئی تکلیف ہوتی ہے تو اس کے بعد وہ شکر حق کرتا ہے تو یہ شکر اس تکلیف ہی کی وجہ سے کیا تو دیکھو اس نے اس طرف رہبری کر دی آگے بطور حاصل کے فرماتے ہیں کہ۔

بوئے برا از جزو تا کل اے کریم	بوئے برا از ضد تا ضد اے حکیم
اے بھلے آدمی! جزو جسے کل کا سراغ لگا	اے دان! ضد سے ضد کا سراغ لگا

یعنی اے کریم جزو سے کل تک بوئے لے جاؤ اور ایک ضد سے دوسری ضد تک اے حکیم مطلب یہ کہ ایک ضد سے دوسری ضد پر استدلال کرو اور تابع سے متبوع پر استدلال کرو تو پھر یہ سارا عالم جو کہ اب حاجب ہے رہنمائے راہ حق ہو جاوے گا آگے اس کی ایک نظیر لاتے ہیں کہ۔

چون عصا در دست موسیٰ گشت مار	جملہ عالم را بدین سان مے شمار
جیسا کہ لاٹھی (حقارت) موسیٰ کے ہاتھ میں سانپ بنی	تمام عالم کو ایسا ہی سمجھ

یعنی جیسے کہ عصا دست موسیٰ میں سانپ بن گیا تم سارے عالم کو اسی طرح گنو مطلب یہ کہ دیکھو جہاد میں اور زندہ شے میں تو تضاد ہے مگر وہ عصا موسیٰ جو کہ جہاد محض تھا زندہ ہو گیا اور سانپ بن گیا اور ہادی بن گیا تو اسی طرح تم تمام عالم کو سمجھو کہ اگرچہ بظاہر جہاد معلوم ہوتا ہے مگر اس اعتبار سے کہ وہ موصل الی الحق ہو سکتا ہے وہ حق ہے تو جب ایک ضد سے دوسری ضد بن سکتی ہے تو اور جگہ کیوں بعید سمجھتے ہو آگے دوسری نظیر اسی کی فرماتے ہیں کہ۔

جنگہائے آشتی آرد درست	مار گیر از بہر بازی مار جست
لاٹیاں سچ صلح پیدا کر دیتی ہیں	سپیرے نے تماشہ کے لئے سانپ تلاش کیا

یعنی لڑائیاں صلح کو لاتی ہیں درست سپیرے نے کھیل کے لئے سانپ کو تلاش کیا مطلب یہ کہ دیکھو جنگ و صلح دو ضد ہیں مگر ایک سے دوسری پیدا ہوتی ہے کہ ایک سے لڑائی ہوئی اور دوسری سے صلح ہوتی ہے اور دیکھو کہ تفریح اور ہلاکت دونوں ضد ہیں مگر اسپیر اپنے کو ہلاکت میں ڈالتا ہے تاکہ اوروں کو تفریح حاصل ہو یہ سب بھی آپس میں تضاد ہیں۔

بہر بازی مار جوید آدمی	غم خورد بہر امید بے غمی
انسان تلاش کے لئے سانپ تلاش کرتا ہے	بے غمی کے لئے غم برداشت کرتا ہے

یعنی آدمی کھیل کے لئے سانپ کو تلاش کرتا ہے اور بے فکری کے واسطے فکر میں پڑتا ہے اس لئے کہ وہ سمجھتا ہے کہ پیسے ملیں گے اس سے بے فکر ہو کر کھاؤں گا تو دیکھو غم اور بے غمی دونوں تضاد ہیں مگر ایک سے دوسری حاصل ہوتی ہے تو اسی طرح صفات مخلوق سے صفات حق پر استدلال کرو آگے پھر قصہ میں جوڑ لگاتے ہیں کہ۔

او ہے جستے بیکے مار شگرف	گرد کوہستان در ایام برف
وہ ایک عجیب سانپ تلاش کرتا تھا	پہاڑوں کے چاروں طرف سے برف کے زمانہ میں

یعنی وہ سپیرا ایک بہت بڑا سانپ اس کوہستان کے گرد ایام برف میں تلاش کر رہا تھا۔

اژدھائے مردہ دید آنجا عظیم	کہ دلش از شکل او شد پر زہیم
اس نے وہاں ایک مردہ بڑا اژدھا دیکھا	کہ اس کی شکل سے دل خوف زدہ ہوتا تھا

یعنی اس جگہ ایک بڑا اژدھا مردہ دیکھا کہ اس کا دل اس کی شکل سے خائف ہوا مطلب یہ کہ اس قدر بڑا اژدھا کہ یہ سپیرا اس کی صورت دیکھ کر ڈر گیا۔

مارگیر اندر زمستان شدید	مارے جست اژدھائے مردہ دید
سپیرا سخت جاڑے میں	سانپ تلاش کرتا تھا اس نے ایک مردہ اژدھا دیکھا

یعنی سپیرا اس شدید جاڑے میں سانپ کو تلاش کر رہا تھا تو ایک مردہ اژدھا اس نے دیکھا مولانا فرماتے ہیں کہ۔

مارگیر از بہر حیرانی خلق	مارگیر و انیت نادانی خلق
لوگوں کے تعجب کے لئے سپیرا	سانپ پکڑتا ہے مخلوق کی نادانی تعجب ہے

یعنی سپیرا لوگوں کی حیرت کے لئے سانپ پکڑتا ہے یہ مخلوق کی عجیب نادانی ہے مطلب یہ کہ مارگیر جو سانپ پکڑتا ہے تو اس لئے تاکہ لوگوں کو حیرت میں ڈالے تو تعجب کی بات ہے کہ لوگ حیرت میں پڑتے ہیں اس لئے کہ۔

آدمی کوہ است چون مفتون شود	کوہ اندر مار حیران چوں شود
آدمی پہاڑ ہے کیوں فریفتہ ہوتا ہے؟	پہاڑ سانپ کے معاملہ پر کیوں حیران ہوتا ہے؟

یعنی آدمی تو ایک پہاڑ ہے وہ کیونکر مفتون ہوتا ہے اور پہاڑ سانپ میں کس طرح حیران ہوتا ہے مطلب یہ ہے کہ انسان کی مثال ایک پہاڑ کی سی ہے کہ اس کے اندر سانپ بھی لاکھوں ہوتے ہیں اور بزرے بھی ہوتے ہیں اٹھارہ بھی ہوتے ہیں اسی طرح

انسان میں بھی خصائل حمیدہ و رذیلہ سب طرح کے ہوتے ہیں پھر اگر پہاڑ کسی سانپ کو دیکھ کر حیرت کرے تو تعجب کی بات ہے اس لئے کہ اس کے اندر تو ایسے ایسے بہت سے ہیں تو اسی طرح انسان اگر ان ظاہری سانپوں کو دیکھ کر حیرت کرے تو تعجب ہے اس لئے کہ اس کے اندر تو خود لاکھوں سانپ بھرے پڑے ہیں وہ ان کو دیکھے وہ اس کو کیا دیکھ رہا ہے۔

خویشختن نشاخت مسکین آدمی	از فزونی آمد و شدور کے
آدمی مسکین نے اپنے آپ کو نہ پہچانا	بڑائی سے آیا اور کی میں جھٹا ہو گیا

یعنی مسکین آدمی نے اپنے کو پہچانا نہیں یہ فزونی سے آیا اور کی میں ہو گیا مطلب یہ کہ بیدار تو ہوا فطرت پر اور یہاں آ کر دنیا میں پھنس گیا۔

خویشختن را آدمی ارزان فروخت	بود اطلس خویش را بر دلق دوخت
آدمی نے اپنے آپ کو ستا بیچا	اطلس تھا اپنے آپ کو گدڑی پر سی دیا

یعنی آدمی نے اپنے کو بہت ارزاں فروخت کر دیا یہ تو اطلس تھا مگر اس نے اپنے کو گدڑی پر سی دیا اس لئے کہ کمینے دنیا کے بدلہ میں اپنے تمام ملکات حسنہ کو کھودیتا ہے اس کی تو یہ حالت ہے کہ۔

صد ہزاران مار کہ حیران اوست	او چرا حیران شد دست و مار دوست
لاکھوں سانپ اور پہاڑ اس پر حیران ہیں	وہ خود کیوں حیران اور سانپ کا دوست بنا؟

یعنی لاکھوں پہاڑ اور سانپ تو اس میں حیران ہیں تو وہ کیوں حیران اور سانپ کا دوست بنا ہے مطلب یہ کہ چونکہ قرآن شریف میں ہے۔ ولقد کر منا بنی آدم و تمام عالم اس انسان کو دیکھ کر حیران ہے کہ اللہ اکبر یہ کیا چیز ہے مگر افسوس اور حیرت اس لئے ہے کہ یہ اوروں کو دیکھ کر حیران ہوتا ہے اس کو تو چاہئے تھا کہ خود اپنے اندر نظر کرتا آگے پھر اس مار گیر کا قصہ بیان فرماتے ہیں کہ۔

مار گیر آن اژدہا را برگرفت	سوئے بغداد آمد از بہر شکفت
پیرے نے اس سانپ کو پکڑ لیا	تعجب (میں ڈالنے) کے لئے بغداد میں آیا

یعنی پیرے نے اس اژدہا کو پکڑ لیا اور تعجب کے واسطے بغداد کی طرف لایا یعنی بغداد میں لایا تاکہ لوگ اس کو دیکھ کر تعجب کریں۔

اژدہائے چوں ستون خانہ	مے کشیدش ارپے دانگانہ
ایک اژدہا گھر کے ستون جیسا (موت)	روزی کے لئے وہ اس کو کھینچ رہا تھا

یعنی ایک اژدہا مثل گھر کے ستون کے اور وہ اس کو چند پیسوں کے لئے کھینچ رہا تھا اور اس کا قصہ یہ تھا کہ لوگوں سے کہے گا۔

کاژدہائے مردہ آوردہ ام	در شکارش من جگر ہا خوردہ ام
کہ میں ایک مردہ اژدہا لایا ہوں	اس کے شکار میں میں نے (خون) جگر پیا ہے

یعنی ایک اژدہا مردہ لایا ہوں اور اس کے شکار میں میں نے جگر کھائے ہیں یعنی بڑی محنت کی ہے۔

او ہے مردہ گمان بردش و لیک	زندہ بود و او ندیدش نیک نیک
وہ اس کو مردہ سمجھ رہا تھا لیکن	وہ زندہ تھا اس نے اس کو اچھی طرح نہ دیکھا

یعنی وہ اس کو مردہ گمان کرتا تھا لیکن وہ زندہ تھا اور اس نے اسے اچھی طرح نہ دیکھا تھا۔

اوز سرما ہاؤ برف افسردہ بود	زندہ بود و شکل مردہ مینمود
وہ جاڑے اور برف سے ٹھٹھرا ہوا تھا	زندہ تھا اور بظاہر مردہ نظر آتا تھا

یعنی وہ سردی کی اور برف کی وجہ سے ٹھٹھرا ہوا تھا زندہ تھا اور مردہ کی شکل دکھائی دیتا تھا مولانا فرماتے ہیں کہ۔

عالم افسردہ است و نام او جماد	جامد افسردہ بود اے اوستاد
عالم ٹھٹھرا ہوا ہے اور اس کا نام جماد ہے	اے استاد جامد ٹھٹھرا ہوا ہوتا ہے

یعنی عالم افسردہ ہی ہے اور نام اس کا جماد ہے تو جامد (لغت میں) افسردہ ہی ہوتا ہے اسی اوستاد جی مطلب یہ کہ دیکھو عالم بھی تمام زندہ ہے اور اس کو جماد کہتے ہیں اور اس کو مردہ خیال کرتے ہیں مولانا لطیفہ فرماتے ہیں کہ عالم کو جماد کہتے ہیں تو جامد کے معنی بھی افسردہ ہی کے ہیں۔ تو مانتے تو سب ہیں کہ افسردہ ہے مردہ نہیں مگر سب غافل ہیں اہل کشف نے صراحت لکھا ہے کہ تمام عالم میں جس قدر اشیاء ہیں سب میں حیات ہے کیا درخت اوز کیا دیوار اور زمین اور کیا آسمان اور اسی لئے یہ حضرات نصوص و احادیث میں تاویل نہیں کرتے اہل ظاہر تو تاویل کرتے ہیں اور معتزلہ انکار کرتے ہیں مگر یہ حضرات تمام نصوص کو ان کے اصلی معنی پر رکھ کر تسلیم کرتے ہیں اور وجہ اس کی یہ ہے کہ ان لوگوں نے آنکھوں سے دیکھ لیا ہے پھر ان کی کس طرح تکذیب کر دیں اور یہ آنکھوں کا دیکھنا ایسا متواتر ہے کہ اس کا بھی انکار نہیں ہو سکتا سینکڑوں قصے ہیں کہ بزرگوں سے گھرنے باتیں کیں درخت بولا بلکہ خود احادیث میں جو قصے ہیں اور قرآن میں جو آیتیں ہیں ان میں بھی تاویل کی ضرورت نہیں ہے اس لئے کہ یہ تو معلوم ہو ہی گیا کہ یہ چیزیں بول سکتی ہیں بات کر سکتی ہیں تو پھر اگر یہ موافق آیت قرآن کی تسبیح لسانی کرتی ہوں تو کیا حرج ہے اور موافق احادیث کے اگر جمادات بولے ہوں یا موافق حدیث ہذا جبل یجبلنا و نجبہ کے اس کو محبت ہو تو کیا حرج ہے مگر ہم کو نہ معلوم ہو تو اس سے انکا عدم تو لازم نہیں آتا اس لئے کہ قاعدہ ہے کہ عدم علم مستلزم علم عدم کو نہیں ہے تو یہ ساری چیزیں مردہ معلوم ہوتی ہیں مگر ایک دن وہ آوے گا کہ یہ سب زندہ ہوں گی آگے اس وقت کو بتاتے ہیں۔

باش تا خورشید حشر آید عیان	تابہ بنی جنبش جسم جہان
ظہر جا کہ حشر کا سورج نمودار ہو	تا کہ تو دنیا کے جسم کی حرکت کو دیکھ لے

یعنی ذرا ٹھہرے رہو تا کہ خورشید حشر ظاہر ہو جاوے اور تم جسم جہاں کی جنبش کو دیکھو مطلب یہ کہ جس طرح یہ اژدہا گرمی آفتاب سے زندہ ہو گیا اور اس نے جنبش شروع کر دی تو اسی طرح جب آفتاب حشر ظاہر ہوگا اس روز یہ جسم عالم بھی سارا جنبش کریگا اور سب زندہ ہو جاوے گا جیسا کہ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ہاتھ پیر بولیں گے بلکہ قرب قیامت میں تمام اشیاء بولنے لگیں گی تو پھر قیامت میں تو سب زندوں کی طرح بولیں گی اور صاحب سچ یہ ہے کہ انکے شعور کا انکار ہی ذرا مشکل ہے یہ تو یقیناً ثابت ہے کہ ان کو شعور ہے آگے شعور ہونے کے نظائر فرماتے ہیں کہ۔

چوں عصائے موسیٰ اینجا مارشد	عقل را از ساکنان اخبار شد
جبکہ (حضرت) موسیٰ کی لٹھی اس عالم میں سانپ بن گئی	عقل کو جمادات کے بارے میں علم ہو گیا

یعنی جیسے کہ عصا موسیٰ اس جگہ سانپ بن گیا اور ساکنین عالم کی عقل کے لئے اخبار ہو گیا تو دیکھو اس میں شعور تھا جب تو وہ دست موسیٰ علیہ السلام کو پہچانتا تھا اور صرف ان کے ہاتھ سے تو سانپ بنتا تھا دوسروں کے ہاتھ سے نہ بنتا تھا اور پھر سانپ بن کر لوگوں کو ہدایت کا سبب بنتا تھا گویا کہ خود ہی ہدایت کرتا تھا اور ہدایت کا کام زندہ کا ہے تو دیکھو اس کے اندر خواص زندوں کے موجود تھے آگے اور فرماتے ہیں کہ۔

پارہ خاکی تراچوں زندہ ساخت	خاکہا را جملگی باید شناخت
تو خاک کا کٹڑا ہے تجھے جس طرح زندہ بنایا	(تو) تمام خاکوں کو (اسی طرح سے) پہچان لینا چاہیے

یعنی تم ایک پارہ خاک ہو تو جس طرح کہ تم کو زندہ کر دیا اسی طرح ساری خاکوں کو پہچاننا چاہیے مطلب یہ کہ دیکھو آخر تم بھی تو خاک ہی سے بنے ہو اور زندہ ہو تو جس طرح کہ اس خاک میں جس میں سے کہ تم بنے ہو قابلیت ہی ہونے کی تھی کہ تم زندہ ہوئے اسی طرح اور جمادات بھی زندہ ہو سکتے ہیں اور ان کے اندر بھی حیات ہو سکتی ہے اس میں اشکال ہی کیا ہے مگر ہاں اتنی بات ضرور ہے کہ۔

مردہ زیں سویند و زال سو زندہ اند	خامش اینجا و آں طرف گویندہ اند
وہ اس جانب مردہ ہیں اور اس جانب زندہ ہیں	اس جگہ چپ ہیں اس جانب بولنے والی ہیں

یعنی اس طرف سے تو مردہ ہیں اور اس طرف زندہ ہیں اور اس جگہ تو خاموش ہیں اور اس طرف بولنے والے ہیں اسی مضمون کو مولانا نے ایک اور جگہ بہت صاف فرمایا ہے

خاک و باد و آب و آتش بندہ اند	پامن و تو مردہ باحق زندہ اند
-------------------------------	------------------------------

تو ان کی حیات اگر ہم کو نہ معلوم ہو تو اس سے ان کی حیات کی نفی تو نہیں ہو سکتی آگے فرماتے ہیں کہ

چوں ازان شوشان فرستد سوائے ما	آن عصا گرد سوائے ما اژدہا
جب وہ ان چیزوں کو اس جانب سے ہماری جانب بھیجتا ہے	وہ لاشی ہماری جانب آ کر اژدہا بن جاتی ہے

یعنی جب اس طرف سے ان کو ہماری طرف بھیج دیتے ہیں تو وہی عصا ہماری طرف اژدہا بن جاتا ہے مطلب یہ ہے کہ اس طرح تو یہ سب مردہ ہیں مگر جب ادھر نئے حکم ہو جاتا ہے تو وہی اشیاء کبھی ادھر بھی بشکل ہی نظر آتی ہیں جیسے کہ عصا جماد ہے مگر جب اس کو حکم ہوا کہ اپنی اس حیات مستور کو دنیا والوں پر بھی ظاہر کر دو تو وہ ادھر بھی زندہ ہو کر ظاہر ہو گیا اس کی مثال ایسی سمجھو کہ جیسے کہ ایک شخص شاہی دربار کا رعیت کے سامنے آ کر چپ بیٹھ جاتا ہے تو رعیت کے لوگ اس کو گونگا خیال کرتے ہیں ایک روز بادشاہ بولے کہ آج جا کر رعایا میں لیکچر دو اس نے آ کر بولنا شروع کیا تو سب کی آنکھیں کھل گئیں کہ اللہ اکبر یہ تو بڑا مقرر ہے اسی طرح جب ان اشیاء کو حکم ہوتا ہے تو یہ بھی اپنی حیات کو اس عالم میں ظاہر کر دیتی ہیں اور دیکھو ان کا شعور اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن شریف میں ہے۔ قال لها و للارض اثبنا طوعاً او کرهاً قالنا اتینا طائعين یعنی آسمان اور زمین سے کہا کہ تم یا تو طوعاً آؤ یا کرہاً تو انہوں نے عرض کیا کہ ہم طوعاً حاضر ہوتے ہیں تو دیکھو ایک تو ان کا حاضر ہونا بطور حکم تکوینی کے تھا اس میں تو ان کے شعور کی ضرورت نہ تھی اور یہ کرہاً میں داخل ہے مگر جب انہوں نے عرض کیا کہ ہم طوعاً حاضر ہوتے ہیں تو اس سے معلوم ہوا کہ وہ سمجھ بوجھ کر خود حاضر ہوئے تھے تو دیکھو ان کے اندر شعور تھا جب تو انہوں نے ایسا کیا اور پھر اہل کشف نے تو عجیب عجیب حیرت انگیز امور ظاہر کئے ہیں جن کا انکار بہت مشکل ہے پس معلوم ہوا کہ ان کے اندر بھی شعور موجود ہے کہ یہ حکم خداوندی کو

مانتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ یہ حکم خداوندی ہے اسی کے آگے نظیر بیان فرماتے ہیں کہ۔

کوہہا ہم کن داودی کند	جوہر آہن بکف مومے شود
پہاڑ بھی داودی لہجہ اختیار کر لیتے ہیں	لوہے کا جوہر ہاتھ میں موم بن جاتا ہے

یعنی پہاڑ بھی کن داودی کرتے ہیں اور جوہر آہن دست داؤد علیہ السلام میں مومی کرتا ہے تو اگر اس کے اندر شعور نہیں ہے تو ہر ایک ہاتھ میں موم کیوں نہیں ہو جاتا معلوم ہوتا ہے کہ وہ داؤد علیہ السلام کے ہاتھ کو شناخت کرتا تھا جب تو صرف ان کے ہاتھ میں موم ہو جاتا تھا۔

باد جمال سلیمانی شود	بحر باموسے سخندانی شود
ہوا ایک سلیمان کو اٹھالے جانے والی بن جاتی ہے	سندھ موسیٰ کی بات سمجھنے والا بن جاتا ہے

یعنی ہوا سلیمان علیہ السلام کی حال ہو جاتی ہے اور دریا موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ایک سخندان بن جاتا ہے تو دیکھو اگر وہ سلیمان علیہ السلام کو اور موسیٰ علیہ السلام کو نہ پہچانتے تھے اور ان کے اندر شعور نہ تھا تو ان کا کہنا کس طرح مانتے تھے ہمارا کہانہ مان لیں معلوم ہوا کہ شعور ہے۔

ماہ با احمد اشارت بین شود	نار ابراہیم را نسرین شود
چاند (حضرت) احمد کے اشارے کو دیکھنے والا بن جاتا ہے	آگ (حضرت) ابراہیم کے لئے نسرین بن جاتی ہے

یعنی احمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چاند اشارت بین ہوتا ہے اور نار ابراہیم علیہ السلام کے لئے نسرین ہو جاتی ہے یہ ساری علامتیں شعور کی ہیں۔

خاک قارون را چومارے در کشد	استن حنانہ آید در رشد
زمین قارون کو اڑھے کی طرح گل لیتی ہے	حنانہ ستون ہوش میں آجاتا ہے

یعنی قارون کو خاک سانپ کی طرح کھینچتی ہے اور استن حنانہ ہدایت میں آتا ہے یہ ساری علامات ان کے اندر شعور ہونے کی ہیں آگے اور۔

سنگ بر احمد سلاے میکند	کوہ میکیے را پیامے میکند
پتھر (حضرت) احمد کو سلام کرتا ہے	پہاڑ (حضرت) میکیے کو پیغام دیتا ہے

یعنی پتھر احمد صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام کرتا ہے اور میکیے علیہ السلام سے پہاڑ پیغام کہتا ہے یہ تو قصے خاص تھے آگے عام طور پر فرماتے ہیں کہ۔

جملہ ذرات عالم در نہاں	باتوے گویند روزان و شبان
دنیا کے تمام ذرات پوشیدہ طور پر	تجھ سے شب و روز کہتے ہیں

یعنی عالم کے تمام ذرے چپکے چپکے تم سے رات دن یہ کہہ رہے ہیں کہ

ما مبعیم و بصیریم و خوشیم	باشما نامحرماں ماخامشیم
ہم سننے والے ہیں اور دیکھنے والے ہیں اور خوش ہیں	تم نامحرموں کے سامنے ہم خاموش ہیں

یعنی ہم سمجھ ہیں اور بصیر ہیں اور خوش ہیں (مگر) تم نامحرموں کے ساتھ ہم خاموش ہیں۔ یعنی وہ کہہ رہے ہیں کہ ہمارے اندر حیات بھی ہے نطق بھی ہے سب کچھ ہے مگر چونکہ تم لوگ نامحرم ہو اس لئے تمہارے آگے خاموش ہیں اور نہیں بولتے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

چون شماسوئے جمادے مے روید	محرم جان جمادان چون شوید
جبکہ تم پھر پن کی طرف جا رہے ہو	تو جمادات کی جان کے محرم کیسے ہو سکتے ہو

یعنی چونکہ تم (حالت) جمادی کی طرف جا رہے ہو تو جان جمادان کے محرم کس طرح ہو سکتے ہو مطلب یہ کہ جب تم عالم اسفل کی طرف متوجہ ہو تو تم کو ان کی حیات کی کیا خبر خبر تو جب ہو جبکہ تم قلب میں نور پیدا کرو آگے اسی کو فرماتے ہیں کہ۔

از جمادے عالم جا نہا روید	غلغل اجزائے عالم بشنوید
پھر پن سے جانوں کے عالم میں جاؤ	اجزائے عالم کا شور سن لو

یعنی جمادی سے عالم ارواح میں جاؤ تو اجزائے عالم کا غلغلہ سنو اس وقت تو یہ حالت ہو کہ

فاش تسبیح جمادات آیدت	وسوسہ تاویلہا بر بایدت
جمادات کی تسبیح واضح ہو جائے گی	تجھ میں سے تاویلوں کا وسوسہ نکال دے گی

یعنی تسبیح جمادات تمہارے پاس ظاہر طور پر آویں اور وسوسوں اور تاویلوں کو روک کر دیں مطلب یہ کہ جبکہ اس عالم سے توجہ الگ کر کے اس عالم کی طرف متوجہ ہو گئے تو پھر ان جمادات کی تسبیح تم کو صاف طور پر سنائی دے گی اور جس قدر وسوسوں اور تاویلیں اب تمہارے ذہن میں اس کے متعلق ہیں سب زائل ہو جائیں گی۔

چون ندارد جان تو قندیہا	بہر بینش کردہ تاویلہا
چونکہ تیری جان میں قندیلیں نہیں ہیں	تو دیکھنے کے لئے تاویلیں کرتا ہے

یعنی جبکہ تمہاری جان انوار نہیں رکھتی تو اس نے سمجھنے کے لئے تاویلیں کی ہیں (اور کہتے ہو کہ)

یعنی دیکھنے کا دعویٰ کرنا خیال عار کا تھا بلکہ خود دیکھنے والے کو دیدار تھا مطلب یہ ہے کہ مولانا فرماتے ہیں کہ تمہارے اندر انوار باطن تو تھے نہیں کہ جس سے تم ان جمادات کے نطق کا ادراک کرتے لہذا اس میں تاویلیں کرنے لگے اور ان کے شعور اور ان کے نطق کے معنی گھڑنے لگے اور کہنے لگے کہ ان اشیاء کے دیکھنے کا قائل ہونا کہ یہ دیکھتی ہیں اور ان کے اندر شعور ہے یہ ایک ایسا خیال ہے کہ جو قابل عار ہے اور بالکل غلط ہے بلکہ ان کے نطق اور ان کے دیدار کے یہ معنی ہیں کہ ان کو دیکھ کر اس بینندہ کو عبرت ہوتی ہے اور یہ سب نطق اور ذکر اور تسبیح کا ہو جاتی ہیں تو سب کی طرف نسبت کر دیا گیا ورنہ یہ فعل ہے مسبب کا تو اس قسم کے معنی گھڑنا یہ سب اسی وجہ سے ہے کہ تم کو نور باطن حاصل نہیں ہے آگے خود اس کی توضیح فرماتے ہیں۔

کہ غرض تسبیح کے ظاہر کے شود	دعویٰ دیدن خیال و نغے شود
کہ مقصود ظاہری تسبیح کب ہو سکتی ہے؟	دیکھنے کا دعویٰ خیال اور گمراہی ہے

یعنی کہ تسبیح سے مقصود ظاہری (تسبیح) کب ہے اور دیکھنے کا دعویٰ خیال اور گمراہی ہے۔

بلکہ ہر بینندہ را دیدار آن	وقت عبرت میکند تسبیح خوان
بلکہ ہر دیکھنے والے کو ان کا دیکھنا	عبرت کے وقت تسبیح پڑھنے والا بنا دیتا ہے

یعنی بلکہ ہر دیکھنے والے کے لئے انکا دیدار عبرت کے وقت تسبیح خواں کر دیتا ہے۔

پس چو از تسبیح یادت میدہد	اسی دلالت ہچو گفتن سے بود
تو چونکہ وہ (جمادات) تجھے تسبیح کی یاد دلا دیتے ہیں	یہ دلالت پڑھنے جیسی ہے

یعنی بس جبکہ تم کو تسبیح سے یاد دلاتی ہے تو یہ دلالت مثل کہنے کے ہو جاتی ہے مطلب یہ کہ تم یہ تاویل کرتے ہو کہ اس سے جو عبرت ہوتی ہے تو اسی کو ان کے ناطق ہونے سے تعبیر کر دیا مولانا فرماتے ہیں کہ۔

این بود تاویل اہل اعترال	وائے آنکس کو ندارد نور حال
معترکہ کی یہ تاویل ہوتی ہے	اس پر انوس جو حال کا نور نہیں رکھتا

یعنی یہ اہل اعترال کی تاویل ہوا کرتی ہے تو اس شخص پر انوس ہے جو کہ نور حال نہ رکھے۔

چون ز حس بیرون نیاید آدمی	باشد از تصویر غیبی اعجمی
انسان جب حواس (ظاہری) سے باہر نہ نکلے	تو وہ لمبی تصویر سے ناواقف ہوتا ہے

یعنی جبکہ آدمی حس سے باہر نہ ہو (اور اسی میں مقید رہے) تو وہ تصویر غیبی سے ناوان ہوا کرتا ہے مطلب یہ کہ جو شخص کہ اس دنیاوی دھندوں میں لگا ہوا ہے اور ان سے ابھی باہر نہیں ہوا وہ اس عالم غیب کے حالات سے بالکل ناواقف رہتا ہے ہاں جو کہ ان سے نکل گیا اس کو سب کچھ حاصل ہوگا آگے فرماتے ہیں کہ۔

این سخن پایاں ندارد مار گیر	مے کشید آں مار را با صد ز حیر
اس بات کی انجانا نہیں ہے ' پیرا	بہت بے چینی کے ساتھ اس سانپ کو کھینچ رہا تھا

یعنی یہ باتیں تو کہیں انتہا ہی نہیں رکھتیں مار گیر اس سانپ کو سینکڑوں مصیبتوں سے کھینچ رہا ہے مطلب یہ کہ اجزائے عالم کی حیات اور قدرت حق کے بیان کی تو کہیں انتہا ہی نہیں ہے تو اب اس کو یہیں ترک کر کے قصہ مار گیر بیان کرو کہ وہ اس کو کس طرح کھینچ رہا ہے۔

تابہ بغداد آمد آن ہنگامہ خواہ	تاہند ہنگامہ بر چار راہ
یہاں تک کہ وہ مجمع کا خواہاں بغداد میں آ گیا	تاکہ چوراہے پر مجمع لگائے

یعنی وہ ہنگامہ کا طالب بغداد میں آیا تاکہ چوراہے پر ہنگامہ کورکھے یعنی اس نے چاہا کہ کسی چوراہے پر مجمع کرے۔

بر لب شط مرویہ ہنگامہ نہاد	غلغلہ در شہر بغداد اوفتاد
دجلہ کے کنارے پر اس نے مجمع لگایا	بغداد شہر میں شور مچ گیا

یعنی (دجلہ کی) پٹری کے کنارے اس آدمی نے مجمع رکھا تو تمام شہر بغداد میں شور مچ گیا کہ

مار گیرے اژدہا آوردہ است	بوالعجب نادر شکارے کردہ است
(کہ) ایک پیرا اژدہا لایا ہے	اس نے عجیب نادر شکار کیا ہے

یعنی ایک سپیر ایک اڑدھالا یا ہے اور اس بوالعجب نے ایک عجیب شکار کیا ہے

جمع آمد صد ہزاراں خام ریش	صیداوشد ہر ایک آنجا از خریش
لاکھوں بے وقت جمع ہو گئے	اس جگہ ہر ایک اپنے گدھے پن سے اس کا شکار بن گیا

یعنی لاکھوں احمق وہاں جمع ہو گئے اور اپنے گدھے پن سے اس سپیرے کا شکار بن رہے تھے یعنی اسے پیسے دے دے کر پھنس رہے تھے۔

منتظر ایثاں و اوہم منتظر	تا کہ جمع آیند خلق منتشر
وہ اس کے منتظر اور وہ بھی (ان کا) منتظر	تا کہ بھرے ہوئے لوگ جمع ہو جائیں

یعنی وہ لوگ بھی منتظر تھے اور یہ شخص بھی منتظر تھا تا کہ لوگ جو کہ ابھی منتشر ہیں جمع ہو جاویں یعنی وہ اس کا منتظر تھا کہ جمع

خوب زیادہ ہو جاوے اور یہ جانتا تھا کہ۔

مردم ہنگامہ افزوں تر شود	گدیہ و توزیع نیکو تر رود
مجمع کے لوگ زیادہ ہو جائیں	بھیک اور چندہ (کا کام) خوب چلے

کہ لوگوں کا مجمع خوب زیادہ ہو جاوے اور بھیک اور بخشش خوب ہو جاوے۔

جمع آمد صد ہزاراں تراخا	حلقہ کردہ پشت پا بر پشت پا
لاکھوں بکواسی جمع ہو گئے	کر جھکائے ہوئے پاؤں پر پاؤں رکھے ہوئے

یعنی لاکھوں بے ہودہ حلقہ کر کے ایک پر ایک جمع ہو گئے

حلقہ گردا و چور ز گرد عریش	ہچمان کہ بت پرستان بر کنیش
اس کے چاروں طرف ایسا حلقہ جیسا کہ انگور کی تیل چھپر پر	جیسا کہ بتوں کے پجاری بت خانہ پر

یعنی اس سپیرے کے گرد حلقہ کئے ہوئے جیسے کہ انگور گردٹی کے اور جیسے کہ بت پرست (حلقہ کئے ہوئے) کنیش پر ہوں

غرض کہ لوگ ٹوٹے پڑتے تھے۔

مرد را از زن خبر نے ز ازدحام	رفتہ در ہم چون قیامت خاص و عام
ہجوم کی وجہ سے مرد کو عورت کا پتہ نہیں	قیامت کی طرح خاص و عام خلط ملط تھے

یعنی ازدحام کی وجہ سے مرد کو عورت کی خبر نہ تھی اور قیامت کی طرح خاص و عام ایک دوسرے میں گھسے ہوئے تھے۔

چون ہی حراقہ جنبانید او	مے کشیدند اہل ہنگامہ گلو
جب وہ چیتڑے سرکاتا	مجمع والے گلا بھاڑتے

یعنی جب وہ ڈگڈگی ہلاتا تھا تو ہنگامے والے اگل مچاتے تھے لوگوں کی تو یہ حالت اور ان اڑدھا صاحب کی کیفیت ملاحظہ ہو۔

اڑدھا کز ز مہریر افسردہ بود	زیر صد گونہ پلاس و پردہ بود
وہ اڑدھا جو شندک سے غمرا ہوا تھا	سینکڑوں قسم کے ٹاٹ اور پردوں میں تھا

یعنی اژدہا جو کہ جاڑے کی وجہ سے ٹھٹھرا ہوا تھا وہ سینکڑوں قسم کے ٹائٹوں اور پردہ کے نیچے تھا یعنی اس سپیرے نے اس کو خوب دبا رکھا تھا تاکہ کوئی دیکھ نہ لے اور جب لوگ خوب جمع ہو جاویں اس وقت اس کو کھولے۔

بستہ بودش بار سنہائے غلیظ	احتیاطے کردہ بودش آن حفیظ
اس کو موٹی رسیوں سے باندھ رکھا تھا	اس ٹکھان نے اس کے لئے بڑی احتیاط کر رکھی تھی

یعنی اس کو سپیرے نے موٹی رسیوں میں باندھ رکھا تھا اور اس حفیظ نے خوب احتیاط کر رکھی تھی۔

در درنگ و اتفاق و انتظار	وزہیا ہوئی و فغان بے شمار
تاخیر اور جمع ہونے اور انتظار میں	ہائے و ہوا اور بے شمار چیخوں سے

یعنی دیر اور جمع ہونے اور انتظار کی وجہ سے اور بے انتہا ہائے ہوئے اور فغان کی وجہ سے

وز غلو خلق و مکث و طمطراق	تافت بر آن مار خورشید عراق
لوگوں کی کثرت اور ٹکاؤ اور کردار سے	اس اڑے پر عراق کا سورج چمکنے لگا

یعنی لوگوں کے غلو سے اور ٹھہرنے سے اور دھوم دھام کی وجہ سے اس سانپ پر عراق کا خورشید چمک آیا (چونکہ عراق میں گرمی زیادہ ہوتی ہے اس لئے خورشید عراق کہہ دیا) مطلب یہ کہ ان چیزوں کے انتظار میں گرمی خوب ہو گئی۔

آفتاب گرم سیرش گرم کرد	رفت از اعضائے او اخلاط سرد
تیز رفتار سورج نے اس کو گرم کر دیا	اس کے اعضاء سے ٹھنڈی رطوبات جاتی رہیں

یعنی آفتاب تیز روشن نے اس کو گرم کر دیا اور اس کے اعضاء میں سے سردی کے اخلاط جاتے رہے یعنی وہ جو ٹھٹھرا رہا تھا وہ افسردگی گرمی پہنچنے سے اس میں سے زائل ہو گئی۔

مردہ بود و زندہ گشت او از شکفت	اژدہا برخویش جنبیدن گرفت
وہ مردہ تھا اور حیرت انگیز طور پر زندہ ہو گیا	اڑے نے اٹل کمانے شروع کر دیئے

یعنی وہ مردہ تھا اور وہ تعجب سے زندہ ہو گیا اور اژدہا نے خود پہنا شروع کیا مطلب یہ کہ اس کو جو گرمی پہنچی تو وہ ہلنے لگانے لوگوں کو سخت تعجب ہوا کہ اڑے مردہ زندہ ہو گیا یا یوں تعجب ہوا کہ اڑے یہ تو مردہ نہ تھا بلکہ زندہ ہی تھا۔

خلق را از جنبش آن مردہ مار	گشت شاں آں یک تیر صد ہزار
اڑے ہوئے سانپ کی حرکت سے مخلوق کی	ایک حیرانی لاکھوں حیرانیاں بن گئیں

یعنی لوگوں کو اس مردہ سانپ کی جنبش سے ان کا وہ ایک تیر لاکھ حصہ ہو گیا یعنی اول تو صرف اس کے عظیم جسم ہی کی حیرت تھی اب وہ حیرت اور بھی بڑھ گئی۔

با تیر نعرہ ہا انگشتند	جملگان از جنبشش بگریختند
حیرانی سے انہوں نے نعرے لگائے	اس کے ہلنے سے سب ہماگ پڑے

یعنی حیرت کے ساتھ نعرے مار رہے تھے اور سارے کے سارے اس کی جنبش کی وجہ سے بھاگ گئے۔

مے شکست او بند زان بانگ بلند	ہر طرف میرفت چاقا چاق بند
وہ بندش کو بلند آواز سے توڑتا تھا	ہر طرف بندش کی تراخ تراخ (کی آواز) پہنچ رہی تھی

یعنی اس نے اس آواز بلند کی وجہ سے سارے بند توڑ ڈالے اور ہر طرف کو چلتا تھا اس حال میں کہ وہ بند تراخ پڑا ہوتے تھے مطلب یہ کہ تمام رسیوں وغیرہ کو توڑتا اب اس نے ادھر سے ادھر اور ادھر سے ادھر ٹھہلنا شروع کیا اس لئے کہ وہ اس غل سے پریشان ہو گیا اس لئے کہ اثر دھام بھی تو شاید پانچ چھ لاکھ آدمیوں کا تھا اس لئے کہ آگے معلوم ہوگا کہ جب لوگ بھاگے تو بہت سے آدمی کچل کر مر گئے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بے انتہا مجمع ہوگا جب تو یہ نوبت آئی۔

بند ہایکست و بیرون شد ز زیر	اژدہائے زشت غران ہمچو شیر
بندشیں ٹوٹ گئیں وہ نیچے سے نکل آیا	بھیانک اژدہا شیر کی طرح دڑکتا ہوا

یعنی اس نے ان بندوں کو توڑ دیا اور ان کے نیچے سے ایک اژدہائے عظیم شیر کی طرح غراتا ہوا باہر نکلا۔

در ہزیمت بس خلاق کشتہ شد	از فدادہ و کشتگان صد پشتہ شد
پہاکی میں بہت سے لوگ مارے گئے	مرے اور مرے لوگوں کے سینکڑوں ڈھیر لگ گئے

یعنی بھاگنے میں بہت سی مخلوق ماری گئی اور مرے ہوئے اور مرے ہوئے لوگوں کے سوپتے ہو گئے یعنی تمام پستے لگ گئے اس قدر آدمی بھاگنے میں مرے نعوذ باللہ اللہ ایسی بلا سے بچاؤے۔

مارگیر از ترس ہز جا خشک گشت	کہ چہ آورد من از کہسار و دشت
سپیرا خوف سے اپنی جگہ خشک ہو گیا	کہ میں پہاڑ اور جنگل سے کیا لے آیا

یعنی سپیرا تو ڈر کے مارے وہیں سوکھ گیا کہ میں جنگل اور پہاڑ سے یہ کیا لے آیا بے چارہ بہت ہی پچھتا رہا تھا اور اس کی ایسی مثال ہوتی جیسے۔

گرگ را بیدار کرد آن کور میش	رفت نادان سوئے عزرا نیل خویش
اس اندھی بھیڑ نے بھیڑیے کو جگا دیا	بیوقوف اپنے آپ ملک الموت کی طرف چلا گیا

یعنی اس اندھی بھیڑ نے گرگ کو جگا دیا اور نادان اپنی موت کی طرف گیا اس لئے کہ نہ تو اس کو لاتا اور نہ یہ حالت ہوتی اور لوگ تو خیر بھاگ بھی گئے مگر یہ تو اس قابل بھی نہ رہا کہ بھاگ سکے بس وہیں بیٹھا کا بیٹھا ہی رہ گیا۔

اژدہا یک لقمہ کرد آن کج را	سہل باشد خون خوری کج را
اس احمق کو اڑھے نے ایک لقمہ بنا لیا	حجاج کے لئے خون پینا آسان ہوتا ہے

یعنی اژدہا نے اس احمق کا ایک لقمہ کیا اور حجاج کو تو خون خوری آسان ہوتی ہی ہے حجاج سے مراد وہ اژدہا مطلب یہ کہ جس طرح کہ حجاج کو خون خوری آسان تھی اسی طرح اس اژدہا کو بھی اس شخص کو کھالینا آسان تھا اب اس کو نکل تو گیا مگر چونکہ سالم نکلا تھا

اس لئے سب ہڈیاں وغیرہ ویسی ہی اس کے پیٹ میں تھیں تو اس سپیرے کی ہڈیوں کو توڑنے کے لئے اس اثر دہانے یہ حرکت کی کہ۔

خویش را بر استنی پیچید و بست	استخوان خوردہ را در ہم شکست
اس (اڑھے) نے اپنے آپ کو ایک ستون پر لپیٹا اور باندھا	کھائی ہوئی ہڈیوں کو ریزہ ریزہ کر دیا
شہر خالی گشت و اثر دہا براند	سوئے کہ گرد از بیاباں بر شقاند
شہر خالی ہو گیا لہذا اثر دہا روانہ ہوا	پہاڑ کی جانب اس نے جھل کی گرد کو اڑایا

یعنی اپنے آپ کو ایک ستون پر لپیٹا اور باندھا اور اس کھائے ہوئے کی ہڈیوں کو توڑ دیا (الہی توبہ الہی توبہ) یعنی کسی ستون سے لپٹ کر اپنے کو زور سے دبایا تو پیٹ میں اس کی ساری ہڈیاں ٹوٹ گئیں (نعوذ باللہ) آگے مولانا فرماتے ہیں۔

نفست اثر دہا ست او کے مردہ است	از غم بے آلتی افسردہ است
تیرا نفس اڑھا ہے وہ مردہ کہاں ہے	ذرائع نہ ہونے کے غم میں غمخرا ہوا ہے

یعنی تیرا نفس ایک اثر دہا ہے وہ مردہ کب ہے (بلکہ) بے سامانی کی وجہ سے افسردہ ہو رہا ہے۔

گر بیابد آلت فرعون او	کہ بامراو ہی رفت آب جو
اگر وہ فرعون کے ذرائع پائے	جس کے حکم سے دریائے نیل کا پانی چلا تھا

یعنی اگر یہ سامان فرعون پائے کہ اس کے حکم سے ندی کا پانی چلا کرتا تھا

انگہ او بنیاد فرعونے کند	راہ صد موسیٰ و صد ہارون زند
اس وقت وہ فرعون بنیاد بنائے گا	سینکڑوں موسیٰ و ہارون کی راہ زنی کریگا

یعنی اس وقت یہ دعویٰ فرعون کا کرے اور سینکڑوں موسیٰ اور ہارون جیسوں کی راہ مارے مورخین نے لکھا ہے کہ نیل حکم فرعون سے چلا کرتا تھا اور یہ اس کے لئے استدراج تھا تو فرماتے ہیں کہ اگر اس ہمارے نفس کو کہیں ایسی باتیں حاصل ہو جاویں کہ اس کے حکم سے بھی خدا نخواستہ بوجہ استدراج کے (نعوذ باللہ) ایسے کام ہونے لگیں تو یہ حضرت فرعون سے بھی کہیں زیادہ ہو جاویں اور یہ امر بالکل صحیح ہے بس ہمارا تو اسی حالت میں رہنا کہ ہم بالکل عاجز ہوں ٹھیک ہے۔

کرمکست این اثر دہا از دست فقر	پشہ گرد ز مال و جاہ صقر
وہ اڑھا 'انفاس کے ہاتھوں حقیر کیڑا ہے	چرخ جاہ اور مال نہ ہونے سے مجھربن جاتا ہے

یعنی یہ اثر دہا فقر کے ہاتھوں ایک کیڑا ہے (مگر) مال و جاہ کی وجہ سے ایک مجھرب بھی شکر ابن جایا کرتا ہے مطلب یہ کہ مال و جاہ میں پھنس کر خواہ کتنا ہی ضعیف کیوں نہ ہو اس میں قوت شرارت زیادہ ہو جاتی ہے بس اس کا علاج یہ ہے کہ۔

اثر دہا را دار در برف فراق	ہیں مکش او را بخورشید عراق
اڑھے کو محرومی کے برف میں رکھ	خبردار اس کو عراق کے سورج میں نہ لے جا

یعنی اس اثر دہا کو برف فراق (دنیا) ہی میں رکھو اور اس کو خورشید عراق تک مت کھیچو مطلب یہ ہے کہ بس اس کو تو فقر اور ذلت ہی

میں رکھوتا کہ ٹھٹھرا یا پڑا رہے اس کو لذات و تنعمات میں مت لگاؤ کہ پھر یہ حضرت پر پزے نکالیں گے آگے خود فرماتے ہیں کہ۔

تافسردہ مے بود آن اثر دہات	لقمہ اوئی چو او یابد نجات
تا کہ تیرا اژدھا ٹھٹھرا ہوا رہے	جب وہ نجات پا جائے گا تو اس کا لقمہ ہے

یعنی تا کہ وہ تمہارا اثر دہا ٹھٹھرا ہی رہے اور جب وہ نجات پالے گا تو تم اس کے لقمہ ہو گے مطلب یہ کہ اس کو مصائب میں مبتلا رکھو یہی ٹھیک ہے ورنہ اگر اس حالت سے یہ نکل گیا تو بس تم ہی کو لقمہ کریگا۔

مات کن اور او انیمین شوز مات	رحم کم کن نیست اوز اہل صلوات
اس کو ہرا دے اور ہارنے سے مطمئن ہو جا	رحم نہ کر وہ اچھے سلوک کے قابل نہیں ہے

یعنی اس کو مغلوب کر لو اور پھر مغلوبی سے بے خوف رہو اور اس پر رحم مت کرو اس لئے کہ یہ تمہارے صلہ والوں میں سے نہیں ہے یعنی اس قابل نہیں ہے کہ تم اس کے ساتھ صلہ رحمی کرو بلکہ یہ تو بس اسی قابل ہے کہ اس کو مارا جاوے اور اس کا سر کچلا جاوے اور اگر تم نے اس پر رحم کیا تو یہ ہوگا کہ۔

کان تف خورشید شہوت سرزند	آن خفاش مردہ ریگت پرزند
کیونکہ جب شہوت کے سوزج کی گرمی نمودار ہوگی	وہ تیری ناچیز چکاڑ اڑنے لگے گی

یعنی کہ وہ گرمی خورشید شہوت ابھرنے لگی اور وہ تمہارا ذلیل خفاش پر مارے گا مطلب یہ کہ اگر اس پر رحم کرو گے تو پھر یہ ہوگا کہ یہ تم پر غالب ہو کر ہلاکت میں ڈالے گا۔

مے کش اورا در جہاد و در قتال	مردوار اللہ تیجریک الوصال
اس کو جہاد اور قتال میں کھینچ لا	مردانہ وار اللہ تجھے بدلے میں وصال عطا فرما دے گا

یعنی اس کو جہاد اور قتال میں مرد کی طرح کھینچو کہ اللہ تم کو بدلہ وصال دے مطلب یہ کہ حق تعالیٰ تمہیں اپنا وصل نصیب فرماویں تم اس کو خوب مجاہدہ میں رکھو کہ اسی سے اس کی اصلاح ہوگی آگے فرماتے ہیں کہ۔

چوں کہ آن مرد اثر دہارا آورید	در ہوائے گرم خوش شد آن مرید
چونکہ وہ مرد اژدھے کو لایا	گرم ہوا میں وہ سرکش چاق چوبند ہو گیا

یعنی جبکہ وہ مرد اس اثر دہا کو ہوائے گرم میں لایا تو وہ مرد و خوش ہوا۔

لاجرم آن فتنہ ہا کرداے عزیز	بلکہ صد چندان کہ ما کفتم نیز
اے پیارے! لامحالہ اس نے وہ فتنے برپا کر دیئے	بلکہ اس سے سینکڑوں زیادہ جو ہم نے بیان کئے

یعنی آخر کار اس نے اے عزیز یہ فتنے کئے بلکہ سو گونہ اس سے بھی زیادہ جتنے کہ ہم نے کہے ہیں مطلب یہ کہ دیکھو وہ اس کو لایا اور اس کو گرمی میں رکھا تو اس نے لاکھوں کو ہلاک کر دیا تو اگر تم بھی اس نفس کو گرمی مجاہدہ و ریاضت میں نہ رکھو گے تو یہ بھی تمہارے ساتھ سرکشی کریگا لہذا اس کو ہمیشہ مجاہدہ میں رکھو تا کہ یہ درست رہے۔

تو طمع داری کہ اورا بے جفا	بستہ داری در وقار و در وفا
تو امید رکھتا ہے کہ اس کو بغیر سختی کے	وقار اور وفا میں ہاندہ لے گا

یعنی تم یہ چاہتے ہو کہ اس کو بے مشقت کے وقار و وقار میں باندھ کر رکھو یعنی تم یہ چاہتے ہو کہ بلا مجاہدہ و ریاضت کے اس کو اخلاق حمیدہ پر مجبور کریں تو یاد رکھو کہ۔

ہر کسے را این تمنا کے رسد	موسیٰ باید کہ اژدہا کشد
ہر کینے کی یہ تمنا کہاں پوری ہوتی ہے	موسیٰ چاہے جو اژدے کو مارے

یعنی ہر شخص کو یہ تمنا کب حاصل ہوتی ہے کسی موسیٰ کی ضرورت ہے جو کہ اژدہا کو مار ڈالے مطلب یہ کہ ایسا تو بہت کم ہوتا ہے کہ جو بے کسی مشقت کے کامل ہو جاوے۔ یہ شان تو انبیاء علیہم السلام ہی کی ہوتی ہے کہ ان کی تربیت خود حضرت حق بلا واسطہ فرماتے ہیں اور ان کے علاوہ اور کسی کو تو (حلو خوردن راروئے باید) بے مجاہدہ و مشقت کے اس پر غلبہ حاصل ہوا نہیں ہے۔

صد ہزاران خلق ز اژدہا ہائے او	در ہزیمت کشتہ شد اے رائے او
لاکھوں لوگ اس کے اژدے سے	پہاکی میں مارے گئے اس کی رائے کی وجہ سے

یعنی لاکھوں مخلوق اس پیرے کے اژدہا کی وجہ سے بھاگنے میں مر گئی افسوس ہے اس پر۔

وز طمع ہم خویشستن را برباد داد	گفتہ شد واللہ اعلم بالسداد
لاج سے اپنے آپ کو بھی برباد کیا	(قصہ) کہہ دیا گیا اور اللہ تعالیٰ راست روی کو خوب جانتا ہے

یعنی طمع کی وجہ سے اپنے کو بھی برباد کیا (یہ قصہ) کہا گیا واللہ اعلم بالصواب یعنی اس نالائق کے اس اژدہا کو لانے نے لاکھوں آدمیوں کا خون کیا اور خود مراد اور صرف اس طمع میں کہ کچھ پیسے مل جاویں گے بس اب قصہ ختم ہو گیا واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب یہاں جو کہا تھا کہ موسیٰ باید کہ اژدہا کشد یہاں سے اس قصہ موسیٰ علیہ السلام سے جوڑ لگایا ہے لہذا آگے اسی کو بیان بھی فرماتے ہیں کہ۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح: ایک سپیرا پہاڑوں میں اس غرض سے گیا کہ اپنے منتروں کے ذریعہ سے کوئی سانپ پکڑے اتنا فرما کر دوسرے مضمون کی طرف انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ طالب کسی قسم کا ہو خواہ ست رفتار ہو یا تیز رفتار لیکن جب کوشش کرتا رہتا ہے تو مطلوب اس کو مل ہی جاتا ہے۔ جب یہ اصول معلوم ہو گیا تو تم کو چاہئے کہ ہمہ تن اور ہمیشہ حق سبحانہ کی طلب میں سرگرم رہو اس لئے کہ طلب اور جستجو راہ حق کا عمدہ رہبر ہے چنانچہ کوئی صاحب فرماتے ہیں کہ۔ شوق در ہر دل کہ باشد رہبرے در کار نیست۔ تم خواہ لنگڑے ہو یا لنگے کامل ہو یا نقصان عقل کے سبب بے ادب۔ غرض کیسے ہی ہو تم کو اس راہ میں گھٹنوں کے بل چلنا چاہئے۔ اور حق سبحانہ کو ڈھونڈنا چاہئے کبھی گفتار سے کبھی خاموشی سے کبھی تاڑنے سے غرض جس طرح ممکن ہو حق سبحانہ کا پتہ لگانا چاہئے۔ دیکھو یعقوب علیہ السلام نے اپنے صاحبزادوں سے کہا تھا کہ یوسف کی تلاش میں حد سے زیادہ کوشش

کرو اور اس تلاش میں نہایت مستعدی کے ساتھ ہر حس سے کام لو آنکھ سے بھی زبان سے بھی کان سے بھی وغیرہ وغیرہ اور یہ بھی فرمایا تھا کہ دیکھو رحمت خدا سے ناامید نہ ہونا۔

تجھے فضل کرتے نہیں لگتی بار نہ ہو تجھ سے مایوس امید وار

شرح صلیبی

ترجمہ و تشریح: پس تم حضرت یعقوب علیہ السلام کی اس وصیت کو دستاویز بناؤ اور حضرت حق کو یوں ہر طرف ڈھونڈو جس طرح کسی کا لڑکا گم ہو جاتا ہے تو وہ ڈھونڈتا ہے تم حس و ہن یعنی قوت تکلم سے بھی کام لو۔ اور جس شخص پر گمان ہو کہ وہ جانتا ہے اس سے دریافت کرو۔ اور دیدار محبوب حقیقی کے جان و دل سے طالب ہو اور مرثدہ نشان یا بی مطلوب کی امید پر پوچھتے پوچھتے جان دیدار اور مطلوب کے چوراہے پر کھڑے ہو کر خوب کان لگاؤ یعنی جب تمہارے سامنے مختلف راستے ہوں تو انکل پچو ایک طرف کونہ چل دو بلکہ خوب غور کرو جس طرف اس حقیقت کے آثار معلوم ہوں جس سے کہ تم روز ازل سے واقف ہو اس طرف چل دو اب کچھ اتے پتے ہم تم کو بتلاتے ہیں غور سے سنو جس کسی کے اندر کوئی عمدہ بات دیکھو تو سمجھو کہ وہ تم کو اپنے سرچشمہ کی رہنمائی کرتی اور تم کو حق سبحانہ کا پتہ دیتی ہے کیونکہ جملہ کمالات حق سبحانہ ہی کے کمالات کے ظلال و عکوس ہیں اور حق سبحانہ ان کاموں کا یوں ہی سرچشمہ ہے جس طرح کہ ندیوں کا سرچشمہ گہرا سمندر ہوتا ہے پس اس صورت میں تم کو فروغ کو چھوڑ کر اصل کو ملح نظر بنانا چاہئے جب یہ معلوم ہو گیا کہ خوبیاں مطلوب کی طرف رہنمائی کرتی ہیں تو اب سنو کہ برائیاں بھی رہنمائے مطلوب ہیں اس لئے کہ مخلوق میں جس قدر برائیاں ہیں سب کا انجام کوئی نہ کوئی خوبی ہے اور یہ سامان بے سرو سامانی کسی عمدہ حالت کا پیش خیمہ ہے۔ مثلاً مخلوق کے غصے کسی نہ کسی شفقت کے لئے ہوتے ہیں خواہ اس طرح کہ ان سے مقصود ہی نفع رسانی ہو اور خواہ اس طرح کہ ان کی برائی سے شفقت کی خوبی معلوم ہو اور آدمی غصہ کو چھوڑ کر شفقت اختیار کریں اور خواہ یوں کہ مخلوق کا بے جا غصہ رحمت خداوندی کا باعث ہوتا ہے اور اس کے سبب سے مظلوم پر رحمت ہوتی ہے اور خواہ اس لئے کہ آدمی مخلوق کے غصوں سے تنگ ہو کر حق سبحانہ سے دل لگاتا ہے پس ثابت ہوا کہ غصہ کا انجام محبت ہے اور مخلوق کی جفا میں امید و فنا جھلکتی ہے۔ نیز مخلوق کی جتنی لڑائیاں ہیں سب کا انجام صلح ہے خواہ یوں کہ لڑائی ختم ہو کر صلح ہو جاوے اور یا یوں کہ اس سے مطلوب حاصل ہو جائے جو کہ مطلوب کے ساتھ صلح ہے اور یا اس طرح کہ مخلوق کی لڑائیوں سے پریشان ہو کر حق سبحانہ کے ساتھ تعلق پیدا کر لے جو کہ حق سبحانہ کے ساتھ صلح ہے۔ علی ہذا تکلیف کا انجام ہمیشہ راحت ہوتا ہے خواہ تکلیف اٹھانے والے کیلئے

ہو پھر خواہ دنیا میں خواہ آخرت میں اور خواہ دوسروں کے لئے ہو۔ جیسے کہ کفار کی تکلیف مومنین کی راحت کا سبب ہے کہ ان کو اپنے آپ کو اس تکلیف سے محفوظ دیکھ کر خوشی ہوتی ہے یوں ہی ہر گلہ شکر سے منسی ہے کیونکہ گلہ کا منشا تکلیف ہے۔ اور ہر تکلیف موجب راحت ہے اور ہر راحت موجب شکر اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ برائیاں بھلائیوں کے لئے ہوتی ہیں اور یہ پہلے معلوم ہو چکا کہ بھلائیاں حق سبحانہ کی طرف رہنمائی کرتی ہیں۔ اس مقدمہ کو اس کے ساتھ ملانے سے نتیجہ نکلا کہ برائیاں بھی موصل الی الحق ہیں پس تم کو فروغ سے اصل کا اور ایک ضد سے دوسری ضد کا پتہ لگانا چاہئے کیونکہ ہم بتلا چکے ہیں کہ برائیوں کا انجام بھلائی ہے اگر اب بھی اس میں کچھ شبہ باقی ہو کہ برائی کا انجام بھلائی کیونکر ہو سکتا ہے اور ایک ضد منقلب الی الضد الآخر کیوں ہو سکتی ہے تو سمجھو کہ

موسیٰ علیہ السلام کی لاشی جمادھی یا نہیں اور اژدہا حیوان ہوتا ہے یا نہیں اور جمادیت و حیوانیت میں تضاد ہے یا نہیں اور موسیٰ علیہ السلام کی لاشی اژدہا بن گئی تھی یا نہیں ان تمام سوالات کا جواب یہ ہے کہ بے شک پھر جبکہ موسیٰ علیہ السلام کی لاشی اژدہا بن گئی تھی تو اور تمام کو بھی اسی پر قیاس کر لو اور سمجھ لو کہ اور اشیاء بھی اپنی ضد کی طرف منقلب ہو سکتی ہیں اور جنگوں سے کسی پیدا ہو سکتی ہیں وغیرہ وغیرہ اسی اصول پر سپیرے نے تماشہ کے لئے سانپ پکڑا تھا اور خوشی کے لئے اپنے کو خطرہ میں ڈالا تھا اور کچھ اسی سپیرے کی تخصیص نہیں بلکہ ہر آدمی تماشہ کے لئے سانپ پکڑتا ہے اور بے غمی کی امید پر غم کھاتا ہے خیر یہ تو ضمنی مضمون تھا اب اصل حکایت سنو وہ سپیرا برفباری کے زمانہ میں پہاڑوں کے اندر ایک عجیب سانپ تلاش کر رہا تھا ایک ایک اس نے دیکھا کہ ایک بڑا اژدہا جس کی صورت کے دیکھنے سے اس کو سخت دہشت معلوم ہوئی مردہ پڑا ہوا ہے وہ تو اس سخت جاڑے میں سانپ ہی تلاش کر رہا تھا لیکن اس کو اس کی خواہش سے بڑھ کر اس کے زعم میں مردہ اژدہا مل گیا جس سے اس کو بے حد خوشی ہوئی اب تم غور کرو کہ مخلوق بھی کس قدر نادان ہے کہ سپیرا آدمی ہو کر مخلوق کو متعجب کرنے کیلئے سانپ پکڑتا ہے اور مخلوق باوجود آدمی ہونے کے اس سے حیران اور متعجب ہوتی ہے غضب کی بات ہے کہ جو پہاڑ کی مثل اپنے اندر ہزاروں سانپ و دیگر عجائبات رکھتا ہے پھر وہ کیسے ان معمولی چیزوں پر فریفتہ ہو جاتا ہے اور پہاڑ جو سانپوں کا معدن ہے وہ ایک سانپ سے کیسے دنگ ہو جاتا ہے۔ افسوس کہ آدمی نے اپنی حقیقت کو نہیں پہچانا اور اوج ترقی سے حسیض تنزل میں گر گیا اس نے اپنے کو ان خرافات میں پھنسا کر خراب کر لیا اور اپنے کو بہت تھوڑی قیمت میں بیچ ڈالا۔ اور اطلس ہو کر گدڑی کا پیوند بن گیا پہاڑ کے لاکھوں سانپ تو خود اس کی جامعیت اور اس کی عجائب و غرائب سے حیران ہیں پھر وہ سانپ سے کیوں متعجب ہوتا ہے اور کیوں ان کو دوست رکھتا ہے خیر اس نے اژدھے کو لے لیا اور لوگوں کو متعجب کرنے کیلئے بغداد کی طرف چل دیا اژدہا جو کہ مکان کے ستون کی طرح موٹا تازہ تھا وہ اس کو کچھ داموں کی خاطر کھینچے لئے جاتا تھا وہ خیال کرتا تھا کہ میں اسے لوگوں کو دکھاؤں گا اور کہوں گا کہ میں ایک مردہ اژدہا لایا ہوں اور میں نے اس کے شکار کرنے میں بہت خون جگر کھایا ہے وہ اس کو مردہ سمجھتا تھا لیکن واقع میں وہ زندہ تھا اور اس نے غور سے اسے نہ دیکھا تھا سردی اور برف میں ٹھنڈا ہوا اور زندہ تھا مگر صورتہ مردہ تھا یوں ہی تم کو سمجھنا چاہئے کہ عالم بھی ٹھنڈا ہوا ہے اور اسی واسطے اس کا نام جماد ہے کیونکہ جامد ٹھنڈے ہوئے ہی کو کہتے ہیں تم اس کو مردہ سمجھتے ہو مگر ذرا دم لو اور خورشید محشر کو طلوع ہونے دو پھر جسم عالم کی حس و حرکت دیکھنا اس وقت تم کو یقین ہوگا کہ فی الحقیقت یہ مردہ نہ تھا بلکہ ٹھنڈا ہوا تھا اگرچہ کچھ بھی عقل ہو تو اجسام ساکنہ کی حیات اب بھی معلوم ہو سکتی ہے موسیٰ علیہ السلام کی لاشی جمادھی مگر وہ سانپ اور حس و حرکت کرنے والی بن گئی اس واقعہ نے دیگر اجسام ساکنہ کی حالت بھی بتلا دی کہ وہ فی الحقیقت مردہ نہیں ہیں بلکہ وہ زندہ ہیں اور اپنی حس و حرکت ظاہر کرنے کے لئے امر خداوندی کے منتظر ہیں جس وقت ان کو حکم ہو جاتا ہے وہ اپنی حس و حرکت خفیہ کو ظاہر کر دیتے ہیں اور خود اپنی ہی حالت کو نہ دیکھ لو کہ تم ایک مشت خاک تھے اور اب زندہ ہو گئے اس سے معلوم ہوا کہ خاک میں صلاحیت حس و حرکت و حیات ہے جب اس میں صلاحیت ہے اور یہ مشاہد ہے تو پھر اس کے حیات میں استبعاد کیوں جب حیات ارض مستبعد نہیں تو بقیہ اجزاء عالم کو بھی اسی پر قیاس کر لو اور سمجھ لو کہ ان کی حیات بھی مستبعد نہیں اور جبکہ ان کی حیات مستبعد نہیں اور نصوص و مکاشفات اہل اللہ اس کو ثابت کرتے ہیں تو انکار کی کون وجہ ہے پس ثابت ہوا کہ وہ تمہاری طرف سے مردہ ہیں اور حق سبحانہ کی طرف سے زندہ اور تمہاری طرف سے خاموش ہیں اور حق سبحانہ کی طرف سے گویا۔ اور جبکہ وہ ان کو ہماری طرف پہنچتا ہے یعنی ان کو اظہار حس و حرکت کا حکم دیتا ہے تو ان کی حرکت و حس ظاہر ہو جاتی ہے اور لاشی اژدہا بن

جاتی ہے پہاڑ حضرت داؤد علیہ السلام کی طرح خوش آواز بن جاتے ہیں لوہا اپنے اندر معرفت رکھتا ہے کہ وہ حضرت داؤد علیہ السلام کے ہاتھ کو پہچانتا ہے کہ اس کے اندر موم بن جاتا ہے اور دوسرے ہاتھوں میں اپنی حالت پر رہتا ہے۔ ہوا امر سلیمانی کو پہچانتی ہے کہ ان کو بار برداری کا کام دیتی ہے اور دوسروں کو نہیں دیتی جرموسے علیہ السلام کی بات کو پہچانتا ہے کہ ان کے لئے دو ٹکڑے ہو جاتا ہے اور دوسروں کے لئے نہیں ہوتا چاند جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اشارہ کو سمجھتا ہے کہ دو ٹکڑے ہو جاتا ہے اور دوسروں کے لئے نہیں ہوتا آگ ابراہیم علیہ السلام کو پہچانتی ہے کہ گلزار ہو جاتی ہے اور دوسروں کے لئے نہیں ہوتی زمین موسے اور قارون کو پہچانتی ہے کہ ان کے حکم سے اس کو سانپ کی طرح نکل جاتی ہے اسن حنانہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچانتا ہے کہ وہ ایک مناسب کام کرتا ہے کہ آپ کے فراق میں روتا اور آپ کی تسکین سے خاموش ہو جاتا ہے پھر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچانتا ہے کہ ان کو سلام کرتا ہے پہاڑ یحییٰ علیہ السلام کو پہچانتا ہے کہ ان کو پیام پہنچاتا ہے اور کہتا ہے کہ آپ میرے اوپر تشریف لائے یہاں کفار آپ کو تکلیف نہ پہنچاسکیں گے غرض تمام اجزاء عالم حس و حرکت رکھتے ہیں اور رات دن تم سے کہتے ہیں کہ ہم سنتے بھی ہیں اور دیکھتے بھی ہیں اور ہم بہت خوش ہیں لیکن تم نامحرم ہو اس لئے تمہارے سامنے خاموش ہیں واقعی بات بھی ہے کہ جب تم اپنی حرکات ناشائستہ سے جماد بنے جا رہے ہو اور اپنی قوی مدد کہ کو معاصی سے روز بروز خراب کر رہے ہو تو تم ارواح جمادات کے محرم راز کیونکر ہو سکتے ہو اگر تم کو ان کی حیات پر مطلع ہونے کی ضرورت ہے تو عالم جان کی طرف چلو اور اپنے قوی مدد کہ باطنہ کو امراض سے پاک کرو پھر اجزائے عالم کا شور سنو اس وقت تم کو جمادات کی تسبیح صاف طور پر معلوم ہوگی اور ان کی تسبیح کے بارہ میں جو تم تاویل میں کرتے ہو ان کا وسوسہ بھی تم کو نہ ہوگا چونکہ تم اپنی جان کے اندر نور حق سبحانہ نہیں رکھتے اس لئے معرفت جمادات کے لئے تم تاویل میں کرتے ہو اور کہتے ہو کہ معرفت جمادات کا دعویٰ ایک شرمناک خیال ہے بلکہ وہ آلہ معرفت حق سبحانہ ہیں اس لئے معرفت عارف کو ان کی طرف مجازاً منسوب کر دیا گیا ہے کیونکہ ان کی تسبیح سے تسبیح ظاہری مقصود نہیں ان کی معرفت کا دعویٰ تو خیال باطل اور کھلی گمراہی ہے بلکہ بات یہ ہے کہ دیکھنے والوں کا دیکھنا عبرت کے وقت تسبیح خواں بناتا ہے پس چونکہ وہ تم کو تسبیح یاد دلاتے ہیں اس لئے ان کی دلالت مثل گویائی کے سمجھی جاتی ہے اس لئے تسبیح کو ان کی تسبیح کہا جاتا ہے یہ تاویل ہے معتزلہ کی جو منی ہے اس پر کہ وہ صرف قال رکھتے ہیں اور نور حال نہیں رکھتے اور جو شخص اپنے اندر نور حال نہیں رکھتا اس کی حالت نہایت قابل افسوس ہے کہ وہ جہل مرکب میں گرفتار رہتا ہے اور اس کا منشا حواس جسمانیہ میں مشغول رہتا ہے جب تک آدمی حواس جسمانیہ کی مشغولی کو چھوڑ کر حواس باطنیہ کی اصلاح نہیں کرتا اس وقت تک صورت غیبیہ سے ناواقف رہتا ہے یہ گفتگو تو ختم بھی نہ ہوگی اس کو چھوڑو اور قصہ سنو وہ سپیرا اس ستون کے ستون اژدھے کو بڑی مصیبت سے کھینچتا ہوا بغداد تک لایا اور چاہا کہ کسی چور اسے میں تماشہ کرے بالآخر لب دریا اس نے تماشہ کیا اور سارے شہر میں شور مچ گیا کہ ایک سپیرا اژدھا لایا ہے اور نہایت حیرت انگیز اور عجیب شکار کیا ہے یہ سن کر سینکڑوں احمق جمع ہو گئے اور اپنی حماقت سے ہر ایک اس کا شکار ہو گیا اور ہر وہ لوگ منتظر تھے کہ جلدی تماشہ دکھلائے ادھر وہ منتظر تھا کہ لوگ خوب اچھی طرح جمع ہو جائیں اور تماشائی لوگ اور زیادہ ہو جائیں کہ بھیک اور چندہ زیادہ ہو غرض کہ لاکھوں بے ہودہ لوگ جمع ہو گئے اور سب اس کے گرد حلقہ کئے ہوئے تھے لوگوں کی کثرت سے یہ حالت ہو گئی تھی کہ پاؤں پر پاؤں رکھا ہوا تھا سب کے سب اس کو یوں گھیرے ہوئے تھے جیسے انگور کی بلیں انگور کی ٹٹی کو یا جس طرح بت پرست بت خانہ۔ کثرت کے سبب مرد و عورت میں تمیز نہ تھی اور خاص و عام یوں ملے جلے جا رہے تھے جیسے قیامت میں جب وہ ڈگڈگی بجاتا تھا تو لوگ ہاؤ ہو سے اپنے گلے

پھاڑ رہے تھے اور اژدھا جو کہ کڑا کے کے جاڑے سے ٹھٹھا ہوا تھا وہ سینکڑوں ٹاٹ اور پردوں میں دبا ہوا تھا اس نے مزید احتیاط یہ کی تھی کہ اس کو بڑے موٹے رسوں میں جکڑ رکھا تھا لوگوں کے توقف اور ان کے اتفاق و انتظار اور ہائے ہو اور بے حد چیخ و پکار اور مخلوق کے غلو اور توقف اور مجمع کے شان و شوکت میں آفتاب خوب گرم ہو گیا اور آفتاب گرم رفتار نے اژدھے کو خوب گرم کر دیا اور اس کے اعضاء سے سرد خلطیں پکھل گئیں تعجب کی بات ہے کہ وہ مردہ اژدھا اب زندہ ہو گیا اور اس نے حرکت شروع کی لوگ اس مرے ہوئے اژدھے کی حرکت سے نہایت متحیر ہوئے اور حیرت سے چلانا شروع کیا کہ ارے یہ تو زندہ ہو گیا ارے یہ تو زندہ ہو گیا۔ ارے یہ تو زندہ ہو گیا اور اس کی حرکت کو دیکھ کر سب بھاگ گئے وہ اژدھا اس شور سے گھبرا کر رسوں کو یوں توڑتا تھا وہ تڑاق تڑاق ٹوٹ کر ہر طرف جا رہے تھے غرض کہ سب رسوں سے ٹوٹ گئے اور اس کے نیچے سے دو خبیث اژدھا شیر کی طرح غراتا ہوا نکلا بھاگنے میں بہت سے لوگ مر گئے اور گرنے والوں کے تودے لگ گئے مارے خوف کے سپیرا بھی وہیں سوکھ کر رہ گیا اور خیال کیا کہ میں پہاڑوں اور جنگلوں سے کیا بلا اٹھالایا دیکھو اس اندھی بھیڑ (سپیرے) نے بڑے (اژدھے) کو جگایا اور خود اپنی حماقت سے ملک الموت کے نیچے میں پھنسنے کیونکہ اس نے اس سپیرے کو نگل لیا اور یہ کچھ بعید نہیں کیونکہ وہ تو حجاج بن یوسف کی طرح خونخوار تھا اور حجاج کے لئے خونخواری کو نسا مشکل کام ہے جب وہ اس کو نگل چکا تو ایک ستون سے لپٹا اور زور کیا حتیٰ کہ اس کے پیٹ کے اندر اس سپیرے کی ہڈیاں پسلیاں سب چور چور ہو گئیں اس کے خوف سے شہر خالی ہو گیا اور وہ جنگل کی گرداڑا ہوا پہاڑوں کی طرف چل دیا اب تم اس قصہ سے عبرت پکڑو اور سمجھو کہ نفس ایک اژدھا ہے جو ہنوز مرا نہیں بلکہ اپنی خواہشات کے پورا کرنے کا سامان نہ ہونے کے غم میں ٹھٹھا ہوا ہے اگر اس کو بھی فرعون کا سامان مل جاوے جس کے حکم سے رود نیل چلتا تھا تب وہ بھی فرعونیت کی عمارت قائم کرے اور سینکڑوں موسیٰ و ہارون جیسے اہل اللہ کی رہزنی پر مستعد ہو جاوے اب جو وہ ایک معمولی کیرا ہے اور اس کی وجہ اس کی محتاجی ہے اگر اس کو جاہ و مال مل جاوے تو وہ ہی فرعون بن جاوے اس لئے کہ جاہ و مال کے بدولت ایک مچھر سا کمزور شخص چرغ کی طرح قوی ہو سکتا ہے لہذا تم کو چاہئے کہ تم اس اژدھائے نفس کو مفارقت خواہشات کی برف میں رکھو اور ہرگز اس کو اس کی خواہشات پورا کر کے گرمی نہ پہنچاؤ تا کہ وہ اژدھا ٹھٹھا ہی رہے کیونکہ اگر وہ بچ گیا تو تمہیں کھا ہی جاوے گا پس اے شکست دیکر اپنی شکست سے بے خوف ہو جاؤ اور اس پر رحم نہ کرو اس لئے کہ وہ کسی ہمدردی کا مستحق نہیں کیونکہ جب تم اس کی ہمدردی کرو گے تو خواہشات نفسانی کی آفتاب کی گرمی ظاہر ہوگی اور اس کے سبب ذلیل نفس جو نور حق سبحانہ کی تاب نہ لانے کے سبب مثل خفاش ہے پر پرزے جھاڑ کر تیار ہو گا تم کو چاہئے کہ مردوں کی طرح کہ اس کو مجاہدہ اور جنگ کے میدان میں کھینچ لاؤ اللہ جل شانہ ان مشقتوں کے عوض تم کو دولت و صل سے کامیاب کریں گے دیکھو جب دو اژدھا کو کھینچ لایا تھا تو گرم ہوا میں وہ چاق و چوبند ہو گیا تھا اور اس نے چاق و چوبند ہو کر وہ فتنے برپا کئے جو تم سن چکے ہو بلکہ جس قدر ہم نے بیان کیا ہے اس سے سو گونہ زائد یوں ہی اگر تمہارا نفس چاق و چوبند ہو گیا تو وہ فتنے برپا کریں گے لہذا تم کو ضرور مجاہدات اور اس کے ساتھ جنگ کرنی چاہئے اور تکالیف سے نہ ڈرنا چاہئے تم یہ جانتے ہو کہ بلا مشقت و محنت اس کو پابند و قار و وفاد دیکھو لیکن ہر شخص کی یہ تمنا پوری نہیں ہوتی اژدھے کو کھینچنے اور اس کو بلا مشقت منقاد کرنے کے لئے موسیٰ جیسے لوگوں کی ضرورت ہے انہوں نے اژدھے کو یوں مسخر کیا تھا کہ خود اس کے ضرر سے محفوظ رہے اور اس کو دشمنوں کی ہلاکی کا ذریعہ بنایا سو ہر شخص ایسا کہاں ہو سکتا ہے تم اس سپیرے سے عبرت پکڑو کہ اس کجخت کے اژدھے نے کتنے لوگوں کو بھاگتے میں مار ڈالا اور طمع سے اپنے کو بھی برباد کیا بس نفس بھی زندہ ہو کر یہ ہی حالت کریگا ختم شد واللہ اعلم بالصحة القصة والاستنباطات۔

شرح شبیری

موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ فرعون کے سوالوں اور جوابوں اور دھمکیوں کا بیان

گفت فرعونش چرا تو اے کلیم	خلق را کشتی و افگندی ز بیم
فرعون نے ان (موسیٰ) سے کہا اے کلیم (اللہ) تو نے کیوں	ڈر سے لوگوں کو مار ڈالا اور گرا دیا؟

یعنی فرعون نے ان سے کہا کہ اے کلیم تم نے کیوں مخلوق کو قتل کرایا اور خوف میں ڈال دیا مطلب یہ کہ سب اچھی طرح سے ایک دین پر تھے تم نے ایک نیاندہب نکال کر لوگوں میں تفریق کردی اور مخالفت بڑھادی اس سے تم کو کیا ملا۔

در تردد از تو افتادند خلق	در ہزیمت کشتہ شد مردم ز زلق
تیری وجہ سے لوگ تردد میں مبتلا ہو گئے	الٹے بھاگنے میں پھلنے کی وجہ سے لوگ مارے گئے

یعنی تمہاری وجہ سے مخلوق تردد میں پڑ گئی ہے اور بھاگنے میں لوگ لغزش کی وجہ سے مر گئے مطلب یہ کہ جب تمہارے اثر دھما سے لوگ ڈر کر بھاگے تو اس میں بہت سے بھاگنے میں مر گئے تو اس سے تم کو کیا فائدہ ہے بلکہ اس کا یہ نتیجہ ہوا کہ۔

لاجرم ہر کس ترا دشمن گرفت	کیس تو در سینہ مرد و زن گرفت
لا محالہ ہر شخص کو تجھ سے دشمنی ہو گئی	مردوں اور عورتوں کے سینہ میں تیری طرف سے کینہ پیدا ہو گیا

یعنی آخر کار لوگوں نے تم کو دشمن اختیار کر لیا اور تمہارا کینہ مرد و عورت سب نے اپنے سینہ میں لے لیا مطلب یہ کہ اب سب تمہارے دشمن ہو گئے اور تم نے جو چاہا تھا کہ سب میرے تابع فرماں ہوں اور میری مانیں یہ مقصود تمہارا حاصل نہیں ہوا بلکہ اور لوگ تم سے متنفر ہو گئے۔

خلق را مے خواندنی و برعکس شد	از خلافت مرد ماں را نیست بد
تو لوگوں کو بلاتا تھا (معاملہ) برعکس ہو گیا	لوگوں کے لئے تیرے خلاف کرنے کے علاوہ چارہ نہیں ہے

یعنی تو نے لوگوں کو بلایا تو وہ برعکس ہو گیا اور اب تیرے خلاف کرنے سے علاوہ مرد و عورت کو اور کوئی علاج نہیں ہے مطلب یہ کہ اب تو بجز اس کے کہ سب تمہاری مخالفت کریں اور کیا کر سکتے ہیں۔

من ہم از شرت اگر پس مے خرم	در مکافات تو دیگے مے پزم
میں بھی اگر تیرے شر سے پیچھے ہٹ گیا ہوں	تجھ سے بدلہ لینے کے لئے دیگ پکا رہا ہوں

یعنی میں بھی اگر تیرے شر سے پیچھے ہٹ جاتا ہوں تو تیری مکافات میں ایک دیگ پکا رہا ہوں مطلب یہ کہ اگرچہ میں بھی بولتا نہیں ہوں اور تجھے کچھ کہتا نہیں ہوں مگر یاد رہے کہ میں یہی تدابیر سے غافل نہیں ہوں برابر تم سے بدلہ لینے کی تدابیر کر رہا ہوں۔

دل ازیں برکن کہ بفریبے مرا	یا بجزنے پس روے گرد ترا
یہ دل سے نکال دے کہ تو مجھے فریب دے سکتا ہے	یا سایہ کے علاوہ تیرا کوئی پردکار ہوگا

یعنی اس سے دل ہٹالے کہ تو مجھے فریب دے دے گا سوائے (تیرے) سایہ کے اور کوئی تیرا پس رو ہوگا مطلب یہ کہ اس نے کہا کہ اس سے بے فکر ہو کہ میں تمہارے دھوکے میں نہ آؤں گا اور تمہارا سایہ تو تمہارے ساتھ رہے گا اور وہ تو تمہارا تابع ہوگا مگر یاد رکھو کہ اور کوئی تمہارا اتباع نہ کرے گا بلکہ سب میرے ہی معتقد رہیں گے۔

تو بدان غرامشو کیس ساختے	در دل خلقان ہر اس انداختے
تو اس پر گھمنڈ نہ کر بیکہ تو نے یہ کیا ہے	لوگوں کے دلوں میں خوف پیدا کر دیا ہے

یعنی تو نے جو کچھ بنایا ہے اس پر مغرور مت ہو کہ تو نے مخلوق کے دل میں خوف ڈال دیا ہے مطلب یہ کہ تم نے جو یہ سانپ بنا کر لوگوں کو ڈرا دیا ہے تو اس پر مغرور مت ہونا کہ اس خوف سے تم سب کو اپنا کر لو گے اس لئے کہ۔

صد چین آری وہم رسوا شوی	خوار گردی ضحکہ و غوغا شوی
اس جیسے سنگڑوں (بجزے) تو لائے گا پھر بھی رسوا ہوگا	ذلیل ہو گا عوام کے لئے مسخکہ بنے گا

یعنی اگر ایسے سو بھی لاویگا تب بھی رسوا ہوگا اور خوار ہوگا اور (لوگوں کے لئے ایک) مسخرہ پن اور غوغا ہو جاوے گا مطلب یہ کہ بجز اس کے کہ لوگ تمسخر کریں گے اور کچھ حاصل نہ ہوگا۔

ہچو تو سالوس بسیاران بدند	عاقبت در مصر مار سوا شدند
تجھ جیسے مکار بہت سے مکار تھے	انجام کار ہمارے مصر میں رسوا ہوئے ہیں

یعنی تجھ جیسے مکار بہت ہوئے ہیں اور آخر کار ہمارے شہر میں رسوا ہوئے ہیں تو اس کا مقصد اس کہنے سے یہ تھا کہ موسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام بد دل اور خائف ہو کر یہ کام ترک فرما دیں مگر وہ کب دبنے والے تھے ان کا جواب سنئے۔

موسیٰ علیہ السلام کا اس تہدید کے متعلق جو کہ فرعون ان کو کر رہا تھا جواب

گفت با امرہم اشراک نیست	گر بریزد خونم امرش باک نیست
(حضرت موسیٰ نے) فرمایا اللہ کے مقابلہ میں میری شرکت نہیں ہے	اگر اس کا حکم میرا خون بہائے تو کوئی مضائقہ نہیں ہے

یعنی ارشاد فرمایا کہ حکم حق کے ساتھ مجھے شکر کرنا نہیں ہے اور اگر اس کا حکم میرا خون بھی گرا دے تو مجھے کوئی خوف نہیں ہے مطلب یہ ہے کہ اس کے حکم کے آگے مصلحت سوچنا اور یہ دیکھنا کہ اس طرح لوگ دشمن ہوتے ہیں اور اس طرح دوست یہ شرک ہے۔ اس کے حکم کے آگے مصلحت کیسی بس جو حکم ہے اس کو پورا کرتے ہیں اب اگر اس میں ہماری جان بھی جاتی رہے تو کچھ حرج نہیں ان کا تو وہ مذہب تھا کہ۔

مصلحت دیدن آنست کہ یاران ہمہ کار بگذارند و خم طرہ یارے گیرند
کیسی مصلحت بنی اور کیسی عاقبت اندیشی بس حکم ہے کہ تبلیغ کرو کرتے ہیں اس میں خواہ کوئی دشمن ہو تو کیا اور دوست ہو تو کیا اور فرمایا کہ۔

راضیم من شاکرم من اے حریف	اس طرف رسوا و پیش حق شریف
---------------------------	---------------------------

اے دشمن! میں راضی ہوں میں شکر گزار ہوں	کہ اس طرف رسوا ہوں اور اللہ کے سامنے باعزت ہوں
--	--

یعنی اے مقابل میں اس پر راضی اور شاکر ہوں کہ اس طرف تو رسوا ہوں۔ اور حق تعالیٰ کے سامنے معزز ہوں یعنی دنیا کی رسوائی اور وہاں کی عزت ہو تو اس پر مجھے کوئی خوف نہیں ہے میں راضی ہوں۔

پیش خلقان خوار و زار و ریشخند	پیش حق مطلوب و محبوب و پسند
-------------------------------	-----------------------------

مخلوق کے سامنے رسوا ذلیل اور لائق مہکمہ (بنوں)	(لیکن) اللہ (تعالیٰ) کے سامنے مطلوب اور محبوب اور پسندیدہ بنوں
--	--

یعنی مخلوق کے آگے تو خوار و ذلیل اور مسخرہ ہوں اور حق تعالیٰ کے سامنے محبوب اور مطلوب اور پسندیدہ ہوں (یہ مجھے قبول ہے اور میں اس پر راضی ہوں) یہ فرما کر فرماتے ہیں کہ۔

از سخن میگویم این ورنہ خدا	از سیہ رویاں کند فردا ترا
----------------------------	---------------------------

یہ بات میں کہنے کو کہتا ہوں ورنہ اللہ تعالیٰ	تجھے کل کو سیاہ رو کرے گا
--	---------------------------

یعنی میں یہ بات کہتا ہوں ورنہ خدا تعالیٰ کل کو تجھے ہی سیہ رویوں سے کریگا مطلب یہ کہ میں جو کہہ رہا ہوں کہ میری جان بھی جاتی رہے تب بھی پرواہ نہیں ہے یہ صرف ایک بات کے طور پر اور بطور فرض کے کہہ رہا ہوں ورنہ اصل تو یہ ہے کہ انشاء اللہ حق تعالیٰ تجھے کو مغلوب اور سیہ رو بنا دے گا اس لئے کہ۔

عزت آن اوست و آن بندگالش	ز آدم و ابلیس برے خوان نشانش
--------------------------	------------------------------

عزت اس کی ملکیت ہے اور اس کے غلاموں کی ملکیت ہے	(حضرت) آدم اور ابلیس سے اس کی علامت کا مطالعہ کر لے
---	---

یعنی عزت ملک حق اور اس کے بندوں کی ہے آدم اور ابلیس سے نشان پڑھ لو۔ مطلب یہ کہ ان العزة لله ولرسوله وللمومنین تو جب عزت حق تعالیٰ ہی کی ہے اور اس کے بندوں کی تو پھر میں بھی معزز اور منصور رہوں گا اور دیکھو آدم اور ابلیس کے قصہ کو پڑھ لو کہ دیکھو عزت کس کو حاصل ہوئی بس اسی سے قیاس کر لو اور فرماتے ہیں کہ۔

شرح حق پایاں ندارد ہچو حق	ہیں دہان بر بند و برگردان ورق
---------------------------	-------------------------------

اللہ کی طرح اللہ کی تشریح کی انتہا نہیں ہے	خبردار! منہ بند کر لے اور ورق پلٹ دے
--	--------------------------------------

یعنی حق تعالیٰ کی طرح ان کی (صفات کی) شرح بھی انتہا نہیں رکھتی تو ہاں ذرا منہ کو بند کر اور ورق لوٹ ورق گردانیدن حالت دگرگون کردن۔ مطلب یہ کہ فرمایا کہ حق تعالیٰ جس طرح غیر متناہی ہیں اسی طرح ان کی صفات بھی غیر متناہی ہیں تو ان کو تو کوئی بیان نہیں کر سکتا لہذا اس سے بہتر ہے کہ چپ ہو اور اس حالت سے بدل دوسری حالت پیدا کرو یعنی اس قصہ کو بیان کرو آگے جواب فرعون کے نقل فرماتے ہیں کہ۔

شرح صلیبی

ترجمہ و تشریح: اب سنو اثر دہا موسیٰ علیہ السلام کا کیونکر مطیع تھا اور دشمنوں کے لئے کس طرح خطرناک تھا ایک مرتبہ فرعون نے کہا کہ اے موسیٰ تو نے مخلوق کو اپنے اثر دہے سے مار ڈالا اور ان کو ہراساں کر دیا تجھ سے اور تیرے اثر دہے سے

ڈر کر لوگ بھاگنے لگے اور بھاگنے میں پھسل کر گرنے کے سبب بہت سے لوگ مر گئے اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ لوگ تیرے دشمن ہو گئے اور تیری عداوت عورتوں اور مردوں کے سینہ میں بیٹھ گئی تو مخلوق کو اپنی اطاعت کی طرف بلاتا تھا مگر نتیجہ الٹا ہوا اور لوگ تیری مخالفت کے لئے مجبور ہو گئے میں اگر تیرے شر سے پیچھے ہٹتا ہوں تو اس سے تجھ کو یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ میں مرعوب ہو گیا اور تیرا مطیع ہو جاؤں گا بلکہ تیری سزا کا سامان مہیا کر رہا ہوں تو اس خیال کو دل سے دور رکھنا کہ تو مجھے دھوکا دے لے گا یا میں تیری باتوں میں آ کر تیرا مطیع ہو جاؤں گا ناممکن ہے کہ ایسا ہو تو اس ڈھونگ پر مغرور نہ ہونا جو تو نے بنایا ہے اور لاٹھی کو سانپ بنا کر مخلوق کو مرعوب اور خوف زدہ کر دیا ہے تو ایسے ایسے سو کام کریگا اور ہر کام میں ذلیل ہوگا رسوا ہوگا۔ دنیا تجھ پر ہنسے گی۔ تجھ سے مکار بہت سے آئے اور بلا آخر ہمارے شہر میں ذلیل ہوئے انہوں نے جواب دیا کہ میں امر میں خدا کا شریک نہیں ہوں کہ اس کے حکم کے مقابلہ میں کوئی ذاتی رائے رکھتا ہوں بلکہ میں تو محکوم محض ہوں لہذا اگر وہ اپنے حکم سے مجھے مار بھی ڈالے تو بھی مجھے کچھ اندیشہ نہیں میں اس کے ہر حکم پر دل سے راضی اور ہر حالت میں اس کا شکر بجالانے والا ہوں۔ اور گودنیادی لحاظ سے ذلیل ہوں لیکن خدا کے نزدیک بڑی عزت اور شرف رکھتا ہوں اور گودنیادی کی نظروں میں ذلیل۔ محقر اور قابل مضحکہ ہوں لیکن حق سبحانہ کا محبوب اور اس کا مطلوب اور پسندیدہ ہوں یہ اپنی ذلت و خواری دنیاوی کا اقرار بھی ایک بات کے طور پر اور علی سبیل التذلل ہے ورنہ میں دعویٰ کرتا ہوں کہ کل تو روسیاء اور ذلیل ہوگا اور میں معزز و موثر اس لئے کہ عزت خدا اور اس کے بندگان خاص ہی کے لئے ہے چنانچہ ان العزة لله ولرسوله وللمومنین باور نہ ہو تو آدم و ابلیس کے قصہ میں اس کا نشان دیکھ لو کہ آدم کے مقابلہ میں شیطان کی سا ذلیل ہوا خیر اسماء و صفات حق کی تفصیل تو یوں ہی غیر متناہی ہے جیسے کہ خود ذات حق سبحانہ غیر محدود ہے لہذا خاموش رہنا چاہئے اور اصل قصہ کی طرف متوجہ ہونا چاہئے۔

شرح شبیری

فرعون کا موسیٰ علیہ السلام کو جواب دینا اور ان سے چالیس روز کی مہلت مانگنا

گفت فرعونش ورق در حکم ماست	دفتہر و دیوان و حکم این دم مراست
فرعون نے ان (موسیٰ) سے کہا کاغذ میرے حکم میں ہے	دفتہر اور پکھری اور حکم اس وقت میرا ہے

یعنی فرعون نے ان سے کہا کہ ورق (دفاتر) ہمارے ہاتھ میں ہیں اور رجسٹر اور پکھریاں اور حکم سب اس دم میرے ہیں۔

مر مرا بخریده اند اہل جہان	از ہمہ عاقل تری تو اے فلان
مجھے دنیا والوں نے منتخب کیا ہے	اے فلان! کیا تو سب سے زیادہ عقلمند ہے

یعنی سارے اہل جہان نے مجھے خرید رکھا ہے تو اے فلان سب سے زیادہ عقلمند ہے مطلب یہ کہ سارے تو مجھے مانتے ہیں آپ بڑے عقلمند نکل کر آئے ہیں کہ میری حکومت کا انکار کرتے ہیں کہ یاد رکھو کہ سارے اختیارات مجھ کو حاصل ہیں ابھی کا پاپٹ کرادوں گا اور بولا کہ۔

موسیٰ خود را خریدی ہیں برو	خویشستن کم بین بخود غره مشو
اے موسیٰ! تو نے خود اپنے آپ کو پسند کیا ہے خریدار! چلا جا	خود بینی نہ کر اپنے اوپر گھمنڈ نہ کر

یعنی اے موسیٰ اپنے کو تم الگ کرتے ہو تو کرے جاؤ اپنے کو ذرا کم دیکھو اور مغرور مت ہو مطلب یہ کہ ذرا گھمنڈ میں مت رہنا کہ تم کو کچھ سحر وغیرہ آتا ہے اس لئے حکومت کرنا چاہتے ہو گے تو یاد رکھنا کہ۔

جمع آرم ساحران دہر را	تا کہ جہل تو نمایم شہر را
میں دنیا بھر کے جادو گروں کو جمع کروں گا	تا کہ شہر کو تیری جہالت دکھا دوں

یعنی میں تمام زمانہ کے ساحروں کو جمع کروں گا تا کہ تیرا جہل تمام شہر کو دکھا دوں۔

ایں نخواہد شد بروزے یاد و روز	مہلتم وہ تا چہل روز تموز
یہ ایک دو دن میں نہ ہو سکے گا	مجھے گرمی کے چالیس روز کی مہلت دے

یعنی یہ (جمع ساحران) ایک دو دن میں تو ہو گا نہیں لہذا تم مجھے تموز کے چالیس روز تک مہلت دو۔ تموز گرمی کا مہینہ ہے مطلب یہ کہ یہ جو گرمی کا چلہ ہے اس میں مجھے مہلت دو۔ تو میں سب کو جمع کر لوں اور پھر تمہارا مقابلہ ہو۔ سبحان اللہ ذرا دیکھئے کہ کس طرح مہلت طلب کر رہا ہے یہ سن کر موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا کہ۔

موسیٰ علیہ السلام کا جواب فرعون کو

گفت موسیٰ ایں مزادستور نیست	بندہ ام امہال تو امور نیست
موسیٰ نے فرمایا اس کی مجھے اجازت نہیں ہے	میں (اللہ کا) غلام تجھے مہلت دینے کا حکم نہیں ہے

یعنی موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ مجھے اجازت نہیں ہے میں تو بندہ ہوں مجھ کو تجھے مہلت دینے کی اجازت نہیں ہے مطلب یہ کہ مجھے تو حکم ہے کہ تیرے سر پر ہر وقت مسلط رہوں لہذا میں تجھے مہلت نہیں دے سکتا۔

گر تو چیری و مرا خود یار نیست	بندہ فرمانم بدانم کار نیست
اگرچہ تو غالب ہے اور میرا کوئی دوست نہیں ہے	میں تو حکم کا غلام ہوں مجھے اس سے کوئی سروکار نہیں ہے

یعنی اگر تو غالب ہے اور میرا کوئی مددگار نہیں ہے تو میں تو بندہ حکم ہوں مجھے اس (تنہائی اور اسیری) سے کام نہیں ہے مطلب یہ کہ اگرچہ تو بظاہر فوج و لشکر والا اور غالب ہے مگر مجھے کوئی خوف نہیں ہے میں تو بندہ فرمان ہوں مجھے تجھ پر مسلط رہنے کا حکم ہو گیا ہے اب مجھے کیا میں تنہا ہوں تو کیا اور تو باجماعت ہے تو کیا۔

مے زخم باتو بچد تا زندہ ام	من چہ کارہ نصرتم من بندہ ام
جب تک میں زندہ ہوں تجھ سے طاقت سے بھڑوں گا	مجھے بدد کا کیا کرنا ہے؟ میں تو غلام ہوں

یعنی میں جب تک زندہ ہوں اس وقت تک تو کوشش سے تجھ میں لگا رہوں گا اور مجھے مدد وغیرہ سے کیا کام میں تو بندہ ہوں۔ جو حضرت دے زہے قسمت نہ دیوے تو شکایت کیا سر تسلیم خم ہے جو مزاج یار میں آئے

می زخم تا در رسد حکم خدا	کہ کند ہر خصم از خصمی جدا
جب تک اللہ کا حکم ہوگا میں مقابلہ کروں گا	وہی ہر لڑنے والے کو لڑائی سے جدا کرتا ہے

یعنی جب تک کہ حکم خدا پہنچے گا میں تیرے ساتھ لگا رہوں گا کہ وہ حکم ہر خصم کو دوسرے خصم سے جدا کر دیتا ہے مطلب یہ کہ حکم خداوندی ہر ایک کو الگ الگ کر دیتا ہے اور دو فریق میں وہی فیصلہ کرتا ہے تو جب تک کوئی حکم خداوندی نہ ہو اس وقت تک تو میں تم پر مسلط ہوں جب فرعون نے یہ سخت اور کورا جواب سنا تو عرض کرنے لگا کہ۔

فرعون کا موسیٰ علیہ السلام کو جواب دینا اور موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی آنا

گفت نے نے مہلتم باید نہاد	عشوه ہا کم وہ تو کم پیمائے باد
اس (فرعون) نے کہا نہیں مہلت مقرر کرنی چاہیے	تو فریب نہ دے فضول باتیں نہ بنا

یعنی فرعون بولا کہ نہیں نہیں مجھے مہلت ضرور دینی چاہئے ذرا دھوکہ کم دو اور فضول باتیں مت کرو۔ دیکھئے بس اس کی اسی قدر قدرت تھی کہ اب کس طرح الحاح سے مہلت مانگ رہا ہے۔ تف ہے جب اس نے الحاح کیا تو بس فوراً وحی آئی کہ

حق تعالیٰ وحی گردش در زماں	مہلتے وہ مرورا مہر اس ازاں
نورا اللہ (تعالیٰ) نے ان کو وحی بھیجی	اس کو مہلت دیدے اس سے نہ گھبرا

یعنی حق تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کہ تم اس کو مہلت دیدو اور اس سے خوف مت کرو۔ یعنی اس سے مت ڈرو کہ وہ سامان کریگا بلکہ مہلت دیدو۔

ایں چہل روزش بدہ مہلت بطوع	تا سگالد مکرہا او نوع نوع
خوشی سے اس کو چالیس روز کی مہلت دیدے	تاکہ وہ قسم قسم کی مکاری سوچ لے

یعنی ان چالیس دن کو اس کو خوشی سے مہلت دیدو تاکہ وہ قسم قسم کے مکر سوچ لے اور ارشاد ہوا کہ۔

تا بکوشد او کہ نے من خفتہ ام	تیزرو گویش رہ بگرفتہ ام
تاکہ وہ کوشش کر لے کیونکہ میں بھی سو تو نہیں رہا ہوں	اس سے کہہ دے تیز چلے میں نے بھی راستہ روک دیا ہے

یعنی تاکہ وہ کوشش کرے اس لئے کہ میں سو تو نہیں رہا ہوں اس سے کہہ دو کہ تیز چل اس لئے کہ میں نے راستہ کا آگ پکڑ رکھا ہے مطلب یہ کہ حق تعالیٰ نے فرمایا کہ میں سو تو نہیں گیا ہوں جو اس کے مکر چل جاویں گے میں نے اس کے مکروں کے راستے روک رکھے ہیں وہ جو تدبیر کریگا میں اس کو باطل کر دوں گا تم بالکل بے فکر رہو اور مہلت دیدو اس لئے کہ۔

حیلہ ہاشاں را ہمہ برہم زخم	وانچہ افزایند من بر کم زخم
ان کی سب تدبیروں کو درہم برہم کر دوں گا	وہ جو کچھ بڑھائیں گے اس کو کمی پر بخ دوں گا

یعنی ان کے تمام حیلوں کو میں مغلوب کر دوں گا اور وہ جو کچھ ترقی کریں گے میں اس کو کمی پر مار دوں گا مطلب یہ کہ حق تعالیٰ نے فرمایا کہ میں ان کی ایک نہ چلنے دوں گا تم بے فکر رہو۔

آب را آرنند من آتش کنم	نوش خوش گیرند و من ناخوش کنم
وہ پانی لائیں گے میں آگ لگا دوں گا	وہ اچھا شہد ہیں گے میں اس کو بد مزہ کر دوں گا

یعنی یہ پانی کولاویں گے میں اس کو آگ بنا دوں گا اور یہ نوش خوش اختیار کریں گے تو میں اس کو ناگوار کر دوں گا غرض کہ ان کی سب تدبیر کو الٹ دوں گا۔

مہر پوندند من ویراں زخم	انچہ اندر وہم ناید آں کنم
وہ دوستیاں جوڑیں گے میں جاہ کر دوں گا	جو خیال میں بھی نہ آئے میں وہ کر دوں گا

یعنی یہ تو محبت کو ملاویں گے اور میں ویراں کر دوں گا اور جو کہ وہم میں نہ آوے گا وہ کر دوں گا۔

تو مترس و مہلتش وہ دراز	گوسپہ گرد آرو صد حیلت بساز
تو نہ ڈر اور اس کو لمبی مہلت دے دے	بہدے لکڑ جمع کر لے اور سو تدبیریں کر لے

یعنی تم ڈرو مت اور اس کو خوب دراز مہلت دیدو اور کہ دو کہ فوج جمع کر لے اور سو حیلے بنا لے (مگر کچھ نہیں کر سکتا) اس کو کون کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خوشی اور دلیری کی کیا انتہا تھی وہ تو پھولے نہ سماتے تھے بس انہوں نے فوراً مہلت دیدی۔

شرح صلیبی

ترجمہ و تشریح: اس پر فرعون نے کہا کہ یہ تیری غلطی ہے جو کہتا ہے کہ میں غالب ہوں گا اس لئے کہ دفاتر میرے قبضہ میں ہیں رجسٹرار عدالتیں اور حکومت میری ہیں مجھے لوگوں نے یہ کہہ کر منتخب کر لیا ہے کہ اے فرعون تو سب سے زیادہ عاقل ہے اس کے برخلاف تیری حالت یہ ہے کہ تو جاہ مال کے لحاظ سے معمولی ہی ہے جیسا کہ ظاہر ہے اور عقل کی یہ حالت ہے کہ تو خود ہی اپنے کو انتخاب کرتا ہے اور کوئی تیرا ساتھ نہیں دیتا ایسی حالت میں تیرا مجھے اپنے اتباع کی دعوت دینا محض بے ہودہ ہے پس جا اور اپنے اوپر یعنی محقر سمجھ پر اور اس لکڑی پر جو تیرے پاس ہے مغرور مت ہو ورنہ میں زمانہ کے مشہور جادو گروں کو بلاتا ہوں اور تیری جہالت اہل شہر کو دکھلاتا ہوں لیکن یہ کام ایک دو دن کا نہیں بلکہ گرمیوں میں چالیس دن کی مہلت دے تاکہ میں تیرے مقابلہ کے لئے تیار ہو جاؤں موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ مجھے ہنوز کوئی جدید حکم نہیں ملا اور تجھ کو تہیہ کی فرصت دینے کا امر میرے پاس نہیں آیا لہذا میں مجبور ہوں کیونکہ محض بندہ ہوں مجھے اپنی طرف سے کوئی کام کرنے کا مجاز نہیں ہے مانا کہ تو غالب ہے اور میرا کوئی یار و مددگار نہیں مگر مجھے اس سے کچھ سروکار نہیں میں تابع فرمان ہوں جو مجھے حکم ہوا ہے اس کی تعمیل کروں گا فتح و شکست کو خدا کے سپرد کرتا ہوں جب تک میرے دم میں دم ہے پوری کوشش سے تیرا مقابلہ کروں گا۔ میں تو بندہ ہوں لہذا فتح و نصرت کا کوئی استحقاق نہیں رکھتا میں تجھ سے اس وقت تک مقابلہ کرتا رہوں گا جب تک کہ خدا میرے اور تیرے درمیان فیصلہ نہ کر دے کیونکہ صرف وہ ہی ہے جو ایک دشمن کو دوسرے دشمن سے علیحدہ کرتا ہے اور ان کے درمیان فیصلہ کرتا ہے۔ فرعون نے کہا

نہیں نہیں مجھے مہلت ضرور دینی چاہئے اور فریب اور فضول گوئی سے کام نہ لینا چاہئے۔ اس پر حق سبحانہ نے موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی کی کہ اس کو کانی مہلت دیدی جائے اور کچھ اندیشہ نہ کیا جاوے یہ چالیس دن کی مہلت بخوشی منظور کر لی جاوے تاکہ یہ اپنے دل کے حوصلے نکال لے اور انواع و اقسام کے مکر سوچ لے اور پوری کوشش کر لے۔ کیونکہ ہم کچھ سوتے نہیں ہیں اس سے کہو کہ تو خوب تیز دوڑ اور اپنی پوری قوت صرف کر دے ہم نے راستہ روک رکھا ہے اور ہم اسے چلنے نہ دینگے میں ان کی تدابیر کو درہم برہم کر دوں گا اور جتنی زیادتی کریں گے میں اس کو اتنا ہی کم کر دوں گا یہ پانی لائیں گے میں اسے آگ بنا دوں گا یہ عمدہ غذائیں کھائیں گے میں اس کو ناپسندیدہ کر دوں گا۔ یہ آپس میں محبت کریں گے میں اسے برباد کر دوں گا غرض یہ جو تدبیر کریں گے میں اس کا توڑ کروں گا لہذا تم کچھ خوف نہ کرو اور یہ جو لمبی مہلت مانگتا ہے تم منظور کر لو اور کہہ دو کہ تو اپنی پوری فوج جمع کر لے اور ہر ممکن تدبیر کو کام میں لا۔ ان شاء اللہ اس کا نتیجہ تجھے بہت جلد معلوم ہو جائے گا۔

شرح شبیری

موسیٰ علیہ السلام کا فرعون کو مہلت دیدینا تاکہ وہ ساحروں کو جمع کر لے

گفت امر آمد برو مہلت ترا	من بجائے خود شدم رستی ہلا
فرمایا حکم آ گیا جانتے مہلت ہے	میں اپنی جگہ جاتا ہوں آگاہ تو چھوٹ گیا

یعنی موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ جانتے مہلت ہے میں اپنی جگہ جاتا ہوں اور تو چھوٹ گیا مطلب یہ کہ خیر جا حکم ہو گیا ہے اور مہلت مل گئی ہے ورنہ میں تو تجھ پر مسلط ہو ہی گیا تھا مگر اس مہلت کے حکم سے تیری رہائی ہو گئی کچھ اور روز مزے اڑالے۔

او ہی شد اژدھا اندر عقب	چوں سگ صیاد دانا و محبت
وہ جارہے تھے اژدھا پیچھے پیچھے (تھا)	بجھدار اور محبت کرنے والے شکاری کے کتے کی طرح

یعنی وہ چلے اور اژدھا صیاد کے کتے کی طرح جو کہ دانا اور محبت تھا ان کے پیچھے ہولیا۔

چوں سگ صیاد جنباں کردہ ام	سنگ رامی کرد ریگ اوزیر سم
شکاری کے کتے کی طرح دم ہلاتا ہوا	پاؤں کے نیچے پتھر کو ریت ہلاتا ہوا

یعنی شکاری کے کتے کی طرح دم ہلاتا ہوا پتھروں کو سم کے نیچے ریت کرتا ہوا (چل دیا)

سنگ و آہن را بدم درمی کشید	خرد می خاسید آہن را پدید
پتھر اور لوہے کو سانس سے اندر کھینچتا تھا	لوہے کو نمایاں طور پر ہارک چا جاتا تھا

یعنی لوہے اور پتھر کو سانس سے کھینچ رہا تھا یعنی لوہے کو ریزہ ریزہ کر کے کھلم کھلا چا جاتا تھا۔

در ہوا می کرد خود بالای برج	کہ ہزیمت می شد ازوے روم و گرج
نفا میں اپنے آپ کو برج سے اونچا کرتا تھا	کہ اس سے روم اور گرج (کے باشندے) بھاگتے تھے

یعنی وہ اثر دہا ہوا میں سر برج کے اوپر کر لیتا تھا کہ اس سے رومی اور گرجی بھی ہزیمت میں آتے تھے مطلب یہ کہ جب وہ منہ کھولتا تھا تو اس کا منہ برج پر پہنچتا تھا اور بڑے بڑے دلا اور اس کے خوف سے بھاگتے تھے۔

کفک می انداخت چوں اشتر ز کام	قطرہ زال بر ہر کہ می زد شد جذام
منہ سے اونٹ کی طرح جھاگ پھینکتا تھا	جس پر اس کا ایک قطرہ گرا اس کو کوڑھ ہو گیا

یعنی وہ اونٹ کی طرح منہ سے جھاگ ڈال رہا تھا اس میں سے ایک قطرہ جس پر پڑ جاتا تھا اس کو جذام ہو جاتا تھا یعنی اس قدر زہریلا تھا نعوذ باللہ۔

زغوغ دندان اول می شکست	جان شیراں سیہ می شد ز دست
اس کے دانتوں کی کڑکڑاہٹ دل پھاڑ رہی تھی	کالے شیروں کی جان ہاتھ سے نکل جاتی تھی

یعنی اس کے دانتوں کی کڑکڑاہٹ سے دل ٹوٹا جاتا تھا اور شیراں سیہ کی جان ہاتھ سے جاتی تھی یہاں تک اس اثر دہا کی حالت کو بیان فرما کر آگے فرماتے ہیں کہ۔

چوں بقوم خود رسید آں مجتبیٰ	شوق او بگرفت و باوز شد عصا
جب وہ برگزیدہ اپنی قوم میں پہنچے	اس کی باجھ پکڑی وہ پھر لاشی بن گیا

یعنی وہ برگزیدہ (حق) جب اپنی قوم میں پہنچے تو اس کی باجھ پکڑ لی وہ پھر عصا ہو گیا۔ مطلب یہ کہ اس عصا کی یہ حالت کہ وہ اثر دہا رہا اس وقت تک ہی رہی جب تک کہ موسیٰ علیہ السلام فرعونوں میں رہے مگر جب اپنی قوم میں گئے تو اس کو پکڑ لیا وہ پھر عصا ہو گیا۔

تکیہ روے کردومی گفت اے عجب	پیش ماخورشید و پیش خصم شب
انہوں نے اس پر تکیہ لگائی اور کہہ رہے تھے تعجب ہے	(یہ معجزہ) ہمارے لئے سورج اور دشمن کے لئے رات ہے

یعنی اس پر سہارا لگا کر فرمایا کہ تعجب ہے کہ یہ خورشید ہے اور مقابل کی رات ہے مطلب یہ کہ فرمانے لگے کہ دیکھو ہمارے نزدیک تو یہ بالکل صاف ہے کہ یہ معجزات ہیں اور حق تعالیٰ ایک ہیں مگر فرعون نہیں سمجھتا اس کے سامنے سب پوشیدہ ہے اور فرمانے لگے کہ۔

اے عجب چوں می نہ بیند ایں سپاہ	عالمے پر آفتاب چاشتگاہ
تعجب ہے یہ لشکر کیوں نہیں دیکھتا ہے	دنیا کو جو چاشت کے وقت کے سورج سے بھری ہوئی ہے

یعنی بہت تعجب کی بات ہے کہ یہ سپاہ کس طرح ایک عالم پر آفتاب چاشتگاہ کو دیکھتی نہیں عالم پر آفتاب سے مراد نبوت ہے مطلب یہ کہ دیکھو نبوت کا عالم پر آفتاب اس قدر چمک رہا ہے مگر تعجب ہے کہ ان لوگوں کو دکھائی نہیں دیتا حالانکہ۔

چشم باز و گوش باز و ایں ذکا	خیرہ ام در چشم بندی خدا
آنکھیں کھلی ہیں اور کان کھلے ہیں اور یہ ذہانت	میں اللہ (تعالیٰ) کی چشم بندی پر حیران ہوں

یعنی آنکھ کھلی ہوئی کان کھلے ہوئے اور یہ ذکاوت۔ تو میں حق تعالیٰ کی اس چشم بندی میں متحیر ہوں مطلب یہ کہ دیکھو آنکھ اور کان سب کھلے ہوئے اور اس قدر عاقل اور ذکی ہیں مگر دیکھو تو حق تعالیٰ نے چشم بصیرت کو کس طرح بند کر دیا ہے کہ دکھائی ہی نہیں دیتا۔

من ز ایشان خیرہ ایشان ہم زمن	از بہارے خار ایشان من سمن
میں ان سے حیران ہوں وہ بھی مجھ سے (حیران ہیں)	(خدا کی) بہار سے وہ کاٹنے ہیں میں پھول (ہوں)

یعنی میں ان سے حیران ہوں اور وہ مجھ سے بھی حیران ہیں ایک ہی بہار سے ہیں وہ خار ہیں میں سمن ہوں مطلب یہ کہ میں تو ان سے حیرت میں ہوں کہ وہ آفتاب نبوت کو کیوں نہیں دیکھتے اور وہ اس وجہ سے متحیر ہیں کہ میں ایسی باتیں کیوں کرتا ہوں حالانکہ دونوں ایک بہار سے ہیں مگر وہ خار ہو گئے ہیں اور میں چنبیلی ہوں۔

پیش شاں بردم بے جام ر حیق	سنگ شد آیش بہ پیش آن فریق
میں ان کے سامنے صاف شراب کے بہت سے جام لے گیا	اس فریق کے سامنے اس کا پانی پتھر بن گیا

یعنی میں ان کے آگے بہت مرتبہ جام شراب لے گیا مگر وہ اس فریق کے سامنے پتھر بن گیا یعنی جب ان کے پاس ہدایت کا جام لے گیا انہوں نے اس کو قبول نہ کیا تو وہ ان کے اعتبار سے جام ضلالت ہو گیا۔

دستہ گل بستم و بردم بہ پیش	ہر گلے چون خار گشت و نوش نیش
میں نے پھولوں کا گلدستہ بنایا اور سامنے لے گیا	ہر پھول کا ٹٹا بن گیا اور شہد ڈنک (بن گیا)

یعنی ایک گلدستہ لگا کر ان کے سامنے لے گیا تو ہر پھول تو خار ہو گیا اور ہر نوش نیش ہو گیا مطلب یہ کہ ان کے حق میں سب مضر ہوا اس لئے کہ اس سے ان کا عناد اور زیادہ ہی ہوتا چلا گیا۔ کمی نہ ہوئی اس لئے کہ۔

شرح صلیبی

ترجمہ و تشریح: جب موسیٰ کو حق سبحانہ نے فرعون کو مہلت دینے کے متعلق ہدایت فرمادی تو آپ نے اس سے فرمایا کہ مجھے مہلت دینے کی اجازت ہوگئی ہے اب میں تجھے مہلت دیتا ہوں پس میں اپنے مقام پر جاتا ہوں اور تو بھی کچھ دنوں کے لئے اس کشاکش سے چھوٹ گیا۔ یہ فرما کر آپ روانہ ہو گئے آپ آگے آگے جا رہے تھے اور آپ کا اثر دھایوں دانائی اور محبت سے چل رہا تھا جیسے شکاری کتا جاتا ہو۔ شکاری کتے کی طرح دم ہلاتا جاتا تھا اور اپنی قوت اور بوجھ سے پتھروں کو چور چور کرتا جاتا تھا۔ پتھر اور لوہے تک کو سانس سے کھینچ لیتا تھا اور لوہے کو چبا کر ریزہ ریزہ کر دیتا تھا۔ اور عالی شان عمارتوں سے اونچے یوں سراٹھائے ہوئے تھا کہ رومی اور گرجی جیسے بہادر لوگ اس سے خوف کھا کر بھاگتے تھے جس طرح غصہ کی حالت میں شیروں کے منہ سے کف جاری ہوتا ہے یوں وہ کف اڑا رہا تھا اور وہ اس قدر زہریلا اور تیز تھا کہ جس پر گرتا تھا فوراً جذام ہو جاتا تھا اس کے دانت پینے کی آواز سے دل پھٹے جاتے تھے اور کالے شیروں کی جانیں قابو سے نکلی جاتی تھیں۔ غرض کہ موسیٰ علیہ السلام اس شان سے اپنے مکان پر جا رہے تھے جبکہ وہ اپنے لوگوں میں پہنچ گئے تو انہوں نے اس کا جبراً پکڑا اور پھر وہ لاٹھی بن گیا۔ وہ اس پر تکیہ لگائے ہوئے اس کی پہلی حالت کو یاد کر کے تعجب سے فرمانے لگے کہ دیکھو کیسی خدا کی قدرت ہے کہ ایک شے (یعنی معجزہ) جو ہمارے لئے آفتاب کی طرح روشن ہے وہ مخالف (فرعون) کے نزدیک رات کی طرح تاریک ہے اور ہم مومنین کے لئے تو یہ معجزہ حقانیت نبوت کو یوں ہی واضح دکھلاتا ہے جس طرح آفتاب ظاہری دیگر اشیاء کو لیکن فرعون اور اس کے ہمراہیوں کے لئے وہ اس کو یوں مخفی کرتا ہے جس طرح

رات اشیاء کو۔ اور بڑی حسرت کی بات ہے کہ یہ سپاہ فرعونی اس عالم نبوت وغیرہ کو کیوں نہیں دیکھتی جس میں ایسا واضح معجزہ موجود ہے۔ جو اپنی وضاحت میں آفتاب نمرود کی مثل ہے میں حق سبحانہ تعالیٰ کی نظر بندی اور قدرت عجیبہ سے نہایت حیران ہوں کہ آنکھیں کھلی ہوئی ہیں کان بھی کھلے ہوئے ہیں اور اس درجہ ذکاوت و ذہانت یہی موجود ہے پھر بھی یہ لوگ نہ دیکھتے ہیں نہ سنتے ہیں نہ سمجھتے ہیں۔ میں ان کو دیکھ کر حیران ہوں جیسا کہ یہی بیان ہو چکا ہے اور وہ مجھے دیکھ کر حیران ہیں کہ یہ ایک معمولی آدمی اور اتنی بڑی سلطنت قاہرہ سے ٹکراتا ہے اسے ہو کیا گیا۔ ایک تعجب کی بات یہ ہے کہ بہار ایک ہے اور مفیض حقیقی یعنی حق سبحانہ واحد ہے مگر آثار مختلف کہ ان کو خار بنایا اور مجھے سمن تیز ایک تعجب کی بات یہ ہے کہ میں بہت مرتبہ جام شراب ہدایت لے کر گیا مگر اس فریق کے پاس جا کر وہ بجائے پانی کے پتھر اور بجائے ہدایت کے ضلالت ہو گیا میں ان کے پاس گلدستہ نصائح لے کر گیا لیکن وہاں جا کر ہر گل نصیحت خار شبہ بن گیا اور غذائے شیرین نیش عقرب وغیرہ کی طرح ناخوشگوار بن گئی۔

شرح شبیری

آن نصیب جان بے خویشان بود	چونکہ باخویشند پیدا کے شود
وہ جام بے خودوں کی جان کا حصہ ہوتا ہے	چونکہ وہ خودی میں ہیں وہ کب ظاہر ہوتا ہے؟

یعنی وہ تو بے خودوں کی جان کو نصیب ہوتا ہے تو چونکہ وہ باخود ہیں ان پر کب ظاہر ہو سکتا ہے۔

خفتہ بیدار باید پیش ما	تابہ بیداری بہ بیند خوابہا
ہمارے آگے ایک سویا ہوا بیدار ہو نا چاہیے	تاکہ وہ خوابوں کو بیداری میں دیکھ لے

یعنی ہمارے آگے ایک خفتہ بیدار کی ضرورت ہے جو کہ بیداری میں بہت سے خواب دیکھے مطلب یہ کہ ایسے شخص کی ضرورت ہے جو کہ اس دنیا کے اعتبار سے تو خفتہ ہو مگر حق تعالیٰ کی جانب سے بیدار ہو تو وہ بیداری میں بھی تجلیات و انوار حق کے خواب دیکھے گا تو چونکہ یہ لوگ ایسے نہ تھے لہذا ان کو یہ بات نصیب نہ ہوئی آگے مولا نا فرماتے ہیں کہ۔

دشمن این خواب خوش شد فکر حق	تاخسپند فکرش بستہ است حلق
لوگوں کا فکر (دشمنی) اس اچھی خواب کا دشمن بن گیا	جب تک کہ اس کا فکر نہ سو جائے، حلق بند ہے

یعنی فکر حلق اس خواب خوش کی دشمن ہو گئی ہے اور جب تک یہ فکر نہ سو دے گی جب تک حلق بندھا ہوا ہے گا مطلب یہ کہ مخلوق کا فکر اس خواب کی دشمن ہے جس میں کہ اس طرف سے خواب ہو اور حق تعالیٰ کی طرف سے بیداری ہو تو جب تک کہ یہ فکر اور یہ تدابیر جو اس کے دشمن ہیں زائل نہ ہوں گی یاد رکھو کہ اس وقت تک حلق بندھا ہوا ہے اور انوار تجلیات کے حصول سے مانع ہے آگے اس فکر کے ازالہ کی تدبیر بتاتے ہیں کہ۔

حیرتے باید کہ روبد فکر را	خوردہ حیرت فکر را و ذکر را
حیرت درکار ہے تاکہ فکر کا صفایا کر دے	حیرت نے فکر اور ذکر کو کھل لیا ہے

یعنی ایک حیرت کی ضرورت ہے جو کہ اس فکر کو صاف کر دے اور وہ حیرت فکر اور ذکر سب کو کھا جاوے حیرت سے مراد تواتر

تجلیات مطلب یہ کہ تو اتر تجلیات سے جو حالت ہوتی ہے اس کی ضرورت ہے کہ وہ اس فکر کو محو اور زائل کر دیتی ہے بس جب وہ حیرت حاصل ہو جاوے گی تو یہ فکر ماعش اور فکر دنیا زائل ہو جاوے گی اور اس کے زائل ہوتے ہی وہ خواب خواب خوش نصیب ہو جاوے گی آگے ایک مضمون بیان فرماتے ہیں اور اس کی ایک عجیب و غریب دلیل بیان فرمائیں گے سنئے فرماتے ہیں کہ۔

ہر کہ کامل تر بود او در ہنر	او بمعنی پس بصورت بیشتر
جو (دنیا کے) ہنر میں زیادہ کامل ہوتا ہے	وہ حقیقتاً پیچھے بظاہر آگے ہے

یعنی جو شخص کہ ہنر (دنیا) میں زیادہ کامل ہو گا وہ معنی تو پیچھے ہو گا صرف صورت میں آگے ہو گا مطلب تو یہ ہے کہ جو شخص کہ دنیاوی امور میں کامل ہو گا وہ صورتاً تو آگے ہے اور سب سے بڑھا ہوا ہے مگر معنی جس قدر کامل ہے اسی قدر پیچھے ہے اور اس کو حقیقت پیش روی حاصل نہیں ہے۔ یہ تو دعویٰ ہے آگے اس کے دلیل ایک عجیب فرماتے ہیں جس کا حاصل اول سمجھ لو اس کے بعد سہل ہو جاوے گا فرماتے ہیں کہ دیکھو قاعدہ ہے کہ جب گلہ بکریوں وغیرہ کا چلتا ہے تو بعض اس میں سے آگے ہوتی ہیں اور بعض پیچھے لیکن اگر چلتے چلتے سب یکدم سے اسی طرح لوٹنے لگیں کہ سب رہیں تو اپنی اپنی جگہ پر مگر منہ پھیر لیں تو جو سب سے آگے ہے اب وہ تو پیچھے ہو جاوے گی اور جو سب سے پیچھے تھی وہ سب سے آگے ہو گی جب یہ سمجھ میں آ گیا تو اب سمجھو کہ قرآن شریف میں ہے کہ کل الیناراجعون سب ہماری طرف لوٹیں گے اور دنیا میں اس وقت سب چل رہے ہیں تو بس جب لوٹنے کا وقت یعنی قیامت ہو گی تو اس دنیا کی روش میں جو سب سے آگے تھا وہ اس قاعدہ کے موافق سب سے پیچھے ہو گا اور جو پیچھے ہیں یعنی غریب لوگ وہ سب سے آگے ہو جائیں گے تو دیکھ لو تو جو اس دنیا میں کامل اور آگے ہے وہ قیامت میں سب سے ناقص اور پیچھے ہو گا سبحان اللہ عجیب دلیل ہے اب اشعار سے سمجھ لو فرماتے ہیں کہ۔

راجعون گفت و رجوع انیستان بود	کہ گلہ واگرد و خانہ رود
اللہ تعالیٰ نے واپس ہونے والے کو فرمایا اور واپس ہونا یہ ہوتا ہے	کہ ریوز واپس ہو اور گھر جائے

یعنی حق تعالیٰ نے کل الیناراجعون فرمایا ہے اور رجوع اس طرح ہوا کرتا ہے کہ گلہ واپس ہو اور گھر کو جاوے۔

چونکہ واگردید گلہ از ورود	پس فتد آن بز کہ پیش آہنگ بود
جب ریوز گھاٹ سے واپس لوٹتا ہے	(تو) وہ جانور پیچھے رہتا ہے جو آگے چلے والا تھا

یعنی جب وہ گلہ گھاٹ سے واپس ہوا تو وہ بکری تو پیچھے ہو گئی جو کہ سب سے آگے تھی۔

پیش افتد آن بز لنگ پسین	اصحک الرجعی وجوہ العابسین
پچھلی لنگڑی بکری آگے ہو جاتی ہے	واپس نے منہ ہٹائے ہوئے لوگوں کے چہروں کو ہنسا دیا ہے

یعنی وہ لنگڑی پچھلی بکری آگے ہو جاوے گی تو اس رجعت نے عابسین کے منہ کو بھی ہنسا دیا مطلب یہ کہ جب اس طرح ایک دم سے انقلاب ہو گیا کہ اگلی پچھلی اور پچھلی اگلی ہو گئی تو جو لوگ کبھی ہنستے نہ تھے ان کو بھی ہنسی آگئی کہ عجب دل لگی ہے تو اسی طرح جو لوگ کہ اس دنیا میں آگے بڑھے ہوئے ہیں اور خوب کامل ہیں وہ قیامت میں پیچھے ہوں گے اور جو آدمی غریب ناقص ہیں وہ سب سے آگے ہوں گے۔ اللہم احشرنی فی زمرة المساکین آگے فرماتے ہیں کہ

از گزافہ کے شدند این قوم لنگ	فخر را دادند و بخريد ندنگ
یہ قوم خواہ مخواہ لنگڑی کب ہوئی ہے	انہوں نے فخر کو دیدیا ہے اور ذلت کو خریدا ہے

یعنی یہ لوگ بے ہودگی کی وجہ سے کب لنگڑے ہوئے ہیں (بلکہ) انہوں نے فخر دیدیا ہے اور تنگ کو خرید لیا ہے یعنی یہ لوگ جو تم کو دنیاوی امور میں ایسے معلوم ہوتے ہیں تو یہ نہیں کہ یہ کچھ کر نہیں سکتے بلکہ خود ہی انہوں نے ایسی حالت بنا رکھی ہے تاکہ وہاں جا کر سب سے آگے چلیں۔

پاشکستہ می روند ایشان بج	از حرج را ہیست پنہان تا فرج
وہ حج کو شکستہ پا جاتے ہیں	تنگی سے کشادگی کی طرف چھپا ہوا راستہ ہے

یعنی یہ حضرات پاشکستہ (کعبہ بمقصد حقیقی کے) حج کو جا رہے ہیں اور تکالیف سے ایک راہ پوشیدہ کشادگی تک ہے حرج سے ماد مجاہدہ ہے مطلب یہ کہ یہ حضرات جو مجاہدہ و ریاضت کرتے ہیں تو اس سے ایک راہ ہے جو کہ اندھی اندر عالم غیب تک چلی گئی ہے بس یہ اس راہ پر ہوئے ہیں اور ان کی یہ حالت ہے کہ۔

دل زدانشہا بشستند این فریق	زا کہ این دانش ندانند این طریق
اس فریق نے دل سے عقلوں کو دھو ڈالا ہے	کیونکہ یہ عقل اس راستہ کو نہیں جانتی ہے

یعنی اس فریق نے دل کو علوم (ظاہری) سے دھو ڈالا ہے اس لئے کہ یہ علوم (ظاہری) اس راستہ (پوشیدہ) کو نہیں جانتے تلہدا یہ حضرات ان علوم کو قلب سے محو کر دیتے ہیں محو کر دینے سے مراد یہ ہے کہ ان کا اثر نہیں رہتا کہ یہ سمجھیں کہ ہم کو یہ علم حاصل ہے اور حاصل ہے بلکہ دعویٰ بالکل جاتا رہتا ہے ہاں وہ علوم باقی رہتے ہیں مثلاً ایک شخص نے ہدایہ پڑھا تھا تو اس کے محو کرنے کے یہ معنی ہیں کہ ہدایہ تو اس کو یاد رہے مگر اس امر کو بھول جاوے کہ مجھے ہدایہ آتا ہے بس ان کے اندر دعویٰ اور عجب اور تکبر نام کو نہیں ہوتا۔

دانشے باید کہ اصلش زان سرست	زانکہ ہر فرعے باصلش رہبرست
وہ عقل چاہے جس کی اصل اس جانب کی ہے	کیونکہ ہر فرع اپنی اصل کی طرف راہنما ہے

یعنی اس علم کی ضرورت ہے جس کی اصل اس طرف سے ہو اس لئے کہ ہر فرع اپنی اصل کی طرف رہبر ہوتی ہے تو جب یہ علم اس علم حق کی فرع ہوگا تو یہ اس تک پہنچا دے گا جیسا کہ قاعدہ ہے کہ ہر فرع اپنے اصل کی طرف پہنچایا کرتی ہیں۔

ہر پرے بر عرض دریا کے پرد	تالدن علم لدنی مے برد
ہر بازو دریا کی چوڑائی تک کب پرداز کر سکتا ہے	(اللہ کے) قرب تک علم لدنی لے جاتا ہے

یعنی عرض دریا پر ہر پر کب اڑ سکتا ہے قرب حق تک تو علم لدنی ہی لے جاتا ہے پر سے مراد علم ہے مقصود یہ کہ ہر علم تو حق تعالیٰ تک نہیں پہنچا سکتا بلکہ اس کے قرب تک تو علم لدنی ہی پہنچاتا ہے اس لئے کہ اس کی اصل اسی طرف سے ہے ورنہ اور کوئی تو وہاں تک کیا ہی پہنچ سکتا ہے خوب کہا ہے۔

بحریت بحر عشق کہ پیمش کنارہ نیست ایجا جز این کہ جان بسپارند چارہ نیست

تو جب یہ علوم ظاہری موصل الی الحق نہیں ہیں یعنی ان میں انہماک موصل نہیں ہے یوں واسطہ ہونے کے درجہ میں تو موصل ہیں ہی مگر مقصود نہیں ہیں لہذا مولانا فرماتے ہیں کہ۔

پس چرا علمے پیاموزی بمرد	کش بپاید سینہ رازان پاک کرد
تو کسی مرد کو ایسا علم کیوں سکھاتا ہے	کہ اس سے اس کو سینہ پاک کر لینا چاہیے

یعنی پس مرد کو ایسا علم کیوں سکھاتے ہو کہ اس سے اس کو سینہ پاک کرنا پڑے مطلب یہ کہ جب یہ علوم ظاہری ایسے ہیں کہ ان سے سینہ کو پاک کرنا پڑتا ہے تو پھر اپنی اولاد کو کیوں سکھاتے ہو یہاں سے وہ لوگ جو کہ اپنی اولاد کو علم معاش میں منہمک کئے ہوئے ہیں سبق حاصل کریں کہ مولانا جب ان علوم ظاہری کو جو کہ وسیلہ ہیں وصول کا منع فرما رہے ہیں تو وہ علوم جو کہ اس سے حجاب ہیں مولانا کے نزدیک سب پسندیدہ اور لائق درس کے ہو سکتے ہیں ظاہر ہے کہ وہ یقیناً واجب الترتیب ہوں گے آگے فرماتے ہیں کہ۔

پس مجو پیشی ازیں سرلنگ باش	وقت واگشتن تو پیش آہنگ باش
تو اس طرف کی پیش روی نہ چاہ لنگڑا بن جا	داہی کے وقت تو پیشرو بن

یعنی پس اس طرف کی پیشی مت تلاش کرو (بلکہ) لنگڑے رہو اور لوٹنے کے وقت سب سے آگے رہنا جیسا کہ اوپر معلوم ہو چکا ہے آگے فرماتے ہیں کہ اس دنیا میں اپنے کو ذلیل و خوار رکھو تو اس عالم میں تم کو عزت حاصل ہوگی فرماتے ہیں کہ۔

آخرون السابقون باش اے ظریف	برتجر سابق بود میوہ لطیف
اے خوش حرج آخر میں آنے والوں اور بڑے جانے والوں (سب سے) بن جا	عمدہ میوہ درخت سے بڑھا ہوا ہوتا ہے

یعنی اے ساتھی سخن آخرون السابقون (کے مصداق) رہو اور تجرپر (مقصوداً) میوہ لطیف سابق ہوا کرتا ہے۔

گرچہ میوہ آخر آید در وجود	اول ست اوزانکہ او مقصود بود
اگرچہ پھل وجود میں آخر میں آتا ہے	لیکن چونکہ وہ مقصود تھا لہذا وہ پہلے ہے

یعنی میوہ اگرچہ وجود آخر میں آیا ہے (مگر) وہ اول ہے اس لئے کہ مقصود وہی تھا تو اسی طرح اگر تم یہاں مسبوق بھی رہو گے تو کیا ہے وہ سابقیت مقصودی اس عالم کی تم کو جو حاصل ہو جاوے گی اور وہاں تم ہی اول رہو گے۔

چوں ملائک گوئے لاعلم لنا	تا بگیرد دست تو علمتنا
تو فرشتوں کی طرح کہہ دے "ہمارے لئے علم نہیں ہے"	تاکہ "تو نے ہمیں" تیری دھیری کرے

یعنی تو ملائکہ کی طرح لاعلم لنا کہے تاکہ تیرا ہاتھ علمتنا پکڑ لے مطلب یہ کہ دیکھو جب ملائکہ نے اپنا عجز لاعلم لنا سے ظاہر کر دیا تو فوراً حضرت آدم علیہ السلام کو حکم ہوا کہ "ہم باہم تو اگر تم بھی اسی طرح عجز ظاہر کر دو گے تو پھر تم کو علم لدنی اور علم وہی عطا ہو جاوے گا۔

گر درین مکتب ندانی تو ہجا	ہچو احمد پری از نور حچی
اگر تو اس مکتب میں بچے نہیں جانتا ہے	تو مثل کے نزد سے (حضرت) احمد کی طرح پرداز کریگا

پس اگر تو اس مکتب (دنیا) میں ہجا بھی نہ جانے گا تو احمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح نور عقل سے اڑو گے مطلب یہ کہ جس طرح کہ حضور

مقبول صلی اللہ علیہ وسلم امی تھے۔ مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سب علوم حاصل تھے اسی طرح تم کو بھی اگر اس دنیا میں علوم ظاہر حاصل نہ ہوں گے تو کیا ہرج ہے اس لئے تم کو بس اسی طرح علم لدنی حاصل ہو جاوے گا ہاں اتنا ضرور ہے کہ شہرت نہ ہوگی تو اس کے لئے فرماتے ہیں کہ۔

گرنہ باشی نامدار اندر بلاد	کم نہ واللہ اعلم بالعباد
اگر تو شہروں میں مشہور نہیں ہو گا	تو کھویا ہوا نہیں ہے اور خدا بھلائی کو خوب جانتا ہے

یعنی اگر تم شہروں میں نامدار نہ ہونگے تو (حق تعالیٰ سے تو) کم نہیں ہو اس لئے کہ حق تعالیٰ اپنے بندوں کو خوب جانتا ہے تو جب وہ جانتے ہیں پھر کیا غم ہے چاہے ساری دنیا نہ جانے۔

یا الہی تو نہ چھوٹے تیرا چھٹنا ہے غضب یوں ہی راضی ہوں مجھے چاہے زمانہ چھوڑ دے
آگے ایک مثال بیان فرماتے ہیں کہ۔

اندران ویرانہ کان معروف نیست	از برائے حفظ گنجینہ زریست
اس ویرانہ میں جو مشہور نہیں ہے	حفاظت کیلئے سونے کا خزانہ ہے

یعنی اس ویرانہ میں جو کہ مشہور نہیں ہے حفاظت کے لئے خزانہ زر ہوتا ہے۔

موضع معروف کے بہند گنج	زین قبل آمد فرج در زیر رنج
مشہور جگہ خزانہ کب رکھتے ہیں	اسی طرح یہ ہے کہ کشیدگی رنج کے نیچے ہے

یعنی خزانہ مشہور جگہ میں کب رکھتے ہیں اسی قبیل سے کشادگی تکلیف کے تحت میں ہے مطلب یہ کہ دیکھو لوگ خزانہ کو غیر معروف جگہ میں رکھا کرتے ہیں تاکہ کسی کو اطلاع نہ ہو۔ تو اسی طرح تمہارے اندر جو خزانہ بھرے ہوئے ہیں وہ اس مجاہدہ و ریاضت کے ویرانہ میں دبے ہوئے ہیں لہذا تم شہرت اور ناموری کی کبھی خواہش مت کرو بلکہ ہمیشہ اپنے کو مٹانے میں لگے رہو کہ اس سے مقصود حقیقی تک پہنچ جاؤ گے آگے فرماتے ہیں کہ۔

خاطر آرد بس اشکال اینجا ولیک	بکسلد اشکال را استور نیک
دل اس جگہ بہت اشکالات پیش کرتا ہے لیکن	عمدہ گھوڑا پچھاڑی کو توڑ ڈالتا ہے

یعنی دل اس جگہ بہت سے اشکال لاتا ہے مگر اس کو اچھا آدمی خود توڑ دیتا ہے یہاں مولانا نے نہ اشکال بیان کیا ہے اور نہ جواب دیا ہے مگر سیاق و سباق سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اشکال یہ ہے کہ کوئی کہہ سکتا ہے کہ آپ فرماتے ہیں کہ شہرت کو حاصل مت کرو حالانکہ بہت بزرگ مشہور ہوئے ہیں اور خود اپنے ہی افعال سے مشہور ہوئے ہیں مثلاً تصانیف سے ارشادات سے تو ان کو کیا کہا جاوے گا جواب یہ ہے کہ انہوں نے شہرت کا قصد نہیں کیا بلکہ شہرت خود بخود ہو گئی اور یہ مضر نہیں ہے بلکہ مضر یہ ہے کہ شہرت کا قصد کیا جاوے اور یہاں یہ ہے نہیں۔ فلا اشکال اصلاً فافہم۔ آگے فرماتے ہیں کہ۔

ہست عشقش آتش اشکال سوز	ہر خیالے را بر و بد نور روز
اس کا عشق اشکالات کو بھونکنے والی آگ ہے	دن کی روشنی ہر وہم کو صاف کر دیتی ہے

یعنی عشق حق تمام اشکالوں کو جلا دینے والا ہے اور دن کی روشنی ہر خیال کو لے جاتی ہے مطلب یہ کہ سب اشکال اسی روز تک پڑھے ہیں جب تک کہ عشق اور محبت حق دل میں جاگزین نہیں ہے اور جب وہ دل میں جم جاوے گی تو سارے اشکال سوختے ہو جائیں گے تو بس عشق حق پیدا کرو۔

کہ اس سے سارے اشکال اس طرح جاتے رہیں گے جیسے کہ دن کی روشنی سے سارے خیالات کا ذب زائل ہو جاتے ہیں کہ رات کو تمام شبہات و خیالات میں انسان مبتلا ہوتا ہے مگر دن ہوتے ہی سب زائل اسی طرح عشق حق بھی سب اشکالوں کو زائل کر دے گا۔

ہم ز آنسو جو جواب امی مرضی	کاین سوال آمد از ان سو مرترا
اے برگزیدہ! اس ہی جانب سے جواب تلاش کر	کیونکہ یہ سوال ادھر ہی سے تیرے پاس آیا ہے

یعنی اے مرضی اب اسی طرف سے جواب کو بھی تلاش کرو اس لئے کہ یہ سوال بھی تم کو اسی طرف سے آیا ہے۔

گوشہ بے گوشہ دل شہ رہی ست	تا بلا شرقی ولا غرب از مہی ست
دل کی بے گوشہ خلوت گاہ ایک عظیم شاہراہ ہے	”شہ شرقی نہ مغربی“ کی روشنی ایک عظیم پائندگی (جانب) سے ہے

یعنی بے گوشہ دل کا گوشہ لا شرقی سے لا غربی تک ایک شاہراہ ہے ایک برتر کی طرف سے۔ دل کے بے گوشہ ہونے سے مراد دل کا لامکانی ہونا اور پھر اس کے گوشہ سے مراد خلوت ہے مقصود یہ کہ جو جسم کہ لامکانی ہے اس سے خلوت میں حق تعالیٰ تک ایک شاہراہ ہے کہ جب اس کو خلوت نصیب ہوتی ہے اور اژدھام خلاق نہیں ہوتا وہ فوراً اس طرف متوجہ ہو جاتا ہے لہذا تم اس طرف توجہ کرو اور ادھر لو لگاؤ کہ اس سے سارے اشکال حل ہو جائیں گے۔

تو ازین سو وازان سو چون گدا	اے کہ معنی چہ می جوئی صدا
تو ادھر سے اور ادھر سے فقیر کی طرح ہے	اے وہ کہ تو خود معنی ہے 'گونج' کو کیا ڈھونڈتا ہے؟

یعنی تو اس طرف سے ہی ہے اور اس طرف سے مثل گدا کے ہے تو اے کوہ معنی تو صدا کو کیا تلاش کر رہا ہے مطلب یہ ہے کہ تو تو کوہ معنی ہے اور تیرے اندر تو انوار و تجلیات حق درجہ استعداد میں موجود ہیں تو پھر ان الفاظ اور اشیاء ظاہری پر کیوں لگا ہوا ہے جن سے کہ اشکال واقع ہوتے ہیں تو اس معنی اور اس مقصود کی طرف کیوں رجوع نہیں ہوتا۔

ہم از ان سو جو کہ وقت درد تو	می شوی در ذکر یا ربی دو تو
یہ بھی اسی جانب تلاش کر (جس طرف) کہ تو درد کے وقت	یا ربی کے ذکر میں دہراتا ہے

یعنی اس جواب کو بھی اس طرف سے ڈھونڈو جہاں کہ درد کے وقت ذکر یا ربی میں تو دہرا ہوا کرتا ہے مطلب یہ کہ مصیبت کے وقت جس کو پکارا کرتا ہے اس کا جواب بھی ادھر ہی سے طلب کر۔

وقت مرگ و درد آنسو می خنے	چونکہ درد رفت چونے لختے
سوت اور تکلیف کے وقت تو اس جانب جھکتا ہے	جب تیرا درد رفع ہو گیا تو کیوں گونگا ہے؟

یعنی درد اور مرگ کے وقت تو اس طرف جھکتا ہے اور جبکہ درد تیرا جاتا رہا تو تو کیسا اجنبی ہو جاتا ہے جیسا کہ قرآن شریف

میں ہے کہ واذار کبوا فی الفلک دعوا اللہ مخلصین له الدین فلما نجاهم الی البر اذا هم یشرکون کہ جب وہ کشتی میں سوار ہوتے ہیں اس وقت تو حق تعالیٰ کو خلوص سے پکارتے ہیں اور جب ان کو خشکی کی طرف نجات دیدیتے ہیں تو شرک کرنے لگتے ہیں۔ تو اسی طرح ہم لوگ مصیبت کے وقت تو حق تعالیٰ کو پکارتے ہیں اور جب حق تعالیٰ اس مصیبت سے نجات دے دیتے ہیں تو بس پھر سب بھول جاتے ہیں۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

وقت محنت مے بری ز اللہ بو	چونکہ محنت رفت گوئی راہ کو
مصیبت کے وقت تو اللہ کا پتہ لگا لیتا ہے	جب مصیبت ختم ہو گئی تو کہتا ہے راستہ کدھر ہے؟

یعنی مصیبت کے وقت تو اللہ کہنے والا بن جاتا ہے اور جب وہ مصیبت جاتی رہی تو کہتا ہے کہ راہ (حق) کہاں ہے۔

در زمان درد و غم یادش کنی	چوں شدی خوش باز بر غفلت تنی
درد اور رنج کے وقت تو اس کو یاد کرتا ہے	جب تو خوش ہوتا ہے پھر غفلت برتا ہے

یعنی درد و غم کے وقت میں تو اس کو تو یاد کرتا ہے اور جب (درد و غم سے) اچھا ہو جاتا ہے تو غفلت پر مستعد ہو جاتا ہے۔

این ازان آمد کہ حق را بے گمان	ہر کہ بشناسد بود دائم بران
یہ اس وجہ سے ہے کہ حق کو یقین کے ساتھ	جو شخص پہچان لیتا ہے ہمیشہ اس پر قائم رہتا ہے

یعنی یہ اس وجہ سے ہے کہ جو کوئی حق کو بے گمان پہچان لے گا وہ تو ہمیشہ اسی پر (قائم) رہے گا۔

وانکہ در عقل و گمان ہستش جیب	گاہ پوشیدہ است و گہ بدریدہ حبیب
اور وہ شخص جس کی عقل اور گمان پر پردہ ہے	کبھی (اللہ تعالیٰ اس کے لئے) پوشیدہ ہے کبھی وہ گریبان چاک کرتا ہے

یعنی جس شخص کی عقل اور گمان میں حجاب ہے تو اس کو کبھی پوشیدہ ہے اور کبھی گریبان دریدہ ہے مطلب یہ کہ جس نے حق کو پہچان لیا وہ تو ہر وقت اور ہر گھڑی اس پر ہی رہتا ہے اور جو کہ ابھی مجھوب ہے اس کو کبھی تو مشاہدہ ہو جاتا ہے اور کبھی پھر مجھوبیت ہو جاتی ہے۔ جب اس کو حضور ہوتا ہے تو وہ یاد کر لیتا ہے اور جب پھر حجاب ہو جاتا ہے تو وہ بھول جاتا ہے۔

عقل جزوی گاہ چیرہ کہ نگون	عقل کلی ایمن از ریب المنون
جزوی عقل کبھی غالب ہے کبھی سرنگوں ہے	کامل عقل زمانہ کے حوادث سے محفوظ ہے

یعنی عقل جزوی کبھی تو (مشاہدہ حق میں) حیران ہوتی اور کبھی سرنگوں ہوتی ہے اور عقل کلی حوادث زمانہ سے بے خوف ہوتی ہے عقل جزوی سے مراد عقل عوام اور عقل کلی سے مراد عقل اولیاء کہ وہ ادراک کلیات کا کرتی ہے تو جزوی عقل تو مختلف احوال میں رہتی ہے اور عقل کلی ہمیشہ مشاہدہ میں رہتی ہے جب یہ معلوم ہو گیا تو یہ کرو کہ۔

عقل بفروش و ہنر حیرت بخز	رو بخواری نے بخارا ای پسر
عقل اور ہنر کو بیچ دے حیرت کو خرید لے	اے بیٹا! خواری کی طرف چل نہ کہ بخارا کی طرف

یعنی عقل (جزوی) کو اور ہنر (ظاہری) کو فروخت کر کے حیرت کو خرید لے اور اے صاحبزادے خواری میں جاؤ بخارا میں

مت جاؤ چونکہ بخارا میں علوم زیادہ تھے تو مطلب یہ ہے کہ ان علوم ظاہری کے حصول میں کوشاں مت ہو بلکہ تواضع اور انکسار حاصل کرو اور جب تم تواضع پیدا کر لو گے تو یہ ہوگا کہ۔

تا بخارائے دگر بنی درون	ساکنان محفلش لایفقہون
تاکہ تو (اپنے) اندر دوسرا بخارا دیکھے	اس (بخارا) کی محفل کے لوگ "نہیں سمجھتے ہیں"

یعنی تاکہ تم باطن میں ایک دوسرا بخارا دیکھو کہ اس محفل کے ساکن (ان ظاہری باتوں کو) سمجھتے بھی نہیں ہیں یعنی تم کو وہاں علوم و معارف حاصل ہونگے لہذا تواضع و انکسار پیدا کرو آگے ایک اعتراض کا جواب دیتے ہیں کوئی کہتا ہے کہ آپ جو اس علم ظاہری کی مذمت کرتے ہیں اور معانی کے حصول کی ترغیب دیتے ہیں تو آپ بھی تو خود یہ قصے و حکایات بیان کرتے ہیں جن کا تعلق علم ظاہری سے ہے مولانا اس کا جواب بغیر دفع دخل مقدر کے فرماتے ہیں کہ۔

شرح صلیبی

ترجمہ و تشریح: ناب مولانا فرماتے ہیں کہ ان کے لئے ایسا ہی ہونا چاہئے تھا جیسا ہوا۔ اس لئے کہ ادراک حقائق علی ماہی علیہ ان کا حصہ ہے جو اپنے کوفتا کر چکے ہیں جبکہ وہ خودی میں منہمک ہیں تو ان کو حقائق کا کیونکر ادراک ہو سکتا تھا۔ ہمارے نزدیک تو بیداری میں خواب دیکھنے اور جاگتے ہوئے امور غیبیہ کا مشاہدہ کرنے کے لئے ضرورت ہے کہ آدمی مخلوق سے بے خبر اور خالق سے باخبر ہو جب وہ ایسا کرے گا اس وقت وہ امور غیبیہ کا مشاہدہ کر سکتا ہے بات یہ ہے کہ مخلوق کے افکار لایعنی اس عمدہ خواب کے دیکھنے کے دشمن اور امور غیبیہ کا مشاہدہ کرنے سے مانع ہیں پس اگر امور غیبیہ کے مشاہدہ کی ضرورت ہے تو سو رہنا چاہئے یعنی دنیا سے غافل ہو جانا چاہئے ورنہ جب تک سوؤ گے نہیں اس وقت تک افکار بے ہودہ حلق کو روکے رہیں گے اور غذائے روحانی علوم و معارف کو حلق سے نہ اترنے دیں گے شاید تم یہ سوال کرو کہ سونے اور دنیا سے غافل ہونے کی کیا ضرورت ہے لہذا اس کا جواب سنو تم وہ حالت پیدا کرو جو تو اتر تجلیات سے پیدا ہوتی ہے جس کو حیرت کہتے ہیں یہ حالت تمام افکار کو مٹا دے گی کیونکہ حیرت کا قاعدہ ہے کہ اس کے ہوتے ہوئے نہ ماسوائے اللہ کا خیال آتا ہے نہ اس کا ذکر اس لئے کہ وہ سب ذکر و فکر کو کھا جاتی ہے (اب رہی یہ بات کہ یہ حالت کیونکر پیدا ہو اس کا طریقہ شیخ کامل سے معلوم ہو سکتا ہے اور اس طریق پر عمل کرنے سے بشرط استعداد وہ حالت پیدا ہو جائے گی) یاد رکھو کہ جو شخص دنیاوی معاملات سے زیادہ غافل اور ان میں جدوجہد کرنے سے زیادہ کمال ہوگا وہ ظاہر میں تو اوروں سے پیچھے ہوگا مگر حقیقت میں ان سے آگے ہوگا دلیل اس کی یہ ہے کہ حق سبحانہ نے فرمایا ہے الی اللہ مرجعکم نیز اس سے ہم کو انا للہ و انا الیہ راجعون تعلیم فرمایا ہے اور لوٹنے کی ایسی مثال سمجھو جیسا کہ گلہ بکریوں کا جا رہا ہو اور ہر بکری اپنی جگہ سے گھر کی طرف مڑ جاوے پس جبکہ گلہ اس صورت سے واپس ہوگا تو وہ بکری جو آگے آگے جا رہی تھی پیچھے رہ جاوے گی اور وہ لنگڑی بکری جو پیچھے جا رہی تھی آگے ہو جائے گی اور یہ واپسی ایسی عجیب ہوگی کہ تند خواور تک چڑھے لوگ بھی اس کو دیکھ کر ہنس پڑیں گے پس اس سے معلوم ہوا کہ جو دنیا کے لحاظ سے کمال ہیں۔ وہ حق سبحانہ کے پاس اوروں سے پہلے پہنچ جائیں گے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اہل اللہ طلب دنیا میں فضول لنگڑے نہیں ہوتے اور نخر دنیا کے عوض تنگ دنیا بلا وجہ نہیں خریدی بلکہ اس میں ایک بھید ہے وہ یہ کہ لوگ اپنی سعی فی طلب دنیا کو چھوڑ کر اور پاؤں توڑ کر کعبہ

مقصود کو چار ہے ہیں اور دنیا داروں سے پہلے پہنچنا چاہتے ہیں اور اس تنگی ہی میں ان کے لئے فراخی ہے کیونکہ تنگی سے فراخی تک ایک سرنگ ہے جس کے ذریعہ سے وہ فراخی تک پہنچ سکتے ہیں اور ان لوگوں نے جو عقل دنیا کو اپنے دل سے دھو ڈالا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ عقل کعبہ مقصود کی راہ نہیں جانتی لہذا اس کی طرف رہنمائی نہیں کر سکتی بلکہ اس کے لئے اس سمجھ کی ضرورت ہے جو وہی اور عطاء حق سبحانہ ہو ایسی عقل پیش کر سکتی ہے کیونکہ وہ فرع حق سبحانہ ہے اور حق سبحانہ اس کی اصل اور ہر فرع اپنی اصل کی طرف رہنمائی کرتی ہے مانا کہ عقل دنیا بھی پرواز رکھتی ہے لیکن ہر پرواز سمندر کی چوڑائی میں نہیں اڑ سکتا کہ وہ اڑ کر علم لدنی کا کھوج لگالے بلکہ اس کے لئے خاص پردوں کی ضرورت ہے اور وہ پردہ ہیں جو عقل وہی کو عطا ہوئے ہیں جب یہ معلوم ہو گیا کہ عقل دنیا اور علوم دنیویہ حضرت حق کی طرف رہنمائی نہیں کر سکتے تو تم لوگوں کو ایسے علوم کیوں سکھاتے ہو جو اگر پیشتر سے حاصل ہوں تب بھی ان کو محو کرنے کی ضرورت ہے بلکہ وہ علم سکھلاؤ جن کی تحصیل کی ضرورت ہے یعنی علوم حق سبحانہ۔ نیز جبکہ یہ معلوم ہو گیا کہ ترقی دنیاوی درحقیقت منزل ہے اور دنیاوی پیش قدمی فی الحقیقت پیچھے رہنا ہے تو اب تم اس طرف کی یعنی دنیاوی زیادتی کبھی طلب نہ کرنا بلکہ پاشکتہ ہو جانا اور سعی دنیا کو بالکل خیر باد کہنا۔ ایسا کرو گے تو واپسی کے وقت تم آگے رہو گے تم کو آخرون السابقون کا مصداق ہونا چاہئے اور دنیا میں اوروں سے پیچھے اور دین میں آگے رہنا چاہئے دیکھو تو سہی میوہ درخت سے پہلے ہوتا ہے اگرچہ وجود میں موخر ہوتا ہے اور اولیت اس کی درجہ مقصودیت میں ہے کہ پھل مقصود بالذات ہوتا ہے اور درخت مقصود بالعرض اور مقصود بالذات کا رتبہ مقدم ہے مقصود بالعرض پر۔ اس مثال میں تم کو یہ دیکھنا چاہئے کہ ثمر و شجر میں ہر ایک متاخر ہے اور ہر ایک متقدم لیکن ثمر کا تقدم معنوی ہے اور تاخیر صوری اور شجر کا تقدم و تاخیر بالعکس ہے۔ اب یہ دیکھ کہ ان میں کون اشرف و اعلیٰ ہے ظاہر ہے کہ ثمر اعلیٰ و افضل ہے۔ پس معلوم ہوا کہ تقدم معنوی کے ہوتے ہوئے تاخیر صوری مضر نہیں اور تاخیر معنوی کی صورت میں تقدم صوری مفید نہیں۔ پس تو ثمر کی طرح تقدم معنوی اختیار کر اور شجر کی طرح تقدم صوری کو ترجیح نہ دے اور دعاوی علوم و فنون کو چھوڑ کر فرشتوں کی طرح لاعلم بنا کہہ تا کہ تعلیم خداوندی تیری رستگیری کرے اور تجھے وہ علوم و معارف حاصل ہوں جن کی طرف تیری عقل رہبری نہیں کر سکتی تھی اگر اس مکتب سلوک میں تو بالکل ہی انجان بنے گا اور جے تک بھی نہ جانے گا تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح نور عقل وہی سے پرواز کرے گا اور علوم و معارف تک پہنچے گا اگر تو شہروں میں مشہور نہ ہو اس سے اپنے کو گناہ نہ سمجھنا کیونکہ اللہ جل جلالہ اپنے خاص بندوں کو خوب جانتے ہیں اور انہیں کے جاننے کی ضرورت بھی ہے اگر کوئی نہ جانے بلا سے اس گناہی میں بھی ایک راز ہے کہ یہ خراب و خستہ شخص جو مشہور نہیں ہے حفاظت اسرار کے لئے خزانہ بنایا گیا ہے اور قاعدہ ہے کہ خزانہ ایسی ہی جگہ رکھتے ہیں جہاں کسی کو شبہ بھی نہ ہو اور اس کو کوئی جانتا ہی نہ ہو پس یہ وجہ ہے گناہی کی پس ایسی گناہی پر ہزار شہرتیں قربان ہیں۔ لہذا تم گناہی سے گھبرانا مت۔ اسی مضمون سے ایک اور بات بھی معلوم ہو گئی وہ یہ کہ خوشی رنج کے پردوں میں مستور ہوتی ہے لہذا تم کو تکالیف سے بھی گھبرانا نہ چاہئے یہاں طبیعت شبہ پیدا کرتی ہے لیکن جو اعلیٰ طبیعت ہے وہ اس کی محسوس نہیں ہوتی اور جس طرح عمدہ گھوڑا اسکیل کو تھوڑا پھوڑا کر پھینک دیتا ہے یوں ہی وہ طبیعت بھی ان اشکالات کے پرزے اڑا دیتی ہے پس اگر طبیعت اعلیٰ درجہ کی ہے تو جو بات بھی خود ہی دے لے گی۔ نیز عشق کا ہاتھ شہادت کو جلا دینے والی آگ ہے کہ اس کے آگے کوئی شبہ قائم نہیں رہ سکتا اس بارہ میں اس کی ایسی مثال ہے جیسے دن کی روشنی کہ وہ کسی وہم کو باقی نہیں چھوڑتی یوں ہی یہ بھی کسی شبہ کو باقی نہیں رکھتا۔ نیز حق سبحانہ سے دریافت کر کہ اسی نے شبہ پیدا کیا ہے اور وہی جواب تعلیم

فرمائے گا۔ غرضکہ جواب کی تین صورتیں ہیں اول یہ کہ طبیعت وقادہ ہو اور وہ شبہ کو حل کر دے دوسرے عشق کہ وہ شبہ کی جڑ کاٹ دے تیسرے الہام غیبی۔ ان تین طریقوں میں سے کسی طریق سے اس کو حل کرنا چاہئے۔

فائدہ:- مولانا نے شبہ کو ظاہر نہیں کیا اور نہ جواب بتلایا لیکن انداز بیان سے شبہ کی تقریر یہ معلوم ہوتی ہے کہ جب مال ایسی جگہ رکھتے ہیں جو غیر معروف ہو تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جو مشہور ہیں وہ دولت باطنی کا خزانہ نہیں۔ وہ باطل اور تقریر جواب یہ ہے کہ دولت کے رکھنے کی دو صورتیں ہیں ایک محفوظ کرنا دوسرے لوگوں کو فائدہ پہنچانا پس جس وقت اس کو محفوظ کرنا مقصود ہو اس وقت تو ایسی ہی جگہ رکھیں گے جو غیر معروف ہو اور جس وقت لوگوں کو فائدہ پہنچانا مقصود ہو اس وقت ایسے مقام پر رکھیں گے جہاں سے ہر شخص مستفید ہو سکے پس جو اہل اللہ غیر مشہور ہیں ان کو دولت بغرض اول سپرد کی گئی ہے اور جو مشہور ہیں ان کو بغرض ثانی فلا اشتباہ) اب شاید تو سوال کرے کہ حق سبحانہ تک کیونکر رسائی ہو اور اس سے کیونکر دریافت کیا جاوے تو اس کا جواب یہ ہے کہ گوشہ جونی الحقیقت کوئی گوشہ نہیں بلکہ مجازاً اسے گوشہ کہا گیا ہے وہ وصول الی اللہ کا شاہراہ ہے اور وہ اسی ماہ کی غیر ذی جہت روشنی سے منور ہے تم اس پر چلو یعنی تصفیہ باطن کرو تم کو حق سبحانہ تک رسائی ہوگی اور سارے اشکالات بالہام عیبی مندرج ہو جاویں گے۔ ارے تو تو حقائق و معانی کا پہاڑ ہے پھر تو فقیر کی طرح ادھر ادھر سے صدا (آواز) کو کیوں ڈھونڈھتا ہے اور قالی جواب کے کیوں درپے ہے بلکہ حالی جواب تلاش کرنا چاہئے اور اسی طرف سے تلاش کرنا چاہئے جس طرف تو تکلیف کے وقت یار بی یار بی کہتا ہوا جھکتا ہے بھلے مانس موت اور تکلیف کے وقت تو تو اس طرف جھکتا ہے اور جب وہ تکلیف دور ہوگئی تو اس وقت تو کیوں انجان بن جاتا ہے تکلیف کے وقت تو تو اللہ کا پتہ لگا لیتا ہے اور جب تکلیف جاتی رہی تو انجان بن جاتا ہے اور پوچھتا ہے خدا کا راستہ کہاں ہے ارے احمق وہی راستہ ہے جس پر تو تکلیف کے وقت چل رہا تھا تو رنج و غم کے وقت تو اسے یاد کرتا ہے لیکن جب تو خوش ہوتا ہے پھر غافل ہو جاتا ہے اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ جو لوگ حق سبحانہ کو بلاشبہ و شک جانتے ہیں وہ تو اپنی معرفت پر قائم رہتے ہیں اور جو شخص کہ عقل و گمان میں مبتلا ہے اس کے لئے ایک پردہ ہے سو کبھی وہ پڑا ہوا ہوتا ہے اس وقت آدمی اس سے غافل ہوتا ہے اور کبھی وہ چاک ہوتا ہے اس وقت وہ حق سبحانہ کو پہچانتا اور اس کی طرف متوجہ ہوتا ہے کیونکہ عقل ناقص کبھی تو غالب ہوتی ہے اور کبھی مغلوب۔ جب غالب ہوتی ہے اس وقت معرفت حاصل ہوتی ہے اور جب خواہشات نفس سے مغلوب ہوتی ہے اس وقت وہ معرفت زائل ہو جاتی ہے اور عقل کامل ان تقلبات سے مامون ہے لہذا اس کی معرفت کبھی زائل نہیں ہوتی جب تجھ کو عقل ناقص کی حالت معلوم ہوگئی تو اس عقل جزوی اور کمالات عربی کو حیرت سے بدل لے اور بجائے طلب علوم رسمیہ کے لئے بخارا جانے کے تذلل اور مسکنت عجز و انکسار کی تحصیل کے لئے چل اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ تو اپنے باطن میں ایک دوسرا بخارا مشاہدہ کرے گا جس کی محفل کے رہنے والوں کو لفقہ ظاہری و قالی سے کچھ تعلق نہ ہوگا یعنی تجھ کو ایک اور معدن علم نظر آئے گا جہاں سے تجھے بدون الفاظ کے علوم و معارف حاصل ہوں گے۔

شرح شبیری

ماچو خود را در سخن آہنشتہ ایم	کز حکایت من حکایت گشتہ ایم
ہم نے اپنے آپ کو باتوں میں اس قدر آلودہ کیا ہے	کہ قصوں کی وجہ سے ہم افسانہ بن گئے ہیں

یعنی میں نے اپنے کو جو باتوں میں ملا رکھا ہے اور حکایت کی وجہ سے میں خود حکایت بن گیا ہوں۔

من عدم و افسانہ گردم در حنین	تا تقلب یا بم اندر ساجدین
میں گریہ و زاری میں معدوم اور افسانہ بنا ہوں	تاکہ میں سجدہ کرنوالوں میں نشست و برخاست حاصل کر لوں

یعنی میں جو عدم اور افسانہ بات میں ہو گیا ہوں (یہ سب اس لئے ہے) تاکہ میں ساجدین میں تقلب پاؤں قرآن شریف میں ہے و تقلبک فی الساجدین یعنی حضور جو تہجد پڑھنے والوں کی نگرانی فرماتے ہیں تو ہم آپ کا ان میں تقلب دیکھتے ہیں تو جس طرح کہ وہاں حضور ثواب کے لئے ایسا کرتے تھے اسی طرح میں بھی یہ ساری حکایات ہدایت کے واسطے لاتا ہوں کہ ان سے نتائج نکال کر ہدایت ہوگی۔

این حکایت نیست پیش مرد کار	وصف حالست و حضور یار غار
کام کے آدمی کے سامنے یہ کہانی نہیں ہے	حالت کا بیان ہے اور دوست کی دربار داری ہے

یعنی یہ کام والے آدمی کے سامنے تو حکایت نہیں ہے بلکہ وصف حال ہے اور حق تعالیٰ کا حضور ہے۔

آن اساطیر اولین کہ گفت عاق	حرف قرآن رابد آثار نفاق
ناظران نے جو اگلے لوگوں کے قصے کہا	قرآن کے حروف کو (یہ) نفاق کے آثار تھے

یعنی وہ جو حرف قرآن کو اس کا فر نے اساطیر اولین کہا تھا یہ سب آثار نفاق سے تھا حالانکہ حرف قرآنی ایک ایک ہدایت ہیں تو اسی طرح جو کہ کام کا آدمی ہے اس کے سامنے تو یہ حرف قرآنی کی طرح ہادی ہیں ورنہ پھر حکایات تو ہیں ہی۔

لامکانے کاں در ان نور خداست	ماضی و مستقبل و حال از کجاست
وہ لامکان جس میں خدا کا نور ہے	اس میں ماضی اور مستقبل اور حال کہاں ہے؟

یعنی لامکانی جس میں کہ نور حق ہے اس کا ماضی اور مستقبل اور حال کہاں سے ہے مطلب یہ کہ اس کے اعتبار سے تو سب یکساں ہے وجہ یہ ہے کہ قرآن تو کلام حق ہے اور وہ کلام حق ہونے کے اعتبار سے اور صفت حق ہونے کے اعتبار سے بظاہر حکایات ہیں مگر حقیقت کے اعتبار سے یہ ہادی ہیں۔

ماضی مستقبلش نسبت بہ توست	ہر دو یک چیزند و پنداری کہ دوست
اس کی ماضی اور مستقبل تیرے اعتبار سے ہے	وہ دونوں ایک چیز ہیں تو سمجھتا ہے کہ دو ہیں

یعنی اس کا ماضی اور مستقبل تیری نسبت کر ہے اور وہ دونوں ایک ہی شے ہیں اور تو ان کو دو سمجھے ہوئے ہے یعنی ایک ہی شے ہادی اور مضل ہوتی ہے ایک کے اعتبار سے ہادی ہے اور دوسری کے اعتبار سے مضل ہوتی ہے اور تم یہ خیال کرتے ہو کہ دو چیزیں ہیں ان میں سے ایک ہادی ہے اور ایک مضل ہے یہ نہیں ہے بلکہ اس کی مثال ایسے ہے جیسے کہ

یک تنے او را پدر مارا پسر	بام زیر زید و بر عمر و آن زبر
ایک شخص اس کے لئے ہاتھ ہمارے لئے بیٹا ہے	بالاخانہ زید کے نیچے اور وہ عمرو کے اوپر ہے

یعنی ایک ہی شخص ہے اس کے لئے تو باپ ہے اور ہمارا لڑکا ہے اور کوٹھا زید کے نیچے ہے اور عمرو کے وہی اوپر ہے مطلب یہ ہے کہ

نسبت کے بدلنے سے منسوب نہیں بدلتا ایک ہی شے میں دو اعتبار ہو سکتے ہیں ایک ہی شخص ایک کے اعتبار سے تو باپ ہے اور دوسرے کے اعتبار سے بیٹا زید کو ٹھے کے اوپر اور عمر نیچے تو کوٹھا تو وہی ہے مگر ایک کے اوپر ہے اور دوسرے کے نیچے ہے خود فرماتے ہیں کہ

نسبت زیر و زبر شد زین دو کس	سقف سوئے خویش یک چیز ست و بس
دو شخصوں کے اعتبار سے اونچے نیچے کی نسبت بنا	چھت اپنے اعتبار سے برف ایک چیز ہے

یعنی اوپر نیچے ان دونوں شخصوں کی نسبت ہوئی ورنہ خود سقف اپنے اعتبار سے ایک ہی شے ہے اور بس تو اسی طرح کلام حق درجہ کلام میں تو قدیم ہی ہے اس کے یہاں ماضی اور مستقبل کہاں ہے اور یہ جو کفار کہتے تھے کہ یہ حکایات پہلوں کی ہیں یہ پہلے ان کے اعتبار سے تھے ورنہ حق تعالیٰ کے سامنے تو یکساں ہیں جو شے کہ ہم سے پہلے ہے وہ حق تعالیٰ کے سامنے اس وقت موجود ہے تو اختلاف زمان ہمارے اعتبار سے ہی ہے اسی طرح یہ حکایات ماضی کی ہیں مگر ان کے مصادیق اب بھی موجود ہیں آگے فرماتے ہیں کہ۔

نیست مثل آن مثالست این سخن	قاصر از معنی نو حرف کہن
اس کا کوئی مثل نہیں یہ بات ایک مثال ہے	لے لکتے سے پرانے الفاظ کوتاہ ہیں

یعنی اس کے مثل نہیں ہے بلکہ یہ ساری باتیں مثال ہیں اور یہ حرف کہن معنی نو (کے بیان) سے قاصر ہیں مطلب یہ کہ چونکہ حق تعالیٰ کا کلام تو جیسا تھا ویسا ہی اب بھی ہے اس لئے وہ اگرچہ قدیم ہے مگر اب بھی وہ معنی نو ہی ہیں اور ہمارے الفاظ ہر گھڑی زائل ہوتے ہیں تو یہ ہر گھڑی کہن ہو رہے ہیں تو ان کو حرف کہن کہا تو فرماتے ہیں کہ ہم نے جو کچھ یہ بیان کیا ہے یہ حق تعالیٰ کی مثال ہے مثل نہیں ہے اس لئے کہ مثل تو کہتے ہیں مشارک فی النوع کو اور یہ باری تعالیٰ کے ساتھ متمتع ہے لہذا یہ مثال ہے مگر اس میں بھی ہم مثال پوری طرح بیان نہ کر سکے بلکہ اس کے بیان سے بھی قاصر رہے ہیں آگے فرماتے ہیں کہ۔

چون لب جو نیست مشکا لب بہ بند	بے لب و ساحل بدست این بحر قند
چونکہ دریا کا کنارہ نہیں ہے اے مشک! لب بند کر لے	یہ شکر کا دریا بے کنارہ اور بے ساحل ہے

یعنی جب اس دریا کا کنارہ بھی نہیں ہے تو لب مت کھولو بند کر لو یہ دریا قند تو بے لب و ساحل کے ہے تو جب اس کی کہیں انتہا ہی نہیں ہے لہذا چپ رہنا ہی بہتر ہے۔

این سخن پایان ندارد باز گرد	سوئے فرعون مدخ تاچہ کرد
اس بات کا خاتمہ نہیں ہے واپس لوٹ	مگر فرعون کی جانب کہ اس نے کیا کیا؟

یعنی یہ بات تو کہیں انتہا نہیں رکھتی ہے تو اب تم اس فرعون دماغ دار کی طرف واپس ہو کہ اس نے کیا کیا بس یہاں سے انتقال فرما کر اس کی حکایت کو بیان فرماتے ہیں۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح: تم یہ شبہ نہ کرنا کہ آپ تو خود الفاظ میں پھنسے ہوئے اور قصہ گوئی میں مصروف ہیں اور ہم کو ترک الفاظ کی ہدایت فرماتے ہیں کیونکہ میں جو گفتگو میں مشغول اور یہاں تک مشغول ہوں کہ حکایات کے بیان کرنے میں ضرب المثل ہو گیا ہوں اور یہی رونا روئے ہوئے معدوم اور افسانہ ہو جاؤں گا اس سے میرا مقصود الفاظ نہیں بلکہ ایک معنی صحیح ہیں وہ یہ کہ سالکین کی رہنمائی کا

شرف مجھے حاصل ہو اور ان کی اہتداء سے مجھے مزید قرب حق حاصل ہو پس یہ جاننے والے کے نزدیک حکایات نہیں ہیں۔ بلکہ اظہار حقائق اور مشاہدہ جمال حق سبحانہ سے کیونکہ مجھے ہر بات سے خوشنودی حق سبحانہ مطلوب ہے تم اس کو افسانہ کہنے سے احتراز کرو دیکھو قرآن کو نافرمانوں نے اساطیر الاولین کہا تھا۔ یہ ان کے کفر و نفاق کی علامت تھی وہ لامکان جہان نور خدا (قرآن) ہے ماضی و مستقبل و حال کہاں سے اس لئے کہ یہ یا تو زمانہ کے حصص ہیں یا زمانیات کے اقسام اور وہاں نہ زمانہ کو دخل ہے اور نہ زمانیات کو۔ ماضی و مستقبل تو تمہارے لحاظ سے ہیں ورنہ فی حد ذاتہ ہما دونوں ایک شے ہیں مگر تم اس کو دو سمجھتے ہو۔ اس کو ہم واضح مثالوں سے ظاہر کرتے ہیں ایک شخص سے کہ اس کا باپ ہمارا بیٹا ہے تو یہ شخص اپنی ذات کے لحاظ سے ایک ہے مگر نسبت کے اعتبار سے دو کیونکہ باپ بھی ہے اور بیٹا بھی اور دیکھو کوٹھارید کے نیچے سے اور عمر کے اوپر ہے بس وہ تحت و فوق دو شخصوں کے لحاظ سے ہو گیا ہے ورنہ جہت اپنے لحاظ سے صرف ایک شے ہے۔ یونہی ماضی و مستقبل قرآنی کو سمجھ لو۔ لیکن ان امور مذکورہ کو اس کی تقریبی مثال سمجھنا اور من کل الوجوہ اس کی مثال نہ سمجھ بیٹھنا کیونکہ ہر دو میں بہت بڑا فرق ہے اور یہ فرق اس لئے باقی رہا کہ الفاظ تو ہیں دقیانوسی اور پرانے اور معانی ہیں نئے جن کے لئے الفاظ موضوع نہیں لہذا انہیں پرانے الفاظوں میں سے اس نئے معنی کے مناسب الفاظ نکال کر اس کو ظاہر کیا جاتا ہے۔ اس لئے وہ معنی پورے طور پر ظاہر نہیں ہو سکتے۔ آگے الفاظ کو مشک سے اور معانی خاصہ کو نندی اور سمندر سے تشبیہ دیکر فرماتے ہیں کہ اے مشک کے مشابہ لفظ جبکہ اس نندی کا کنارہ نہیں تو تم اپنا منہ بند کر لو اور ان معانی جدیدہ کو اپنے اندر سمانے کی ہوس نہ کرو کیونکہ اس بحر قد کا تو کوئی ساحل اور کنارہ ہی نہیں پھر تم اپنے اندر انہیں کیسے لے سکتے ہو خیر یہ گفتگو تو ختم نہ ہوگی۔ اب بددماغ فرعون کی طرف لوٹنا چاہئے اور دیکھنا چاہئے کہ اس نے موسیٰ علیہ السلام کے مقابلہ کے لئے کیا تدبیر کی۔

شرح شبیری

فرعون کا شہروں میں جادو گروں کی تلاش کیلئے قاصد روانہ کرنا

چونکہ موسیٰ بازگشت و او بماند	اہل رای و مشورت را پیش خواند
جب موسیٰ واپس ہو گئے اور وہ رہ گیا	(تو) رائے اور مشورے والوں کو طلب کیا

یعنی جبکہ موسیٰ علیہ السلام واپس تشریف لے آئے اور وہ رہ گیا تو اہل رائے اور مشورہ کو سامنے بلا یا۔

مجمع گشتند و بفشردند پائے	ہر کسے کردند عرض فکر و رائے
وہ جمع ہو گئے اور انہوں نے پاؤں جمائے	ہر شخص نے ایک ایک خیال اور رائے پیش کی

یعنی سب جمع ہو گئے اور ثابت قدم ہو گئے اور ہر شخص نے اپنی فکر اور رائے کو پیش کیا۔

عاقبت ہامان بے سامان و دون	رائے پیش آورد و کردش رہنمون
بالآخر ہامان بے سامان اور ذلیل نے	رائے پیش کی اور اس کی رہنمائی کی

یعنی آخر میں ہامان بے سامان اور کمینہ نے رائے پیش کی اور اس (فرعون) کی رہنمائی کی بولا کہ۔

کای شہ صاحب ظفر چوں عم فرود	ساحران را جمع باید کرد زود
اے بادشاہ تھمدی کے شاہ! چونکہ فکر بڑھ گیا ہے	جادو گروں کو جلد جمع کرنا چاہیے

یعنی کہ اے بادشاہ صاحب ظفر جب غم بڑھ گیا (یعنی یہاں تک لوگ بڑھ گئے ہیں تو اب) ساحروں کو جلدی ہی جمع کرنا چاہئے۔

در ممالک ساحران داریم ما	ہر ایک در سحر فرد و پیشوا
ہارے ممالک میں جادوگر ہیں	ہر ایک جادو میں یکتا اور پیشوا ہے

یعنی ممالک میں ہم ایسے ساحرین رکھتے ہیں جو کہ ہر ایک سحر میں فرو و پیشوا ہے۔

مصلحت آنست کز اطراف مصر	جمع آرد شان شہ و صراف مصر
مناسب یہ ہے کہ مصر کے چاروں طرف سے	بادشاہ اور مصر کا تنظیم ان کو جمع کر لے

یعنی مصلحت یہ ہے کہ اطراف مصر میں سے بادشاہ جو کہ مصر میں تصرف کرنے والا ہے جمع کر لے بس یہ رائے پیش کی پیش کرنا تھا کہ قبول ہوگئی اور اس پر نتیجہ یہ مرتب ہوا کہ۔

او بے مردم فرستاد آن زمان	در نواحے بہر جمع جادوان
اس نے ذرا بہت سے آدمی روانہ کر دیئے	ہر جانب جادوگروں کو جمع کرنے کے لئے

یعنی اس نے بہت سے آدمی اسی وقت ہر طرف جادوگروں کے جمع کرنے کو روانہ کر دیئے۔

ہر طرف کہ ساحرے بد نامدار	کر پران سوئے اود و پیک کار
جس طرف بھی کوئی مشہور جادوگر تھا	اس کی جانب دو کارآمد قاصد روانہ کر دیئے

یعنی جس طرف کہ کوئی ساحر نامدار تھا اس نے اسی طرف کو دو کام کے قاصد روانہ کر دیئے۔

دو جوان بودند و ساحر مشہور	سحر ایشان در دل شہ مستمر
دو جوان مشہور جادوگر تھے	ان کی جادوگری چاند میں (بھی) جاری تھی

یعنی دو جوان تھے جو کہ مشہور ساحر تھے اور ان کا سحر بادشاہ کے دل میں قوی تھا یعنی بادشاہ ان کا بہت معتقد تھا مستمر مرہ سے ہے بمعنی قوی ان کے سحر کی یہ حالت تھی کہ۔

شیر دوشیدہ ز شیران شکار	در سفر ہا رفتہ بر خے سوار
شکاری شیروں سے انہوں نے دودھ دوا تھا	وہ مکے پر سوار ہو کر سڑوں میں گئے تھے

یعنی شکاری شیروں کا دودھ نکال لیتے تھے اور مکے پر سوار ہو کر سفر میں جاتے تھے (کہ ان کے سحر سے وہ مٹکا چلتا تھا)

شکل کربا سے نمودہ ماہتاب	آن بہ پیمودہ فروشیدہ شتاب
چاندی کو کپڑے کی شکل میں دکھاتے	اس کو ذرا تپ کر فروخت کر دیتے

یعنی چاندنی کو کپڑے کی شکل میں دکھا کر اس کو تپ کر جلدی سے فروخت کرتے تھے ایک قسم کا جادو ہوتا ہے کہ اس سے چاندنی زمین پر ایسی معلوم ہوتی ہے کہ گویا کپڑا پھیلا ہوا ہے ساحر اس کپڑے کو ہومہ کو تپ کر مشتری کے حوالہ کرتا ہے وہ کپڑا خیال کر کے اس کو خرید لیتا ہے جب گھر پہنچے تو کچھ بھی نہیں تو یہ دونوں اس قدر بڑے ساحر تھے کہ ایسا سحر کیا کرتے تھے۔

سیم بردہ مشتری آگہ شدہ	دست از حسرت برخیا برزده
لا ہوا خریدار (حقیقت سے) آگاہ ہو کر	افسوس سے منہ پینتا

یعنی (فروخت کر کے) روپیہ لے جاتے تھے (اور جب) مشتری آگاہ ہوتا تھا تو حسرت کی وجہ سے ہاتھ منہ پر مارتے تھے یعنی پھر مشتری افسوس کرتے تھے کہ روپیہ سب گیا تو وہ دونوں ایسے بڑے ساحر تھے آگے فرماتے ہیں کہ۔

صد ہزاراں ہنچنین در جادوی	بودہ منشی و نہ بودہ چوں روی
اس طرح لاکھوں جادوگری میں	وہ موجود تھے اور قافیہ کی طرح نہ تھے

یعنی جادوگری میں لاکھوں اسی طرح سے موجود تھے اور روی کی طرح نہ تھے روی قافیہ کے اخیر حرف کو کہتے ہیں چونکہ وہ تابع ہوتا ہے قافیہ کے اس لئے یہاں مراد محض تابع ہے مطلب یہ کہ سحر میں وہ کسی کے تابع نہ تھے بلکہ خود موجود اور ماہر تھے۔

صد ہزاران جادوئیمہا جنس این	بودہ ایشان واہمہ دیدہ مبین
اس طرح کی لاکھوں جادوگریاں تھیں	(اور) ان کو سب نے کھلم کھلا دیکھا تھا

یعنی لاکھوں جادوگریاں اس جنس کی ان کے لئے سب آنکھوں کی دیکھی ہوئی تھیں مطلب یہ کہ ان کی ان جادوگریوں کو سب کھلم کھلا جانتے تھے تو بادشاہ نے ان کو بھی بلایا۔

چون بد ایشان آمد آن پیغام شاہ	کز شمشاہ است اکنون چارہ خواہ
جب ان کے پاس بادشاہ کا پیغام آیا	کہ اب بادشاہ تم سے تدبیر کا خواہاں ہے

یعنی جب ان کے پاس وہ بادشاہ کا پیغام پہنچا کہ تم سے اب بادشاہ مدد چاہتا ہے۔

از پئے آن کہ دو درویش آمدند	برشہ و بر قصر او موکب زدند
اس لئے کہ دو فقیر آئے ہیں	انہوں نے بادشاہ اور اس کے قلعہ پر ڈیرہ جمایا ہے

یعنی اس وجہ سے کہ دو درویش آئے ہیں انہوں نے بادشاہ اور اس کے محل پر لشکر زنی کی ہے۔

نیست با ایشان بغیر یک عصا	کہ ہمی گردد بامرش اژدہا
ان کے پاس سوائے ایک لٹھی کے کچھ نہیں ہے	جو ان کے حکم سے اژدہا بن جاتی ہے

یعنی ان کے ساتھ بجز ایک عصا کے اور کچھ نہیں ہے کہ وہ ان کے حکم سے اژدہا بن جاتا ہے۔

شاہ و لشکر جملہ بے چارہ شدند	زین دو کس جملہ بافغان آمدند
بادشاہ اور فوج سب عاجز آ گئے ہیں	ان دونوں سے سب تالاں ہیں

یعنی بادشاہ اور لشکر سب لاعلاج ہو گئے ہیں اور ان دو شخصوں سے سب نغاں میں آ گئی ہیں۔

ساروی ہوا بحرف الذی تہتی علیہ بقصیدۃ و بحسب الیہ فیقال لامیۃ اومستہ و قیل الاولی ان یفسر الروی بالحرف الاخر من القافیۃ او الفاصلۃ ۱۲ کشف اصطلاحات الفنون

چارہ جو بیان بندہ را پیش شما	شاہ ازان ارسال فرمودہ است تا
تدبیر کا طالب بن کر خادم کو تمہارے پاس	بادشاہ نے اس لئے بھیجا ہے تاکہ

یعنی بندہ کو بادشاہ نے تمہارے پاس چارہ جو کر کے اس لئے بھیجا ہے تاکہ۔

چارہ سازید اندر دفع شان	گنجہا بخشد عوض شہ بیکران
ان کے دفع کرنے کی تدبیر کر	بادشاہ بدلے میں لاتعداد خزانہ بخش دیا

یعنی ان کے دفع کے لئے تم کوئی علاج کرو تو اس کے عوض میں بادشاہ بے انتہا خزانہ بخشے گا۔

چارہ مے باید اندر ساحری	تا بود کہ زین دو ساحر جان بری
جادو گری میں کوئی تدبیر چاہیے	تاکہ ان دونوں جادوگروں سے جان بری ہو

یعنی ساحری میں کوئی ایسا علاج چاہئے تاکہ ہووے ان دونوں ساحروں سے جان بری۔

آن دو سحر را چو این پیغام داد	ترس و مہرے در دل ہر دو فقاد
جب ان دونوں جادوگروں کو یہ پیغام دیا	خوف اور محبت دونوں کے دل میں آئی

یعنی ان دونوں ساحروں کو جب اس نے یہ پیغام دیا تو دونوں کے دل میں خوف اور محبت (دونوں) پڑیں یعنی موسیٰ علیہ السلام کی محبت بھی ہوئی اور ان کی ہیبت بھی ہوئی۔

عرق جنسیت چو جنبیدن گرفت	سربزانو بر نہادند از شگفت
ہم پیش ہوئے کہ رگ جب پھرنی شروع ہوئی	تعب سے دونوں سوچ میں پڑ گئے

یعنی جنسیت کی رگ نے جو ہلنا شروع کیا تو انہوں نے تعب سے سربزانو پر رکھ لیا مطلب یہ کہ چونکہ یہ مسلمان ہونے والے تھے اس لئے ان کے اندر موسیٰ علیہ السلام سے ایک تعلق موجود تھا نام سنتے ہی محبت نے جوش کیا تو یہ اس فکر میں ہوئے کہ آخر یہ محبت کیوں ہو رہی ہے یہ اس حیرت میں سوچنے لگے اور سربزانو ہو کر بیٹھ گئے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

چون دپیرستان صوفی زانو ست	حل مشکل رادوزانو جادو ست
چونکہ صوفی کا کتب زانو ہے	مشکل کو حل کرنے کے لئے زانو جادو ہے

یعنی جبکہ صوفی کا کتب زانو ہے۔ حل مشکل کے لئے دوزانو جادو ہیں مطلب یہ کہ صوفی لوگوں کو جب کوئی مشکل پیش آتی ہے تو وہ سربزانو ہو کر سوچتے ہیں اس لئے کہ ان کی مشکل اسی طرح حل ہوتی ہے تو وہ بھی سوچنے لگے سوچتے سوچتے یہ تدبیر نکالی کہ چونکہ باپ بھی ساحر تھا اس کی قبر پر جا کر عمل کشف القبور سے اس سے دریافت کریں کہ یہ آیا ہے یا ساحر ہیں بس یہ سوچ کر انہوں نے اپنی ماں سے باپ کی قبر دریافت کی تاکہ اس پر جا کر دریافت کریں آگے اسی کو فرماتے ہیں کہ۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح: جب موسیٰ علیہ السلام تشریف لے گئے اور فرعون رہ گیا تو اس نے اہل الرائے و قابل مشورہ لوگوں کو

اپنے حضور میں طلب کیا جب سب لوگ مجتمع ہو گئے اور اطمینان سے بیٹھے تو فرعون نے معاملہ کو پیش کیا اس پر سب لوگوں نے اپنی اپنی رائے ظاہر کی۔ بلا آخر پاجی ہامان بے سامان نے یہ رائے پیش کی اور یوں اس کو رہنمائی کی کہ اے محمد شہنشاہ جبکہ تفکر بہت بڑھ گیا ہے تو اس کی تدبیر یہ ہے کہ فوراً جادو گروں کو جمع کیا جاوے ہمارے ملک میں بہت سے جادو گر ہیں جن میں سے ہر ایک یکتائے روزگار اور اپنے فن کا امام ہے بس اب مشورہ یہی ہے کہ اطراف مصر سے حضور جو حاکم مصر ہیں ان کو جمع کر لیں یہ سن کر اس نے جادو گروں کے جمع کرنے کے لئے فوراً چاروں طرف آدمی دوڑا دیئے اور جس طرف کوئی مشہور جادو گر تھا اس کے پاس اس نے بجائے ایک کے دو آدمی بھیجے دو جوان بہت مشہور جادو گر تھے جن کا جادو چاند کے دل پر چلتا تھا وہ اپنے جادو کی قوت سے شکاری شیروں کا دودھ نکالتے تھے اور مکے پر سوار ہو کر سفر کرتے تھے اور جادو سے دھوپ کو کپڑا ظاہر کر کے ناپ کر بیچ ڈالتے اور زر ثمن اڑا لے جاتے تھے جب مشتری اس دھوکہ پر مطلع ہوتا تو افسوس سے اپنا منہ پیٹ لیتا تھا۔ اسی قسم کے اور لاکھوں فن جادوگری میں استاد کامل تھے اور حرف روی کی طرح کسی کے تابع نہ تھے جب ان کے پاس بادشاہ کا یہ پیغام پہنچا کہ جہان پناہ چاہتے ہیں کہ تم مصیبت کے دفع کی کوئی تدبیر کرو اس لئے کہ دو فقیر آئے ہیں اور انہوں نے بادشاہ اور ان کے قلعہ اور اس کی سپاہ پر حملہ کیا ہے ان کے پاس کچھ نہیں ہے بجز ایک لاٹھی کے جو ان کے حکم سے اڑدھا بن جاتی ہے ان دو شخصوں سے بادشاہ اور اس کی سپاہ عاجز ہو گئی ہے اور تمام لوگ چلا اٹھے ہیں بادشاہ نے اس احقر کو آپ کی خدمت میں چارہ جوئی کے لئے اور اس لئے بھیجا ہے تاکہ آپ ان کو دفع کرنے کی کوئی تدبیر کریں اگر آپ ایسا کریں گے تو بادشاہ سلامت آپ کو اس کے عوض میں بہت سا انعام دیں گے۔ جب یہ پیغام ان دو مشہور ساحروں کے پاس پہنچا تو ان کے دل میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف سے کچھ خوف اور کچھ محبت پیدا ہو گئی اور جبکہ مجانت فطری یا موسیٰ علیہ السلام کی آگ بھڑکی اور بوجہ استعداد ایمانی کے ان کو ان کی طرف میلان ہوا تو تھیر سے زانو پر سر رکھ لیا اور سوچنے لگے کہ کیا کرنا چاہئے آیا ان سے مقابلہ کیا جاوے یا نہیں اب مولانا فرماتے ہیں کہ چونکہ صوفی کا مکتب گھٹنا ہی ہے اور اس کو جو علوم و معارف حاصل ہوتے ہیں وہ عام طور پر اسی پر سر رکھ کر مستغرق ہونے سے ہوتے ہیں لہذا یوں کہنا چاہئے کہ حل مشکل کے لئے تو گھٹنا تو جادو کی خاصیت رکھتا ہے کہ جب اس پر سر رکھ کر آدمی نے غور کیا تو اکثر کوئی نہ کوئی بات سمجھ میں آ ہی جاتی ہے اس لئے انہوں نے گھٹنوں پر سر رکھ کر سوچنا شروع کیا اور تدبیر ان کی سمجھ میں بھی آ گئی۔

شرح شبیری

دونوں ساحروں کا اپنی ماں سے اپنے باپ کی قبر کو دریافت کرنا اور

اپنے باپ کی روح سے موسیٰ علیہ السلام کی حقیقت دریافت کرنا

بعد ازاں گفتند: اے مادر بیا	گور بابا کو تو مارا رہ نما
اس کے بعد انہوں کہا ماں! آ جا	ہادا کی قبر کہاں ہے؟ تو ہماری رہنمائی کر دے

یعنی بعد اس (سوچنے) کے انہوں نے کہا کہ اے ماں یہاں آ اور ہم کو راہ دکھا دے کہ ہمارے باپ کی قبر کہاں ہے۔

بروشان برگور او بنموده راه	پس سه روزہ داشتند از بہر شاہ
وہ ان کو اس کی قبر پر لے گئی اور راستہ دکھادیا پھر بادشاہ کی خاطر تین روزے رکھے	

یعنی وہ ان کی ماں ان کو اس کی قبر پر لے گئی اور راستہ دکھادیا پھر بادشاہ کی خاطر سے تین روزے رکھے معلوم ہوتا ہے کہ اس کشف قبور کے لئے اول کچھ مجاہدہ کی ضرورت ہوتی تھی تو چونکہ یہ کام فرعون کے لئے کر رہے تھے لہذا انہوں نے مجاہدہ کے لئے تین روزے بادشاہ کی خاطر سے رکھے تاکہ عالم ملکوت سے لذات کے ترک سے مناسبت ہو جاوے۔

بعد ازان گفتند اے بابا بما	شاہ پیغامے فرستاد از و جا
اس کے بعد انہوں نے کہا اے ہادا ہمیں	بادشاہ نے خوف سے ایک پیغام بھیجا ہے

یعنی بعد ان روزوں کے رکھنے کے انہوں نے کہا کہ اے بابا ہمارے پاس بادشاہ نے لاچاری کی وجہ سے پیغام بھیجا ہے وجہ معنی خاصی ہونا یہاں بمعنی لاچاری مطلب یہ کہ بعد روزوں کے وہ اس طرف متوجہ ہوئے اور اپنے باپ کی روح سے دریافت کیا کہ ہمارے پاس بادشاہ کا یہ پیغام آیا ہے۔

کہ دو مرد اور ابہ تنگ آوردہ اند	آبرویش پیش لشکر بردہ اند
کہ دو شخصوں نے اس کو تنگ کر دیا ہے	لشکر کے روہد اس کی آمدوریزی کر دی ہے

یعنی کہ دو آدمیوں نے اس کو تنگ کر رکھا ہے اور اس کی آبرو لشکر کے آگے گرائی ہے۔

نیست با ایشان سلاح و لشکرے	جز عصا و درعصا شور و شرے
ان کے ساتھ ہتھیار اور لشکر نہیں ہے	لاٹھی کے علاوہ اور لاٹھی میں شور و شر ہے

یعنی ان کے ساتھ کوئی ہتھیار یا لشکر نہیں ہے سوائے ایک عصا کے کہ اس عصا ہی میں ایک شور و شر ہے مطلب یہ کہ صرف ایک عصا ان کے پاس ہے مگر بس وہی غضب کا ہے۔

تو جہان راستان در رفتہ	گر چہ در صورت نجا کے خفتہ
تو جہوں کے عالم میں چلا گیا ہے	اگرچہ بظاہر مٹی میں سویا ہوا ہے

یعنی اے بابا تو حیوان کے جہان میں گیا ہوا ہے اگرچہ ظاہر ایک خاک میں سویا ہوا ہے مطلب یہ کہ وہاں تو سب منکشف ہے در معلوم ہے اور سب سچے ہیں لہذا آپ ہمیں یہ بتادیتے کہ۔

آن اگر سحرست مارا وہ خبر	ور خدائے باشد اے جان پدر
اگر وہ جادو ہے تو ہمیں بتا دے	اور اگر خدائی بات ہے اے ابا جان!

یعنی اگر وہ سحر ہے تو ہم کو خبر دے اور اگر یہ بات خدا والی ہے تو اے باپ کی روح

ہم خبر وہ تاکہ ما سجدہ کنیم	خویش را بر کیمیائے برزیم
یہ بھی بتا دے تاکہ ہم سجدہ کریں	اپنے آپ کو کیمیا سے داہستہ کر دیں

یعنی تب بھی خبر دے تاکہ ہم اطاعت کر لیں اور اپنے کو ایک کیمیا پر لگاویں مطلب یہ کہ ہم بھی پھر ان کے فیوض سے مستفیض ہوں اس لئے کہ۔

نامید اینم امیدے رسد	در شب دیجور خورشیدے رسد
ہم مایوں ہر امید پیدا ہو جائے	اندھیری رات میں سورج نکل آئے

یعنی ہم تو (رحمت حق سے) ناامید ہیں تو کوئی امید ہو اور شب تاریک میں کوئی خورشید پہنچے۔

از ضلال آئیم در راہ رشد	راندگانیم و کرم مارا کشد
ہم گمراہی سے راہ ہدایت پر آ جائیں	ہم مردود ہیں اور کرم ہمیں کھینچ لے

یعنی گمراہی سے ہم راہ ہدایت میں آ جاویں اور ہم رانندگان درگاہ ہیں ہم کو کرم کھینچ لے غرض کہ جو کیفیت ہو اس سے آگاہ فرما دیا جاوے۔

شرح صلیبی

ترجمہ و تشریح: چنانچہ گھٹنے سے سر اٹھانے کے بعد انہوں نے اپنی ماں سے کہا کہ اماں چلو ہمیں ہمارے باپ کی قبر بتا دو اس نے ان کی رہنمائی کی اور قبر پر لے گئی اس کے بعد انہوں نے فرعون کے لئے تین روزے رکھے اس کے بعد کہا کہ ابا بادشاہ نے محزون ہو کر ہمارے پاس پیغام بھیجا ہے اور کہا ہے کہ دو آدمیوں نے مجھے پریشان کر رکھا ہے اور لشکر کے سامنے میری آبرو خاک میں ملا دی ہے نہ تو ان کے پاس ہتھیار ہیں نہ فوج بجز ایک عصا کے اور سارا شور و شر اس لاشی ہی میں ہے آپ بچوں کے ملک میں تشریف لے گئے ہیں گو بظاہر مٹی میں سوتے ہیں اگر یہ کوئی جادو ہے تب بھی آپ ہم کو بتلا دیجئے اور اگر خدائی قوت ہے جیسا کہ ان آدمیوں کا دعویٰ ہے تب بھی آپ ہم کو بتلا دیجئے تاکہ ہم بھی اس خدا کے مطیع ہو جاویں اور کیمیا سے مل کر کیمیا ہو جائیں اب تو ہم ناامید ہیں پھر ہم کو امید ہو جاوے اور شب تاریک ضلالت میں ہمارے لئے آفتاب ہدایت نکل آئے ہم گمراہی کو چھوڑ کر راہ ہدایت پر آئیں اور ہم مردودوں کو کرم حق سبحانہ اپنی طرف کھینچ لے۔

شرح شبیری

اس مردہ ساحر کا اپنے لڑکوں کو جواب دینا

گفت شان در خواب کاے اولاد من	نیست ممکن ظاہر این رادم زدن
اس نے ان سے خواب میں کہا اے میرے بچو	اس میں کل کر بات کرنا ممکن نہیں ہے

یعنی ان سے خواب میں کہا کہ اے میرے بچو اس میں ظاہر طور پر دم مارنا تو ممکن نہیں مطلب یہ کہ بالکل صاف صاف تو ہم بتا نہیں سکتے اس لئے کہ۔

فاش و مطلق گفتنم دستور نیست	لیک راز از پیش چشم دور نیست
کلم کھلا اور صاف کہنے کی مجھے اجازت نہیں ہے	لیکن راز میری آنکھوں سے دور نہیں ہے

یعنی ظاہر اور صاف کہنے کی تو مجھے اجازت نہیں ہے لیکن راز میری آنکھوں کے سامنے سے دور بھی نہیں ہے مطلب یہ کہ چونکہ دنیا دار الالبلاء ہے اس لئے اگر اس عالم کے حالات صاف طور پر معلوم ہو جاویں تو پھر آزمائش ہی کیا رہے اس لئے اس نے کہا کہ ہم کو صاف صاف کہنے کا تو حکم حق نہیں ہے مگر اس بھید سے ہم بالکل ناواقف بھی نہیں بلکہ آگاہ ہیں لہذا یہ کریں گے کہ۔

لیک بنمایم شمارا آیتے	تاشود آگہ ز سر کینتے
لیکن میں تمہیں ایک علامت بتاتا ہوں	تا کہ تم پوشیدہ بات کے راز سے باخبر ہو جاؤ

لیکن تم کو میں ایک نشانی بتا دوں گا تا کہ تم مخفی شے کے بھید سے آگاہ ہو جاؤ۔

یک نشانے دانمایم باشما	تاشود پیدا شمارا این خفا
میں تم پر ایک علامت ظاہر کر دیتا ہوں	تا کہ یہ پوشیدگی تم پر کھل جائے

یعنی میں تمہیں ایک نشانی دکھا دوں گا تا کہ تم پر یہ خفا ظاہر ہو جاوے آگے نشانی بتاتا ہے کہ۔

نور چشمانم چو آن جاگہ روید	از مقام خفتنش آگہ شوید
میرے نور چشم! جب تم وہاں جاؤ	اس کے سونے کی جگہ معلوم کر لو

یعنی اے میرے نور چشمو جب تم اس جگہ پہنچو تو ان کے سونے کی جگہ سے آگاہ ہو جیو۔

آن زمان کہ خفتہ باشد آن حکیم	آن عصا گیرید بگزارید بیم
جب وہ دانا سوتا ہوا ہو (تو)	وہ لاشی لے لو اور خوف کو چھوڑ دو

یعنی جس وقت کہ وہ حکیم سوئے ہوئے ہوں تو اس عصا کو لے لو اور خوف کو چھوڑ دینا یعنی بس خوف تو کرنا مت کسی طرح اس عصا کو چر ایانا۔

گر بذر دیدش عصا او ساحرست	چارہ ساحر شمارا حاضرست
اگر تم نے اس کی لاشی چرائی تو وہ جادوگر ہے	جادوگر کا علاج تمہارے پاس موجود ہے

یعنی اگر تم عصا کو چرا سکو تب تو وہ ساحر ہے اور ساحر کا علاج تمہارے پاس حاضر ہی ہے۔

ورنہ بتوانید ہان آن ایزد یست	اور رسول ذوالجلال و مہتدیست
اگر تم نہ اٹھا سکو تو خبردار وہ خدائی ہے	وہ اللہ کا رسول اور ہدایت یانتہ ہے

یعنی اور اگر نہ چرا سکو تو وہ اللہ والا ہے اور وہ رسول حق ہے اور مہتدی ہے تو اگر وہ رسول ہے تو پھر تو یہ سمجھ لو کہ۔

گر جہان فرعون گیرد شرق و غرب	سرنگون آرد خدارا گاہ حرب
اگر فرعون شرق اور مغرب (پورا جہان) حاصل کر لے	لائی کے وقت اللہ کے سامنے اندھا ہو جائے گا

یعنی اگر سارا جہان شرق سے غرب تک فرعون ہی فرعون لے لے تو وہ خدا کے آگے لڑائی کے وقت سرنگوں ہی لاوے گا مطلب یہ کہ اگر ساری دنیا فرعون سے بھر جاوے تب بھی خدا کے آگے ان کی کچھ نہیں چل سکتی۔

این نشان راست دادم جان باب	برنویس اللہ اعلم بالصواب
باپ کی جان! میں نے یہ سچی نشانی دیدی	لکھ لے اللہ زیادہ بہتر جانتا ہے

یعنی میں نے یہ سچی نشانی دیدی ہے اے جان باپ کی اس کو (قلب پر) نقش کر لو واللہ اعلم بالصواب مطلب یہ کہ بس اس نشانی سے تم کو ان کا صدق و کذب معلوم ہو جاوے گا ایک قاعدہ کلیہ بیان کرتا ہے کہ۔

جان بابا چون بخت سحرے	سحر و مکرش رانباشد رہبرے
جان پدرا جب کوئی جادوگر سو جاتا ہے	اس کے جادو اور مکر کا کوئی رہبر نہیں ہوتا

یعنی اے جان باب کی جب کوئی ساحر سو رہتا ہے تو اس کے سحر اور مکر کا کوئی رہبر نہیں رہتا اس لئے کہ وہ ہی متصرف تھا وہ سو گیا اب اس کا تصرف باطل ہو جاتا ہے اس کی ایسی مثال ہے کہ۔

چونکہ چوپان خفت گرگ ایمن شود	چونکہ خفت او جہد او ساکن شود
جب گذریا سو گیا، بھیڑیا، مطمئن ہو جاتا ہے	جب وہ سو گیا اس کی کوشش ٹھہر گئی

یعنی جبکہ چوپان سو جاوے تو گرگ بیخوف ہو جاتا ہے چونکہ وہ سو رہا ہے اس کی کوشش ساکن ہوگی یعنی جب وہ سو گیا تو اس کی خوب حفاظت بھی باطل ہوگئی۔

لیک حیوانے کہ چوپانش خداست	گرگ را آنجا امیدورہ کجاست
لیکن وہ جانور جس کا خدا نگہبان ہے	بھیڑیے کو وہاں امید اور راستہ کہاں ہے؟

یعنی لیکن جس جانور کا خدا نگہبان ہے گرگ کو اس جگہ امید اور راہ کب ہے اس لئے کہ وہ تو بھی غافل نہیں ہوتے نہ سوتے ہیں تو وہاں کسی کی رسائی نہیں ہو سکتی لہذا یاد رکھو کہ۔

جادوئے کہ حق کند حق ست و راست	جادوئے خواندن مرآن حق را خطاست
جو جادو خدا کرے وہ حق اور درست ہے	اس سچ بات کو جادو کہنا ہی غلط ہے

یعنی جس جادو کو حق تعالیٰ حق اور سچا فرمادیں تو اس حق کو جادو کہنا ہی خطا ہے مطلب یہ کہ اسی طرح جس کا محافظ خدا ہو وہاں کسی کی دسترس نہیں اسی طرح جس کی حق تعالیٰ حفاظت کریں اس کو کون مناسکتا ہے تو اگر وہ جادو ہے تو ان کے سورہنے سے اس کا اثر باطل ہو جاوے گا اور تم اس کے چرانے پر قادر ہو گے اور اگر وہ حق تعالیٰ کی طرف سے ہے تو پھر تم اس کے چرانے پر قادر نہ ہو گے اس لئے کہ حق تعالیٰ تو ہر گھڑی متصرف ہیں پھر بولا کہ۔

جان بابا این نشان قاطع ست	گر بمیرد نیز حقش رافع ست
جان پدرا یہ نطق علامت ہے	اگر وہ مر بھی جائے تو خدا اس کو بلند کرنے والا ہے

یعنی اے جان پدرا یہ نشانی قاطع ہے اور اگر وہ مر بھی جاوے تب بھی حق اس کا رافع ہے یعنی اس نے کہا کہ ان کا اثر سونے سے تو کیا جاتا اگر وہ مر بھی جاوے تب بھی ان کا اثر زائل نہیں ہوتا بلکہ اسی طرح قائم رہتا ہے آگے مولانا اس سے ایک دوسرے

مضمون کی طرف انتقال فرماتے ہیں وہ یہ ہے کہ جس طرح موسیٰ علیہ السلام کے سو جانے سے اس عصا پر کسی کا دسترس نہ پہنچتا تھا اسی طرح حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے قرآن شریف پر کسی محرف کو قدرت نہیں ہو سکتی سبحان اللہ خوب ہی انتقال ہے۔

شرح صلیبی

ترجمہ و تشریح: اس نے ان سے خواب میں کہا کہ اے میرے بچو اس راز کو صاف صاف ظاہر کرنا تو میرے امکان میں نہیں کیونکہ مجھے صاف کہنے کی اجازت نہیں ہے مگر یہ راز مجھے معلوم ضرور ہے اب تم سے ایک علامت بیان کرتا ہوں تاکہ اس کے ذریعہ سے یہ راز مخفی تم پر آشکار ہو جاوے میرے نور چشمو جب تم وہاں پہنچو تو یہ معلوم کرو کہ وہ شخص کہاں سوتے ہیں اور یہ معلوم کر کے جب وہ سو رہے ہوں ان کی لاشی اٹھالو دیکھو ڈرنا مت ورنہ راز ظاہر نہ ہوگا اب اگر تم اس لاشی کو چروالو تب تو سمجھ لو کہ وہ جادوگر ہے پھر اس کا انتظام کر دینا تم کو کچھ مشکل ہی نہیں اور اگر چہ نہ سکو تو سمجھ لو کہ خدائی قوت ہے ان کا بیان سچا ہے اور وہ خدائے ذوالجلال کے رسول اور ہدایت یافتہ ہیں اگر فرعون مشرق و مغرب پر بھی قبضہ کر لے گا تب بھی وہ خدا سے نہیں لڑ سکتا لڑائی کے وقت حق سبحانہ ضرور اس کو مغلوب کریں گے۔ بیٹا یہ سچی پہچان میں نے تم کو بتائی ہے تم اسے دل پر نقش کر لو واللہ اعلم بالصواب بیٹا دیکھو جب جادوگر سو جاتا ہے تو بھیڑیا بے کھٹکے ہو جاتا ہے اس لئے کہ سونے سے اس کی تدابیر اور کوششیں رک جاتی ہیں مگر جس جانور کا محافظ خدا ہو بھیڑیے کو وہاں رسائی کی امید بھی نہیں ہو سکتی اس لئے کہ حق سبحانہ پر غفلت ہی طاری نہیں ہوتی پس سمجھو کہ خدا کا جادو واقعی اور سچا جادو ہے جس کا عالم میں کوئی توڑ نہیں میں نے بنا برصنعت مشاکلت اسے جادو کہہ دیا ہے (جیسے عملت اطنجوالی جبة و قیماً یا اللہ یستہزئی بہم) ورنہ اس کو حقیقتہ جادو کہنا غلط ہے بیٹا اگر تم اس کو اٹھانہ سکو تو سمجھنا کہ یہ اس کے دعویٰ نبوت کی قطعی الدلالتہ نشانی ہے اور ایسی ہے کہ سونا تو درکنار اگر ان کی وفات بھی ہو جاوے تب بھی حق سبحانہ اس کو بلند ہی کریں گے اور کبھی مغلوب نہ کریں گے۔

شرح شبیری

قرآن مجید کو عصائے موسیٰ علیہ السلام سے تشبیہ دینا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کو موسیٰ علیہ السلام کے سو جانے سے تشبیہ دینا اور قرآن شریف میں تحریف کرنے والوں کو ان ساحر بچوں سے تشبیہ دینا جنہوں نے کہ عصائے موسیٰ علیہ السلام کو چرانا چاہا تھا جبکہ موسیٰ علیہ السلام سو رہے تھے

مصطفیٰ را وعدہ کرد الطاف حق	گر بمیری تو تمیرد این سبق
اللہ کی مہربانیوں نے مصطفیٰ سے وعدہ کیا ہے	اگر تمہاری وفات ہوگی تب بھی تو یہ سبق نانا ہوگا
یعنی مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے الطاف حق نے وعدہ فرمایا تھا کہ اگر آپ وفات بھی پاگئے تب بھی یہ درس قرآن نہ مرے گا اس لئے کہ	
من کتاب و معجزت را حاقم	بیش و کم کن راز قرآن را فضم
میں تیری کتاب اور معجزے کا غمبہان ہوں	میں قرآن میں زیادتی اور کمی کرنے والے کا مخالف ہوں

یعنی میں آپ کی کتاب اور معجزہ (کے رتبہ) کو بلند کرنے والا ہوں اور گھٹانے بڑھانے والے کو قرآن سے مانع ہوں (اور کسی کو قدرت نہ ہونے دوں گا)

من ترا اندر دو عالم را فعم	طاغیان را از حدشیت و افعم
میں تجھے دونوں جہان میں بلند کرنے والا ہوں	سرکشوں کو تیری حدیث سے دفع کرنے والا ہوں

یعنی میں آپ کا دونوں عالم میں حافظ ہوں اور نافرمانوں کو آپ کی حدیث سے دفع کرنے والا ہوں۔

کس نیار د بیش و کم کردن درو	توبہ از من حافظے دیگر مجو
اس میں کوئی کمی اور زیادتی نہیں کر سکتا	تو مجھ سے بہتر محافظ کی جستجو نہ کر

یعنی اس میں کوئی شخص بیش و کم نہ کر سکے گا آپ مجھ سے بہتر کوئی اور محافظ نہ تلاش کریں۔

رونقت را روز افزون میکنم	نام تو بر زرد بر نقرہ زخم
میں تیری رونق دن بدن بڑھاؤں گا	تیرا نام سونے اور چاند پر کندہ کروں گا

یعنی آپ کی رونق کو دن پر دن زیادہ کروں گا اور آپ کے نام کو سونے اور چاندی پر لاؤں گا یعنی آپ کی سلطنت ہوگی اور آپ کے نام کا سکہ چلے گا چنانچہ ہوا۔

منبر و محراب سازم بہر تو	در محبت قہر من شد قہر تو
میں تیرے لئے منبر اور محراب بناؤں گا	محبت کی وجہ سے میرا غصہ تیرا غصہ بن گیا ہے

یعنی میں آپ کے لئے منبر اور محراب بناؤں گا اور محبت میں آپ کا قہر میرا قہر ہے مطلب یہ کہ آپ سے محبت ہونے کی وجہ سے اگر کسی پر آپ کا قہر ہوگا تو اس پر میرا قہر بھی ہوگا اور میں تمہارے لئے منبر و محراب جو کہ لوازم سلطنت سے ہیں بناؤں گا اور ابھی تو یہ حالت ہے کہ

نام تو از ترس پنهان میکنند	چون نماز آرنند پنهان مے شوند
وہ ڈر کی وجہ سے تیرا نام لیتے ہیں	اے ہنرمند! اذان بھی چھپ کر (دیتے ہیں)

یعنی آپ کے نام کو خوف کی وجہ سے پوشیدہ کرتے ہیں اور جب نماز پڑھتے ہیں تو پوشیدہ ہو جاتے ہیں۔

خفتہ میگویند نامت را کنون	خفیہ ہم بانگ نماز اے ذوفنون
وہ اب چھپ کر تیرا نام لیتے ہیں	اے ہنرمند! اذان بھی چھپ کر دیتے ہیں

یعنی اب تو آپ کے نام مبارک کو خفیہ لیتے ہیں اور آواز نماز کو بھی خفیہ رکھتے ہیں اے ذوفنون

از ہراس و ترس کفار لعین	دینت پنهان مے شووزیر زمین
ملعون کافروں کے ڈر اور خوف سے	تیرا دین زمین میں چھپا جاتا ہے

یعنی کفار لعین کے خوف اور ترس کی وجہ سے آپ کا دین ابھی تو (گویا کہ) زیر زمین دفن ہو رہا ہے (مگر عنقریب یہ ہوگا کہ)

من منارہ برکم آفاق را	کور گردانم دو چشم عاق را
میں دنیا کو (دین سے) روشن کر دوں گا	میں نافرمان کی دونوں آنکھوں کو اندھا کر دوں گا

یعنی میں آفاق میں اس دین کو منارہ پر کروں گا اور منکر کی دونوں آنکھوں کو اندھا بنا دوں گا۔

چاکرانت شہر ہا گیرند و جاہ	دین تو گیرد ز ماہی تابماہ
تیرے خادم شہر اور مرتبہ حاصل کر لیں گے	تیرا مذہب بھیل سے چاند تک پھیل جائے گا

یعنی آپ کے غلام شہروں اور مرتبوں کو لے لیں گے اور آپ کا دین ماہی سے ماہ تک محیط ہو جاوے گا یعنی اسفل سے لے کر اعلیٰ تک آپ ہی کا دین ہوگا۔

تا قیامت باقیش داریم ما	تو مترس از رخ دین اے مصطفیٰ
ہم اس کو قیامت تک ہاتی رکھیں گے	اے مصطفیٰ تم دین کے مٹنے سے نہ ڈرو

یعنی قیامت تک ہم اس کو باقی رکھیں گے اور اے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تم رخ دین سے خوف مت کرو مطلب یہ کہ آپ بے فکر رہیں آپ کے بعد رخ حسی نہیں ہو سکتا۔

اے رسول ماتو جادو نیستی	صادق ہم خرقہ موسیٰ
اے ہمارے رسول! تم جادو نہیں ہو	تم سچے ہو موسیٰ کے پیر بھائی ہو

یعنی اے ہمارے رسول آپ جادو گر نہیں ہیں آپ صادق ہیں اور آپ موسیٰ کے ہم خرقہ ہیں۔

ہست قرآن مر ترا پچون عصا	کفر ہارا در کشد چون اژدہا
'قرآن تمہارے لئے (حضرت موسیٰ کی) لٹھی کی طرح ہے	(جو) اژدھے کی طرح کفروں کو نکل جائے گا

یعنی تمہارے لئے قرآن مثل عصا کے ہے کہ وہ کفروں کو اژدہا کی طرح مار ڈالتا ہے۔

تو اگر در زیر خاک خفتہ	چون عصائش دان تو انچہ گفتہ
تم اگرچہ مٹی میں خوابیدہ ہو	جو کچھ تم نے کہا ہے اس کو ان (موسیٰ کی) لٹھی کی طرح سمجھو

یعنی اگر آپ زیر خاک سو رہے ہیں تو جو کچھ کہا آپ نے فرمایا ہے اس کو عصا کی طرح جانو۔

گرچہ باشی خفتہ تو در زیر خاک	چون عصا آگہ بود آن گفت پاک
اگرچہ تم مٹی کے نیچے سوئے ہوئے ہو	(موسیٰ کے) عصا کی طرح وہ پاک کلامِ باخبر رہے گا

یعنی اگرچہ آپ زیر خاک سو رہے ہوں مگر اس قول پاک کو مثل عصا کے آگاہ سمجھئے کہ جس طرح وہ عصا سارقون سے آگاہ ہو کر ان کو بھگا دیتا تھا اسی طرح یہ قرآن بھی کسی کو اپنے اوپر قدرت نہ ہونے دے گا۔

قاصد آن را بر عصایت دست نے	تو بخسپ اے شہ مبارک خفتنے
ارادہ کرنے والوں کو تمہاری لٹھی پر قابو نہیں ہے	اے شاہ تم سو جاؤ تمہارا سو جانا مبارک ہے

یعنی (تحریف کے) قاصدوں کو آپ کے عصا پر قدرت نہیں ہے اے شاہ دو جہاں آپ مبارک سونا سوئے یعنی آپ بے فکر سوئیں اس پر کسی کو قدرت نہ ہوگی اس لئے کہ۔

تو مخفتہ نور تو برآسمان	بہر پیکار توزہ کردہ کمان
تم سوئے ہوئے ہو تمہارا آسمان پر ہے	تمہارے دشمنوں سے لڑنے کے لئے کمان پر چلا چھائے ہوئے ہو

یعنی آپ سور ہے ہیں اور آپ کا نور آسمان پر آپ کی طرف سے لڑائی کے لئے کمان زہ کئے ہوئے ہے۔

فلسفی و آنچہ پوزش میکند	قوس نورت تیر دوزش میکند
فلسفی اور اس کا منہ جو کچھ کرتا ہے	تیرے نور کی کمان اس کو چمید ڈالتی ہے

یعنی فلسفی اور اس کا منہ جو کچھ کرتا ہے آپ کے نور کی قوس اس کو تیر دوز کر دیتی ہے یعنی اس کو زک دیدیتی ہے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

آن چناں کرد و ازان افزون کہ گفت	او بخفت و بخت و اقبالش نخفت
(اللہ تعالیٰ نے) وہ کیا جو کہا اور اس سے بھی زیادہ	وہ (مصطفیٰ) سو گئے اور ان کا نصیبہ اور اقبال نہ سویا

یعنی حق تعالیٰ نے ویسا ہی کیا بلکہ اس سے زیادہ جیسا کہ کہا تھا آپ سور ہے اور آپ کا بخت و اقبال نہ سویا بلکہ بحمد اللہ تا ہنوز روز افزون و رو بہ ترقی ہے اللہم زد فزد آگے پھر موسیٰ علیہ السلام کا قصہ بیان فرماتے ہیں کہ۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح: اب مولانا گربیر دینز حش رافع ست کی تائید فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مذکورہ بالا بیان بالکل صحیح ہے چنانچہ اس کی نظیریہ واقعہ موجود ہے کہ حق سبحانہ نے اپنے فضل و کرم سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے وعدہ فرمایا ہے کہ اگر آپ انتقال بھی فرما جاویں تو قرآن پھر بھی زندہ رہے گا میں اس کتاب اور اس معجزہ کو تفوق بخشوں گا اور جو اس میں تحریف کرنا چاہے گا میں مزاحمت کروں گا اور اس کو کامیاب نہ ہونے دوں گا میں آپ کا دونوں عالم میں محافظ ہوں اور جو آپ کی بات نہ مانیں میں نہ ان کو چھوڑ دوں گا جب میں تم پر اتنا مہربان ہوں تو میں قرآن کی بھی حفاظت کروں گا تم اطمینان رکھو قرآن میں کوئی شخص کمی بیشی نہیں کر سکتا اور مجھ سے بڑھ کر تم کو کوئی محافظ ملے گا بھی نہیں پس فکر بیکار ہے میں آپ کی رونق کو روز بروز ترقی دوں گا اور سونے چاندی پر آپ کے نام کا سکہ ہوگا میں آپ کے لئے منبر و محراب بناؤں گا جن میں آپ بحیثیت ایک مقتدا کے جلوہ افروز ہوں گے اور چونکہ مجھے آپ سے نہایت محبت ہے اس لئے آپ کا قہر و غضب میرا قہر و غضب ہوگا گو اب یہ حالت ہے کہ مومنین مارے خوف کے آپ کا نام نہیں لے سکتے اور نماز بھی پڑھتے ہیں تو چھپ کر اور آپ کا نام بھی لیتے ہیں تو آہستہ سے اور اذان بھی دیتے ہیں تو اس طرح کہ کسی کو خبر نہ ہو اور ملعون کفار کے خوف سے آپ کا دین یوں پوشیدہ ہے جیسے کوئی چیز زمین میں چھپی ہو لیکن عنقریب میں آپ کے دین کو مشہور عالم کروں گا اور نافرمانوں کی آنکھوں کو اس کی چمک دمک سے اندھا کروں گا آپ کے خدام ملک و جاہ پر قابض ہوں گے اور آپ کے دین کا زمیں سے آسمان تک تسلط ہوگا آپ اس کا بھی اندیشہ نہ کریں کہ آپ کا دین کسی وقت میں ادیان سابقہ کی طرح منسوخ ہو جاوے گا یا مٹ جاوے گا نہیں بلکہ ہم اس کو قیامت تک باقی رکھیں گے اے ہمارے رسول آپ

جادو نہیں جس کی شان و شوکت عارضی ہو بلکہ آپ سچے اور موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ نبوت میں مماثل ہیں آپ کے لئے قرآن ایسا ہی ہے جیسا ان کے پاس عصا تھا کہ یہ بھی تمام کفروں کو اڑدھے کی طرح نکل جاوے گا آپ اگر چیزیں زمین خواب راحت میں ہوں مگر آپ کے منہ سے نکلا ہوا کلام مثل عصائے موسیٰ ہوگا کہ اس کو کوئی ضرر نہیں پہنچا سکتا اگرچہ آپ زیر خاک سو رہے ہوں مگر آپ کے منہ سے نکلا ہوا کلام عصا کی طرح خبردار ہوگا اور جو اس میں تحریف وغیرہ کا قصد کرے گا اس کا اس پر قابو نہ چلے گا پس آرام سے سوئے اور کچھ فکر نہ کیجئے آپ کا جسم سوتا ہوگا مگر آپ کا نور جان عالم بالا پر پہنچا ہوا جنگ مخالفین کے لئے کمان کھینچے ہوئے ہوگا یعنی آپ کو روحانی تعلق سبحانہ سے ہوگا جس کی وجہ سے حق سبحانہ اس وقت اس کی خصوصیت کے ساتھ محافظ ہوں گے اور فلسفی اور حکیم دنیا اور انکا پوز جو کارروائی آپ کے خلاف کرے گا آپ کا نور اس کو فنا کر دے گا اب مولانا فرماتے ہیں کہ جیسا منی سبحانہ نے وعدہ فرمایا تھا ویسا ہی کیا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سو گئے مگر آپ کا بخت و اقبال بیدار رہا۔

شرح شبیری

موسیٰ علیہ السلام کی حکایت کا بقیہ

جان بابا چونکہ ساحر خواب شد	کار او بے رونق و بے آب شد
جان پدرا جب جادوگر سو گیا	تو اس کا کام بے رونق اور بے اثر ہوا

یعنی (اس مردہ ساحر نے کہا کہ) اے جان پدرا جب ساحر سو گیا تو اس کا کام بے رونق اور بے آب ہو گیا اس لئے کہ متصرف وہ ہی تھا اب اس کا تصرف باطل ہو گیا۔

ہر دو از گورش روان گشتند و تفت	تا بمصر از بہر آن پیکار رفت
دونوں (جادوگر) اس (باپ) کی قبر سے فوراً روانہ ہو گئے	سخت جنگ کے لئے مصر کی جانب

یعنی وہ دونوں اس کی قبر سے جلدی سے روانہ ہو گئے یہاں تک کہ مصر میں اس مقابلہ عظیم کے لئے آئے۔

چون بمصر از بہر آن کار آمدند	طالب موسیٰ و جائے او شدند
جب اس کام کے لئے مصر میں پہنچے	(حضرت موسیٰ اور ان کی قیام گاہ کے طلبگار بنے)

یعنی جب مصر میں اس کام کے لئے آئے تو موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قیام گاہ کے متلاشی ہوئے۔

اتفاق افتاد کاں روز و رود	موسیٰ اندر زیر نخلے خفته بود
یہ اتفاق ہوا پہنچنے کے دن	حضرت موسیٰ کجور کے درخت کے سونے ہوئے تھے

یعنی اتفاق ایسا پڑا کہ اس ورود (ساحران) کے دن میں موسیٰ علیہ السلام ایک کجور کے نیچے سو رہے تھے۔

پس نشان دادند شان مردم بدو	کہ بروز ان سوائے نخلستان بجو
لوگوں نے ان کو ان کا پتہ بتایا	کہ جا اس نخلستان کی جانب تلاش کر

یعنی لوگوں نے ان ساحروں کو ان کا نشان بتایا کہ جاؤ اور اس نخلستان کے اس طرف تلاش کرو۔

چون بیامد دید در خرمانیان	خفتہ کو بود بیدار جہان
جب وہ پہنچا تو کھجوروں میں دیکھا	اس کو سویا ہوا جو دنیا بھر کا بیدار تھا

یعنی جب وہ آئے تو انہوں نے کھجور کی جڑ میں ایک سویا ہوا دیکھا جو کہ جہان کا بیدار تھا یعنی قلب کے اعتبار سے سارے جہان سے زیادہ بیدار تھا اس کو دیکھا کہ وہ سو رہا ہے اب یہاں شبہ سا ہوا کہ جب بیدار تھے تو سو کیوں رہے تھے اس کو فرماتے ہیں۔

بہر نازش بستہ او دو چشم سر	عرش و فرشش جملہ در پیش نظر
ناز میں وہ سر کی دونوں آنکھیں بند کئے ہوئے	عرش اور فرش سب اس کی نگاہ میں

یعنی ناز کی وجہ سے انہوں نے سر کی دونوں آنکھیں بند کر لی تھیں مگر عرش و فرش سب ان کی پیش نظر تھا مطلب یہ کہ اگرچہ وہ ظاہر میں سو رہے تھے مگر اصل میں وہ بیدار تھے اس لئے کہ ان کا قلب بیدار تھا مگر جس طرح کہ بچہ ماں کی گود میں لیٹ کر آرام اور ناز کی وجہ سے آنکھیں بند کر لیتا ہے اسی طرح انہوں نے ان دونوں چشم سر کو بلند کر لیا تھا۔ مولانا فرماتے ہیں کہ۔

اے بسا بیدار چشم و خفتہ دل	خود چہ بیند چشم اہل آب و گل
بہت سے بیدار آنکھ والے اور سوئے ہوئے دل والے ہیں	آب و گل والوں کی آنکھ کیا دیکھ سکتی ہے

یعنی بہت سے ایسے ہیں کہ بیدار چشم ہیں اور دل سویا ہوا ہے تو آب گل کی آنکھ خود کیا دیکھ سکتی ہے مطلب یہ کہ جب یہ چشم آب و گل کھلی ہوگی تو یہ سوائے ان ظاہری چیزوں کے اور کیا دیکھے گی ظاہر ہے کہ اسکی نظر تو ان ہی پر رہے گی۔

وانکہ دل بیدار دارد چشم سر	گر خنچد برکشاید صد بصر
جو شخص بیدار دل رکھتا ہے سر کی آنکھ	اگر سو جائے سو پٹائیاں کھل جاتی ہیں

یعنی اور جو کہ دل بیدار رکھتا ہے تو اگر چشم سر سو بھی جاوے تو وہ سینکڑوں آنکھیں کھول دے۔

گر تو اہل دل نہ بیدار باش	طالب دل باش و در پیکار باش
اگر تو صاحب دل نہیں ہے جاگتا رہ	دل کا طالب بن اور (نفس سے) لڑتا رہ

یعنی اگر تو اہل دل نہیں ہے تو جاگا کر اور دل کا طالب وہ اور (نفس کی) لڑائی میں رہے مطلب یہ کہ اگر تم کو بیداری قلب نصیب نہیں ہے تو خیراتوں کو ان آنکھوں ہی کو کھول لے رکھو کہ اسی سے بہت کچھ ہو جاوے گا۔

در دولت بیدار شدیے حسب خوش	نیست غائب ناظر ت از نہفت و شش
اگر تیرا دل بیدار ہو گیا ہے آرام سے سو جا	سات (آسمانوں) اور چھ (جہتوں) سے تیری نگاہ غائب نہیں ہے

یعنی اور اگر تیرا دل بیدار ہو جاوے تو پھر خوب سو پھر تیری نظر تھوڑے بہت کسی سے غائب نہیں ہے مطلب یہ کہ بعد مجاہدہ و ریاضت کے اگر کچھ آرام زیادہ بھی کر لو تب بھی کوئی حرج کی بات نہیں ہے مگر قبل نفس کے رام ہونے کے تو ذرا مجاہدہ و ریاضت کرو اور اس کی تدبیر یہی ہے کہ حقوق نفس تو ادا کرے مگر حظوظ میں مبالغہ نہ کرے اسی سے سب کچھ ان شاء اللہ حاصل ہو جاوے گا۔

ہاں اس کے ساتھ جو اور شرائط ہیں وہ ہیں ہی۔

گفت پیغمبر کہ حسد چشم من	لیک کے حسد ولم اندر و سن
پیغمبر نے فرمایا کہ میری آنکھ سوتی ہے	لیکن نیند میں میرا دل کب سوتا ہے؟

یعنی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میری آنکھ تو سورتی ہے مگر میرا قلب اونگھ میں کب سوتا ہے یعنی آپ کی نیند بھی مشابہ اونگھ کے ہوتی تھی جیسے کہ ہم لوگوں کا وضو اونگھ سے نہیں ٹوٹتا اسی طرح آپ کا وضو سونے سے نہ جاتا تھا اس لئے کہ آپ کی نیند بھی مثل اونگھ کے ہے اس لئے کہ آپ کا قلب بیدار ہی رہتا تھا۔

شاہ بیدارست حارس خفتہ گیر	جان فدائے خفتگان دل بصیر
شاہ بیدار ہے محافظ سو بھی کیا ہو	بیدار دل سوتے ہوؤں پر جان قربان ہے

یعنی بادشاہ کو بیدار اور پاسبان کو سویا ہوا فرض کرو ہماری جان ان سوتے ہوؤں پر فدا ہو جن کا دل بصیر ہے مطلب یہ کہ قاعدہ تو یہ ہے کہ چوکیدار جاگتا ہے اور بادشاہ سوتا ہے مگر یہاں قلب جو کہ مشابہ بادشاہ کے ہے جاگتا ہے اور آنکھ جو کہ مثل پاسبان کے ہے سوتی ہے یہ عجیب الٹی بات ہے آگے فرماتے ہیں کہ۔

وصف بداری دل اے معنوی	مے گلنجد در ہزاران مثنوی
اے معنی کو سمجھنے والے! دل کی بیداری کا وصف	ہزاروں مثنویوں میں بھی نہیں سنا سکتا

یعنی اے معنوی بیداری دل کا وصف تو ہزاروں مثنویوں میں بھی نہ سناوے گا لہذا اس کو یہیں تک بیان کر کے آگے پھر ان ساحروں کا قصہ بیان فرماتے ہیں کہ۔

چوں بدیدندش کہ خفت ست اوراز	بہر دزدی عصا کردند ساز
جب انہوں نے ان کو بے پھیلائے سوتے دیکھا	انہوں نے لٹھی چرنے کی چاری کی

یعنی جب انہوں نے دیکھا کہ وہ لے لے سورہے ہیں تو عصا کے چرانے کا سامان کیا۔

ساحران قصد عصا کردند زود	کز پیشش باید شدن انگہ ربود
جادو گروں نے زوراً لٹھی کا قصد کیا	کہ پیچھے سے جانا چاہیے اور اس کو اڑا لینا (چاہیے)

یعنی ساحروں نے جلدی سے عصا (کے چرانے) کا قصد کیا کہ ان کے پیچھے سے جانا چاہئے اور اس کو اچک لینا چاہئے اس لئے کہ سامنے جانے سے تو خوف تھا کہ وہ شاید جاگتے ہوں تو دیکھ لیں لہذا یہ تدبیر کی۔

اند کے چون بیشتر کردند ساز	اندر آمد آن عصا در اہتراز
سبب آسے (بڑھنے کا) تھوڑا سا قصد کیا	وہ لٹھی حرکت میں آ گئی

یعنی جب تھوڑا سا زیادہ سامان کیا تو وہ عصا ہلنے میں آیا یعنی جب وہ ذرا اور قریب پہنچے تو اس عصا نے ہلنا شروع کیا۔

آپنجان بر خود بلرزید آن عصا	کان دو بر جا خشک گشتند از وجا
لاٹھی نے خود بخود اس طرح جھرجھری لی	کہ وہ دونوں خوف سے (اپنی) جگہ پر خشک ہو گئے

یعنی وہ عصا خود بخود اس طرح ہلا کہ وہ دونوں اپنی جگہ ہی پر ڈر کے مارے سوکھ گئے۔

بعد ازان شد اثر دہاؤ حملہ کرد	ہر دو آن بگر یختند و روئے زرد
اس کے بعد وہ اثر دہا بن گئی اور اس نے حملہ کر دیا	دونوں بھاگے اور ان کا چہرہ زرد (تھا)

یعنی جب اس (پلٹنے) کے وہ اثر دہا ہو گیا اور اس نے حملہ کیا تو وہ دونوں روئے زرد ہو کر بھاگے روئے زرد ہو کر بھاگنے سے مراد خائف ہو کر بھاگنا ہے۔

رودر افتادن گرفتند از نہیب	غلط غلطان منہزم اندر نشیب
خوف سے انہوں نے منہ کے بل گرنا شروع کر دیا	لوٹنے پوٹنے ہر گڑھے میں پسا ہوتے ہوئے

یعنی انہوں نے ڈر کے مارے گرنا شروع کیا اور لڑکتے پڑکتے نشیب میں بھاگنے والے یعنی نشیب میں کو بھاگ رہے تھے تاکہ اس اثر دہا کی نگاہ سے اوجھل ہو جاویں۔

پس یقین شان شد کہ ہست از آسمان	زانکہ میدیدند حد ساحران
تو ان کو یقین ہو گیا کہ وہ (طاقت) آسمانی ہے	اس لئے کہ انہوں نے جادو گروں کی انتہا کو دیکھا تھا

یعنی پس ان کو یقین ہو گیا کہ آسمان ہی سے ہے اس لئے کہ انہوں نے ساحروں کی حد تو دیکھی تھی مطلب یہ کہ وہ سحر کو تو پہچانتے تھے اور اس میں وہ علامات نہیں تھیں لہذا معلوم ہوا کہ یہ حق تعالیٰ کی طرف سے ہے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

پس ازین رو علم سحر آموختن	نیست ممنوع و حرام و ممتہن
لہذا اس حیثیت سے جادو کا علم سیکھنا	ممنوع اور حرام اور ذلیل نہیں ہے

یعنی اس حیثیت سے علم سحر کو سیکھ لینا ممنوع اور حرام اور ممتہن نہیں ہے یعنی اس نیت سے کہ حق و باطل میں تمیز ہو جاوے اگر سحر کو کوئی سیکھ لے تو کوئی حرج نہیں ہے ہاں اس کے مقتضا پر عمل نہ کرے جیسے کہ فلسفہ کو پڑھا جاوے کہ ان لوگوں کے جواب دینے مگر اس پر عمل نہ کرے مولانا خود اسی کو فرماتے ہیں کہ۔

بہر تمیز حق از باطل نکوست	سحر کردن شد حرام اے مرد دوست
حق کو باطل سے جدا کرنے کے لئے اچھا ہے	اے دوست جا! جادو کرنا حرام ہے

یعنی حق کو باطل سے تمیز دینے کے لئے تو اچھا ہے (مگر) اے دوست سحر کرنا حرام ہے یعنی اس پر عمل نہ کرے صرف اس کی حقیقت کے معلوم کرنے کو سیکھ لے خیر جب وہ بھاگے تو ان کی یہ حالت ہوئی کہ۔

بعد ازان اطلاق و تپ شان شد پدید	کارشان تا نزع و جان کندن رسید
اس کے بعد ان کو دست آئے اور بخار آ گیا	ان کا معاملہ نزع اور جان کنی تک پہنچ گیا

یعنی بعد اس کے ان کو (ڈر کی وجہ سے) دست اور بخار ہو گیا اور ان کا کام نزع اور جان کنی تک پہنچ گیا۔

پس فرستادند مردے در زمان	سوئے موسیٰ از برائے عذر آن
تو انہوں نے فوراً ایک آدمی بھیجا	(حضرت) موسیٰ کے پاس اس معذرت کے لئے

یعنی بس انہوں نے اسی وقت اس فعل کی عذر خواہی کے لئے موسیٰ علیہ السلام کے پاس آدمی بھیجا۔

کامتحان کردیم مارا کے رسد	امتحان تو اگر نبود حسد
کہ ہم نے آزمایا ہمیں کب حق تھا	آپ کے آزمانے کا اگر حسد نہ ہوتا

یعنی کہ ہم نے امتحان کیا تو ہم کو آپ کا امتحان کرنا کب لائق تھا اگر حسد نہ ہوتا مطلب یہ کہ ہم نے جو یہ امتحان کیا یہ اسی لئے تھا کہ ہمارے قلب میں آپ کی طرف سے کینہ تھا اور نہ اس امتحان کی کیا ضرورت تھی تو چونکہ ہم سے یہ خطا ہو گئی ہے لہذا ہم اب معافی کے خواستگار ہیں۔

مجرم شاہیم مارا عذر خواہ	اے تو خالص الخاص درگاہ الہ
ہم شاہی مجرم ہیں ہماری عذر خواہی کر دیجئے	آپ خدا کی بارگاہ کے خاص الخاص ہیں

یعنی ہم مجرم شاہ ہیں آپ ہماری عذر خواہی فرمادیں اے وہ شخص کہ آپ درگاہ خداوندی کے خاص الخاص ہیں۔

درگزر از ما کہ ما کردیم بد	اے ترا الطاف و فضل بے عدد
ہم نے برا کیا ہمیں معاف کر دیجئے	اے وہ کہ آپ کی مہربانیاں اور بزرگی بے شمار ہے

یعنی ہم سے درگزر فرمائیے اس لئے کہ ہم نے برا کیا ہے اے وہ کہ آپ کے الطاف اور فضل بے نہایت ہیں غرض کہ ان بے چاروں نے بہت ہی عذر خواہی کی۔

عفو کردو در زمان نیکو شدند	پیش موسیٰ بر زمین سری زدند
انہوں نے معاف کر دیا اور وہ فوراً اچھے ہو گئے	(حضرت) موسیٰ کے سامنے سر بیچتے تھے

یعنی موسیٰ علیہ السلام نے معاف فرمادیا تو وہ اسی وقت اچھے ہو گئے اور موسیٰ علیہ السلام کے آگے زمین پر سر مارتے تھے یعنی بہت ہی شرمندگی اور عاجزی کا اظہار کر رہے تھے۔

گفت موسیٰ عفو کردم اے کرام	گشت بردوزخ تن و جاں تان حرام
(حضرت) موسیٰ نے فرمایا اے شریفو! میں نے معاف کیا	تمہارا جسم اور روح دوزخ پر حرام ہو گئی ہے

یعنی موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اے کرام میں نے تو معاف کر دیا اور اب دوزخ تمہاری جان اور تن پر حرام ہو گئی یعنی آپ نے ان کو مغفور و مرحوم ہونے کی بشارت دی مگر ان کی شرمندگی اس سے نہ گئی اس لئے کہ اب تو ان کو موسیٰ علیہ السلام کی قدر ہو گئی تھی تو ان کی تسلی کے لئے موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا۔

من شمارا خود ندیدم اے دو یار	ابھی سازید خود راز اعتذار
اے دو دوستو (گویا) میں نے تمہیں دیکھا ہی نہیں	عذر خواہی سے اپنے آپ کو گونگا بنا لو

یعنی اے دونوں یارو میں نے تو تم کو دیکھا بھی نہ تھا تم اس عذر خواہی سے اپنے کو اجنبی بنا لو مطلب یہ کہ اب اس عذر خواہی میں اس قدر مبالغہ مت کرو اس لئے کہ زیادہ سخت بات تو اس وقت ہوتی جبکہ میں تم کو دیکھتا اور میرا دل دکھتا مگر اب تو مجھے خبر بھی نہ ہوئی تم نے جب کہا ہے تب خبر ہوئی ہے لہذا بس عذر خواہی کو ختم کرو کہ ہو چکی آگے فرماتے ہیں کہ ایک بات یہ کرنا کہ۔

ہمچنان بیگانہ شکل و آشنا	درنبرد آسید پیش بادشاہ
اسی طرح (بظاہر) اجنبی صورت اور (باطن) دوست	بادشاہ کے سامنے مقابلے پر آ جاؤ

یعنی اسی طرح بیگانوں جیسے شکل اور (اصل میں) آشنا ہو کر بادشاہ کے مقابلہ میں آنا۔

آنچه باشد مرثارا از فنون	جمع آرید از درون و از برون
تمہارے پاس جو بھی کتب ہوں	اندر اور باہر سے اکٹھے کر لو

یعنی جو کچھ کہ تم کو فنون (جادو) سے (حاصل) ہو اس کو اندر سے باہر سے خوب جمع کرو مطلب یہ کہ موسیٰ علیہ السلام نے یہ تدبیر بتائی کہ اب تم مومن تو ہو گئے مگر اس ایمان کو کسی پر ظاہر مت کرو بلکہ اسی طرح بیگانوں کی طرح آ کر مجھ سے مقابل ہونا اور اپنے کرتب خوب دکھانا اس کے بعد میں تم کو مغلوب کروں گا پھر سب کے سامنے ایمان کو ظاہر کرنا تو اس میں مصلحت یہ ہے کہ اور لوگوں کو بھی ترغیب ایمان کی ہوگی پس یہ سن کر وہ چل دیئے۔

شہروں سے ساحروں کا فرعون کے سامنے جمع ہونا اور اس سے خلعتیں پانا اور موسیٰ علیہ السلام کے مغلوب کرنے پر سینہ پر ہاتھ مارنا اور کہنا کہ اس کام کا دفعیہ ہم سے سمجھو

پس زمین را بوسہ دادند و شدند	انتظار وقت فرصت مے بدند
پھر انہوں نے زمین کو بوسہ دیا اور روانہ ہو گئے	فرصت کے وقت کے منتظر تھے

یعنی ان دونوں نے زمین کو بوسہ دیا اور چل دیئے اور وقت فرصت کے منتظر رہے (وہ وقت فرصت یہ تھا کہ)

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح: اب مولانا پھر قصہ خواب کی طرف رجوع فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس مردہ نے کہا کہ بیٹا جب ساحر سو جاتا ہے تو اس کا کام بے رونق اور بے آب و تاب ہو جاتا ہے یہ سن کر وہ دونوں اس کی قبر سے مصر کی طرف اس جنگ عظیم کے لئے تیزی کے ساتھ روانہ ہو گئے جب وہ اس کام کے لئے مصر میں آئے تو انہوں نے موسیٰ علیہ السلام اور ان کے دولت خانہ کو تلاش کیا اتفاق ایسا ہوا کہ جس روز وہ آئے اس روز موسیٰ علیہ السلام ایک کھجور کے درخت کے نیچے سو رہے تھے جب انہوں نے لوگوں سے دریافت کیا تو انہوں نے ان کو پتہ یہ بتایا کہ اس وقت وہ نخلستان میں ملیں گے وہاں تلاش کرو یہ سن کر وہ نخلستان میں آئے تو معلوم ہوا کہ وہ سو رہے ہیں لیکن یاد رکھو کہ ان کی روح سوئی ہوئی نہ تھی بلکہ وہ بیدار تھی مگر ان کی جسمانی آنکھیں بند تھیں اس لئے ان کو ایک ایسے معشوق سے تشبیہ دی جاسکتی ہے جو جاگتا ہو مگر ناز سے آنکھیں بند کر لے وہ سونے کی حالت میں عرش و فرش

سب کو چشم قلب دیکھ رہے تھے ان کی تو یہ حالت تھی کہ سوتے میں بھی جاگ رہے تھے اور بہت سے ایسے بھلے مانس ہیں کہ جاگتے میں بھی سوتے ہیں یعنی ان کی چشم قلب بند ہے اور جسمانی آنکھیں کھلی ہوئی ہیں لیکن بے چارے جسمانی لوگوں کی آنکھیں کھلی ہو کر بھی کیا خاک دیکھ سکتے ہیں لیکن اگر یوں کہا جاوے کہ وہ ظاہر ابھی سو رہے ہیں اور باطن ابھی تب بھی ایک حد تک صحیح ہے کیونکہ یہ بیداری بھی بمنزلہ خواب کے ہے برخلاف ان لوگوں کے جن کا دل جاگتا ہے کیونکہ ایسے لوگوں کا سونا بھی مثل بیداری کے ہے کیونکہ اگر جسمانی آنکھیں بند ہو جاتی ہیں تو روحانی آنکھیں بجائے ان دو کے سوکھل جاتی ہیں پس جب اہل دل کی فضیلت معلوم ہوگئی تو اب تم اپنی حالت کو دیکھو اگر تم اہل دل نہیں ہو تو سونے کا موقع نہیں بلکہ تم کو ذکر اللہ کے لئے راتوں کو جاگنا چاہئے اور اصلاح قلب اور مخالفت نفس و شیطان کرنا چاہئے اور اگر تمہارا دل بیدار ہو چکا ہے تو مزے سے پاؤں پھیلا کر سوؤ اب تمہاری چشم قلب سے کوئی معتدبہ چیز غائب نہ ہوگی نہ کم نہ زیادہ چنانچہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ سونے کی حالت میں میری آنکھ سوتی ہے دل نہیں سوتا اور جبکہ بادشاہ یعنی دل بیدار ہو اور محافظ یعنی جسم سوتا ہو تو سویا کرے کیا مضائقہ مصیبت تو جب ہے کہ بادشاہ سو جاوے ارے وہ لوگ قربان ہو جانے کے قابل ہیں جو سوتے ہوں مگر قلوب ان کے مشاہدہ جمال حق میں مصروف ہوں واقعی بات یہ ہے کہ بیداری قلب بڑی دولت ہے اگر اس کی تعریف کی جاوے تو ہزاروں مثنویاں بھی اس کے لئے کافی نہ ہوں اس لئے ہم اس کو مختصر کرتے ہیں اور اصل قصہ بیان کرتے ہیں جبکہ انہوں نے موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا کہ پاؤں پھیلائے سو رہے ہیں تو عصا کو چرانے پر اتفاق کیا اس کے بعد اس کو چرانے کا قصد کیا اور چاہا کہ پیچھے سے جا کر چپکے سے اڑالیں جو نہیں وہ کسی قدر آگے بڑھے فوراً عصا کو جنبش شروع ہوئی وہ کچھ اس طرح سے ہلا کہ اس کو دیکھتے ہی وہ دونوں خوف سے سوکھ گئے اس کے بعد وہ اڑدہا بنا اور ان پر حملہ کیا تو وہ بھاگے اور مارے خوف کے چہروں کی رنگت زرد ہوگئی۔ فرط دہشت سے اچھی طرح بھاگ بھی نہ سکتے تھے بلکہ گر گر پڑتے تھے مگر وہ گرتے پڑتے کسی نشیب کے اندر بھاگ ہی گئے اب تو ان کو یقین ہو گیا کہ یہ تصرف حق سبحانہ ہے اس لئے کہ وہ ماہر فن تھے اور یہ سمجھتے تھے کہ یہ بات ساحروں کی طاقت سے باہر ہے پس اگر کوئی جادو اس غرض سے سیکھے کہ تصرف حق سبحانہ اور تصرف جادو گران میں امتیاز کر سکے تو نہ ممنوع و حرام ہے اور نہ ذلیل کام خیر یہ تو استطراد اذند کو رہ گیا اب سنو کہ اس کے بعد ان کی کیا حالت ہوئی وہ بھاگ تو گئے مگر ان کو دست لگ گئے اور بخار چڑھ آیا۔ حتیٰ کہ قریب المرگ ہو گئے جب یہ حالت ہوئی تو کسی شخص کو فوراً حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس معذرت کے لئے بھیجا اور کہا کہ ہم نے آپ کا امتحان کیا لیکن اگر فی الجملہ حسد کی آمیزش نہ ہوتی تو ہم کو آزمائش کب زیا تھی پس ہمارے حسد نے یہ نوبت پہنچائی پس اے درگاہ حق سبحانہ کے خاص الخاص بندے ہم اپنے جرم کا اعتراف کرتے ہیں آپ ہم کو معاف فرماویں موسیٰ علیہ السلام نے ان کا قصور معاف کر دیا اور وہ اچھے ہو گئے اس کے بعد خود حاضر خدمت ہوئے اور نہایت تعظیم و تکریم کی اور کہا کہ ہم نے بری حرکت کی آپ ہم کو معاف فرماویں آپ کے الطاف و انضال بے حد و نہایت ہیں لہذا اس خطا کو معاف کر دینا آپ کے نزدیک کوئی بڑی بات نہیں موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ میں نے معاف کیا اور میں تم کو خوشخبری دیتا ہوں کہ اب تم پر روزخ حرام ہوگئی ہے کیونکہ تم مسلمان ہو گئے ہو میں نے تم کو دیکھا بھی نہیں تھا پس اب تم معذرت کو بالکل بھول جاؤ اب میں تم کو وصیت کرتا ہوں کہ تم بادشاہ کے سامنے مقابلہ میں یوں آنا جیسے کہ تم مجھے جانتے ہی نہیں اور اپنے ہنر خوب دکھلانا اور بالکل کمی نہ کرنا کیونکہ اس سے فرعون پر کافی طور پر حجت قائم ہوگی ورنہ وہ خیال کرے گا

کہ اگر یہ لوگ پوری کوشش کرتے تو میں غالب ہو سکتا تھا لیکن یہ کبخت دشمن سے مل گئے اور اپنے ہم پیشہ کی رعایت کر کے مجھے شکست دلا دی یہ سن کر وہ آداب بجالا کر روانہ ہو گئے اور موقع کے منتظر رہے۔

شرح شبیری

تا بفرعون آمدند آن سحران	داد شان تشریفہائے بیکران
وہ جادوگر فرعون کے پاس آئے	ان کو اس نے لاتعداد خلعتیں دیں

یعنی یہاں تک کہ وہ سب ساحر فرعون کے پاس آئے تو اس نے ان کو بے انتہا خلعتیں دیں۔

وعدہا شان کرد و پیشین ہم بداد	بندگان واسپان و نقد و جنس و زاد
ان سے وعدے کئے اور پیشگی بھی دیئے	غلام اور گھوڑے اور نقد اور جنس اور توشہ

یعنی ان سے فرعون نے وعدے بھی کئے اور پیشگی بھی غلام اور گھوڑے اور نقد اور جنس اور توشہ (خوب) دیا۔

بعد از ان شان گفت ہیں اے سابقان	گر فزون آسید اندر امتحان
اس کے بعد اس نے کہا آگاہ! اے ماہرو!	اگر تم امتحان میں ہازی لے گئے

یعنی اس کے بعد ان سے بولا کہ اے سبقت لے جانے والو اگر تم امتحان میں غالب آگئے تو۔

برفشانم برشما چندین عطا	کہ بدرود پردہ جود و سخا
تم پر اس قدر عطا کر دوں گا	کہ بخشش اور عطا کا پردہ چاک ہو جائے گا

یعنی تم پر اس قدر عطا کروں گا کہ وہ جود و سخا کے پردہ کو بھی پھاڑ دے گی مطلب یہ کہ جود و سخا سے بھی وہ عطا بڑھ جاوے گی جود و سخا کو ایک پردہ فرض کر کے اس سے عطا کو بڑھاتے ہیں جب اس کو پردہ فرض کیا تو اس سے جب ہی بڑھ سکتی ہے جبکہ اس پردہ کو پھاڑے لہذا کہہ دیا کہ بدرود پردہ الخ غرض کہ اس نے کہا کہ بے انتہا مال و دولت دوں گا سبحان اللہ ذرا آپ کی خدائی ملاحظہ ہو کہ جن کو کل بندے کہتا تھا آج ان ہی سے امداد کا قائل ہے تف ہے ایسے خدا پر اور اس کی خدائی پر نحوذ باللہ منہ۔

پس بگفتندش باقبال تو شاہ	غالب آسیم و شود کارش تباہ
تو انہوں نے کہا کہ اے شاہ! آپ کے اقبال سے	ہم جیتیں گے اور اس (موسے) کا کام تباہ ہو گا

یعنی بس انہوں نے اس سے کہا کہ اے بادشاہ! آپ کے اقبال سے ہم ہی غالب آویں گے اور ان کا (موسے علیہ السلام کا) کام تباہ ہوگا اس مضمون کو حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ قالوا بعزة فرعون انا لنحن الغالبون بعزة کاترجمہ باقبال ہی کرنا بہتر ہے اور بولے کہ۔

مادرین فن صفدریم و پہلوان	کس ندارد پائے ما اندر جہان
ہم اس فن میں صف شکن اور پہلوان ہیں	ہمارا ہم رجبہ دنیا میں کوئی نہیں ہے

یعنی ہم اس فن میں صف شکن (کابل) ہیں اور پہلوان ہیں اور جہان میں ہمارا مرتبہ کوئی نہیں رکھتا۔ مطلب یہ کہ ہم سب

سے بڑھے ہوئے ہیں آج کوئی ہمارے مقابلہ کا نہیں ہے مولانا نے اس حکایت کو یہیں تک بیان فرمایا ہے آگے کہیں پورا نہیں کیا اور وجہ اس کی یہ ہے کہ مولانا کو حکایت مقصود ہی نہیں ہے بالکل اسی طرح قرآن شریف میں بھی ہے کہ قصص پورے پورے بیان نہیں کئے گئے بلکہ اسی قدر بیان کیا گیا ہے جس قدر سے کہ نتیجہ نکل سکے اسی طرح مولانا نے اس کو یہاں تک فرما کر آگے اس مضمون کو جو کہ اس سے مقصود ہے اور جو اس سے نتیجہ اخذ ہوتا ہے بیان فرماتے ہیں کہ۔

شرح صلیبی

ترجمہ و تشریح: القصہ جادوگر فرعون کے پاس آئے اس نے ان کو اولاً بیش بہا خلعت عطا کئے اور وعدے بھی کئے اور بہت کچھ غلام گھوڑے نقد و جنس کھانے وغیرہ پیشگی بھی دیئے اس کے بعد ان سے کہا کہ اے شاکھان فتحمدی یا فن جادوگری انعام و اکرام اگر تم اس آزمائش میں کامیاب ہوئے اور موٹی سے بڑھ گئے تو میں تم کو اس قدر انعام دوں گا کہ جو دو سخا کی حد سے بھی تجاوز کر جاوے گا۔ اس پر انہوں نے کہا کہ حضور کے اقبال سے ہم یقیناً غالب ہوں گے اور حریف کو کامل شکست ہوگی ہم تو اس فن میں صف شکن اور پہلوان ہیں عالم میں ہمارے مقابلہ کی کسی کو تاب نہیں موٹے بے چارہ کیا کرے گا۔

شرح شبیری

ذکر موسیٰ بند خاطر ہا شدست	کاین حکا بہتہاست کہ پشین بدست
موسیٰ کا ذکر دلچسپی (کا موجب) بن گیا ہے	کیونکہ اس قسم کے قصے پہلے بھی ہوئے ہیں

یعنی موسیٰ علیہ السلام کا ذکر قلوب کے لئے قید ہو گیا ہے کہ یہ حکایتیں ہیں ان کی جو کہ پہلے تھے مطلب یہ کہ لوگ صرف حکایت و ذکر موسیٰ کو دیکھتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ یہ تو پہلوں کی حکایتیں ہیں جو کہ گزر چکے ہیں اب ان کا کوئی اثر نہیں ہے حالانکہ۔

ذکر موسیٰ بہر روپوش است و لیک	نور موسیٰ نقدتست اے مرد نیک
موسیٰ کا تذکرہ منہ چھپانے کیلئے ہے لیکن	ابے بھلے آدمی موسیٰ کا نور تیرا مقصود ہے

یعنی ذکر موسیٰ علیہ السلام تو ایک روپوش ہے لیکن نور موسیٰ تمہاری جان کا نقد ہے اے یار نیک مطلب یہ کہ یہ ذکر موسیٰ تو ایک واسطہ ہے کہ اس کے ذریعہ سے ان کی حالت کو ظاہر کیا جاتا ہے یہ صرف پردہ ذکر حالات موسیٰ ہے ورنہ وہ نور جو کہ موسیٰ علیہ السلام کے اندر تھا تمہارے اندر بھی موجود ہے اور وہ ملکات حسنہ درجہ استعداد میں تمہارے اندر موجود ہیں ان کو حاصل کرو اور ان کو ترقی دو۔

موسیٰ و فرعون در ہستی تست	باید این دو خصم را در خویش جست
موسیٰ اور فرعون تیرے وجود میں ہیں	ان دو مقابل خصمیتوں کو اپنے اندر تلاش کرنا چاہئے

یعنی موسیٰ و فرعون خود تمہارے اندر موجود ہیں تو ان دونوں متخاصمین کو اپنے اندر تلاش کرنا چاہئے موسیٰ سے مراد ملکات حسنہ اور فرعون سے ملکات سیئہ مطلب یہ کہ خود تمہارے اندر ملکات حسنہ اور سیئہ دونوں موجود ہیں تو تم کو چاہئے کہ اپنے اندر ان دونوں چیزوں کو تلاش کرو اور ایک کو مغلوب اور دوسرے کو غالب کرو اب چونکہ یہاں شبہ ہوتا تھا کہ اب موسیٰ علیہ السلام کا نور

کہاں ہے وہ تو مدت ہوئی کہ گزر گئے ہیں اس کا جواب فرماتے ہیں کہ۔

تا قیامت ہست از موسیٰ نتاج	نور دیگر نیست دیگر شد سراج
موسیٰ کا سلسلہ قیامت تک کے لئے ہے	روشنی دوسری نہیں ہے چراغ دوسرا ہے

یعنی موسیٰ علیہ السلام سے قیامت تک تولد ہوگا تو نور دوسرا نہیں ہے ہاں چراغ دوسرا ہو گیا ہے مطلب یہ کہ قیامت تک موسیٰ علیہ السلام کی اولاد معنوی باقی رہے گی اور وہ نور موسیٰ قیامت تک قائم رہے گا تو جب ان کی اولاد معنوی قیامت تک باقی ہے تو ان کا وہ نور بھی اسی طرح باقی ہے اور تمہارے اندر بھی موجود ہے اس لئے کہ تم بھی مسلمان ہو ہاں بوجہ تشخص بدل جانے کے ایسا ہو گیا ہے کہ جیسے دو چراغ ہوں کہ ان کا جو نور ہے وہ بالنعوذ باللہ تو ایک ہی ہے صرف تشخص بدل گیا ہے اسی طرح تمہارے اندر بھی بالنعوذ باللہ وہی نور ہے ہاں تشخص کے بدل جانے سے تشخصات مختلف ہو گئے ہیں مگر یہ سب اسی کی افراد آگے اور توضیح فرماتے ہیں کہ۔

این صفال و این فقیلہ دیگر است	لیک نورش نیست دیگر زان سرست
یہ دیولا اور یہ حق دوسری ہے	لیکن اس کا نور دوسرا نہیں دہی ہے

یعنی یہ چراغ اور یہ فقیلہ دوسرا ہے لیکن نور اس کا دوسرا نہیں ہے وہ اسی طرح سے ہے صفال و فقیلہ سے مراد تشخص انسانی مطلب وہی کہ صرف تشخصیات بدل گئے ہیں ورنہ تمہارے اندر بھی وہی نور ہے جو کہ موسیٰ علیہ السلام میں تھا اور وہ نور بھی غیب سے تھا اور یہ بھی یہاں تو مولانا نے اس نور کو تشخصاً دو اور حقیقتاً ایک کہا تھا آگے اور ترقی فرما کر کہتے ہیں کہ۔

گر نظر در شیشہ داری کم شوی	زانکہ از شیشہ است اعداد و دوی
اگر تو نے شیشہ پر نظر رکھی تو کم ہو جائے گا	کیونکہ شیشہ سے تعدد اور دوئی پیدا ہوتی ہے

یعنی اگر تم نظر شیشہ میں رکھو تو کم ہو گئے اس لئے کہ تعدد اور دوئی تو شیشہ ہی کی وجہ سے ہے۔

در نظر بر نور داری وارہی	از دوئی و اعداد جسم اے منتہی
اگر تو نور پر نظر رکھے گا نجات پا جائے گا	اے ہاکمال! جسم کی دوئی اور تعدد سے

یعنی اور اگر نظر نور پر رکھو گے تو دوئی اور تعدد سے چھوٹ جاؤ گے اے منتہی۔ مطلب یہ کہ مثلاً ایک لیمپ کسی لائٹن کے اندر رکھا ہوا ہے تو جس شخص کی نظر اس لائٹن کے شیشوں پر پڑ رہی ہے وہ تو سمجھتا ہے کہ ایک نور اس طرف ہے اور دوسرا نور اس طرف اور تیسرا نور اس طرف علی ہذا اور جو کہ خود اس لیمپ کو دیکھ رہا ہے وہ جانتا ہے کہ یہ نور خود بذاتہ تو ایک ہی ہے مگر یہ سب اس کے مظاہر ہیں کہ یہ اس طرف سے بھی نظر آ رہا ہے اور اس طرف سے بھی علی ہذا تو اسی طرح وہ نور حق اپنی ذات کے اعتبار سے تو واحد ہی ہے جیسا کہ معلوم ہے مگر اس کے مظاہر مختلف ہیں لہذا ظاہر نظر میں وہ نور متعدد معلوم ہوتا ہے مگر اصل میں وہ ایک ہی ہے تو اوپر تو اس نور کو بھی تفحصاً متعدد کیا تھا یہاں پر اس نور کو بھی ایک فرما دیا۔ صرف اس کے مظاہر مختلف ہو رہے ہیں اسی لئے مسلمانوں میں مختلف فرقے ہیں اور یہ سب مظاہر اسماء کے ہیں کوئی کسی اسم کا ظہور ہے اور دوسری میں دوسرے کا مگر یہ سب مظاہر حق ہی اب یہاں بھی مولانا نے مسلمانوں ہی کی بابت فرمایا کہ ان میں مختلف مظاہر کی وجہ سے مختلف فرقے ہو رہے ہیں آگے اس سے بھی ترقی کر کے فرماتے ہیں کہ۔

از نظر گاہ است اے مغز وجود	اختلاف مومن و کبر و جہود
اے غلامہ کائنات! نقطہ نظر کی وجہ سے ہے	مومن اور آتش پرست اور یہودی کا اختلاف

یعنی اے مغز موجودات (یعنی انسان) یہ مومن و کبر و جہود کا اختلاف نظر گاہ کی وجہ سے ہو رہا ہے مطلب یہ ہے کہ مومنین میں تو وہ نور ایک ہے ہی مگر اس سے ترقی کر کے فرماتے ہیں کہ کفار میں بھی وہی نور ہے اور مومنین اور کافرین میں جو اختلاف ہو رہا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ نظر گاہ مختلف ہے کسی کی نظر کہیں پہنچی اور کسی کی کہیں پس بجز مومن کے اور سب کی نظر غلط پہنچ گئی تو اگر سب کی نظر صحیح ہوتی تو پھر اختلاف کیوں ہوتا اس لئے کہ وہ ذات تو ایک ہی ہے یا اگر ذات تو مختلف ہوتی تب بھی اس قدر اختلاف نہ ہوتا اس لئے کہ ہر شخص اس نور کو اپنے کے لئے ثابت کرتا اختلاف تو زیادہ اسی وجہ سے ہو رہا ہے کہ باوجودیکہ وہ ذات ایک ہی ہے پھر اس کے بیان میں اختلاف ہو رہا ہے کوئی اس کو کسی طرح تعبیر کر رہا ہے کوئی کسی طرح اور وہ ایک ہی ہے تو بس جب وہ نور واحد ہے تو وہ تو ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ تک رہے گا اور اس پیشگی کے ضمن میں ہم بھی داخل ہیں لہذا وہ نور ہمارے اندر بھی موجود ہے لہذا چاہیے کہ اس نور کو حاصل کریں اور اس کو غالب کریں آگے ایک حکایت لاتے ہیں کہ چند آدمیوں نے ہاتھی کو تاریکی میں ہاتھ سے چھو کر دیکھا تو کسی نے اس کو ستون کی طرح بتایا اور کسی نے کسی طرح اس لئے کہ جہاں جس کا ہاتھ لگا وہ اس کو سارے کو ویسا ہی سمجھا اس لئے کہ ایک ہاتھ سارے ہاتھی کا احاطہ تو کر ہی نہیں سکتا اسی طرح ہماری نظر کنہ ذات کا تو احاطہ کر ہی نہیں سکتی لہذا جہاں تک جس کی نظر پہنچی اس نے ویسا بیان کیا اس لئے یہ سارا اختلاف واقع ہوا ہے اب حکایت سنو۔

شرح صلیبی

ترجمہ و تشریح: قصہ بیان کرنے کے بعد مولانا مضمون ارشادی کی طرف انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ صورت قصہ موسیٰ میں تمہارا دل پھنس کر رہ گیا ہے اور تم نے سمجھ لیا ہے کہ یہ قصے ہیں جو گزر چکے ہیں لیکن یہ تمہاری غلطی ہے تم کو اس میں امور ذیل کا لحاظ رکھنا چاہئے اول یہ کہ صورت محض روپوشی کے لئے ہے ورنہ تمہارا حصہ اس میں سے نور موسیٰ ہے یعنی اس سے عبرت حاصل کر کے تم کو بھی اسی قسم کا نور حاصل کرنا چاہئے جو موسیٰ علیہ السلام کو حاصل تھا یعنی معرفت حق سبحانہ دوم یہ کہ موسیٰ و فرعون خود تیرے اندر بھی موجود ہیں یعنی نفس و روح پس تجھ کو ان کو اپنے اندر ڈھونڈنا چاہئے اور موسیٰ روح کی حمایت کر کے فرعون نفس کو شکست دینی چاہئے تیسرے یہ کہ موسیٰ صرف وہی نہ تھے جو گزر گئے بلکہ موسیٰ قیامت تک پیدا ہوتے رہیں گے اور اہل اللہ کا سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا پس تجھ کو ان کے ساتھ وہ برتاؤ نہ کرنا چاہئے جو فرعون نے موسیٰ معروف کے ساتھ کیا تھا بلکہ ان کی طاعت کرنا چاہئے اہل اللہ کو ہم نے موسیٰ اس لئے کہا کہ موسیٰ اپنی جسمیت کے لحاظ سے موسیٰ نہ تھے کیونکہ جسمیت کے لحاظ سے ان میں اور دیگر لوگوں میں امتیاز نہیں بلکہ وہ نور حق سبحانہ تھا جس نے موسیٰ کو موسیٰ بنایا تھا اور وہی نور اپنی قدر مشترک کے لحاظ سے ان میں بھی موجود ہے گو خصوصیات مختصہ کے ذریعہ سے ان میں فرق بھی ہوا اس لئے وہ بھی حکماً موسیٰ ہونگے چراغ بتی یعنی اجسام متعدد سہی مگر شعلہ یعنی نور حق سبحانہ تو سب میں ایک ہے لہذا ان کو متحد کہنا کچھ بے جا نہیں اب ہم تم کو اس سے بھی زیادہ واضح مثال سے سمجھاتے ہیں مثلاً اگر ایک چراغ روشن ہو اور اس کا عکس مختلف شیشوں میں نظر آتا ہو پس

اس صورت میں اگر تم شیشوں کے تعدد پر نظر کر کے نور کو متعدد کہو گے تو یہ تمہاری غلطی اور راہِ ثواب سے گم شدگی ہوگی کیونکہ تعدد فی الحقیقت نور میں نہیں بلکہ شیشوں میں ہے اور اگر نور کو دیکھو گے تو ہم تعدد و اثنیثیت سے رہائی پاؤ گے اور ٹھیک راستہ پر چلو گے یوں ہی افراد اہل اللہ بھی بمنزلہ متعدد شیشوں کے ہیں جن میں حق سبحانہ کا نور واحد جلوہ نما ہے اور تعدد محال سے متعدد نظر آتا ہے جب یہ معلوم ہو گیا تو اب یہ مسئلہ صاف ہو گیا کہ دیگر اہل اللہ بھی موسیٰ ہیں۔ (لیکن اس اتحاد سے سب کے نبی اور رسول ہونے کا شبہ نہ ہونا چاہئے کیونکہ اول تو یہ مثال تقریبی ہے تحقیقی نہیں لہذا مثال کے کل احکام کا مثل لہ کے لئے ثابت کرنا بھی صحیح نہ ہو اس کے علاوہ مثال میں بھی من کل الوجوه اتحاد نہیں کیونکہ شیشوں کے تکرار اور شفافی کے اختلاف سے نیز ان کے رنگوں کے مختلف ہونے سے مرتبہ ظہور میں اس نور میں اختلاف ہو جاوے گا کہیں وہ زیادہ روشن ہوگا کہیں کم کہیں اس سے کم کہیں سرخ ہوگا کہیں سبز کہیں زرد کہیں سفید پس نور حق سبحانہ میں اختلاف ہے کہیں وہ نور نبوت ہے کہیں نور ولایت کہیں کم ہے کہیں زیادہ لیکن اس اختلاف کو بھی اس اختلاف کی مثال تام نہ سمجھنا چاہئے بلکہ مثال تقریبی سمجھنا چاہئے چونکہ الفاظ اصل حقیقت کو ظاہر نہیں کر سکتے جیسا کہ مولانا بھی جا بجا اس کی شکایت کرتے ہیں اس واسطے مدعا کو ایسے الفاظ میں ظاہر کیا جاتا ہے جس کا مدلول مقصود سے فی الجملہ مناسبت رکھتا ہے یہ بڑی لغزش کی جگہ ہے اس سے ہوشیار رہنا چاہئے اور دھوکا کھا کر گمراہی میں نہ پڑنا چاہئے) چونکہ اختلاف حکم تو وحد و تعدد نور اختلاف محال نظر سے پیدا ہوا تھا اسی کی مناسبت سے استطراداً ایک اور اختلاف کو بتلاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مومن اور آتش پرست اور یہودی وغیرہ میں جو اختلاف ہے اس کا منشا بھی اختلاف مواقع نظر ہے لیکن مومن کی نظر حقیقت پر ہے اس لئے اس کا حکم و اعتقاد صحیح اور وہ مہتدی ہے اور دوسروں کی نظریں غیر حقیقت پر ہیں اس لئے ان کے اعتقادات و احکام غیر صحیح اور وہ گمراہ و ضال ہیں آگے اس اختلاف کو ایک مثال سے ظاہر کرتے ہیں مگر یہ مثال بھی تقریبی ہے تحقیقی نہیں دھوکا نہ کھانا چاہئے۔

شرح شبیری

ہاتھی کی صورت اور اس کی ہیئت میں شب تار یک میں اختلاف کرنا

پیل اندر خانہ تار یک بود	عرضہ را آوردہ بودندش ہنود
ہاتھی ایک اندھیرے گھر میں تھا	ہندوستانی اس کو پیش کرنے کے لئے لائے تھے

یعنی ہاتھی ایک تار یک گھر میں تھا اس کو ہندی لوگ دکھانے کے لئے لائے تھے۔

از برائے دیدش مردم بے	اندر ان ظلمت ہی شد ہر کسے
بہت سے لوگ اس کو دیکھنے کے لئے	ہر شخص اندھیرے میں گھس آیا

یعنی اس کے دیکھنے کے لئے بہت سے آدمی اس تار یکی میں جا رہے تھے ہر شخص۔

دیدش با چشم چون ممکن نبود	اندر آن تار یکیش کف می بسود
چونکہ اس کا آنکھوں سے دیکھنا ممکن نہ تھا	اندر اندھیرے میں اس پر ہاتھ پھیرتا تھا

یعنی جبکہ اس کو آنکھ سے (بوجہ تاریکی کے) دیکھنا ممکن نہ تھا تو اس تاریکی میں اس پر ہاتھ ملتے تھے یعنی ہاتھ سے ٹٹول کر دیکھتے تھے۔

آں یکے را کف بحر طوم او قناد	گفت ہچون او دانست این نہاد
ایک کا ہاتھ اس کے کان پر پہنچا	اس کو وہ بچھے کی طرح معلوم ہوا

یعنی ایک کا ہاتھ تو سوئڈ پر پڑا وہ بولا کہ یہ ذات تو مثل پرنا لے کے ہے۔

آں یکے را دست بر گوشش رسید	آں برد چوں باد بیزن شد پدید
ایک کا ہاتھ اس کے کان پر پہنچا	اس کو وہ بچھے کی طرح معلوم ہوا

یعنی ایک کا ہاتھ اس کے کان پر پڑا تو اس پر وہ ہاتھی مثل ایک بچھے کے ظاہر ہوا۔

آں یکے را کف چو بر پایش بسود	گفت شکل پیل دیدم چون عمود
ایک کا ہاتھ جب اس کے سر پر لگا	اس نے کہا میں نے ہاتھی کو ستون جیسا دیکھا ہے

یعنی ایک شخص کا ہاتھ جو اس کے پاؤں پر ملا گیا تو وہ بولا کہ میں نے تو ہاتھ کی شکل مثل ایک ستون کے دیکھی۔

آن یکے بر پشت او نہاد دست	گفت خود این پیل چون تختے بدست
ایک نے اس کی سر پر ہاتھ رکھا	اس نے کہا یہ ہاتھی تخت کی طرح کا ہے

یعنی ایک شخص نے ہاتھ اس کی پشت پر رکھا تو وہ بولا کہ یہ ہاتھی تو مثل ایک تخت کے ہے۔

پنجہیں ہر یک بجزوے کو رسید	فہم آن میگرد ہر جامے شنید
اسی طرح ہر وہ شخص جو کسی ایک عضو تک پہنچا تھا	جہاں کہیں (ہاتھی کا نام) سنتا رہی خیال کرتا

یعنی اسی طرح ہر ایک کہ وہ جس جزو پر پہنچتا تھا وہ اسی کو سمجھتا تھا اور اسی جگہ پر تٹا تھا یعنی جو شخص جو سمجھے ہوئے تھا وہ اسی میں مست تھا مولانا فرماتے ہیں کہ۔

از نظر گہ گفت شان شد مختلف	آن یکے دلش لقب داد این الف
ان کی بات نظر کی وجہ سے مختلف ہو گئی	اس ایک نے اس کو دال کا لقب دیا اس نے الف کا

یعنی ان کے اقوال نظر گاہ کی وجہ سے مختلف ہو رہے تھے کہ ایک تو اس کو دال کہتا تھا اور وہ الف یعنی مختلف عنوانات سے جو اس کو بیان کر رہے تھے اس کی یہ وجہ تھی کہ جس کی نظر جہاں پہنچی وہ اسی کو ہاتھی سمجھے ہوئے تھا تو دیکھو ایک ہی ذات میں نظر گاہ کے اختلاف سے اختلاف ہو رہا ہے۔

در کف ہر کس اگر شمعے بدے	اختلاف از گفت شان پیروں شدی
ہر ایک کے ہاتھ میں اگر شمع ہوتی	تو ان کی باتوں سے اختلاف دور ہو جاتا

یعنی اگر ہر شخص کے ہاتھ میں ایک شمع ہوتی تو ان کے اقوال سے اختلاف باہر ہو جاتا اس لئے کہ سب اس کے پورے جسم کو

دیکھ لیتے آگے فرماتے ہیں کہ۔

چشم حس ہچھوں کف دست ست و بس	نیست کف رابرکل او دسترس
جس کی آنکھ صرف ہاتھ کی ہتھیلی کی طرح ہے	ہتھیلی کی اس کے مجموعہ پر پہنچ نہیں ہے

یعنی چشم حس بھی مثل کف دست ہی کے ہے اور بس کہ ہاتھ کو تمام جسم پر قدرت نہیں ہے مطلب یہ کہ جس طرح کہ ہاتھ سے ہاتھ کی پورے جسم کا احاطہ نہ کر سکے اور اس وجہ سے اختلاف واقع ہو اسی طرح یہ ہماری چشم حس بھی حقائق کا احاطہ نہیں کر سکتی بس جس کی نظر جہاں تک پہنچی وہ اس پر رہ گیا تو جب چشم حس سے غلطی ہوتی ہے تو تم کو یہ چاہئے کہ اس سے دیکھنا چھوڑو بلکہ چشم حقیقت بین سے نظر کرو کہ حقائق اشیا منکشف ہوں آگے اس چشم حس اور چشم حقیقت بین کی ایک مثال فرماتے ہیں کہ۔

جسم دریا دیگر ست و کف دگر	کف بہل وز دیدہ در دریا نگر
دریا کا وجود اور ہے اور جھاگ اور ہیں	جھاگ کو چھوڑا اور آنکھ سے دریا کو دیکھ

یعنی چشم دریا تو اور ہے اور (چشم) کف اور ہے تو کف کو ترک کرو اور چشم دریا سے دیکھو۔ دریا سے مراد روح اور کف سے مراد ظاہر جسم وغیرہ مطلب یہ ہے کہ تم اس آنکھ سے دیکھو جو کہ روح بین اور حقیقت بین ہے اور اس ظاہر بین چشم کو چھوڑو تب تم کو حقائق اشیا ظاہر ہوں گی اور اس وقت تم حقیقت بین ہو جاؤ گے۔

جنبش کفہاز دریا روز و شب	کف ہی بنی و دریا نے عجب
شب و روز جھاگوں کی حرکت دریا کی وجہ سے ہے	تعب ہے تو جھاگ کو دیکھتا ہے اور دریا کو نہیں

یعنی کف کی جنبش روز و شب دریا ہی کی وجہ سے ہے تو تم کف کو تو دیکھتے ہو اور دریا کو نہیں دیکھتے تعجب ہے مطلب یہ کہ جس قدر تصرفات اور حرکات جسم کے ہیں یہ سب روح ہی کی بدولت ہیں مگر تعجب یہ ہے کہ تم ان کو تصرفات جسم کو تو دیکھتے ہو مگر ان تصرفات روح پر نظر نہیں کرتے سخت تعجب کی بات ہے آگے دوسری مثال فرماتے ہیں کہ۔

ماچو کشتیہا بہم برے زینم	تیرہ چشمیم و درآب رو شمیم
ہم کشتیوں کی طرح آپس میں لگا رہے ہیں	ہم اندھی آنکھوں والے ہیں اور صاف دریا میں ہیں

یعنی ہم کشتیوں کی طرح آپس میں لگا رہے ہیں اور خود تیرہ چشم ہیں اور آب روشن میں ہیں یعنی ہماری ایسی مثال ہے کہ جیسے کشتی کہ خود تو اندھی ہوتی ہے مگر ہوتی ہے آب روشن میں اسی طرح ہمارا یہ جسم ظاہری تو اندھا ہے مگر روح کے پاس ہے لیکن اسے خود بھی خبر نہیں ہے۔

شرح صلیبی

ترجمہ و تشریح: ایک ہاتھی ایک تاریک مکان میں تھا ہندوستانی لوگ اسے دکھانے کے لئے لائے تھے اس کے دیکھنے کے لئے بہت سے آدمی گئے ہر شخص اندھیرے میں گھسا چلا گیا چونکہ اندھیرے میں آنکھ سے تو دیکھا نہیں جاسکتا تھا اس

لئے ہاتھوں سے ٹٹولتے تھے ایک شخص کا ہاتھ تو اس کی سوئی پر پڑا اس نے کہا ہاتھی ایسا ہوتا ہے جیسے پرنا لہ دوسرے کا ہاتھ کان پر پڑا اس نے کہا ہاتھی ایسا ہوتا ہے جیسا پنکھا کسی کا ہاتھ پاؤں پر پڑا اس نے کہا ہاتھی ایسا ہوتا ہے جیسا ستون کسی نے اس کی کمر پر ہاتھ رکھا اس نے کہا ہاتھی ایسا ہے جیسا تخت غرض یوں ہی ہر شخص اس کو ویسا ہی سمجھتا تھا جیسا وہ عضو جس پر اس ہاتھ پڑتا تھا اور ہر جگہ شخی مارتا تھا کہ میں نے ہاتھی دیکھا ہے اور اختلاف موقع نظر کے سبب ان کی گفتگو مختلف تھی ایک اس کو دال کہتا تھا دوسرا الف۔ لیکن اگر ہر شخص کے ہاتھ میں شمع ہوتی تو ان کی گفتگو سے اختلاف دور ہو جاتا پس یہی حالت اختلاف مومن و کفر ہو یہود و غیرہ کی ہے کہ مومن کے ہاتھ میں شمع ہے یعنی نور باطن یا نور نبوت اس لئے وہ حقیقت سے واقف ہے اور اس کے احکام و عقائد صحیح ہیں اور دوسروں کے پاس دونوں شمعیں نہیں اس لئے وہ گمراہ ہیں اور ان کے اعتقادات خلاف واقع اب تم ایک اور مفید بات سنو وہ یہ کہ جو اس جسمانی تو ایسے ہیں جیسے ہتھیلی اور جس طرح ہتھیلی نے حقیقت ہاتھی کی معلوم نہیں ہو سکتی تھی یوں ہی جو اس جسمانیہ سے بھی ذات و صفات حق سبحانہ کا صحیح طور پر ادراک نہیں ہو سکتا بلکہ دریا میں اور حق سبحانہ کا ادراک کرنے والی آنکھ اور ہے اور خس و خاشاک غیر اللہ کا ادراک کرنے والی اور۔ پس تو خاشاک کو چھوڑ اور دریا میں آنکھ سے دریا (حق سبحانہ) کو دیکھ یہ جس قدر خس و خاشاک یعنی غیر اللہ ہیں سب کی حرکت وغیرہ رات دن دریا یعنی حق سبحانہ ہی کی جانب سے ہے پس بھلے مانس بڑے تعجب کی بات ہے کہ تو خس و خاشاک کو دیکھتا ہے اور دریا کو نہیں دیکھتا اور اتنا نہیں سمجھتا کہ کف دریا کہیں بدوں دریا کے بھی ہوتا ہے اور ممکن بدوں واجب کے بھی ہو سکتا ہے پس ہم جو آپس میں اختلاف کر رہے ہیں اور گویا کہ کشتیوں کو آپس میں ٹکرا رہے ہیں اس کا منشا حق سبحانہ کا خفا نہیں کیونکہ وہ تو بمنزلہ آب روشن کے ہے بلکہ اس کا باعث ہماری بینائی کا قصور ہے کہ ہم کو دکھائی نہیں دیتا۔

شرح شبیری

اے تو در کشتی تن رفتہ بخواب	آب را دیدی نگر در آب آب
اے وہ جو جسم کی کشتی میں سویا ہوا ہے	تو نے پانی کو دیکھ لیا پانی کے پانی کو دیکھ

یعنی اے شخص کہ تو کشتی تن میں سو رہا ہے ارے تو نے پانی کو تو دیکھ لیا مگر اس پانی کے پانی کو بھی تو دیکھ مطلب یہ کہ اگر تمہاری نظر متنبہ کرنے سے روح پر بھی پہنچ گئی اور تم نے اس کو بھی دیکھ لیا تو کیا ہوتا ہے ارے اس پر نظر کر کہ جو اس کی بھی روح ہے یعنی حضرت حق کی طرف نظر کر کہ فلاں دارین حاصل ہے۔

آب را آبے ست کو میر اندش	روح را روحی ست کو میخواندش
پانی کے لئے ایک پانی ہے جو اس کو بلاتا ہے	روح کی ایک روح ہے جو اس کو بلاتی ہے

یعنی پانی کے لئے بھی پانی ہے جو کہ اس کو چلا رہا ہے اور روح کی بھی ایک روح ہے جو کہ اس کو ہلا رہی ہے اس لئے کہ روح کے جو تصرفات ہیں وہ تو آخر حضرت حق ہی کی طرف سے ہیں بس اس کو طلب کرنا چاہئے آگے اس ذات کا قدم ہونا بتاتے ہیں کہ۔

موسے و عیسیٰ کجا بد کافتاب	کشت موجودات را می داد آب
حضرت موسیٰ و عیسیٰ کہاں تھے جبکہ سورج نے	موجودات کی کشتی کو پانی دیا

یعنی موسے اور عیسیٰ کہاں تھے کہ وہ آفتاب حقیقی کشت موجودات کو پانی دے رہا تھا یعنی جبکہ حق تعالیٰ موجودات میں تصرفات فرما رہے تھے اس وقت پہلا کوئی بتا دے کہ موسے کہاں تھے جن کی روح آج ایسی ہے اور عیسیٰ کہاں تھے پس جب کوئی نہ تھا تو وہ تھا اور جب کوئی نہ ہوگا تو وہ ہوگا۔

آدم و حوا کجا بد آن زمان	کہ خدا افکند این زہ در کمان
اس وقت حضرت آدم اور حوا کہاں تھے	جبکہ خدا نے کمان پر یہ چلہ چڑھایا

یعنی اس وقت آدم و حوا کہاں تھے جبکہ حق تعالیٰ نے اس زہ کو کمان میں ڈالا یعنی جبکہ عالم میں تصرفات فرمائے اور اس کو پیدا فرمایا تو یہ آدم و حوا کہاں تھے بلکہ عالم تو ان سے بھی پہلے ہے اگرچہ حادث ہے مگر پھر بھی ان سے تو پہلے ہی ہے لہذا اس ذات قدیم کو حاصل اور تلاش کرنا چاہئے اور اس میں عمر گنوادے کہ شہیدوں سے اس کی وہ قوت جو اس طلب میں ہوا ولے ہے آگے فرماتے ہیں کہ۔

این سخن ہم ناقص است و ابتر است	آن سخن کہ نیست ناقص ران سرست
یہ بات بھی ناقص اور ادھوری ہے	جو بات ناقص نہیں ہے وہ ادھر کی ہے

یعنی یہ بات بھی ناقص اور ابتر ہے اور جو بات کہ ناقص نہیں ہے وہ اس طرف کی ہے مطلب یہ کہ ہم نے جو آفتاب و آب سے تشبیہ دیدی ہے یہ بھی ناقص ہی ہے اور صرف مثال ہے مثل نہیں ہے اس لئے کہ مثال تو مشارک فی الوصف کو کہتے ہیں اور مثل مشارک فی النوع کو تو حق تعالیٰ کی مثال تو بیان ہو سکتی ہے مگر مثل کوئی بیان نہیں کر سکتا اور پھر مثال بھی جو بیان کرتے ہیں وہ بھی ناقص ہی ہوتی ہے وہ بھی پوری طرح بیان نہیں ہو سکتی ہے اس لئے اس کے بیان سے بھی عاجز ہیں۔

گر بگویم زان بلغزد پائے تو	ورنگویم ہیچ ازاں اے وائے تو
اگر میں اس کے بارے میں کہوں تو میرے پیر پھسل جائیں گے	اور اگر ان میں سے کچھ بھی نہ کہوں تو تجھ پر افسوس ہے

یعنی اگر میں اس میں سے کچھ کہتا ہوں تو تیرا پاؤں لغزش کرے گا اور اگر نہیں کہتا ہوں تو اے شخص تیری حالت پر افسوس ہے مطلب یہ کہ اگر مثال بیان کرتا ہوں تو ممکن ہے کہ تو اس کو مثل سمجھ جاوے اور پھر کفر میں مبتلا ہو اور اگر کچھ بھی بیان نہیں کرتا تو تیری حالت پر افسوس ہوتا ہے کہ تو بالکل ہی جاہل رہا جاتا ہے۔

ور بگویم در مثال صورتے	برہمان صورت بہ چسپے اے فتنے
اگر میں کسی صورت کی مثال میں (اس کی صفات) بتاؤں	اے لوجوان! تو اس ہی صورت پر چپک جائے گا

یعنی اور اگر میں کسی صورت کی مثال میں بیان کرتا ہوں تو اے جوان تو اسی صورت پر چپک جاوے گا یعنی بس اس کو ذات سمجھ جاوے لہذا سخت مشکل آگئی ہے اور تمہاری یہ حالت ہے کہ

بستہ پائے چون گیاہ اندر زمین	سر کجبانہ ببادے بے یقین
تو گھاس کی طرح زمین میں پابستہ ہے	بغیر یقین کے ہوا سے سر ہلاتا ہے

یعنی تو گھاس کی طرح زمین میں بستہ پا ہے اور بلا یقین کے ہوا سے سر ہلا رہا ہے۔

لیک پائیت نیست تا نقلے کنی	یا مگر پارا ازین گل برکنی
----------------------------	---------------------------

لیکن تیرے پاؤں نہیں ہیں کہ تو نخل ہو جائے	یا تو اس مٹی سے پاؤں باہر نکال لے
---	-----------------------------------

یعنی لیکن اگر تیرا پاؤں نہیں ہے تاکہ تو کوئی نقل کرے تاکہ شاید تیرا پاؤں اس مٹی سے اکھڑ جاوے مطلب یہ کہ تمہارا پاؤں تو اس دنیا میں پھنسا ہوا ہے اور عمدہ مضامین کو سن کر فوراً سر ہلانے لگتے ہو تو یاد رکھو کہ اس سر ہلانے سے تم اپنی جگہ سے نہیں ہٹ سکتے اس دنیا کی دلدل سے تو جب رہائی ہوگی جبکہ اپنے پاؤں سے چلو گے ورنہ سر ہلانے سے کچھ نہیں ہوتا اور جب اپنے پاؤں کو حرکت دو گے اسی وقت تم کو اس کی بھی قابلیت ہو جائے گی کہ تم ان مضامین کو بھی سمجھ سکو اور غلطی نہ ہو۔

چوں کنی پارا حیاتت زین گل است	این حیاتت را روش بس مشکل است
-------------------------------	------------------------------

تو پاؤں کیسے نکال سکتا ہے تیری زندگی اسی مٹی سے ہے	تیری اس زندگی کے لئے روانگی بہت مشکل ہے
--	---

یعنی تو اس سے کس طرح پاؤں اکھاڑے تیری حیات تو اسی مٹی سے ہے تو اس حیات سے تو روش مشکل ہے مطلب یہ کہ دنیاوی حیات سے تو وصول الی الحق مشکل ہے بلکہ۔

چون حیات از حق بگیری اے روی	بس غنی گردی ز گل در دل روی
-----------------------------	----------------------------

اے سیراب! جب تو اللہ (تعالیٰ) سے زندگی حاصل کرنے کا	تو مٹی سے بے نیاز ہو جائے گا دل کی دنیا میں پہنچ جائے گا
---	--

فارغ و مستغنی از گل سوئے دل	می روی بے قید و حراز اہل گل
-----------------------------	-----------------------------

مٹی سے فارغ اور بے نیاز ہو کر دل کی طرف	بغیر پابندی کے اور مٹی والوں سے آزاد ہو کر تو چل پڑے گا
---	---

یعنی اے سیراب جب تو حق تعالیٰ سے حیات کو حاصل کرے گا تو اس گل سے غنی ہو جاوے گا اور دل میں چلا جاوے گا یعنی پھر اس دنیاوی تعلق سے چھوٹ کر قلب کی راہ پر چلو گے جو کہ راہ حق ہے آگے اس چھوڑنے بعد واصل ہو جانے کی ایک مثال فرماتے ہیں کہ۔

شیر خوارہ چون زدایہ بگسلد	لوت خوارہ شد مرا و رامے ہلد
---------------------------	-----------------------------

دودھ پچا پچ جب دایہ سے تعلق توڑتا ہے	فذا خور بن جاتا ہے اور اس (دایہ) کو چھوڑ دیتا ہے
--------------------------------------	--

یعنی شیر خوار بچہ جب دایہ سے الگ ہو جاتا ہے تو وہ غذا خوار ہو جاتا ہے اور اس (دودھ) کو چھوڑ دیتا ہے (اور اگر اس شیر مادر کو ترک نہ کرتا تو آج یہ قسم قسم کی غذائیں کہاں سے کھاتا)

بستہ شیر زمینے چون خوب	جوئے فطام خویش از قوت القلوب
------------------------	------------------------------

بچوں کی طرح تو زمین کے دودھ سے وابستہ ہے	دلوں کی خوراک کے ذریعہ اس دودھ کو چھوڑنے کی کوشش کر
--	---

یعنی تو اس زمین کے وہ دودھ میں بندھا ہوا ہے دانوں کی مانند تو اس سے فطام کو قوت القلوب سے تلاش کر مطلب یہ کہ جس طرح خوب زمین سے غذا حاصل کر کے نشوونما حاصل کرتے ہیں اسی طرح تم اس دنیا سے غذا حاصل کر رہے ہو تو تم اس دودھ کے چھوٹنے کی تدبیر کو قوت القلوب یعنی حضرت حق سے تلاش کرو کہ پھر اس کے مقتضیات سے نکل کر دوسری غذا حاصل ہوگی۔

قوت حکمت خور کہ شد نور ستیر	اے تو نور بے حجب رانا پذیر
دانائی کی غذا کھا کیونکہ وہ چھپا ہوا نور ہے	اے وہ کہ تو بے حجب نور کو نہ قبول کر سکتے والا ہے

یعنی تو حکمت کی غذا کھا کہ وہ نور مستور ہے اے وہ شخص کہ تو نور بے حجب کو ناپذیر ہے اور جب غذائے حکمت کھاؤ گے تو یہ ہوگا کہ۔

تا پذیرا گردی اپنے جان نور را	تا بہ بینی بے حجب مستور را
اے جان! تاکہ تو نور کو قبول کرنے والا بن جائے	تاکہ تو چھپے ہوئے کو بغیر پردوں کے دیکھ لے

یعنی اے جانان تاکہ تم نور کے قابل ہو جاؤ اور تاکہ اس مستور کو بے حجب ہو کر دیکھو یعنی اگر تم قوت حکمت کو حاصل کرو گے تو پھر تمہارے اندر اس نور کے قبول کی قابلیت ہو جاوے گی اور یہ ہوگا کہ۔

چون ستارہ سیر بر گردون کنی	بلکہ بر گردون سفر بیچوں کنی
تو ستارے کی طرح آسمان پر سیر کرے	بلکہ آسمان پر تو بے کیف سیر کرے

یعنی ستارہ کی طرح تم آسمان پر سیر کرو گے بلکہ بے سماں کے سفر بے کیف کرو گے مطلب یہ کہ پھر تم کو عالم ملکوت سے تعلق ہو جاوے گا اور اس وقت تم کو عروج اور سیر میں کسی کیف کی ضرورت نہ ہوگی بلکہ بے کیف تمہاری سیر ہوگی آگے اس سیر کی ایک مثال بتاتے ہیں کہ یہ سیر کوئی عجیب نہیں ہے بلکہ تم ایک دفعہ کر بھی چکے ہو فرماتے ہیں کہ۔

آنچناں کز نیست در ہست آمدی	ہیں بگو چون آمدی مست آمدی
اسی طرح جیسے تو عدم سے وجود میں آیا ہے	ہاں بتا کیسے آیا ہے؟ تو بے ہوش آیا ہے

یعنی جس طرح کہ تو نیست سے ہست میں آیا ہاں ذرا کہہ کہ تو کس طرح مست آیا مطلب یہ کہ جس طرح اول عدم سے وجود میں آئے کہ اس کی کیفیت تم کو معلوم ہے کچھ بھی نہیں بس صرف تم اس وقت مست تھے کچھ خبر نہ تھی صرف حضرت حق پر نظر تھی اسی طرح اگر اب مست ہو جاؤ گے تو تم کو اب بھی اسی طرح سیر حاصل ہو جاوے گی ہاں اب اتنا ضرور ہو گیا ہے کہ۔

راہہائے آمدن یادت نماوند	لیک رمزے بر تو بر خواہیم خواند
تجھے آنے کے راستے یاد نہیں رہے	لیکن میں تجھے ایک اشارہ کرتا ہوں

یعنی تجھے آنے کے راستے یاد نہیں رہے لیکن ہم ایک رمز اس میں سے تجھے بتادیں گے یعنی ہم ان راہ کا کچھ بتادیں گے لہذا اب یہ کر کہ۔

ہوش را بگزار انگہ ہوش دار	گوش را بر بند وانگہ گوش دار
ہوش کو چھوڑ دے پھر ہوشیار بن جا	کان کو بند کر لے پھر کان لگا

یعنی (اس) ہوش (ظاہری) کو چھوڑ اور پھر ذرا ہوش رکھ اور (ان ظاہری) کانوں کو بند کر اس وقت کان لگا۔ مطلب یہ کہ ان رموز کے سننے کے لئے ان حواس ظاہری کی ضرورت نہیں ہے بلکہ حواس قلب اور حس باطن کی ضرورت ہے لہذا ان حواس کو کھول اور ان کو بند کر چونکہ مولانا غایت جوش میں تھے اس لئے یہ تو کہہ دیا کہ ہم تم سے کہتے ہیں مگر پھر سنبھلے اس لئے آگے فرماتے ہیں کہ۔

می نگویم زانکہ تو خامی ہنوز	در بہاری و ندیدیستی تموز
کیا میں نہیں کہہ رہا ہوں کہ تو ابھی کچا ہے	تو موسم بہار میں ہے اور تو نے موسم گرما نہیں دیکھا ہے

یعنی میں نہیں بتاتا اس لئے کہ تو ابھی خام ہے اور ابھی بہار میں ہے تموز کو نہیں دیکھا ہے مطلب یہ کہ چونکہ ابھی تم خام ہو اس لئے ہم تم سے بیان نہیں کرتے اس لئے کہ غالب احتمال غلطی کا ہے اب تم بہار میں تو آ گئے ہو مگر ابھی گرمی نہیں پڑی کہ تم کو سینک کر پختہ بنادیں اس لئے ابھی کچے رہ گئے ہو آگے اس خامی کی مثال فرماتے ہیں کہ۔

این جہاں پھول درخت است اے کرام	ما برو چوں میوہائے نیم خام
اے بزرگو! یہ دنیا درخت کی طرح ہے	(اور) ہم اس پر ادھ کچے پھل کی طرح ہیں

یعنی اے کرام یہ جہان ایک درخت کی مانند ہے اور ہم اس پر مانند او کچرے میوؤں کے ہیں۔

سخت گیرد خامہا در شاخ را	زانکہ در خاے نشاید کاخ را
کچوں کی گرفت شاخ پر سخت ہوتی ہے	کیونکہ کچے پن میں (شاخ) محل کے لائق نہیں ہوتا ہے

یعنی کچے میوے شاخ کو مضبوط پکڑتے ہیں اس لئے کہ خامی کی حالت میں وہ محلوں کے لائق نہیں ہیں (لہذا درخت ہی) کو خوب پکڑے ہوئے ہیں۔

چون کہ پخت و گشت شیریں لب گزان	سست گیرد شاخہا را بعد ازان
جب پک گیا اور ہونوں کو چکانے والا شیریں بن گیا	اس کے بعد شاخوں سے گرفت ڈھیلی کر لیتا ہے

یعنی جبکہ پختہ ہو گیا اور شیریں تو (اپنی پہلی حالت خامی پر) لب کا ثنا ہوا اس کے بعد شاخوں کو بہت سست پکڑتا ہے مطلب یہ ہے کہ یہ جہان تو درخت ہے اور ہم اس پر میوے ہیں تو میوہ جب تک خام رہتا ہے شاخ کو مضبوط پکڑے رہتا ہے اس لئے کہ وہ ابھی اس قابل نہیں ہوا ہے کہ محلوں میں جا کر نازنیوں کے منہ سے لگے اس طرح ہم جب تک خام ہیں اس وقت تک اس جہان میں خوب مضبوط جکڑے ہوئے ہیں اور اس سے الگ نہیں ہوتے اس لئے کہ ابھی اس قابل نہیں ہوئے کہ عالم غیب میں جا کر ملکوت میں ملیں تو اگر کوئی شخص اس میوہ نیم خام کو درخت سے الگ کر کے محل میں لے جاوے تو یہ ہوگا کہ اتنے سے بھی جاوے گا اور بالکل ہی سڑ جاوے گا۔ اسی طرح اگر اس حالت میں ہم سے علوم و معارف بیان کر دیئے جاویں تو ابھی اس قابل تو ہوئے نہیں کہ ان کو سمجھ سکیں لہذا اتنے ایمان سے بھی جاویں گے اور شاید نوبت (نعوذ باللہ) کفر کی آ جاوے ہاں جب میوہ پختہ ہو جاتا ہے تو اب وہ شاخ سے برائے نام ہی لگا ہوا ہوتا ہے ذرا سی ٹھیس سے نیچے آ رہتا ہے اسی طرح جب ہم پختہ ہو جاویں گے تو اس وقت ہم کو ذرا سی حرکت کی ضرورت ہوگی کہ اس حرکت سے سب مراحل طے ہو جاویں اور میوہ پختہ جب ہوتا ہے کہ اس پر گرمی پڑے تو وہ گرمی اس کو سینک سینک کر پکا دیتی ہے اسی طرح ہم پختہ جب ہو سکتے ہیں جبکہ مجاہدات و ریاضات کریں لہذا مولانا نے یہاں سے مجاہدہ کی بھی ترغیب دی ہے لہذا جب مجاہدہ کر کے صفائی حاصل ہوگی اور فہم میں ترقی ہو جاوے گی اس وقت ذرا سے اشارہ سے یہ علوم حاصل ہو سکتے ہیں اور ذوق سے معلوم ہوتا ہے کہ مولانا جس مضمون کو بیان کرتے کرتے ہماری خامی کی وجہ

سے رک گئے ہیں وہ مضمون ظلیت کا ہے کہ تمام مخلوق ظل ہے حق تعالیٰ کی تو چونکہ یہ مضمون بہت ہی نازک تھا اس لئے بیان نہیں فرمایا کہ احتمال غالب غلطی کا تھا آگے اس مثال کو خود مثل لہ پر منطبق فرماتے ہیں کہ۔

چون ازان اقبال شیرین شد وہان	سرد شد بر آدمی ملک جہان
جب اس خوش نصیبی کی وجہ سے منہ بیٹھا ہو جاتا ہے	دنیا کا ملک انسان کے لئے کے بے وقعت ہو جاتا ہے

یعنی جبکہ اس اقبال حق سے منہ بیٹھا ہو گیا تو آدمی پر یہ ملک جہان سرد ہو جاتا ہے مطلب یہ کہ جب انسان کو عالم غیب کی شیرینی میسر ہو جاتی ہے تو یہ تمام جہان اس کی نظر میں ہیچ ہو جاتا ہے اور اس کا دل اس سے سرد ہو جاتا ہے بس ذرا سے اشارہ میں واصل حق ہو جاتا ہے۔ پھر یہ تمام علوم و معارف اس کے سامنے مثل آئینہ کے ہوتے ہیں۔

سخت گیری و تعصب خامی است	تا جنینے کار خون آ شامے است
سخت گیری اور تعصب کچا پن ہے	جب تک تو پیٹ کا بچہ ہے (تیرا) کام خون پینا ہے

یعنی (اس جہان کو) مضبوط پکڑنا یہ خامی ہے اور تم جب تک جنین ہو تمہارا کام خون پینا ہی ہے مطلب یہ کہ تم جو اس دنیا میں منہمک ہو یہ علامت ہے اس کی کہ ابھی خامی تمہارے اندر موجود ہے تب تو اس میوہ خام کی طرح چپکے ہو اور جب تک اس دنیاوی لذات میں ہو معلوم ہوتا ہے کہ ابھی جنین ہو کہ اس ناپاک شے کو استعمال کر رہے ہو ورنہ اگر تم پختہ ہوتے یا انسان کامل ہوتے تو کیوں اس دنیا میں اس طرح لگے ہوتے اور اس مردار کو کیوں منہ لگاتے تو بس مجاہدہ کرو کہ اس سے صفائی قلب میں پیدا ہو کر کام بن جاوے گا آگے فرماتے ہیں کہ۔

چیز دیگر ماند اما گفتنش	با تو روح القدس گوید بے منش
دوسری چیز رہ گئی لیکن اس کا بتانا (میرا کام نہیں ہے)	وہ تجھے روح القدس بتائے گا نہ کہ میں

یعنی ایک اور چیز بھی رہ گئی ہے لیکن اس کے نہ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ تجھ سے اس کو روح القدس بلا میرے فرما دینگے روح القدس سے مراد وسائط فیض مطلب یہ کہ ہم ان علوم کو تو بیان نہیں کر سکتے مگر ہاں ایک چیز ہے کہ جو تم کو خود حاصل ہو جاوے گی مگر اس میں میرے واسطہ کی ضرورت نہیں ہے وہ تم کو خود حاصل ہو جاوے گی اور وہ وجدان ہے کہ جس کے ذریعہ سے علوم و معارف کو حاصل کر سکتے ہو اب اس کا حاصل یہ ہوا کہ مجاہدہ کرو کہ اس سے قلب میں صفائی ہوگی اور پھر اس قابل ہو جاوے گے کہ یہ علوم جن کو آج خامی کی وجہ سے سمجھ نہیں سکتے ہو ان شاء اللہ تم کو خود حاصل ہوں گے یہاں تو مولانا نے فیض بذریعہ وسائط کے حاصل ہونے کو کہا ہے آگے بطور احزاب کے فرماتے ہیں کہ نے تو گوئی ہم بگوش خویشتن ارنج۔

شرح صلیبی

ترجمہ و تشریح۔ اوپر سے مولانا لوگوں کی غفلت از حق سبحانہ کو بیان کرتے آ رہے ہیں اب اس غفلت کو دور کرنے کی ترغیب دیتے ہیں اور فرماتے ہیں ارے تو جو کشتی تن میں پڑا سو رہا ہے آخر تو نے پانی کو تو دیکھا ہے جس سے وہ کشتی تن چل رہی ہے یعنی روح کو تو جانتا ہی ہے پس تو اس پانی کو بھی تو دیکھ جو اس پانی کو چلا رہا ہے یعنی حق سبحانہ پر بھی تو نظر کر جو روح میں متصرف ہے اس لئے کہ اس پانی کے لئے بھی ایک پانی ہے جو اس کو چلا رہا ہے اور روح کے لئے بھی ایک روح ہے جو اس کو اپنی طرف بلاتی ہے اور صرف روح پر انتہا نہیں ہوگئی بلکہ منتہی روح یعنی حق سبحانہ ہیں تو اس کو کیوں نہیں دیکھتا روح الروح کے وجود کی دلیل یہ ہے کہ روح کا

وجود اور دیگر کمالات ذاتی نہیں چنانچہ ایک وقت میں وہ اپنے وجود اور تمام کمالات سے معرا تھی پس ضرور کوئی اور روح ہے جس نے اس کو وجود اور دیگر کمالات عطا کئے اور وہ ازلی قدیم ہے دیکھ تو موسیٰ و عیسیٰ اس وقت کہاں تھے جبکہ وہ موجودات کو اپنے فیوض سے مال کر رہے تھے اور آدم و حوا کہاں تھے جبکہ حق سبحانہ نے کمان تصرف کوڑہ کیا تھا اور ایجاد خلق اور دیگر تصرفات کا ارادہ کیا تھا اس کا جواب یہ ہے کہ کہیں نہیں پس معلوم ہوا کہ ان تمام موجودات سے باہر ایک ذات ہے جو یہ سب تصرفات کرتی ہے اسی کو ہم خدا کہتے ہیں اور وہی روح الروح ہے اور وہی آب آب۔ یہ گفتگو ناقص اور ناقص ہے اس سے پورا مدعا ظاہر نہیں ہوتا جو بات ناقص اور ناقص نہیں وہ وہی ہے جو حق سبحانہ کی طرف سے ہو یعنی ذوق و وجدان صحیح وہ اصل حقیقت کو پورے طور پر ظاہر کر دیتی ہے جس میں شک و شبہ کی گنجائش نہیں اور ایسی گفتگو میں تو شکوک و شبہات نکل سکتے ہیں لہذا اگر تم انکشاف حقیقت چاہتے ہو تو ذوق و وجدان حاصل کرو۔ اگر میں امور کشفیہ کو تجھ سے ظاہر کرتا ہوں تو نیا اندیشہ ہے کہ تو اس راہ سے واقف تو ہے نہیں نہیں معلوم کیا سے کیا سمجھ جاوے اور گمراہ ہو جاوے اور اگر نہیں بیان کرتا تو یہ بھی تیرے لئے مصیبت ہے کہ تو بالکل ہی محروم رہا جاتا ہے پس میں عجب کشمکش میں ہوں کہ کیا کروں اگر مثالوں سے سمجھاتا ہوں تو اس میں یہ خرابی ہے کہ صورت ہی کو لپٹ کر رہ جاتا ہے اور اس سے حقیقت کی طرف نہیں چلتا۔ بات یہ ہے کہ تو پابند صورت ہے اس لئے تیری ایسی مثال ہے کہ جیسے گھاس زمین میں جما ہوا ہو اور ہوا سے حرکت کرتا ہو یونہی تو بھی پابند صورت ہو کر اس سے مزہ لیتا اور جھومتا ہے مگر جس طرح گھاس کے پاؤں نہیں کہ وہ ایک انچ جگہ سے ہٹ جاوے یوں ہی تیرے بھی پاؤں نہیں کہ صورت سے حقیقت کی طرف ذرا سی بھی حرکت کرے ہاں تیری حرکت و انتقال کی ایک صورت ہے وہ یہ کہ تو صورت کو چھوڑ دے اور اس نے جو تیرے پاؤں پکڑ رکھے ہیں ان کو چھڑالے لیکن تو ایسا کریگا کیوں اس لئے کہ یہ حیات موجود تو تیری اسی کے دم سے ہے اور تو اس حیات کو چھوڑنا نہیں چاہتا پس حقیقت کی طرف انتقال کیونکر ہو مگر یہ بھی یاد رہے کہ اس حیات سے کام چلنا نہایت دشوار ہے جب تک یہ حیات ہے اس وقت تک کامیابی نہیں ہو سکتی پس جب تک یہ حیات موجود ہے یعنی تلذذات و تمنعات جسمانیہ وغیرہ موجود ہیں اس وقت تک تو تم سے صورت سے استغنا نہیں ہو سکتا اور جبکہ حق سبحانہ سے تو نے حیات حاصل کی اور مایہ حیات تیرا غذائے روحانی ہوئی اس وقت تجھے گل کی ضرورت نہ ہوگی اور صورت سے تجھے کچھ کام نہ رہے گا بلکہ تو اقلیم قلب میں پہنچ جاوے گا اور تیری غذا حقائق و معارف ہوں گے۔ دیکھو جب بچہ دایہ سے قطع تعلق کر لیتا ہے تو وہ غذا یہ نفسیہ کھانے لگتا ہے اور دایہ سے کچھ بھی واسطہ نہیں رکھتا پس یہی حالت تمہاری ہوگی نیز تم بھی غلوں کی طرح پابند غذائے زمین اور ناسوتی غذاؤں سے متغذی ہو لہذا اس کو چھوڑو اور غذائے دل حاصل کرو اور اس کی صورت یہ ہے کہ چونکہ تم ابھی بے حجاب نور سے متغذی ہونے کی استعداد نہیں رکھتے اس لئے اولاً کلمات حکمت اور پند و نصائح سے غذا حاصل کرو کہ یہ نور مستور ہے اور اس کو تم ہضم کر سکتے ہو اس سے تمہارے اندر نور بے حجاب کو قبول کرنے کی استعداد پیدا ہوگی اور تم اس پوشیدہ نور کو بے حجاب دیکھنے لگو گے اور تمہاری یوں کا یا پلٹ ہوگی کہ اب تو ایک انچ بھی حرکت نہیں کر سکتے اس کے بعد ستاروں کی طرح آسمان پر چلو گے (یعنی بسیر معنوی و روحانی) بلکہ آسمان تو کیا چیز ہے لامکان میں بے کیف متعارف سیر کرو گے سیر بے کیف اگر سمجھ میں نہ آئی ہو تو سمجھو کہ تم یونہی سیر کرو گے جیسے نیستی سے ہستی میں آئے تھے بھلا بتاؤ تو سہی کیسے آئے تھے مست آئے اور مست ہی جاؤ گے تمہیں تو آنے کا راستہ یاد نہیں رہا اس لئے جا بھی نہیں سکتے مگر ہم اشارۃً تم کو بتلاتے ہیں اچھا اب تم دنیاوی عقل کو خیر باد کہہ کر سمجھنے کے لئے تیار ہو جاؤ اور دنیاوی کام بند کر کے سننے کے لئے مستعد ہو نہیں میں

نہیں کہتا اس لئے کہ تو ابھی خام ہے اور ابھی تو تیار بھی نہیں ہے یعنی تیری ابتدائی حالت ہے تو نے گرمیاں نہیں دیکھیں اور پختہ نہیں ہوا لہذا تو ابھی نہ اسرار کو سن سکے گا نہ سمجھ سکے گا یہ جہان ایسا ہے جیسے درخت اور ہم اس میں ایسے ہیں جیسے درخت پر گدرائے ہوئے میوے اور قاعدہ ہے کہ کچے میوے شاخ کو مضبوط پکڑتے ہیں اس لئے کہ ہنوز وہ مخلوق میں پہنچنے کے قابل نہیں ہوئے اور جب وہ پک گئے اور شیریں اور مرغوب ہو گئے اس کے بعد وہ شاخ کو بہت ہلکے سے پکڑتے ہیں پس یہی حالت ہر انسان کی ہے کہ جب وہ دولت باطنی سے شیریں دہن ہوتا ہے تو جہان اس کی نظروں میں بالکل بے وقعت ہو جاتا ہے اس عالم ناسوت کو سخت پکڑنا اور اس کے لئے تعصب کرنا دلیل خامی ہے دیکھ لو جب تک تم شکم مادر میں اور ناقص ہوتے ہو اس وقت تک خون حیض کھاتے ہو اور جب کامل ہو گئے اس وقت تمہاری غذا دودھ ہوتا ہے اور جب اور کامل ہوئے اس وقت اور غذا میں کھاتے ہو یوں ہی اس کو سمجھو کہ جب تک ناقص ہو اس وقت تک تمہاری غذا ناسوتی ہے جب کسی قدر کامل ہو گے یہ غذا بھی کم ہوگی اور دوسری غذا ملے گی بلا آخر تمہاری غذا بالکل روحانی ہو جاوے گی ہاں وہ بات تو رہی گئی جو ہم کہنا چاہتے تھے لیکن ہم نہیں کہتے وہ اگر خدا چاہے گا تو تم کو وسائل فیض حق سبحانہ سے معلوم ہوگی۔

شرح شبیری

اے تو در کشتی تن رفتہ بخواب	آب را دیدی نگر در آب آب
اے وہ جو جسم کی کشتی میں سویا ہوا ہے	تو نے پانی کو دیکھ لیا پانی کے پانی کو دیکھ

یعنی اے شخص کہ تو کشتی تن میں سو رہا ہے ارے تو نے پانی کو تو دیکھ لیا مگر اس پانی کے پانی کو بھی تو دیکھ مطلب یہ کہ اگر تمہاری نظر متنبہ کرنے سے روح پر بھی پہنچ گئی اور تم نے اس کو بھی دیکھ لیا تو کیا ہوتا ہے ارے اس پر نظر کر کہ جو اس کی بھی روح ہے یعنی حضرت حق کی طرف نظر کر کہ فلاں دارین حاصل ہو۔

آب را آبے ست کو میر اندش	روح را روحی ست کو میخواندش
پانی کے لئے ایک پانی ہے جو اس کو ہلاتا ہے	روح کی ایک روح ہے جو اس کو ہلاتی ہے

یعنی پانی کے لئے بھی پانی ہے جو کہ اس کو چلا رہا ہے اور روح کی بھی ایک روح ہے جو کہ اس کو بلا رہی ہے اس لئے کہ روح کے جو تصرفات ہیں وہ تو آخر حضرت حق ہی کی طرف سے ہیں بس اس کو طلب کرنا چاہئے آگے اس ذات کا قدیم ہونا بتاتے ہیں کہ۔

موسے و عیسیٰ کجا بد کا فتاب	کشت موجودات را می داد آب
حضرت موسیٰ و عیسیٰ کہاں تھے جبکہ سورج نے	موجودات کی کھیتی کو پانی دیا

یعنی موسیٰ اور عیسیٰ کہاں تھے کہ وہ آفتاب حقیقی کشت موجودات کو پانی دے رہا تھا یعنی جبکہ حق تعالیٰ موجودات میں تصرفات فرما رہے تھے اس وقت بھلا کوئی بتا دے کہ موسیٰ کہاں تھے جن کی روح آج ایسی ہے اور عیسیٰ کہاں تھے پس جب کوئی نہ تھا تو وہ تھا اور جب کوئی اس لئے کہ وہ تمہاری حقیقت ہے اور اس حقیقت کے دو معنی نہیں جیسے کہ انسان کے لئے حیوان ناطق حقیقت ہوتی ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ وہ تمہارے اندر ظہور کئے ہوئے ہوگا اور اس سے تم کو فیض ہوگا اور اسی کی طرف مولانا نے اس میں اشارہ کر دیا ہے فرماتے ہیں کہ اے ہم تو من یعنی اس مرتبہ حقیقت میں ہیں اور تو دونوں ایک ہیں مثلاً دو شخص ہیں اور دونوں میں اسم ہادی کا ظہور ہوا تو اس مرتبہ میں

ان دونوں کی حقیقت کو ایک ہی کہا جاوے گا اور کہیں گے کہ یہ دونوں مرتبہ حقیقت میں ایک ہیں ہاں خصوصیات کے لحاظ کرنے سے ان میں تغاّر آ گیا ہے ورنہ وہ اس مرتبہ میں ایک ہی ہیں اور بعض بزرگ جو فرماتے ہیں کہ میاں شیخ کی حقیقت مرید کے ہر وقت ہمراہ رہتی ہے اب جو ان اصطلاحات سے ناواقف ہے اس کو تعجب ہوتا ہے اور وہ شیخ کو حاضر و ناظر سمجھ کر کفر میں مبتلا ہوتا ہے حالانکہ ان کا مقصود یہ ہوتا ہے کہ شیخ کی حقیقت جو کہ اسم ہادی ہے وہ انسان کے ہر وقت ہمراہ رہتی ہے اب دیکھ لو اس میں کوئی اشکال نہیں ہے تو مولانا کی تعبیر اور ہے اور مقصود مولانا کا یہ ہے کہ جو کہ اب تقریر کرنے سے بجز اللہ واضح ہو گیا اصل تو اس کی یہ ہے اس میں بعض نے غلو کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ شجر میں سے جو موسیٰ علیہ السلام کو آواز آئی تھی وہ بھی خود ان کی حقیقت تھی وہ حق تعالیٰ کا نور نہ تھا یا اور کسی قسم کی باتیں کہتے ہیں تو یہ سب واہیات ہیں بس اصل صرف یہ ہے جو بیان کی گئی ہے آگے تقریب کے لئے اس کی ایک مثال بھی فرماتے ہیں کہ۔

پچو آن وقتے کہ خواب اندر روی	توز پیش خود بہ پیش خود شوی
جیسا کہ جب تو سو جاتا ہے	تو اپنے آگے سے خود اپنے آگے جاتا ہے

یعنی جیسے کہ تم جس وقت کہ سو جاتے ہو تو اپنے ہی سامنے سے اپنے سامنے ہوتے ہو۔

بشنوی از خویش و پنداری فلاں	باتو اندر خواب گفت ست آن نہاں
تو اپنی طرف سے منٹا ہے اور خیال کرتا ہے کہ فلاں نے	وہ پوشیدہ راز خواب میں تجھ سے کہا ہے

یعنی اپنے ہی سے باتیں سنتے ہو اور سمجھتے ہو کہ فلاں نے تم سے خواب میں وہ پوشیدہ بات کہی ہے مطلب اس کا یہ سمجھو کہ یہ حال کل خوابوں کا نہیں ہے بلکہ بعض مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ خواب میں یہ شخص دیکھتا ہے کہ خود یہی شخص سامنے سے آ رہا ہے تو یہ اپنے وجود کو خود ہی سامنے سے دیکھ رہا ہے جب اس کی یہ ہوتی ہے کہ روح اشکال متفرق میں متشکل ہوتی ہے اور وہ اسی کی روح دوسری شکل میں متمثل ہو کر اس کے سامنے آ جاتی ہے اور بعض مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ یہ شخص کسی دوسرے کو دیکھتا ہے کہ اس نے اس سے یہ کہا مگر وہ خود اسی کی روح ہوتی ہے کہ وہ دوسری صورت میں متمثل ہو گئی ہے اور بعض مرتبہ جس کو اس نے دیکھا ہے خود اس کی روح ہی ہوتی ہے تو مولانا ان بعض حالات کے اعتبار سے فرماتے ہیں کہ یہ شخص خود اپنی روح کو دوسری شکل میں متمثل دیکھ کر اس کو دوسرا سمجھے ہوئے ہے مگر وہ خود اسی کی روح ہے اور یہ اکثر طلباء کو ہوتا ہے کہ وہ مثلاً ایک مضمون کا مطالعہ دیکھتے دیکھتے سو گئے اور وہ مطالعہ میں ان کو حل نہ ہو سکا تو ان کو خواب میں حل ہو جاتا ہے تو یہ جو حل کرنے والا ہے یہ خود اس شخص کی روح ہے کہ بعد سونے کے اس کے اندر یکسوئی پیدا ہوئی اور اس نے دوسری صورت میں متمثل ہو کر اس کو فیض پہنچایا تو دیکھو جس طرح کہ یہاں خود اس شخص کی حقیقت اس کو فیض پہنچا رہی ہے اسی طرح وہاں بھی اس کی حقیقت اس کو فیض پہنچاتی ہے اور یہ تو عالم ملکوت کی حالت ہے اس میں تو اگر ایسا ہو جاوے تو کچھ بعید نہیں ہے بزرگوں کے قصے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس عالم ناسوت میں بھی ان کو ایسا پیش آتا ہے ایک بزرگ کی بابت لکھا ہے کہ ان کی شکایت قاضی کے یہاں سماع سننے کی ہوئی تو قاضی نے محتسب کو روانہ کیا تا کہ احتساب کرے جب وہ قریب آیا تو وہ حضرت سامنے تشریف لائے اور ان کی ستر صورتیں تھیں اور بولے کہ لو اپنے مجرم کو پہچان لو تو دیکھو یہ جس قدر صورتیں تھیں ساری ان بزرگ کی روح کی شکلیں تھیں اور بہت سے قصے ایسے ہیں تو پھر اگر ملکوت میں کہا جاوے کہ روح انسان مختلف اشکال میں ظاہر ہو جاتی ہے تو کیا ہرج ہے اس سے معلوم ہوا کہ انسان ایک نہیں ہے بلکہ اس

کے اندر ایک بہت بڑا عالم ہے کہ جس کی مختلف اشکال ہیں اسی کو فرماتے ہیں کہ۔

تو یکے تو نیستی اے خوش رفیق	بلکہ گردونی و دریائے عمیق
اے اچھے دوست! تو ایک نہیں ہے	بلکہ تو آسمان ہے اور گہرا سمندر ہے

یعنی تو ایک تو نہیں ہے اے اچھے ساتھی بلکہ تو تو مثل گردون ہے اور دریائے عمیق ہے مطلب یہ کہ اے انسان تو مرتبہ روح میں ایک تو نہیں ہے بلکہ تیرے اندر بہت سے اعتبارات ہیں اور اس کثرت کی وجہ سے تو مثل گردوں کے اور دریائے عمیق کے ہے کہ جس طرح ان چیزوں میں مختلف اشیاء ہیں اسی طرح تو بھی تمام تجلیات اسماء کا مظہر ہے۔

آن توئی زنت کہ آن نہ صد تو است	قلزم ست و غرقہ گاہ صد تو است
وہ تیری موتی شخصیت جو تیرا لوسو گنا ہے	سمندر ہے اور تیری سو شخصیتوں کے ڈوب جانے کی جگہ ہے

یعنی تیرا وہ تو عظیم کہ جو نوسو تو میں ایک قلزم ہے اور سینکڑوں تو کا غرقہ گاہ ہے۔ مطلب یہ کہ تیرا وجود مرتبہ روح میں ایک وجود نہیں ہے بلکہ چونکہ اس میں بہ نسبت جسم کے مظاہر اسماء زیادہ ہیں بلکہ اکثر لوگ انسان کو حقیقہ جامعہ کہتے ہیں کہ اس کے اندر حق سبحانہ تعالیٰ کے کل اسماء کا ظہور بدرجہ اتم بہ نسبت اور اشیاء کے موجود ہے اگر چہ فی حد ذاتہ کامل ظہور نہ ہو مگر بہ نسبت دیگر اشیاء کے اس میں ظہور کامل ہے تو جب وہ وجود درجہ روح میں تکثر رکھتا ہے تو اس میں سینکڑوں وہ وجود جو کہ ناقص ہیں غرق اور مستور ہیں اور وہ سارے وجودات اس کے اندر موجود ہیں۔

خود چہ جائے حد بیداری و خواب	دم مزن واللہ اعلم بالصواب
بیداری اور نیند کا خود کیا ٹھکانا ہے	خاموش ہو جا اور اللہ بہتر جانتا ہے

یعنی خود کیا جگہ ہوشیاری اور بیداری اور خواب کی ہے پس چپ رہو اللہ درست بات کو زیادہ جاننے والا ہے۔ مطلب یہ کہ حالت بیداری و خواب جو کہ ہم بیان کرتے ہیں ان کی بھی کیا حقیقت ہے لہذا بس چپ رہنا ہی مناسب ہے۔ اللہ ہی صواب کو خوب جانتا ہے اور ہمارے چونکہ یہ سب مکاشفات ظلیہ ہیں لہذا ان میں ممکن ہے کہ خطا ہو آگے فرماتے ہیں۔

شرح صلیبی

ترجمہ و تشریح: اوپر بیان کیا تھا کہ وہ اسرار تم کو وسائط فیض حق سبحانہ سے معلوم ہونگے اب ترقی کر کے فرماتے ہیں کہ کیسے وسائط بلکہ تو خود اسرار کو اپنے کان میں بیان کرے گا نہ میں بیان کروں گا نہ میرا غیر تم یہ شبہ نہ کرنا کہ میں بھی تو آپ کا غیر ہوں جب میں خود بیان کروں گا تو آپ کے غیر نے تو بیان کیا پھر بے غیر من کہاں درست رہا۔ کیونکہ تو میرا غیر نہیں بلکہ تو اور میں تو افاق اغراض کے اعتبار سے یا اس لئے کہ ہم دونوں ایک ظاہر کے مظاہر اور ایک ہی حقیقت اصطلاحیہ یعنی اسماء الہیہ کے افراد اصطلاحیہ یعنی مظاہر ہیں تو ہم اور تم متغائر نہ ہوئے پس اب کوئی اشکال نہ رہا نیز یہ بھی شبہ نہ کرنا کہ میں اپنے کان میں کیونکر کہہ سکتا ہوں اس لئے کہ تم جب خواب دیکھتے ہو تو اس میں دیکھتے ہو کہ میں فلاں کے پاس گیا اور اس نے مجھ سے یہ کہا وہ دوسرا شخص کون ہوتا ہے خود تمہاری ہی روح جو اس صورت میں متمثل ہو کر تم کو نظر آتی ہے پس دیکھو تم خود اپنے پاس جاتے ہو علی ہذا جو تم سے خواب میں کچھ کہتا ہے وہ کون ہوتا ہے وہ بھی تمہاری روح جو اس شکل کے ساتھ متمثل ہوتی ہے پس دیکھو تم خود اپنے سے سنتے ہو لیکن تم کو اس عینیت کا احساس نہیں۔ تم یہی سمجھتے ہو

کہ میں فلاں کے پاس گیا اور فلاں نے مجھ سے بیان کیا پس یوں ہی سمجھ لو کہ وہ وسائل خود تم ہی ہو گے اس لئے کہ وہ واسطہ خود تمہاری حقیقت اصطلاحیہ ہوگا یعنی اسم الہی تم کو واقعہ خواب سے آگاہ ہو کر متحیر نہ ہونا چاہئے اس لئے کہ تم ایک ہی شے نہیں ہو بلکہ تم تو آسمان اور بڑے گہرے سمندر ہو کہ ہزاروں عجائبات کو اپنے اندر لئے ہو مگر تمہیں اپنے کمالات کی خبر نہیں اس لئے ذرا سی عجیب بات سن کر متحیر ہو جاتے ہو۔ آدمی تو وہ بڑی تہ ہے جو سینکڑوں جہیں اپنے اندر رکھتا ہے بلکہ وہ تو ایک سمندر ہے جس میں سینکڑوں جہیں غرق ہو جائیں یعنی انسان تو تمام حقائق موجودہ کا جامع ہے ایک بیداری و خواب کیا چیز ہیں اور ان کا اجتماع ایک وقت میں جیسا کہ واقعہ خواب سے ظاہر ہوتا ہے کہ آدمی سوتا بھی ہے اور بیداری کا کام بھی کرتا ہے یعنی آتا جاتا بھی ہے بولتا اور سنتا بھی ہے وغیرہ وغیرہ کیا تعجب کی بات ہے اس سے تو اس سے بڑی عجائبات کا ظہور بھی تعجب خیز نہیں پس تم کو ان واقعات میں شکوک و شبہات نہ کرنے چاہئیں اور خاموشی کے ساتھ ان کو سننا اور ماننا چاہیے مضمون ختم ہوا اور خدا اس کی صحت سے خوب واقف ہے کہ یوں ہی اس کو سمجھو کہ جب تک ناقص ہو اس وقت تک تمہاری غذا ناسوتی ہے جب کسی قدر کامل ہو گے یہ غذا بھی کم ہوگی اور دوسری غذا ملے گی بلا آخر تمہاری غذا بالکل روحانی ہو جاوے گی ہاں وہ بات تو رہے ہی گئی جو ہم کہنا چاہتے تھے لیکن ہم نہیں کہتے وہ اگر خدا چاہے گا تو تم کو وسائل فیض حق سبحانہ سے معلوم ہوگی۔

شرح شبیری

دم مزن تا بشنوی از دم زنان	آنچه ناید در بیان و در زبان
دم نہ مار تا کہ تو دم مارنے دالوں سے سن لے	وہ جو بیان اور زبان میں نہیں سا سکتا ہے

یعنی چپ رہتا کہ تم دم زنان (روحانی) سے وہ سنو جو کہ بیان اور زبان میں نہیں آسکتا مطلب یہ کہ وہ علوم و معارف ان کی صحبت کے فیض سے حاصل ہوں گے کہ جو الفاظ میں بیان نہیں ہو سکتے اس لئے کہ وہ امور ذوقیہ و کشفیہ ہیں ان کی صحبت میں رہنے سے حق تعالیٰ کا فضل ہوتا ہے اور اس شخص کو بھی منکشف ہو جاتے ہیں لہذا جب تک کہ یہ درجہ حاصل نہ ہو اس وقت تک خاموشی ہی بہتر ہے۔

دم مزن تا بشنوی زان آفتاب	آنچه ناید در کتاب و در خطاب
دم مت مار تا کہ اس آفتاب سے سن لے	وہ جو لکھنے اور بیان کرنے میں نہیں آسکتا

یعنی چپ رہتا کہ اس آفتاب سے وہ سنو جو کہ کتاب اور خطاب میں نہیں آسکتا۔ آفتاب سے مراد وہی مرشد کامل یعنی تم خاموش رہو اور خود کسی شے کے طالب مت ہو تو وہ چیزیں میسر ہوں گی کہ جو ان الفاظ ظاہری میں بیان نہیں ہو سکتیں۔

دم مزن تا بشنوی زان مہ لقا	الصلا اے پاکبازان الصلا
دم مت مار تا کہ تو سن بنے اس ماہ رخ سے	آؤ اے پاکبازو! آؤ

یعنی چپ رہتا کہ تم اس مہ لقا سے یہ سنو کہ آؤ اے پاکبازو! آؤ۔ مہ لقا سے مراد مرشد کامل۔ مطلب یہ کہ تم خود چپ رہو اور ان حقائق و علوم و معارف کے حصول کے درپے مت ہو بلکہ کام کئے جاؤ اور حالات کی اطلاع دو ہی گے تو بس جب مرشد دیکھے گا کہ تم کو ان علوم کے سمجھنے کی استعداد ہو گئی ہے اور تم کو درجہ اجمال میں کوئی علم منکشف ہوا ہے تو اس وقت وہ تم کو اس کی حقیقت خود بتلا دے گا اور تم کو خود دریافت کرنے کی ضرورت ہی نہ ہوگی۔

دم مزین تابشجوی اسرار حال	از زبان بے زبان کہ تم تعال
دم مت مار تاکہ تو حالت کے اسرار سن لے	بے زبان کی زبان سے کہ کھڑا ہو آ جا

یعنی چپ رہتا کہ تم اسرار حال کو بے زبان کی زبان سے سنو کہ اٹھو آؤ۔ مطلب یہ ہے کہ تم اپنی طرف سے ان علوم و معارف و کیفیات کے طالب مت ہو بلکہ اپنی حالت کو مرشد کامل کے سامنے پیش کر دو وہ جو مناسب سمجھے گا تمہارے لئے تجویز کرے گا اور بلکہ خود زبان سے بھی چاہئے کچھ نہ کہے بلکہ وہ ذریعہ القا کے تم کو ان علوم و معارف کی تحصیل کرادے گا اور اگر زبان سے بھی کہے گا تو وہ وقت اور موقع کو دیکھ کر کہے گا اور تمہاری استعداد کا لحاظ کرے گا۔

دم مزین تادم زند بہر تو روح	آشنا بگزار در کشتی نوح
دم نہ مار تاکہ تیرے لئے روح کہے	تیرا چھوڑ دے نوح کی کشتی میں (آ جا)

یعنی تم چپ رہتا کہ تمہارے لئے روح بولے اور کشتی نوح میں تیرے کو چھوڑ دو۔ روح سے بھی مراد مرشد کامل۔ مطلب کہ تم خود دعوے اور اقتضاؤں کو مٹا دو اس وقت مرشد تمہاری استعداد کے موافق خود تم کو تعلیم کر دے گا بس ترک دعویٰ ایک بہت سی چیز ہے کہ اس سے فضل ہوتا ہے

ہچو کنعان کا شنا میگرد او	کہ نخواہم کشتی نوح عدو
کنعان کی طرح (نہ بن) کہ وہ تیرا تھا	کہ میں دشمن نوح کی کشتی پسند نہیں کرتا ہوں

یعنی مثل کنعان کے کہ وہ شناوری کرتا تھا (اور کہتا تھا) کہ میں کشتی نوح عدو کی نہیں جانتا۔ مطلب یہ کہ تم دعوے کو ترک کر دو نہ اگر تم دعوے کرو گے تو تمہارا ایسا حال ہوگا جیسے کہ کنعان نے شناوری کا دعویٰ کیا کہ میں تیرا بیچ جاؤں گا اور نوح علیہ السلام کی نہ تھی تو ہلاک ہوا اسی طرح اگر تم مرشد کامل کی نہ سنو گے اور دعوے کرو گے تو ہلاک ہو گے آگے کنعان کا قصہ بیان فرماتے ہیں کہ۔

شرح صلیبی

ترجمہ و تشریح: تو خاموشی اختیار کر ایسا کرنے سے محبوب حقیقی سے تو یہ سنے گا کہ اے پاکباز تم کو صلائے عام ہے رتو خاموش رہ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ تو بدوں زبان کے تکلم کرنے والے کو یہ اسرار بیان کرتے سنے گا کہ اٹھو اور ہماری طرف آؤ۔ دیکھو تو سکوت اختیار کرنا اس کرنے سے تو حق سبحانہ کو وہ اسرار بیان کرتے ہوئے سنے گا کہ جو بیان میں نہیں آسکتے اور زبان سے ادا نہیں ہو سکتے۔ خبردار تو بولنا ہی مت اس سے تجھے حق سبحانہ وہ راز سنائیں گے جو نہ احاطہ تحریر میں آسکتے ہیں اور نہ تقریر میں تو چپ رہنا تاکہ بجائے روح حق سبحانہ سے کلام کرے یا تجھ سے روح حقیقی یعنی حق سبحانہ گفتگو کریں۔ خلاصہ یہ کہ اپنی عقل کو چھوڑ دے اور شکوک و شبہات مت نکال بلکہ شیخ جو کہے اس کو تسلیم کر اور اپنی جدوجہد کو چھوڑ کر کشتی نوح میں سوار ہو جا۔ ایسا نہ کرنا جیسا کنعان نے کیا تھا کہ وہ تیرا جانتا تھا اس پر مغرور ہو کر اس نے کہہ دیا کہ میں اپنے دشمن باپ نوح کی کشتی میں نہ بیٹھوں گا اگر تو تسلیم اختیار کرے گا تو قرب حق سبحانہ سے بہرہ ور اور انکار از دار رہے گا اور نہ کنعان کی طرح اس بحرناپیدا کنہار میں غرق ہو جاوے گا۔

قدم الربع الاول من الدفتر الثالث من المثنوی ولله الحمد

مثنوی مولوی معنوی

کی جامع اور لاجواب اردو شرح

کلید مثنوی

جلد نمبر ۹-۱۰

حضرت حکیم الامت تاج المفسرین مولانا مولوی شاہ محمد اشرف علی صاحب تھانویؒ

یہ وہ مقبول خاص و عام کتاب ہے کہ خواندہ ناخواندہ سب ہی اس سے دلچسپی لیتے ہیں۔ مگر مضامین عالیہ کی وجہ سے مطالب سمجھنے میں بڑی دقت پیش آتی ہے اور بعض اوقات نوبت الحاد و زندقہ تک پہنچ جاتی ہے۔ حضرت حکیم الامت نے اشعار مثنوی کو واضح کر کے اور مسائل تصوف کو عام فہم بنا کر نہایت خوبی سے سمجھا دیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس سے معتبر اور شریعت و طریقت کا پاس ادب رکھ کر مضامین کو حل کرنے والی اور کوئی شرح نہیں لکھی گئی۔

ادارہ تالیفات اشرفیہ بیرون نزد چوک فوارہ ملتان۔ پاکستان

قال تعالیٰ کما ارسلنا فیکم رسولاً منکم یتلو علیکم آیتنا و یرکبکم

و یعلمکم الکتب و الحکمة و یعلمکم مالکم تکنونوا تعلمون

چوں در کریمہ صدر قولہ یتلوا و یعلمکم الکتب بر فضل علم نظم و معنی و قولہ یرکبکم بر شرف علم کلام و عقائد و علم سلوک و قولہ
والحکمة بر مزیت علم اسرار و علم اصول و ال با وضوح بیان ست و ازاں جزو بودن تصوف کہ مشتمل بر سلوک و اسرار
ست از علم دین نیک عیان ست و با اتفاق اہل مذاق مثنوی را در کتب

این فن خاص شان ست لاکن از اغلاطش محتاج تبیان ست بناء علیہ این شرح اردو کہ معنوش را

کلید مثنوی

عنوان ست و این ربع ثالث از دفتر ثالث ازاں ست (بالفاظ و عبارت (مولوی) شبیر علی و مولوی
حبیب احمد سلمہما اللہ کہ ہر یکے از ایشان برائے صاحب معاق یعنی حکیم الامت حضرت مولانا
اشرف علی صاحب دام ظلہم بمنزلہ لسان و ترجمان ست) در واصل متن را چنان حل کردہ کہ غایت
امکان ست و مسائل را بطورے تقریر نمودہ کہ ہم موافق تحقیق اہل اتقان و ہم مطابق حدیث و
قرآن ست و اشکالات و اغلاط را بطرزے دور ساختہ کہ مورث اطمینان و امان ست و جا بجا
ملفوظات سیدنا الحاج محمد امداد اللہ کہ مطرب آذان و منشط اذہان ست ہم مطا در ویش سپردہ۔

حسب فرمائش

محمد شبیر علی مالک اشرف المطابع تھانہ بھون ضلع مظفر گڑھ طبع شد

حامد اومصلیاً و سلماً

الربع الثانی من الدفتر الثالث من المثنوی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شرح شبیری

نوح علیہ السلام کا اپنے لڑکے کو بلانا اور اس کا سرکشی کرنا اور کہنا
کہ میں پہاڑ پر چڑھ کر بیچ جاؤں گا اور تمہارا احسان سر پر نہ رکھوں گا

ہیں بیا در کشتی بابا نشین	تانا گردی غرق طوفان اے مہیں
خبردار آ جا ہارا کی کشتی میں بیٹھ جا	اے ذیل ا تاکہ تو طوفان میں نہ ڈوبے

یعنی (نوح علیہ السلام نے فرمایا کہ) اے آپ کی کشتی میں بیٹھ جاتا کہ اے ذیل طوفان میں غرق نہ ہو جاوے۔

گفت نے من آشنا آ موختم	من بجز شمع تو شمع افروختم
اس نے کہا نہیں میں نے تیرا سیکھا ہے	میں نے تیری شمع کے علاوہ شمع روشن کر لی ہے

یعنی وہ کنعان بوالا کہ نہیں میں نے شادوری سیکھی ہے اور میں نے تمہاری شمع کے علاوہ ایک شمع جلائی ہے یعنی تم نے جو تدبیر
نجات کی کی ہے اس کے علاوہ میں نے اور تدبیر سوچی ہے اور وہ تدبیر یہی تھی کہ تیر کر بچنے کا قصد تھا تو نوح علیہ السلام نے فرمایا کہ۔

ہیں مکن کین موج طوفان بلاست	دست و پارا آشنا امروز لاست
خبردار ایسا نہ کرا کیونکہ یہ موج بلا کا طوفان ہے	آج تیرے کے ہاتھ بجز کچھ نہیں ہیں

یعنی اے ایسا مت کر کیونکہ یہ طوفان بلا کی موج ہے تو آج ہاتھ پاؤں کی شادوری معدوم ہے مطلب یہ کہ ان سے کام نہ چلے گا اس لئے کہ۔

باد قہرست و بلائے شمع کش	جز کہ شمع حق نمی پاید حمش
یہ قہر کی ہوا ہے اور شمع کو بجھانے والی بلا ہے	اللہ (تعالیٰ) کی شمع کے علاوہ کوئی شمع ٹھہرے گی چپ ہو جا

یعنی یہ قہر کی ہوا ہے اور بلائے شمع کش ہے بجز شمع حق کے اور کوئی نہیں ٹھہر سکتی تو خاموش رہ شمع سے مراد تدبیر نجات مطلب یہ کہ یہ
قہر حق کی ہوا ہے کہ یہ تمام تدابیر کو باطل کر دیتی ہے اور آج اس کے آگے کوئی تدبیر کارگر نہیں ہوتی ہاں جو تدبیر کہ حق تعالیٰ کی ارشاد کردہ ہو
وہ اس ہوا میں قائم رہ سکتی ہے اور وہ تدبیر کشتی ہے کہ اس میں نجات مل سکتی ہے اس کے علاوہ اور کسی چیز سے آج نجات نہیں مل سکتی۔

گفت نے رستم بران کوہ بلند	عاصم ست آن کہ مرا از ہرگزند
---------------------------	-----------------------------

اس نے کہا نہیں اس بلند پہاڑ پر چڑھ جاؤں گا	وہ پہاڑ مجھے ہر مصیبت سے بچانے والا ہے
--	--

یعنی وہ بولا کہ نہیں میں اس بلند پہاڑ پر چلا جاؤں گا تو وہ پہاڑ مجھے ہرگزند سے بچانے والا ہوگا یہ سن کر پھر حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا کہ۔

ہیں مکن کہ کوہ کا ہست این زمان	جز حبیب خویش راند ہد امان
--------------------------------	---------------------------

خبردارا یہ نہ کر اس وقت پہاڑ تنکا ہے	وہ اپنے دوست کے علاوہ کسی کو پناہ نہ دے گا
--------------------------------------	--

یعنی ارے ایسا مت کر کہ یہ پہاڑ اس وقت ایک تنکے کی برابر ہے حق تعالیٰ سوائے اپنے محبوب کے کسی کو امن نہیں دیگا۔

گفت من کے پند تو بشنودہ ام	کہ طمع کردی کہ من زین دودہ ام
----------------------------	-------------------------------

اس نے کہا میں نے تیری نصیحت کب سنی ہے؟	تو نے یہ سوچا ہے کہ میں اس خاندان کا ہوں
--	--

یعنی وہ بولا کہ میں نے تمہاری بات کب سنی ہے کہ تم کو طمع ہوگی کہ میں اس خاندان سے ہوں۔

خوش نیامد گفت تو ہرگز مرا	من بری ام از تو در ہر دوسرا
---------------------------	-----------------------------

تیری گفتگو ہرگز مجھے پسند نہیں آئی	میں تجھ سے دونوں جہان میں بیزار ہوں
------------------------------------	-------------------------------------

یعنی مجھے تمہاری بات کبھی اچھی معلوم نہیں ہوئی میں تو تم سے دونوں جہان میں بری ہوں مطلب یہ کہ اس نے کہا کہ تم کو یہ طمع ہوگی کہ میں تمہارے خاندان سے ہوں اس لئے تمہاری مان لوں گا۔ تو سن لو کہ مجھے تمہاری بات کبھی اچھی معلوم ہوئی ہی نہیں تو آج کیا اچھی معلوم ہوگی۔ لہذا میں تمہاری بات کبھی نہ مانوں گا۔ نوح علیہ السلام نے پھر فرمایا کہ۔

ہیں مکن بابا کہ روز ناز نیست	مر خدا را خویشی و انباز نیست
------------------------------	------------------------------

خبردارا بابا یہ نہ کر یہ ناز کا دن نہیں ہے	خدا کا کوئی ساجھی اور شریک نہیں ہے
--	------------------------------------

یعنی ارے ایسا ہمارے ساتھ مت کر یہ دن ناز کا نہیں ہے خدا کو قربت اور شرکت نہیں ہے مطلب یہ کہ تو جو میرے اوپر ناز کر رہا ہے یہ گویا کہ حق تعالیٰ پر ناز ہے تو دیکھ تو سہی کہ آج ناز کا دن نہیں ہے بلکہ روز نیاز ہے اس لئے کہ حق تعالیٰ کو تو کسی سے قربت اور اس کا تو کوئی شریک نہیں ہے کہ جو سفارش کرے تو مان لیں اس لئے بس ناز کم کر اور چلا آ۔

تا کنوں کردی و ایندم ناز کیست	اندرین درگاہ کسے را ناز کیست
-------------------------------	------------------------------

تو نے اب تک (ناز) کیا اور یہ نازک وقت ہے	اس دربار میں کسی کو ناز (کا حق) کب ہے؟
--	--

یعنی تو اب تک تو ناز کرتا رہا مگر یہ وقت نازک ہے اس درگاہ میں کسی شخص کو ناز کب ہے مطلب یہ کہ اب تک تو ناز کرتا رہا اور اسی وجہ سے تو نے میری نہ مانی مگر دیکھ یہ وقت نازک ہے اس میں کسی کی نہیں چلتی اور درگاہ حق میں کسی کو ناز کب ہو سکتا ہے اس لئے کہ ناز ہوتا ہے اولاد کو یا قربت دار کو یا بیوی کو یا ابا و اجداد کو اور وہاں یہ شان ہے کہ۔

لم یلد ولم یولدست او از قدم	نے پدر دارد نہ فرزند و نہ عم
-----------------------------	------------------------------

نہ اس کے بیٹا پیدا ہوئے نہ وہ کسی سے پیدا ہوا نہ ازل سے ہے	نہ باپ رکھتا ہے نہ بیٹا اور نہ چچا
--	------------------------------------

یعنی وہ تو ہمیشہ سے لم یلد ولم یولد ہے نہ وہ باپ رکھتا ہے اور نہ فرزند اور نہ بچتا۔

ناز فرزندان کجا خواهد کشید	راز بابایان کجا خواهد شنید
وہ اولاد کا (سا) ناز کہاں برداشت کریگا؟	باپوں کا راز کہاں سنے گا؟

یعنی وہ لڑکوں کا ناز کب کھینچے گا (جبکہ اس کے لڑکا ہی نہیں) یا وہ والدین کی کب سنے گا (جبکہ اس کے والدین ہی نہیں ہیں) ان کا تو ارشاد ہے کہ۔

نیستم مولود پیرا کم بناز	نیستم والد جوانا کم گراز
(خدا فرمادے گا) میں بیٹا نہیں ہوں اے بوزے ناز نہ کر	میں باپ نہیں ہوں اے جوان! نہ اکر

یعنی میں مولود نہیں ہوں لہذا اے بڑھے تو ناز کم کر اور میں والد بھی نہیں ہوں تو اے جوان اکڑمت مطلب یہ کہ شاید کوئی بڑھا یہ سمجھے کہ میں تو نعوذ باللہ حق تعالیٰ کا بزرگ ہوں جو کہوں گا مان لیں گے تو فرماتے ہیں کہ یاد رکھ کہ میں کسی کا مولود نہیں ہوں لہذا تم بھی امید مت رکھو کہ مجھ سے ناز کر کے بچ سکو گے اور شاید کسی جوان کو یہ شبہ ہو کہ ہم تو اولاد ہیں ہمیں کچھ نہ کہیں گے جیسے کہ یہود کہتے ہیں تو یاد رکھو کہ فرماتے ہیں کہ میں کسی کا والد بھی نہیں ہوں۔

نیستم شوہر من شہوتی	ناز را بگزار اینجا اے ستی
میں شوہر نہیں ہوں میں شہوت والا نہیں ہوں	اے خاتون! اس جگہ ناز کو چھوڑ دے

یعنی میں شوہر نہیں ہوں اور میں شہوتی نہیں ہوں تو اے عورت تو ناز کو اس جگہ چھوڑ دے مطلب یہ کہ اگر شاید کسی عورت احمق کو شبہ ہوتا کہ میں زوجہ حق ہوں تو وہ بھی یاد رکھے کہ ارشاد ہے کہ میں کسی کا شوہر نہیں ہوں لہذا معلوم ہوا کہ کوئی شخص بھی حق تعالیٰ پر ناز نہیں کر سکتا بلکہ۔

جز خضوع و بندگی و اضطرار	اندریں حضرت ندارد اعتبار
سوائے عاجزی اور قلائی اور بیچارگی کے	اس دربار میں کسی کا اعتبار نہیں ہے

یعنی سوائے خضوع اور بندگی اور اضطرار کے اس درگاہ میں اعتبار نہیں رکھتا بس جب یہ بات ہے تو نوح علیہ السلام نے کنعان سے فرمایا کہ تو ناز مت کر اس لئے کہ وہاں ناز کا کام ہی نہیں ہے ہاں عاجزی اور نیاز کا کام ہے لہذا یہ کرتا کہ رستگاری ملے یہ سب سن کر وہ کہتا ہے کہ۔

گفت بابا سالہا این گفتہ	بازی گوئی جہل آشفته
اس نے کہا ہا تم نے یہ سالہا کہا ہے	پھر کہتے ہو نادانی سے بہک رہے ہو

یعنی بولا کہ اے بابا تو نے برسوں یہ کہا ہے اور پھر کہہ رہا ہے تو کیا جہل میں ملا ہے مطلب یہ کہ تو نے بہت کہا مگر میں نے نہ مانا تو اب پھر کہنا (نعوذ باللہ) جہالت ہے۔

چند ازہنہا گفتہ باہر کسے	تا جواب سرد بشنودی بے
تم نے ہر شخص سے یہ باتیں بہت کئی ہیں	حتیٰ کہ بہت سے بے مروتی کے جواب سنے ہیں

یعنی تم نے یہ باتیں ہر شخص سے کہی ہیں یہاں تک کہ جواب سرد بہت سنے ہیں (مگر تم عجیب آدمی ہو کہ اس سے باز ہی نہیں آتے)

این دم سرد تو در گوتم ز رفت	خاصہ اکنون کہ شدم دانا و زفت
تمہاری یہ بے اثر بات میں نے نہیں سنی	خصوصاً اب جبکہ میں عقلمند اور بڑا ہو گیا ہوں

یعنی تمہاری یہ سرد باتیں میرے کان میں کبھی نہیں گئیں اور خاص کر جبکہ میں دانا اور قوی ہو گیا ہوں مطلب یہ کہ بچپن میں تو جبکہ مجھے عقل و ہوش بھی کم تھا میں نے تمہاری سنی ہی نہیں تو اب تو میں خوب عاقل ہو گیا ہوں اب تو تمہاری کیا سنوں گا۔ نوح علیہ السلام نے فرمایا کہ۔

گفت بابا چه زیان دارداگر	بشنوی یکبار تو پند پندر
(حضرت نوح نے) فرمایا بابا کیا حرج ہو گا اگر	ایک بار تو باپ کی نصیحت مان لے گا

یعنی نوح علیہ السلام نے فرمایا کہ ارے بابا کیا نقصان ہو جاوے گا اگر تو ایک مرتبہ باپ کی نصیحت سن لے گا مطلب یہ کہ فرمایا کہ خیر جو گزرا گزرا اب اگر ایک مرتبہ میری بات سن ہی لے گا تو یہ تو بتا کہ تیرا حرج ہی کیا ہو جاوے گا مولانا فرماتے ہیں کہ۔

بچنیں میگفت او پند لطیف	بچنایان میگفت او دفع عنیف
وہ اسی طرح شفقانہ نصیحت کرتے رہے	وہ اسی طور پر سختی سے انکار کرتا رہا

یعنی وہ تو اسی طرح نصیحت لطیف فرما رہے تھے اور وہ بھی اسی طرح دفع سخت کر رہا تھا یعنی وہ نصیحت فرما رہے تھے اور وہ سختی سے اس کا رد کر دیتا تھا۔

نے پدر از نصح کنعان سیر شد	نے دے در گوش آن ادبیر شد
نہ تو باپ کا کنعان کو نصیحت کرنے سے پیٹ بھرا	نہ کوئی بات اس بد بخت کے کان میں پڑی

یعنی نہ تو والد کنعان کی نصیحت سے سیر ہوئے اور نہ کوئی بات اس ادبیر والے کے کان میں گئی ادبیر مالہ ہے ادبیر کا مراد اہل ادبیر یعنی وہ برابر نصیحت فرماتے رہے مگر اس نے بھی کچھ سن کر نہ دیا۔

اندرین گفتن بدند و موج تیز	برسر کنعان زد و شد ریز ریز
وہ اسی گفتگو میں تھے اور تیز موج نے	کنعان کے سر پر ضرب لگائی اور وہ ریزہ ریزہ ہو گیا

یعنی وہ اسی گفتگو میں تھے کہ موج تیز نے کنعان کے سر پر حملہ کیا اور اس کو ریزہ ریزہ کر دیا۔

نوح گفت اے بادشاہ برد بار	مر مرا خرمرد وسیلت برد بار
نوح نے عرض کیا اے حکیم بادشاہ!	میرا گدھا مرا اور تیرا سیلاب سامان بہا لے گیا

یعنی نوح علیہ السلام نے (جناب باری میں) عرض کیا کہ اے بادشاہ برد بار میرا گدھا مر گیا اور سیل بوجہ کو لے گیا یہ ایک مثل ہے جب کسی کا بالکل خاتمہ اور فیصلہ ہو جاوے اس وقت بولتے ہیں مطلب یہ کہ بس اب تو بالکل فیصلہ ہو چکا ہے مگر ایک عرض یہ ہے کہ۔

وعدہ کردی مر مرا تو بارہا	کہ بیابد اہلت از طوفان رہا
تو نے مجھ سے بارہا وعدہ کیا	کہ تیرے اہل طوفان سے نجات پائیں گے

یعنی آپ نے بار بار مجھ سے وعدہ فرمایا تھا کہ تمہارے اہل طوفان سے نجات پاویں گے۔

دل نہادم بر امیدت من سلیم	پس چرا بر بود سیل از من گلیم
مجھ بھولے نے تیری امید پر بھروسہ کیا	پھر طوفان میری کئی کیوں بہا لے گیا؟

یعنی مجھ سیدھے سادھے نے آپ کی امید پر دل رکھا تو پھر مجھ سے کبیل کو سیل کیوں لے گیا۔ کبیل سے مراد انکا لڑکا تھا مطلب یہ کہ آپ نے تو وعدہ فرمایا تھا کہ ہم تیرے اہل کونجات دے دیں گے تو پھر میرا لڑکا اس طوفان بلا میں کیوں آ گیا۔ مقصود اس سے دعا کرنا تھا اس قصہ کو قرآن شریف میں بھی بیان فرمایا ہے۔ وعدہ تو بیان ہے کہ ارشاد ہے کہ قلنا احمل فیہا من کل زوجین الثنین و اہلک الامن سبق علیہ القول و من امن یعنی ہم نے نوح سے کہا کہ اس کشتی میں ہر ایک جانور کے ایک ایک نر و مادہ اور اپنی اہل کو بجز ان کے کہ جن پر قول غرق سابق ہو چکا ہے اور دیگر مومنین کو سوار کر لو تو اس سے معلوم ہوا کہ اہل ناجی ہے آگے دعا نقل فرماتے ہیں کہ و نادى نوح ربه فقال رب ان ابني من اهلي و ان وعدك الحق و انت احکم الحاکمین۔ یعنی نوح نے حق تعالیٰ کو پکارا کہ اے میرے رب میرا بیٹا تو میرے اہل ہی میں سے ہے اور آپ کا وعدہ حق ہے اور آپ احکم الحاکمین ہیں۔ تو جب اہل میں سے ہے تو اس کو تو موافق وعدہ نجات ہونی چاہئے اس پر جواب ارشاد ہوتا ہے کہ یا نوح انه لیس من اہلک یعنی اے نوح وہ تمہاری اہل میں سے ہی نہیں ہے اہل سے نہ ہونے کی توجیہ تقاسیر میں مذکور ہے یہاں صرف اس قدر عرض کرنا ہے کہ نوح علیہ السلام سے اول فرما دیا تھا کہ تمہاری اہل نجات پاوے گی مگر ان میں سے وہ لوگ جن پر کہ قول غرق سابق ہو چکا ہے نجات نہ پاویں گے تو پھر نوح علیہ السلام نے کیوں دعا کی جو اب اس کا یہ ہے کہ یہ ارشاد تو ہوا تھا مگر اس کی تفصیل نہ فرمائی تھی کہ کون ایسا ہے جو ناجی نہ ہو گا لہذا احتمال سب میں تھا تو اگرچہ کنعان کے کافر ہونے کی وجہ سے سبقت قول معلوم ہوتا تھا مگر یہ شبہ بھی تھا کہ شاید نجات پا جاتا۔ تو اس کی تفسیر میں ابہام رہا اس لئے دعا کی اس پر جواب یہی ملا کہ وہ تمہارے اہل سے نہیں ہے۔ فلا تستلن ما لیس لک بہ علم۔ یعنی جس امر کا تمہیں علم نہیں ہے اس کا سوال مت کرو تو یہ نوح کی غلطی نہ تھی بلکہ تفسیر میں ابہام تھا اس کی ایسی مثال ہے کہ جیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو علم قیام ساعتہ تھا مگر اس کا علم نہ تھا کہ کب قائم ہوگی اسی طرح یہ تو علم تھا کہ غیر مومنین اہل ناجی نہ ہونگے باقی یہ کہ وہ کون کون ہیں اس کا علم نہ تھا لہذا دعا کی تو وہاں سے ارشاد ہوا کہ تم اس کا سوال مت کرو کہ جس میں جانب مخالف کا بھی احتمال تھا اس سے تو سوال ہی نہ کرنا چاہئے تھا تو نوح نے کوئی اعتراض نہیں کیا جس سے کہ اعتراض پڑ سکے خوب سمجھ لو پس جب نوح نے یہ عرض کیا تو ارشاد ہوا کہ۔

گفت او از اہل و خویشانت نبود	خود ندیدی تو سفیدی از کبود
(اللہ تعالیٰ نے) فرمایا وہ تیرے اہل اور انہوں میں سے	تو نے خود سفید کو نیلے سے ممتاز نہ کیا

یعنی ارشاد ہوا کہ وہ تمہارے (اس) اہل میں سے نہ تھا (جس کا ناجی ہونا مقدر ہو چکا تھا) اور تم نے خود سفیدی کو کبود سے ممتاز نہیں کیا۔ مطلب یہ کہ تم نے دونوں میں فرق نہیں کیا بلکہ سب کو اہل میں ہی داخل سمجھا حالانکہ جو کفار تھے وہ اس اہل میں داخل نہ تھے جن کی نجات کا وعدہ تھا اور وہ اہل مومنین ہی تھے اور جب یہ کنعان مومن نہ تھا تو یہ اس قابل ہی نہ تھا کہ اس کونجات ملے بلکہ یہ تو اسی قابل تھا کہ یہ ہلاک کیا جاوے اس کی آگے ایک مثال فرماتے ہیں کہ۔

چونکہ در دندان تو کرم افتاد	نیست دندان بر کنش اے اوستاد
جب تیرے دانت میں کیڑا لگ گیا	وہ دانت نہیں ہے اے استاد اس کو اکھاڑ دے

یعنی جبکہ تمہارے دانت میں کیڑا پڑ گیا تو وہ دانت ہی نہ رہا اے استاد اس کو اکھاڑ دو۔

تا کہ باقی تن نہ گردد دزار ازو	گرچہ بود آن تو شو بیزار ازو
تا کہ باقی جسم اس سے کمزور نہ بنے	اگرچہ وہ تیرا تھا تو اس سے بیزار ہو جا

یعنی تاکہ اس سے باقی تن بھی خراب نہ ہو جاوے تو اگرچہ وہ تمہاری ملک ہے تم اس سے بیزار ہو جاؤ تو اسی طرح جبکہ یہ کنعان مومن نہ تھا تو اگرچہ یہ اولاد ہی کیوں نہ ہو اس سے بیزار ہو جاؤ خوب کہا ہے کہ۔

ہزار خویش کہ بیگانہ از خدا باشد فدائے یک تن بیگانہ شنا باشد

جب یہ ارشاد ہوا تو نوح نے عرض کیا کہ۔

گفت بیزارم ز غیر ذات تو	غیر نبود آنکہ باشد مات تو
عرض کیا تیری ذات کے غیر سے میں بیزار ہوں	جو تجھ میں فنا ہو گیا وہ غیر نہ ہوگا

یعنی نوح نے عرض کیا کہ (اے اللہ) میں تیری ذات کے سوا (سب سے) بیزار ہوں اور جو کہ تیرا مطیع ہو گیا وہ غیر نہیں ہے۔ صوفیہ کی اصطلاحات اکثر محاورات کے تابع ہوتی ہیں اور ان کی اصطلاحات علوم منطقیہ کے موافق نہیں ہیں تو غیر محاورہ میں کہتے ہیں اس کو جو بے تعلق ہو مثلاً بولتے ہیں کہ فلاں شخص تو غیر نہیں ہے تو اس غیر سے مراد مقابل عین نہیں ہے بلکہ اس سے مراد غیر تعلق والا ہے تو چونکہ نوح کی اس دعا سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ان کو اپنی اولاد سے بہت محبت ہے اور بہت تعلق ہے اس لئے فرماتے ہیں کہ اے الہی میں تیری ذات کے سوا سب سے بیزار ہوں اب یہاں یہ شبہ ہوا کہ مومنین کے لئے تو آپ دعا بھی فرماتے تھے لہذا فرماتے ہیں کہ جو کہ آپ سے تعلق رکھنے والا ہے اور آپ کا مطیع ہے وہ چونکہ غیر نہیں ہے اس لئے اس سے تعلق رکھنا گویا کہ تعلق بحق ہے۔

تو ہمیدانی کہ چونم با تو من	پیست چندا نم کہ با باران چمن
تو جانتا ہے کہ میرا تجھ سے کیا تعلق ہے	اس سے میں گنا ہے جو چمن کو بارش سے ہے

یعنی آپ تو جانتے ہیں کہ میں آپ کے ساتھ کیسا ہوں میں ایسا ہوں جیسا کہ بارش کے ساتھ چمن مطلب یہ کہ جس طرح کہ چمن کو باران کے ساتھ تربیت کا تعلق ہوتا ہے اس سے کہیں زیادہ آپ سے مجھے تعلق ہے تو پھر میں کسی دوسرے پر کیوں نظر کروں گا۔

زندہ از تو شاد از تو عائلے	معتذی بے واسطہ بے حائلے
(میں) تجھ سے زندہ تجھ سے خوش ہوں ایک محتاج (ہوں)	بغیر کسی واسطہ (اور) بغیر حج والے کے تجھ سے روزی پانے والا (ہوں)

یعنی آپ ہی اسے زندہ ہوں اور آپ ہی سے شاد ہوں اور ایک محتاج ہوں اور بے واسطہ اور بے حائل کے غذا حاصل کرنے والا ہوں۔

متصل نے متصل نے اے کمال	بلکہ بیچوں و چگونہ و اعتلال
اے (خداوند) کمال (وہ) نہ جڑا ہوا ہے نہ جدا	بلکہ (اس کا تجھ سے تعلق) بے مثل اور بے کیف اور بے علت ہے

یعنی نہ متصل ہیں اور نہ منفصل ہیں اے کامل بلکہ بچوں و چگونہ اور علت و معلولیت کے۔ مطلب یہ کہ صوفیہ کرام حق تعالیٰ اور بندہ کے درمیان میں صرف واسطہ صانعیت و مصنوعیت ہی نہیں کہتے اور وہ صرف واسطہ فی الاثبات ہی نہیں مانتے بلکہ یہ حضرات ایک اور واسطہ بھی مانتے ہیں جو کہ اس کے علاوہ ہے مگر اس کو یہ حضرات الفاظ میں بیان نہیں کر سکتے صرف اشارات سے کام لیتے ہیں ہاں وہ وجدانی اور ذوقی امر ہے جس کو مکشوف ہو جاوے وہی اس کو معلوم کر سکتا ہے تو اسی طرح فرماتے ہیں کہ میں نہ تو آپ سے بالکل ہی متصل ہوں اور نہ منفصل ہوں اور میرے آپ کے درمیان میں نہ علیت اور معلولیت کا واسطہ ہے بلکہ وہ واسطہ ایسا ہے کہ جس کو الفاظ سے بیان کرنا مشکل ہے صرف مثالوں سے اس کو بیان کیا جاسکتا ہے لہذا اس کے آگے مثال فرماتے ہیں کہ۔

ماہیانیم تو دریائے حیات	زندہ ایم از لطف اے نیکوصفات
ہم مچھلیاں ہیں اور تو زندگی کا سمندر ہے	اے اچھی منتوں والے (خداوند) تیری مہربانی سے ہم زندہ ہیں

یعنی ہم مچھلیاں ہیں اور آپ آب حیات ہیں تو ہم آپ ہی کے لطف سے زندہ ہیں اے نیکوصفات۔

تو نہ سچی در کنار فکرتے	نے بمعلولے قرین چون علتے
تو عقل کے پہلو میں نہیں ساتا ہے	نہ معلول ہونے کی وجہ سے کسی علت سے وابستہ ہے

یعنی آپ کنار فکر میں بھی نہیں ساسکتے نہ آپ علت کی طرح کسی معلول کے قرین ہیں مطلب یہ کہ مخلوق میں اور آپ میں جو علاقہ ہے وہ علاقہ معلول و علت کا نہیں ہے نہ آپ فکر ناقص انسانی میں ساسکتے ہیں بلکہ آپ سب سے بالا اور برتر اور ارفع ہیں۔ سبحانہ و تعالیٰ عما یصفون آگے فرماتے ہیں کہ۔

پیش ازین طوفاں و بعد ایں مرا	تو مخاطب بودہ در ماجرا
اس طوفان سے پہلے اور اس کے بعد میرے لئے	(ہر) قص ہمیں تو مخاطب ہے

یعنی اس طوفان سے پہلے اور بعد اس کے (ہمیشہ) آپ ہی گفتگو میں میرے مخاطب رہے۔ مطلب یہ کہ چونکہ میں نے جب کلام کیا ہے وہ سب آپ ہی کے لئے تھا اس لئے گویا کہ دوسرے سے کلام ہی نہیں کیا اور تمام کاموں سے آپ ہی مقصود تھے تو اور جس سے بھی کلام کیا یا واسطہ رکھا وہ درجہ مقصودیت کو نہیں پہنچا اور اب بعد طوفان کے جب اور سب لوگ ہلاک ہو گئے ہیں آپ ہی میرے مخاطب ہیں۔

باتوے لگتم نہ باایشان سخن	اے سخن بخش نوآن کہن
میں تجھ سے بات کرتا ہوں نہ کہ ان سے	لے آنے والے لوگ زہے ہوئے زمانہ میں بات کی طاقت عطا کرنے والے

یعنی میں تو آپ سے ہی بات کرتا تھا نہ کہ ان سے اے نبی بات کے بخشنے والے اور اس پرانی کے مطلب یہ کہ درجہ مقصودیت میں تو ہمیشہ آپ ہی میرے مخاطب رہے ہیں باقی بظاہر اوروں سے جو گفتگو ہوتی تھی اس کی مثال دیتے ہیں کہ۔

نے کہ عاشق روز و شب گوید سخن	گاہ بااطلال و گاہے باد من
کیا عاشق دن رات باتیں نہیں کرتا؟	بسی کھنڈروں اور بسی کوزی سے

یعنی کیا عاشق دن رات ٹیلوں اور جنگلوں سے باتیں نہیں کیا کرتا (جیسے کہ عرب کا قاعدہ تھا کہ کہتے ہیں کہ۔
ایامنزلے سلمے سلام علیکما ہل الاذن الاتی مضین رواج

مگر

روئے در اطلال کردہ ظاہرا	او کرامی گوید این مدحت کرا
بظاہر کھنڈروں کی طرف رخ کر کے	وہ کس سے کہتا ہے (اور) کس کی تعریف کرتا ہے؟

یعنی ظاہر تو وہ ٹیلوں میں توجہ کئے ہوئے مگر وہ یہ مدح کس کی کر رہا ہے کس کی۔ ظاہر ہے کہ مقصود اس سے مدح معشوق ہوتی ہے
بس اسی طرح اگرچہ میں ان سے باتیں کرتا تھا مگر چونکہ آپ کے واسطے ہوتی تھیں لہذا گویا کہ آپ ہی میرے مخاطب ہوتے تھے لیکن۔

شکر طوفان را کنون بگماشتی	واسطہ اطلال را برداشتی
شکر ہے اب تو نے طوفان مسلط کر دیا	کھنڈروں کا واسطہ اٹھا دیا

یعنی شکر ہے کہ آپ نے اب طوفان کو مقرر فرما کر ان اطلال کے واسطے کو اٹھا دیا (بس اب بلا واسطہ آپ سے مناجات کروں گا)

زانکہ اطلال و لئیم و بدبدند	نے ندائے نے صدائے میزدند
کیونکہ وہ کھنڈر اور کینے اور بد تھے	نہ پکارتے تھے نہ صدائے (بازگشت) دیتے تھے

یعنی اس لئے کہ وہ صرف ٹیلے اور لئیم اور بد ہی تھے نہ وہ ندا کرتے تھے نہ صدا کرتے تھے۔ مطلب یہ کہ پہاڑ میں اگر بولتا ہے
تو وہ گونجتا ہے اور اس میں سے دوبارہ یہی آواز جو اس نے کی پیدا ہوتی ہے اور اس سے انس ہوتا ہے مگر وہ ایسے تھے کہ میں تو آپ کا
ذکر کرتا تھا اور ان میں حرکت بھی نہ ہوتی تھی اگر وہ بھی میرا ساتھ دیتے تو ان سے انس ہوتا اب تو بہتر ہوا کہ ہلاک ہو گئے۔

من چنان اطلال خواہم در خطاب	کز صدا چون کوہ وا گوید جواب
میں خطاب کے لئے ایسے کھنڈر چاہتا ہوں	جو پہاڑ کی طرح صدائے بازگشت سے جواب دیں

یعنی میں تو خطاب کے لئے ایسے اطلال کو چاہتا ہوں کہ صدا سے پہاڑ کی طرح جواب دیں۔

تا مثنیٰ بشنوم من نام تو	عاشقم بر نام جان آرام تو
تاکہ میں تیرا نام مکرر سنوں	میں تیرے جان کو آرام دینے والے نام کا عاشق ہوں

یعنی تاکہ میں آپ کا نام دوبارہ سنوں۔ میں تو آپ کے نام جان آرام پر عاشق ہوں۔ مطلب یہ کہ مجھے تو ایسے واسطہ کی
ضرورت ہے جو کہ میرا ساتھ آپ کے ذکر میں دے تاکہ ایک مرتبہ تو میں آپ کا نام مبارک لوں اور دوسری مرتبہ وہ آپ کا نام
لے تو آپ کے نام کو میں دوبارہ سنوں اور مجھے دو نامزہ آوے۔

ہر نبی زان دوست دارد کوہ را	تا مثنیٰ بشنود نام ترا
ہر نبی پہاڑ کو اسی لئے دوست رکھتا ہے	تاکہ تیرے نام کو مکرر سنے

یعنی ہر نبی اس لئے پہاڑ کو دوست رکھتا ہے تاکہ آپ کے نام مبارک کو دوبارہ سنے۔ مطلب یہ کہ چونکہ پہاڑ میں گونج پیدا ہونے

سے جو الفاظ کہ متکلم بولتا ہے ویسی ہی آواز اس میں سے بھی نکلتی ہے تو اسی لئے انبیاء علیہم السلام پہاڑوں میں رہنا پسند کرتے ہیں تاکہ وہ ذکر کریں اور اس میں سے دوبارہ ویسی ہی آواز پیدا ہونے سے ان کا دہرا لطف آتا ہے۔ انبیاء کا پہاڑ کو محبوب رکھنا کہیں منقول تو ہے نہیں مگر ان کے حالات سے معلوم ہوتا ہے کہ اول اول ان حضرات کو خلوت پسند ہوتی ہے تو وہ اکثر غاروں اور پہاڑوں میں ہی قیام کرتے ہیں باقی اس میں اس مصلحت کا ہونا یہ صرف ایک نکتہ ہے تو بس واسطہ ایسا ہو کہ جو ان کے ساتھ وہ بھی ذکر حق کرے۔

آن کہ پست مثال سنگلاخ	موش را شاید نہ مارا در مناخ
-----------------------	-----------------------------

وہ پست پہاڑ جو پھرتی زمین جیسا ہے	پھاڑ کے ہلنے چوہے کے لائق ہے نہ کہ ہارے
-----------------------------------	---

یعنی وہ پہاڑ سنگلاخ کی طرح موش کو قیام گاہ کے لئے چاہئے نہ ہم کو مطلب یہ کہ جس میں سے کہ آواز پیدا نہ ہو اور وہ ذکر میں ساتھ نہ دے ایسے واسطہ کی ضرورت تو دنیا داروں کو جو کہ عالم ناسوت میں رہ کر پستی میں پڑے رہنے میں موش کی طرح ہیں ضرورت ہے باقی ہمیں ایسے لوگوں کی ضرورت نہیں ہے اس لئے کہ۔

من بگویم او نگرودیار من	بے صدا ماندوم و گفتار من
-------------------------	--------------------------

من بولا ہوں وہ میرا یار نہیں بنا ہے	میرے بولنے کے وقت بغیر صدائے ہازشت کے رہ جاتا ہے
-------------------------------------	--

یعنی میں تو کہتا ہوں اور میرا ساتھ نہ دیتا تو میری بات اور گفتار بھی بے صدا کے رہ جاتی ہے یعنی وہ جوش اور شوق میرے اندر بھی نہیں رہتا اس لئے کہ ان کو دیکھ کر طبیعت مرجھا جاتی ہے۔

باز میں آن بہ کہ ہموارش کنے	نیست ہمد با عدم یارش کنے
-----------------------------	--------------------------

یہ بہتر ہے کہ تو اس کو زمین کے برابر کر دے	وہ ساتھی نہیں ہے اس کو عدم کا یار بنا دے
--	--

یعنی یہ بہتر ہے کہ آپ اس کو زمین کے ہموار کر دیں اور وہ ہمد نہیں ہے تو اس کو عدم کے ساتھ مقرون فرمادیں مطلب یہ کہ ایسے کو تو ہلاک کر دینا ہی بہتر ہے یہاں تک حضرت نوح کی گفتگو سے معلوم ہوتا تھا کہ ان کو رنج ہے مگر حق تعالیٰ کے سامنے سب کو سچ سمجھے ہوئے ہیں اس لئے ارشاد ہوتا ہے کہ۔

گفت اے نوح ار تو خواہی جملہ را	حشر گردانم بر آرم از شری
--------------------------------	--------------------------

فرمایا اے نوح! اگر تو چاہے (تو) سب کو	از سر نو زندہ کردوں مٹی سے نکال لوں
---------------------------------------	-------------------------------------

یعنی فرمایا کہ اے نوح اگر تم چاہو تو میں سب کو زندہ کردوں اور زمین سے نکال دوں۔

بہر کنعانے دل تو نشکنم	لیکت از احوال آگہ مے کنم
------------------------	--------------------------

ایک کنعان کی وجہ سے میں تیرا دل نہ توڑوں گا	لیکن تجھے حالات سے آگاہ کرتا ہوں
---	----------------------------------

یعنی میں ایک کنعان کے واسطے تمہاری دل شکنی کرنا نہیں چاہتا لیکن آپ کو احوال سے آگاہ کرتا ہوں یعنی آپ کو بتا دیا ہے ورنہ آپ کی دل شکنی منظور نہیں ہے اگر آپ کہیں تو سب کو زندہ کردوں۔ اللہ اکبر کیا رحمت ہے اور کیسی شفقت ہے اور دوسری طرف رضا اور تسلیم اور انقیاد ملاحظہ ہو کہ یہ سن کر حضرت نوح فرماتے ہیں کہ۔

گفت نے نے را صمیم کہ تو مرا	ہم کنی غرقہ اگر باید ترا
-----------------------------	--------------------------

عرض کیا نہیں نہیں میں راضی ہوں کہ تو مجھے	بھی ڈبو دے اگر تیری مرضی ہو
---	-----------------------------

یعنی انہوں نے عرض کیا کہ نہیں نہیں میں تو راضی ہوں کہ اگر آپ چاہیں تو مجھے بھی غرق کر دیں۔

ہر زمانم غرقہ مے کن من خوشم	حکم تو جانست چوں جان میکشم
تو مجھے ہر وقت ڈبوتا رہ میں خوش ہوں	تیرا حکم جان ہے اور میں جان کی طرح اس کو برداشت کرتا ہوں

یعنی آپ مجھے ہر گھڑی غرق فرمادیں آپ کا حکم تو جان ہے میں اس کو جان کی طرح کھینچتا ہوں۔

ننگرم کس را و گرہم بنگرم	او بہانہ باشد و تو منظرم
میں کسی کو نہیں دیکھتا ہوں اور اگر میں دیکھوں بھی	وہ بہانہ ہو گا اور تو میرے پیش ہو گا

یعنی میں کسی کو نہیں دیکھتا اور اگر دیکھوں بھی تو وہ بہانہ ہو گا اور آپ میرے منظر ہوں گے۔

عاشق صنع تو ام در شکر و صبر	عاشق مصنوع کے باشم چو گبر
میں مبر و شکر کے ساتھ تیرے کام کا عاشق ہوں	میں بت پرست کی طرح مصنوع کا کب عاشق ہوں؟

یعنی میں تو آپ کے افعال کا شکر و صبر کے ساتھ عاشق ہوں اور میں بت پرست کی طرح مصنوع کا عاشق کب ہوں گا تو یہ اغراق وغیرہ تو آپ کا فعل ہے اس پر تو میں راضی اور خوش ہوں اور یہ اولاد اور دوسرے لوگ سب مصنوع ہیں تو ان کو بحیثیت مصنوعیت کے مقصود نظر سمجھنا تو کفر ہے لہذا میں ان پر ہرگز نظر نہیں کرتا مولانا فرماتے ہیں کہ۔

عاشق صنع خدا با فر بود	عاشق مصنوع او کافر بود
اللہ کے فعل کا عاشق باعزت ہوتا ہے	اس کی بنا کی ہوئی چیز کا عاشق کافر ہوتا ہے

یعنی افعال حق کا عاشق تو باعزت ہوتا ہے اور ان کے مصنوع کا عاشق کافر ہوتا ہے اس لئے کہ جب اس نے مصنوع کو مقصود سمجھا تو لا مقصود الا اللہ کے درجہ میں یہ شخص کافر ہو گا اور فرماتے ہیں کہ

در میان این دو فرقی بس خفی است	خود شناسد آنکہ در رویت صفت
ان دونوں باتوں میں بہت ہار یک فرق ہے	وہ پہچانتا ہے جو تاڑنے میں متاڑ ہے

یعنی ان دونوں کے درمیان میں فرق بہت خفی ہے وہ شخص خود جانتا ہے جس کی نظر میں صفائی ہے۔ مطلب یہ کہ مصنوع اور صنع پر نظر کرنا اور ان میں پھر مقصودیت نہ ہونا ایسا امر ہے کہ جو محض مخفی ہے اور وجدانی امر ہے اس کو وہی سمجھ سکتا ہے جس کو مکشوف ہو گیا ہے۔ آگے دو حدیثوں کے درمیان توفیق بیان فرماتے ہیں جس کا اول حاصل سمجھ لو کہ ایک تو حدیث ہے کہ الرضاء بالكفر کفر۔ کفر پر راضی ہونا کفر ہے اور دوسری حدیث ہے کہ من لم یرض بقضائی ولم یصبر علی بلائی فلیطلب ریاسوائی یعنی جو کہ میری قضا پر راضی نہ ہو اور میری بلا پر صبر نہ کرے اس کو چاہئے کہ کوئی دوسرا بت تلاش کر لے تو ان دونوں میں تعارض معلوم ہوتا ہے جو اب اس کا یہ ہے کہ یہ قاعدہ ہے کہ اگر کسی شے پر حکم کسی حیثیت کے اعتبار سے ہوتا ہے تو محکوم علیہ وہ حیثیت ہوا کرتی ہے بس اب سمجھو کہ کفر من حیث ہو مخلوق اللہ فعل اللہ تو حسن ہے اور من حیث ہو فعل العبد قبیح و مذموم ہے اور بحیثیت فعل حق ہونے کے تو کفر قضا ہے اس پر تو راضی رہنا اور اس کو حسن سمجھنا فرض ہے مگر بحیثیت اس کے فعل عبد ہونے کے قضا نہیں ہے بلکہ مقتضی ہے تو اس کو حسن سمجھنا اور اس پر راضی رہنا ضروری نہیں ہے تو اب یہ کہنا کہ من لم یرض بقضائی الخ بھی صحیح ہے اور الرضاء

بالکفر الخ بھی صحیح ہے کہ کفر پر بحیثیت قضا ہونے کے تو راضی رہنا فرض کہ وہ فعل حق ہے اور اس درجہ میں وہ حسن ہے مگر فعل عبد کی حیثیت سے تو وہ قضا ہے ہی نہیں وہ تو مقتضی ہو گیا اب وہ حسن نہیں رہا۔ خوب سمجھ لو اب اشعار سے بھی سمجھ لو۔

شرح صلیبی

ترجمہ و تشریح:- تفصیل قصہ کنعان اور نوح علیہ السلام یہ ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے کنعان سے کہا کہ بیٹا تو مسلمان ہو جا اور اپنے باپ کی کشتی میں بیٹھ جاتا کہ تو طوفان میں غرق ہونے سے محفوظ رہے۔ اس نے جواب دیا کہ نہ میں مسلمان ہوتا ہوں اور نہ تمہاری کشتی کی مجھے ضرورت ہے۔ اس لئے کہ مجھے تیرنا آتا ہے اور اس تاریکی سے نجات پانے کے لئے میرے پاس آپ کی شمع کے علاوہ ایک اور شمع ہے انہوں نے کہا بیٹا ایسا نہ کرو دیکھو یہ طوفان بلا کی موج ہے پیراک کے ہاتھ پاؤں آج بالکل کام نہیں دے سکتے یہ قہر و بلا کی آندھی ہے اس کے سامنے کوئی شمع تدبیر نہیں ٹھہر سکتی۔ اس وقت تو صرف شمع حق اور تدبیر الہی ہی کی ضرورت ہے اور کوئی تدبیر مفید نہیں بس تم ایسی باتیں نہ کرو اور کہنا مان لو اس نے کہا اچھا لیجئے میں پہاڑ پر چل دیا یہ اونچا پہاڑ مجھے بچا دے گا دیکھیں آپ کا طوفان میرا کیا کرتا ہے۔ انہوں نے کہا بیٹا ایسی باتیں نہ کرو آج پہاڑ ایک تنکے کے برابر بے حقیقت ہے اور حق سبحانہ اپنے محبوب کے سوا کسی کو نہ بچاویں گے اس نے کہا کہ اب میں نے آپ کی کبھی کوئی بات مانی ہے؟ کہ آج آپ کو یہ توقع ہے کہ میں آپ کی اولاد ہوں۔ لہذا آپ کی بات مان لوں گا مجھے آپ کی یہ باتیں اچھی نہیں معلوم ہوتیں۔ مجھے آپ سے کوئی واسطہ نہیں آپ میری خیر خواہی نہ کیجئے۔ اس پر بھی شفقت پداری کا جوش فرو نہ ہو اور فرمایا کہ دیکھو بیٹا ایسی باتیں نہ کرو کہنا مانو یہ ناز کا وقت نہیں خدا کا نہ کوئی رشتہ دار ہے نہ شریک کہ اس کو اس کے ارادہ سے روک سکے اب تک تم نے ناز کیا اور میں نے اٹھایا مگر یہ وقت نازک ہے درگاہ حق سبحانہ میں ناز نہیں چلتا۔ خیر مجھ سے تو تم پیدا ہوئے تھے اس لئے میں نے ناز برداری کی مگر حق سبحانہ تو نہ کسی سے پیدا ہوئے نہ ان سے کوئی پیدا ہوا ان کے تو نہ کبھی باپ ہوا نہ بیٹا۔ نہ چچا۔ ایسی حالت میں نہ بیٹوں کے ناز اٹھا سکتا ہے نہ باپوں کے حکموں کو مان سکتا ہے کیونکہ وہ بیٹا اور باپ ہی نہیں رکھتا جو اس پر ناز کرے یا حکم کرے۔ وہ تو یہ کہتا ہے کہ بڑے میاں آپ نخرے نہ کریں اس لئے کہ میں کسی کا بیٹا نہیں ہوں کہ باپ کی ناز برداری کا عادی ہو کر آپ کی ناز برداری کروں اور جوان صاحب آپ بھی کان کھول کر سن لیں کہ میں صاحب اولاد نہیں کہ ان کی ناز برداری کا عادی ہونے کے سبب آپ کی بھی ناز برداری کروں لہذا آپ مجھ سے ایشیئیں نہیں۔ نیز اے عورت تو بھی سن لے کہ میں نہ شہوت رکھتا ہوں نہ میرے کوئی بیوی ہے کہ اس کی ناز برداری کے سبب تیری بھی ناز برداری کروں پس تو ناز مت کر ہمارے یہاں کسی کا ناز نہیں چلتا یہاں تو صرف خشوع و خضوع بندگی و بیچارگی چلتی ہے اور کوئی چیز یہاں وقعت نہیں رکھتی۔ اس پر اس نے کہا ابا جان تم کو یہی کہتے برس گزر گئے اور کچھ بھی آپ کی نصیحت کارگر نہ ہوئی آپ بھی بڑے جاہل ہیں کہ پھر بھی وہی باتیں کرتے ہیں۔ آپ سوچئے تو سہی کہ آپ نے ہر شخص سے اسی قسم کی کس قدر باتیں کی ہیں مگر اس کا یہی نتیجہ ہوا کہ آپ کو بہت مرتبہ روکھے جواب سننے پڑے۔ بالخصوص میں کہ آپ کی غیر موثر نصیحت میں نے کبھی سنی ہی نہیں پھر بھلا اب تو کیا سنوں گا کہ اب تو مجھے ہوش بھی آگئے ہیں اور نفع و نقصان کو سمجھنے بھی لگا ہوں اور بڑا بھی ہو گیا ہوں اس پر بھی انہوں نے یہی کہا کہ میاں میں نے مانا کہ تم نے کبھی میری بات نہیں سنی لیکن اگر ایک مرتبہ میری بات مان لو تو کچھ حرج ہے۔ غرض کہ وہ یونہی اس کو نرمی سے سمجھایا کہ وہ اسی طرح سخت جواب دیتا

رہا نہ تو حضرت نوح علیہ السلام کا ہی اس کی نصیحت سے جی بھرا اور نہ اس بد بخت نے کوئی بات مان کے دی۔ اسی رد و کد میں تھے کہ موج آئی اور کنعان کے سر سے ٹکرائی اور وہ پاش پاش ہو گیا۔ اس پر حضرت نوح نے حضرت حق سبحانہ میں التجا کی کہ اے اللہ میرا گدھا بھی مرا اور سامان بھی رو میں بہہ گیا۔ یعنی اس طوفان میں میرا بچہ بھی مر گیا اور میں دیکھتا کادیکھتا رہ گیا۔ آپ نے تو بارہا مجھے وعدہ فرمایا تھا کہ میں آپ کے لوگوں کو بچاؤں گا اور آپ کا وعدہ یقیناً سچا ہے اور اسی بناء پر مجھے امید کامل تھی کہ کنعان ہلاک نہ ہوگا لیکن سمجھ میں نہیں آتا کہ مجھ غریب کا کبمل کیوں بہ گیا یہ میں ضرور جانتا ہوں کہ آپ کا وعدہ جھوٹا نہ تھا اور یہ میری سمجھ کی غلطی ہے مگر اس کی تفصیل دریافت کرنا چاہتا ہوں۔ حق سبحانہ نے جواب دیا کہ وہ تمہاری اہل میں سے نہ تھا تم کو اہل اور غیر اہل میں امتیاز نہ ہو اور محض ظاہر کو دیکھ کر تم نے اس کو اپنی اہل میں سے سمجھ لیا حالانکہ واقع میں ایسا نہیں اور تم کو اس کے بچاؤ کی فکر نہ چاہئے دیکھو جب تمہارے دانت میں کیڑا پڑ جاتا ہے تو اب وہ دانت نہیں رہتا اور قابل انتفاع نہیں ہوتا بلکہ بجائے آرام دینے کے تکلیف دیتا ہے ایسے دانت کو دانت سمجھ کر رکھنا نہیں چاہئے بلکہ اکھیڑ ڈالنا چاہئے تاکہ بقیہ جسم کو اس سے تکلیف نہ ہو اگرچہ وہ واقع میں تمہارا ہی جزو ہے لیکن اس سے قطع تعلق کرنا چاہئے بس ایسا ہی کنعان کو سمجھو کہ گو وہ تمہارے اہل میں سے تھا مگر نا اہل تھا لہذا اس کا ڈوبنا ہی بہتر تھا یہ حکم سن کر حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا کہ میں بجز آپ کے سب سے قطع کرتا ہوں اور یہ جو آپ کے مطیعین ہیں یہ تو آپ ہی کے ہیں غیر نہیں ہیں اس لئے ان سے تعلق رکھتا ہوں اور وہ تعلق بھی آپ ہی کی وجہ سے ہے لہذا آپ ہی سے ہے آپ خود جانتے ہیں کہ مجھ کو آپ سے کیا تعلق ہے۔ مجھ کو آپ سے اس تعلق سے کہیں زیادہ تعلق ہے جو چمن کو بارش سے ہے کیونکہ چمن کو جو تعلق استفادہ حیات و کمالات بارش سے ہے وہ تو محض تعلق تسبب ہے اور مجھ کو جو آپ سے تعلق ہے وہ حقیقی ہے پس کجا یہ کجا وہ میں آپ ہی کے ذریعہ سے زندہ ہوں آپ ہی مجھے خوش کرتے ہیں آپ ہی کا محتاج ہوں آپ ہی سے بلا واسطہ غذا حاصل کرتا ہوں۔ آپ میں یہ کمال ہے کہ نہ آپ متصل ہیں نہ منفصل کیونکہ اتصال و انفصال مادیات کی شان ہے نہ مجردات کی بلکہ آپ کے مناسب تو بے چونی و بیچگونی ہے اس لئے آپ بیچون و بیچگون ہیں نیز آپ دریا اور منبع حیات ہیں اور ہم مچھلیاں اور آپ کے فیض سے زندہ نہ آپ کی کہنہ ذات عقل میں آسکتی ہے نہ آپ کو معلولیت کے سبب کسی علت سے اقتران ہے یعنی آپ کسی علت کے معلول نہیں طوفان سے پہلے بھی اور طوفان کے بعد بھی اس تمام قصہ تبلیغ میں میرے مخاطب آپ ہی تھے اور اے نیا اور پرانا کلام عطا کرنے والے میری گفتگو آپ ہی سے تھی نہ ان لوگوں سے یعنی میری گفتگو درحقیقت تو انہیں سے تھی مگر چونکہ آپ کی رضا کے لئے اور آپ کے حکم کی تعمیل کے لئے تھی لہذا آپ ہی سے تھی آگے مولانا اس استبعاد کو مثال سے دور کرتے ہیں جو اس کلام سے پیدا ہوتا ہے۔ وہ یہ کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ گفتگو کسی سے ہو اور مخاطب کوئی اور ہو چنانچہ فرماتے ہیں کہ دیکھو عاشق جو رات دن کبھی معشوق کے کھنڈروں کو مخاطب بناتا ہے اور کبھی کوڑی کو تو وہ جو ظاہر ان کھنڈروں وغیرہ کو مخاطب بناتا ہے تو تمہیں بتلاؤ کہ حقیقت میں یہ تعریف کس کی ہے کیا ان کھنڈروں کی نہیں بلکہ معشوق کی کیونکہ وہ جس قدر ان کی تعریف کرتا ہے سب اس معشوق کے تعلق کے سبب ہے لہذا درحقیقت وہ معشوق ہی کی تعریف ہے جب یہ معلوم ہو گیا تو اب کچھ استبعاد نہ رہا۔ اب حضرت نوح علیہ السلام کی گفتگو کی طرف عود کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ میں آپ کا بے حد شکر ادا کرتا ہوں کہ آپ نے طوفان کو مسلط کر کے ان بد بختوں کو ہلاک کر دیا اور ان کھنڈروں کے واسطہ کو اٹھا دیا کیونکہ یہ لوگ مثل کھنڈر اور

بڑے پاجی اور بہت برے تھے کہ نہ جواب ہی دیتے تھے نہ صدائے بازگشت ہی ان سے پیدا ہوتی تھی مجھے تو ایسے کھنڈروں اور
 وسائط کی ضرورت ہے کہ گفتگو میں پہاڑ کی طرح آواز بازگشت سے جواب دیں یعنی میری چند و نصائح سے متاثر ہوں میری دعوت
 کی اجابت کریں اور اس سے مجھے کوئی حظ نفس مقصود نہیں بلکہ غرض یہ ہے کہ آپ کے نام کو دوہرا سنوں ایک مرتبہ اپنی زبان سے
 دوسری مرتبہ ان کی زبان سے کیونکہ میں آپ کی روح کو تسکین بخشنے والے نام پر عاشق ہوں لہذا اس کے بار بار سننے کا اور زبان
 سے لینے کا شائق ہوں تمام انبیاء جو پہاڑوں سے محبت کرتے ہیں اس کی وجہ یہی ہے کہ وہ ان کے ذریعہ سے آپ کے نام کو دوہرا
 سنتے ہیں جب وجہ محبت یہ ہے تو جو پہاڑ پست ہیں اور اس لئے کنکر ملی زمین کے مشابہ ہیں کہ ان سے صدا برآمد نہیں ہوتی وہ
 ہمارے مناسب نہیں ہیں بلکہ وہ چوہوں کے مناسب ہیں یعنی جو لوگ دین میں ہماری موافقت نہ کریں وہ ہمارے مناسب نہیں بلکہ
 دنیا داروں کے مناسب ہیں کیونکہ میں تو کہتا ہوں اور وہ میری موافقت نہیں کرتا اس لئے میری بات بلا جواب کے رہ جاتی ہے ایسے
 پہاڑوں یعنی لوگوں کے لئے تو یہی بہتر ہے کہ آپ ان کو کھود کر زمین کے برابر کر دیں یعنی ان کو فنا کر دیں کیونکہ وہ دوست نہیں ہیں
 ان کو تو رفیق فنا ہی بنانا چاہئے جب حق سبحانہ کے سامنے حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی کامل اطاعت اور ان کی قضا پر پوری
 رضامندی ظاہر فرمائی تو حق سبحانہ نے ان کی یوں عزت افزائی فرمائی اور یہ فرمایا کہ اے نوح چونکہ تم ہماری رضا کے تابع ہو اس لئے
 ہم بھی تمہاری رضامندی کا لحاظ کریں گے اگر تم کہو تو میں ابھی سب کو دوبارہ زندگی عطا کر دوں اور زمین میں سے ان کو نکال لوں میں
 کنعان کے لئے تمہاری دل شکنی نہ کروں گا لیکن میں اس کی حالت تم کو بتلائے دیتا ہوں اگر اس پر بھی تم یہی چاہو کہ کنعان زندہ ہو
 جاوے تو میں تمہاری خواہش کے پورا کرنے پر تیار ہوں اس پر انہوں نے جواب دیا کہ میں کوئی ذاتی خواہش نہیں رکھتا میں تو آپ کی
 رضا کا تابع محض ہوں آپ نے جو کچھ کیا میں اسی پر رضامند ہوں کیونکہ اگر آپ مجھے بھی غرق کر دیں تو آپ کو شایان ہے اور میں اس
 پر بھی رضامند ہوں بلکہ میں تو اس پر بھی رضامند ہوں کہ آپ مجھے ہر دم پیدا کریں اور ڈوبوں۔ آپ کا حکم تو میری جان ہے بھلا میں
 جان کو کیسے ہلاک کر سکتا ہوں اور اس حکم کے تبدیل کی درخواست کر کے اسے کیونکر فنا کر سکتا ہوں۔ میرا مطمع نظر تو آپ ہی ہیں۔ لہذا
 اول تو میں آپ کے سوا کسی پر نظر نہ کروں گا اور اگر کروں گا بھی تو وہ محض ایک آڑ ہوگا۔ اور مقصود آپ ہی ہوں گے میں تو حالت شکر
 اور حالت صبر یعنی تکلیف و راحت ہر دو حال میں آپ کے نعل پر عاشق ہوں۔ میں کفار کی طرح مصنوع کا عاشق نہیں ہوں۔

شرح شبیری

ان دونوں حدیثوں کے درمیان میں توفیق کہ الرضاء بالکفر کفر اور دوسری حدیث کہ من لم

یرض بقضائے ولم یصبر علی بلائے فلیطلب رباً سوائے

دی سوالے کرد سائل مر مرا	زانکہ عاشق بود او بر ماجرا
کل ایک سوال کرنے والے نے مجھ سے سوال کیا	کیونکہ وہ بحث کا عاشق تھا

یعنی کل ایک سائل نے مجھ سے ایک سوال کیا اس لئے کہ وہ بحث و مباحثہ کا عاشق تھا۔

گفت نکتہ الرضاء بالكفر كفر	این پیمبر گفت و گفت اوست مهر
----------------------------	------------------------------

اس نے کہا کفر پر رضامندی کفر ہے نکتہ ہے	یہ پیمبر نے فرمایا ہے اور ان کا فرمانا مهر ہے
---	---

یعنی اس نے کہا الرضاء بالكفر کا نکتہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اور آپ کا قول مهر ہے یعنی ثابت ہے۔

باز فرمود او کہ اندر ہر قضا	مرسلمان را رضا باید رضا
-----------------------------	-------------------------

پھر انہوں نے فرمایا کہ ہر قضا پر	مسلمان کو راضی ہونا چاہیے
----------------------------------	---------------------------

یعنی پھر آپ نے ہی فرمایا ہے کہ ہر قضا میں مسلمان کو رضا چاہئے رضا۔

نے قضائے حق بود کفر و نفاق	گر بدین راضی شوم گردو شقاق
----------------------------	----------------------------

کیا کفر اور نفاق اللہ (تعالیٰ) کا فیصلہ نہیں ہے؟	اگر میں اس پر راضی ہو جاؤں گمراہی ہو گی
--	---

یعنی تو کیا کفر و نفاق قضائے حق نہیں ہے تو اگر میں اس پر راضی ہوتا ہوں تو یہ تو خلاف حق ہے۔

ور نیم راضی بود آن ہم زیان	پس چه چاره باشدم اندر میان
----------------------------	----------------------------

اور اگر میں راضی نہیں ہوں یہ بھی نقصان ہو گا	تو اس میں میرے لئے کیا تدبیر ہے؟
--	----------------------------------

یعنی اور اگر راضی نہیں ہوتا ہوں تو یہ بھی نقصان ہے تو اب درمیان میں میرا کیا علاج مطلب یہ کہ اب نہ ادھر ہٹ سکتے ہیں

اور نہ ادھر بڑھ سکتے ہیں تو بتاؤ کہ کیا کریں۔

شتمش این کفر مقضی نے قضاست	ہست آثار قضا این کفر راست
----------------------------	---------------------------

میں نے اس سے کہا یہ کفر مقضی ہے قضا نہیں ہے	لی الواقع یہ کفر قضا کے آثار میں سے ہے
---	--

یعنی میں نے اس سے کہا کہ یہ کفر تو مقضی ہے نہ کہ قضا ہے اور یہ کفر تو ٹھیک آثار قضا میں سے ہے۔

پس قضا را خواجہ از مقضی بدان	تا شکالت دفع گردد در زمان
------------------------------	---------------------------

اے خواجہ! قضا اور مقضی میں فرق سمجھ	تاکہ فوراً تیرا اشکال دفع ہو جائے
-------------------------------------	-----------------------------------

یعنی پس اے خواجہ قضا کو مقضی سے (ممتاز کر کے) جانو تاکہ تمہارا اشکال اسی وقت دفع ہو جاوے تو جب وہ قضا نہیں بلکہ

مقضی ہے تو وہ رضا کا محکوم علیہ بھی نہیں ہے آگے بر تقدیر تسلیم ایک دوسرا جواب دیتے ہیں کہ۔

راضیم بر کفر زان رو کہ قضاست	نے ازان رو کہ نزاع و خبث ماست
------------------------------	-------------------------------

میں کفر پر اس اعتبار سے راضی ہوں کہ وہ قضا ہے	نہ کہ اس اعتبار سے کہ وہ (خدا سے) جھگڑا اور ہماری خباث ہے
---	---

یعنی میں کفر پر اس حیثیت سے کہ وہ قضا ہے راضی ہوں نہ اس حیثیت سے کہ ہماری خباثت اور نزاع ہے مطلب یہ کہ اگر

مان بھی لیں کہ کفر قابل رضا ہے تو پھر ہم کہتے ہیں کہ اس حیثیت سے کہ فعل حق ہی قضا ہے اور اس پر ہم راضی بھی ہیں مگر اس

حیثیت سے کہ وہ فعل عید ہے ہم راضی نہیں ہیں۔

کفر از روئے قضا خود کفر نیست	حق را کافر مخوان اینجا مایست
------------------------------	------------------------------

قضا کے اعتبار سے کفر کفر نہیں ہے	اللہ (تعالیٰ) کو کافر نہ کہہ اس جگہ نہ ٹھہر
----------------------------------	---

یعنی کفر از روئے قضا کے کفر ہی نہیں ہے حق کو کافر مت کہہ اور اس جگہ مت کھڑا ہو مطلب یہ کہ درجہ خلق و فعل حق میں یہ کفر کفر ہی نہیں ہے ورنہ اگر اس کو اس درجہ میں کفر کہا جاوے اور اس کے خالق حق تعالیٰ ہیں تو نعوذ باللہ جو لفظ کہ اس کے مرتکب اور فاعل کے لئے کہا جاوے وہی حق تعالیٰ کے لئے ہوگا بس معلوم ہوا کہ وہ اس درجہ میں کفر ہی نہیں ہے تو اس پر رضا بھی واجب ہے۔

کفر جہل است و قضاے کفر علم	ہر دو یک کے باشد آخر خلم و حلم
----------------------------	--------------------------------

کفر جہل ہے اور کفر کی قضا علم ہے	آخر برد ہاری اور غصہ دونوں ایک کب ہوتے ہیں؟
----------------------------------	---

یعنی کفر تو جہل ہے اور قضاے کفر علم ہے تو پھر علم اور غضب دونوں یکساں کیسے ہو جاویں گے وہ الگ ہے وہ الگ آگے مثال ہے کہ۔

زشتی خط زشتی نقاش نیست	بلکہ ازوے زشت را بنمود نیست
------------------------	-----------------------------

خط کا بھدا پن نقاش کی برائی نہیں ہے	بلکہ اس کی جانب سے بھدے پن کی نقاش ہے
-------------------------------------	---------------------------------------

یعنی خط کی زشتی (مستلزم) نقاش کی زشتی (کو) نہیں ہے بلکہ اس سے زشت کا دکھاتا ہے مطلب یہ کہ اگر کوئی کاتب میری پینچ کش جیسا مثلاً ایسا لکھے جیسے کہ ایک بچہ لکھتا ہے اور کوئی تمیز نہ کر سکے کہ یہ بچہ کا لکھا ہوا ہے یا کسی ماہر کاتب کا تو یہ ان کا نقص ہونے کے علاوہ ان کا کمال ہے کہ باوجود ایسے بڑے کاتب ہونے کے پھر ایسا لکھ سکتے ہیں۔ تو خلق کفر زشتی حق نہیں ہے بلکہ دلیل کمال حق کی ہے۔

قوت نقاش باشد آنکہ او	ہم تو اند زشت کردن ہم نکو
-----------------------	---------------------------

یہ تو نقاش کی مہارت ہو گی کہ وہ	وہ بھیا تک بھی بنا سکتا ہے اور اچھا بھی
---------------------------------	---

یعنی یہ تو نقاش کی قوت کی دلیل ہے کہ وہ برا بھی بنا سکتا ہے اور اچھا بھی آگے فرماتے ہیں کہ۔

گر گشایم بحث این را من بساز	تا سوال و تاب جواب آید دراز
-----------------------------	-----------------------------

اگر میں ساز و سامان کے ساتھ اس بحث کو کھولوں	تاکہ سوال اور جواب دراز ہو جائے
--	---------------------------------

یعنی اگر میں اس بحث کو سامان کے ساتھ کھولوں یہاں تک کہ سوال و جواب خوب دراز ہو جاوے یعنی اس کے سوال و جواب کو خوب تفصیل سے بیان کر سکتا ہوں مگر اس سے نقصان یہ ہوتا ہے کہ

ذوق نکتہ عشق از من میرود	نقش خدمت نقش دیگرے شود
--------------------------	------------------------

عشق کے نکتہ کا ذوق مجھ میں سے جاتا رہے گا	(اور) خدمت کا نقش دوسرا نقش بن جائے گا
---	--

یعنی نکتہ عشق کا ذوق مجھ سے زائل ہوتا ہے اور خدمت (دین) کا نقش نقش دیگر ہوا جاتا ہے۔ مطلب یہ کہ اس بحث وجدان میں پڑ کر میری وہ حالت عشقیہ خراب ہوتی ہے اس لئے کہ قاعدہ ہے کہ اس میں پڑ کر انسان کا قلب ہمیشہ مگدر ہو جاتا ہے اور وہ نورانیت باقی نہیں رہتی اور یہ ایسا امر ہے کہ مشاہد ہے پس چاہیے کہ جنگ وجدان کبھی نہ کرے بلکہ سب رطب و یابس مقابل کے سامنے رکھ دے کہ بھائی حق و باطل کو تو خود ممتاز کر لے آگے اس پر ایک حکایت لاتے ہیں کہ۔

ایک مثل اس بیان میں کہ حیرت بحث و فکر کو مانع ہے

یعنی جو شخص کہ حیرت میں مبتلا ہوگا اس کو ان باتوں کی فرصت کہاں ہوگی وہ تو اپنے کام میں لگنے کو غنیمت خیال کرے گا اس کے متعلق ایک قصہ بطور مثل کے بیان فرماتے ہیں کہ۔

آن یکے مرد دو موآمد شباب	پیش یک آئینہ دار مستطاب
ایک کچھڑی بالوں والا شخص تیزی سے آیا	ایک بھلے آئینہ والے (نائی) کے پاس

یعنی ایک شخص جس کے بال دو طرح کے تھے (کچھ سفید کچھ سیاہ) ایک ماہر حجام کے آگے آیا۔

گفت از ریشتم سفیدی کن جدا	کہ عروس نوگزیدم اے فتنے!
کہا میری داڑھی سے سفیدی کو ہٹا دے	کیونکہ اے نوجوان! میں نے نئی شادی کی ہے

یعنی وہ بولا کہ اے نوجوان میری داڑھی سے سفیدی کو الگ کر دے اس لئے کہ میں نے ایک نئی دہن کی ہے۔

ریش او برید و کل پشیش نہاد	گفت تو بگزین مرا کارے فقاد
اس نے اس کی داڑھی کاٹ دی اور اس کے سامنے رکھ دی	کہا تو جن لئے مجھے ایک کام نکل آیا

یعنی اس حجام نے اس کی ساری داڑھی موٹ کر اس کے آگے رکھ دی اور کہا کہ تو خود چھانٹ لے مجھے تو کام ہے۔ مولانا فرماتے ہیں کہ۔

این سوال و این جواب است ای گزین	کہ سراہنہا ندارد مرد دین
اے برگزیدہ! یہ سوال اور یہ جواب ہے	کیونکہ دیدار شخص اس قسم کی باتوں کو دھیان میں نہیں لاتا ہے

یعنی اے برگزیدہ یہ سوال ہے اور یہ جواب ہے کہ خیال اس کا نہیں رکھتا ہے مرد دین مطلب یہ کہ بس جو کام والے ہیں وہ اسی طرح سب رطب و یابس مقابل کے آگے رکھ کر کہ تم خود چھانٹ لو الگ ہو جاتے ہیں آگے ایک اور مثل اسی کی ہے کہ۔

آن یکے زد سلیئے مرزید را	حمله کرد او ہم برای کید را
ایک شخص نے زید کے طمانچہ مارا	اس نے بھی اس پر انتقام میں حملہ کر دیا

یعنی ایک شخص نے زید کے ایک چپت مارا تو اس نے بھی کید کی وجہ سے حملہ کیا۔

گفت سلیئے زن سوالت میکنم	بس جوابم گوئی و انگہ مے زخم
طمانچہ مارنے والے نے کہا میں تجھ سے ایک سوال کرتا ہوں	اس کا مجھے جواب دے پھر مجھے مار لینا

یعنی اس چپت مارنے والے نے کہا کہ میں تجھ سے ایک سوال کرتا ہوں اس کا جواب دیدے۔ پھر مجھے مار چھو۔

بر قفائے توز دم آمد طراق	یک سوالے دارم اینجاد وفاق
میں نے تیری گدی پر مارا تو تراخ کی آواز آئی	اس کے مناسب یہاں میرا ایک سوال ہے

یعنی میں نے تیری گدی پر مارا تو تراخ (کی آواز) آئی تو میں موافقت میں ایک سوال رکھتا ہوں۔

ایں سوال از تو ہی پرسم بگو	حل کن اشکال من ای نیکنو
----------------------------	-------------------------

یعنی میں تجھ سے یہ سوال پوچھتا ہوں	تو بتادے اور اے نیکو میری اشکال کو حل کر دے
------------------------------------	---

یعنی میں تجھ سے یہ سوال پوچھتا ہوں تو بتادے اور اے نیکو میری اشکال کو حل کر دے۔

این طراق از دست من بودست یا	از قفاگاہ تو۔ اے فخر کیا
-----------------------------	--------------------------

یہ تراخ (کی آواز) میرے ہاتھ کی تھی یا	اے بزرگوں کے فخر تیری گدی کی تھی
---------------------------------------	----------------------------------

یعنی یہ تراخ (کی آواز) میرے ہاتھ میں سے تھی یا تمہاری گدی میں سے اے فخر از کیا۔

گفت از درد آں فراغت نیستم	کاندریں فکر و تامل پیستم
---------------------------	--------------------------

اس نے کہا مجھے اس کے درد سے چھٹکارا نہیں ہے	کہ میں اس غور و فکر میں لگوں
---	------------------------------

یعنی اس نے کہا کہ مجھے درد کے مارے اتنی فرصت نہیں ہے کہ اس فکر و تامل میں پڑوں۔

تو کہ بیدردی ہی اندیش این	نیست صاحب درد را این فکر ہیں
---------------------------	------------------------------

تو چونکہ درد سے خالی ہے یہ سوچ	خبردار درد مند کے لئے اس غور (اور فکر کا وقت) نہیں ہے
--------------------------------	---

یعنی تو جو بیدرد ہے اس کو سوچتا رہ مگر صاحب درد کے لئے یہ فکر نہیں ہے۔ بس تو مولانا فرماتے ہیں کہ۔

درد مندوں کو غیر کی فکر نہیں ہوتی ہے	خواہ در مسجد برو خواہے بدیر
--------------------------------------	-----------------------------

درد مندوں کو غیر کی فکر نہیں ہوتی ہے	خواہ تو مسجد میں جائے یا بت خانے میں
--------------------------------------	--------------------------------------

یعنی درد مندوں کو غیر کی فکر ہوتی ہی نہیں اب تم چاہے مسجد میں جاؤ یا دیر میں مطلب یہ کہ ان کی طرف سے تم چاہے جنت میں جاؤ یا جہنم میں ان کو سوائے حق کے غیر کی فکر نہیں ہوتی وہ تو اسی فکر میں رہتے ہیں۔

غفلت و بیدردیت فکر آورد	در خیالت نکتہ بکر آورد
-------------------------	------------------------

تیری غفلت اور بیدردی سوچنے کا موقع دیتی ہے	تیرے خیال میں نئے نئے نکتے پیدا کرتی ہے
--	---

یعنی غفلت اور بے دردی تمہارے لئے فکر کو لاتی ہے اور تمہارے خیال میں نئے نئے نکتوں کو لاتے ہے۔

جز غم دیں نیست صاحب درد را	می شناسد مرد را او گرد را
----------------------------	---------------------------

درد مند کے لئے دین کے غم کے سوا (اور غم) نہیں ہے	وہ مرد اور گرد کو پہچانتا ہے
--	------------------------------

یعنی صاحب درد کو تو سوائے غم دین کے اور کچھ نہیں ہے وہ مرد اور گرد کو ممتاز کرتا ہے مطلب یہ کہ وہ کام کی اور بیکار شے سب کو جانتا ہے لہذا کام کی چیز کو لے لیتا ہے اور بیکار کو ترک کرتا ہے۔

حکم حق را بر سر وردے نہد	حفظ و فکر خویش یکسوئی نہد
--------------------------	---------------------------

اللہ (حق) کے حکم کو سر اور چہرے پر رکھتا ہے	اپنے خیالات اور نگہداشت کو ایک طرف رکھ دیتا ہے
---	--

یعنی حکم حق کو تو سر آنکھوں پر رکھتا ہے اور اپنی حفاظت اور فکر کو ایک طرف رکھتا ہے (اس کو فضولیات کی فرصت ہی نہیں

ہوتی) آگے بیان فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام الفاظ قرآن کے بہت کم حافظ تھے اس لئے کہ وہ اصل شے عمل کو لئے ہوئے تھے۔ وہ اس ظاہر کو اس قدر ضروری نہ سمجھتے تھے اور اس سے تو اتر میں کوئی خرابی لازم نہیں آتی اس لئے کہ اگرچہ پورے قرآن کے حافظ کم تھے مگر ہر جزو قرآن کے حافظ اس کثرت سے تھے کہ ہر جزو متواتر تھا لہذا پورا قرآن ہی متواتر ہے خوب سمجھ لو۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح: اب مولانا مضمون ارشادی کی طرف انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ عشق صنوع الہی نہایت اچھی چیز ہے اور عاشق فعل حق نہایت باشکوہ برخلاف اس کے عشق مصنوع نہایت مذموم ہے اور عاشق مصنوع بمنزلہ کافر کے ہے ان دونوں میں بہت باریک فرق ہے اس کو صاحب بصیرت صافیہ ہی سمجھ سکتا ہے اور اس کی خفا کی تصدیق تم کو اس واقعہ سے ہوگی کہ کل ایک شخص نے چونکہ وہ تحقیق واقعہ کا نہایت شائق تھا مجھ سے سوال کیا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ الرضاء بالكفر کفر اور آپ کا ارشاد سند ہے اس کے بعد فرمایا کہ ہر مسلمان کو قضاء الہی پر رضا مند ہونا چاہئے اب آپ فرمائیے کہ کیا کفر و نفاق قضائے الہی نہیں۔ جبکہ یہ قضا الہی ہیں تو ان پر بحکم حدیث ثانی رضا مند ہونا چاہئے پس اگر اس پر راضی ہوتا ہوں تو حدیث اول کی مخالفت ہے اور اگر راضی نہیں ہوتا تو یہ بھی نقصان ہے کہ حدیث اول کے خلاف ہے اب میں بیچ میں پھنس کر رہ گیا ہوں نہ ادھر ہی جا سکتا ہوں نہ ادھر۔ بس آپ فرمائیں کہ میں کیا کروں میں نے اس کو یہ جواب دیا کہ تم کو خفا کے سبب صنوع اور مصنوع اور قضا اور مقضے میں تمیز نہیں ہوئی اس وجہ سے یہ اشکال عارض ہوا۔ کفر قضا نہیں کیونکہ وہ فعل حق سبحانہ ہے بلکہ کفر مقضے ہے اس لئے کہ فعل عبد ہے اور یہ کفر عین قضا نہیں بلکہ اثر قضا ہے پس تم کو قضا اور مقضی میں فرق کرنا چاہئے تاکہ تمہارا شبہ حل ہو جاوے اور یوں کہو کہ میں کفر سے راضی ہوں اس حیثیت سے کہ آپ کے قضا کا اثر ہے اور اس حیثیت سے اس سے راضی نہیں ہوں کہ وہ آپ کے ساتھ بغاوت اور ہمارا کفر اور ہمارا فعل ہے۔ پس دونوں حدیثوں پر عمل ہو گیا۔ حدیث ثانی پر تو ظاہر ہے اور حدیث اول پر اس لئے کہ کفر بحیثیت اثر قضا ہونے کے کفر ہی نہیں کیونکہ خلق کفر اور قضائے کفر کفر نہیں ورنہ نعوذ باللہ خدا کا کافر ہونا لازم آئے گا۔ پس تم اس کو کفر نہ کہو۔ اور خدا کو کافر کہنے سے بچو اور قضائے کفر کفر ہو کیونکہ کفر ہی ہے اس لئے کہ کفر تو جہل ہے اور قضائے کفر علم و حکمت پس دونوں حلم و غضب کی طرح ایک دوسرے کی نقیض ہونگے اور ایک نہ ہونگے اگر اس پر شبہ ہو کہ قضائے کفر علم و حکمت کیونکہ ہو سکتا ہے اور یہ خدا کی نسبت کیسے ہوگا تو اس کو یوں سمجھو کہ اگر کوئی خوشخطی کا استاد کامل برے حروف لکھے تو وہ استاد کی زشتی نہ ہوگی بلکہ زشت الفاظ ہوں گے مگر اس سے وہ بڑائی کی صفت استاد تک سرایت نہ کرے گی۔ اور وہ برانہ ہوگا۔ بلکہ یوں کہا جاوے گا کہ اس نے برے کی برائی ظاہر کی اور یہ اس کا نقص نہ سمجھا جاوے گا بلکہ یہ اس کی قدرت تامہ اور کمال تام ہے کہ وہ اچھے کو برا بھی بنا سکتا ہے یعنی جس طرح وہ اچھا لکھ سکتا ہے یوں ہی برا بھی لکھ سکتا ہے بس میں اسی قدر پر اکتفا کرتا ہوں اس لئے کہ اگر میں مفصل بحث کرتا ہوں جس میں بہت سے سوال و جواب ہوں اور اس وجہ سے وہ دراز ہو جاوے تو ذوق عشق میرے ہاتھ سے جاتا ہے اور اب جو میں خدمت بندگان خدا میں مصروف ہوں یا طاعت الہی میں مشغول ہوں یہ صورت مٹ کر دوسری صورت پیدا ہوتی جاتی ہے کیونکہ مجھے نفس کی مداخلت کا اندیشہ ہے یا یوں کہو کہ یہ جس قدر میں نے کہا ہے اور کہہ رہا ہوں یہ تو بالہام حق ہے اور مزید تفصیل کے متعلق الہام ہوا نہیں پس اگر میں زیادہ بیان کروں گا تو اس میں اپنی فہم سے کام لینا پڑے گا اور اس میں مشغولیت کے سبب حق سبحانہ کی طرف سے توجہ ہٹے گی اور اس سے عشق میں نقصان آنا ظاہر ہے

اور میں نہیں چاہتا کہ میرے اس ذوق میں کمی آئے۔ لہذا مزید تفصیل سے معذور ہوں اب اس کے مناسب ایک قصہ سن جس سے میری معذوری خوب ظاہر ہو جاوے۔ ایک شخص جس کے کچھ بال سفید اور کچھ سیاہ تھے وہ ایک حجام کے پاس آیا اور کہا کہ میری ڈاڑھی میں سے سفید بال نکال دے کیونکہ میں نے نئی شادی کی ہے مبادا دلہن کو نفرت ہو جاوے اس نے ساری ڈاڑھی ہی موٹ کر سامنے رکھ دی اور کہا کہ مجھے تو فرصت نہیں کیونکہ ایک ضروری کام آ پڑا ہے آپ خود چن لیجئے بس یہی حالت طالب دین کی ہوتی ہے اور وہ سوال و جواب کی طرف اصلاً التفات نہیں کرتا۔ اس کی مثال ایسی ہوتی ہے جیسے کسی شخص نے ایک شخص کے تھپڑ مارا اس نے بھی چالاکی سے اس پر حملہ کرنا چاہا تو اس تھپڑ مارنے والے نے کہا کہ میں ایک سوال کرتا ہوں پہلے تم اس کا جواب دے دو اس کے بعد مجھے مار لینا یہ تو ظاہر ہے کہ میں نے تمہاری گدی پر تڑاق سے تھپڑ مارا ہے اس کے متعلق مجھے ایک بات بغرض تحقیق دریافت کرنی ہے وہ یہ کہ میں آپ سے یہ پوچھتا ہوں اور آپ میرے اس شبہ کو حل فرمائیں کہ تڑاق میرے ہاتھ سے ہوا تھا یا آپ کی گدی سے اس کے جواب میں وہ یہی کہے گا کہ تکلیف کے سبب مجھے اتنی مہلت نہیں کہ اس معاملہ میں غور و خوض کروں تم کو تکلیف نہیں ہے لہذا تم خود ہی سوچے جاؤ پس صاحبو جس کو تکلیف ہوگی اور اپنی مصیبت میں مبتلا ہو گا وہ کسی شخص میں نہ پڑے گا اور جو اپنی تکلیف میں مبتلا ہیں وہ دوسرے کی فکر میں نہیں پڑتے۔ وہ تو یہ کہتے ہیں کہ ہم خود ہی مصیبت میں مبتلا ہیں ہماری بلا سے خواہ تم مسجد میں جاؤ یا بت خانہ میں غفلت اور بیدردی ہی کی خاصیت ہے کہ تم افکار لایعنی میں مبتلا ہوتے ہو۔ اور وہ ہی تمہارے خیال میں نفس نفس مضامین پیدا کرتی ہے جس کو اپنی تکلیف کا احساس ہوتا ہے اس کو تو سوائے دین کی فکر کے اور کوئی بھی فکر نہ ہوگی اور وہ مقصود اور غیر مقصود میں تمیز کرے گا بس اس کا کام تو یہ ہوگا کہ حکم خداوندی کو سر پر رکھے گا۔ اور اپنی کسی غیر اہم شے کو یاد کرنے اور اس کو سوچنے کو ایک طرف رکھے گا۔

شرح شبیری

حکایت اس بیان میں کہ صحابہ رضی اللہ عنہم پورے قرآن کی حافظ کم ہوتے تھے

در صحابہ کم بدے حافظ کے	گر چہ شوق بود جاں شانرا بے
صحابہ میں کوئی حافظ کم ہوتا تھا	اگرچہ ان کی جان کو بہت شوق تھا

یعنی صحابہ رضی اللہ عنہم حافظ کوئی کم ہوتا تھا اگرچہ ان کی جان کو شوق بہت تھا۔

زانکہ چون مغزش در آگند و رسید	قشر باشد بس رقیق و وا کفید
کیونکہ جب اس کا کورا بھر گیا اور پک گیا	چمکے بہت پتے ہو گئے اور پھٹ گئے

یعنی اس لئے کہ (دیکھو) جب میوہ کا مغز پر ہو جاتا ہے اور (پختگی کو) پہنچ جاتا ہے تو قشر بہت رقیق ہو جاتا ہے اور پھٹ جاتا ہے۔

قشر جو زو فسق و بادام ہم	مغز چوں آگند شاں شد پوست کم
خروٹ اور پستہ اور بادام کا چمکا بھی	جب ان میں کورا بھرا چمکا گنا

یعنی خروٹ اور پستہ اور بادام کا قشر بھی جب مغز بھر جاتا ہے تو وہ پوست کم ہو جاتا ہے (بس اسی طرح)

مغز علم افزود کم شد پوشش	زانکہ عاشق را بسوزد دوستش
--------------------------	---------------------------

علم کا گودا بڑھا تو اس کا چھلکا گھٹا	کیونکہ عاشق کو اس کا معشوق جلا دیتا ہے
--------------------------------------	--

یعنی علم کا مغز بڑھ گیا تو اس کا پوست کم ہو گیا۔ اس لئے کہ عاشق کو اس کا دوست جلا دیتا ہے مطلب یہ کہ جس طرح کہ عاشق کے مقتضیات کو اس کا معشوق فنا کر دیتا ہے اس لئے کہ عاشق کو مقصود وہی ہوتا ہے تو اسی طرح جب مقصود آتا ہے تو تابع زائل ہو جاتے ہیں۔

وصف مطلوبے چو ضد طالبی است	وحی و برق نور سوزندہ نبی است
----------------------------	------------------------------

محبوبیت کی صفت محبت کی ضد ہے	وحی اور نور کی بجلی نبی کو جلا دینے والی بنی
------------------------------	--

یعنی وصف مطلوبے جبکہ طالبی کی ضد ہیں تو وحی اور برق نور نبی کو جلانے والی ہے۔ وصف مطلوبی سے مراد اوصاف حق اور وصف طالبی سے مراد اوصاف بشر مطلب یہ کہ اوصاف حق کے آگے اوصاف بشر بہ سبب تابع ہونے کے زائل ہو جاتے ہیں۔

چون تجلی کرد اوصاف قدیم	پس بسوزد وصف حادث را گلیم
-------------------------	---------------------------

جب قدیم اوصاف کی تجلی پڑی	تو گلیم اللہ نے حادث کی صفت کو جلا دیا
---------------------------	--

یعنی جبکہ اوصاف قدیم تجلی کرتے ہیں تو اوصاف حادث کے گلیم کو وہ جلا دیتے ہیں یعنی وہ بہ سبب غیر مقصود ہونے کے اس کے آگے فنا ہو جاتے ہیں تو بس جب ان کو عمل بالقرآن حاصل تھا تو ان کو الفاظ کا زیادہ اہتمام نہ تھا بلکہ ہر شخص بقدر ضرورت یاد کر لیا کرتا تھا۔ اور یہ حالت تھی کہ۔

ربیع قرآن ہر کرا محفوظ بود	جل فینا از صحابہ سے شنود
----------------------------	--------------------------

جس کو چوتھائی قرآن حفظ تھا	تو وہ صحابہ سے سنتا تھا کہ وہ ہم میں بڑھ گیا
----------------------------	--

یعنی جس کو ربیع قرآن یاد ہوتا تھا وہ صحابہ سے جل فینا سنتا تھا۔ مطلب یہ کہ صحابہ ایسے شخص کی نسبت فرمایا کرتے تھے یہ ہم سے بزرگ ہو گیا۔ اور بڑھ گیا۔ اب یہاں یہ شبہ ہوا کہ جب الفاظ قرآنی کو حفظ کرنا اصل مقصود کے مانع ہے تو پھر حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو کیوں کل قرآن یاد تھا معلوم ہوتا ہے کہ نعوذ باللہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک فعل عبث کے مرتکب ہوئے اس کے جواب میں فرماتے ہیں کہ۔

جمع صورت با چنین معنی ژرف	نیست ممکن جز ز سلطانی شگرف
---------------------------	----------------------------

ایسے گہرے معنی کے ساتھ الفاظ کا جمع ہو جانا	بڑے بادشاہ کے علاوہ کسی کے لئے ممکن نہیں ہے
---	---

یعنی ایسے معنی عمیق کے ساتھ صورت کو جمع کرنا ممکن نہیں ہے بجز کسی بڑے سلطان کے مطلب یہ کہ جمع بین لفظا ہر والباطن ایسا امر ہے کہ ہر ایک سے ممکن نہیں ہے اور اگر ہو تو سبحان اللہ مقصود اس کہنے سے یہ تھا کہ صرف صورت اور صرف الفاظ مقصود نہ ہونے چاہئیں۔

در چنین مستی مراعات ادب	خود نباشد و ربود باشد عجب
-------------------------	---------------------------

ایسی مستی میں ادب کی نگہداشت	نہیں ہو سکتی اگر ہو تو تعجب ہے
------------------------------	--------------------------------

یعنی مستی میں ادب کی رعایت خود ہی نہیں ہوتی اور اگر ہو تو عجیب بات ہے مطلب یہ کہ جو شخص مقصود میں مست ہے اس کو اس ادب کی کہاں خبر کہ وہ جمع بین لفظا ہر والباطن کرے اور اگر باوجود اس مستی کے کسی کو اس کی خبر رہے تو یہ ہے عجیب بات۔

اندر استغنا مراعات نیاز	جمع ضدین است چون گرد و دراز
بے نیازی میں نیازمندی کی نگہداشت	کول اور بے جیسے ضدین کو جمع کرنا ہے

یعنی استغنا کی حالت میں نیاز کی رعایت کرنا دو ضدوں کو جمع کرنا ہے تو یہ کس طرح دراز ہو سکتا ہے یعنی کس طرح وقوع میں آ سکتا ہے کہ ضدین جمع ہو جاویں مستی بھی ہو اور ادب بھی ہو۔

جمع ضدین از نیاز افتاد تاز	باز در وقت تخر امتیاز
نیاز اور تاز کو جمع کرنا دو متضاد چیزوں کو جمع کرنا ہے	پھر تخر کے وقت امتیاز کو باقی رکھنا (ضدین کو جمع کرنا ہے)

یعنی ضدین کا جمع نیاز کی وجہ سے حرج ہے اور پھر تخر کے وقت امتیاز کرنا (یہ تو سخت مشکل ہے) آگے صرف الفاظ کو یاد کرنے کی ایک مثال فرماتے ہیں کہ۔

چون عصا معشوق عمیاں می شود	کور خود صندوق قرآن می شود
جیسا کہ لٹھی اندھوں کی محبوب ہے	کور (ہاتھن) قرآن کا صندوق بن جاتا ہے

یعنی جیسے کہ عصا اندھوں کا معشوق ہوتا ہے تو اندھا خود صندوق قرآن کا ہوتا ہے مطلب یہ ہے کہ اصل میں مقصود تو عمل اور حال ہے اور الفاظ اس کے تابع ہیں مگر جو شخص کہ صرف الفاظ کو لئے ہوئے ہو اور عمل کی طرف مطلق توجہ ہی نہ کرے وہ تو بیشک اندھا ہی ہے۔

گفت کوران خود صادق اند پر	از حروف مصحف و ذکر و نذر
(کسی نے) کہا ہے اندھے خود بھرے ہوئے صندوق ہیں	قرآن کے حروف اور ذکر اور نصیحت سے

یعنی کسی کہنے والے نے کہا ہے کہ اندھے خود صندوق قرآن کے حروف اور ذکر و نذر کے بھرے ہوئے ہیں۔ مطلب یہ کہ اندھے صرف الفاظ قرآن کو یاد کر لیتے ہیں مگر عمل کی طرف توجہ نہیں کرتے تو یہ بے عمل کے بیکار ہے۔ اب یہاں جو لوگ کہ حافظ ہیں ان کا دل مرجھانے کا خوف تھا کہ شاید وہ سمجھیں کہ بس پھر کیوں یاد کیا جاوے۔ اس لئے فرماتے ہیں کہ۔

باز صندوقی پر از قرآن بہ است	زانکہ صندوقی بود خالی بدست
پھر قرآن سے بھرا ہوا صندوق بہتر ہے	اس سے کہ خالی صندوق ہاتھ میں ہو

یعنی پھر صندوق قرآن سے بھرا ہوا اس سے بہتر ہے کہ ایک صندوق خالی ہاتھ میں ہو۔ مطلب یہ کہ الفاظ کے حافظ غیر حفاظ سے پھر بھی بہتر ہیں اب یہاں وہ لوگ جو کہ حافظ نہیں ہیں مگر آگے ان کی تسلی کے لئے فرماتے ہیں سبحان اللہ عجب جامع تقریر ہے کہ کوئی پہلو چھوٹا ہوا نہیں ہے فرماتے ہیں کہ۔

باز صندوقی کہ خالی شد ز بار	بہز صندوقی کہ پر موش است و مار
پھر وہ صندوق جو بوجھ سے خالی ہے	اس صندوق سے بہتر ہے جو چوہوں اور سانپوں سے بھرا ہوا ہو

یعنی پھر وہ صندوق جو کہ بوجھ سے خالی ہو اس سے بہتر ہے کہ جو سانپوں اور چوہوں سے بھرا ہو۔ مطلب یہ کہ وہ شخص جو کہ حافظ نہیں ہے مگر اس کے عقائد اچھے ہیں خیالات فاسدہ نہیں ہیں تو یہ شخص اس سے بہتر ہے کہ جس کے اندر خباثتیں بھری ہوئی

ہیں۔ عقائد خراب ہیں آگے پھر اوپر کے مضمون کی طرف رجوع ہے اور کہا تھا کہ مقصود کو حاصل کرنا چاہئے اور غیر مقصود کو ترک کرنا ضروری ہے آگے بھی یہی فرماتے ہیں کہ۔

حاصل اندر وصل چون افتاد مرد	گشت دلالت و پیش مرد سرد
خلاصہ یہ ہے کہ جب انسان وصل پر پہنچ جائے	تو (اس) انسان کے لئے رہنمائی کرنے والا بے حقیقت ہے

یعنی حاصل یہ کہ جب انسان وصل میں پڑ گیا تو دلالت اس کے آگے سرد ہو گئی۔

چون بہ مطلوبت رسیدی ای ملیح	شد طلبگاری علم اکنوں قبیح
اے خوبصورت! جب تو اپنے محبوب تک پہنچ گیا	تو اب (راستہ کی) جانکاری کی طلب بری ہے

یعنی جبکہ تم اپنے مطلوب تک پہنچ گئے اے ملیح تو اب علم کی طلبگاری بری ہے۔

چون شدی بر بام ہائے آسماں	سرد باشد جستجوئے نزد باں
جب تو آسمان کے آسمانوں پر پہنچ گیا	تو بیڑی کی جستجو بے وقت ہو گئی

یعنی جبکہ تو آسمان کے اوپر پہنچ گیا تو اب بیڑی کی جستجو فضول ہے مطلب یہ کہ جب مطلوب حاصل ہو گیا تو اب وسائل اور وسیلوں میں پھنسا سخت نازیبا ہے۔ اب یہاں طلباء کو شبہ ہو سکتا تھا کہ بس ایک مرتبہ میزان خود پڑھ کر اب دوبارہ بعد تحصیل کے پھر اس کے پڑھانے میں مشغول ہونا عبث ہے اس کا جواب فرماتے ہیں کہ۔

جز برائے یاری و تعلیم غیر	سرد باشد راہ خیر از بعد خیر
سوائے دوسرے کی تعلیم اور مدد کے	بھلائی (حاصل ہونے کے) بعد بھلائی کا راستہ بیکار ہے

یعنی سوائے دوسرے کی تعلیم اور مدد کے لئے کہ اب خیر کے بعد راہ خیر کو لینا بہتر ہے مطلب یہ کہ اگر دوبارہ مشغول ہونے میں دوسرے کا نفع ہو تو یہ بھی مناسب اور نافع ہے۔

آئینہ روشن کہ شد صاف و جلی	جہل باشد بر نہادان صیقلم
جو روشن آئینہ صاف اور جلی ہو گیا	اس کو صیقل پر رکھنا نادانی ہو گی

یعنی وہ آئینہ جو کہ روشن اور صاف اور چمکدار ہو تو اس کو صیقل پر رکھنا جہالت ہے۔

پیش سلطان خوش نشستہ در قبول	زشت باشد جستگن نامہ و رسول
بادشاہ کے سامنے خوش (اور) عزت کے ساتھ بیٹھ کر	خط اور قاصد کو تلاش کرنا برا ہو گا

یعنی بادشاہ کے سامنے قبولیت میں اچھا خاصہ بیٹھے ہوئے نامہ و رسول کو تلاش کرنا بہت ہی معیوب ہے تو بس خلاصہ ان سب کا یہ ہوا کہ مقصود کو ترک کر کے غیر مقصود کو لینا معیوب ہے۔ آگے اس پر ایک عاشق کی حکایت لاتے ہیں کہ ایک عاشق کو بعد مدت کے وصل معشوق ہوا تو وہ اس وقت پچھلے خطوط کو جن میں کہ اس نے شکایت ہجران کی تھی اور اس کے جو روئے ظلم کو لکھا تھا لے بیٹھا تو معشوق نے کہا کہ اے بیوقوف جب تجھے اصل معشوق حاصل ہے تو اس میں کیوں پڑتا ہے اس میں پڑنا سخت بیوقوفی ہے تو اسی طرح جب

ان حضرات کو اصل مقصود قرب حق میسر ہوتا ہے تو یہ نہ تو کسی سے مناظرہ میں الجھیں اور نہ صرف الفاظ کے تالیح ہوں بلکہ تالیح کو صرف وسائلا اور وصول تک رکھتے ہیں اور جب قرب حاصل ہو گیا بس پھر ان سب سے الگ ہو جاتے ہیں اب حکایت سنو۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح:- دیکھو باوجودیکہ صحابہ کو تحصیل دین کا بے حد شوق تھا مگر ان میں پورے قرآن کے حافظ بہت کم ہوتے تھے۔ چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں صرف چار شخص پورے قرآن کے حافظ تھے۔ ابی بن کعب معاذ بن جبل زید بن ثابت ابو زید۔ اب اگر تجدید نہ بھی مقصود ہوتی بھی تھیں تو ضروری ہے اور یہی مولانا کا مقصود ہے رہا یہ شبہ کہ اس سے قرآن متواتر نہیں رہتا سو یہ باطل ہے کیونکہ تواتر یوں بھی متحقق ہو سکتا ہے کہ مثلاً ایک صورت کل صحابہ کو یاد ہو۔ دوسری صورت بعض کو یاد ہو اور ان بعض کی تعداد اتنی ہو کہ تواتر کی حد کو پہنچ جاوے اور باقی صحابہ کو یاد نہ ہو۔ تیسری صورت ان ہر دو فریق میں سے بعض کو یا کل کو یاد ہو۔ علی ہذا القیاس اس صورت سے تواتر قرآن بھی قائم رہے گا اور یہ حکم بھی صحیح رہے گا کہ صحابہ میں حافظ قرآن کم تھے اب اس کی اصل وجہ سنو کہ یہ کیوں تھی۔ بات یہ ہے کہ جب میوہ کا مغز زیادہ ہو جاتا ہے اور وہ پختہ ہو جاتا ہے تو پوست کمزور ہو کر پھٹ جاتا ہے اور اگر پھٹتا نہیں جیسے اخروٹ کا چھلکا پستہ کا چھلکا۔ بادام کا چھلکا وغیرہ مغز کے بھر جانے سے کم تو ضروری ہو جاتا ہے بس اسی طرح جب مغز علم یعنی اہتمام عمل یا مشاہدہ معلوم میں استغراق اور اس سے تلذذ وغیرہ زیادہ ہو جاتا ہے تو پوست یعنی صورت علم والفاظ کم ہو جاتے ہیں اس کا اصل راز یہ ہے کہ تجلی معشوق عاشق کی ہستی کو مٹا دیتی ہے اور اس کو معشوق کے سوا دوسری اشیاء کی طرف التفات ہی نہیں ہوتا اور اس کا بھی ایک راز ہے وہ یہ کہ طالبیت و مطلوبیت میں تضاد ہے اور تضاد منافی وصل و اتحاد ہے اس لئے اولاً اس تضاد کے مٹنے کی ضرورت ہے تاکہ اس کی جگہ اتحاد پیدا ہو کر وصل تام متحقق ہو۔ جبکہ ضرورت اتحاد معلوم ہوئی تو اب اس کی دو صورتیں ہیں۔ یا تو مطلوب فنا ہو کر طالب سے متحد ہو جاوے یا طالب فنا ہو کر مطلوب سے متحد ہو صورت اولی عشق مجازی میں ممکن ہے مگر قلب موضوع ہے اور عشق حقیقی میں مستحیل لہذا صورت ثانیہ متعین ہوئی کہ طالب فنا ہو اور مطلوب سے متحد ہو جائے مگر یاد رکھو کہ یہ اتحاد عربی ہے نہ کہ نفس الامر میں ایک ذات بن جانا کیونکہ نہ یہ عشق مجازی میں ممکن ہے نہ عشق حقیقی میں جب یہ معلوم ہوا کہ طالبیت و مطلوبیت میں تضاد ہے اور اس کی مرتفع ہونے کی ضرورت ہے تو اب سمجھو کہ یہی سبب تھا جس کے بناء پر وحی الہی اور برق تجلی حق سبحانہ و تعالیٰ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فانی الحق اور مرضی حق سبحانہ تعالیٰ کا سراسر تالیح بنا دیا تھا کیونکہ اس کے بغیر وصال کامل ناممکن تھا واقعی اوصاف قدیم کی یہی شان ہے کہ جب وہ متجلی ہوئی ہیں تو اوصاف حادث کا سامان جل کر خاک سیاہ ہو جاتا ہے اور وہ متجلی نہ کو اپنے ہی رنگ میں رنگ کر صبغة اللہ و من احسن من اللہ صبغة کی شان دکھلا دیتے ہیں۔

چو سلطان عزت علم در کشد جہاں سر تحسب عدم در کشد

جب یہ مقدمہ مہم ہو چکا تو اب سمجھو کہ صحابہ رضوان اللہ اجمعین کو اہتمام عمل اور مشاہدہ محبوب حقیقی انہماک تھا۔ اس لئے اشتغال بحفظ کی مہلت نہ تھی یہی سبب تھا کہ اگر کسی کو چوتھائی قرآن بھی یاد ہو جاتا تھا تو صحابہ اس کو کہتے تھے کہ یہ تو بہت بڑا شخص ہو گیا بڑائی اور جلالت کا سبب یہ تھا کہ اس نے معنی اور صورت دونوں کو جمع کر لیا تھا۔ اور صورت و معنی کا جمع کر لینا ہر شخص کا کام نہیں بلکہ کوئی

بڑا شخص ایسا کر سکتا ہے مثلاً کوئی شخص عشق الہی میں بے حد مست ہو اور پھر ادب کو بھی ہاتھ سے نہ جانے دے یہ نہیں ہو سکتا اور اگر ہو جیسا کہ صحابہ میں تھا تو ضرور حیرت انگیز بات ہے اور ایسا کرنے والا ضرور بڑا شخص ہے کیونکہ مستی کے سبب ادب سے مستغنی ہو کر پھر ادب کو ملحوظ رکھنا ایسا ہی دشوار ہے جیسے جمع ضدین اور ایسا کرنے والوں ہی جامع بین الضدین ہے جیسے ایک شی گول بھی ہو اور لمبی بھی۔ پس جب اس نے ناز و نیاز اور تحیر امتیاز دونوں کو ملحوظ رکھا تو جمع بین الضدین تو ہو گیا پھر ایسے شخص کی جلالت شان میں کیا شبہ ہو سکتا ہے لہذا صحابہ کا اس کو جل فینا کہنا بالکل صحیح تھا اس بیان سے کسی کو یہ شبہ نہ ہو کہ حفاظ اربعہ جناب رسول اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں خلفاء راشدین سے بھی بڑھے ہوئے تھے کیونکہ باوجود اشتراک فی الجمع بین الصورة والمعنی کے خلفاء راشدین کو حفاظ اربعہ پر جہت معنی سے تفوق تھا۔ اور حفاظ اربعہ کو جہت صورت سے۔ پس جو تفوق معنی کو صورت پر ہوگا وہی تفوق خلفائے راشدین کو حفاظ اور اربعہ پر ہوگا اور یہ امر نہ جل فینا کے مخالف ہے اور نہ تشریح و تعلیل مولانا کے جل فینا کے تو اس لئے خلاف نہیں کہ اس میں جلالت ذاتیہ یا اضافیہ بالانظر الی البعض مراد ہے نہ کہ اضافیہ بالانظر الی الكل اور تعلیل۔ مولانا کے اس لئے خلاف نہیں کہ اشتغال بالمعنی کے درجات مختلف ہیں لہذا ایوں کہا جاوے گا کہ جس قدر اشتغال خلفاء کو تھا اگر وہ اشتغال ان حفاظ اربعہ کو ہوتا تو وہ اتنا بھی قرآن یاد نہ کر سکتے جتنا کہ خلفاء اربعہ کو تھا۔ پس اس درجہ اشتغال کے ساتھ اس قدر قرآن یاد کر لینا جس قدر کہ خلفاء کو تھا یہ بھی انہی کا کمال ہے جو کہ حفاظ اربعہ کو حاصل نہیں۔ لہذا خلفاء افضل ہونگے۔ لیکن چونکہ اپنی اشتغال کے ساتھ انہوں نے پورا قرآن یاد کر لیا تھا جو کہ بعض دوسروں کے لئے دشوار تھا لہذا یہ ان کا کافی نفسہ اور ان بعض کے لحاظ سے کمال تھا اور جو چوتھائی قرآن اپنے اشتغال کے ساتھ یاد کر لیتا تھا فی نفسہ و نیز بعض ان لوگوں کے لحاظ سے جو ایسا نہ کر سکتے تھے یہ اس کا بھی کمال تھا اور چونکہ عام حالت کے لحاظ سے یہ امر فی نفسہ بڑا سمجھا جاتا تھا اس لئے جل فینا کہا جاتا تھا جس کے معنی یہ ہیں کہ منجملہ دیگر صحابہ کے یہ بھی بڑا شخص اور عام لوگوں سے ممتاز ہو گیا۔ اس کا یہ مطلب نہ ہوتا تھا کہ سب سے بڑھ گیا۔ صحابہ کی معذوری بیان کر کے اب دیگر قرون میں کثرت حفظ کی وجہ بیان کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ جس طرح اندھوں کی آنکھیں تو ہوتی نہیں کہ وہ ان کو رہبر بنائیں لہذا وہ لالٹھی ہی کو محبوب رکھتے ہیں کہ اس کے سہارے سے مقصود تک پہنچ جاتے ہیں یہی حالت بالکل عام طور پر حفاظ کی ہے۔ الا ماشاء اللہ کہ وہ حقیقت سے واقف ہوتے نہیں کہ بصیرت کے ساتھ حق سبحانہ تک پہنچ لہذا وہ قرآن حفظ کرتے ہیں اور گویا کہ اس کا صندوق بنتے ہیں کیونکہ جس طرح صندوق اشیاء کی حفاظت کرتا ہے اور اس سے متمتع نہیں ہو سکتا۔ یوں ہی یہ بھی ہوتے ہیں کسی نے خوب کہا ہے کہ اندھے لوگ قرآن کے صندوق ہوتے ہیں کہ الفاظ قرآنیہ اور پند و نصائح وعدہ و وعید کو اپنے اندر بہرے ہوتے ہیں لیکن سمجھتے کچھ نہیں۔ لیکن یہ یاد رکھو کہ جو صندوق قرآن سے بھرا ہو وہ اس صندوق سے بہتر ہے جو بالکل خالی ہو پس اگر کسی کو عمل کی پوری پوری توفیق نہ ہو اور قرآن یاد ہو وہ بہتر ہے اس سے جو نہ عمل ہی کرتا ہو نہ اس کو قرآن ہی یاد ہو۔ پھر جو صندوق سامان سے خالی ہو وہ اس صندوق سے بہتر ہے جس میں چوہے اور سانپ بھرے ہوئے ہوں۔ یعنی اگر کوئی شخص حافظ قرآن بھی نہ ہو اور اخلاق رذیلہ بھی اپنے اندر نہ رکھتا ہو وہ بہتر ہے اس سے جو حافظ قرآن بھی نہ ہو اور صفات ذمیرہ بھی اپنے اندر رکھتا ہو۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ جب آدمی کو وصل محبوب حاصل ہو جاتا ہے تو اس کی نظر میں دلالت اس درجہ محبوب نہیں رہتی جتنی کہ پہلے تھی۔ لہذا جب وصل حق سبحان میسر ہو جاتا ہے تو صورت علم جو بمنزلہ دلالت کے تھی مرغوب نہیں رہتی اور اس کا طلب کرنا برا سمجھا جاتا ہے کیونکہ جب آدمی آسمان پر چڑھ گیا تو ایسی حالت میں میٹھی تلاش کرنا بیہودہ حرکت ہے لیکن تم

ہمارے اس حکم کو عام نہ سمجھنا بلکہ یہ مخصوص ہے اس صورت کے ساتھ کہ جب اشتغال بالعلم بعد وصول بغرض وصول ہو لیکن اگر دوسرے کی امداد کے لئے اور اسکی تعلیم کے لئے ہو تو کچھ مضائقہ نہیں اور بدوں اس غرض کے وصول الی الخیر کے بعد خیر کا ذریعہ تلاش کرنا اور اس میں مصروف ہونا بیشک بے معنی ہے دیکھو جب آئینہ روشن اور صاف ہو جاوے اس وقت اس کو صیقل کرنا ضرور حماقت ہے نیز بادشاہ کا مقبول ہو کر اور اس کے حضور میں بیٹھ کر خط یا قاصد کو ڈھونڈھنا ضرور نادانی ہے۔

شرح شبیری

ایک عاشق کی اپنے معشوق کو وصل کے وقت عشق نامہ کو پڑھنے کی اور اس کے مطالعہ کرنے کی حکایت اور معشوق کا اس کو ناپسند کرنا اس لئے کہ مدلول کے حصول کے بعد دلیل کو تلاش کرنا قبیح ہے اور معلوم تک پہنچ جانے کے بعد علم میں مشغول ہونا مذموم ہے

آن یکے رایار پیش خود نشاند	نامہ بیرون کرد و پیش یار خواند
ایک (عاشق) کو معشوق اپنے سامنے بٹھا لیا	اس نے خط نکالا اور معشوق کے سامنے پڑھنے لگا

یعنی ایک شخص کو دوست نے اپنے آگے بٹھایا تو اس شخص نے خط نکال کر یار کے سامنے پڑھنا شروع کیا۔

بیہتا درنامہ و مدح و ثنا	زاری و مسکینی و بس لا بہا
خط میں اشعار تھے اور تعریف و توصیف تھی	عاجزی اور مسکینی اور بہت سی خوشامدیں تھیں

یعنی خط میں اشعار تھے اور مدح و ثنا تھی اور زاری اور مسکینی اور بہت سی باتیں۔

گریہ و افغان و حزن و درد خویش	خواری و بیزاری با اہل و خویش
روتا اور فریاد اور غم اور اپنا درد	ذلت اور اہل اور اپنوں سے بیزاری (تھی)

یعنی اپنا گریہ اور افغان اور حزن اور درد اور خواری اور بیزاری اہل و اقربا کے ساتھ۔

دوری و رنجوری از ہجران دوست	ذکر پیغام و رسول از مغز و پوست
دوست کے ہجر کی وجہ سے دوری اور بیماری	پیام اور قاصد اور رطب و یابس کا تذکرہ

یعنی ہجر یار کی وجہ سے دوری اور رنجوری اور پیغام اور پیغامبر کا ذکر اور رطب و یابس اس میں تھا۔

چہنین میخواند با معشوق خود	تا کہ بیرون شد ز حصر و حد و عد
وہ اس طرح اپنے معشوق کے سامنے پڑھتا رہا	حتیٰ کہ احاطہ اور حد اور شمار سے تجاوز کر گیا

یعنی وہ اسی طرح اپنے معشوق کے سامنے پڑھتا رہتا تھا یہاں تک (اس کا بیان) حد سے بہت بڑھ گیا تھا۔ (تو اس معشوق نے اول تو صبر کیا مگر جب نوبت یہاں تک پہنچی تھی وہ بھی بولا کہ)

گفت معشوق این اگر بہرمن است	گاہ وصل این عمر ضائع کردنت
معشوق نے کہا اگر یہ (رونا دھونا) میری وجہ سے ہے	تو وصل کے وقت یہ عمر کو ضائع کرنا ہے

یعنی معشوق نے کہا کہ اگر یہ میرے واسطے ہے تو وصل کے وقت میں یہ تو عمر کو ضائع کرنا ہے۔

من بہ پشت حاضر و توقعہ خوان	نیست این بارے نشان عاشقان
میں تیرے سامنے ہوں اور تو قے پڑھتا ہے	یہنا یہ عاشقوں کی پہچان نہیں ہے

یعنی میں تو تیرے سامنے ہوں اور تو خط پڑھ رہا ہے تو یقیناً یہ تو عاشقوں کا نشان ہے نہیں (اس لئے کہ اگر تو مجھ پر عاشق ہوتا اس وقت تو مجھے دیکھتا بھالتا ان کو الگ پھینکتا)

گفت اینجا حاضری اما و لیک	من نمی یابم نصیب خویش نیک
اس (عاشق) نے کہا تو اس جگہ موجود ہے لیکن	میں اپنا حصہ پورا نہیں پا رہا ہوں

یعنی عاشق نے کہا کہ تو اس جگہ حاضر ہے لیکن میں اپنا حصہ اچھی طرح نہیں پاتا۔ مطلب یہ کہ تیری جو محبت مجھے پہلے تھی وہ جوش و خروش میرے اندر موجود نہیں ہے۔

انچہ می دیدم ز تو پارینہ سال	نیست ایندم گرچہ می بینم وصال
میں جو تجھ سے پار سال دیکھتا تھا	وہ اب نہیں ہے اگرچہ میں وصل دیکھ رہا ہوں

یعنی جو بات کہ میں تیرے لئے اپنے اندر پار سال پاتا تھا وہ اس وقت نہیں ہے اگرچہ وصال دیکھ رہا ہوں۔ مطلب یہ کہ تیرے لئے جو جوش و خروش کہ پار سال میرے اندر تھا آج وہ موجود نہیں ہے۔

من ازین چشمہ زلالے خوردہ ام	دیدہ و دل ز آب تازه کردہ ام
میں نے اس چشمہ سے صاف پانی پیا ہے	میں نے آنکھوں اور دل کو پانی سے تازہ کیا ہے

یعنی میں نے اس چشمہ (وصل) سے ایک زلال کھایا ہے اور دیدہ و دل کو آب (رخ) سے تازہ کیا ہے (مگر)

چشمہ می بینم و لیکن آب نے	راہ آہم را مگر زد رہرنے
میں چشمہ دیکھ رہا ہوں لیکن پانی نہیں ہے	میرے پانی کا راستہ شاید کسی ڈاکو نے کاٹا ہو

یعنی میں چشمہ وصل کو دیکھ رہا ہوں مگر پانی نہیں ہے میرے پانی کی راہ کسی راہزن نے ماری ہے مطلب یہ کہ وصل تو ہے مگر اس کے اندر جو پہلے جوش و خروش تھا وہ موجود نہیں ہے تو ایسا ہے کہ جیسے چشمہ ہو اور اس میں پانی نہ ہو کہ وہ بے سود ہوتا ہے ایسے ہی یہ وصل بے سود ہے۔

گفت بس من نیستم معشوق تو	من بلغار و مرادت در قنوتو
اس نے کہا کہ میں تیرا معشوق نہیں ہوں	میں بلغار میں ہوں اور تیر مقصود تو میں ہے

یعنی معشوق نے کہا تو میں تیرا معشوق نہیں ہوں میں تو بلغار میں ہوں اور تیری مراد تو میں ہے بلغار اور قنوتو دو شہروں کا نام ہے۔ مطلب یہ کہ تو کچھ سوچ رہا ہے اور میں کہیں ہوں۔ تو کہاں اور میں کہاں۔ معلوم ہوا کہ میں پوری طرح تیرا معشوق ہی نہ تھا بلکہ۔

عاشقی تو برمن و برحالتے	حالت اندر دست نبود ای فتنے
-------------------------	----------------------------

تو مجھ پر اور (میری) ایک حالت پر عاشق ہے	اے لوجوان! حالت قابو میں نہیں ہوتی ہے
--	---------------------------------------

یعنی تو مجھ پر اور ایک حالت پر عاشق ہے تو حالت تو قدرت میں ہوتی نہیں ہے اے جوان مطلب یہ کہ اس نے کہا کہ معلوم ہوا کہ تو دو چیزوں پر عاشق تھا ایک تو مجھ پر اور ایک اس حالت پر جو کہ میری وجہ سے تیری ہو جاتی تھی تو میں جزو معشوق ہوا کل معشوق نہ ہوا۔

پس نیم کلی مطلوب تو من	جزو مقصودم ترا اندر زمن
------------------------	-------------------------

تو میں ہالکیہ تیرا مطلوب نہیں ہوں	میں زمانہ میں تیرے مطلوب کا جزو ہوں
-----------------------------------	-------------------------------------

یعنی پس میں تیرا پورا مطلوب نہیں ہوں بلکہ زمانہ میں تیرا جزو مقصود ہوں۔

خانہ معشوقہ ام معشوق نے	عشق بر نقد ست و بر صندوق نے
-------------------------	-----------------------------

میں معشوق نہیں ہوں معشوق کا گھر ہوں	عشق تو نقدی سے ہے صندوق سے نہیں ہے
-------------------------------------	------------------------------------

یعنی میں تمہارے معشوق کا گھر ہوں معشوق نہیں ہوں۔ عشق نقد پر ہے اور صندوق پر نہیں مطلب یہ کہ تیرے معشوق کی تو وہ حالت ہے جو کہ میری وجہ سے تیری ہوئی تھی۔ تو میں تیرے معشوقہ کا گھر ہوا باقی معشوق خود نہیں ہوں اور ایسی مثال ہے کہ جیسے صندوقچہ میں روپیہ ہیں تو کوئی نقد پر تو عاشق ہے مگر صندوق پر نہیں۔ جب تک وہ حالت رہی تو میں آپ کا معشوق رہا اور جب وہ حالت جاتی رہی تو اب معشوق صاحب بھی مفرد ہوئے مولا نا فرماتے ہیں کہ۔

ہست معشوق آنکھ او یکتو بود	مبتدا و منتهایت او بود
----------------------------	------------------------

معشوق تو وہ ہے جو ایک حالت پر ہو	تیرا مبتداء اور منجما وہ ہو
----------------------------------	-----------------------------

یعنی جو کہ ایک تو ہو معشوق (بننے کے قابل) تو وہ ہے کہ مبتدا اور منجما تیرا وہی ہو۔ یعنی جبکہ شروع عشق تھا تب بھی وہی مطلوب تھا اور جب عشق بڑھا تب بھی وہی مطلوب ہے معشوق سے یہاں مراد مرشد کامل ہے کہ اس سے جو محبت ہوتی ہے وہ ان سے آخر تک ویسی ہی رہتی ہے بلکہ آخر میں اور بھی زیادہ ہو جاتی ہے اس سے طبیعت کبھی سیر نہیں ہوتی وہ معشوق بھی کامل ہوتا ہے اور عاشق بھی کامل۔ اول اس کی معشوقیت کے کمال کو بیان فرماتے ہیں کہ۔

چون بیابی اش نمائی منتظر	ہم ہو پیدا او بود ہم نیز سر
--------------------------	-----------------------------

جب تو اس کو پالے تو منتظر نہ رہ	ظاہر میں بھی وہی (معشوق) ہو اور باطن میں بھی
---------------------------------	--

یعنی جب تم اس کو پالو گے تو پھر منتظر نہ رہو گے ظاہر بھی وہی ہوگا اور پوشیدہ بھی وہی ہوگا۔ مطلب یہ کہ محبوبان مجازی میں تو اس سے مل کر طبیعت سیر ہو جاتی ہے اور پھر اس حالت ذوق و شوق کے پیدا ہونے کا منتظر رہنا پڑتا ہے مگر جبکہ مرشد مل جاوے تو اول اس سے طبیعت سیر نہیں ہوتی اور اسی لئے کسی حالت کا انتظار نہیں ہوتا بلکہ جتنا ان کی خدمت میں رہنا ہوتا ہے اسی قدر ان سے محبت زیادہ ہوتی جاتی ہے تو دیکھو یہ وہ معشوق ہے کہ جس میں ایک ہی حیثیت ہے دوسری نہیں اس سے طبیعت کی سیری کا احتمال بھی نہیں آگے اس کی عاشقیت کے کمال کو بیان فرماتے ہیں کہ

میرا حوال است نے موقوف حال	بندہ آن ماہ باشد ماہ و سال
وہ حالات پر حاکم ہوتا ہے نہ کہ حالات کا محکوم	مہینے اور سال اسی چاند کے غلام ہیں

یعنی وہ امیر احوال ہے نہ کہ موقوف حال۔ اس چاند کے غلام ماہ و سال ہوتے ہیں مطلب کہ وہ کسی ایک حالت کا منتظر نہیں ہوتا۔ مثلاً یہ کہ ذوق و شوق کا طالب ہو یا اور کسی حال کا بلکہ وہ تو ابوالحال ہوتا ہے وہ حال کے تابع نہیں ہے حال اس کے تابع ہے جس حال کو چاہے وہ اپنے اوپر طاری کر لے۔ بس وہ اصل میں طالب رضاء حق کا ہوتا ہے اس کو حال ہو یا نہ ہو اس کی پرواہ بھی نہیں ہوتی۔ اس کی یہ حالت ہوتی ہے کہ۔

چون بگوید حال را فرمان کند	چون بخوابد جسمها را جان کند
جب وہ حالات کو حکم دے وہ تابعداری کریں	جب وہ چاہے جسموں کو روح بنا دے

یعنی جب وہ بولتا ہے تو حال کو حکم کرتا ہے اور جب وہ چاہتا ہے تو جسموں کو جان کر دیتا ہے مطلب یہ کہ جس وقت وہ بولتا ہے تو وہ جس حالت کو چاہتا ہے دوسروں پر بھی طاری کر دیتا ہے وہ احوال پر اس قدر حاکم ہوتا ہے تو طالب احوال نہیں ہوتا بلکہ وہ عاشق کامل اور طالب حق ہوتا ہے۔

منتہی نبود کہ موقوف است او	منتظر بنشستہ باشد حال جو
جو موقوف ہے وہ منتہی نہیں ہے	وہ حال کا تلاش کرنے والا منتظر بیٹھا ہوا ہے

یعنی جو کہ موقوف (حالات) ہے اور حالات کا متلاشی بیٹھا ہوا ہے وہ منتہی نہیں ہے مطلب یہ کہ جو طالب احوال ہو وہ منتہی کدھر سے ہے طالب حق منتہی ہوا کرتا ہے جو منتہی ہوتا ہے اس کی تو یہ حالت ہوتی ہے کہ۔

کیمیائے حال باشد دست او	چون بکبباند شود مس مست او
اس کا ہاتھ حال کی کیمیا ہوتا ہے	جب وہ ہاتھ ہلا دیتا ہے تو تابا اس سے مست ہو جاتا ہے

یعنی اس کا ہاتھ حالات کا کیمیا ہوتا ہے تو وہ اس کو جب ہلاتا ہے تو مس اس کا مست ہو جاتا ہے مطلب یہ کہ جس طرح کہ کیمیا ماہیت اشیاء کو بدل دیتی ہے اور ناقص سے کامل بنا دیتی ہے اسی طرح منتہی کا ہاتھ ماہیت حال کے لئے کیمیا ہوتا ہے کہ اس کی توجہ سے وہ حال مقام بن جاتا ہے۔

گر بخوابد مرگ ہم شیرین شود	خار و نشتر زگس و نسرین شود
اگر وہ چاہے تو موت بھی میٹھی ہو جائے	کاٹا اور نشتر بھی زگس اور نسرین بن جائے

یعنی وہ اگر چاہے تو مرگ بھی شیریں ہو جاوے اور خار و نشتر بھی زگس اور نسرین ہو جاوے مطلب یہ کہ اگر وہ چاہے تو ایسے حالات پیدا کر لے کہ مصائب و مجاہدات و ریاضات سب خوشگوار اور آسان ہو جاویں۔

او بود سلطان حال اندر روش	نے چو تو محروم از حال و کشش
وہ سلوک میں حال پر حاکم ہوتا ہے	تیری طرح حال اور کشش سے محروم نہیں ہوتا ہے

یعنی وہ سلوک میں سلطان احوال ہوتا ہے نہ کہ تیری طرح حال اور افعال میں محروم ہوتا ہے۔

آنکہ او موقوف حالست آدمی است	کہ گہ افزون و گاہے در کمی است
جو حال کا ٹکڑا ہے وہ (صرف) آدمی ہے	کہ کبھی بڑھوتری میں ہے اور کبھی کمی میں ہے

یعنی جو شخص کہ موقوف حال ہے وہ (صرف) آدمی ہے کہ کبھی زیادتی میں ہے اور کبھی کمی میں آدمی سے مراد نرا آدمی جو صفات کمالیہ سے عاری ہو تو جو شخص کہ موقوف احوال ہے وہ تو صرف ایک آدمی ہے باقی کمالات اس کے اندر نہیں ہیں۔

صوفی ابن الوقت باشد در مثال	لیک صافی فارغ است از وقت و حال
صوفی مثلاً ابن الوقت ہوتا ہے	لیکن اہل صفا وقت اور حال سے بے نیاز ہوتا ہے

یعنی اپنی حالت میں صوفی تو ابن الوقت ہوتا ہے لیکن صافی وہ وقت اور حال سے فارغ ہوتا ہے وہ تابع حال نہیں ہے بلکہ احوال خود اس کے تابع ہیں۔

حالیہا موقوف عزم و رائے او	زندہ از لطف مسیح آسائے او
احوال اس کے ارادے اور رائے کے تابع ہیں	اس کی کج جیسی پھونک سے زندہ ہیں

یعنی احوال اس کی فکر و رائے کے موقوف ہوتے ہیں اور اس کی مسیح جیسے لطف سے زندہ ہوتے ہیں یعنی احوال خود اسی کے تابع ہوتے ہیں آگے پھر اس معشوق کا قول فرماتے ہیں کہ۔

عاشق حالے نہ عاشق بر منے	بر امید حال بر منے تے
تو میرے حال کا عاشق ہے نہ کہ مجھ پر	تو حال کی امید پر مجھ پر جھکا ہے

یعنی اس معشوق نے کہا کہ (اے عاشق) تو حال کا عاشق ہے نہ کہ میرا حال اس کی امید پر میرے پر بھی توتا ہے مطلب یہ کہ اس امید پر کہ اس کے پاس حال مل جاوے گا میرے پاس آتے ہو ورنہ اصل میں میرے عاشق ہو ہی نہیں چونکہ یہاں دو شخص میں ایک عاشق ہے اور ایک معشوق اور عشق ہے مجازی تو آگے مجازی عاشقی اور معشوقی دونوں کا نقص بیان فرماتے ہیں جس میں اول معشوقی کے نقص کو بیان فرماتے ہیں کہ۔

آنکہ گہ ناقص گہ کامل بود	نیست معبود خلیل آفل بود
وہ جو کبھی ناقص کبھی کامل ہو	وہ خلیل (اللہ) کا معبود نہیں ہے غروب ہو جانے والا ہے

یعنی جو کہ کبھی ناقص اور کبھی کامل ہووے وہ معبود خلیل نہیں ہے وہ تو غافل ہوگا مطلب یہ کہ وہ اس قابل نہیں کہ اس کو مقصود بنایا جاوے بلکہ وہ تو زائل و فانی ہے۔

وانکہ آفس باشد و گہ آن و این	نیست دلبر لا احب الا فلین
وہ جو کہ غروب ہو جانے والا ہو اور کبھی ایسا اور کبھی ویسا	وہ معشوق نہیں ہے "میں غروب کر جانے والوں سے محبت نہیں کرتا ہوں"

یعنی جو کہ آفل ہووے اور کبھی ایسا اور کبھی ویسا تو وہ دلبر نہیں ہے اور میں زائل ہونے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ لا احب الا فلین میں قرآن شریف سے استدلال کر کے انکا ناقص اور غیر معتبر ہونا بیان فرما دیا آگے ان کی عاشقی کے نقص کو بیان فرماتے ہیں کہ۔

آ نکہ اوگا ہے خوش وگہ ناخوش است	یکز مانے آب و یکدم آتش است
---------------------------------	----------------------------

وہ جو کبھی خوش اور کبھی ناخوش ہے	ایک دقت پانی اور ایک دقت آگ ہے
----------------------------------	--------------------------------

یعنی جو کہ وہ کبھی خوش اور کبھی ناخوش ہے ایک گھڑی میں پانی اور ایک دم میں آگ ہے مطلب یہ کہ ایک دم میں عاشق ہے اور ایک دم میں نہیں ہے۔

برج مہ باشد و لیکن ماہ نے	نقش بت باشد و لے آگاہ نے
---------------------------	--------------------------

وہ چاند کا برج ہو گا لیکن چاند نہیں ہے	وہ بت کا نقش ہے لیکن ہاشور نہیں ہے
--	------------------------------------

یعنی وہ برج ماہ ہوتا ہے لیکن ماہ نہیں ہوتا اور نقش بت ہوتا ہے لیکن آگاہ نہیں ہوتا مطلب یہ کہ جس طرح کہ برج ماہ میں صرف ماہ ہی نہیں رہتا بلکہ متفرق ستارے آتے رہتے ہیں اسی طرح اس شخص کی حالت بھی ہمیشہ متغیر رہتی ہے۔

ہست صوفی صفا چون ابن وقت	وقت را ہچون پدر بگرفتہ سخت
--------------------------	----------------------------

ہاصفا صوفی چونکہ ابن الوقت ہے	وہ مضبوطی سے دقت کو باپ کی طرح پکڑے ہوئے ہے
-------------------------------	---

یعنی صوفی (طالب) صفا جبکہ ابن وقت ہے وقت کو باپ کی طرح مضبوط پکڑے ہوئے ہے۔ مطلب یہ کہ جو صوفی کہ طالب صفا ہے اور مجاہدہ کر رہا ہے وہ ابھی ابن الوقت اور تابع حال ہے تو چونکہ وہ ابن الوقت ہے بس جس طرح کہ بچہ اپنے باپ کو مضبوط پکڑے ہوتا ہے اور جدھر وہ جاوے اسی طرف کو بچہ بھی جاتا ہے اسی طرح یہ شخص ہے کہ جس طرف کو حال اور وقت پھرتا ہے اسی طرح یہ بھی پھرتا ہے اور بالکل وقت کے تابع ہوتا ہے۔

ہست صافی غرق عشق ذوالجلال	ابن کس نے فارغ از اوقات و حال
---------------------------	-------------------------------

(صوفی) صافی (اللہ) ذوالجلال کے عشق میں غرق ہے	وہ کسی کا ابن نہیں ہے وہ اوقات اور حال سے بے نیاز ہے
---	--

یعنی صافی عشق ذوالجلال میں غرق ہے وہ کسی کا ابن نہیں ہے وہ اوقات و حال سے فارغ ہے یعنی وہ کسی کا تابع نہیں ہے اور نہ ان اوقات و حالات کا مقید ہے بلکہ وہ جس حال میں رہنا چاہتا ہے رہتا ہے اور جس حالت کو چاہتا ہے پیدا کر لیتا ہے مثلاً خشیت کے پیدا کرنے کو دل چاہا پیدا کر لے۔ رغبت اور شوق کو دل چاہا اس کو طاری کر لیا علی ہذا۔

غرقة نورے کہ اولم یولد است	لم یولد لم یولد آن ایز دست
----------------------------	----------------------------

وہ اس نور میں غرق ہے جو پیدا شدہ نہیں ہے	نہ اس نے جنا نہ وہ جنا گیا اللہ (تعالیٰ) کی شان ہے
--	--

یعنی وہ اس نور میں غرق ہے جو کہ لم یولد ہے اور لم یولد اور لم یولد خاصہ حق ہی ہے مطلب یہ کہ چونکہ وہ فنا فی اللہ ہو گیا ہے اس لئے وہ ابن الوقت نہیں بن سکتا اس لئے کہ ذات حق کی شان لم یولد و لم یولد ہے لہذا بس یہ ابن الوقت نہیں بلکہ ابو الوقت یعنی قادر علی الحال اور علی الوقت ہے جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے۔ آگے فرماتے ہیں کہ۔

رو چین عشقے بجو گر زندہ	ورنہ وقت مختلف را بندہ
-------------------------	------------------------

اگر تو زندہ ہے جا ایسا عشق تلاش کر	ورنہ تو مختلف اوقات کا غلام ہے
------------------------------------	--------------------------------

یعنی جا اگر تو زندہ ہے تو ایسے عشق کا طالب ہو ورنہ وقت مختلف ہی کا بندہ رہے گا۔ یعنی ہمیشہ تابع حال ہی رہے گا اور ابن الحال سے ابو الحال کبھی نہ بن سکے گا لہذا عشق حق پیدا کر کہ اس سے کامل ہو جاوے گا۔ اب یہاں کسی کو شبہ ہو سکتا ہے کہ بھلا کہاں ہم کہاں عشق حق لہذا آگے اس کا جواب فرماتے ہیں کہ۔

منگر اندر نقش خوب وزشت خویش	بنگر اندر عشق و بر مطلوب خویش
-----------------------------	-------------------------------

اپنے اچھے برے نقش کو نہ دیکھ	عشق کو اور اپنے معشوق کو دیکھ
------------------------------	-------------------------------

یعنی تو اپنے اچھے برے وجود میں نظر مت کر بلکہ عشق اور اپنے مطلوب کو دیکھ مطلب یہ کہ ہم نے مانا کہ تم کسی قابل نہ سہی مگر تم اپنے اوپر نظر ہی کیوں کرتے ہو حق تعالیٰ کی قدرت اور ان کے کرم پر نظر کرو کہ۔

تو مگو مارا بدان شہ باز نیست بر کریمیا کارہا دشوار نیست

تو اگر تم کسی قابل نہیں تو دینے والا تو سب قابل ہے وہ تو عنایت فرما سکتا ہے پھر مایوسی کی کیا وجہ ہے۔

منگر آنکہ تو حقیری یا ضعیف	بنگر اندر ہمت خود ای شریف
----------------------------	---------------------------

یہ خیال نہ کر کہ تو حقیر ہے یا کزور	اے بھلا اپنی ہمت کو دیکھ
-------------------------------------	--------------------------

یعنی اس کو مت دیکھو کہ تم حقیر ہو یا ضعیف ہو اے بھلے ماں تم اپنی ہمت کو دیکھو۔

تو بہر حال کہ باشی می طلب	آب میجو دایما اے خشک لب
---------------------------	-------------------------

تو جس حالت میں ہو طلب (جاری) رکھ	اے خشک ہونوں والے! ہمیشہ پانی تلاش کر
----------------------------------	---------------------------------------

یعنی تو جس حال میں بھی ہو طلب کرتا رہ اور اے خشک لب پانی کو تلاش کر مطلب یہ کہ تم نکلے ہو ضعیف ہو جس حال میں بھی ہو طلب پیدا کر لو پس جب طلب پیدا کر لو گے تو یہ ہوگا کہ۔

کان لب خشکت گواہی میدہد	کوبآخر برسر منبع رسد
-------------------------	----------------------

کیونکہ تیرے خشک ہونٹ گواہی دیتے ہیں	کہ وہ کوبآخر چشمے پر پہنچ جائیں گے
-------------------------------------	------------------------------------

یعنی کہ وہ تمہارا لب خشک گواہی دیتا ہے کہ وہ آخر کار کسی منبع پر جاوے گا یعنی تمہاری طلب گواہی دیتی ہے کہ وہ ایک دن ضرور واصل کر دے گی بس اگر کچھ نہ ہو سکے تو اتنا تو کرو کہ طلب اور کاپوئے بھی بڑی چیز ہے حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ والدین جاہدوا فینا لنہدینہم سبلنا طلب کے ساتھ ان شاء اللہ ضرور ہدایت ہوگی۔

خشکی لب ہست پیغامے ز آب	کہ بمات آرد یقین این اضطراب
-------------------------	-----------------------------

ہونوں کی خشکی پانی کا ایک پیغام ہے	کہ یقیناً یہ اضطراب تجھے ہم تک لے آئے گا
------------------------------------	--

یعنی لب کی خشکی پانی کا پیغام ہے کہ (اے طالب) یہ اضطراب تجھے ہم تک یقیناً لاوے گا۔

کایں طلبگاری مبارک جنبشے است	این طلب در راه حق مانع کشفے است
کہ یہ طلب باریک حرکت ہے	حق کے راستہ میں یہ طلب موانع کو ختم کر دینے والی ہے

یعنی کہ یہ طلبگاری ایک مبارک حرکت ہے اور راه حق میں یہ طلب مانع کش ہے (جب طلب ہوتی ہے تمام موانع مرتفع ہو جاتے ہیں جیسا کہ مشاہدہ ہے)

این طلب مفتاح مطلوبات تست	ایں سپاہ نصرت و روایات تست
یہ طلب تیرے مطلوبوں کی لہجی ہے	یہ (طلب) تیری کامیابی کے سپاہی اور جھنڈے ہیں

یعنی یہ طلب تمہاری مطلوبات کی مفتاح ہے اور یہ تمہاری نصرت کی سپاہ اور (فتح کے) جھنڈے ہیں۔

این طلب ہچون خروسے در صیاح	میزند نعرہ کہ مے آمد صباح
یہ طلب مرغ کی طرح چیخنے میں ہے	(اور) نعرہ لگا رہی ہے کہ صبح آنے والی ہے

یعنی یہ طلب مثل ایک خروس کے چیخنے میں نعرہ مار رہی ہے کہ صبح آتی ہے یعنی کہ جس طرح کہ مرغ آواز کرتا ہے اور اس سے صبح کی آمد معلوم ہوتی ہے اسی طرح اس طلب سے معلوم ہوتا ہے کہ صبح کامیابی نمودار ہونے والی ہے۔

گرچہ آلت نیست تو می طلب	نیست آلت حاجت اندر راه رب
خواہ وسائل نہ ہوں تو طلب کر	اللہ کے راستہ میں وسائل کی ضرورت نہیں ہے

یعنی اگرچہ تمہارے پاس آلہ نہیں ہے تو تم طلب کرتے ہو کہ راہ رب میں آلہ کی حاجت نہیں ہے مطلب یہ کہ اگرچہ تمہارے پاس سامان نہ ہوں تم صرف طلب میں رہو کہ ان شاء اللہ اسی سے کام بن جاوے گا۔ اب بعض ایسے ہیں جو کہ طلب بھی پیدا نہیں کر سکتے تو ان کے لئے ایک اور تدبیر فرماتے ہیں کہ۔

ہر کرا بنی طلبگارائے پسر	یار اوشو پیش او انداز سر
اے بیٹا! تو جس کو طلب کار دیکھے	اس کا دوست بن جا (اور) اس کے سامنے سر رکھ دے

یعنی اے صاحبزادے جسے تم طلبگار دیکھو اس کے ساتھ ہو جاؤ اور اس کے سامنے سر ڈال دو۔ مطلب یہ کہ اگر خود طلب پیدا نہیں کر سکتے تو طالبوں کی خدمت میں رہو کہ اسی سے ان شاء اللہ فلاح نصیب ہوگی۔ آگے خود ہی فرماتے ہیں کہ۔

کز جوار طالبان طالب شوی	وز ظلال غالبان غالب شوی
طلبکاروں کے قرب سے تو طلبکار بن جائے گا	اور (نفس پر) غالب لوگوں کے سایہ سے تو غالب بن جائیگا

یعنی طالبین کے جوار سے طالب بن جاؤ گے اور غالبین کے سایہ سے غالب ہو جاؤ گے۔

گریکے مورے سلیمانے بہ بخت	منگر اندر جستین اوست سست
اگر ایک چیونٹی سلیمان کی جستجو کرے	تو اس کی جستجو کو حارت سے نہ دیکھے

یعنی اگر کوئی چیونٹی سلیمان کو طلب کرے تو اس کی طلب میں سست سست مت دیکھو یعنی اگر کوئی ضعیف آدمی طالب حق ہو تو اس کو

ضعیف سمجھ کر یہ مت سمجھو کہ یہ کیا طالب ہوگا بلکہ اس کو بھی طالب سمجھو ممکن ہے کہ وہ بڑے پایہ کا شخص ہو۔ پس اول تو طلب خود حاصل کرو اور اگر خود طلب پیدا نہ کر سکو تو طالبوں کی خدمت میں رہو اسی سے امید نفع کی ہے آگے طلب کی برکت بیان فرماتے ہیں کہ۔

ہر چہ داری تو ز مال و پیشہ	نے طلب بود اول و اندیشہ
جو کچھ بھی تو مال اور ہنر رکھتا ہے	کیا وہ ابتدا میں جستجو اور فکر نہ تھا؟

یعنی تم جو اس وقت مال اور پیشہ رکھتے ہو تو کیا یہ اول ایک طلب اور ایک خیال نہ تھا۔ اور آج وہی مال و دولت کی صورت میں ہے تو اسی طرح اگر تم طلب لگا لو گے تو ان شاء اللہ ایک روز گنج مقصود تک پہنچ جاؤ گے اب یہاں بعض بزرگوں کے قصے پڑھنے والوں کو شبہ ہوا کہ یہ تو کہتے ہیں کہ بے طلب اور مجاہدہ کے ملتا ہی نہیں حالانکہ بعض کو مل گیا جیسا کہ بزرگوں کے قصوں سے معلوم ہوتا ہے مولانا اس کا جواب فرماتے ہیں کہ۔

گر یکے گنجے بیابد نادر است	ور باشد از طلب ہم قاصر است
اگر کوئی خزانہ (اچانک) پالے تو یہ نادر ہے	اگر وہ طلب سے رک جائے تو کوتاہی کرنے والا ہے

یعنی اگر کوئی ایک خزانہ پالے تو یہ نادر ہے اور اگر یہ شخص طلب سے ٹھہر جاوے تو قاصر ہے مطلب یہ کہ اول تو اس طرح مل جانا بہت ہی نادر ہے اور اگر کسی کو مل جاوے اور پھر وہ طلب نہ کرے تو انجام یہ ہوگا کہ اس کو بھی کھو بیٹھے گا۔ اس لئے کہ بزرگوں کی توجہ سے جس کو حاصل ہوا ہے صرف توت اور استعداد حاصل ہو جاتی ہے۔ باقی قرب حق حاصل نہیں ہوتا قرب ہمیشہ حاصل ہوتا ہے کام کرنے سے تو فرماتے ہیں کہ جس کو مل گیا ہے اس نے بھی آخر طلب ہی کی ہے اور اگر اس نے طلب چھوڑ دی تو وہی قاصر رہ گیا لہذا چاہئے کہ انسان خود طلب کرے اور ایسے حضرات کا ایک جواب یہ بھی ہے کہ ان کو تو دیکھا کہ جن کو بلا طلب کے مل گیا ہے اگر چہ وہ دو چار ہی تھے مگر ان پر تو نظر گئی اور ان ان لاکھوں کو نہ دیکھا کہ جو طلب اور مجاہدہ ریاضت کر کے ہی حاصل ہوئے ہیں سخت افسوس کی بات ہے۔ اور کس قدر کم ہمتی کی بات ہے کہ ان پر نظر گئی اور ان پر نہ گئی اور یاد رہے اکثر جن کو ایسا ہوا ہے ان کو جنون ہو جاتا ہے مر جاتے ہیں اس لئے کہ وہ ایک دم سے تھل نہیں کر سکتے۔ ان کی ایسی مثال ہو جاتی ہے جیسے کہ کسی برتن میں اس کی گنجائش سے زائد چیز بھری جاوے۔ تو یقیناً وہ پھٹ جاوے گا۔ تو اسی طرح جب ان میں ایک مرتبہ ہی وہ استعداد بھری جاتی ہے تو ان کو یا تو جنون ہو جاتا ہے یا مر جاتے ہیں اور جن کو ایسا نہیں ہوا جیسے کہ مثلاً شاہ بھیک صاحب وغیرہ تو اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ وہ حضرات پہلے سے مجاہدات و ریاضات کئے ہوئے ہوتے ہیں بس صرف ایک نظر کی دیر ہوتی ہے کہ فضل ہو جاتا ہے اور فضل ہمیشہ ایک لمحہ ہی میں ہوتا ہے اس کے مقدمات پیشک پہلے سے مہمہ کئے جاتے ہیں بس یاد رکھو کہ بے طلب کے کسی کو قرب و وصول نہیں ہوا ہے اور طلب سے جس نے چاہا واصل و مقرب بن گیا ہے اسی کو مولانا فرماتے ہیں کہ۔

ہر کہ چیزے جست پیشک یافت او	چون بجد اندر طلب بختافت او
جس نے کسی چیز کی طلب کی یقیناً اس کو ملی ہے	جبکہ محنت سے وہ طلب میں دوڑا ہے

یعنی جس کسی نے کوئی چیز تلاش کی پیشک اس نے پالی جبکہ کوشش سے طلب میں دوڑا یعنی ایک قاعدہ کلیہ بتاتے ہیں کہ جس نے جب کچھ طلب کیا ضرور اس کو پایا۔

چون نہادی در طلب پائے پسر	یافتی و شد میسر بے خطر
اے بیٹا! جبکہ تو نے جستجو میں قدم رکھا	تو نے (مطلوب) پا لیا اور وہ بلاخطرہ کے مل گیا

یعنی اے صاحبزادے جب تو نے (کسی شے کی) طلب میں پاؤں رکھا تو اس کو پا لیا ہے اور وہ بے خطر کے میسر ہو گئی ہے۔

ہیں مباحث اے خواجہ یکدم بے طلب	تا بیابے ہرچہ خواہے بے تعب
اے خواجہ! کسی دقت بھی بغیر جستجو کے نہ رہ	(اس خیال سے) کہ تو جو چاہے گا بغیر مشقت کے پالے گا

یعنی اے خواجہ ایک دم بے طلب کے مت رہو۔ تاکہ جو تم چاہتے ہو اس کو بے تعب کے پالو۔

عاقبت جویندہ یا بندہ بود	چونکہ در خدمت شتابندہ بود
جستجو کرنے والا، بالآخر پا جانے والا ہوتا ہے	چونکہ (مطلوب کی) خدمت میں (پہنچنے کے لئے) دوڑنے والا ہوتا ہے

یعنی آخر کار تلاش کرنے والا پانے والا ہوتا ہے چونکہ وہ طلب میں دوڑنے والا ہوتا ہے۔ مطلب یہ کہ طالب چونکہ طلب میں کوشاں ہوتا ہے تو مطلوب اس کو مل ہی جاتا ہے۔

در طلب چالاک شو این فحجاب	مے طلب واللہ علم بالصواب
طلب میں تیز رو بن اس سے فتح یاب	طلب کر اور خدا بہتر۔ جانا ہے

یعنی طلب میں چست و چالاک رہ اور اس فحجاب کو طلب کرو واللہ علم بالصواب۔ یعنی قرب حق کے باب کے فتح کو طلب کرو اور اس میں کوشاں رہ تاکہ ایک روز حاصل ہو جاوے۔ آگے ایک حکایت لاتے ہیں کہ ایک شخص روز و شب دعا کیا کرتا تھا کہ یا الہی مجھے امیر کر دے۔ مگر مجھے کمانا نہ پڑے اسی طرح اس کو ایک مدت گزر گئی اتفاق سے ایک روز وہ بیٹھا ہوا تھا تو گھر میں ایک گائے گھس آئی اس نے اس کو ذبح کر لیا اور کھا گیا قاضی کے یہاں اس کا مقدمہ گیا۔ تفتیش ہوئی تو معلوم ہوا کہ وہ گائے اسی کی تھی اور اس کے باپ کا ایک غلام تھا اس نے اس کے باپ کو قتل کر کے اس کا مال سب چھین لیا تھا اور یہ مفلس رہ گیا تھا اسی مال میں سے خریدی ہوئی وہ گائے تھی تو دیکھو اس نے اور کچھ تو کیا نہیں مگر اس کو طلب تھی تو سب کچھ مل گیا یہ لگا رہا طلب کو چھوڑا نہیں بس اسی طرح تم لگ لپٹ کر کام کرو تو جویندہ یا بندہ بود کے مصداق ہو جاؤ گے۔ اب حکایت سنو۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح:۔ اچھا اب مضمون بالاک کی تائید کے لئے ایک قصہ سنو ایک شخص کو اس کے معشوق نے اپنے پاس بٹھلایا تو اس نے خط نکالا اور اس کو پڑھ کر سنانے لگا۔ اس خط کے اندر عشقیہ اشعار تھے اور بہت کچھ تعریف و توصیف تھی اپنی خشکی اور بیچارگی کا اظہار تھا بہت کچھ منت و سماجت تھی اور اپنے رونے پینے نالہ و فغاں رنج و الم کا بیان تھا اپنی ذلت اور اپنوں اور بیگانوں سے بے تعلقی ظاہر کی تھی اپنے زمانہ مفارقت کا بیان کیا تھا اور مصائب ہجر ذکر کئے تھے اپنے پیغاموں اور قاصدوں کا بھی ذکر کیا تھا غرض کہ رطب و یابس بہت کچھ تحریر کیا تھا۔ وہ یہ خط اپنے محبوب کے استمالت خاطر و جلب رحم کے لئے اس کو سنا رہا تھا۔ حتیٰ کہ یہ مضمون بہت لمبا ہو گیا اور بہت دیر ہو گئی اس پر اس معشوق نے دق ہو کر کہا کہ تم نے جو کچھ کیا اگر میرے لئے کیا تو میں تمہارے

پاس موجود ہوں اور تمہارا مدعا حاصل ہے پھر سمجھ میں نہیں آتا کہ تمہارا کیا مقصد ہے۔ وصل کی حالت میں اس خرافات کا اعادہ محض تضحیح اوقات ہے آپ ذرا غور تو کریں کہ میں آپ کے پاس موجود ہوں اور آپ خط پڑھ رہے ہیں۔ عاشقوں کی تو یہ باتیں نہیں ہوتیں۔ آپ کیسے عاشق ہیں۔ اس نے جواب دیا کہ بیشک آپ میرے سامنے تشریف فرما ہیں مگر پورے طور پر میرا مدعا حاصل نہیں کیونکہ گو اس وقت مجھے وصل حاصل ہے لیکن اس وصل میں میں آپ کی وہ دلفریبیاں اور دربانیاں ناز و انداز ادا نہیں اور غمزے نہیں دیکھتا۔ جو پارسال کے وصل میں تھیں۔ لہذا میں چاہتا ہوں کہ اس وقت بھی وہی باتیں ہوں جو اس وصل میں تھیں۔ تاکہ لذت تامہ حاصل ہو اور میرا مدعا پورے طور پر حاصل ہو۔ میں نے پارسال آپ کی خوبیوں سے بہت کچھ حظ حاصل کیا تھا اور ان سے آنکھوں کو اور دل کو بہت ہی محفوظ کیا تھا۔ لیکن میں ان خوبیوں کا سرچشمہ تو دیکھ رہا ہوں مگر وہ خوبیاں نہیں ہیں۔ نہیں معلوم وہ کیا ہوئیں۔ اور کس غارتگر نے انہیں کھو دیا۔ اس نے جواب دیا کہ بس معلوم ہوا کہ آپ کا معشوق میں نہیں ہوں۔ بلکہ کوئی اور شے ہے اور میرے ذریعہ سے اس مطلوب تک پہنچنا مقصود ہے۔ مگر میں کہہ دیتا ہوں کہ مجھ میں اور آپ کے مطلوب میں بہت بعد ہے میں اگر بلغار میں ہوں تو وہ قزو (شہر یا ملک) میں ہے بس میرے ذریعہ سے اس کو حاصل کرنا ناممکن ہے یعنی آپ بالعرض مجھ پر اور بالذات میری خوبی پر عاشق ہیں اور وہ آپ کی مطلوب خوبی میرے امکان سے باہر ہے اس لئے کہ آپ کو وہ ادا نہیں اور دلفریبیاں من حیث الذات مطلوب تھیں بلکہ من حیث کونہا ملذۃ و مطربہ مطلوب ہیں اور احوال عاشق مختلف ہوتے ہیں کبھی ایک ادا دلفریب ہوتی ہے اور کبھی دوسری اور حتیٰ کہ کبھی ظلم پسند ہوتا ہے اور رحم ناپسند اور وہ یوں کہتا ہے

محو جفا ستم کش الطاف کب ہو رحم اس کو میرے حال پہ آیا غضب ہوا

اور کبھی رحم پسند ہوتا ہے اور کہتا ہے۔

بیدم سا پڑا تھا کوئی اس کوچہ میں اس نے دروازہ پہ آجھانک کے دیکھا جو کہیں یہ

اس رحم کے صدقے وہیں گھبرا کے کہا ہاں جا کر کوئی دیکھو کہیں مومن تو نہیں یہ

کبھی اختلاط غیر کا احتمال بھی تکلیف دیتا ہے اور کہتا ہے

کیا خوش ہوں کوئی غیر میں گر نقش پانہ ہو وہ شوخ جانتا ہوں کہ ثابت قدم نہیں

اور کبھی اس کی طرف التفات کو عدم التفات کی علامت قرار دیکر اپنی طرف عدم التفات پر فخر کرتا ہے اور کہتا ہے

یاد سہوا سے اے غیر ہے لسیان عمدا یاد رکھ بھول گیا جس کو وہی یاد رہا

یہ اتار چڑھاؤ تو عاشق کی طبیعت کا ہے اب معشوق کی طرف دیکھو کہ اس کے بیساختہ پن اور تصنع میں بھی فرق ہوتا ہے کہ جو

بات اس کے بیساختہ پن میں ہے وہ تصنع میں نہیں۔ لہذا میں عرض داشت پر کوئی توجہ نہیں کر سکتا نیز جبکہ میں اور میرے احوال خاصہ

ہر دو آپ کے مطلوب ہیں گو جہتیں مختلف ہیں۔ پس میں آپ کا مطلوب تام نہ ہوا بلکہ جزو مطلوب ہوا۔ بلکہ آپ کے مطلوب کا گھر

ہوا۔ مطلوب نہ ہوا۔ اور آپ کا عشق مال پر ہوا صندوق پر نہ ہوا۔ کیونکہ معشوق کئی تر رکھنے والے کپڑے کی طرح نہیں ہوتا جس کی

ایک تہ مبداء اور دوسری منتہی ہوتی ہے۔ بلکہ وہ اکہرے کپڑے کی مثل ہوتا ہے کہ اس کا مبداء و منتہی خود وہی ہی ہوتا ہے یعنی معشوق

ذو جہتیں نہیں ہوتا کہ ظاہر میں خود مطلوب ہو اور باطن میں کچھ اور بلکہ اس کی حالت تو یہ ہوتی ہے کہ جب وہ مل جاوے تو طلب کا

خاتمہ ہو جاوے۔ اور ظاہر ابھی وہی مطلوب ہو۔ اور باطن ابھی وہی۔ اور آپ کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ مجھ میں یہ بات نہیں لہذا ثابت ہوا کہ میں آپ کا معشوق نہیں۔ اس مقام پر اتنی بات اور سمجھ لینی چاہئے کہ جب وہ عاشق محبوب کی اداؤں اور دلفریبیوں پر من حیث کونہا ملذذہ و مطربہ عاشق تھا تو درحقیقت وہ خود اپنے حال پر عاشق تھا۔ لہذا اس کے معشوق کے اندر تین تہیں تھیں۔ اول ذات محبوب دوسری احوال محبوب تیسری خود اپنے احوال معشوق نے تیسری تہ کو دوسری تہ میں مبدح کر دیا اور اس کی طرف۔

عاشقی تو بر من بر حالتے حالت اندر دست نبود اے فتنے

سے اشارہ کر دیا ہے اور ہم نے اس کی شرح میں اس پر تشبیہ بھی کر دی ہے اور اب اس کو تفریحاً بھی بیان کر دیا ہے۔ جب یہ امر واضح ہو گیا تو اب سنو مولانا فرماتے ہیں کہ جو حالت عشق مجازی میں اس عاشق کی تھی وہ حالت عشق الہی میں عارف کامل کی نہیں ہوتی۔ اور عارف کامل جس کو حاکم احوال کہنا چاہئے حال کا پابند نہیں ہوتا بلکہ زمانہ جو تغلیب احوال میں ید طولیٰ اور مہارت تامہ رکھتا ہے اس کا غلام ہوتا ہے اور اس پر حاکم ہو کر اس کے اندر تغیر نہیں پیدا کر سکتا اس کی یہ حالت ہوتی ہے کہ جب وہ گفتگو کرتا ہے تو حال کو حکم کرتا ہے اور مخاطبین پر فوراً ایک خاص حال طاری ہو جاتا ہے یا یوں کہو کہ جب وہ گفتگو کرتا ہے تو اس کے مناسب حال کو طاری ہو جانے کا حکم کرتا ہے اور وہ حال اس پر فوراً طاری ہو جاتا ہے اور جب وہ چاہتا ہے تو کندہ تا تراش لوگوں کو جو کہ جمادات سے مشابہ ہیں اور اس لئے سراسر جسم کہلانے کے مستحق ہیں آدمی بنا دیتا ہے اور ایسا کر دیتا ہے کہ گویا ان میں جسمانییت ہے ہی نہیں اور بالکل روح ہی روح ہے اور جو شخص پابند حال ہو اور حال کا طالب ہو کر منتظر بیٹھا ہو وہ منتہی نہیں بلکہ ناقص ہے اور عارف کامل خود تو کیا منتظر حال ہوتا اس کی تو یہ شان ہوتی ہے کہ وہ اپنے دست تصرف سے احوال ناقصہ کو احوال کاملہ بنا تا ہے اور جب ہاتھ ہلاتا ہے تو شراب باوجود یکہ مست کن ہے خود مست ہو جاتی ہے ہر چند کہ موت تلخ ہے لیکن اگر وہ چاہے تو اس کو شیریں اور مرغوب بنا دے اور خار و نشتر باوجود یکہ موذی ہیں مگر وہ چاہے تو زگس و نسرین کی طرح مفرح و منشط ہو جائیں وہ حال کا بادشاہ ہوتا ہے اور احوال اس کے تابع فرمان ہیں وہ اوروں کی طرح حال اور کشش سے محروم نہیں ہوتا اس لئے اس کا طالب و منتظر بھی نہیں ہوتا۔ جو لوگ پابند احوال اور اس کے طالب و منتظر ہوتے ہیں وہ انسانیت سے نہیں نکلے اور فانی الحق ہو کر صفات الہیہ کے ساتھ موصوف نہیں ہوئے۔ اس لئے کہ ان میں ابھی تک ایک صفت نقصان یعنی تغیر و تلون اور کبھی گھٹنا کبھی بڑھنا موجود ہے چنانچہ مثل مشہور ہے کہ صوفی ابن الوقت اور تابع حال ہوتا ہے سو یہ نہیں ناقص صوفیوں کی حالت ہے رہے وہ صوفی جو کہ ویرات بشریہ و ظلمات نفسانیہ سے پاک صاف ہیں سو وہ وقت حال سے بے فکر ہیں یہ تو احوال کے کیا پابند ہوئے احوال خود ان کی فکر و رائے کے پابند ہیں کہ جب تک یہ نہ چاہیں کوئی حال طاری نہیں ہو سکتا اور جب یہ چاہیں تو پھر رک نہیں سکتا۔ لہذا یہ کہنا صحیح ہے کہ وہ انہیں کے دم حیات بخش مثل دم مسیح کے بدولت زندہ ہیں۔ ہاں تو اس معشوق نے اپنے عاشق سے کہا کہ تو حال پر عاشق ہے مجھ پر عاشق نہیں۔ کیونکہ جب مجھ میں وہ حال موجود ہوتا ہے تو میں تجھے اچھا معلوم ہوتا ہوں اور تو میرا طالب ہوتا ہے اور جب نہیں ہوتا تو میں تجھے پسند نہیں آتا اور تو اس حال کے لئے بے چین ہوتا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ مجھ سے جو کچھ تعلق اور میری جو کچھ طلب ہے وہ بتوقع حال ہے اور اسی کی امید پر تو مجھے لپٹتا ہے معشوق کے اس بیان سے معلوم ہوا کہ کبھی وہ ناقص ہوتا ہے کبھی کامل کبھی اس میں دلیری کی صفت موجود ہوتی ہے کبھی نہیں کبھی وہ پسندیدہ ہوتا ہے کبھی ناپسندیدہ کبھی پانی کی طرح دل ٹھنڈا کرتا ہے اور مرغوب ہوتا ہے اور کبھی آگ کی طرح دل جلاتا اور قابل نفرت ہوتا ہے پس سمجھو کہ جو کبھی ناقص اور کبھی کامل ہو وہ فانی ہے معبود خلیل یعنی

مقصود طالب حق اور مطلوب اہل کمال نہیں اور جو پانی اور متغیر الاحوال ہو وہ دلبر اور اس قابل نہیں کہ اس کو محبوب بنایا جاوے چنانچہ حضرت خلیل اللہ فرماتے ہیں لا احب الا فلین اور جو کبھی پسندیدہ اور کبھی ناپسندیدہ ہو اور کبھی پانی کی طرح دل ٹھنڈا کرنے والا اور مرغوب ہو اور کبھی آگ کی طرح دل جلانے والا اور نامرغوب ہو وہ ماہ اور حسن ذاتی رکھنے والا نہیں بلکہ برج ماہ اور حسن عارضی رکھتا ہے وہ صورت بت ہے اور اپنے اندر صفت علم جو کمال ہے نہیں رکھتا پس ایسے کو مطلوب اور مقصود بنانا طالب حق کی ہرگز شایاں نہیں بلکہ مطلوب اس کو بنانا چاہئے جو اقوال و تغیر احوال بلکہ جملہ نقائص سے منزہ اور جمیع کمالات کے ساتھ موصوف ہو اور کبھی بھی ناپسند نہ ہو بلکہ ہمیشہ پسندیدہ ہو اور کبھی بھی نامرغوب نہ ہو بلکہ ہمیشہ مرغوب ہو۔ اب سمجھو کہ طالبان حق کی دو شانیں ہوتی ہیں بعض تو عاشق مجازی کی طرح خام ہوتے ہیں اور بعض پختہ چنانچہ صوفی طالب صفا چونکہ تابع وقت ہوتا ہے اس لئے وہ وقت و حال ہی کو مضبوط پکڑے ہوتا ہے اور اسی کو مقصود سمجھتا ہے یہ تو اس عاشق مجازی کی طرح خام اور ناقص ہے لیکن جو لوگ کدورات بشریہ و ظلمات نفسانیہ سے پاک ہوتے ہیں وہ عشق حق سبحانہ میں غرق ہوتے ہیں اور کسی کے تابع و پابند نہیں ہوتے بلکہ وہ اوقات و احوال سے بے فکر ہوتے ہیں۔ وہ اس نور میں غرق ہوتے ہیں جو کسی سے پیدا نہیں ہوا اور لم یلد ولم یولد شان حق سبحانہ ہے لہذا وہ نور حق سبحانہ میں مستغرق ہوتے ہیں پھر نبوت و وقت کا وہاں کیا گزر ہو سکتا ہے صنف اول کی طرح یہ حضرات خام نہیں ہوتے بلکہ یہ حضرات مخرجگان عشق ہیں پس اگر تم میں حیات موجود ہے اور ادراک و احساس رکھتے ہو اور جمادات کی طرح بے حس نہیں ہو تو ایسا عشق اختیار کرو اور اگر عاشق مجازی یا پہلی قسم کے عاشق خدا بنے تو یاد رکھو کہ اوقات مختلفہ کی غلامی کرنی پڑے گی اور ہر وقت اور ہر حال تم پر جداگانہ حکومت کرے گا اور تم اس ست خصمی ملازمت سے ہمیشہ پریشان رہو گے پس تم کو چاہئے کہ وحدہ لا شریک کے ہو اور اس میں سکون ہی سکون ہے پریشانی کا نام نہیں تو اپنی بھلائی برائی پر نظر نہ کرنا اور یہ نہ خیال کرنا کہ میرا کیا منہ ہے کہ میں طالب حق سبحانہ بنوں بلکہ تو یہ دیکھنا کہ یہ دولت عشق الہی کیسی عجیب ہے اور مطلوب کیسا پاکیزہ اور کس قدر دلربا ہے۔

عابد فریب شوخی و رغبت نزا نگاہ میں کیا کسی سے صبر تجھے دیکھ کر نہ ہو

خبردار تو یہ نہ دیکھنا کہ میں مفلس و قلاش ہوں یا ضعیف و ناتواں ہوں بلکہ تو اپنی ہمت عالی پر نظر کرنا جو تجھ کو اس طلب کے لئے عطا ہوئی ہے اور خواہ تیری کچھ نہ حالت کیوں نہ ہو طلب کرتے رہنا تو پیاسا ہے پس تو ہمیشہ پانی کو طلب کرتے رہنا اور یہ خیال بھی نہ کرنا کہ مجھے پانی نہ ملے گا اس لئے کہ ہونٹوں کی خشکی اور تیری طلب کہہ رہی ہے کہ تیرے ہونٹوں کی رسائی پانی کے چشمہ تک ہوگی اور تو کبھی نہ کبھی دیر یا سویر وصال مطلوب سے کامیاب ہوگا کیونکہ یہ تیرے ہونٹوں کی خشکی اور تیری طلب پانی (حق سبحانہ) کی طرف سے تیرے لئے اس امر کا پیغام اور مرثدہ ہے کہ یہ تیری بے چینی ایک روز تجھے ہم تک پہنچا کے رہے گی کیونکہ یہ طلب ہی ایک مبارک حرکت ہے اور راہ حق میں یہ طلب ہی تمام رکاوٹوں کو دور کرنے والی ہے۔ یہ طلب تیرے مقاصد کی کنجی ہے اور یہی تیری فتح کے لئے فوج اور جھنڈے ہیں تو اس خشکی اور طلب کو ایسا سمجھنا جیسا رات کو مرغ کی اذان کہ وہ صبح کی آمد کا اعلان ہوتا ہے مانا کہ تیرے پاس سامان طلب نہیں مگر تو پریشان نہ ہو بلکہ طلب کئے جا حق سبحانہ کے راستہ کو طے کرنے کے لئے سامان سفر کی ضرورت نہیں۔

داد حق را قابلیت شرط نیست بلکہ شرط قابلیت داد اوست

اور بھی تجھ سے کچھ نہیں ہو سکتا تو اتنا ہی کرتا کہ جس کو تو اس راہ کا طالب دیکھے اس کا رفیق بن جا اور اپنے کو اس کے حوالہ کر دے کیونکہ خر بوزہ کو دیکھ کر خر بوزہ رنگ پکڑتا ہے ان طالبین کے زیر سایہ تو بھی طالب ہو جاوے گا۔ اور ان غالبین نفس و شیطان

کے سایہ میں رہ کر تو بھی غالب ہو جاوے گا۔ یاد رکھ کہ اگر کوئی چیونٹی سلیمان کو تلاش کرے تو اس کو نظر حقارت سے نہ دیکھنا چاہئے۔ بلکہ اس کی عالی ہمتی کی داد دینا چاہئے۔ پس تو اپنی طلب کو بھی اس چیونٹی کی طلب کے مشابہ سمجھ کر حقیر نہ سمجھنا اس لئے کہ طلب بڑی چیز ہے دیکھ تو سہی جو کچھ دولت یا ہنر تیرے پاس اس وقت موجود ہے ان سے پہلے کیا تھا۔ طلب اور خیال ہی تو تھا اسی طلب اور خیال کی برکت ہے کہ آج تو دولت مند اور صاحب کمال بنا بیٹھا ہے پس تو طلب کو حقیر سمجھ کر چھوڑ نہ بیٹھنا اور یہ نہ سمجھنا کہ جو کچھ ملنا ہوگا خود ہی مل رہے گا۔ کیونکہ بے طلب کے کسی کو خزانہ مل جانا شاذ و نادر ہوتا ہے ظاہر تو یہ ہے کہ طلب نہ ہونے کی صورت میں دولت سے تو محرومی لازمی ہی طلب دولت سے محرومی کا اور اضافہ ہو جائے گا۔ طلب کو فضول سمجھنا سراسر حماقت ہے۔ کیونکہ من جد وجد جو طلب کرتا ہے تو جبکہ وہ اس میں سرگرم ہوتا ہے اس کو ملتا بھی ضرور ہے۔ پس جب تم طالب بن جاؤ گے تو مطلوب تمہارے لئے ضرور آسان ہو جاوے گا اور ایک روز مل بھی جاوے گا۔ لہذا کسی وقت بھی تم کو بے طلب نہ رہنا چاہئے اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ مطلوب تم کو مل جاوے گا کیونکہ ہم پہلے کہہ چکے ہیں کہ کوئی شخص کسی مطلوب کو ڈھونڈتا ہے تو جبکہ وہ اس کام میں سرگرم ہو بالآخر اس کو مل ہی جاتا ہے پس ہمت نہ ہارو اور طلب میں چست ہو کر فائز المرام بنو خلاصہ یہ ہے کہ طلب کرو اتنا تو ہم جانتے ہیں باقی ٹھیک بات کو خدا ہی زیادہ جانتا ہے اب ہم ایک قصہ سناتے ہیں جس سے تم کو طلب اور دعا کا ثمرہ اور نتیجہ ظاہر ہو۔

شرح شبیری

حکایت اس شخص کی کہ داؤد علیہ السلام کے زمانہ میں رات دن یہ دعا کیا کرتا تھا کہ اے اللہ مجھے حلال روزی بے رنج و کسب کے عنایت فرما

آن کیے در عہد داؤد نب	نزد ہر دانا و پیش ہر عجبی
ایک شخص داؤد نبی کے زمانے میں	ہر عقلمند کے پاس اور ہر غمی کے سامنے
این دعاے کرد دائم کاے خدا	ثروتے بے رنج روزی کن مرا
ہیشہ یہ دعا کرتا تھا کہ اے خدا	بغیر محنت کے مجھے مالداری عطا فرما دے

یعنی ایک شخص حضرت داؤد نبی کے زمانہ میں ہر دانا اور ہر نادان کے سامنے یہ دعا کیا کرتا تھا کہ اے خدا مجھے بے محنت کے امیری عنایت فرما دے اور کہا کرتا تھا کہ۔

چون مرا تو آفریدی کاہلے	زخم خوارے سست جنبلے منبلے
جبکہ تو نے مجھے کال پیدا فرمایا ہے	(اور) مار کھانے والا کمزور پہلو والا ناکارہ

یعنی جبکہ آپ نے مجھے کال اور زخم خوار اور سست اور بے حس پیدا فرمایا ہے۔

برخران پشت ریش نامراد	بار اسپان و اشتران نتوان نہاد
نامراد زخمی کمر گدھوں پر	گھوڑوں اور اونٹوں کا بوجھ نہیں لادا جا سکتا

یعنی زخمی کمر والے گدھوں نامراد پر گھوڑوں اور اونٹوں کا بوجھ نہیں رکھ سکتے ہیں۔

کاہلم چون آفریدی ای ملی	روزیم وہ ہم زراہ کاہلی
اے بے نیاز جبکہ تو نے مجھے کاہل پیدا فرمایا ہے	مجھے روزی بھی کاہلی کے راستہ سے عطا فرما

یعنی اے معنی جبکہ تو نے مجھے کاہل پیدا کیا ہے تو کاہلی ہی کی راہ سے مجھے روزی بھی عنایت فرما۔

کاہلم من سایہ حشم در وجود	حفتم اندر سایہ افضال وجود
میں کاہل ' زندگی بھر سایہ میں سویا ہوں	مہربانوں اور سخاوت کے سایہ میں سویا ہوں

یعنی میں کاہل ہوں اور زندگی میں سایہ میں سونے والا ہوں (یعنی آرام طلب ہوں) تو اب میں آپ کے افضال وجود کے سایہ میں سوتا ہوں۔

کاہلان و سایہ چسپاں را مگر	روزی بنوشتہ نوح دگر
کاہلوں اور سایہ میں سونے والوں کے لئے شاید	تو نے دوسری ہی طرح کی روزی مقدر کی ہے

یعنی کاہلوں اور آرام طلبوں کے لئے شاید آپ نے کسی دوسری طرح روزی دینا رکھا ہوگا (بس اسی طرح مجھے بھی عنایت فرما)

ہر کرا پالیست جوید روزیے	ہر کرا پانیست کن دل سوزیے
جس کے پاؤں ہیں وہ روزی تلاش کرتا ہے	جس کے پاؤں نہیں ہیں اس پر دم فرما

یعنی جس کے پاؤں ہیں وہ تو روزی کو تلاش کرتا ہے اور جس کے پاؤں نہیں اس کی آپ دلسوزی کیجئے۔

رزق را میران بسوئے آل حزمین	ابر را باران بسوئے ہر زمین
اس ممکن کی طرف روزی بھیج	ہر زمین کی جانب ابر کو پہنچا

یعنی اس کاہل ممکن کی طرف آپ رزق کو چلائیے اور ابر کو ہر زمین کی طرف برسائیے (اس لئے کہ یہ خود کچھ نہیں کر سکتے۔ آگے مثالیں ہیں کہ)

چون زمین را پانہاشد جود تو	ابر را راند بسوئے اود و تو
چونکہ زمین کے پاؤں نہیں ہیں تیری سخاوت	ابر کو نہ یہ نہ اس کی طرف لے جاتی ہے

یعنی جبکہ زمین کے پاؤں نہیں ہوتے تو تیرا جود ابر کو اس کی طرف مکرر چلاتا ہے۔

طفل را چون پانہاشد مادرش	آید و ریزد وظیفہ بر سرش
بچے کے چونکہ پاؤں نہیں ہوتے (اس لئے) اس کی ماں	آتی ہے اور غذا اس کے سر پر بہاتی ہے

یعنی طفل کے جب پاؤں نہیں ہوتے تو اس کی ماں آتی ہے اور خوراک اس کے سر پر ڈال دیتی ہے یعنی خود اس کو دودھ آ کر پلاتی ہے۔ بس اسی طرح مجھے بھی آپ بلا میری کوشش کے دیجئے۔

روزی خواہم بناگہ بے تعب	کہ ندارم من ز کوشش جز طلب
بغیر محنت کے اپنا یک روزی چاہتا ہوں	اس لئے کہ سوائے طلب کے میرے پاس اور کوئی کوشش نہیں ہے

یعنی میں روزی کا (اکٹھے) ایک دم سے بے تعب کے طالب ہوں کہ میں کوشش سے سوائے طلب کے اور کچھ نہیں رکھتا
یعنی طلب تو ہے باقی اور کسب وغیرہ کر نہیں سکتا۔

مدتے بسیار میگرد این دعا	روز تا شب شب ہمہ شب تا صبح
بہت مدت تک یہ دعا کرتا رہا	دن سے رات تک تمام رات (بلکہ) چاشت کے وقت تک

یعنی ایک مدت کثیر تک وہ یہ دعا کرتا تھا دن سے رات تک اور ساری رات چاشت تک۔

خلق می خندید بر گفتار او	بر طمع خامے و بر پیکار او
اس کی باتوں پر لوگ ہنستے تھے	اس کے بیکار لالچ اور اس کی ہٹ پر

یعنی مخلوق اس کی بات پر ہنستی تھی اور اس کی خام مضمی پر اور اس کے اس اصرار پر۔

کہ چه میگوید عجب این سست ریش	یا کسے دادست بنگ بیہشیش
کہ تعجب ہے یہ یہوقوف کیا کہتا ہے؟	کیا کسی نے اس کو بے ہوشی کی بھگ پلا دی ہے

یعنی کہ یہ مسخرہ کیا عجب بات کہتا ہے یا اس کو کسی نے بیہوشی کی دوا دیدی ہے۔

راہ روزی کسب و رنج است و تعب	ہرگز این نادر نشد و رشد عجب
روزی کا راستہ کماتا' تکلیف برداشت کرنا اور ٹھکانا ہے	یہ انوکھی بات کبھی نہیں ہوئی اور اگر ہو تو تعجب ہے

یعنی روزی کی راہ تو کسب ہے اور رنج و تعب ہے اور یہ (جو یہ کہتا ہے یہ) نادر تو ہوا نہیں اور اگر ہوا ہو تو عجب ہے یعنی اگر ہوا

ہے تو نادر آہو گیا مگر اس کو کہاں سے مل جاوے گا۔

ہر کسے را پیشہ داد و طلب	از رہ کسب و طلب باریج و تب
اللہ نے ہر ایک کو ایک پیشہ اور طلب دی	کمانی اور ٹھکن سرگرمی اور تکلیف کے راستہ سے

یعنی حق تعالیٰ نے ہر ایک کو ایک پیشہ اور (ذریعہ) طلب راہ کسب اور طلب سے رنج و تب کے ساتھ دیا ہے۔ مطلب یہ کہ

جس کو ملتا ہے سب کو کمانے سے اور کوشش کرنے سے ہی ملتا ہے۔

اطلبوا الارزاق من اسبابہا	وادخلوا الاوطان من ابوابہا
رزقوں کو ان کے اسباب سے طلب کرو	وطنوں میں ان کے دروازوں سے داخل ہو

یعنی رزقوں کو اس کے اسباب سے طلب کرو اور گھروں میں ان کے دروازوں سے داخل ہو۔ دوسرے مصرعہ کا مضمون تو قرآن

شریف سے ثابت ہے اور اول مصرعہ دوسری اولہ سے ظاہر و باہر ہے کہ حق تعالیٰ نے تمام دنیا کے کارخانہ کو اسباب ہی پر رکھا ہے اگر چہ ان کی قدرت سب کچھ ہے مگر پھر بھی اسباب ہی سے کام چلتا ہے اور یہ کہتے تھے کہ۔

شاہ و سلطان و رسول حق کنوں	ہست داؤڈ نبے زوفنون
شاہ اور سلطان اور اللہ کے رسول اب	صاحب ہنر داؤد نبی ہیں

یعنی بادشاہ اور سلطان اور رسول حق کہ اب یہ داؤد نبی ذوفنون ہیں۔

ہست در فرمان او از وحش و طیر	در ہمہ روئے زمین اور است سیر
وحش چالور اور پردے ان کے حکم میں ہیں	تمام روئے زمین پر ان کا دورہ ہے

یعنی ان کے حکم میں وحش و طیر سب ہیں اور تمام روئے زمین میں ان کو سیر (حاصل) ہے۔

باچنان عزے و نازے کا ندر وست	کہ گزید سسش عنائہ تہائے دوست
اس عزت اور ناز کے باوجود جو ان میں ہے	کہ ان کو دوست (خدا) کی عنایتوں نے منتخب کر لیا ہے

یعنی باوجود ایسی عزت و ناز کے جو کہ ان میں ہے کہ ان کو عنایت تہائے حق نے برگزیدہ فرمایا ہے۔

معجزاتش بے شمار و بے عدد	موج بخشایش مدد اندر مدد
ان کے معجزے بے شمار اور ان کثرت	ان پر بخشش کی موجیں بے در پے (ہیں)

یعنی ان کے معجزے بے شمار اور بے عدد ہیں اور ان کی بخشش کی موج زیادتی اندر زیادتی ہے۔

پچکس را خود ز آدم تا کنون	کے بدست آواز ہچون ارغنون
کسی شخص کی آدم سے اب تک	آواز ارغنون (ہاجا) کی طرح کب ہوئی ہے؟

یعنی آدم علیہ السلام سے اس وقت تک کسی شخص کے لئے ایسی ارغنون کی طرح آواز کب ہوتی ہے ارغنون ایک باوجہ کا نام ہے مطلب یہ کہ ایسی نفیس آواز اور کس کو میسر ہے۔

کہ بہر وعظے بمیر اند دو لیست	آدمے را صوت خوبش کردہ نیست
کہ ہر وعظہ میں وہ دو سو کو مار ڈالتے	انسان کو ان کی حسین آواز کا کر دیتی

یعنی کہ ہر وعظہ میں دو سو کو مار دیتے ہیں ان کی آواز خوب نے آدمیوں کو نیست کر دیا ہے۔

شیر و آہو جمع کردد آن زمان	سوئے تذکیرش مغفل این ازان
اس وقت شیر اور ہرن جمع وہ جاتے	ان کے وعظہ میں (اور) یہ اس سے غافل

یعنی اس وقت شیر اور ہرن ان کے وعظہ کی طرف جمع ہوتے ہیں اور ایک دوسرے سے غافل ہوتا ہے یعنی آپس میں کوئی کسی کو گزند نہیں پہنچا سکتا اس لئے کہ ان کی آواز کون کسب مست ہو جاتے ہیں۔

کوہ و صحرا ہم رسائل بادش	ہر دو اندر وقت دعوت محرمش
پہاڑ اور جگہ بھی ان کی آواز کے ہم آواز تھے	دونوں دعوت دینے کے وقت ان کے ہمراز تھے

یعنی پہاڑ اور جانوران کی آواز کے ساتھ ہم آواز ہیں اور دونوں بلانے کے وقت ان کے محرم ہیں۔

این دو صد چندان مرا اورا معجزات	نور رویش بے جہات و در جہات
یہ اور ایسے سینکڑوں معجزے ان کے تھے	ان کے چہرے کا نور بے جہت اور تمام جہتوں میں تھا

یعنی اس سے دو سو چند ان کے معجزات اور نور رخ ان کا بے جہت تمام عالم میں ہے۔

باہمہ تمکین خدا روزی او	کردہ باشد بستہ اندر جستجو
تمام عزتوں کے باوجود اللہ (تعالیٰ) نے ان کی روزی	جستجو کے ساتھ وابستہ کی تھی

یعنی باوجود اس عزت کے حق تعالیٰ نے ان کی روزی کو جستجو میں ہی باندھ دیا ہے۔

بے زرہ بانی و رنج روزیش	مے نیاید باہمہ فیروزیش
زرہ بنانے اور تکلیف اٹھانے کے بغیر ان کی روزی	باوجود تمام نیک بختیوں کے حاصل نہیں ہوتی تھی

یعنی بے زرہ بانی کے اور رنج روزی ان کی نہیں آتی ہے باوجود اس بزرگی کے (جب یہ حالت ہے تو پھر)

آتچنین مخذول و واپس ماندہ	خانہ کندہ دون و گردون راندہ
ایسا ذلیل اور پھڑا ہوا	خانہ دیران کینہ اور آسمان کا پھٹکارا ہوا

یعنی ایسا ذلیل اور واپس ماندہ اور خانہ خراب اور کینہ اور گردوں کا نکالا ہوا۔

آتچنین مدبر ہمی خواہد کہ او	کنج یابد تارود پایش فرو
ایسا بد بخت بھی چاہتا ہے کہ وہ	خزانہ پانے یہاں تک کہ اس میں اس کا پاؤں دھسنے

یعنی یہ ایسا بد بخت چاہتا ہے کہ وہ اتنا خزانہ پاوے کہ اس کا پاؤں اس میں دھسن جاوے۔

ز احمقی خواہد کہ بے رجپیش زود	بے تجارت پر کند دامن زسود
حماقت کی وجہ سے چاہتا ہے کہ بغیر تکلیف کے فوراً	(اور) بغیر کاروبار کے نفع سے دامن بھر لے

یعنی احمقی کی وجہ سے چاہتا ہے کہ بلا کسی تکلیف کے جلدی سے بے تجارت کے دامن نفع سے بھر لے۔

آتچنین گچے نیامد در جہاں	کہ بر آید بر فلک بے نرد باں
ایسا کوئی احمق دنیا میں نہیں ہوا (جو یہ کہے)	کہ میں آسمان پر بغیر سیڑھی کے چڑھوں گا

یعنی ایسا کوئی احمق دنیا میں نہیں آیا کہ آسمان پر بے زینہ کے چڑھتا ہے۔

ایں ہمی گفتش بہ سخر نک بگیر	کہ رسیدت روزی و آمد بشیر
(کوئی) اس سے مذاق میں کہتا 'یہ لے لے	کہ تیری روزی آگئی اور خوشخبری دینے والا آ گیا

یعنی کوئی اس سے مسخرہ پن سے یہ کہتا کہ لے تیری روزی پہنچ گئی اور خوشخبری دینے والا آ گیا۔

واں ہمی خندید مارا ہم بدہ	زانچہ یا بے ہدیہ اے سالارودہ
کوئی ہنستا کہ ہمیں بھی دینا	اے چودھری! اس عطیہ میں سے جو تجھے ملے

یعنی اور وہ دوسرا ہنستا کہ چودھری جی جو ہدیہ تم پاؤ گے ہمیں بھی دینا۔

او ازیں تشبیح مردم دین فسوس	کم نے کرد از دعا و چاپوس
وہ لوگوں کی اس طعنہ زنی اور ملامت سے	دعا اور خوشامد میں کمی نہ کرتا تھا

یعنی وہ لوگوں کے تشبیح سے اور مسخرہ پن سے دعا اور تضرع کم نہ کرتا تھا۔

تا کہ شد در شہر معروف شہیر	کوز انبان تھی جوید پنیر
یہاں تک کہ وہ شہر میں معروف اور مشہور ہو گیا	کہ وہ خالی تیلے میں پنیر تلاش کرتا ہے

یعنی یہاں تک کہ وہ شہر میں معروف و مشہور ہو گیا کہ وہ خالی تھیلی میں سے پنیر کو تلاش کرتا ہے یعنی بے کمائے ہوئے صرف دعا سے مال و دولت چاہتا ہے۔

شد مثل در خام طمعی آن گدا	او ازیں خواہش نے آمد جدا
وہ فقیر بیکار لالچ میں صرف المثل بن گیا	(لیکن) وہ اس خواہش سے جدا نہ ہوا

یعنی وہ گدا خام طمعی میں ضرب المثل ہو گیا مگر وہ اس خواہش سے جدا نہ ہوتا تھا۔

کم کمی کرد از دعاء و ابتهال	کرد اجابت مستعان ذوالجلال
اس نے دعا اور ذاری ختم نہ کی	اللہ (تعالیٰ) مستعان اور ذوالجلال نے اس کی دعا قبول کر لی

یعنی اس نے دعا اور تضرع میں کمی نہ کی تو مستعان ذوالجلال نے (اس کی دعا) قبول فرمائی۔ مولانا فرماتے ہیں کہ یعنی خواہ سست ہو اور خواہ چالاک ہو آخر کار طالب پانے والا ہوتا ہے مطلب یہ کہ طالب ہونا چاہئے چاہے طلب کم ہو یا زیادہ مقصود ہر صورت میں حاصل ہو ہی جاتا ہے اب آگے ذرا سنئے کہ اس شخص کی دعا کس لطف کے ساتھ قبول ہوئی ہے۔ اس الحاج سے دعا کرنے والے کے گھر میں ایک گائے کا گھس آنا اور فرمایا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ حق تعالیٰ دعا میں الحاج کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے اس لئے کہ الحاج عین مرضی حق ہے اور دعا کر نیوالے کیلئے اس دعا سے جو کہ وہ کر رہا ہے الحاج بہتر ہے یہ مضمون اس سرخی کا حدیث میں موجود ہے اور چونکہ اس شخص نے دعا الحاج سے کی تھی اس لئے اس مناسبت سے مولانا نے اس حدیث کو سرخی میں بیان فرما دیا ہے آگے قصہ فرماتے ہیں کہ۔

تا کہ روزے ناگہان در چاشتگاہ	این دعا میکرد بازاری و آہ
یہاں تک کہ ایک دن چاشت کے وقت اچانک	وہ یہ دعا زاری اور آہ کے ساتھ کر رہا تھا

یعنی یہاں تک ایک روز چاشت کے وقت وہ زاری و آہ کے ساتھ دعا کر رہا تھا۔

ناگہان درخانہ اش گاوی دوید	شاخ زد بشکست در بند و کلید
اچانک اس کے گھر میں ایک گائے دوڑ آئی	اس نے سینگ مارا کتبی اور کھٹا توڑ ڈالا

یعنی ناگاہ اس کے گھر میں ایک گائے گھسی۔ اور اس نے سینگ مار کر کنڈی وغیرہ توڑ دی (مثل مشہور ہے کہ گرنستانی بستم میرسد۔ بس اسی طرح یہ گائے بھی کنڈی وغیرہ توڑ کر گھس آئی۔ کہ گرنستانی بستم میرسد)

گاؤ گستاخ اندران خانہ بجست	مرد برجست و قوائمہاش بست
گائے بے ہاکی سے گھر میں گھس آئی	(وہ) شخص لپکا اور اس نے اس کے پاؤں باندھ دیئے

یعنی گائے گستاخانہ گھر میں گھس آئی تو وہ آدمی (معہ گھر والوں کے) اٹھا اور اس کے پاؤں باندھ لئے۔

پس گلوئے گاؤ بربید آن زمان	بے توقف بے تامل بے امان
فورا گائے کو ذبح کر دیا	بغیر توقف بے تامل اس نے دیئے بغیر

یعنی پھر اس نے اسی وقت گائے کا گلا کاٹ دیا بلا کسی توقف و تامل کے اور بے امان کے۔

چون سرش بربید شد سوائے قصاب	تا اہابش بر کند در دم شتاب
جب اس کو ذبح کر دیا قصاب کے پاس گیا	تاکہ وہ فورا اس کی کھال اتار دے

یعنی جب اس کا سر کاٹ لیا تو قصاب کی طرف چلا تا کہ فوراً جلدی سے اس کی کھال نکال دے۔ آگے مولانا اس مضمون سے انتقال دوسری طرف فرماتے ہیں چونکہ اس شخص کے دل میں ایک تقاضا پیدا ہوا کہ بے مشقت کے امیری مل جاوے تو اس کو حق تعالیٰ نے اس کے لئے آسان فرما دیا۔ لہذا مولانا بھی آگے دعا فرماتے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ یا الہی جب آپ نے ہم کو احکام فرمائے ہیں جن کا کہ اندر سے تقاضا پیدا ہوتا ہے کہ ان سارے احکام کی تعمیل ہو جاوے تو اچھا ہے تو یا تو اس شخص کی طرح ہمارے لئے بھی اس کو سہل فرما دیجئے اور توفیق عمل کی دیجئے ورنہ پھر اس تقاضے کو ہم پر سے اٹھائیے۔ اب سمجھ لو کہ فرماتے ہیں کہ۔

شرح صلیبی

ترجمہ و شرح:۔ داؤد علیہ السلام کے زمانہ میں ایک شخص ہر سمجھدار اور بے سمجھ کے سامنے ہمیشہ یہ دعا کرتا تھا کہ اے اللہ جب تو نے مجھے کاہل پیدا کیا ہے اور پڑا پڑا کھانے والا۔ اور کم حرکت کرنے والا اور کاہل بنایا ہے تو تو مجھے بے مشقت دولت عنایت فرما۔ کمر لگے ہوئے نامراد گدھوں پر گھوڑوں اور اونٹوں کا بوجھ نہیں لادا جا سکتا ہے پس جبکہ تو نے مجھے کاہل پیدا کیا ہے تو مجھ پر کسب کی مشقت کا بار نہ ڈال اور کاہلی ہی کے ذریعہ سے مجھے روزی عطا کر۔ میں کاہل ہوں اور جب سے پیدا ہوا ہوں سایہ ہی میں سوتا ہوں۔ محنت کے لئے کبھی دھوپ میں نہیں نکلا اور اب تک تیرے احسان وجود ہی کے سایہ میں سویا کیا۔ کبھی مشقت و محنت برداشت نہیں کی مگر روزی ملا کی معلوم ہوتا ہے کہ کاہلوں اور سایہ میں سونے والوں کے لئے تو نے روزی کا ذریعہ کسب کے علاوہ کوئی اور مقرر کیا ہے۔ پس جن کے پاؤں ہیں وہ تو اپنی روزی اسی طریقہ سے طلب کرتے ہیں جو ان کے لئے مقرر ہے یعنی محنت و مشقت کرتے ہیں اور جس کے پاؤں نہیں وہ ایسا نہیں کر سکتا لہذا تو اس پر رحم کر اور اس کسب کے علاوہ دوسری طرح سے روزی پہنچا اور اپنے باران کرم کو ہی زمین تک محدود نہ رکھ۔ بلکہ مجھ کو بھی اس سے متمتع کر کہ میں بھی زمین ہی کی طرح بے دست و پا ہوں آپ کا قاعدہ ہے کہ زمین کے پاؤں یعنی قدرت علی الکسب نہ ہونے کے سبب اپنے کرم سے ابر کو اس کی طرف جھکاتے اور چلاتے ہیں

نیز بچہ چونکہ پاؤں یعنی قدرت علی الاکتساب نہیں رکھتا اس لئے آپ کے حکم سے ماں خود آ کر اس کی مقررہ غذا اس کو دیتی ہے بس اسی طرح میں بھی چاہتا ہوں کہ مجھے بھی اچانک اور بے مشقت کہیں سے دولت مل جاوے کیونکہ میرے پاس طلب کے سوا کوئی اور کوشش نہیں ایک عرصہ تک وہ یہی دعا کرتا رہا۔ صبح سے شام تک شام سے صبح تک اور صبح سے دوپہر تک اس کا یہی کام تھا۔ لوگ اس کی اس دعا پر اور طمع خام اور رزق سے مخالفت یعنی اس کو طلب نہ کرنے پر ہنستے تھے اور کہتے تھے کہ دیکھو تو یہ احمق بک کیا رہا ہے۔ کسی نے اس کو بھنگ پلا کر بیہوش تو نہیں کر دیا ہے۔ روزی حاصل کرنے کا طریقہ تو کمانا اور محنت و مشقت کرنا ہی ہے۔ ایسا تو کبھی بھی نہیں ہوا جس طرح یہ مانگتا ہے اور اگر ہوا ہو تو نہایت ہی تعجب خیز بات ہے۔ ہر شخص کو اس نے ہنر عطا کیا ہے اور غم اور بیماری کے باوجود بھی کمانے اور مشقت اٹھانے کے ذریعہ سے طلب کرنا بتایا ہے۔ اور یہ کہا کہ رزق کو سبب سے تلاش کرو اور گھروں میں دروازے سے جاؤ دیکھ لو اس وقت داؤد علیہ السلام ہیں وہ بادشاہ بھی ہیں اور رسول بھی وحوش و طیور ان کے تابع فرمان ہیں اور تمام زمین پر گھوم سکتے ہیں ان کو یہ عزت اور ناز حاصل ہے کہ حق سبحانہ نے ان کو اپنے افضال و انعامات بے حد کے ذریعہ سے اپنا مقرب بنایا ہے۔ معجزات ان کے بی شمار اور بے گنتی ہیں اور حق سبحانہ کے دریائے کرم کی موجیں ان تک برابر پہنچ رہی ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام کے زمانہ سے لے کر اب تک کسی کو بھی ایسی پاکیزہ آواز نصیب نہیں ہوئی کیونکہ ہر وعظ میں اپنی خوش آوازی سے دو سو آدمیوں کو مار ڈالتے ہیں۔ اور آدمی اس عمدہ آواز کو سن کر جان دیدیتے ہیں ان کے وعظ میں شیر اور ہرن جمع ہو جاتے ہیں اور اتنے مست ہوتے ہیں کہ ایک کو ایک کی خبر نہیں ہوتی۔ پہاڑ اور پرندے ان کی بات کا جواب دیتے ہیں اور جب وہ ان کو بلا تے ہیں تو وہ ان سے آشنا ہوتے ہیں یہ بھی معجزات ہیں اور ان کے علاوہ اور سینکڑوں معجزے ہیں ان کے منہ کا نور بظاہر جہات میں ہے مگر فی الحقیقت بے جہات ہے کیونکہ وہ نور حق سبحانہ ہے جو جہات سے منزہ ہے اس قدر عزت و ناز اور اس قدر شوکت و قدرت کے باوجود بھی حق سبحانہ نے ان کی روزی کا وسیلہ طلب اور جدوجہد کو ہی قرار دیا ہے وہ باوجود اس خوش اقبالی کے بھی بدوں روزی کے لئے تکلیف اٹھائے اور بغیر زرہ پہنے روزی نہیں پاتے اور یہ ایسا مطرود و مردود خانہ خراب ذلیل منحوس و بد بخت ہو کر چاہتا ہے کہ اس کو خزانہ مل جاوے کہ اس کے پاؤں اس میں دھنس جائیں وہ اپنی حماقت سے چاہتا ہے کہ بلا کسی زحمت اور بلا کسی تجارت کے جلدی سے نفع سے پلہ بھر لے۔ اس طرح تو خزانہ دنیا میں کسی کو بھی نہیں ملتا۔ بھلا بتلاؤ تو کون ہے جو آسمان پر بغیر سیڑھی کے چڑھ جاوے جب کوئی نہیں بلکہ ہر ایک کو سیڑھی اور سبب کی ضرورت ہے تو یہ ایسا کہاں کا ہے کہ اس کو حصول دولت کے لئے سبب کی ضرورت نہیں کوئی اس سے مسخرہ پن کرتا تھا اور کہتا تھا کہ لے مبارک تیری روزی آگئی اور تیرا خوشخبری دینے والا آ گیا۔ لے روپیہ۔ دوسرا بتانے کو کہتا تھا کہ لیجئے اب تو آپ کے گاؤں کے رئیس اور سردار ہو گئے جو کچھ آپ کو ملا ہے اس میں سے ہم کو بھی دلو ایسے غرض لوگ اسی قسم کی باتیں کرتے تھے مگر وہ ان بددینوں کی طعن تشنیع کے سبب دعا و الحاج میں کمی نہ کرتا تھا۔ یہاں تک کہ یہ بات تمام شہر میں مشہور ہو گئی کہ فلاں شخص سعی لا حاصل میں مصروف ہے کہ وہ خالی تو شہ دان میں سے پیسہ تلاش کرتا ہے اور وہ فقیر اتنا مشہور ہوا کہ طمع خام میں ضرب المثل ہو گیا لیکن وہ اپنی اس خواہش کو نہیں چھوڑتا تھا اور دعا و گریہ و زاری میں کمی نہ کرتا تھا۔ بلا آخر حق سبحانہ نے اس کی دعا قبول فرمائی۔ کیوں نہ ہو خواہ کوئی کامل ہو خواہ چست و چالاک جب پوری کوشش کے ساتھ کسی شے کو ڈھونڈتا ہے تو وہ مل ہی جاتی ہے اس قبولیت دعا کا اثر یوں ظاہر ہوا کہ ایک روز دوپہر کے وقت بیٹھا ہوا آہ وزاری کے ساتھ دعا کر رہا تھا کہ اچانک اس کے گھر میں ایک گائے دوڑ کر گھس گئی اور سینک مار کر اس نے گواڑ اور زنجیر کنڈا سب توڑ دیا جوں ہی گائے اندر گھسی ہے

اس نے فوراً اٹھ کر اس کے ہاتھ پاؤں باندھ دیئے اور نہ ایک کی نہ دو کی فوراً ہی اس کو ذبح کر دیا جب ذبح کر چکا تو قصائی کے یہاں گیا کہ وہ فوراً ہی اس کی کھال اتار دے اس قصہ کو یہاں تک پہنچا کر مولانا دوسرے مضمون کی طرف انتقال فرماتے ہیں۔

شرح شبیری

اے تقاضا گردون ہچوں جنیں	چوں تقاضا می کنی اتمام ایں
اے پیٹ کے بچہ کی طرح باطن میں تقاضا کرنے والے	جبکہ تو اس (مثنوی) کی تکمیل کا تقاضا کر رہا ہے

یعنی اے باطن میں جنین کی طرح تقاضا کرنے والے جب تقاضا فرماتے ہیں تو اس کو پورا کر دیجئے۔

سہل گردان راہ نما توفیق وہ	یا تقاضا را بہل بر ما منہ
آسان فرما دئے رہنمائی کر دے توفیق عطا فرما	یا تقاضے کو چھوڑ دے ہم پر بار نہ رکھ

یعنی سہل فرمائیے اور راہ دکھلائیے اور توفیق دیجئے یا تقاضے کو چھوڑ بیئے اور ہم پر مت رکھئے اب یہاں ایک بات یہ بھی سمجھ لو کہ مصرعہ یا تقاضا را بہل بر ما منہ حالت اولال و ناز کی ہے۔ مولانا پر اس وقت حالت ناز غالب ہے اس لئے وہ ایسی بات فرما رہے ہیں باقی یاد رکھو کہ اور کسی کو ایسی بات کہنا یا اس مصرعہ کو بطور دعا کے پڑھنا حرام و ناجائز ہے اس لئے کہ ہر ایک کی تو یہ حالت نہیں ہے ہاں جس کو حاصل ہو جاوے اس وقت چاہے اس سے بھی تیز کہدے مگر اس سے پہلے کہنا بالکل حرام ہے آگے اس کی ایک مثال فرماتے ہیں کہ۔

چون ز مفلس زر تقاضا میلینی	زر بہ بخشش در سرا می شاہ عنی
جبکہ تو مفلس سے روپے کا تقاضا کرتا ہے	اے شاہ بے نیازا در پردہ اس کو روپیہ بخش دے

یعنی جب آپ کسی مفلس سے روپیہ کا تقاضا کریں تو اے شاہ عنی اس کو پوشیدگی میں روپیہ دیجئے مطلب یہ کہ اگر کوئی شخص مفلس کنگال سے روپیہ طلب کرے اور یہ طالب رحیم کریم مہربان ہو تو وہ یہ کریگا کہ سب کے سامنے تو اس سے طلب کرے گا تا کہ قاعدہ میں گڑ بڑ نہ پڑے اور لوگ اس شخص کو مستہینے نہ سمجھ جاویں مگر الگ بلا کر چپکے سے اس کو روپیہ دیدیگا کہ دیکھو ہم جانتے ہیں کہ تمہارے پاس کچھ نہیں ہے لہذا تم اپنی طرف سے یہ روپیہ پیش کر دینا تو فرماتے ہیں کہ یا الہی اسی طرح ہم ضعیف اور کمزور ہیں ہم میں تعمیل احکام کی قدرت نہیں ہے لہذا جب آپ نے حکم فرمایا ہے جو کہ مالا تقاضا ہوتا ہے تو اس کے لئے ہمارے اندر قوت بھی پیدا فرمائیے تاکہ اس کی تعمیل آسانی سے کر سکیں۔ آپ کی بڑی قدرت ہے آپ سب کچھ کر سکتے ہیں آگے حق تعالیٰ کی قدرت کو بیان فرماتے ہیں کہ۔

بے تو لظم و قافیہ شام و سحر	زہرہ کے وارد کہ آید در نظر
تیری (مدد کے) بغیر لظم اور قافیہ صبح و شام	کب طاقت رکھتے ہیں کہ وہ (لظم و قافیہ) جلوہ گر ہوں

یعنی بے آپ (کی مدد) کے شام و سحر میں قافیہ اور لظم کی کیا مجال ہے کہ وہ وقوع میں آسکے مطلب یہ کہ ہم جو کچھ لظم و قافیہ کو جمع کرتے ہیں یہ سب آپ کی دین سے ہے ورنہ بے آپ کی قدرت اور بے آپ کی دین کے کب کچھ حاصل ہو سکتا ہے۔ اس لئے کہ۔

لظم و بجنیس و قوفانی اے علیم	بندۂ امر تو انداز ترس و بیم
اے دانایا لظم اور بجنیس اور قافیہ	ڈر اور خوف سے تیرے غلام ہیں

یعنی نظم اور تجنیس اور قوانی اے عظیم سب آپ کے حکم کے بندہ ہیں ترس و بیم کی وجہ سے مطلب یہ جس طرح کہ کوئی کسی بندہ ترس و بیم کی وجہ سے ہوتا ہے اسی طرح یہ قوانی وغیرہ سب آپ کے حکم کے تابع ہیں لہذا جب آپ کا حکم ہوتا ہے یہ قلب وارد ہو جاتے ہیں ورنہ نہیں آتے لہذا معلوم ہوا کہ جس قدر افعال اور احوال ہیں سب آپ کے قبضہ قدرت میں ہیں۔ کہ آپ کے کچھ ہو ہی نہیں سکتا آگے قدرت علی الاقوال کو بیان فرماتے ہیں کہ۔

چون مسبح کردہ ہر چیز را	ذات بے تمیز و با تمیز را
جبکہ تو نے ہر چیز کو تسبیح خوان بنایا ہے	باشعور اور بے شعور ذات کو

یعنی جب آپ نے ہر شے کو تسبیح بنایا ہے ذات بے تمیز کو اور با تمیز کو (بے تمیز سے مراد بے شعور اور با تمیز سے باشعور) مطلب یہ کہ جب آپ نے ذی شعور اور غیر ذی شعور سب کو تسبیح کر دیا ہے تو

ہر یکے تسبیح بر نوع دگر	گوید و از حال آن این بے خبر
ہر ایک ایک دوسرے قسم کی تسبیح	کرتا ہے اور یہ اس کے حال سے بے خبر ہے

یعنی ہر ایک ایک دوسری قسم پر تسبیح کہتا ہے اور وہ اس کے حال سے بے خبر ہوتا ہے۔ مطلب یہ کہ بس آپ نے کام میں لگا دیا ہے سب کام میں لگے ہوئے ہیں کسی کو دوسرے کی خبر نہیں ہے بس جس طرح کہ آپ نے تگوینیات میں سب کو کام میں لگا رکھا ہے اور ان پر ان کاموں کو اہل فرما رکھا ہے اسی طرح آپ ان تشریحات کو بھی ہم پر اہل فرما دیجئے۔ آگے ایک کا دوسرے کی حالت سے بے خبر ہونے کو بیان فرماتے ہیں کہ۔

آدمی منکرز تسبیح جماد	واں جماد اندر عبادت اوستاد
جمادات کی تسبیح سے آدمی منکر ہے	حالانکہ جمادات عبادت میں ماہر ہیں

یعنی آدمی جماد کو تسبیح سے منکر ہے اور وہ جماد عبادت میں استاد ہے تو دیکھ لو کہ ایک کو دوسرے کی حالت کی خبر نہیں ہے آگے اس سے ترقی کر کے فرماتے ہیں کہ۔

بلکہ ہفتاد و دو ملت ہر یکے	بے خبر از یک دگر اندر شکے
بلکہ بہتر فرقوں میں سے ہر ایک	ایک دوسرے سے بے خبر اور شک میں ہے

یعنی بلکہ ہفتاد و دو ملت ہر ایک ایک دوسرے سے بے خبر ہیں اور شک میں ہیں۔

چون دو ناطق راز حال ہمدگر	نیست آگہ چون بود دیوار و در
جبکہ دو بولنے والے ایک دوسرے کے حال سے	آگاہ نہیں ہیں تو دیوار و در کے پارے میں آگاہ کیونکر ہو

یعنی جبکہ دو ناطق ایک دوسرے کی حالت پر آگاہ نہیں ہیں تو دیوار و در تو کس طرح ہوں گے۔ اوپر کے شعر میں ہفتاد و دو ملت فرمایا ہے حالانکہ اصل میں ہفتاد و دو ملت ہیں۔ ایک ملت حقہ باقی باطلہ مگر یہاں مولانا کو صرف باطلین کا بیان مقصود ہے اس لئے کہ شک میں اور بے خبری میں ہیں۔ ورنہ اہل حق تو سب جانتے ہیں اور ان کو تو بجز اللہ سب چیزوں کا علم ہوتا ہے۔ یہاں حالت کی بے

خبری سے مراد منشاء حال کی بے خبری ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ ان تمام ملل کو آپس کے اختلافات کے اصل مناشے ہی معلوم نہیں ہیں اور وہ سب اس سے بے خبر ہو رہے ہیں۔ صرف الفاظ میں لڑائی ہو رہی ہے اور اگر مناشے معلوم ہو جاویں تو شاید اس قدر اختلاف بھی نہ رہے مگر منشاء کی خبر نہیں ہوتی اور جو محقق ہیں وہ اختلاف کے منشاء کو معلوم کر کے اس کے بعد اس میں غور کرتے ہیں تو جب دو ناطقوں کو جو کہ مد رک کلیات جزئیات کے ہیں۔ آپس کے اختلاف کے منشاء کی خبر نہیں ہے تو بھلا اور دیوار و در کو تو آپس میں کیا تمیز ہو سکتی ہے۔

چون من از تسبیح ناطق غافلم	چون بدند سجم صامت دلم
جب میں بولنے والے کی تسبیح سے غافل ہوں	تو میرا دل بے زبان کی تسبیح کو کیسے سمجھے؟

یعنی جبکہ میں ناطق کی تسبیح سے غافل ہوں تو میرا قلب چپ چیزوں کی تسبیح کو کس طرح جان لے گا من سے مراد انسان ہے اور تسبیح سے مراد حالت ہے۔ مطلب یہ کہ جب انسان ایک دوسرے کی حالت سے غافل ہے حالانکہ آپس میں دونوں بولتے ہیں ایک کی حالت دوسرا معلوم کر سکتا ہے مگر پھر بھی خبر نہیں ہے تو بھلا وہ چیزیں جو کہ بول بھی نہیں سکتیں ان کی حالت کی تو کیا خبر ہو سکتی ہے۔

ہست سنی را یکے تسبیح خاص	ہست جبری راضد آں در مناص
سنی کی ایک خاص تسبیح ہے	نجات پانے میں جبری (کی تسبیح) اس کے خلاف ہے

یعنی سنی کے لئے ایک تسبیح خاص ہے اور جبری کے لئے اس کی ضد ہے چھٹکارہ میں۔

سنی از تسبیح جبری بے خبر	جبری از تسبیح سنی بے اثر
سنی جبری کی تسبیح سے بے خبر ہے	جبری سنی کی تسبیح سے بے نشان ہے

یعنی سنی تو جبری کی تسبیح سے بے خبر ہے اور جبری سنی کی تسبیح سے بے اثر ہے۔ تسبیح سے مراد حالت کا منشاء۔ مطلب یہ کہ ایک کو دوسرے کی حالت اور اس کے خیالات کے مناشے کی مطلق خبر نہیں ہے ورنہ اگر مناشے کی خبر ہو جاوے تو اس قدر اختلاف نہ رہے اس لئے کہ جس قدر مذاہب باطلہ ہیں مناشے ان سب کے بالکل ٹھیک ہیں اس لئے کہ مثلاً کوئی شخص اول تزییہ کا قائل ہو اس نے جو حق تعالیٰ سے اشیاء کی نشی شروع کی تو بعض ان چیزوں کی بھی نشی کر دی جو اس قابل نہ تھیں علی ہذا اور نہیں تو اگر ان مناشے کی خبر ہو جاوے تو یقیناً یہ کریں کہ جو اصل ہے اس کو باقی رکھا جاوے اور جو اس میں زیادتی ہو گئی ہے اس کی نشی کی جاوے مگر آج کل تو یہ ہو رہا ہے کہ جڑ سے ہی نشی کرتے ہیں تو یہ ساری خرابی اس کی ہے کہ مناشے سے بے خبر ہیں۔

این ہمی گوید کہ آن ضال است و کم	بے خبر از حال اووز امر قم
یہ کہتا ہے کہ وہ گمراہ ہے اور بہکا ہوا ہے	اس کے حال سے اور قم کے حکم سے بے خبر ہے

یعنی یہ (جبری) تو کہتا ہے کہ وہ (سنی) گمراہ ہے (اور یہ جبری) اس (سنی) کے حال سے بے خبر ہے۔ اور امر قم سے مطلب یہ کہ جبری جو افعال عبد کو غیر اختیاری من کل الوجوہ بنا کر سنی کو گمراہ بتا رہا ہے اس کی یہی وجہ ہے کہ وہ اس کے منشاء سے بے خبر ہے اور اس کو اس کی خبر نہیں ہے کہ قرآن شریف میں موجود ہے کہ یا ایہا المدثر فم فاندز تو جب حکم قیام اور پھر حکم انزار ہے تو معلوم ہوا کہ افعال عبد اختیار میں ہیں ورنہ پھر اس حکم کے کچھ معنی نہیں ہیں تو دیکھو اگر وہ سنی کے قول کے منشاء سے باخبر ہوتا تو یقیناً وہ اس قدر سخت مخالف نہ ہوتا۔

واں ہمی گوید کہ این را چه خبر	جنگ شان افگند یزدان از قدر
-------------------------------	----------------------------

وہ یہ کہتا ہے کہ اس کو کیا پتہ	اللہ (تعالیٰ) نے تقدیر سے ان میں جنگ پیدا فرمادی ہے
--------------------------------	---

یعنی وہ (سنی) کہتا ہے کہ اس (جبری) کو کیا خبر تو ان کا جنگ حق تعالیٰ نے قدر سے اتارا ہے مطلب یہ کہ سنی جبری کو من کل الوجوہ گمراہ بتا رہا ہے حالانکہ اصل میں اس کے قول کا منشاء اثبات قدرت حق ہے اب اس کے اثبات میں جو افراط و تفریط ہوئی تو اس میں وہ اختیار عبد کی بھی نفی کر بیٹھا کہ عبد کو کسی درجہ میں اختیار ہے ہی نہیں حالانکہ یہ امر من کل الوجوہ غلط تھا مگر جو سنی کو اس کی خبر ہوتی تو یقیناً وہ اس کے گمراہ سمجھنے میں اس قدر سخت نہ ہوتا بلکہ جو اصل تھا اس کو قائم رکھ کر باقی زوائد کی نفی کر دیتا اور یہاں سنی سے مراد عوام سنی ہیں سنی محض مراد نہیں ہے اس لئے کہ محققین تو ہمیشہ مناشے پر نظر کر کے بالکل مطابق اصل کے دودھ کو دودھ اور پانی کو پانی کر دیتے ہیں ہاں جو عوام ہیں وہی ایک طرف کو بڑھ جاتے ہیں اور جبری میں عوام و خواص کی تفریق نہیں ہے۔ اس لئے کہ وہ اہل باطل ہیں تو سب عوام ہی ہیں ان میں محققین کدھر سے ہوئے تھے۔ غرضیکہ ایک دوسرے کے مناشے نہ معلوم ہونے سے سب کی آپس میں چل رہی ہے آگے اس جنگ فیما بین کی حکمت فرماتے ہیں کہ۔

گوہر ہر یک ہویدا مے کند	جنس از نا جنس پیدا میکند
-------------------------	--------------------------

ہر ایک کی اصل کو ظاہر کر رہا ہے	جنس کو نا جنس سے واضح کر رہا ہے
---------------------------------	---------------------------------

یعنی ہر ایک کا گوہر ظاہر فرماتے ہیں اور جنس کو نا جنس سے الگ فرماتے ہیں تو اس اختلاف میں یہ برکت ہے کہ حق و باطل سب ممتاز ہو جاتا ہے آگے تقریب کے لئے ایک مثال فرماتے ہیں کہ۔

قہر را از لطف و اندہر کے	خواہ دازا خواہ ناداں یا حسے
--------------------------	-----------------------------

قہر کو مہر سے ہر شخص جدا سمجھتا ہے	خواہ وہ نادان ہو خواہ نادان یا کمینہ
------------------------------------	--------------------------------------

یعنی قہر کو لطف سے ہر شخص ممتاز کر کے جانتا ہے خواہ وہ نادان ہو یا نادان ہو یا کوئی کمینہ ہو مطلب یہ کہ جس طرح کہ قہر و لطف کو انسان ممتاز کر کے معلوم کر سکتا ہے اسی طرح جب حق و باطل واضح اور ظاہر ہو جاوے اس وقت تمیز کر لینا بہت آسان ہے۔

لیک لطفے قہر در پنہان شدہ	یا کہ قہرے در دل لطف آمدہ
---------------------------	---------------------------

لیکن وہ مہر جو قہر میں پوشیدہ ہے	یا وہ قہر جو مہر کے اندر ہے
----------------------------------	-----------------------------

یعنی لیکن وہ لطف جو کہ قہر میں پوشیدہ ہو یا کہ وہ قہر جو لطف کے اندر آیا ہوا ہو۔

ہم کے داند مگر ربائے	کش بود در دل محک جائے
----------------------	-----------------------

(اسکو) سوائے اس ہا خدا انسان کے کوئی نہیں جانتا ہے	جس کے دل میں روح کی کسوٹی ہو
--	------------------------------

یعنی (اس کو) کوئی کم جانتا ہے مگر وہ اللہ والا کہ جو اس کو دل میں جان کے لئے کسوٹی ہو۔

باقیاں زیں دو گمانے مے برند	سوئے لانه خود بیک پرے پرند
-----------------------------	----------------------------

باقی لوگ ان دونوں میں ٹک کرتے ہیں	اپنے آشیانہ کی جانب ایک بازو سے اڑتے ہیں
-----------------------------------	--

یعنی باقی لوگ اس سے دو گمان لے جاتے ہیں اور اپنے آشیانہ کی طرف ایک پر سے اڑتے ہیں مطلب یہ کہ اگر حق و باطل ممتاز ہو تب تو ہر شخص معلوم کر سکتا ہے مگر جو باطل بصورت حق ہو یا بالعکس تو اس وقت دونوں کو ممتاز کرنا کارے دارد۔ یہ ہر شخص کا کام نہیں ہے یہ کام کسی کامل محقق کا ہے کہ جو کسوٹی کی طرح دونوں کو پرکھ کر الگ الگ کر دے اور جو ان کے سوا غیر محقق ہے وہ تو دونوں طرف ڈانواں ڈول ہوگا اور کسی طرف بھی پورا یقین نہ ہوگا اور اس کی مثال ایسی ہوگی جیسے کہ کوئی جانور اپنے گھونسلے میں ایک پر سے اڑ کر جانا چاہے تو وہ بہت کم دور تک اڑ سکتا ہے اور پھر گر جاوے گا تو اسی طرح جو محقق نہیں ہے وہ استدلال سے کچھ کام لے گا آگے جا کر پھر ٹوٹ پھوٹ جاوے گا اور جو محقق ہوگا اس کو ایسا یقین و اثق ہوگا کہ اس کو دوسری جانب کا کبھی خیال بھی نہ آوے گا۔ آگے اس مثال کو خود مولانا بیان فرماتے ہیں کہ۔

بیان میں اس کے کہ علم کے دو پر ہیں اور گمان کے ایک پر ہے

علم را دو پر گمان را یک پر است	ناقص آمد ظن بہ پرواز ابتر است
علم کے دو بازو ہیں فق کا ایک بازو ہے	فق اڑنے میں ناقص ہے اور دم کٹا ہے

یعنی علم کے لئے دو پر ہیں اور گمان کے ایک پر ہے تو گمان ناقص آیا اور پرواز میں ضعیف ہے۔ دو پر سے مراد قوت اور ایک پر سے مراد ضعف۔ مطلب یہ کہ علم اور یقین تو قوی ہوتا ہے اور اسکے استدلالات بھی قوی ہوتے ہیں اور گمان اور اس کے استدلالات ہمیشہ کمزور ہوا کرتے ہیں۔ آگے اس کی ایک مثال فرماتے ہیں کہ۔

مرغ یک پر زود افتد سرنگوں	باز بر پرد دو گامے یا فزوں
ایک بازو کا پرندہ جلد اوندھا گرتا ہے	پھر دو قدم یا کچھ زیادہ اڑتا ہے

یعنی مرغ یک پر جلدی سے اوندھے منہ گر پڑتا ہے اور پھر دو ایک قدم یا کچھ زیادہ اڑتا ہے (تو اسی طرح)

افت و خیزان میرود مرغ گمان	با یکے پر بر امید آشیان
گمان کا پرندہ گرتا پڑتا روانہ ہوتا ہے	ایک بازو سے آشیانہ کی امید پر

یعنی گرتا پڑتا چلتا ہے مرغ گمان ایک پر سے آشیانہ کی امید پر۔ مطلب یہ کہ مقصود تک کبھی رسائی نہیں ہوتی۔ استدلال سے کچھ پہنچتا ہے پھر گر جاتا ہے پھر پرواز کرتا ہے مگر پھر آشیانہ تک پہنچنا نصیب نہیں ہوتا۔

چون ز ظن و ارست علمش رونمود	شدد و پر آن مرغ و پر ہا پر کشود
جب وہ گمان سے نجات پا گیا اس کا علم رونما ہوا	(اب) وہ پرندہ دو بازو کا ہو گیا اور بازو کھول دیئے

یعنی جب ظن سے چھوٹ گیا تو اس کو علم نے منہ دکھایا اور وہ مرغ دو پر ہو گیا اور پروں کو کھول دیا۔

بعد ازان یکشی سویا مستقیم	نے علی وجہ مکبأ او سقیم
اس کے بعد ٹھیک سیدھا روانہ ہوتا ہے	نہ اپنے چہرے کے بل اوندھا یا بیمار

یعنی اس کے بعد وہ سیدھا اور مستقیم چلتا ہے نہ منہ کے بل اوندھا گرتا ہوا اور بیمار۔ مطلب یہ کہ جب بعد ظن کے علم حاصل ہو جاتا ہے اور تحقیق نصیب ہو جاتی ہے تو پھر تو مقصود تک بہت جلد پہنچ جاتا ہے اور اس کے راہ میں کوئی رکاوٹ پیدا نہیں ہوتی۔

باد و پر برمی پرد چون جبرئیل	بیگمان بے فکر تویے قال و قیل
جبرئیل کی طرح دو بازوؤں سے اونچا اڑتا ہے	بغیر گمان بغیر فکر اور بغیر چناں و چیں کے

یعنی دونوں پروں سے جبرئیل کی طرح بے گمان اور بے فکر اور بے قال و قیل کے اڑتا ہے۔ یعنی اس کو اپنے مقصود میں کسی قسم کا وہم و گمان نہیں ہوتا بلکہ بے کسی شبہ کے وہ پہنچا ہوا ہوتا ہے اور اس محقق کی یہ حالت ہوتی ہے کہ۔

گرہ ہمہ عالم بگونیدش توئے	بر رہ یزدان و دین مستوی
اگر تمام دنیا اس سے کہے کہ تو ہی	خدائی راستہ اور سیدھے دین پر ہے

یعنی اگر تمام عالم اسے کہے کہ تو راہ مستقیم پر اور دین مستوی پر ہے۔

او نگرود گرم تر از گفت شان	جان طاق او نگرود جفت شان
وہ ان کی باتوں سے جوش میں نہیں آتا	اس کی یکتا روح ان کی ساتھی نہیں بنتی ہے

یعنی وہ ان کے اس کہنے سے گرم نہ ہوگا اور اس کی جان طاق ان کی جفت نہ ہوگی۔ مطلب یہ ہے کہ اگر محقق کو ساری دنیا غوث و قطب کہنے لگے تو اس کو اس سے کوئی خاص مسرت نہ ہوگی اس لئے کہ اس کی جو حالت ہے اس کو خود معلوم ہے پھر اس کو مسرت ہی کیا ہو اس کی ایسی مثال ہے کہ جیسے کسی کی جیب میں اشرفیاں پڑی ہیں اور اس کو خود بھی خبر ہے کہ میری جیب میں ہیں پھر کوئی اس سے کہے کہ تمہاری جیب میں اشرفیاں ہیں تو اس کو اس سے کوئی خاص مسرت نہ ہوگی بلکہ کچھ فکر ہو جاوے گا کہ اس کو خبر ہوگئی ہے ممکن ہے کہ چورالے اسی طرح جب ان حضرات کو کوئی غوث و قطب کہتا ہے تو چونکہ ان کو پہلے سے اپنی حالت معلوم ہوتی ہے التفات ہی نہیں ہوتا بلکہ اس اظہار سے فکر پڑ جاتی ہے اس لئے کہ یہ حضرات تو اپنی حالت کا اظہار چاہتے ہی نہیں۔ لہذا جو محقق ہیں ان کو کسی کی تعریف کرنے سے کوئی خاص مسرت نہیں ہوتی اور نہ کسی کے برا کہنے سے رنج ہوتا ہے اس لئے کہ وہ جیسے ہیں ان کو خبر ہے۔ پھر دوسرے کے کہنے سے پھولنا حماقت ہے بس وہ حضرات ایک حالت پر رہتے ہیں اور اپنی حالت میں خود گمن ہوتے ہیں۔

در ہمہ گویند او را گمراہی	کوہ پنداری و تو برگ کہی
اور اگر اب اس سے کہیں کہ تو گمراہ ہے	خود کو پہاڑ سمجھتا ہے (حالانکہ) تو گھاس کا ٹکا ہے

یعنی اور اگر سب اس کو کہیں کہ تو گمراہ ہے اور (اپنے کو) پہاڑ سمجھتا ہے حالانکہ تو برگ کاہ ہے۔

او میفتد در گمان از طعن شاں	او نگرود درد مند از طعن شان
ان کی طعنہ زنی سے وہ شک میں نہیں پڑتا ہے	ان کی طعنہ زنی سے وہ رنجیدہ نہیں ہوتا ہے

یعنی وہ ان لوگوں کی طعن سے شبہ میں نہ پڑے گا اور وہ ان کی نیزہ زنی سے درد مند نہ ہوگا۔ مطلب یہ کہ اس محقق کو اگر ساری دنیا گمراہ اور بددین کہنے لگے تو اس سے اس کو اپنی حالت میں کسی قسم کا شبہ واقع نہ ہوگا بلکہ وہ اپنی حالت کو خوب جانتا ہے

بس وہ وہی سمجھے گا۔ آگے اور ترقی کر کے فرماتے ہیں کہ۔

بلکہ گر دریا و کوہ آید بگفت	گویدش با گمراہی کشتی تو جفت
بلکہ اگر سمندر اور پہاڑ بولنے لگیں	اس سے کہیں تو گمراہی کا ساتھی ہے

یعنی بلکہ اگر دریا اور کوہ گفتگو میں آویں اور اس سے کہیں کہ تو گمراہی کا قرین ہو گیا۔

بچ یک ذرہ میفتد در خیال	نے بطعن طاعنان رنجور حال
وہ ایک ذرہ (بھی) گمان میں جلا نہیں ہوتا	نہ طعنہ زلوں کی طعنہ زنی سے رنجیدہ ہوتا ہے

یعنی وہ ایک ذرہ کی برابر بھی شبہ میں نہ پڑے گا یا کہ طاعنوں کے طعن سے رنجور حال ہو یہ بھی نہ ہوگا بلکہ)

مطمئن و موقن و بے احتیال	کا چننیں باشد مگر در کل حال
مطمئن اور صاحب یقین اور بے حیلہ ہو گا	شاید ہر حالت میں ایسا ہی ہوتا ہو گا

یعنی مطمئن اور موقن اور بے حیلہ کے ہوگا کہ وہ ایسا ہی شاید ہر حال میں ہوگا۔ مطلب یہ کہ بھلا آدمی اگر کہیں اور اس کو یقین نہ آوے تو عجب نہیں ہے بلکہ اگر خارق کے طور پر پر درخت زمین پہاڑ سب اس سے کہیں کہ تو گمراہ ہے تو اس کو ذرہ برابر پرواہ نہ ہوگی بلکہ اپنے کام میں لگا رہے گا اس کو اپنی حالت کا اس قدر یقین ہے کہ کسی کے شبہ ڈالنے سے اس کو شبہ ہوتا ہی نہیں اور جیسا کہ وہ اس معاملہ میں پختہ ہوتا ہے مولانا فرماتے ہیں کہ شاید وہ تمام حالتوں میں ایسا ہی پختہ ہوتا ہوگا۔ آگے دوسروں کے کہنے سے غیر محقق کے شبہ میں پڑ جانے کی ایک مثال فرماتے ہیں کہ۔

شرح صلیبی

قبل اس کے کہ ہم حل ایات میں مصروف ہوں ایک ضروری بات بتلا دینا مناسب معلوم ہوتا ہے تاکہ حل اشعار میں مدد دے وہ یہ کہ اصولیین نے کہا ہے کہ سبب و وجوب کے موجود ہونے پر خطاب تقدیری بندوں کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور بندوں سے مامور بہ کے تفویض و تسلیم کا مطالبہ ہوتا ہے اس کو پیش نظر رکھ کر اور اس کے منشاء پر غور کر کے اگر یوں کہا جاوے کہ یہ حکم واجبات مخصوصہ ہی کے ساتھ خاص نہیں بلکہ تمام تکالیف کی یہی حالت ہے خواہ مامور بہ ہوں یا منہی عنہ واجب ہوں یا مسنون یا مندوب حرام ہوں یا مکروہ تحریمی یا تنزیہی اور ان میں علاوہ قواعد عامہ کے ہر مکلف کے لئے ہر ضرورت کے وقت افعلاً بالافتعال کا خطاب متوجہ ہوتا ہے تو کچھ بعید نہیں معلوم ہوتا۔ یہی وہ تقاضا ہے جو جنین کی طرح مستور اور مخفی ہے جب یہ معلوم ہو چکا تو اب سنو کہ مولانا فرماتے ہیں کہ اے جنین کی طرح مخفی تقاضا کرنے والے جب آپ ہم سے اپنے امر مطلوب کی تکمیل کا مطالبہ فرماتے ہیں تو اس کو ہمارے لئے آسان بھی کر دیجئے اور ہم کو اس کی طرف ہدایت بھی فرمائیے اور اس کے اختیار کی توفیق بھی عطا فرمائیے اور اگر آپ کو یہ منظور نہیں تو براہ لطف و کرم اس کا ہم سے مطالبہ بھی نہ فرمائیے کہ ہم بدوں آپ کی امداد کے آپ کے احکام کی بجاوری سے قاصر ہیں اور جب ہم مفلوس (یعنی بدوں آپ کی توفیق و امداد کے بجا آوری احکام سے قاصروں) سے زر (بجا آوری احکام) کا مطالبہ کرتے ہیں تو چپکے سے ہم کو وہ زر (استطاعت بجا آوری) عطا بھی فرمادیجئے آپ غنی اور قادر و فاعل

مختار ہیں۔ آپ کے لئے کچھ دشوار نہیں انتظام و تنالیع شام و سحر کب طاقت رکھتا ہے کہ بدون آپ کے نظر آسکے کیونکہ ہر نظم و قافیہ اور تجنیس خواہ اس کا تعلق شام و سحر سے ہو یا اور چیزوں سے بوجہ خوف کے آپ کے مطیع حکم ہے (فائدہ نظم و قافیہ و تجنیس سے مراد اس جگہ مطلق انتظام و اتساق و تنالیع و مجانست و مناسبت ہے نہ کہ خاص اصطلاح عروض و بدیع فافہم) آپ نے کس عجیب طریقہ سے ہر چیز اور تمام ذوی العقول اور غیر ذوی العقول کو اپنی عبادت کرنے والا بنایا ہے کہ ہر ایک نئے طریقہ سے آپ کی عبادت کرتا ہے خواہ وہ عبادت آپ کی مرضی کے موافق ہو خواہ خلاف اور خواہ مقصوداً ہو یا لزوماً اور لطف یہ کہ ایک کی ایک کو خبر نہیں۔ کبھی تو نفس عبادت ہی کی اطلاع نہیں ہوتی اور کبھی نفس عبادت کو جانتا ہے مگر وہ اس کے عبادت الہی ہونے سے واقف نہیں ہوتا۔ چنانچہ انسان عبادت جمادات کا منکر ہے حالانکہ وہ عبادت میں ماہر ہیں۔ نیز حیوانات اور کفار کا بھی یہی حال ہے سب سے بڑھ کر یہ کہ فرقہائے اسلامیہ باطلہ جو تعداد میں بہتر ہیں ان کی بھی یہی حالت ہے کہ ہر ایک کی جداگانہ عبادت ہے اور ایک کی دوسرے کو خبر نہیں۔ اس سے ہمارے اس قول کی بھی تصدیق ہوتی ہے کہ ذوی العقول اور غیر ذوی العقول سب آپ کی پرستش کرتے ہیں مگر ایک کی دوسرے کو خبر نہیں کیونکہ جب ذوی العقول کی یہ حالت ہے تو غیر ذوی العقول کی کیا حالت ہوگی ضرور یہی ہوگا کہ ان میں بھی ایک کی دوسرے کو خبر نہ ہوگی نیز ان لوگوں کی غلطی ظاہر ہوتی ہے جو تسبیح جمادات کا انکار کرتے ہیں کیونکہ جب ان کو ذوی العقول کی عبادت کا بھی علم نہیں تو غیر ذوی العقول کی تسبیح کا ان کو کیا احساس ہو سکتا ہے خیر یہ تو اسطر ادوی گفتگو تھی اب سنو کہ اس سے بھی بڑھ کر یہ بات ہے کہ اہل حق کی عبادت ایک خاص طریق پر ہے اور جبری کی ان کے خلاف دوسرے طریق پر اور عام طور پر اہل حق کو جبری کی عبادت یعنی اس کی عبادت ہونے کی جہت کی خبر نہیں اور جبری کو اہل حق کی طاعت یعنی اس کی طاعت ہونے کی جہت سے آگاہی نہیں۔ اہل حق جبری کو گمراہ بتاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ حقیقت حال سے واقف نہیں اور امر تم فائدہ رو غیرہ کی ولادت علی الاختیار کو نہیں سمجھتے۔ اور جبری کہتا ہے کہ اہل سنت کیا جانیں اب سنو کہ حق سبحانہ نے ان میں آپس میں لڑائی کر رکھی ہے اور اس سے مقصود یہ ہے کہ ہر ایک کی استعداد کا مرتبہ ظاہر ہو جاوے اور اہل اور نا اہل اور ضال اور مہندی میں امتیاز ہو جاوے لیکن یہ امتیاز ہر ایک کا کام نہیں کیونکہ غصہ اور مہربانی میں تو ہر شخص خواہ دانا ہو یا نادان یا بالکل ہی گیا گزرا ہوا امتیاز کر سکتا ہے لیکن وقت یہ ہے کہ بعض کا مرحوم اور بعض کا مغضوب ہونا بالکل صاف نہیں بلکہ لطف میں قہر کی آمیزش ہے اور قہر میں لطف کی اور جو لطف قہر میں مستور ہو یا جو قہر لطف قہر میں مخفی ہو اس کو لوگ بہت کم سمجھتے ہیں الا اہل اللہ جن کے دل میں ایک کسوٹی رکھی ہوئی ہے کہ وہ اس سے مجرم کو معلوم کر لیتے ہیں یہ مضمون بھی اسطر ادوی تھا۔ اب ہم پھر مضمون سابق کی طرف عود کر کے کہتے ہیں کہ اہل حق اور جبری کے علاوہ اور فرتے جو ہیں وہ ایک اور ہی گمان رکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم اہل حق ہیں باقی سب گمراہ۔ یہ لوگ اپنے گھونسلے کی طرف ایک پر سے اڑتے ہیں تفصیل اس کی یہ ہے کہ علم و یقین کے تو دو پر ہیں۔ یعنی صاحب علم تو اس جانور کے مشابہ ہے جو دو پر رکھتا ہو اور اچھی طرح اڑ سکتا ہو۔ اس کے برخلاف صاحب ظن اس قدر پرواز نہیں رکھتا بلکہ اس سے گھٹیا اور خستہ حال ہے اور اس جانور سے مشابہت رکھتا ہے جو ایک پر رکھتا اور ایک پروالے جانور کا قاعدہ ہوتا ہے کہ وہ جلدی اوبندھے منہ گر جاتا ہے پھر دو چار قدم اڑتا ہے پھر گر جاتا ہے اور آشیانہ تک نہیں پہنچ سکتا یہی حالت صاحب گمان کی ہے کہ وہ بھی باوجود اپنے نقصان کے بار بار حقیقت تک پہنچنے کی کوشش کرتا ہے مگر مرتبہ بنا کام رہتا ہے اور جبکہ وہ ظن سے چھوٹ جاتا ہے اور

علم و یقین حاصل کر لیتا ہے تو دو پروں والے جانور کی مثل ہوتا ہے اور پروں کو کھول کر سیدھا اڑتا اور حقیقت تک پہنچتا ہے اور صاحب ظن کی طرح اوندھے منہ نہیں گرتا اور نہ اس کی طرح کمزور ہوتا ہے ایسا شخص دو پروں سے جبرئیل کی طرح اڑتا ہے نہ وہ بتلائے ظن ہوتا ہے نہ اسے غور و خوض کی ضرورت ہوتی ہے نہ وہ سوال و جواب کا محتاج ہوتا ہے اس کی طمانیت کی یہ حالت ہوتی ہے کہ اگر تمام عالم مل کر اس سے یہ کہے کہ راہ حق میں تو ہی ٹھیک چلنے والا ہے اور تیرا ہی دین ٹھیک ہے تو اس سے اس کی جدوجہد میں کوئی ترقی نہیں ہو سکتی۔ اور اس کی یکتا روح ان سے میل نہیں کھا سکتی یعنی اب بھی وہ ان سے اور ان کی تائید سے یوں ہی مستغنی ہوتا ہے جیسے پہلے تھا اور اگر سب مل کر اسے گمراہ کہیں اور یہ کہیں کہ تو اپنے کو پہاڑ سمجھتا ہے مگر فی الحقیقت ایک تنکا ہے تو وہ ان کے اس طعن سے گمان باطل میں مبتلا نہ ہوگا اور ان کی اس نیزہ زنی کا اس کو کچھ بھی احساس نہ ہوگا بلکہ اگر دریا اور پہاڑ بھی بول اٹھیں اور کہیں کہ تو قرین ضلالت اور گمراہ ہے تو وہ بالکل بھی تو شبہ میں نہ پڑے گا بلکہ وہ اسی طرح صاحب یقین اور مطمئن رہے گا اور اسے ہرگز یہ خیال نہ ہوگا کہ اب کیا کرنا چاہئے کیونکہ اس کی حالت ہمیشہ یکساں رہتی ہے اور کبھی بھی اسے کھٹکا نہیں ہوتا جو لوگ صاحب یقین نہیں ہیں ان کی وہی حالت ہے جو ایک معلم کی تھی جس کا قصہ حسب ذیل ہے۔

شرح شبیری

مثال آدمی کے لوگوں کی تعظیم اور رغبت کے شبہ سے
بیمار ہو جانے کی اور ایک لڑکوں کے معلم کی حکایت

کود کان مکتبے از استاد	رنج دیدند از ملال و اجتهاد
ایک کتب کے بچے استاد کی جانب سے	ظن اور محنت کی وجہ سے رنجیدہ ہو گئے

یعنی ایک کتب کے لڑکوں نے استاد کے غصہ اور محنت کی وجہ سے رنج دیکھا تھا مطلب یہ کہ ایک معلم لڑکوں سے محنت بہت لیتا تھا اور غصہ و رز زیادہ تھا تو کتب کے لڑکے تنگ ہو گئے تھے۔

مشورت - کردند در تعویق کار	تا معلم در رفتد در اضطرار
کام کو ٹالنے کے لئے انہوں نے مشورہ کیا	تاکہ استاد پریشانی میں مبتلا ہو جائے

یعنی سب نے (معلم کے) کام کو تعویق میں ڈالنے کا (یعنی چھٹی لینے کا) مشورہ کیا تاکہ معلم اضطرار میں پڑ جاوے یعنی سب نے کہا کہ کوئی ایسا کام کرو کہ جس سے یہ اضطرار میں پڑے اور ہمیں چھٹی دیدے اور بولے کہ۔

چوں نمی آید و را رنجور پیے	کہ بگیرد چند روز او دور پیے
اس کو کوئی بیماری کیوں نہیں لگتی؟	کہ وہ چند دن دور رہے

یعنی اس کو کوئی بیماری کیوں نہیں آتی کہ وہ چند روز کے لئے دوری اختیار کرے۔

تاریخیم از جس و از تنگے کار	ہست او چون سنگ خار ابرقرار
-----------------------------	----------------------------

تاکہ ہم قید اور کام کی دشواری سے چھوٹ جائیں	وہ تو سنگ خار کی طرح جما ہوا ہے
---	---------------------------------

یعنی تاکہ ہم جس اور تنگی کار سے چھوٹ جاویں کہ وہ تو سخت پتھر کی طرح برقرار ہے یعنی بولے کہ کجخت سخت پتھر ہے کبھی بیمار بھی نہیں ہوتا۔

آن یکے زیرک تر این تدبیر کرد	کہ بگوید اوستا چونے تو زرد
------------------------------	----------------------------

ایک زیادہ ذہین نے یہ تدبیر کی	کہ وہ کہے گا استاد آپ زرد کیوں ہیں؟
-------------------------------	-------------------------------------

یعنی اس ایک عقلمند لڑکے نے یہ تدبیر کی کہ وہ کہے گا کہ استاد جی آپ زرد کیسے ہو رہے ہیں۔

خیر باشد رنگ تو بر جائے نیست	این اثر یا از ہوا یا از تپے است
------------------------------	---------------------------------

اللہ خیر کرے آپ کی رنگت ٹھیک نہیں ہے	یہ اثر ہوا یا بخار کی وجہ سے ہے
--------------------------------------	---------------------------------

یعنی خیر تو ہے آپ کا رنگ برجا نہیں ہے یہ یا تو ہوا کا اثر ہے یا بخار کا اثر ہے۔

اند کے اندر خیال افتد ازیں	تو برادر ہم مدد کن این چنین
----------------------------	-----------------------------

اس سے وہ تھوڑا سا دہم میں پڑے گا	بھائی تو بھی اسی طرح مدد کرنا
----------------------------------	-------------------------------

یعنی وہ اس (کہنے) سے تھوڑا سا خیال میں پڑے گا تو بھائی ذرا تم بھی اسی طرح مدد کرنا یعنی وہ لڑکا بولا کہ جب میں اس طرح اس کا مزاج پوچھوں تو پھر آ کر تم بھی یہی پوچھنا۔

چون در آئی از در مکتب بگو	خیر باشد اوستا احوال تو
---------------------------	-------------------------

جب تو دروازہ سے مکتب میں داخل ہو کہنا	اللہ خیر کرے استاد کے آپ کے مزاج کیسے ہیں؟
---------------------------------------	--

یعنی جب تو مکتب کے دروازے سے آوے تو کہنا کہ استاد جی خیر ہے آپ کا حال (کیسا ہے)

آں خیالش اند کے فزون شود	کز خیالے عاقلے مجنون شود
--------------------------	--------------------------

اس کا وہ ہم تھوڑا بدم سے گا	دہم کی وجہ سے عقلمند پاگل بن جاتا ہے
-----------------------------	--------------------------------------

یعنی اس کا وہ خیال کچھ زیادہ ہوگا کہ خیال سے تو عاقل بھی مجنون ہو جاتا ہے۔

آں سوم و آں چارم و پنجم چنین	درپے ما غم نمایند و حنین
------------------------------	--------------------------

تیسرا اور چوتھا اور ایسے ہی پانچواں	ہمارے بعد غم کا اظہار کرے اور روئے
-------------------------------------	------------------------------------

یعنی وہ تیسرا اور چوتھا اور پانچواں اسی طرح ہمارے بعد اظہار رنج و غم کریں۔

تا چوسی کودک پیالے این خبر	متفق گویند یا بد مستقر
----------------------------	------------------------

جب اس بات کو تم بچے پے در پے	بالافتاق کہیں گے تو وہ جم جائے گی
------------------------------	-----------------------------------

یعنی یہاں تک کہ جب تم لڑکے آگے پیچھے اس خبر کو متفق ہو کر کہیں گے تو یہ (اس کے دل میں) قرار پکڑ جاوے گی۔

ہر یکے گفتش کہ شاباش ای ذکی	باد بخت بر عنایت متکی
-----------------------------	-----------------------

ہر بچہ نے اس سے کہا اے ذہین! شاباش ہے	خدا کرے تیرے نصیب کا (اللہ کی) مہربانی پر ٹکاؤ ہو
---------------------------------------	---

یعنی ہر ایک نے اس لڑکے سے کہا کہ شاباش اے ذکی تیرا بخت عنایت (حق) پر متکی ہو۔

متفق گشتند در عہد وثیق	کہ نگر داند سخن را یک رفیق
------------------------	----------------------------

مضبوط عہد میں سب متفق ہو گئے	کہ کوئی ساتھی بات کو نہ بدلے گا
------------------------------	---------------------------------

یعنی وہ سب کے سب عہد و پیمان میں متفق ہو گئے کہ کوئی ساتھی بات کو پھیرے نہیں یعنی سب نے کہا کہ جس طرح ٹھیری ہے اس کے خلاف کوئی نہ کرے۔

بعد ازان سوگند داد او جملہ را	تا کہ غمازے نگوید ماجرا
-------------------------------	-------------------------

اس کے بعد اس نے سب کو قسم دی	تا کہ کوئی پھلخور (سج) بات نہ بتائے
------------------------------	-------------------------------------

یعنی بعد اس کے اس نے سب کو قسم دی تا کہ کوئی غماز اس ماجرے کو کہہ نہ دے۔

رائی آن کودک بچر بیداز ہمہ	عقل او در پیش میرفت از رمہ
----------------------------	----------------------------

اس بچہ کی رائے سب سے بڑھ گئی	اس کی عقل گلہ سے آگے چلتی تھی
------------------------------	-------------------------------

یعنی اس لڑکے کی رائے سب سے بڑھ گئی اور اس کی عقل جماعت سے آگے چلتی تھی۔ آگے مولانا فرماتے ہیں کہ

شرح صلیبی

ترجمہ و شرح: ایک مکتب کے لڑکے استاد کے ہاتھ سے پریشان اور بتلائے زحمت تھے۔ انہوں نے چھٹی لینے کے لئے یہ مشورہ کیا کہ استاد کسی مجبوری میں بتلا ہو جاوے کیونکہ اس کے بغیر تعطیل نہیں ہو سکتی تھی وہ خیال کرتے تھے کہ اس کو کوئی ایسا مرض کیوں لاحق نہیں ہو جاتا جس کے سبب وہ چند روز کے لئے ہم سے دوری اختیار کرے تا کہ ہم اس قید اور تکلیف سے چھوٹ جائیں یہ تو سخت پہاڑ کی طرح جنبش بھی نہیں کرتا۔ غرض ان کی خواہش تھی کہ وہ بیمار ہو جاوے۔ اسکے لئے ایک نہایت سمجھدار لڑکے نے یہ تدبیر کی کہ میں استاد سے یہ کہوں گا کہ آپ کا رنگ زرد کیوں ہے خیر تو ہے آپ کی رنگت اپنی اصلی حالت پر نہیں ہے یا تو آب و ہوا اور موسم کا کچھ اثر ہے یا آپ کے اندر اثر بخار ہے۔ اس سے اس کے خیال میں کچھ تغیر ضرور ہوگا۔ خواہ وہ احتمال ہی کے درجہ میں ہو۔ پھر دوسرے لڑکے سے کہا کہ بھائی تم بھی میری اسی طرح تائید کرنا جب تم مکتب کے دروازے سے آؤ تو آتے ہی یہ کہنا کہ جناب آج مزاج کی کیا کیفیت ہے اس سے اس کے اس خیال کو اور ترقی ہوگی کیونکہ خیال بہت بری چیز ہے یہ تو اتنی ترقی کرتا ہے کہ آدمی مجنون ہو جاتا ہے اور ہمارے بعد تیسرا اور چوتھا اور پانچواں لڑکا بھی یونہی غم ظاہر کرے اور رونی صورت بنائے تا کہ جب تمیں لڑکے پے در پے اس خبر کو متفق ہو کر بیان کریں تو وہ خیال خوب جم جاوے یہ تدبیر سن کر ہر ایک نے اسے داد دی اور کہا کہ واہ رے ذہین شاباش خوب بات نکالی۔ تیرا نصیب ہمیشہ عنایت خداوندی پر سہارا کئے ہوئے اور عنایت الہی ہمیشہ تیرے شامل حال رہے۔ غرض وہ سب متفق ہو گئے اور اس کا پختہ عہد ہو گیا کہ کوئی دوست اپنے عہد سے نہ پھرے گا اس کے بعد مزید اطمینان کے لئے اس نے

سب سے اس کی قسمیں لیں کہ کوئی شخص اس واقعہ کی بخبری نہ کرے گا دیکھو اس لڑکے کی عقل سب پر غالب آگئی اور اس کی عقل سب کی پیش رو ہوگئی اس کے متعلق ضمنا ہم ایک مفید بات بتلاتے ہیں اس کے بعد تمامی قصہ کی طرف متوجہ ہوں گے۔

شرح شبیری

آن تفاوت هست در عقل بشر	کہ میان شاہد ان اندر صور
انسانوں کی عقل میں ایسا فرق ہے	جیسا کہ معشوقوں کی صورتوں میں

یعنی عقل بشری میں وہ تفاوت ہے جیسا کہ معشوقوں کی صورتوں میں ہوتا ہے چونکہ معتزلہ کہتے ہیں کہ عقول اصل فطرت سے سب مساوی ہوتی ہے مگر تجربوں کی زیادتی سے کوئی بڑھ جاتی ہے اور ان کی کمی سے کوئی گھٹتی رہتی ہے اور اہل سنت یہ کہتے ہیں کہ اصل فطرت ہی سے متفاوت ہوتی ہیں مولانا آگے اپنے مذہب کا اثبات اور معتزلہ کے مذہب کا رد فرماتے ہیں کہ۔

بیان میں اسکے کہ عقول خلق اصل فطرت سے متفاوت ہیں اور معتزلہ کے نزدیک

اصل فطرت سے مساوی ہیں اور تفاوت حصول علم سے ہوتا ہے

زیں قبل فرمود احمد در مقال	در زباں پنہان بود حسن رجال
اسی سلسلہ میں آنحضرت نے گفتگو میں فرمایا	انسانوں کا حسن زبان میں پوشیدہ ہوتا ہے

یعنی اس قبیل سے احمد صلی اللہ علیہ وسلم نے گفتگو میں فرمایا ہے کہ زبان میں حسن رجال پنہان ہوتا ہے مطلب یہ کہ حضور نے فرمایا ہے کہ انسان کے بولنے سے اس کے حسن و جہ کی حالت معلوم ہو جاتی ہے تو معلوم ہوا کہ انسان آپس میں متفاوت ہیں جب ہی تو زبان سے ایک دوسرے میں امتیاز ہوتا ہے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

اختلاف عقلہا دراصل بود	بروفاق سنیان باید شنود
عقلوں کا فرق اصل سے تھا	سنیوں (کے قول) کے مطابق سنا چاہیے

یعنی اختلاف عقول اصل سے ہی ہے موافق مذہب سنیوں کے سنا چاہئے۔

برخلاف قول اہل اعتزال	کہ عقول از اصل دارند اعتدال
معتزلہ کے اس قول کے خلاف	کہ عقلیں اصل میں یکساںیت رکھتی ہیں

یعنی بخلاف قول معتزلہ کے کہ عقول اصل فطرت سے اعتدال رکھتی ہے (اور وہ کہتے ہیں کہ)

تجربہ و تعلیم بیش و کم کند	تا یکے را از یکے اعلم کند
تجربہ اور تعلیم گھٹاتے اور بڑھاتے ہیں	یہاں تک کہ ایک کو ایک سے زیادہ عالم بنا دیتے ہیں

یعنی تجربہ اور تعلیم زیادہ اور کم کرتی ہے یہاں تک کہ ایک کو دوسرے سے اعلم کر دیتا ہے مولانا فرماتے ہیں کہ

باطل است این زانکہ رائی کود کے	کہ ندارد تجربہ در مسکے
یہ غلط ہے کیونکہ بچے کی رائے	جس کو کسی مسک کا کوئی تجربہ نہیں ہے

یعنی (یہ مذہب معتزلہ) باطل ہے اس لئے کہ ایک بچہ کی عقل جو کہ معاملات میں تجربہ نہیں رکھتا ہے۔

بگزرود ز اندیشہ مردان کار	عاجز آمد کارشان در اضطرار
تجربہ کار لوگوں کی رائے سے بڑھ جاتی ہے	ان لوگوں کا کام پریشانی میں عاجز آ جاتا ہے

یعنی بڑھ جاتی ہے مردان کار کے فکروں سے اور ان مردوں کا کام اضطرار میں عاجز آتا ہے تو جب ان کو تجربہ ہی نہیں تو پھر ان بچوں کی عقل ان سے کیوں بڑھ جاتی ہے معلوم ہوا کہ اصل فطرت ہی سے متفاوت ہیں۔ آگے تائید میں اوپر والے بچہ کی حکایت کو پیش فرماتے ہیں رجوع الی القصہ نہیں ہے صرف تائید مقصود ہے فرماتے ہیں کہ

بردمید اندیشہ زان طفل خورد	پیر باصد تجربہ بوئے نہ نبرد
اس چھوٹے بچہ سے وہ خیال ظاہر ہوا	جس کی سو تجربہ والے بوڑھے کو خوشبو بھی نہ آئی

یعنی اس چھوٹے لڑکے میں سے ایک فکر نکلی تو وہ (معلم) بڑھا ہوا جو دو تجربوں کے بونہ لے جاسکا تو معلوم ہوا کہ اس بچہ کی عقل فطرت ہی زیادہ تھی۔

خودفزون آن بہ کہ آن از فطرت است	باز افزونے کہ جہد و فکرت است
(عقل کی) وہ زیادتی جو فطرت کی طرف سے ہے بہتر ہے	پھر وہ زیادتی ہے جو کہ کوشش اور فکر کی وجہ سے ہے

یعنی زیادتی وہی بہتر ہے جو کہ فطرت سے ہو اور پھر وہ زیادتی جو جہد و فکر سے ہو۔

تو بگو دادہ خدا بہتر بود	یا کہ لنگے را ہوا رانہ رود
تو بتا اللہ کا دیا ہوا بہتر ہوتا ہے	یا وہ لنگڑا جو تیز رو گھوڑے کی طرح چلے

یعنی تم ہی کہو کہ خدا کی دی ہوئی بہتر ہے یا کہ وہ لنگڑا جو (بہ تکلیف) راہواروں کی طرح چلتا ہے اور یہ معلوم ہے کہ وہی دادہ خدا بہتر ہے پس جو عقل کہ فطرت سے زیادہ ہو وہی بہتر ہے یہ ایک لطیفہ کے طور پر فرما دیا آگے پھر ان لڑکوں کا قصہ فرماتے ہیں کہ۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح:۔ یاد رکھو کہ آدمیوں کی عقل میں بھی وہی تفاوت ہے جو معشوقوں کی صورتوں میں اسی کے متعلق جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث میں فرمایا ہے کہ آدمی کا حسن زبان کے نیچے مستور ہے۔ یعنی جب تک آدمی کلام نہیں کرتا اس وقت تک اس کی عقل کا حسن و قبح ظاہر نہیں ہوتا۔ اس سے تو صرف یہ امر ثابت ہوا کہ عقل میں تفاوت ہے مگر بعد کو اہل سنت اور معتزلہ میں یہ اختلاف واقع ہوا کہ یہ اختلاف فطری ہے یا علم و تجربہ کی کمی بیشی کے سبب سے ہے اہل سنت کہتے ہیں کہ یہ اختلاف فطری ہے اور معتزلہ کہتے ہیں کہ علم و تجربہ کی کمی بیشی سے ہے مگر ہم کہتے ہیں کہ اختلاف فطری ہے۔ جیسا کہ اہل سنت کہتے ہیں (تم کو خوب سن رکھنا چاہئے) برخلاف معتزلہ کے کہ وہ یہ کہتے ہیں کہ بدو فطرت میں عقل سب یکساں ہیں تجربہ اور تعلیم کی کمی بیشی

اس میں کمی بیشی پیدا کرتی ہے۔ حتیٰ کہ ایک دوسرے سے زیادہ عالم اور عاقل ہو جاتا ہے اور دوسرا کم رہ جاتا ہے۔ اس قول کے بطلان کی دلیل یہ ہے کہ ایک لڑکا جو نہ تجربہ رکھتا ہے اور نہ زیادہ علم اس کی عقل ایک خاص معاملہ میں ان لوگوں سے بڑھ جاتی ہے جو اس کے کرنے والے ہیں اور وہ اس کے مقابلہ میں عاجز اور مجبور ہو جاتے ہیں دیکھو اس چھوٹے بچہ کی عقل نے ایک ایسی بات پیدا کی کہ ایک بڑھا (استاد) باوجود سینکڑوں تجربوں کے اس کی ہوا تک کو نہ پہنچ سکا۔ اب یہ بات بھی دیکھنے کے قابل ہے کہ کمی بیشی کو تو دونوں فریق تسلیم کرتے ہیں مگر اس کے منشاء میں اختلاف رکھتے ہیں اب دیکھو کہ وہ زیادتی بہتر ہے جو بد و فطرت میں ہے یا وہ زیادتی جو کوشش اور غور و فکر کی مشق سے پیدا ہوئی ہے اور تمہیں انصاف سے کہہ دو کہ داؤ خدا بہتر ہے یا یہ کہ حقیقت ناقص اور صورت کامل ہو لہذا اس کی ایسی مثال ہے جیسے کہ گھوڑا ہو تو لنگڑا مگر تکلف رہو اور چلتا ہو

فائدہ۔ یاد رکھو کہ یہ گفتگو معتزلہ کے لئے ملزم اور مسکت ہے کہ وہ نقصان کو فطری تسلیم کرتے ہیں اور الزام انہیں کو دینا مقصود بھی ہے مگر فی نفسہ مثبت مذہب نہیں بلکہ مثبت مذہب وہ دلیل ہے جو پیشتر بیان کی ہے یعنی مشاہدہ زیادتی عقل طفل خورد بر عقل پیر تجربہ کار) اس ضمنی گفتگو کو ختم کر کے پھر اصل قصہ کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

شرح شبیری

لڑکوں کا استاد کو مکر سے وہم میں ڈال دینا

روز گشت و آمدند آن کودکاں	بر ہمیں فکرت بمکتب شادمان
دن کلا اور وہ بیچ آئے	اسی تدبیر کے مطابق کتب کی جانب روانہ ہوئے

یعنی دن ہو گیا اور وہ لڑکے اسی فکر میں خوش خوش مکتب میں آئے۔

جملہ استادند پیروں منتظر	تاور آید اول آں یار مکر
سب باہر منتظر کھڑے ہو گئے	تاکہ وہ مکار دوست پہلے اندر جائے

یعنی سارے باہر منتظر کھڑے ہو گئے تاکہ اول وہ یار مکار آوے۔

زانکہ منبع او بدست ایں رای را	سر امام آمد ہمیشہ پائے را
اس لئے کہ اس تدبیر کا وہی سرچشمہ تھا	سز ہمیشہ پاؤں کا پیشوا ہوتا ہے

یعنی اس لئے کہ اس رائے کا وہی منبع تھا اور پاؤں کے لئے ہمیشہ سر ہی امام ہوتا ہے لہذا وہ اس کے منتظر ہوئے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

اے مقلد تو مجھ پیشی بران	کو بود منبع ز نور آسمان
اے بچے چلنے والے! تو اس سے آگے نہ بڑھ	جو آسمانی نور کا سرچشمہ ہے

یعنی اے مقلد تو اس پر پیشی مت ڈھونڈو جو کہ نور آسمانی سے منبع ہووے۔ مطلب یہ کہ بس تم کو بتا دیا گیا ہے اب اس پر اپنی طرف سے زیادتی مت کرو ورنہ خطا پاؤ گے۔ آگے پھر ان لڑکوں کی حکایت ہے۔

او در آمد گفت استار اسلام	خیر باشد رنگ رویت زرد فام
وہ آیا 'بولا استاد کو سلام ہے	خدا خیر کرے آپ کے چہرے کی رنگ پہلی ہے

یعنی وہ لڑکا آیا اور استاد کو سلام کیا (اور بولا کہ) خیر ہے آپ کے چہرے کا رنگ زرد زرد ہے۔

گفت استا نیست رنجے مر مرا	تو برو بنشین مگو یا وہ ہلا
استاد نے کہا مجھے کوئی تکلیف نہیں ہے	تو جا (بیٹھ جا) خیر دارا بک بک نہ کر

یعنی استاد نے کہا کہ مجھے کوئی تکلیف نہیں ہے تو جا بیٹھ خیر دار فضول مت بک۔

نفی کرد اما غبار وہم بد	اند کے اندر دلش ناگاہ زد
انکار کر دیا لیکن برے خیال کا وہم	تھوڑا سا اچانک اس کے دل میں رونما ہوا

یعنی اس نے نفی کر دی مگر وہم بد کا غبار تھوڑا سا اس کے دل پر جم گیا۔

اندر آمد دیگرے گفت این چنین	اند کے آن وہم افزون شد برین
دوسرا اندر آیا اس نے بھی ایسا ہی کہا	اس پر تھوڑا سا وہ وہم بڑھا

یعنی دوسرا اندر آیا اور اس نے بھی اسی طرح کہا تو تھوڑا سا وہم اس (پہلے) پر سے زیادہ ہوا۔

چنین تا وہم او قوت گرفت	ماند اندر حال خود بس در شگفت
اسی طریقہ پر یہاں تک کہ وہم نے قوت پکڑی	وہ (استاد) اپنے معاملہ میں حیرانی میں پڑ گیا

یعنی اسی طرح (سب کہتے رہے) یہاں تک کہ اس کے وہم نے قوت پکڑ لی اور وہ اپنی حالت میں ایک تعجب میں (رہ گیا کہ مجھے کیا ہو گیا) آگے مولانا فرماتے ہیں کہ جس طرح یہ معلم دوسروں کے کہنے سے وہم میں پڑ گیا اسی طرح فرعون بھی دوسروں کی تعلیم سے وہم میں مبتلا ہو گیا تھا اور اپنی حالت کی خبر نہ تھی فرماتے ہیں کہ۔

شرح صلیبی

ترجمہ و تشریح:- خیر مشورہ طے پا گیا اور دن ہو اس وقت لڑکے اسی خیال میں ڈوبے ہوئے خوش خوش مکتب میں آئے سب لڑکے اس ذہین لڑکے کے انتظار میں باہر کھڑے رہے کیونکہ اس رائے کا سرچشمہ وہی تھا اور وہ بمنزلہ سر کے تھا اور دیگر لڑکے بمنزلہ پاؤں کے اور سر پاؤں کا پیشوا ہوتا ہے۔ اس واقعہ سے مقلد و ناقل کو عبرت حاصل کرنی چاہئے اور محقق سے جو کہ نور حق سبحانہ کا سرچشمہ ہے بڑھنے کا خیال نہ کرنا چاہئے خیر یہ تو ضمنی گفتگو تھی اب سنو کہ وہ لڑکا آیا اور آ کر اس نے استاد کو سلام کیا اور کہا کہ خیر تو ہے جناب کے چہرہ کی رنگت کچھ زردی مائل ہے استاد نے اس کو تو جھڑک دیا اور کہا کہ جا اپنی جگہ بیٹھ بیہودہ بکو اس مت کر مجھے کوئی تکلیف نہیں ہے اس نے بیماری کا انکار تو کر دیا مگر برے خیال نے اس کے دل پر اثر ضرور کیا اس نے سوچا کہ احتمال تو ہے کہ یہ لڑکا سچ کہتا ہو دوسرا آیا اس نے بھی یہی کہا۔ اس سے اس وہم میں اور ترقی ہوئی یہی سلسلہ جاری رہا۔ حتیٰ کہ وہ وہم قوی ہو گیا اور اس نے سمجھ لیا کہ میں واقع میں بیمار ہوں اور یہ سمجھ کر اپنی حالت پر بہت متعجب ہوا اور کہا کہ کس قدر عجیب بات ہے

کہ میں بیمار ہوں اور مجھے خبر نہیں۔ یہاں مولانا اس کے مناسب اور مضمون کی طرف انتقال فرماتے ہیں۔

شرح شبیری

فرعون کا لوگوں کی تعظیم کی وجہ سے بیمار ہو جانا

سجدہ خلق از زن و از طفل و مرد	زدول فرعون را رنجور کرد
عورتوں اور بچوں اور مردوں کے سجدوں نے	اڑ کیا فرعون کے دل کو بیمار کر دیا

یعنی مخلوق کے سجدہ نے عورتوں اور بچوں اور مردوں سے جلد ہی فرعون کے دل کو بیمار کر دیا زن و طفل و مرد تفسیر ہے خلق کی یعنی جب لوگوں کی تعظیم کی وجہ سے اس کا دل خراب ہو گیا اور اس کے اندر تکبر کوٹ کوٹ کر بھرا گیا۔ نعوذ باللہ منہ

گفتن ہر یک خداوند و ملک	آچنان گردش ز وہم منہلک
ہر ایک کے مالک اور شاہ کہنے نے	برہاد کر دینے والے وہم کی وجہ سے اس کو ایسا بنا دیا

یعنی ہر ایک کے خداوند اور بادشاہ کہنے نے اس کو اس طرح وہم سے ہلاک ہونے والا کر دیا۔

کہ بدعوئی الہی شد دلیر	اژدہا گشت و نمی شد ہیچ سیر
کہ خدائی کے مودے پر دلیر بن گیا	اژدہا بنا اور کبھی اس کا پیٹ نہ بھرا

یعنی کہ دعویٰ الوہیت میں دلیر ہو گیا (اور ظلم میں) اژدہا ہو گیا تھا مگر سیر نہ ہوتا تھا۔ یعنی جتنی کوئی تعظیم کرے اس سے اس کو زیادہ کی ہوس ہوتی تھی آگے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

عقل جزوی آفتش وہم ست وطن	زانکہ در ظلمات شد او را وطن
وہم اور گمان، ناقص عقل کے لئے مصیبت ہے	کیونکہ اس کا گھمکانا تاریکیوں میں ہے

یعنی عقل جزوی کی آفت وہم اور ظن میں ہے اس لئے کہ ظلمات میں اس کا وطن ہوتا ہے تو وہ حقیقت کو نہیں دیکھ سکتی۔ آگے وہم کی ایک مثال فرماتے ہیں کہ۔

برزین گر نیم گزرا ہے بود	آدی بے وہم ایمن مے رود
زمین پر اگر آدمے گز کا راستہ ہو	آدی بے وہم کے مطمئن ہو کر چلتا ہے

یعنی زمین پر اگر آدھ گز بھی راہ ہو دے تو آدمی بے وہم کے بے خوف چلا جاتا ہے۔

برسر دیوار عالی گر روی	گر دو گز عرضش شود کژمی شوی
اگر تو اونچی دیوار پر چلے	اگر دو گز کی چوڑائی ہو تو اونچا ہو جاتا ہے

یعنی اور اگر کسی بلند دیوار پر چلتا ہو تو اگر اس کا عرض دو گز ہو تب بھی کچھ ہونے جاتے ہو۔

بلکہ می اتقی زلزلہ دل بو ہم ترس و وہیے راگو بنکر بہم

بلکہ وہم کی وجہ سے دل کے لرزنے سے تو گر پڑے گا عقل کے ذریعہ خوف اور وہم کو خوب سمجھ لے

یعنی بلکہ تم دل کے کاہنے کی وجہ سے گر پڑتے ہو اور خوف اور وہم کو ہم سے اچھی طرح سمجھ لو تو دیکھو ایک جگہ تو آدمی گز زمین پر چلتے ہوئے بھی نہیں ڈرتا اور دوسری جگہ دو گز زمین پر بھی گر پڑتے ہو یہ اسی کی وجہ سے ہے کہ تم کو یہاں گرنے کا وہم نہیں ہے اور یہاں وہم ہے تو وہم ایسی بلا ہے۔ آگے پھر اس معلم کی حکایت فرماتے ہیں کہ۔

شرح صلیبی

ترجمہ و تشریح:- دیکھو جس طرح لڑکوں کے کہنے سے استاد اپنے کو بیمار سمجھ گیا اور پھر سچ بچ بیمار بن گیا یوں ہی عورتوں بچوں اور مردوں غرض کہ مخلوق کے سجدوں سے فرعون اپنے کو خدا سمجھ گیا تھا اور یہ سمجھ کر مریض القلب ہو گیا تھا اور ہر شخص کے خداوند نعمت اور بادشاہ کہنے نے غلبہ وہم کے سبب یوں ہی اس کو رسوا کیا تھا کہ وہ دعویٰ الوہیت پر جرأت کر بیٹھا اور اثر دہا بن گیا کہ اپنی تعظیم سے اس کا دل سیر ہی نہ ہوتا تھا۔ اس سے تم سمجھو کہ وہم و ظن عقل ناقص کے لئے آفت ہے کیونکہ وہم و ظن کا گھر ظلمات میں ہے اور ان کو ظلمات ناسوت ہی سے تعلق ہے۔ پس اگر عقل ناقص ہوتی ہے تو یہ اس پر غالب آ کر اس کو بھی ظلمات کر دیتے ہیں اور وہ ادراک حقیقت سے قاصر ہو جاتی ہے اس کی تصدیق پورے طور پر تم کو اس واقعہ سے ہوگی کہ اگر زمین پر آدھ گز چوڑا رستہ ہو تو آدمی بے خوف و خطر چلا جاتا ہے لیکن اگر کوئی اونچی دیوار ہو اور اس پر چلنا پڑے تو اگر دو گز چوڑا رستہ بھی ہوگا تب بھی تم کبھی کبھی ایک طرف کو جھک جاؤ گے بلکہ غلبہ وہم سے دل کاہنے لگے گا اور ہاتھ پاؤں بے قابو ہو جائیں گے اور تم گر پڑو گے اس سے تم سمجھ لو کہ خوف اور وہم کیا قوت رکھتا ہے۔ اور کیا عقل پر غالب آ کر اس کو بیکار کر دیتا ہے جب یہ فائدہ معلوم ہو گیا تو اب قصہ سنو۔

شرح شبیری

استاد معلم کا وہم و خیال کی وجہ سے بیمار ہو جانا

گشت استاخت سست از وہم و بیم	بر چہید و مے کشانید او گلیم
دہم اور ڈر سے استاد بہت سست ہو گیا	اٹھا اور اس نے کملی کھینچا

یعنی استاد وہم و خوف کی وجہ سے بہت سست ہو گیا تو اٹھا اس حالت میں کہ کملی کھینچتا تھا۔

خسب مکین بازن کہ مہر اوست سست	من بدین عالم نہ پرسید او نخست
بیوی پر غصہ تھا کہ اس کو محبت کم ہے	میں اس حالت میں ہوں اور اس نے پہلے نہ پوچھا

یعنی بیوی پر غصہ میں تھا کہ اس کی محبت سست ہے کہ میں اس حال میں ہوں اور اس نے پہلے نہ پوچھا۔

خود مرا آگہ نگر از رنگ من	قصد دارد تارہد از ننگ من
اس نے مجھے میری رنگت سے آگاہ نہ کیا	اس کا تو ارادہ ہے کہ میری ذلت سے نجات پائے

یعنی اس نے خود مجھے میری (تغیر) رنگ سے آگاہ نہیں کیا وہ تو یہ چاہتی ہے کہ میرے ساتھ سے چھوٹ جاوے۔

او بحسن و جلوہ خود مست گشت	بے خبر کز بام من افتاد طشت
وہ اپنے حسن اور جلوے میں مست ہو گئی ہے	اس سے بے خبر کہ طشت میرے بالا خانہ سے گرا ہے

یعنی وہ اپنے حسن و جلوہ میں مست ہے اور وہ اس سے بے خبر ہے کہ میری بیماری مشہور ہو گئی ہے۔

آمد و در را بہ تندی برکشاد	کودکان ار درپئے آن استاد
گمرا آیا اور سختی سے دروازہ کھولا	بچے اس استاد کے پیچھے تھے

یعنی آیا اور دروازہ سختی سے کھولا اور لوٹے اس استاد کے پیچھے پیچھے۔

گفت زن خیرست چون زود آمدی	کہ مباد اذات نیکت را بدے
بیوی نے کہا خیر ہے آپ جلد کیوں آگئے؟	خدا نہ کرے آپ کی نیک ذات کو کوئی تکلیف پہنچے

یعنی عورت بولی کہ خیر ہے جلدی کیسے آگئے کہ آپ کی ذات نیک کو کوئی برائی نہ ہو۔

گفت کوری رنگ و حال من ببین	از غم بیگانگان اندر حنین
اس نے کہا تو اندھی ہے میری رنگت اور حالت دیکھ	میرے غم میں دوسرے دوسرے ہیں

یعنی وہ معلم بولا کہ اندھی ہے میرا رنگ اور میری حالت دیکھ کہ میری تکلیف سے بیگانے رنج میں ہیں۔

تو درون خانہ از بغض و نفاق	می نہ بینی حال من در احتراق
تو گھر کے اندر بغض اور نفاق کی وجہ سے	چلنے میں میری حالت نہیں دیکھتی ہے

یعنی تو گھر کے اندر بغض و نفاق کی وجہ سے میرا حال جلنے میں دیکھتی نہیں ہے یعنی میں بخار کے مارے جل رہا ہوں اور کجخت تجھے گھر کے اندر رہ کر خاک خبر نہیں۔

گفت زن اے خواجہ رنج نیستت	وہم و ظن و فکر بے معنیستت
بیوی نے کہا اے جناب آپ کو کوئی بیماری نہیں ہے	آپ کا وہم اور گمان اور فکر بلاوجہ ہے

یعنی عورت نے کہا کہ اے خواجہ آپ کو کوئی تکلیف نہیں ہے وہم و ظن لاشے اور بے معنی تم کو ہو گیا ہے۔

گفت اے غرتو ہنوزی در لجاج	می نہ بینی در تغیر و ارتجاج
اس (شوہر) نے کہا اے بیوقوف تو ابھی جھگڑے میں ہے	اس تغیر اور کجی کو نہیں دیکھ رہی ہے

یعنی بولا کہ اری مکار تو ابھی لڑائی میں ہے تو میرا تغیر اور کجی نہیں دیکھتی۔

گرتو کورو کرشدی مارا چہ جرم	مادرین زخم و در اندوہ و کرم
اگر تو اندھی اور بہری ہو گئی ہے تو ہمارا کیا قصور ہے	ہم تو اس رنج اور غم اور ضیق میں ہیں

یعنی بولا کہ اگر تو کورو کر ہو جاوے تو بیماری کیا خطا ہم تو اس تکلیف اور غم اور مصیبت میں ہیں۔ یعنی وہ بیوی سے بولا کہ میں

تو اس حال میں ہوں اور تو اچھا بتا رہی ہے تو میری کیا خطا ہے۔

گفت اے خواجہ پیارم آئینہ	تا بدانی کہ ندارم من گنہ
اس نے کہا اے جناب! میں آئینہ لاتی ہوں	تاکہ آپ سمجھ لیں کہ میری کوئی خطا نہیں ہے

یعنی بیوی نے کہا کہ میاں میں آئینہ لے آؤں تاکہ آپ کو معلوم ہو کہ میری خطا نہیں ہے۔

گفت رو روچہ توچہ آئینہ ات	دائما در بغض و کینے و عنت
اس نے کہا جا جا تو کیا تیرا آئینہ کیا	تو ہمیشہ بغض اور کینہ اور سرکشی میں مبتلا ہے

یعنی وہ بولا کہ جا جا کیا تو اور کیا تیرا آئینہ تو ہمیشہ بغض اور کینہ اور سرکشی میں رہتی ہے۔

جامہ خواب مرا رو گستران	تا خپسم کہ سرمن شد گران
جلد میرا بستر بچا دے	تاکہ میں سو جاؤں بچھے سرگرائی ہے

یعنی میرا بستر جلدی بچھا دے تاکہ میں سو رہوں کہ میرا سر بھاری ہو گیا ہے۔

زن توقف کرد و مردش بانگ زد	کالے عدو زو تر ترا این مے سزد
بیوی نے دیر کی اور مرد اس پر چیخا	کہ اے دشمن جلدی کر تیرے لئے یہ مناسب ہے؟

یعنی عورت نے (بچھونا کرنے میں) توقف کیا (تاکہ وہم زائل ہو جاوے) تو اس مرد نے اس کو آواز دی کہ اری دشمن

تجھے یہی لائق ہے (کہ ہم مر رہے ہیں اور تو بیٹھی ہوئی ہے)

استا و کا بستر میں لیٹ جانا اور وہم و تکلیف کی وجہ سے رونا

جامہ خواب آورد و گسترش عجز	گفت امکان نے و باطن پر زسوز
بوزی بستر لائی اور اس کے لئے بچھا دیا	(بوزی کے لئے) بولنا ممکن نہیں اور دل میں جلن

یعنی وہ بڑھیا بستر لائی اور بچھا دیا بولنے کی تو طاقت نہیں اور اندر سے جل رہی تھی (اور دل ہی دل میں یوں کہہ رہی تھی کہ)

گر بگویم متہم دارد مرا	ورنہ گویم جد شود این ماجرا
اگر میں کچھ کہتی ہوں وہ مجھ پر تہمت دھرے گا	اگر کچھ نہیں بولتی ہوں تو یہ قصہ حقیقی بن جائے گا

یعنی اگر کہتی ہوں تو یہ مجھے متہم کرے گا اور اگر نہیں کہتی ہوں تو یہ بات سچ ہوئی جاتی ہے یعنی سچ بیمار ہو جاوے گا۔ مولانا فرماتے ہیں۔

فال بدر رنجور گرداند ہے	آدمی را کہ نبود سستش غمے
بری فال بیمار بنا دیتی ہے	اس آدمی کو (بھی) جس کو کوئی غم نہ ہو

یعنی فال بد اس آدمی کو بھی بیمار بنا دیتی ہے جس کو کوئی تکلیف نہ ہو۔

قول پیغمبر قبولہ یفرض	ان تمار ضم لدنیا ترضوا
پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی بات ماننا فرض کر دی گئی ہے	اگر ہمارے سامنے جھک کر مریض بنو گے مریض بن جاؤ گے

یعنی قول پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم ہے تو اس کا قبول کرنا فرض ہے (اور وہ یہ ہے کہ) اگر تم دنیا کے لئے مریض ہو گے تو سچ مریض ہو جاؤ گے حدیث میں منافقین کے لئے ہے اگر تم بہانہ کر کے مریض ہو گے تو سچ مریض ہو جاؤ گے اسی کو مولانا نے یہاں چپاں فرمادیا ہے آگے پھر اس عورت کے دل کی باتوں کو بیان فرماتے ہیں کہ وہ اپنے دل میں کہہ رہی تھی کہ۔

گر بگویم او خیالے برزند	فعل دارد زن کہ خلوت میکند
اگر میں بگوں کہ وہ برا خیال کرے گا	کہ بھری کو کوئی کام ہے تہا کی چاہتی ہے

یعنی اگر میں کہتی ہوں تو وہ یہ خیال کرے گا کہ عورت کوئی فعل کرنا چاہتی ہے کہ جو خلوت کرتی ہے مطلب یہ کہ اس نے کہا کہ اگر میں کہتی ہوں کہ تم تو اچھے خاصے ہو جا کر پڑھاؤ تو وہ سمجھے گا کہ کوئی یار ہے اس کو بلانے کیلئے خلوت کرنا چاہتی ہے۔

مررا از خانہ بیرون میکند	بہر فسقے فعل و افسون میکند
مجھ سے بھگانا چاہتی ہے	بدی کے لئے کوشش اور تدبیر کرتی ہے

یعنی (سمجھے گا) کہ مجھے گھر سے باہر کرتی ہے اور کسی کام کیلئے یہ کام اور چالاکی کرتی ہے۔ خیر دل میں یہ سب سوچا مگر بستر بچھا دیا۔

جامہ خواب افگند و استا او فتاد	آہ آہ و نالہ ازوے می بزاد
اس نے بستر بچھا دیا اور استاد لیت گیا	آہ آہ اور رونا شروع کر دیا

یعنی اس نے بستر بچھا دیا تو استاد جی گر پڑے اور آہ آہ اور نالہ و بکا اس سے پیدا ہوا۔

کودکان آنجا نشستند و نہاں	درس میخواندند با صد اندھاں
بچے وہاں بیٹھ گئے اور آہستہ سے	سیکڑوں نموں کے ساتھ سبق پڑھنے لگے

یعنی لڑکے وہاں بیٹھے ہوئے اور چپکے چپکے سبق سو نموں کے ساتھ پڑھ رہے تھے۔

کاین ہمہ کردیم و ہم زند اینیم	بد بنائے بود و مابد با اینیم
کہ ہم نے سب کچھ کیا اور ہم قیدی ہیں	بدی عمارت تھی اور ہم برے بنائے والے ہیں

یعنی کہ ہم نے یہ سب کچھ کیا اور ہم قیدی ہیں یہ سب بڑی بنا تھی اور ہم برے بنائے ہیں مطلب یہ کہ چونکہ استاد نے کہا کہ گھر پر بیٹھ کر پڑھو اور میں لیٹتا ہوں تو وہ اس غم میں تھے کہ افسوس کہ اس کو بیمار بھی تدبیر سے ڈالا مگر پھر بھی کچھ نہ ہوا ہم قیدی کے قیدی ہی رہے اس کے بعد بولے کہ۔

ہیں دگر اندیشہ باید نمود	تا ازین محنت فرح یا بیم زود
خبردار! دوسری تدبیر کرنی چاہیے	تاکہ ہم اس مصیبت سے جلد راحت پالیں

یعنی ارے کوئی دوسری فکر کرنی چاہئے تاکہ اس مصیبت سے ہم جلدی سے خوشی حاصل کریں۔ مطلب یہ کہ سب نے کہا کہ ایسی تدبیر سوچو کہ اس سے بھی چھوٹیں تو اسی لڑکے نے پھر تدبیر کی جس کو آگے بیان فرماتے ہیں کہ۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح: استاد وہم اور خوف کے سبب بہت ہی نحیف ہو گیا وہ اٹھا اور اپنا کبیل اٹھا کر چل دیا۔ بیوی پر نہایت غصہ تھا کہ میں اس حالت میں تھا اور اس نے پیشتر سے نہ پوچھا کہ تیری رنگت زرد ہے تجھے کیا تکلیف ہے اور مجھے میری رنگت پر مطلع نہ کیا۔ جی وہ کیوں کرتی وہ تو خدا سے چاہتی ہے کہ یہ کہیں مرے اور میری زوجیت کی عار سے اس کا پیچھا چھوٹے وہ اپنے غرور حسن میں مست ہے اسے اتنی بھی خبر نہیں کہ میری بیماری لوگوں میں مشہور ہو گئی غرض وہ اس پیچ و تاب میں مکان تک پہنچا اور زور سے دروازہ کھولا۔ لڑکے بھی استاد کے پیچھے پیچھے آ رہے تھے کیونکہ ان کو ابھی چھٹی نہ ملی تھی۔ عورت نے ان کو بے وقت آتا دیکھ کر پوچھا کہ خیر تو ہے آپ آج اس وقت کیسے چلے آئے خدا نہ کرے کہ آپ کو کوئی نقصان پہنچا ہو۔ انہوں نے کہا کہ اندھی ہو گئی ہے مجھ سے کیا پوچھتی ہے میری حالت اور میری رنگت دیکھ لے۔ غضب ہے کہ میرے غم میں دوسرے لوگ تو کڑھتے ہیں اور تو گھر میں رہ کر بغض و نفاق کے سبب میری حالت نہیں دیکھتی کہ میں بھن رہا ہوں۔ اس نے کہا جناب آپ تو اچھے خاصے ہیں کوئی نقصان بھی آپ کے اندر نہیں محض بے معنی اور فضول تو ہم اور خیال فاسد ہے اس نے کہا کہ چھناں تو اب تک بھی جتیں ہی نکال رہی ہے مجھے نہیں دیکھتی کہ میری حالت میں کس قدر تغیر آ گیا ہے اور میں کیسا کانپ رہا ہوں اگر اندھی اور بہری ہو گئی ہے تو ہمارا کیا قصور۔ ہم خود اپنی تکلیف اور رنج و غم میں مبتلا ہیں۔ اس نے کہا کہ جناب آپ فرمائیں تو میں آئینہ لا کر آپ کو آپ کی حالت دکھلا دوں تاکہ آپ جان لیں کہ میں اس معاملہ میں بے قصور ہوں اس نے کہا جا دور ہو خدا کرے نہ تو بچے نہ تیرا آئینہ۔ سب تباہ ہوں۔ تو ہمیشہ عداوت اور دشمنی اور ضد ہی کرتی رہی۔ جا میرا بستر بچھا دے میرا سر بھاری ہو رہا ہے ذرا سو رہوں۔ عورت نے بستر بچھانے میں توقف کیا سمجھا کہ شاید سمجھ جائیں مگر اس نے ڈانٹا کہ اری دشمن جلدی سے بچھا دے اس وقت تجھے ایسا کرنا چاہئے خیر بڑی بی بستر لے آئی اور لا کر بچھا دیا دل میں جل رہی تھی لیکن کچھ کہہ نہ سکتی تھی سوچتی تھی کہ میں کچھ کہتی ہوں تو مجھے مہتم سمجھے گا اور اگر نہیں کہتی تو یہ قصہ سچ ہوا جاتا ہے اور یہ یقیناً بیمار ہو جائے گا کیونکہ جو آدمی بیمار نہ ہو اور اپنے کو بیمار کہے تو وہ واقع میں بیمار ہو جاتا ہے اس لئے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کو صحیح سمجھنا لازمی ہے اور آپ نے فرمایا ہے کہ اے منافقین اگر تم ہمارے سامنے بیمار بن کر آؤ گے تو تم واقع میں بیمار ہو جاؤ گے اور اگر کہتی ہوں تو وہ خیال کرے گا کہ عورت کوئی حرکت کرنا چاہتی ہے اس لئے مجھے ٹالتی ہے اور تنہائی چاہتی ہے یہ اس کی ایک چال ہے کہ مجھے تو صحت کا یقین دلا کر گھر سے نکالتی ہے اور خود حرام کاری کرے گی ان تمام باتوں پر نظر کر کے اس نے بدنامی پر بیماری کو ترجیح دی اور بستر بچھا دیا۔ استاد صاحب لیٹ گئے اور ہائے ہائے کرنے لگے لڑکے بھی بیٹھ گئے اور آہستہ آہستہ پڑھنے لگے ان کو اس کا رنج تھا کہ ہم نے یہ سب کچھ کیا پھر بھی ہم قید میں گرفتار ہیں ہماری عمارت بری تھی اور ہم بری عمارت بنانے والے تھے۔ اچھا اب کوئی اور تدبیر کرنی چاہئے کہ اس مصیبت سے چھوٹ کر خوشی حاصل کریں۔

شرح شبیری

لڑکوں کا استاد کو دوسری مرتبہ وہم میں ڈالنا کہ اس کو قرآن پڑھنے سے دردمر ہوتا ہے

گفت آن زیرک کہ ای قوم پسند	درس خوانید و کید آوا بلند
اس ذہن بچے نے کہا اے دوستو!	سبق پڑھو اور آواز بلند کرو

یعنی (اول تو) اسی لڑکے نے (چپکے سے) کہ اے قوم پسندیدہ سبق پڑھو اور آواز کو بلند کرو۔

چون ہمی خواندند گفت ای کو دکان	بانگ ما استاد را دارو زیان
جب انہوں نے اس طرح پڑھا تو بولا اے بچا	ہماری آواز سے استاد کو تکلیف ہوتی ہے

یعنی جب سب نے (زور سے) پڑھا تو بولا کہ ارے لڑکو ہماری آواز استاد کو نقصان دیتی ہے۔

درد سر افزاید استا راز بانگ	ارزد این کو درد یا بد بہر دانگ
آواز سے استاد کے سر میں درد بڑھتا ہے	کیا یہ مناسب ہے کہ دہڑی کے لئے اس کے سر میں درد ہو؟

یعنی آواز سے استاد کا درد بڑھتا ہے تو کیا یہی لائق ہے کہ وہ چند پیسوں کے لئے درد پاوے یعنی اس کو جو جمعراتی وغیرہ مل جاتی ہے بس اس کے واسطے وہ درد سر مول لے۔ لہذا آہستہ پڑھو۔

گفت استار است میگوید روید	درد سر افزوں شدم بیرون شوید
استاد نے کہا وہ ٹھیک کہتا ہے جاؤ	میرے سر میں درد بڑھ گیا ' باہر چلے جاؤ

یعنی استاد نے کہا کہ یہ سچ کہتا ہے تم لوگ جاؤ۔ میرا درد بڑھتا ہے جاؤ باہر جاؤ۔ یعنی اس کہنے سے اس کو وہم ہو گیا کہ ہاں درد بڑھنا تو ہے لہذا سب کو چھٹی دیدی۔

سجدہ کردند و بگفتند ای کریم	دور بادا از تو رنجوری و بیم
سب نے سجدہ کیا اور کہا اے جناب!	خدا کرے بیماری اور ڈر آپ سے دور ہو جائے

یعنی سب نے اس لڑکے کو سجدہ کیا اور کہا کہ اے کریم تو ہمیشہ رنجوری اور بیم سے خدا کرے دور رہے سجدہ کرنے سے مراد سب نے اس کا شکر یہ ادا کیا اور اس کو عادی۔

پس برون جستند سوئے خانہا	ہچو مرغان در ہوائے دانہ را
پھر وہ گھروں کی جانب باہر کو بھاگے	جیسا کہ دانہ کی خواہش میں پرندے

یعنی بس وہ اپنے گھروں کی طرف چل دیئے جیسے کہ پرند دانہ کی خواہش میں یعنی جس طرح کہ جانور تلاش دانہ میں ہوتا ہے اسی طرح وہ سارے وہاں سے گھروں کو روانہ ہو گئے۔

لڑکوں کا مکتب سے اس مکر سے چھوٹنا اور انکی ماؤں کا ان سے سوال کرنا

مادراں شاں خستگین گشتند و گفت	روز کتاب و شما با لہو جفت
ان کی مائیں غما ہوئیں اور کہا	کتاب کا دن ہے اور تم کھیل کے ساتھی ہو

یعنی ان کی مائیں غصہ ہوئیں اور بولیں کہ دن تو مکتب کا ہے اور تم کھیل رہے ہو۔

وقت تحصیل است اکنون و شما	می گریزید از کتاب و اوستا
یہ حاصل کرنے کا وقت ہے اور تم	کتاب اور استاد سے بھاگتے ہو

یعنی یہ وقت تحصیل (علم) کا ہے اور تم کتاب اور استاد سے بھاگتے ہو۔

عذر آوردند کائے مادر تو ایست	این گنہ از ما و از تقصیر نیست
انہوں نے عذر کیا کہ اے اماں تو ٹھہر	یہ ہماری خطا اور کوتاہی کی وجہ سے نہیں ہے
عذر آوردند ایثاں در زماں	کیں گنہ از ما نبود اے مادر ایں
انہوں نے فوراً عذر کیا	اے ماؤں! یہ ہمارا قصور نہ تھا

یعنی سب نے عذر کیا اور کہا کہ اماں تم ٹھہرو تو یہ ہماری خطا نہیں ہے اور ہمارے قصور سے نہیں ہے (بلکہ)

از قضائے آسمان استاد ما	گشت رنجور و سقیم و مبتلا
آسمانی قضا سے ہمارا استاد	رنجور اور بیمار اور مبتلا ہو گیا

یعنی قضائے آسمانی کی وجہ سے ہمارا استاد بیمار اور سقیم اور مبتلاء (مصیبت) ہو گیا ہے۔

مادران گفتند مکرست و دروغ	صد دروغ آربد بہر طمع دروغ
ماؤں نے کہا مکاری اور جھوٹ ہے	چھاج کے لالچ میں تم سو جھوٹ بول رہے ہو

یعنی ماؤں نے کہا کہ مکر ہے اور جھوٹ ہے تم سو جھوٹ دروغ کی طمع میں لاؤ۔ دروغ سے مراد چھٹی یعنی تم اس کے لئے جتنے مکر چاہے کرو۔

ما صباح آئیم پیش اوستا	تا بہ بنیم اصل این مکر شما
ہم صبح کو استاد کے پاس جائیں گے	تاکہ ہمیں تمہارے اس مکر کی اصل معلوم ہو جائے

یعنی ہم صبح کو استاد کے آگے آویں گے تاکہ تمہارے اس مکر کی اصل دیکھیں۔

کو دکان گفتند بسم اللہ روید	بر دروغ و صدق ما واقف شوید
بچوں کو کہا بسم اللہ جاؤ	ہمارے جھوٹ اور سچ سے واقف ہو جاؤ

یعنی لڑکے بولے کہ بسم اللہ جاؤ اور ہمارے سچ جھوٹ پر واقف ہو جاؤ۔ یعنی جا کر معلوم کر لو کہ آیا ہم سچے ہیں یا جھوٹے ہیں۔

ماؤں کا علی الصباح استاد کی عیادت کو جانا

بامدادان آمدند آن مادران	پرش استا زہر گوشہ روان
صبح کو مائیں پہنچ گئیں	ہر جانب سے روانہ ہو کر استاد کی مزاج پرسی کے لئے

یعنی صبح کو وہ مائیں استاد کے پوچھنے کے لئے ہر گوشہ سے روانہ ہو کر آئیں۔

خفتہ استا ہچو بیمار گران	درد سر را سر بہ بستہ چون زمان
استاد سخت بیمار کی طرح سویا ہوا تھا	عورتوں کی طرح درد سر کی وجہ سے سر کو باندھے ہوئے

یعنی استاد سخت بیمار کی طرح پڑا ہوا تھا اور درد سر کے لئے سر کو عورتوں کی طرح باندھے ہوئے تھا۔

ہم عرق کردہ ز بسیاری لحاف	سر بہ بستہ روکشیدہ در سجااف
---------------------------	-----------------------------

لحافوں کی کثرت کی وجہ سے پینہ پینہ ہو رہا تھا	سر کو ہاندھے ہوئے پردے میں منہ چھپائے ہوئے
---	--

یعنی لحافوں کی زیادتی سے پینہ لائے ہوئے اور سر باندھے ہوئے اور پردوں میں منہ لپیٹے ہوئے۔

آہ آہے می کند آہستہ او	جملگان گشتند ہم لاجول گو
------------------------	--------------------------

چکے چکے ' آہ آہ کرتا تھا	سب لاجول پڑھنے لگے
--------------------------	--------------------

یعنی وہ آہ آہ آہستہ آہستہ کر رہا ہے تو سب کی سب لاجول پڑھنے لگیں یعنی جب سب نے علامتوں سے دیکھا کہ اچھا خاصہ ہے اور عورتوں کی طرح کراہ رہا ہے تو سب نے لاجول پڑھی مگر جب آہی گئی تھیں اب بے پوچھے جانا مناسب نہ تھا۔ لہذا بولیں کہ

خیر باشد استاد این درد سر	جان تو مارا نبودہ زین خبر
---------------------------	---------------------------

اے استاد خدا خیر کرے یہ درد سر	تیری جان کی قسم ہمیں اس کی خبر نہ تھی
--------------------------------	---------------------------------------

یعنی اے استاد خیر تو ہے یہ درد سر (کب سے ہے) آپ کی جان کی قسم ہم کو تو خبر بھی نہ تھی

گفت من ہم بے خبر بودم ازین	آ کہم این کو دکان کردند ہین
----------------------------	-----------------------------

اس نے کہا میں بھی اس سے بے خبر تھا	ہاں ان بچوں نے مجھے بتایا
------------------------------------	---------------------------

یعنی استاد صاحب بولے کہ اس سے میں بھی بے خبر تھا۔ ارے مجھے تو ان بچوں نے آگاہ کیا۔

من بدم غافل بشغل قال و قیل	بود در باطن چینین رنجے نقل
----------------------------	----------------------------

میں پڑھنے پڑھانے میں مشغول تھا	اندر اس قدر ہماری مرض تھا
--------------------------------	---------------------------

یعنی میں تو بول چال کے مشغل میں غافل تھا اور باطن میں یہ سخت مرض موجود تھا مولانا فرماتے ہیں کہ۔

چون بجد مشغول باشد آدمے	او ز دید رنج خود باشد عے
-------------------------	--------------------------

جب انسان پورا مشغول ہوتا ہے	تو وہ اپنی تکلیف کو دیکھنے سے اندھا ہوتا ہے
-----------------------------	---

یعنی جب آدمی کسی کوشش میں مشغول ہوتا ہے تو وہ اپنی تکلیف کو دیکھنے سے اندھا ہوتا ہے مطلب یہ کہ یہ قاعدہ ہے کہ جب انسان کسی ضروری کام میں لگا ہوا ہوتا ہے تو اس کو تکلیف کی خبر نہیں ہوتی اب خواہ اس استاد کو ایسا نہ ہوا ہو مگر ایسا ہوا کرتا ہے آگے اس کی ایک نظیر پیش فرماتے ہیں کہ۔

از زنان مصر و یوسف شد سمر	کہ ز مشغولے بشد ز ایشان خبر
---------------------------	-----------------------------

مصر کی عورتوں اور یوسف کا قصہ ہے	کہ مشغولیت کی وجہ سے ان کو پتہ نہ چلا
----------------------------------	---------------------------------------

یعنی زنان اور یوسف سے قصہ ہو گیا ہے کہ مشغولی کی وجہ سے ان سے خبرداری جاتی رہی۔

پارہ پارہ کردہ ساعد ہائے خویش	روح والہ کہ نہ پس بیند نہ پیش
-------------------------------	-------------------------------

انہوں نے اپنے گئے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے کیونکہ عاشق کی روح آگا دیکھتی ہے نہ بچھا
یعنی روح عاشق نے پہنچے ٹکڑے ٹکڑے کر لئے کہ نہ آگے دیکھا اور نہ پیچھے یعنی دیکھو چونکہ وہ دوسری طرف مشغول ہو گئیں
لہذا ان کو کچھ بھی خبر نہ ہوئی۔ آگے اسی کی ایک دوسری مثال فرماتے ہیں کہ

اے بسا مرد شجاع اندر حراب	کہ بہر دست و پایش را ضراب
لڑائی میں بہت سے بہادر ہوتے ہیں	کہ تلوار کی مار ان کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیتی ہے

یعنی بہت سے مرد شجاع لڑائیوں میں ہوتے ہیں کہ شمشیر زنی ان کے دست و پاؤں کاٹ ڈالتی ہے۔

او همان دست آورد در گیر و دار	بر گمان آنکہ ہست او بر قرار
وہ پکڑ دھکڑ میں اسی ہاتھ کو استعمال کرتے ہیں	اس خیال سے کہ وہ ٹھیک ہے

یعنی وہ اسی ہاتھ کو دار و گیر میں رکھتا ہے اس گمان پر کہ وہ برقرار ہے۔ یعنی وہ اسی مقطوع ہاتھ سے کام لیتا رہتا ہے اور اس کو
اس کے کٹ جانے کی خبر بھی نہیں ہوتی بلکہ وہ اس کو برقرار سمجھتا ہے حالانکہ وہ مقطوع ہوتا ہے۔

خود نہ بیند دست رفتہ در ضرر	خون از و بسیار رفتہ بے خبر
وہ خرابی میں مبتلا ہاتھ کو نہیں دیکھتا ہے	بے خبری میں اس سے بہت خون بہہ جاتا ہے

یعنی وہ خود نہیں دیکھتا ہے اور ہاتھ گیا ہوا ہے ضرر میں۔ اور اس سے بہت خون گیا ہے اور وہ بے خبر ہے اور یہ بات عجب نہیں
ہے بلکہ اکثر ایسا مشاہدہ ہوا ہے کہ لڑائیوں میں سرکٹ گیا ہے اور تلوار ہاتھ میں موجود ہے اور اس کو چلا رہے ہیں اور تھوڑی دیر بعد
گر جاتے ہیں اصل سبب تو حکم حق ہے مگر سبب ظاہری یہ ہے کہ قاعدہ ہی مقتول کی روح ایک دم سے نہیں نکلتی بلکہ رفتہ رفتہ نکلتی ہے
اس لئے کہ دیکھو مقتول بہت دیر تک تڑپتا ہے تو معلوم ہوا کہ روح فوراً نہیں نکلتی جب یہ معلوم ہوا تو ایک شخص جو لڑائی میں تلوار چلا
رہا ہے اور اس کے ہاتھ کو ایک کام کرنے کی مشق ہو گئی ہے اس کا گلا کٹ گیا مگر اس کو جوش میں اس امر کی خبر نہ ہوئی کہ میرا گلا کٹا
ہے اور روح نکلی رفتہ رفتہ تو جس وقت تک اس کے بدن میں روح رہی اس وقت تک اس کا ہاتھ موافق اس مشق کے جو اسے دیر
سے ہو رہی ہے جب روح نکل گئی تو وہ لاش گر جاتی ہے مولانا اس سے ایک اور بات نکالتے ہیں جس کو آگے بیان فرماتے ہیں کہ۔

شرح صلیبی

ترجمہ و تشریح:۔ یہ سوچ کر اس زیرک لڑکے نے کہا کہ لڑکوں کو خوب زور زور سے پڑھو جب وہ زور زور سے پڑھنے لگے تو کہا
اتنے زور سے کیوں پڑھتے ہو ہمارے چلانے سے استاد کو نقصان پہنچتا ہے آواز سے ان کے سر میں درد بڑھتا ہے کیا یہ مناسب
ہے کہ ایک دانگ کے لئے وہ تکلیف اٹھائیں۔ استاد نے کہا ہاں یہ ٹھیک کہتا ہے جاؤ میرے سر کا درد بڑھ گیا جاؤ ابھی چلے جاؤ
سب آداب بجالائے اور کہا خدا کرے آپ جلد تندرست ہو جائیں آپ کو بھی تکلیف ہے اور ہماری پڑھائی کا بھی نقصان ہے یہ
کہہ کر سب نکل کر اپنے اپنے گھریوں لے بنے جیسے جانور دانہ کی خاطر پنجرہ سے نکلتے ہوں۔ ان کی ماؤں نے جب یہ دیکھا کہ
مکتب کا وقت ہے اور لڑکے کھیل رہے ہیں تو انہوں نے لڑکوں سے کہا کہ مکتب کا دن ہے اور تم کھیل رہے ہو پڑھنے کیوں نہیں
گئے یہی وقت علم حاصل کرنے کا ہے اور تمہاری حالت یہ ہے کہ کتاب اور استاد سے بھاگتے ہو۔ انہوں نے معذرت کی اور کہا اور

اماں آپ ذرا ٹھہریں تو سہی یہ ہمارا قصور اور ہماری کوتاہی نہیں ہے بلکہ حکم خدا سے استاد صاحب بیمار ہو گئے ہیں۔ ماؤ نے کہا تم جھوٹ کہتے ہو تمہاری عادت ہے کہ معمولی نفع کے لئے سینکڑوں جھوٹ تراشتے ہو ہم صبح کو خود استاد کے پاس جائیں گے تاکہ تمہاری اس فریب کی حقیقت ظاہر ہو جاوے لڑکوں نے کہا بسم اللہ آپ تشریف لے جائیں اور ہمارا جھوٹ سچ معلوم کر لیں۔ صبح کو لڑکوں کی مائیں آئیں انہوں نے دیکھا کہ استاد یوں پڑے ہوئے ہیں جیسے کوئی نہایت سخت بیمار پڑا ہوا ہو بہت سے لحافوں کے سبب پسینہ پسینہ ہیں سر پر پٹی بندھی ہوئی ہے منہ کو کپڑے میں لپیٹے ہوئے ہیں۔ اشد ادمرض کے خوف سے آہستہ آہستہ آہ آہ کر رہے ہیں۔ یہ دیکھ کر سب نے کہا لا حول ولا قوۃ۔ استاد خیر تو ہے آپ کو تو یہ تکلیف ہے اور ہم کو خبر بھی نہیں۔ اس نے کہا کہ تم کو خبر نہ ہونا کچھ تعجب کی بات نہیں مجھے بھی خبر نہ تھی ان لڑکوں ہی نے مجھے بھی خبر کی ہے میں تو پڑھنے پڑھانے میں مصروف تھا اور اندر یہ سخت مرض بھرا ہوا تھا جب آدی کسی کام میں منہمک ہوتا ہے تو اس کو اپنی تکلیف کی خبر نہیں ہوتی۔ دیکھو زناں مصر اور یوسف علیہ السلام کا قصہ مشہور ہے کہ وہ سب دیدار یوسف میں مشغول تھیں اور اسی مشغولی میں ان کو کسی چیز کی خبر نہ رہی تھی حتیٰ کہ انہوں نے ترنج تراشتے ہوئے اپنے ہاتھ کاٹ لئے اور روح اس قدر لذت دیدار میں مشغول تھی کہ آگے پیچھے کی کچھ خبر نہ تھی۔ بہت سے آدی لڑائی میں ایسے ہوتے ہیں کہ ان کے ہاتھ شمشیر زنی میں زخمی ہو جاتے ہیں اور وہ اسے ہاتھ کو کام میں لاتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ہمارا ہاتھ اسی طرح صحیح سالم ہے۔ انہیں یہ خبر بھی نہیں ہوتی کہ ہاتھ بیکار ہو گیا اور اسی بے خبری کی حالت میں بہت سا خون بہ جاتا ہے یہ قصہ تو ختم ہوا اور وہ ہم کی قوت معلوم ہو گئی۔ اب ہم اس کے مناسب بعض فوائد بیان کرتے ہیں۔

شرح شبیری

بیان میں اس کے کہ تن روح کے لئے مثل ایک لباس کے ہے اور یہ ظاہری ہاتھ روح کے ہاتھ کی آستین ہے اور یہ ظاہری پاؤں روح کے پاؤں کا منوں ہے

تا بدالی کہ تن آمد چون لبیس	رو بجو لابس لباس سے راملیس
خبردار! تو سمجھ لے کہ جسم لباس کی مانند ہے	جا پہننے والے کو تلاش کر لباس کو نہ چاٹ

(یعنی تاکہ تم جان لو کہ تن ایک لباس ہے تو جاؤ لابس کو تلاش کرو لباس کو مست چاٹو۔ مطلب یہ کہ یہ امور جو اکثر پیش آتے ہیں اس لئے ہیں کہ بدن روح کا لباس ہے اور اصل فاعل بدن میں روح ہے تو اگر چہ جسم میں نقصان آ جاتا ہے مگر چونکہ روح سالم رہتی ہے اس لئے وہ اپنا کام کرتی رہتی ہے تو اب تم کو چاہئے کہ روح کے مقصد پر عمل کرو اور نقصان جسمانی کو ترک کرو۔

روح را توحید اللہ خوشتر است	غیر ظاہر دست و پائے دیگر است
روح کے لئے اللہ کی توحید بہتر ہے	ظاہر کے علاوہ (اس کے) دوسرے ہاتھ پاؤں ہیں

یعنی روح کے لئے توحید حق بہتر ہے اور غیر ظاہر کے دست و پا دوسرے ہیں۔ مطلب یہ کہ روح کا مقصد توحید ہے اور قرب حق ہے اس کو طلب کرو اور اس کے ہاتھ پاؤں بھی دوسرے ہیں جن سے کہ قرب حق حاصل ہوتا ہے آگے ان دست و پائے روحانی کے سوا ان دست و پا ظاہری کے ہونے کی ایک نظیر لاتے ہیں کہ۔

دست و پا در خواب بنی و ایتلاف	آں حقیقت داں مدانش از گزاف
-------------------------------	----------------------------

تو خواب میں ہاتھ اور پاؤں اور (ان کا) جوڑ دیکھتا ہے	اس کو حقیقت سمجھ اس کو لغو نہ سمجھ
---	------------------------------------

یعنی خواب میں دست و پا اور اس دیکھتے ہو تو اس کو حقیقت جانو اس کو گزاف مت سمجھو۔ مطلب یہ کہ خواب میں تم اپنی صورت کو خود دیکھتے ہو کہ کہیں جا رہے ہیں تو اس میں تم ہاتھ پاؤں بھی دوسرے دیکھتے ہو مولانا فرماتے ہیں کہ وہ کوئی اور شے نہیں ہے بلکہ تمہارے ہی ہاتھ پاؤں ہیں۔

آن توئی کہ بے بدن داری بدن	پس مترس از جسم جان بیرون شدن
----------------------------	------------------------------

تو وہ ہے کہ (اس) بدن کے علاوہ بدن رکھتا ہے	تو جان کے جسم سے نکل جانے سے نہ ڈر
--	------------------------------------

یعنی وہ تو ہی ہے کہ بے بدن ظاہری کے بدن رکھتا ہے بس تم جسم سے جان کے باہر ہو جانے سے ڈرو مت اس لئے کہ۔

روح وارد بے بدن بس کاروبار	مرغ باشد در قفس بس بے قرار
----------------------------	----------------------------

روح کے بدن کے بغیر بہت سے مشغلے ہیں	پرندہ بنجرے میں بہت بیقرار رہتا ہے
-------------------------------------	------------------------------------

یعنی روح بے بدن کے بھی بہت کام کرتی ہے اور مرغ تو قفس میں بے قرار ہوتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ روح کے دست و پا ایسے ہیں کہ جن کو ان دست پا ظاہری کی حاجت نہیں ہوتی بلکہ وہ بے ان کے بھی بہت سے کام کرتے ہیں اور اس کی مثال جسم کے اندر ایسی ہے کہ جیسے کہ کوئی جانور قفس میں قید ہو تو وہ ہر گھڑی یہ چاہتا ہے کہ اس میں سے نکل جاؤں تو جب تمہاری روح اس جسم سے الگ ہو کر بہت سے کام کر سکتی ہے تو پھر تم اس کے جسم سے نکل جانے سے گھبراتے کیوں ہو اور خائف کیوں ہوتے ہو اگر نکل بھی گئی تو کیا ہے بلکہ جو کام یہ یہاں کرتی ہے اس کے بعد جب یہ نکل جاوے گی تو اپنا اصل مقصود اچھی طرح حاصل کرے گی اسی کو فرماتے ہیں کہ۔

باش تا مرغ از قفس آید برون	تابہ بنی ہفت چرخ او را ز بون
----------------------------	------------------------------

نظہر جا کہ پرندہ بنجرے سے باہر آئے	تاکہ تو ساتوں آسمانوں کو اس کا فرمان بردار دیکھے
------------------------------------	--

یعنی ذرا اٹھہرے رہو تا کہ یہ مرغ قفس سے باہر آ جاوے تو اس وقت تم ہفت چرخ کو اس کے آگے حقیر سمجھو گے اس لئے کہ روح تو مجرد ہے اور افلاک سب مادی ہیں تو اگر چہ علویات میں سے ہیں مگر پھر بھی روح سے تو بڑھ نہیں سکتے۔ تو جب یہ اس عالم ناسوت سے چھوٹ جاوے گی تو یقیناً آسمانوں وغیرہ سب سے بڑھ جاوے گی۔ اب یہاں یہ بات سمجھ لینا چاہئے کہ بزرگوں نے لکھا ہے کہ انسان کی روح دوسری صورت میں متمثل ہو سکتی ہے اور جس وقت کہ وہ کسی جسم ناسوتی میں متمثل ہوتی ہے اس وقت اس کے افعال و خواص سب ویسے ہی ہوتے ہیں تو بعض مرتبہ تو خود جس کی روح ہے اسی کی صورت میں متمثل ہوتی ہے اور بعض مرتبہ اور صورتوں میں بھی متمثل ہوتی ہے اور اس جسم کو روح کا جسم مثالی بولتے ہیں اس جسم پر احکام وغیرہ متوجہ نہیں ہوتے بلکہ احکام کا مکلف تو یہ جسم ناسوتی ہی ہے جسم مثالی صرف دوسری صورت اس روح کی ہوتی ہے اور اس کے قصے سینکڑوں موجود ہیں کہ ایک شخص کئی کئی صورتوں میں ایک وقت میں موجود ہوئے بعض بزرگ ایک ہی وقت میں اپنے گھر رہے اور اسی وقت ان کو مکہ میں حج کرتے ہوئے پایا گیا۔ لیکن اب یہ تحقیق کا کام ہے کہ جسم ناسوتی اور جسم مثالی کے احکام میں فرق کرے اس لئے کہ جس کی روح

متمثل ہوئی ہے اس کو تو خبر ہے کہ وہ جسم مثالی ہے اور یہ جسم ناسوتی ہے لہذا اس کو چاہیے کہ احکام نماز وغیرہ تو جسم ناسوتی پر جاری کرے اور جسم مثالی کو اس کی جگہ رکھے۔ حکایت کتابوں میں ہے کہ ایک محقق بزرگ ایک دوسرے بزرگ سے ملنے گئے تو یہ زائر تو محقق تھے اور وہ مزور محقق نہ تھے بلکہ صاحب خوارق تھے ان کو باتیں کرتے دیر ہو گئی اور نماز کا وقت آ گیا یہ زائر وضو وغیرہ کے بیٹھے تھے کہ نماز کھڑی ہوئی تو ان زائر صاحب نے مزور سے کہا کہ چلے نماز پڑھئے تو ان مزور نے کہا کہ سامنے دیکھئے دیکھا تو یہی بزرگ صف میں موجود ہیں مگر چونکہ یہ زائر محقق تھے سمجھے اور بولے کہ جناب وہ آپ کا جسم مثالی ہے اور آپ کا جسم ناسوتی یہ ہے اور نماز جسم ناسوتی پر فرض ہے جسم مثالی پر نہیں ہے لہذا آپ یہ کریں کہ اس جسم ناسوتی کو تو وہاں کھڑا کیجئے۔ اور اس مثالی کو یہاں بٹھائیے چونکہ معاند تو نہ تھے بلکہ غلطی میں تھے اس لئے فوراً سمجھ گئے اور ان کو دعائیں دیں کہ میں تو ایک مدت سے اس غلطی میں مبتلا تھا خدا تم کو جزائے خیر دے کہ تم نے اس غلطی سے مجھے نکالا اور اس کے بعد وضو کر کے نماز میں شریک ہوئے اور ایک بزرگ کا قصہ بندہ نے پہلے بھی لکھا ہے کہ ان کو ایک مرتبہ محتسب گرفتار کرنے گیا تو سامنے سے دیکھا کہ وہی صورتیں ستر آ رہی ہیں اور انہوں نے کہا کہ میاں محتسب ان میں سے پہچان لو کہ تمہارا مجرم کون ہے تو یہ ان کی روح ہی تھی جو کہ ستر شکلوں میں متمثل ہو گئی تھی۔ تو ایسے بہت سے قصے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ روح بھی دوسرے جسم میں متمثل ہو سکتی ہے اور اس وقت وہ سارے کام ناسوتی جیسے ہی کرے گی تو دیکھو معلوم ہوا کہ روح کے لئے سوا ان ہاتھ پاؤں کے اور قویٰ بھی ہیں خوب سمجھ لو آگے فرماتے ہیں۔

یک حکایت گویمت گر بشنوی	در حقیقت بر حقیقت بگروی
اگر تو نے تو میں تم سے ایک قصہ بیان کروں	حقیقتاً تو اصلیت پر گرویدہ ہو جائے گا

یعنی میں تم سے ایک حکایت کہوں اگر تم سنو تو حقیقت میں حقیقت پر پہنچ جاؤ گے۔ آگے ایک حکایت لاتے ہیں کہ ایک بزرگ کے دھوکے سے چوروں کے ساتھ ہاتھ کٹ گیا تھا تو ایک مرتبہ ان کو خلوت میں ایک شخص نے دیکھا کہ وہ دونوں ہاتھوں سے زمیل بن رہے ہیں تو اس کو تعجب ہوا تو بات یہ تھی کہ ان کا وہ ہاتھ تو کٹ گیا تھا مگر بوقت ضرورت حق تعالیٰ ان کے لئے دوسرا ہاتھ روحانی متمثل فرما دیتے تھے کہ وہ مثل ناسوتی کے کام دیتا تھا آگے حکایت سنو۔

شرح صلیبی

ترجمہ و تشریح:۔ قصہ یوسف و زنان مصر اور حالت جنگ سے تم کو یہ سمجھنا چاہئے کہ تن کوئی چیز نہیں بلکہ وہ روح کے لئے مثل لباس کے ہے اور اصل روح ہے پس تم کو کوشش کے ساتھ روح کو تلاش کرنا چاہئے یعنی اس کی اصلاح کی فکر کرنی چاہئے اور فکر تن بالکل چھوڑ دینا چاہئے الا جبکہ اصلاح و روح کے لئے اصلاح تن کی ضرورت ہو اس وقت اصلاح تن میں مصروف ہونا مضائقہ نہیں رکھتا۔ کیونکہ وہ فی الحقیقت اشتغال باصلاح روح ہے نہ کہ باصلاح تن۔ اصلاح تن کی فکر سے ممانعت اس لئے ہے کہ روح کے لئے تن کی چنداں ضرورت نہیں۔ اس کے لئے تو حید حق سبحانہ بہت اچھی چیز ہے۔ بس تم تو حید کو اس پر غالب کروا کر ایسا کرنے میں یہ ظاہری ہاتھ پاؤں جائیں بلا سے جائیں۔ کیونکہ اس کے لئے ایک تن مثالی اس جسم ظاہر کے علاوہ ہے کہ ضرورت کے وقت اس کو وہی کام دے سکتا ہے جو یہ جسم دیتا ہے اگر تن مثالی تمہاری سمجھ میں نہ آیا ہو اور ان ہاتھ پاؤں کے علاوہ اور ہاتھ

پاؤں میں کچھ شک ہو تو یوں سمجھو کہ تم خواب میں ہاتھ پاؤں جڑے ہوئے دیکھتے ہو وہ ہاتھ پاؤں واقعی ہوتے ہیں محض خیال نہیں ہوتا۔ پس معلوم ہوا کہ اگر تمہارے لئے یہ بدن نہ بھی ہو تب بھی ایک بدن تمہارے لئے ہے۔ لہذا اگر اس جسم سے جان نکل جاوے تو ہرگز نہ ڈرنا چاہئے یاد رکھو کہ روح کا یہی کام نہیں کہ وہ تدبیر بدن میں مصروف رہے بلکہ اس کے علاوہ اس کو اور بھی کام ہیں جن کو وہ اس میں مشغولی کے سبب نہیں کر سکتی۔ پس تم خیال کرو کہ وہ ان کے لئے کس قدر بے قرار ہوگی دیکھو جانور پنجرہ کے اندر کس قدر بے قرار ہوتا ہے تم اس کو سمجھو اور اس کو اس قید سے رہا کرو۔ تم اس کو لغو نہ سمجھنا۔ ذرا اس پنجرہ سے اس کو نکلنے تو دوپہر دیکھنا کہ وہ اس کی طرف رخ بھی نہ کرے گی۔ اور اس قدر بلند پروازی کرے گی کہ رفعت ہفت آسمان اس کے آگے ہیج ہوگی۔ اگر فی الحقیقت تم کو حقیقت کی طرف میلان ہے اور تم سننا چاہتے ہو تو میں تم سے ایک حکایت بیان کرتا ہوں جس سے تم کو معلوم ہو جاوے گا کہ یہ جسم کوئی چیز نہیں اور روح کے لئے علاوہ ان ہاتھ پاؤں کے اور ہاتھ بھی ہیں۔

شرح شبیری

حکایت اس درویش کی کہ اس نے پہاڑ میں خلوت اختیار کی تھی اور خلوت اور انقطاع عن الخلق کی حلاوت میں اور ذکر اس منقبت میں داخل ہونے کا کہ انا جلیس من ذکرنی وانیس من استانس بے

گر باہمہ چو بے منی بے ہمہ	ور بے ہمہ چو با منی باہمہ
اگر توب کے ساتھ ہے جبکہ میرے بغیر ہے توب سے جدا ہے	اگر توب کے بغیر ہے جبکہ میرے ساتھ ہے توب کے ساتھ ہے
بود درویشے باہسارے مقیم	خلوت اور ابود ہمخواب و ندیم
ایک درویش ایک پہاڑ میں مقیم تھا	خلوت اس کی دن رات کی ساتھی تھی

یعنی ایک درویش ایک پہاڑ میں مقیم تھا اور اس کے لئے خلوت ہی ہمخواب اور ندیم تھی۔

چون ز خالق مے رسید اور اشمول	بود از انفاس مرد و زن ملول
چونکہ اس تک اللہ تعالیٰ کی ہوا پہنچتی تھی	وہ مرد و عورت کے سانوں سے تنگ تھا

یعنی چونکہ خالق سے اس کو شراب (محبت) ملتی تھی تو وہ مرد و زن کے انفاس سے ملول تھا مطلب یہ کہ چونکہ اس کو حب حق نصیب تھا لہذا وہ مخلوق کے اختلاط سے پریشان ہوتا تھا۔ مولانا آگے حکایت سے دوسرے مضمون کی طرف انتقال فرماتے ہیں کہ۔

ہمچنان کہ سہل شد مارا حضر	سہل شد ہم قوم دیگر را سفر
جیسا کہ ہمارے لئے اقامت آسان ہے	دوسروں کے لئے سفر بھی آسان ہے

یعنی جیسا کہ ہم کو ایک جگہ رہنا سہل ہے اسی طرح دوسرے لوگوں کو سفر سہل ہے یہ ایک مثال ہے مقصود اس مثال سے یہ ہے کہ بعض

چیزیں ایسی ہوتی ہیں کہ ایک کو اہل اور دوسرے کو مشکل۔ تو اس فقیر کو تو خلوت اہل تھی مگر ہم کو مشکل ہوتی ہے آگے اور اسی کی مثال ہے کہ۔

آنچنان کہ عاشقی بر سردری	عاشق است آنخواجه بر آہنگری
--------------------------	----------------------------

جیسا کہ تو سرداری پر عاشق ہے	وہ خواجہ (سردار) لوہار اپنے پر عاشق ہے
------------------------------	--

یعنی جیسے تم سرداری پر عاشق ہو اسی طرح ایک دوسرا آدمی آہنگری پر عاشق ہے۔

ہر کسے را بہر کارے ساختند	میل آنرا در دلش انداختند
---------------------------	--------------------------

ہر ایک کو ایک کام کے لئے بنایا ہے	اس کا رجحان اس کے دل میں ڈال دیا ہے
-----------------------------------	-------------------------------------

یعنی ہر شخص کو کارکنان قضا و قدر نے ایک کام کے لئے بنایا ہے اور اس کے دل میں اسی کی رغبت ڈال دی ہے (بس سب لوگ اسی طرح کام میں لگے ہوئے ہیں اور ان کو وہی اہل ہے کوئی سنا رہے تو کوئی لوہار۔ کوئی بڑھی ہے تو کوئی معمار۔ علی ہذا)

دست و پا بے میل جنبان کے شود	خار و خس بے آب و بادے کے رود
------------------------------	------------------------------

بغیر رجحان کے ہاتھ اور پاؤں کب ملتے ہیں؟	کوڑا کرکٹ ہوا اور پانی کے بغیر کب روانہ ہوتا ہے؟
--	--

(یعنی) ہاتھ پاؤں بے رغبت کے کب ملتے ہیں اور خار و خس بے پانی اور ہوا کے کب چلتے ہیں مطلب یہ ہے کہ دیکھو جس قدر دنیا میں کام ہو رہے ہیں ہاتھ پاؤں سے تو یہ ہاتھ پاؤں تو جب ہی چلتے ہیں جب ان کے لئے کوئی محرک ہو جیسے کہ خار و خس کے لئے پانی یا ہوا محرک ہوا کرتی ہے تو پس محرک ان کے لئے وہی اقتضا و نفس ہے کہ نفس اس کو کرنا چاہتا ہے تو دست و پا اس کے تابع ہو کر اس کام کو کرنے لگتے ہیں جب معلوم ہوا کہ جو کام ہوتا ہے وہ رغبت اور میلان سے ہوا کرتا ہے تو فرماتے ہیں کہ۔

گر بہ بنی میل خود سوے سما	پر دولت برکشنا ہچوں ہما
---------------------------	-------------------------

اگر تو اپنا رجحان آسمان کی طرف دیکھے	ہا کی طرح خوش نصیبی کے پر کھول دے
--------------------------------------	-----------------------------------

یعنی اگر تم اپنا میلان آسمان کی طرف دیکھو تو پر دولت کو ہا کی طرح کھول دو۔ مطلب یہ کہ اگر دیکھو کہ تمہارا میلان طبعی عالم غیب کی طرف ہے تب تو خوب عروج کرو۔ اور کوشش کر کے ترقی حاصل کرو۔

ور بہ بنی میل خود سوئے زمین	نوحہ میکن ہچ منشیں از حنین
-----------------------------	----------------------------

اگر تو اپنا رجحان زمین کی طرف دیکھے	رُدا دینے سے (تھک کر) بھی نہ بیٹھ
-------------------------------------	-----------------------------------

یعنی اور اگر تم اپنا میلان زمین کی طرف دیکھو تو توجہ کرتے رہو اور گریہ و زاری سے بیٹھو مت مطلب یہ کہ اگر عالم سفلی کی طرف تمہارا میلان ہو تو بس پھر تو سر پکڑ کر رویا کرو۔ اور آہ و زاری کیا کرو۔

عاقلان خود نوحہ ہا پیشین کنند	جاہلان آخر بسر برے زند
-------------------------------	------------------------

مقلد پہلے سے بد لیتے ہیں	جاہل آخر میں سر پیٹتے ہیں
--------------------------	---------------------------

یعنی عاقل تو خود پہلے ہی سے نوحہ کرتے ہیں اور جاہل آخر میں سر پیٹتے ہیں یعنی جو عاقل ہیں وہ تو ہر وقت حق تعالیٰ کے

آگے گریہ وزاری کرتے رہتے ہیں اور ان کے کام آتی ہے اور جو جاہل ہیں وہ بعد کو سرپیٹا کرتے ہیں اور کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔

ز ابتداءے کار آخر را بہ بین	تا نباشی تو پشیمان یوم دین
کام کے شروع میں انجام کو دیکھ لے	تاکہ تو قیامت کے دن پشیمان نہ ہو

یعنی ابتداء کار سے انجام کو دیکھ لو تاکہ قیامت میں پشیمانی نہ ہو۔ یعنی اگر دل ہی سے دیکھ لو گے تو پھر ان شاء اللہ نافرمانی صادر نہ ہوگی اور سمجھو گے کہ اس کا برا انجام ہے تو اس کو ترک کر دو گے آگے ایک حکایت لاتے ہیں کہ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ انجام کو اول ہی سے سوچ لینا چاہئے۔

ایک سونار کا انجام کار کو دیکھ لینا اور ترازو مانگنے والے سے اسی کے موافق باتیں کرنا

آن یکے آمد بہ پیش زرگرے	کہ ترازو وہ کہ بر سخم زرے
ایک صاحب ایک سار کے پاس آئے	کہ ترازو دیدے میں سونا تولوں گا

یعنی ایک شخص کسی سونار کے پاس آیا کہ ترازو (کانٹا) دیدے میں کچھ سونا تولوں گا۔

گفت رو خواجه مرا غربال نیست	گفت میزان ده برین تسخر مایست
اس نے کہا جناب! جائے میرے پاس چھلنی نہیں ہے	اس نے کہا ترازو دیدے اس مسخرے پن میں نہ پڑ

یعنی سونار نے کہا کہ جناب جائے میرے پاس چھلنی نہیں ہے تو وہ شخص بولا کہ ترازو دو۔ اور اس مسخر پر مت ٹھہرو۔ یعنی اس شخص نے کہا کہ میاں مسخر اپن مت کرو ذرا ترازو دیدو۔

گفت جا رو بے نہ دارم بردگان	گفت بس بس ایں مضاحک را بماں
اس نے کہا میری دکان میں جھاڑو نہیں ہے	اس نے کہا بس بس یہ ٹھولیں رہنے دے

یعنی سونار نے کہا کہ میری دوکان پر جھاڑو نہیں ہے تو وہ شخص بولا کہ بس بس ان مسخرہ پنوں کو رہنے دو۔

من ترازوے کہ میخوایم بدہ	خویشستن را گر مکن ہر سو مجہ
میں جو ترازو مانگتا ہوں وہ دیدے	اپنے آپ کو بہرا نہ بنا ہر طرف گریز نہ کر

یعنی میں تو ترازو مانگتا ہوں وہ دیدے اپنے کو بہرا مت بنا اور ہر طرف مت جا۔

گفت بشدیدم سخن کر نیستم	تانہ پنداری کہ بے معنیستم
اس نے کہا میں نے بات سن لی ہے میں بہرا نہیں ہوں	تو ہرگز یہ نہ سمجھ کہ میں مہمل ہوں

یعنی سونار نے کہا کہ میں نے بات سن لی ہے میں بہرا نہیں ہوں اور یہ ہرگز مت سمجھنا کہ میں بے معنی ہوں (بلکہ)

ایں شنیدم لیک پیری مرعش	دست لرزان جسم تو نامتعش
-------------------------	-------------------------

یہ میں نے سن لیا لیکن تو مرعش والا یوزما ہے تیرا ہاتھ لرزتا ہے تیرا جسم نہ اٹھنے والا ہے

یعنی میں نے یہ تو سن لیا لیکن تو بڈھا ہے ہاتھ پیر کا پنے والا ہاتھ لرزاں ہے اور جسم تیرا بے قابو ہے۔

فہم کردم لیک پیری ناتوان	دستت از ضعف است لرزان ہر زمان
--------------------------	-------------------------------

میں سمجھ گیا لیکن تو کمزور یوزما ہے ہر وقت کمزوری سے تیرا ہاتھ کاپتا ہے

یعنی میں نے سمجھ تو لیا لیکن تو بڈھا ہے اور ہاتھ تیرا ہر وقت ضعف کی وجہ سے کاپتا ہے۔

وان زر تو ہم قراضہ خورد و مرد	دست لرزد پس برنیرد زر خورد
-------------------------------	----------------------------

تیرا سونا بھی ذرہ ذرہ کترن ہے ہاتھ کانپے گا سونے کے ریزے گر جائیں گے

یعنی وہ تیرا سونا بھی ریزہ ریزہ ہے تو تیرا ہاتھ کانپے گا اور وہ زر خورد گر جاوے گا۔

پس بگوئے خواجہ جاروبے بیار	تا بجویم زر خود را در غبار
----------------------------	----------------------------

پھر تو کہے گا جنابا جھاڑ لا دیجئے تاکہ میں مٹی میں اپنا سونا تلاش کر لوں

یعنی پھر تو کہے گا کہ میاں ذرا جھاڑو لانا تاکہ میں غبار میں سے اپنا سونا تلاش کر لوں۔

چوں بروبی خاک را جمع آوری	گوئیم غربال خواہم ای حری
---------------------------	--------------------------

جب تو جھاڑو لگا کر مٹی کو اکٹھا کر لے گا مجھ سے کہے گا اے بھلا میں چھلنی چاہتا ہوں

یعنی جب تو جھاڑو دے گا تو خاک کو جمع کرے گا اور مجھ سے کہے گا کہ یہاں مجھے چھلنی کی ضرورت ہے۔

تا بہ بیزم خاک و زر جویم ازان	کے بود غربال مارادر دکان
-------------------------------	--------------------------

تاکہ میں مٹی کو چھالوں اور اس میں سونا تلاش کروں ہاری دکان میں چھلنی کہاں ہوگی؟

یعنی تاکہ میں خاک کو چھان کر اس میں سے سونا تلاش کر لوں تو ہماری دکان میں چھلنی کہاں ہے۔

من زاول دیدم آخر را تمام	جائے دیگر رو ازینجا والسلام
--------------------------	-----------------------------

میں نے شروع میں انجام دیکھ لیا ہے یہاں سے دوسری جگہ چلا جاؤ والسلام

یعنی میں نے اول ہی آخر کو پوری طرح دیکھ لیا تھا۔ (لہذا) تو کہیں اور چلا جاؤ والسلام مولانا فرماتے ہیں کہ۔

ہر کہ اول میں بود اعمی بود	ہر کہ آخر میں چہ بامعنی بود
----------------------------	-----------------------------

جو شروع پر نظر کرنے والا ہوتا ہے اندھا ہوتا ہے جو انجام کار کو دیکھنے والا ہوتا ہے کس قدر معقول ہوتا ہے

یعنی جو شخص کہ صرف اول میں ہو وہ اندھا ہوتا ہے اور جو کہ آخر میں ہو وہ کیسا بامعنی ہوتا ہے۔

ہر کہ اول بنگرد پایان کار	اندر آخر او نگرود شرمسار
---------------------------	--------------------------

جو شروع میں انجام کو دیکھ لیتا ہے آخر میں وہ شرمندہ نہیں ہوتا ہے

یعنی جو شخص کہ اول ہی انجام کار کو دیکھ لے وہ آخر میں شرمسار نہیں ہوا کرتا۔

حکم چون بر عاقبت اندیشی است	بادشاہی بندہ درویشی است
حکم چونکہ انجام بینی پر ہے	شاہی درویشی کی غلام ہے

یعنی حکم جب عاقبت اندیشی کا ہے تو بادشاہی غلام درویشی کی ہے مطلب یہ کہ دیکھو بادشاہی کا انجام کیا ہے مفلسی و درویشی کہ قبر میں جا کر کچھ بھی پاس نہ ہوگا اور اعتبار انجام کا ہے اور وہی اصل ہے اور یہ حالت ابتدائی تابع ہے تو بس بادشاہی درویشی کے تابع ہوئی اور غلام بھی آقا کا تابع ہوا کرتا ہے۔ لہذا بادشاہی درویشی کی غلام ہوئی آگے فرماتے ہیں کہ۔

عاقبت بینان بوند اہل رشاد	درنگر واللہ اعلم بالسداد
ہدایت یافتہ انجام کو دیکھنے والے ہوتے ہیں	خوب سمجھ لے خدا راستی کو خوب جانتا ہے

یعنی اہل رشاد ہی عاقبت میں ہوتے ہیں تم اس میں غور کر لو۔ واللہ اعلم بالصواب۔ مطلب یہ کہ اہل اللہ و اہل رشاد ہی آخر میں ہیں کہ ان کی نظر انجام پر ہے تب تو اس دنیا کو ترک کر کے عاقبت کو اختیار کیا ہے لہذا اچا ہے کہ ہمیشہ انجام پر نظر کر کے جس کا انجام اچھا ہو اس کو اختیار کرو اور دوسرے کو ترک کرو۔ آگے فرماتے ہیں کہ۔

این سخن پایان ندارد دراز گو	قصہ آن مرد زاہد باز گو
اس بات کا آخر نہیں ہے راز بتا	اس زاہد مرد کا قصہ پھر کہہ

یعنی یہ بات تو انتہا نہیں رکھتی تم راز کو بیان کرو اور اس مرد زاہد کا قصہ پھر کہو۔

کن تمام اکبوں حدیث شیخ فرد	کاندر ان کہسار بودش خواب و خورد
اب یکتا شیخ کی بات پوری کر	جس کا رہن سہن اور کھانا پینا پہاڑ میں تھا

یعنی اب تم اس شیخ یکتا کی بات کو پورا کرو جس کی خواب و خورد اسی پہاڑ میں تھی۔

شرح حبیبی

ایک فقیر پہاڑوں میں رہتے تھے۔ خلوت ہی ان کی بیوی تھی۔ اور وہی ان کی جلیس تھی۔ غرضکہ خلوت کے سوا کچھ نہ تھا۔ چونکہ حق سبحانہ ان کو اپنی آغوش رحمت میں لئے ہوئے تھے۔ اس لئے آدمیوں سے گھبراتے تھے۔ تم کو یہ امر بہت دشوار معلوم ہوگا لیکن حالات مختلف ہیں اور ہر ایک کے لئے ایک خاص حالت آسان ہے۔ مثلاً تم کو اگر وطن میں رہنا آسان ہے تو کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جن کا گھر رہنے سے جی گھبراتا ہے ان کے لئے سفر آسان ہے نیز جس طرح تم سرداری پر عاشق ہو دوسرا آہنگری پر عاشق ہے۔ غرضکہ ہر ایک کو ایک خاص کام کے لئے بنایا گیا ہے اور اس کے لئے اسی کو آسان کر دیا گیا ہے اور اسی کی رغبت اس کے دل میں ڈال دی گئی ہے اور رغبت ہی کا سارا کھیل ہے۔ چنانچہ بدوں رغبت کے ہاتھ پاؤں کو حرکت ہی نہیں ہو سکتی۔ اس لئے ان کی مثال ایسی ہے جیسے خس و خاشاک اور رغبت کی مثال ایسی ہے جیسے پانی یا ہوا پس جس طرح خس و خاشاک کو بدوں پانی یا ہوا کے حرکت نہیں ہو سکتی۔ یوں ہی ہاتھ پاؤں کو بدوں رغبت کے جنبش نہیں ہوتی۔ جب یہ معلوم ہو گیا تو اب سمجھو کہ رغبتیں مختلف ہیں۔

کبھی تقرب حق سبحانہ کی رغبت ہوتی ہے اور کبھی اشتعال بعالم ناسوت کی۔ اب اگر تم اپنے اندر تقرب حق کی رغبت پاؤ تو عین سعادت ہے۔ خوب دولت سعادت سے مالا مال ہو۔ اور اگر ناسوت اور شہوات کی طرف میلان ہو تو خوب روؤ اور رونے سے دم نہ لو۔ اور حق سبحانہ سے بگریہ وزاری تبدیل رغبت کی دعا کرو کیونکہ رونا تو ایسے شخص کے لئے ضرور ہے۔ خواہ دنیا میں رو لے یا آخرت میں روئے عقلمندوں کا یہ کام ہے کہ پہلے ہی رو لیتے ہیں اور نادان لوگ آخر میں روئیں گے اور سر پیشیں گے جبکہ تلافی کا وقت نہ رہے گا۔ پس ابتداء ہی میں انتہا پر نظر ڈال لو تا کہ آخرت میں پشیمانی نہ ہو اب ہم پیش بینی کا ایک قصہ سناتے ہیں ایک شخص ایک سناڑ کے پاس آیا اور یہ کہا کہ ذرا مجھے ترازو دیدے۔ میں سونا تولوں گا اس نے کہا جناب میرے پاس چھلنی نہیں ہے اس نے کہا میاں مذاق میں بات کو کیوں اڑاتے ہو۔ ترازو دیدو اس پر اس نے کہا کہ میری دوکان پر جھاڑو نہیں ہے اس نے کہا بس کر اور ان دل لگیوں کو رہنے دے میں ترازو مانگتا ہوں مجھے ترازو دیدے اور اپنے کو بہرہ نہ بنا اور ادھر ادھر مت اچھل۔ اس نے کہا کہ میں بہرہ نہیں ہوں۔ میں نے آپ کی بات سن لی آپ مجھے لغو آدمی نہ خیال کریں۔ میں نے آپ کی بات تو سن لی اور سمجھ بھی لی۔ لیکن آپ بڑھے آدمی ہیں بدن میں آپ کے رعشہ ہے۔ ہاتھ آپ کے کانپتے ہیں جسم میں کمزوری ہے سونا برادہ شدہ ہے آپ کا ہاتھ کانپے گا اور وہ برادہ گر پڑے گا۔ پھر آپ کہیں گے کہ جناب ذرا جھاڑو دیدجئے کہ میں مٹی میں سے اپنا سونا نکال لوں اس کے بعد آپ جھاڑو دیں گے اور مٹی کو جمع کریں گے۔ پھر کہیں گے کہ مجھے چھلنی کی ضرورت ہے ذرا چھلنی بھی دیدجئے اور میری دوکان میں چھلنی ہے نہیں۔ لہذا میں نے آغاز ہی سے انجام کو دیکھ لیا آپ کہیں اور تشریف لے جائیے۔ والسلام۔

پس سمجھو کہ جو شخص صرف آغاز کو دیکھتا ہے وہ اندھا ہے اور جو آخر کو دیکھے۔ وہ نہایت خوبی کا آدمی ہے اور جو شخص ابتدا ہی میں انتہا کو دیکھ لے وہ انتہا میں شرمندہ نہ ہوگا۔ جبکہ ممدوحیت اور مذمومیت کا حکم عاقبت اندیشی پر مبنی ٹھہرا تو ثابت ہوا کہ بادشاہت درویشی کی لونڈی ہے کیونکہ بادشاہت میں آغاز بینی ہے اور درویشی میں انجام بینی۔ اس سے معلوم ہوا کہ جو لوگ انجام میں ہیں ان کی روش ٹھیک ہے۔ خوب سمجھ لو اور فی الواقع حق سبحانہ ہی صحت سے خوب واقف ہیں ہم کو جو کچھ معلوم تھا وہ بیان کر دیا خیر یہ گفتگو کبھی ختم ہی نہ ہوگی اب اصل راز بیان کرنا چاہئے اور پھر زاہد کا قصہ بیان کرنا چاہئے اور اس یکتائے زماں شیخ کا واقعہ بیان کرنا چاہئے جو کہ ساری میں سوتا تھا اور وہیں کھاتا تھا۔

شرح شبیری

اس زاہد کو ہی کے قصہ کا بقیہ جس نے کہ نذر کی تھی کہ پہاڑی میوہ درخت سے خود نہ توڑوں گا اور نہ کسی سے صراحتاً یا کنایتاً کہوں گا کہ توڑ دے بلکہ جسکو ہوا گرا دے گی اسکو کھالیا کروں گا

اندر اں کہ بود اشجاو و شمار	سیب و امرود و انار بے شمار
اس پہاڑ میں درخت اور پھل تھے	بے شمار سیب اور امرود اور انار (تھے)

یعنی اس پہاڑ میں اشجار و شمار بہت تھے۔ سیب اور امرود اور انار بے شمار تھے۔

قوت آں درویش بود آن میوہا	غیر آن چیزے نخوردے دائما
اس درویش کی خوراک وہ پھل تھے	ان کے علاوہ وہ کبھی کوئی چیز نہ کھاتا

یعنی اس درویش کی غذا وہ میوے ہی تھے اور وہ ہمیشہ سوا اس چیز کے اور کچھ نہ کھاتا تھا۔

گفت آن درویش یارب با تو من	عہد کردم زیں چکنم در زمن
اس درویش نے کہا 'اے اللہ! میں نے تجھ سے	عہد کیا ہے کہ میں کسی وقت بھی پھل نہ توڑوں گا

یعنی اس درویش نے کہا کہ اے اللہ میں تیرے ساتھ عہد کرتا ہوں کہ اس میں سے بھی توڑوں گا نہیں۔

خد چکنم میوہ در کل حین	نیز غیرے را نگویم کہ بچیں
میں کسی وقت (بھی) خود پھل نہ توڑوں گا	دوسرے سے بھی نہ کہوں گا کہ توڑ دے

یعنی میں نہ تو کبھی خود میوہ توڑوں گا نیز کسی غیر سے بھی نہ کہوں گا کہ توڑ دے۔

جز ازان میوہ کہ باد اندازدش	من چکنم از درخت منعش
اس پھل کے علاوہ جس کو ہوا گرا دے	میں کھڑے درخت سے نہ توڑوں گا

یعنی سوائے اس میوہ کے کہ ہوا اس کو ڈال دے نہ وہ میوہ کی شاخ اس کو بلند کرے یعنی اس نے نذر کی تھی کہ جو میوہ شاخ پر لگا ہو گا اس کو تو توڑوں گا نہیں اور جس کو ہوا گرا دے گی اس کو کھالیا کروں گا۔

مدتے برنذر خود بودش وفا	تا در آمد امتحانات قضا
ایک زمانہ تک وہ اپنے عہد کا پابند تھا	یہاں تک کہ قضا خداوندی سے آزمائش آگئیں

یعنی ایک مدت تک اس کو اپنی نذر پر وفار ہی یہاں تک کہ قضا کے امتحانات آئے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

زیں سبب فرمود استثنا کدید	گر خدا خواهد بہ پیمان بر زنید
اسی وجہ سے فرمایا ہے کہ استثنا کر لو	"اگر خدا نے چاہا" عہد میں لگا لو

یعنی اسی سبب سے حق تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ استثنا (اس طرح) کر لیا کرو کہ اگر خدا چاہے گا تو تم عہد کو پہنچ جاؤ گے قرآن شریف میں ارشاد ہے کہ لا تقولن لشی انی فاعل ذلک غداً الا ان یشاء اللہ تو چونکہ اس درویش نے اپنے عہد کے ساتھ ان شاء اللہ نہ کہا تھا آخر ٹوٹ گیا اور مصرعہ ثانی میں گر خدا خواهد۔ ترجمہ ہے ان شاء اللہ کا۔ اور ارشاد حق ہے کہ

زانکہ حکم کار در دست من است	اختیار جملگان پست من است
کیونکہ معاملہ کا فیصلہ میرے ہاتھ میں ہے	سب کا اختیار میرے ماتحت ہے

یعنی اس لئے کہ تمام کام میرے ہاتھ میں ہے اور سب کا اختیار میرے تابع ہے۔

ہر زمان دل را دگر میلے دہم	ہر نفس بر دل دگر داغے نهم
میں ہر وقت دل میں ایک دوسری خواہش پیدا کر دیتا ہوں	ہر سانس میں دل پر ایک دوسرا داغ لگا دیتا ہوں

یعنی ہر وقت دل کو ایک نئی رغبت دیتا ہوں اور ہر گھڑی دل پر ایک نیا داغ رکھتا ہوں۔

کل اصباح لنا شان جدید	کل شی عن مراد یلا تھجد
ہر صبح کو ہماری نئی شان ہے	کوئی چیز میرے ارادہ سے انحراف نہیں کرتی ہے

یعنی ہر صبح کو ہماری ایک نئی شان ہے اور ہر کوئی شے ہماری مراد سے تجاوز نہیں کر سکتی قرآن شریف میں ہے کہ کل یوم ہو فی شان اور ارشاد ہے کہ وہو علی کل شی قدیر تو بس جب یہ بات ہے تو ہمیشہ مدد حق تعالیٰ سے مانگنی چاہئے اور حق تعالیٰ ہی کو واسطہ ڈالنا چاہئے آگے فرماتے ہیں کہ۔

در حدیث آمد کہ دل ہچون پرست	در بیابانے اسیر صر صرست
حدیث (شریف) میں آیا ہے کہ دل ہر کی طرح ہے	(جو) میدان میں آندی کا پابند ہے

یعنی حدیث میں ہے کہ دل مانند ایک پرکے ہے جو کہ بیابان میں ایک آندی کا اسیر ہے۔

باد پر را ہر طرف راند گزاف	کہ چپ و گہ راست با صد اختلاف
ہوا پر کو خواخواہ ہر طرف لے جاتی ہے	سینکڑوں مختلف طریقوں سے کبھی بائیں کبھی دائیں

یعنی ہوا پر کو ہر طرف بے ترتیب ڈال رہی ہے کبھی بائیں کبھی دائیں سوا اختلاف کے ساتھ۔ مطلب یہ کہ حدیث میں ہے کہ قلب کی مثال ایسی ہے کہ جیسے ایک پر میدان میں پڑا ہوا اور تند ہوائیں آ کر بقلبھا ظہراً لبطن و بطناً لظہر اس کو الٹا سیدھا کرتی ہوں تو جس طرح کہ یہ پر ہواؤں کے تابع ہے تو اسی طرح بلکہ اس سے بھی زیادہ قلب حق تعالیٰ کے قبضہ میں ہے۔ بقلبھا کیف یشاء لہذا چاہئے کہ ہمیشہ حق تعالیٰ ہی سے مدد مانگتا رہے اور کہتا رہے کہ یا مقلب القلوب ثبت قلبی علی دینک آگے فرماتے ہیں کہ

در حدیث دیگر ایں دل دان چنان	کاب جو شان ز آتش اندر قازغان
دوسری حدیث (میں ہے) اس دل کو ایسا سمجھ	جیسا کہ دیگ میں جوش مارتا ہوا پانی

یعنی دوسری حدیث میں ہے کہ اس دل کو ایسا جانو کہ جیسے کہ پانی آگ کی وجہ سے ہانڈی میں جوش مارتا ہو اس حدیث کو احیاء العلوم میں امام غزالی نے بالفاظ ذیل نقل کیا ہے۔ مثل القلب فی قلبہ کالقدر اذا استجمت غلیاناً

ہر زمان دل را دگر رائے بود	آن نہ ازوے لیک از جائے بود
ہر لمحہ دل کی ایک دوسری رائے ہوتی ہے	وہ اس کی جانب سے نہیں بلکہ دوسری جگہ سے ہوتی ہے

یعنی ہر وقت دل کی ایک نئی حالت ہوتی ہے اور وہ اس کی طرف سے نہیں بلکہ کسی اور جگہ سے ہوتی ہے۔

پس چرا ایمن شوی بر رائے دل	عہد بندی تا شوی آخر مجل
تو دل کی رائے پر کیوں مطمئن ہوتا ہے	تو عہد کر لیتا ہے تاکہ آخر میں شرمندہ ہو

یعنی بس دل کی رائے پر کس لئے بے خوف ہو جاتے ہو اور عہد باندھ لیتے ہو یہاں تک کہ شرمندہ ہوتے ہو۔ یہ فرما کر آگے فرماتے ہیں کہ۔

ایں ہم از تاثیر حکم است و قدر	چاہ می بینی و نتوانے حذر
-------------------------------	--------------------------

یہ بھی (اللہ کے) حکم اور تقدیر کی تاثیر کی وجہ سے ہے	تو کنواں دیکھتا ہے اور بچ نہیں سکتا ہے
--	--

یعنی یہ بھی حکم قدر ہی کا اثر ہے کہ کنواں دیکھتے ہو اور بچ نہیں سکتے۔ تو جب یہ بات ہے تو پھر قضا سے بچ کر قضا ہی کی طرف جاوے اور اسی سے چارہ جوئی اور مدد چاہے۔

نیست خود از مرغ پران این عجب	کونہ بیند دام و افتد در عطب
------------------------------	-----------------------------

کیا اڑنے والے پرندے سے یہ تعجب کی بات نہیں ہے؟	کہ وہ جال نہیں دیکھ پاتا اور ہلاکت میں گرتا ہے
--	--

یعنی اڑنے والے جانور سے یہ کوئی تعجب کی بات نہیں ہے کہ وہ جال نہ دیکھے اور مصیبت میں پڑ جائے (مگر)

این عجب کہ دام بیند ہم و تد	گر بخوابد و رنخواہد مے فتد
-----------------------------	----------------------------

یہ تعجب ہے کہ وہ جال اور کھوٹی دیکھتا ہے	خواہ چاہے یا نہ چاہے پھنس جاتا ہے
--	-----------------------------------

یعنی عجیب بات تو یہ ہے کہ جال دیکھتا ہے اور کھوٹا بھی دیکھتا ہے اور اگر چاہے یا نہ چاہے گر پڑتا ہے۔ مطلب یہ کہ دیکھو جو جانور کہ ہوا میں اڑ رہا ہے اس نے جو جال نہیں دیکھا تو اگر وہ آ کر پھنس جاوے تو کوئی تعجب نہیں ہے لیکن تعجب تو یہ ہے کہ ایک جانور سامنے بیٹھا ہے اور دیکھ رہا ہے کہ اس کے لئے جال بچھایا جا رہا ہے مگر پھر بھی پھنس جاتا ہے۔

چشم باز و گوش باز و دام پیش	سوئے دامے مے پرو با پر خویش
-----------------------------	-----------------------------

آنکھیں کھلی ہوئی ہیں اور کان کھلے ہوئے ہیں اور سامنے جال ہے	اپنے ہی بازوؤں سے جال کی جانب پرواز کرتا ہے
---	---

یعنی آنکھ کھلی ہوئی کان کھلے ہوئے اور جال سامنے اور جال کی طرف اپنے ہی پروں سے اڑتا ہے۔ تو معلوم ہوا کہ کوئی اور شے ہے جو اس کو اس طرف لے جا رہی ہے ورنہ اگر اس کو من کل الوجوہ اپنا اختیار ہوتا تو یقیناً جان بوجھ کر ہلاکت میں نہ پھنستا۔ آگے مولانا اس کو خود ایک مثال میں بیان فرماتے ہیں کہ۔

قضا کو جان سے تشبیہ دینا کہ صورت تو شیدہ ہے اور اثر ظاہر ہے

بنگر اندر دلق مہتر زاوہ	سر برہنہ در بلا افتادہ
-------------------------	------------------------

ایک امیر زاوہ کو گدڑی کے اندر دیکھ	نگے سر بنے مصیبت میں پڑا ہے
------------------------------------	-----------------------------

یعنی ایک امیر زاوہ کی گدڑی کو دیکھو کہ وہ سر برہنہ ہے اور بلا میں پڑا ہوا ہے۔

در ہوائے یک نگارے سوختہ	اقمشہ و املاک خود بفروختہ
-------------------------	---------------------------

وہ ایک معشوق کے عشق میں جاہ ہے	اپنا سامان اور جائیداد بیچ چکا ہے
--------------------------------	-----------------------------------

یعنی ایک معشوق کے عشق میں جلا ہوا ہے متاع اور املاک اپنے بیچے ہوئے ہے۔

خوار گشتہ درمیان قوم خویش	مرہمش نایاب و دل ریش از مریش
---------------------------	------------------------------

اپنی قوم میں ذلیل ہو گیا ہے	اور دل اس کے انکار سے زخمی اور اس کا مرہم نایاب ہے
-----------------------------	--

یعنی اپنی قوم میں ذلیل ہوا اور اس کا مرہم نایاب ہے اور اس کا دل اس کے عشق سے زخمی ہے۔

خان و مان رفتہ شدہ بدنام و خوار	کام دشمن میرود ادبار وار
---------------------------------	--------------------------

گھر بار ہا چکا ہے وہ بدنام اور ذلیل ہو گیا ہے	مخوس دشمن کے مقصود کے مطابق چلن اختیار کئے ہوئے ہے
---	--

یعنی خان و مان برباد شدہ اور بدنام و ذلیل اور دشمن کا مقصد ادبار کی طرح چلتا ہے۔ دشمن سے مراد نفس و شیطان یعنی سب گھر بار برباد کئے ہوئے ہے۔ اور نفس و شیطان کا قابو چلا ہوا ہے۔

زاہدے بیند بگوید اے کیا	ہمتے میدار از بہر خدا
-------------------------	-----------------------

کسی بزرگ کو دیکھتا ہے تو کہتا ہے اے بزرگ!	خدا کے لئے توجہ دیجئے
---	-----------------------

یعنی کسی زاہد کو دیکھتا ہے تو کہتا ہے کہ اے بزرگ خدا کے لئے دعا کیجئے۔

کاندرین ادبار زشت افتادہ ام	مال و زر و نعمت از کف وادہ ام
-----------------------------	-------------------------------

کہ میں اس بری نعمت میں پھنسا ہوں	مال و زر اور نعمت ہاتھ سے دے چکا ہوں
----------------------------------	--------------------------------------

یعنی کہ میں اس ادبار زشت میں پھنس گیا ہوں اور مال و زر اور نعمت ہاتھ سے برباد کر دی ہے۔

ہمتے تا بو کہ من زیں دارہم	زین گل تیرہ بود کہ برہم
----------------------------	-------------------------

توجہ دیجئے شاید میں اس سے نجات پا جاؤں	ہو سکتا ہے کہ میں اس کالی کچڑ سے نکل جاؤں
--	---

یعنی ایک دعا کیجئے تاکہ شاید کہ میں اس سے چھوٹ جاؤں اور اس تیرہ و تار یک کچڑ سے نکل جاؤں۔

ایں دعا میخواند او از عام و خاص	تا کہ یابد یکدے از غم خلاص
---------------------------------	----------------------------

وہ ہر عام و خاص سے یہ دعا چاہتا ہے	تاکہ تموزی دیر کے لئے غم سے نجات حاصل کر لے
------------------------------------	---

یعنی وہ یہ دعا ہر عام و خاص سے چاہتا ہے تاکہ ایک دم کے لئے غم سے خلاصی پائے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

دست و بازو پائے بازو بندنے	نے موکل بر سرش نے آہنے
----------------------------	------------------------

ہاتھ کھلے ہوئے اور پاؤں کھلے ہوئے اور کوئی قید نہیں ہے	نہ اس کے سر پر کوئی سپاہی ہے نہ بیڑی
--	--------------------------------------

یعنی ہاتھ کھلے ہوئے پاؤں کھلے ہوئے کوئی قید نہیں ہے نہ تو اس کے سر پر کوئی سپاہی ہے اور نہ کوئی بیڑی وغیرہ ہے۔

از کدا میں بند میجوئے خلاص	وز کدا میں قید میخواند ہی مناص
----------------------------	--------------------------------

تو کس بیڑی سے خلاصی کا جویاں ہے؟	اور تو کونسی قید سے چھٹکارا چاہتا ہے؟
----------------------------------	---------------------------------------

یعنی کون سے بند سے خلاصی ڈھونڈتا ہے اور کون سی قید سے خلاصی چاہتا ہے مطلب یہ کہ یہ جو سب سے کہتا پھرتا ہے کہ دعا کرو کہ میں قید سے چھوٹ جاؤں تو ظاہر میں اس پر کوئی قید ہی نہیں پھر کیوں کہتا پھرتا ہے کہ دعا کرو کہ میں قید سے نکل جاؤں۔ یہ

سوال کر کے مولانا خود ہی جواب دیتے ہیں کہ۔

بند تقدیر قضاے مخفی	کہ نہ بیند آن بجز جان صفی
تقدیر کی بیڑی اور پوشیدہ تقدیر	جس کو برگزیدہ ہستی کے علاوہ کوئی نہیں دیکھ سکتا

یعنی یہ قید تقدیر قضاے پوشیدہ کی ہے کہ اس کو بجز برگزیدہ حق کے اور کوئی دیکھتا بھی نہیں ہے۔

گر چہ پیدا نیست آن در مکن است	بدرتر از زندان و بند آہن است
اگرچہ وہ ظاہر نہیں ہے پوشیدہ ہے	(لیکن) قید خانہ اور بیڑی سے بڑھ کر ہے

یعنی اگرچہ یہ قید ظاہر نہیں ہے اور پوشیدگی میں ہے مگر زندان اور قید آہنی (ظاہری) سے سخت ہے آگے اس کا اس ظاہری

قید سے سخت ہونا بتاتے ہیں کہ۔

زانکہ آہنگر مرآن را بشکند	حفرہ گرہم خشت زندان بر کند
کیونکہ لوہار اس کو توڑ دیتا ہے	کوئٹھل لگانے والا قید خانہ کی اینٹ اکھاڑ دیتا ہے

یعنی اس لئے کہ اس (قید ظاہری) کو تو لوہار توڑ دیتا ہے یا نقب زن زندان کی اینٹ اکھاڑ دیتا ہے۔

این عجب این بند پنهان گراں	عاجز از تکسیر آن آہنگران
عجب ہے یہ پوشیدہ ہماری بیڑی	اس کے کاٹنے سے لوہار عاجز ہیں

یعنی یہ عجب ہے کہ یہ قید پوشیدہ اور گراں ہے کہ اس کے توڑنے سے لوہار بھی عاجز ہیں۔ لہذا معلوم ہوا کہ یہ قید اس قید ظاہری سے سخت تر ہے آگے فرماتے ہیں کہ۔

دیدن آن بند احمد را رسد	برگلوئے بستہ جبل من مسد
اس بندے کو دیکھنے کا احمد کو حق ہے	جو مونج کی رسی گلے میں بندھی ہوئی ہے

یعنی اس قید کو دیکھنا احمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچتا ہے کہ گلو پر ایک رسی لیف خرما سے بندھی ہوئی۔

دید بر پشت عیال بو لہب	تنگ ہیزم گفت جمال الخطب
انہوں نے ابو لہب کی بیوی کی کر پر دیکھا	ایدمن کا کٹڑ فرمایا ایدمن اٹھانے والی ہے

یعنی ابو لہب کے گھر والوں کی پشت پر ایک لکڑیوں کا گٹھا دیکھا تو کہا کہ جمال الخطب۔

جبل و ہیزم را جز آن چشمے نہ دید	کہ پدید آید برو ہر ناپدید
رسی اور کٹڑ کو اس آنکھ کے سوا کسی نے نہ دیکھا	جس کے لئے ہر پوشیدہ چیز ظاہر ہو جاتی ہے

یعنی رسی اور لکڑیوں کو سوائے اس آنکھ کے کسی نے نہیں دیکھا جس پر کہ ہر ظاہر اور غیر ظاہر ظاہر ہوتا ہے۔

باقیانش جملہ تاویلے کنند	کاین ز بیہوشی ست و ایشان ہوشمند
ان کے سوا سب تاویل کرتے ہیں	کیونکہ یہ (دید) بیہوشی میں ہوتی ہے اور وہ ہوشمند ہیں

یعنی باقی لوگ اس کی تاویل کرتے ہیں اس لئے کہ یہ تاویل تو بے خبری کی وجہ سے ہے اور وہ خبردار ہیں۔ احمد سے مراد اہل اللہ ان اوپر کے چاروں شعروں کا مطلب یہ ہے کہ اس قضا کے دیکھنے کے لئے اہل اللہ کی چشم چاہئے جو کہ نائب رسول ہوں اور دیکھو کہ حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے ابولہب کی بیوی کی کمر پر لکڑیاں لدی ہوئی دیکھیں اور رسی لٹکتی ہوئی دیکھی تو فرمادیا کہ جملۃ الحطب تو دیکھو اس گذشتہ واقعہ کو آپ نے اپنی آنکھوں سے دیکھا اور دوسرے لوگ تو اس کی تاویل کرتے ہیں مگر مولانا فرماتے ہیں کہ تاویل کی ضرورت ہی نہیں اس لئے کہ اس میں کیا حرج ہے کہ کہا جاوے کہ وہ قضا صورت میں متمثل ہو گئی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تو خود رسی اور لکڑیاں نظر آئیں تو بس قضا کے دیکھنے کے لئے چشم بصیرت کی ضرورت ہے ورنہ اور لوگوں کو کیا خبر آگے پھر اس مثال کی طرف رجوع ہے کہ دیکھو ظاہر میں اس پر کوئی قید معلوم نہیں ہوتی۔

لیک از تاثیر آن پشتش دو تو	گشتہ و نالان شدہ در پیش او
لیکن اس کی تاثیر سے اس کی کر دوہری	ہو رہی ہے اور وہ اس کے سامنے رو رہا ہے

یعنی لیکن اس کی تاثیر کی وجہ سے اس کی پشت دوہری ہو رہی ہے اور اس زاہد کے آگے رو رہا ہے (اور کہہ رہا ہے)

کہ دعائے ہمتے تا وارہم	تا ازین بند نہان بیرون جہم
کہ دعا توجہ تاکہ میں چھوٹ جاؤں	تاکہ اس پوشیدہ بڑی سے میں باہر نکل آؤں

یعنی کوئی دعا اور مدد کیجئے تاکہ میں چھوٹ جاؤں اور تاکہ اس قید پوشیدہ سے باہر نکل جاؤں تو بس معلوم ہو گیا کہ بند قضا کوئی شے ہے کہ جو اس قید ظاہری کے علاوہ ہے اور مولانا فرماتے ہیں کہ۔

آنکہ بیند این علامتہا پدید	چون نداند او شتی را از سعید
جو ان علامتوں کو کھلا دیکتا ہے	وہ بد بخت اور یک بخت کو کیوں نہ دیکھ لے گا؟

یعنی جو شخص کہ ان علامتوں کو دیکھ رہا ہے وہ شتی کو سعید سے کس طرح ممتاز کر کے نہ دیکھے گا مطلب یہ کہ جو شخص کہ ایسی پوشیدہ بات کو دیکھ لیتا ہے تو بھلا وہ یہ تو کیوں معلوم نہ کر لے گا کہ فلاں شخص اچھا ہے فلاں برا ہے۔ یقیناً معلوم کر لیتا ہے مگر۔

داند و پوشد بامر ذوالجلال	کہ نباشد کشف راز حق حلال
وہ جانتا ہے اور اللہ (تعالیٰ) کے حکم سے چھپاتا ہے	کیونکہ اللہ (تعالیٰ) کے راز کھولنا جائز نہیں ہے

یعنی جانتا ہے اور حکم حق کی وجہ سے پوشیدہ رکھتا ہے اس لئے کہ حق تعالیٰ کے راز کو ظاہر کرنا حلال نہیں ہے۔ یعنی بعض مرتبہ بعض بات کا اظہار مضر ہوتا ہے لہذا وہ اس قضا کو کہ یہ شخص برا ہے اور یہ اچھا ہے ظاہر نہیں کرتے ورنہ وہ سب جانتے ہیں اور قضا ان کو آنکھوں سے نظر آ جاتی ہے آگے اس فقیر کے قصہ کو اور امتحان حق کو بیان فرماتے ہیں۔

ایں سخن پایاں ندارد آن فقیر	از مجاعت شد زبون و تن اسیر
اس بات کا خاتمہ نہیں ہے وہ درویش	بھوک سے کمزور ہو گیا اور جسم قیدی (تھا)

یعنی اس بات کی انتہا نہیں ہے اور وہ فقیر بھوک کی وجہ سے ضعیف اور تن اسیر ہو گیا ہے۔

اس نذر کرنے والے فقیر کا درخت امرود سے پھل توڑنے پر
مضطر ہونا اور اسی وقت حق تعالیٰ کی طرف سے اسکی گوشمالی ہونا

پنج روز آن باد امرودے نریخت	ز آتش جو عیش صبوری میگریخت
ہوا نے پانچ دن تک کوئی امرود نہ گرایا	اس کی بھوک کی آگ سے صبر بھگتا تھا

یعنی پانچ روز تک ہوانے کوئی امرود نہ گرایا۔ تو اس درویش کی آتش جوع سے صبر بھگتا تھا۔ یعنی اس کو مارے بھوک کے
صبر کی تاب نہ رہی۔

بر سر شاخے مرودے چند دید	باز صبرے کرد و خود را در کشید
اس نے ایک شاخ پر کئی امرود دیکھے	پھر صبر کیا اور اپنے آپ کو روکا

یعنی ایک شاخ پر چند امرود دیکھے تو پھر صبر کیا اور اپنے کو ہٹا لیا یعنی جب بھی احتیاط کی۔ اور نفس کو سمجھا لیا کہ اوپر لگ رہے
ہیں کون توڑے مگر وہاں تو منظور امتحان تھا جب اس نے اس طرح پرہیز کیا تو یہ ہوا کہ۔

باد آمد شاخ را سر زیر کرد	طبع را بر خوردن آن چیر کرد
ہوا چلی شاخ کو نیچے جھکا دیا	طبیعت کو اس کے کھانے پر غالب کر دیا

یعنی ہوا آئی اور شاخ کے سر کو نیچے کر دیا اور طبیعت کو اس کے کھانے پر غالب کر دیا۔

جوع و ضعف و قوت جذب قضا	کرد زاہد را ز نذرش بیوفا
بھوک اور کمزوری اور قضا کی کشش کی طاقت نے	زاہد کو عہد سے بے وفا بنا دیا

یعنی بھوک نے اور ضعف نے اور جذب قضا کی قوت نے زاہد کو اس کی نذر سے بے وفا کر دیا۔

شرح صلیبی

ترجمہ و تشریح:۔ اس پہاڑ میں درخت اور پھل امرود انا رسیب بکثرت تھے اور اس فقیر کی غذا وہی میوے تھے ان کے علاوہ
اور کوئی چیز نہ کھاتا تھا۔ ایک مرتبہ اس نے حق سبحانہ سے کہا کہ اے اللہ میں آپ سے عہد کرتا ہوں کہ میں کبھی میوہ نہ توڑوں گا۔
یعنی نہ خود توڑوں اور نہ کسی سے کہوں گا کہ توڑ دے میں زندہ درخت سے میوہ نہ چنوں گا۔ بجز ان میوؤں کے جو ہوا سے گر جائیں
ایک زمانہ تک اسے عہد کو پورا کرتے رہے۔ آخر امتحانات خداوندی شروع ہوئے چونکہ دعویٰ پر امتحان ضروری ہے اور امتحان
میں کامیابی نہایت گھٹن اور لوہے کے چنے ہیں اسی لئے حق سبحانہ نے باقتضائے رحمت ہم کو تعلیم فرمایا ہے کہ تم استثنا کر لیا کرو۔
یعنی ہر عہد کے ساتھ ان شاء اللہ تعالیٰ کہہ لیا کرو کیونکہ حکومت میرے قبضہ میں ہے اور سب کے اختیارات میرے اختیار کے تحت
میں ہیں۔ لہذا اب دوں میری مشیت کے کوئی کچھ نہیں کر سکتا میں ہر وقت دل میں مختلف قسم کے میلان پیدا کرتا ہوں اور ہر وقت دل
پر ایک نیا داغ رکھتا ہوں یعنی ایک ایسی خواہش پیدا کرتا ہوں جس کے حاصل نہ ہونے سے اسے رنج ہو (یا یوں کہو کہ اسی مطلق

رغبت پیدا کرنے کو داغ دینے سے تعبیر کیا۔ کیونکہ جس طرح داغ دینا ایک خاص اثر پیدا کرتا ہے یوں ہی رغبت پیدا کرنا بھی ایک تاثیر خاص ہے (غرض ہر وقت ہمارے لئے ایک نیا کام ہے اور کوئی شے میرے ارادہ سے مختلف نہیں ہو سکتی۔ بلکہ جو میں چاہتا ہوں فوراً ہو جاتی ہے۔ ادا ارادہ شینان بقول لہ کن لیکون حدیث میں آیا ہے کہ دل کی مثال ایسی ہے جیسے ایک پر ہو اور ایک میدان کے اندر آندھی کے قبضہ میں ہو کہ جس طرف وہ چاہتی ہے اس کو پلٹے دیتی ہے کبھی دائیں جانب پلٹتی ہے کبھی بائیں طرف اور اسی قسم کے اور سینکڑوں پلٹے دیتی ہے نیز دوسری حدیث میں آیا ہے (واللہ اعلم بالصواب) کہ دل کو ایسا سمجھو جیسے ایک دیکھ ہو جس میں پانی جوش مار رہا ہو کہ اس کے اندر بھی یوں ہی خیالات کا جوش ہوتا ہے اور ہر وقت اس کی جداگانہ رائے ہوتی ہے لیکن یہ یاد رکھو کہ یہ خود دل کا تصرف نہیں ہے بلکہ کوئی اور ذات ہے جو یہ گونا گوں خیالات پیدا کر رہی ہے جب قلب و تغیر احوال کی یہ حالت ہے تو کون سی وجہ ہے کہ دل کے ایک خیال کی بناء پر آدمی مطمئن ہو جاوے اور سمجھ لے کہ بس یہی ہوگا اور یہ خیال کر کے حق سبحانہ سے عہد کر لے کہ میں یوں ہی کروں گا۔ اس کے خلاف نہ کروں گا اور آخر میں اس کے پورا نہ ہو سکنے کے سبب ندامت اٹھائے۔ اب مولانا پر غلبہ تو حید سے سکر کی حالت طاری ہوتی ہے اور فرماتے ہیں کہ یہ عہد کرنا بھی بحکم قضا و قدر ہی ہے اس میں بھی آدمی پورے طور پر مختار نہیں اور اس کو اختیار کامل حاصل نہیں کہ وہ عہد نہ کرے۔ اس لئے کہ ایسا ہوتا ہے کہ مضرت آدمی کے سامنے کھڑی ہوتی ہے اور وہ اس سے بچ نہیں سکتا۔ یہ کوئی تعجب کی بات نہیں کہ پرندہ جال نہ دیکھے اور ہلاکت میں پڑ جائے بلکہ حیرت انگیز یہ بات ہے کہ کھونٹوں سمیت جال دیکھ رہا ہے اور پھر خواہ مخواہ اور بالا خطر اس میں پھنس جاتا ہے آنکھیں بھی کھلی ہوئی ہیں کان بھی کھلے ہوئے ہیں جال بھی نظر آ رہا ہے۔ اس پر بھی وہ خود اپنے پروں سے اڑ کر اس میں آ پھنستا ہے اس سے معلوم ہوا کہ حیوانات اپنے اوپر پورا اختیار نہیں رکھتے۔ اب انسان کی حالت سنو ایک رئیس زادہ ہے کہ گدڑی پہنے ہوئے ہے ننگے سر ہے مصیبت میں مبتلا ہے کسی چڑیل کی محبت میں جل رہا ہے جائیداد اور گھر کا سامان سب بک چکا ہے اپنے لوگوں میں نظر حقارت سے دیکھا جاتا ہے اور تنگ خاندان سمجھا جاتا ہے مطلوب کی یہ حالت ہے کہ اس کے حصول کی کوئی صورت نہیں معشوق کے ظلم و ستم نے دل و جگر چھلنی کر رکھے ہیں۔ گھر یا سب تباہ ہو چکا ہے بدنامی و ذلت انتہا کو پہنچ گئی ہے ادھر اس کی محرومی و بدبختی مستمر ہے ادھر رقیب کا کام نکل رہا ہے۔ غرض کہ وہ ان مصائب میں مبتلا ہے اور یہ بھی نہیں کہ اس کو اس کا احساس نہ ہو نہیں وہ ان کا احساس بھی رکھتا ہے اور جب کسی متقی کو دیکھتا ہے تو کہتا ہے کہ حضور خدا کے لئے میرے واسطے دعا فرمائیے کہ میں اس مصیبت میں پھنس گیا ہوں مال و دولت نعمت سب کھو چکا ہوں۔ اب تو چہ فرمائیں کہ میں اس مصیبت سے نجات پاؤں۔ ممکن ہے کہ آپ کی دعا اور توجہ سے مجھے نجات مل جائے۔ غرض وہ ہر ایک سے یہی التجا کرتا ہے اور کہتا ہے کہ۔

پھنسی ہوئی ہے یہ گردن بتوں کے بھندوں میں چھڑا دے کوئی ہو ایسا خدا کے بندوں میں

یہ تو واقعہ ہے جو بکثرت ہوتا ہے اور جس کا انکار ناممکن ہے حالانکہ اس کے ہاتھ بھی کھلے ہوئے ہیں پاؤں بھی کھلے ہوئے ہیں اس کو کسی نے مجبوس بھی نہیں کر رکھا ہے کوئی پہرہ بھی اس پر قائم نہیں ہے۔ اس کے گلے پر تلوار بھی رکھی ہوئی نہیں۔ اب اس سے کوئی پوچھے کہ میاں تم کس پھندے سے نکلنا چاہتے ہو اور کون سی بیڑی سے چھوٹنا چاہتے ہو۔ سمجھو کہ یہ وہی تقدیر و قضا الہی کا مستور پھندا ہے جو لوگوں کو دکھلائی نہیں دیتا ہے بلکہ اس کو نفوس مقدسہ اہل اللہ ہی دیکھتے ہیں۔ اگر چہ وہ ظاہر نہیں ہے بلکہ مستور ہے لیکن اس کی گرفت جلیخانہ اور بیڑی سے بھی زیادہ سخت ہے کیونکہ لوہا بیڑی کو کاٹ سکتا ہے اور کھودنے والا جلیخانہ کی اینٹیں اکھیر سکتا ہے لیکن

تعب کی بات یہ ہے کہ اس مخفی بیڑی اور مستور جلیخانہ کو نہ کوئی لوہار کاٹ سکتا ہے نہ کوئی کھودنے والا کھود سکتا ہے وہ پھندا احمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی سے شخص کو دکھلائی دے سکتا ہے اور وہی زوجہ ابولہب کے گلے میں مونج کی رسی بندھی ہوئی دیکھ سکتے ہیں۔ جنہوں نے ابولہب کی بیوی کی پشت پر ایندھن کا گٹھا لدا ہوا دیکھ کر اسے حملۃ الخطب کہا تھا۔ اس رسی اور ایندھن کے گٹھے کو وہی آنکھ دیکھ سکتی ہے جو اکثر غیر محسوسات کو دیکھنے کی عادی ہو۔ دوسرے لوگ جن کی آنکھ ایسی نہیں وہ چونکہ اس کو دیکھتے نہیں اس لئے مجبوراً تاویل کرتے ہیں اور نہ دیکھنا ان کا بے موقع بھی نہیں۔ کیونکہ مشاہدہ غیر محسوسات تو ہوش ظاہری کو خیر باد کہنے سے ہو سکتا ہے اور وہ ایسے ہیں نہیں۔ بلکہ وہ ہوش والے ہیں۔ پھر مشاہدہ کیونکر ہو وہاں تو وہ پھندا اپنی ذات کے لحاظ سے ضرور غیر محسوس ہے۔ لیکن اپنے اثر کے اعتبار سے محسوس ہے کہ اس کی تکلیف کے سبب وہ اہل اللہ کے سامنے جھکتا اور ان کے سامنے روتا پیٹتا ہے اور کہتا ہے کہ خدا کے لئے مجھے اس بلا سے چھڑاؤ اور کوئی دعایا توجہ ایسی کرو کہ میں نجات پا جاؤں اور اس مخفی پھندے سے چھوٹ جاؤں اس مقام پر ضمناً ایک اور ضروری امر پر بھی تنبیہ کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے وہ یہ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تقدیر کے پھندے کو دیکھ لینا ثابت ہے اور آپ کے طفیل اور آپ کے اتباع کی برکت سے اہل اللہ کو بھی یہ شرف حاصل ہو جاتا ہے جب یہ امر محقق ہے تو جو لوگ ان اشیاء کو جن کو لوگ علامات سے جانتے ہیں بعض اوقات عیاناً مشاہدہ کرتے ہیں وہ شقی اور سعید میں کیوں نہیں امتیاز کر سکتے نہیں ہیں بلکہ بعض اوقات ان کو اس کا بھی احساس و ادراک ہوتا ہے لیکن وہ جو ظاہر نہیں کرتے اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کو اظہار کا حکم نہیں ہوتا اور وجہ اختفایہ ہوتی ہے کہ وہ راز حق سبحانہ کے ظاہر کرنے کو جائز نہیں جانتے۔ خیر یہ گفتگو تو بہت طویل ہے۔ اب سنو کہ وہ فقیر بھوک سے بہت مضطرب ہو گیا اور حرکت کرنا بھی اس کے لئے دشوار ہو گیا۔ وجہ یہ ہوئی کہ پانچ دن تک ہوا سے کوئی امر وہ بھی نہ گرا اور خود توڑ نہ سکے اس لئے بھوکا رہنا پڑا۔ اور بھوک کی آگ اس قدر شعلہ زن ہوئی کہ ان سے صبر نہ ہو سکتا تھا۔ اتفاقاً انہوں نے ایک شاخ کے اوپر چند امرود لگے ہوئے دیکھے خیر یہاں تک صبر کیا اور توڑنے سے اجتناب کیا اس کے بعد یہ ہوا کہ ہوا کا ایک جھونکا آیا اور اس نے شاخ کو نیچے جھکا دیا۔ اور اس طرح ان کی طبیعت کو اس کے کھانے پر پوری طور پر مائل کر دیا۔ ان کو بھوک لگی ہوئی تھی جسم میں بے حد ناتوانی تھی۔ اعضاء کو جذب غذا کی شدید ضرورت تھی ان سب باتوں نے مل کر فقیر کا عہد تڑوا ہی دیا۔

شرح شبیری

چونکہ از امرود بن میوہ شکست	گشت اندر نذر و عہد خویش سست
جب امرود کے درخت سے پھل توڑا	اپنی منت اور عہد میں کزور پڑ گیا

یعنی جبکہ امرود کے درخت سے میوہ توڑ لیا تو اپنی نذر اور عہد میں سست ہو گیا۔

ہم در اندم گوشمال حق رسید	چشم او بکشاد و گوش او کشید
فورا اللہ (تعالیٰ) کی جانب سے گوشمال ہوئی	جس نے اس کی آنکھیں کھول دیں اور اس کا کان کھینچے

یعنی اسی وقت حق تعالیٰ کی طرف سے گوشمالی پہنچی جس نے اس کی آنکھیں کھول دیں اور اس کا کان کھینچ دیا۔ گوشمالی کا ذکر آگے آوے گا۔ یعنی جیسے ہی اس نے امرود توڑ کر کھایا ویسے ہی حق تعالیٰ کی طرف سے سزا مسلط ہوئی جس کا ذکر آگے آوے گا۔ مولانا فرماتے ہیں کہ۔

مخلصان باشند دائم در خطر	امتحانها ہست در رہ اے پسر
--------------------------	---------------------------

مخلصین ہمیشہ خطرے میں ہوتے ہیں	اے صاحبزادے! راہ میں ان کے بہت امتحان ہیں
--------------------------------	---

یعنی مقررین ہمیشہ خطرہ میں رہتے ہیں اور اے صاحبزادے! راہ (حق) میں بہت سے امتحانات ہیں۔

عہد را باید وفا اے جان من	تائمانی شرمسار و مستحسن
---------------------------	-------------------------

اے جان من! عہد کو پورا کرنا چاہیے	تاکہ تو شرمندہ اور معیبت میں مبتلا نہ ہو
-----------------------------------	--

یعنی اے میری جان! عہد کو وفا کرنا چاہئے تاکہ تم شرمندہ اور مستحسن نہ ہو جاؤ۔ مطلب یہ کہ جہاں تک ہو سکے جو عہد حق تعالیٰ سے تو لایا یا فعلاً کرو اس کو پورا کرو۔

یا مکن نذرے کہ نتوانی وفا	برخطر منشین و بیرون جہ ہلا
---------------------------	----------------------------

یا وہ عہد ہی نہ کر جس کو تو پورا نہ کر سکے	خبردار! خطرے میں نہ پڑ اور باہر نکل
--	-------------------------------------

یعنی یا ایسی نذر ہی مت کرو جس کو پورا نہ کر سکو تم خبردار خطر پر مت بیٹھو۔ اور باہر نکل جاؤ۔ مطلب یہ کہ یا تو وفا کرو اور اگر جانو کہ وفانہ کر سکو گے تو پھر عہد ہی مت کرو۔ اور سچ یہی ہے کہ جو چیزیں کہ شریعت نے ہمارے ذمہ نہیں کی ہیں ان کے علاوہ دوسری چیزیں اپنے سر رکھ لیں تو اس میں بعض مرتبہ امتحان حق ہو جاتا ہے آگے فرماتے ہیں کہ۔

نذر را باید وفا در راہ حق	لیک حق تا خود کرا بد سبق
---------------------------	--------------------------

اللہ (تعالیٰ) کی راہ میں عہد پورا کرنا چاہیے	لیکن دیکھ اللہ (تعالیٰ) کس کو سبقت (کرنے کی توفیق) دیتا ہے
--	--

یعنی راہ حق میں نذر کو وفا کرنا چاہئے لیکن خود حق تعالیٰ ہی دیکھے کس کو سبقت دیتے ہیں مطلب یہ کہ راہ حق میں وفاء عہد ضروری ہے مگر وفاء عہد کی بھی توفیق حق ہی دے تو وہ بھی ہو سکتا ہے چونکہ وفا عہد توفیق حق پر منحصر تھا اس لئے آگے حق تعالیٰ سے دعا فرمانے لگے کہ۔

عہد ہا بستیم بس در کار ہا	نذر ہا کر دیم در سر بار ہا
---------------------------	----------------------------

ہم نے بہت سے کاموں کے عہد کئے	بارہا پوشیدہ طور پر ہمیں مانیں
-------------------------------	--------------------------------

یعنی اے اللہ! ہم نے بہت سے کاموں میں عہد باندھے اور پوشیدگی میں بارہا نذریں کیں۔

قوت آن کو کہ پایان آوریم	عاجزیم و ناتوان و مضطربیم
--------------------------	---------------------------

وہ طاقت کہاں ہے کہ ہم پورا کریں	ہم تو عاجز اور ناتوان اور مجبور ہیں
---------------------------------	-------------------------------------

یعنی وہ قوت کہاں ہے کہ ہم پورا کر سکیں۔ ہم تو عاجز اور ناتوان اور مضطرب ہیں۔

گر نہ فصلت دستگیر ماشود	وائے بر ما زانکہ رسوائی بود
-------------------------	-----------------------------

(اے اللہ!) اگر تیری مہربانی ہماری دستگیری نہ کرے	ہم پر افسوس ہے کیونکہ رسوائی ہو گی
--	------------------------------------

یعنی اگر آپ کا فضل ہمارا دستگیر نہ ہو تو ہم پر افسوس ہے اس لئے کہ رسوائی ہو گی۔

نذر مارا با وفا پیوستہ دار	عہد مارا از کرم دار استوار
----------------------------	----------------------------

ہمارے عہد کو وفا سے جوڑ دے	کرم کر کے ہمارے عہد کو مضبوط کر دے
----------------------------	------------------------------------

یعنی ہماری نذر کو وفا کے ساتھ قرین رکھئے اور ہمارے عہد کو کرم سے استوار کہئے۔ اب دعا کر کے پہرہ جو عہد بقصہ فرماتے ہیں کہ۔

باز گشتم سوئے قصہ کان فقیر	عہد چون بشکست در دم شد اسیر
قصہ کی طرف میں پھر پلٹا کہ اس درویش نے	جیسے ہی عہد توڑا فوراً قیدی بن گیا

یعنی میں پھر اس فقیر کے قصہ کی طرف لوٹا ہوں کہ جب اس نے عہد توڑا تو وہ فوراً قید ہو گیا۔

غیرت حق گوشمالش دازود	زانکہ فرمودست او فو ابالعقود
اللہ (تعالیٰ) کی غیرت نے فوراً اس کو سزا دی	کیونکہ اس نے فرمایا ہے ”عہدوں کو پورا کرو“

یعنی غیرت حق نے اس کو جلدی ہی گوشمالی دی۔ اس لئے کہ فرمایا ہے کہ او فو ابالعقود

جمع از دزدان بدند آنجا مگر	در میان آوردہ بے مرسیم و زر
وہاں چوروں کا ایک گروہ تھا شاید	وہ لاتعداد چاندی اور سونا لائے تھے

یعنی چوروں کی ایک جماعت اس جگہ بھی شاید کہ وہ بے انتہار و سپیہ لائے تھے۔

اتفاقاً زدو چندے تاختند	وندران کہسار منزل ساختند
اتفاقاً چہ چور ہماگے	اور اس پہاڑ میں انہوں نے ٹھکانا بنا لیا

یعنی اتفاقاً چند چور دوڑے اور اس کہسار میں انہوں نے منزل بنائی۔ یعنی وہیں کہیں چوروں کی جماعت بھی جنہوں نے کہ ایک بہت بڑا ڈاکہ ڈالا تھا اتفاقاً وہ لوگ اسی کہسار میں آ کر جمع ہو گئے تھے۔

اس شیخ کو ان چوروں کے ساتھ متہم کرنا اور اس کا ہاتھ کاٹ ڈالنا

پیست از دزدان بدند آنجا و بیش	بخش مے کردند مسروقات خویش
وہاں میں اور کچھ زیادہ چور تھے	اپنا چوری (کا مال) ہانت رہے تھے

یعنی اس جگہ چور بیس یا اس سے زیادہ تھے اور اپنے مسروقات کو تقسیم کر رہے تھے۔

شحنہ را غماز آگہ کردہ بود	مردم شحنہ در افتادند زود
کوٹوال کو خبر نے خبر دیدی تھی	کوٹوال کے آدمی جلد آ پہنچے

یعنی غماز نے کوٹوال کو آگاہ کر دیا تھا (کہ چور فلاں پہاڑ میں ہیں) تو کوٹوال کے آدمی جلدی سے (اس میں) کھس پڑے۔

شحنہ حالے غرم آن کہسار کرد	جملہ را بگرفت و بست آن شیر مرد
کوٹوال نے فوراً اس پہاڑ کا قصد کیا	اس شیر مرد نے سب کو گرفتار کر لیا اور باندھ لیا

یعنی کوٹوال نے اسی وقت ارادہ اس کہسار کا کیا اور سب کو اس شیر مرد نے پکڑ کر باندھ لیا۔

پس بفرمود از غضب جلاو را	دست و پائے ہر یک از تن کن جدا
--------------------------	-------------------------------

پھر غصہ سے جلاو کو گم دیا	ہر ایک کے ہاتھ اور پاؤں بدن سے جدا کر دئے
---------------------------	---

یعنی پھر غصہ کی وجہ سے جلاو کو گم دیا کہ ہاتھ پاؤں ہر ایک کا تن سے جدا کر دو۔

ہم بد آنجا پائے چپ و دست راست	جملہ را برید و غوغائے بخواست
-------------------------------	------------------------------

اس جگہ ہایاں پاؤں اور داہنا ہاتھ	سب کا کاٹ دیا اور شور برپا ہو گیا
----------------------------------	-----------------------------------

یعنی اس جگہ پر ہایاں پاؤں اور سیدھا ہاتھ سب کا کاٹ دیا تو ایک شور پیدا ہو گیا۔

دست زاہد ہم بریدہ شد غلط	پاش را میخواست ہم کردن سقط
--------------------------	----------------------------

لٹلی سے ٹخ کا ہاتھ بھی کاٹ دیا گیا	پاؤں کو بھی اس نے بیکار کرنا چاہا
------------------------------------	-----------------------------------

یعنی زاہد کا بھی ہاتھ غلطی سے کاٹا گیا۔ اور اس کے پاؤں بھی کاٹنا چاہتے تھے۔

در زمان آمد سوارے بس گزین	بانگ برزد برعوان کای سگ بین
---------------------------	-----------------------------

نورا ایک معزز سوار آیا	سپاہی پر چننا اے کتے دیکھ (خبردار)
------------------------	------------------------------------

یعنی اسی وقت ایک سوار بہت برگزیدہ آیا اور اس نے سپاہی کو لٹکا کر کہ اے کتے دیکھ

این فلان شیخ است ابدال خدا	دست او را تو چرا کردی جدا
----------------------------	---------------------------

یہ فلاں بزرگ اور خدا کے ابدال میں سے ہے	تو نے اس کا ہاتھ کیوں جدا کیا؟
---	--------------------------------

یعنی یہ تو فلاں شیخ ابدال خدا ہے تو نے اس کے ہاتھ کو کیوں (تن سے) جدا کیا۔

آن عوان بدرید جامہ تیز رفت	پیش شخنہ داد آگاہیش تفت
----------------------------	-------------------------

اس سپاہی نے کپڑے پھاڑے (اور) تیزی سے بھاگا	کھوال کے پاس اس کو نورا مطلع کیا
--	----------------------------------

یعنی اس سپاہی نے کپڑے پھاڑ لئے اور تیزی سے کھوال کے پاس گیا اور اس کو فوراً آگاہی دی۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ یہ سوار جو آیا یہ غیبی تھا اور چونکہ اس شیخ نے ہاتھ سے تو خیانت کی تھی مگر پاؤں سے کچھ نہ کیا تھا لہذا ہاتھ تو کٹ گیا مگر پاؤں کٹنے نہ پایا تھا کہ فوراً اس سوار غیبی نے آ کر بچا لیا۔ سبحان اللہ تعالیٰ اللہ علوا کبیرا۔ غرض کہ جب اس سپاہی نے جا کر کھوال سے کہا تو اس کی یہ حالت ہوئی کہ۔

شخنہ آمد پا برہنہ عذر خواہ	کہ نداستم خدا بر من گواہ
----------------------------	--------------------------

کھوال ننگے پاؤں معافی مانگتے آیا	کہ مجھے علم نہ تھا خدا میرا گواہ ہے
----------------------------------	-------------------------------------

یعنی کھوال ننگے پاؤں عذر خواہی کرتا ہوا آیا کہ خدا گواہ ہے میں نے آپ کو جانا نہ تھا۔

ہین بخل کن مرمر ازین کار زشت	اے کریم و سرور اہل بہشت
------------------------------	-------------------------

اس بے کام کی مجھے ضروری معافی دیجئے	اے بزرگ اور جنتیوں کے سرور
-------------------------------------	----------------------------

یعنی یہ کار زشت مجھے معاف فرما دیجئے اے کریم اور اے سرور اہل بہشت

گفت میدانم سبب این نیش را	مے شناسم من گناہ خویش را
انہوں نے کہا میں اس زخم کا سبب جانتا ہوں	میں اپنے گناہ کو جانتا ہوں

یعنی انہوں نے فرمایا کہ میں اس زخم کے سبب کو جانتا ہوں اور میں اپنے گناہ کو پہچانتا ہوں۔

من شکستم حرمت ایمان او	پس یمینم برد دادستان او
میں نے اس کی قسموں کی حرمت کو توڑا	اس لئے اس کے محکمہ انصاف نے میرا داہنا ہاتھ کاٹ دیا

یعنی میں نے اس کے عہدوں کی حرمت توڑی تو اس کی عدالت میرا داہنا ہاتھ لے گئی۔

من شکستم عہد و دانستم بدست	تا رسید آن شومی جرأت بدست
میں نے اس کا عہد توڑا اور میں جانتا تھا برا ہے	اس جرأت کی نخوت ہاتھ کو پہنچی

یعنی میں نے عہد شکنی کی اور میں جانتا تھا کہ برا ہے یہاں تک کہ اس کی نخوت ہاتھ پر پہنچی یعنی میں سب جانتا ہوں کہ یہ کیوں ہوا اور اگر معلوم نہ بھی ہوتا تو یہ بات ہے کہ۔

دست ما و پائے ما و مغز و پوست	باداے والی فدائے حکم دوست
ہمارے ہاتھ اور ہمارے پاؤں اور مغز و پوست	اے حاکم! دوست کے حکم پر قربان ہیں

یعنی ہمارا ہاتھ اور پاؤں اور مغز اور پوست اے حاکم! اس دوست کے حکم پر فدا ہے۔

قسم من بود این ترا کردم حلال	تو ندستی ترا نبود وبال
یہ میرا لیبہ تھا میں نے تجھے معاف کیا	تو نہ سمجھا تجھ پر وبال نہ ہو گا

یعنی یہ میری قسمت میں تھا میں نے تجھے معاف کیا اور تو تو جانتا ہی نہ تھا تو تجھ پر کوئی وبال نہ ہوگا۔

وانکہ او دانست او فرمانرواست	با خدا سامان پیچیدن کراست
وہ جو جانتا تھا کہ وہ حاکم ہے	خدا سے الجھنے کا کس کو حوصلہ ہے؟

یعنی اور وہ کہ جانتا ہے کہ وہ حاکم ہے تو بھلا خدا کے ساتھ الجھنے کرنے کا سامان کس کے پاس ہے۔ مطلب یہ کہ جب حکم خدا ہے اور پھر میری خطا ہے تو مجھے اس پر راضی رہنا چاہئے اور تمہاری کوئی خطا نہیں ہے سب معاف کیا اہل اللہ کو جب کوئی مصیبت پیش آتی ہے تو اگر اس سے مقصود تشبیہ ہوتا ہے تو حق تعالیٰ ان کو اس سے فوراً متنبہ کر دیتا ہے اسی طرح ان کو بھی فوراً تشبیہ ہو گئی لہذا اس کو تو ال سے کسی قسم کی کدورت ان کے دل میں پیدا نہیں ہوئی۔ اب آگے مولانا فرماتے ہیں کہ

اے بسا مرغ پرندہ دانہ جو	کہ بریدہ حلق او ہم حلق او
بسا اوقات دانہ تلاش کرنے والے پرندے کے	حلق ہی نے اس کا گلا کاٹا ہے

یعنی بہت سے جانور ہیں کہ معدہ اور پیٹ کی جلن کی وجہ سے بام پر ہوتے ہیں اور مجبوس قفس ہوتے ہیں۔ خلاصہ اس کا اور چند اشعار ہالا کا یہ ہے کہ اکثر حرص و شہوت کی چیزیں انسان کو خراب کرتی ہیں اور اس سے بہت مصیبت میں پھنستے ہیں تو دیکھو ایک جانور اچھا

خاصہ کوٹھے پر بیٹھا ہوتا ہے مگر جال میں آ کر پھنستا ہے یہ صرف اس شکم پیچ پیچ کی بدولت ہے۔

شرح صلیبی

ترجمہ و تشریح:۔ جوں ہی انہوں نے امرود کے درخت سے میوہ توڑا اور اپنے عہد و پیمان میں سست ثابت ہوئے فوراً ہی حق سبحانہ کی طرف سے تادیب ہوئی اور ان کی آنکھیں کھول دیں اور کان کھینچ دیئے اس کی تفصیل تو ہم بعد کو بیان کریں گے پہلے اتنی بات سن لو کہ راہ حق میں مخلصین کے لئے بہت خطرے ہیں۔ اگر تم عہد کرتے ہو تو سمجھ لو کہ اس طریق میں بہت سے امتحانات ہیں۔ تم کو ان کے لئے تیار رہنا چاہئے اور اگر تم امتحانات کی طاقت نہیں رکھتے تو ایسا عہد ہی مت کرو جس کو تم پورا نہ کر سکو اور اس کا تم کو مکلف بھی نہ بنایا گیا ہو اور اسلم طریق یہ ہے کہ خطرہ میں نہ پڑو اور اس سے کود کر الگ کھڑے ہو جاؤ اور عہد کر لینے کی صورت میں تو اس کا پورا ہی کرنا ضروری ہے خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہو لیکن یہ بھی خدا ہی کے قبضے میں ہے کیا معلوم وہ کسے تفویض عطا کرتے ہیں اور کس کو ایفائے عہد کی توفیق اور ہمت دیتے ہیں اور کسے نہیں دیتے۔ لہذا اسلم یہی ہے کہ غیر ضروری عہد نہ کیا جائے۔ مولانا اس کے بعد مناجات فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ بسا اوقات ہم نے بہت سے معاملات میں عہد کیا ہے اور بہت مرتبہ تجھ سے خفیہ طور پر عہد کئے ہیں۔ لیکن ہم میں اتنی قوت کہاں ہے کہ ان کو انجام کو پہنچاویں۔ بلکہ ہم ایسا کرنے سے عاجز اور ضعیف اور مجبور ہیں اور جو کچھ کرتے ہیں یہ آپ کی عنایت کے سبب سے کرتے ہیں اگر آپ کا فضل ہماری مدد نہ کرے تو ہماری بڑی خرابی ہے کیونکہ ہم سے عہد پورا نہ ہوگا اور اس کے بعد رسوائی ہوگی۔ بس آپ اپنے فضل سے ہمارے عہدوں کو وفا کے ساتھ مقرون اور ہمیشہ ان کو مضبوط رکھئے۔ دیکھئے وہ ٹوٹنے نہ پاویں ورنہ ہماری بڑی ذلت ہوگی اچھا اب ہم قصہ کی طرف عود کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جب اس فقیر نے عہد توڑا تو فوراً ہی مصیبت میں پھنس گیا اور حق سبحانہ نے اس کو فوراً سزا دی۔ کیونکہ اس نے ایفائے عہد کا حکم دیا ہے اور کہا ہے کہ او فوا بالعقود یعنی جو معاملات تم حق سبحانہ کے ساتھ یا آپس میں علی الوجہ المشرع طے کر لو ان کو پورا کیا کرو اور اس نے ایسا کیا نہیں لہذا مستوجب سزا ہوا۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ اتفاقاً چند چور بھاگے ہوئے آئے اور آ کر اس پہاڑ میں ٹھہر گئے جہاں وہ فقیر رہتا تھا۔ چور تعداد میں کچھ اوپر ہیں تھے۔ یہ سب کے سب وہاں قیام کر کے مال مسروقہ کو تقسیم کر رہے تھے چونکہ کسی مخبر نے کو تو ال کو چوروں کی بابت اطلاع کر دی تھی۔ لہذا اسی حالت میں دوڑ پھینچ گئی اور مال سمیت سب کو گرفتار کر لیا۔ اور سب کے دائیں ہاتھ اور بائیں پاؤں وہیں کاٹ ڈالے گئے۔ اسی ہلڑ میں فقیر کا ہاتھ بھی غلطی سے کاٹ ڈالا گیا۔ پاؤں کو بھی کاٹنا چاہتے تھے کہ فوراً ہی ایک غیبی سوار نمودار ہوا۔ اور اس نے پولیس مین کو ڈانٹا کہ اکتے دیکھ کیا کرتا ہے یہ فلاں بزرگ اور ابدال وقت ہیں تو نے ان کا ہاتھ کیوں کاٹا۔ اس پولیس مین نے یہ سن کر کپڑے پھاڑ لئے اور کو تو ال کے پاس دوڑا ہوا گیا اور فوراً اس کو واقعہ کی اطلاع دی۔ کو تو ال بنگے پاؤں معذرت کے لئے حاضر ہوا اور کہا کہ خدا گواہ ہے مجھے آپ کے متعلق کوئی علم نہ تھا آپ میری اس بیہودہ حرکت کو معاف فرماویں۔ آپ کریم ہیں اور اہل بہشت میں آپ کا بہت بڑا مرتبہ ہے انہوں نے جواب دیا کہ اس عقوبت کی وجہ مجھے معلوم ہے اور میں اپنے گناہ سے خوب واقف ہوں۔ اصل بات یہ ہے کہ میں نے عہد خداوندی کی ہنک حرمت کی تھی لہذا اس کی عدالت نے اس جرم میں میرا ہاتھ کاٹ ڈالا میں نے اس کا عہد توڑا تھا اور جانتا تھا کہ یہ بے برکام ہے اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس کا وبال میرے ہاتھ پر پڑا لیکن اے والی مجھے اس کا کوئی غم نہیں میں تو چاہتا ہوں کہ میرے

ہاتھ میرے پاؤں میرا مغز میری کھال غرض سب اجزا میرے دوست کے حکم پر قربان ہو جائیں۔ فی الحقیقت میں اس کا مستحق تھا لہذا میں تم کو معاف کرتا ہوں اور میرا یہ خون ہدر ہے جس کا نہ کسی سے مطالبہ ہو سکتا ہے اور نہ معاوضہ لیا جاسکتا ہے کیونکہ تم کو تو علم نہ تھا تم پر تو اس لئے وبال نہ ہوگا اور جس کو علم تھا وہ خود حاکم ہے اول تو خدا کو لپٹنے کا کس کو بار ہے اور اس سے کون کہے کہ آپ نے یہ کیوں کیا پھر میرا قصور بھی تھا اس لئے اس ہاتھ کٹنے کا مطالبہ کسی سے نہیں ہو سکتا۔

شرح شبیری

اے بسا مرغ ز معدہ وز منغص	بر کنار بام مجبوس قفص
بسا اوقات پرند معدے اور (آنٹوں کی) انٹھن سے	بالا خانے کے کنارے پر بجرے کا قیدی ہے

یعنی بہت سے جانور ہیں جو کہ دانہ کے متلاشی ہوتے ہیں کہ ان کا حلق خود ان کے حلق کو کٹوا دیتا ہے یعنی حلق سے کھانے گئے تھے اور جال میں پھنس کر خود اپنا حلق کٹوا دیتے ہیں۔

اے بسا ماہی در آب دور دست	گشتہ از حرص گلو ماخوذ شست
بسا اوقات مچھلی گہرے پانی میں	طلق کی حرص کی وجہ سے کانٹے میں پھنسی ہے

یعنی بہت سی مچھلیاں بڑے عمیق پانی میں ہوتی ہیں کہ حرص گلو کی وجہ سے وہ ماخوذ شست میں ہو جاتی ہیں۔

اے بسا مستور در پردہ بدہ	شوئے فرج و گلو رسوا شدہ
بسا اوقات (عورت) پردے میں چھپی ہوئی	شرمگاہ اور حلق کی بدبختی سے رسوا ہوئی ہے

یعنی بہت سی مستورات ہیں جو کہ پردہ میں ہوتی ہیں اور فرج و گلو کی نحوست کی وجہ سے رسوا ہوتی ہیں۔

اے بسا قاضی حبر نیک خو	از گلوے رشوتے او زرد رو
بسا اوقات نیک عادت علامہ قاضی	رشوت خور حلق کی وجہ سے وہ شرمندہ ہوا ہے

یعنی بہت سے قاضی عالم نیک خواور رشوت (کھانے والے) گلو کی وجہ سے زرد رو ہوتے ہیں۔

اے بسا حاجی حج رفتہ بعشق	وقت باز آمد شدہ او یار فسق
بسا اوقات عشق کی وجہ سے حج میں گیا ہوا حاجی	واپسی کے وقت فسق (و بچور) کا ساتھی بنا ہے

یعنی بہت سے حاجی ہیں جو کہ بڑی محبت و آرزو سے حج کو گئے ہوئے ہیں اور واپسی کے وقت فسق کے یار ہو جاتے ہیں۔

بلکہ در ہاروت و ماروت آل شراب	از عروج چرخ شان شد سد باب
بلکہ ہاروت و ماروت کے لئے وہ نشہ	آسمان پر چڑھنے سے ان کے لئے مانع بنا

یعنی بلکہ ہاروت و ماروت میں یہ شراب عروج چرخ سے ان کے لئے مانع ہو گئی مولانا اس قصہ کو ہمیشہ اور ہر جگہ بنا علی المشہور لکھتے ہیں جب انہوں نے شراب پی جیسا کہ مشہور ہے تو دیکھا اسی وجہ سے وہ گمراہ ہوئے اور اس حرص و شہوت میں مبتلا ہو کر عروج آسمانی سے رہ گئے۔

بایزید از بہر این کرد احترام	دید در خود کاہلی اندر نماز
------------------------------	----------------------------

بایزید نے اسی لئے ہرگز کیا	انہوں نے اپنے اندر نماز میں سستی دیکھی
----------------------------	--

یعنی بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی لئے احترام کیا ہے کہ انہوں نے اپنے اندر نماز میں کاہلی دیکھی۔

از سبب اندیشہ کرد آن ذولباب	دید علت خوردن بسیار آب
-----------------------------	------------------------

ان عقلمند نے سب سوچا تو	زیادہ پانی پینے کو سب سمجھا
-------------------------	-----------------------------

یعنی ان ذی عقل نے سب اس کا سوچا تو اس کا سبب پانی زیادہ پینا دیکھا۔

گفت تا سائلے نخواہم خورد آب	آنچنان کرد و خدایش داد تاب
-----------------------------	----------------------------

کہا میں ایک سال تک پانی نہ پیوں گا	ایسا ہی کیا اور خدا نے ان کو طاقت عطا فرمائی
------------------------------------	--

یعنی انہوں نے فرمایا کہ ایک سال تک میں پانی نہ پیوں گا تو انہوں نے ایسا ہی کیا اور خدا نے ان کو تحمل عطا فرمایا۔

این کمینہ جہد او بد بہر دین	گشت او سلطان و قطب العارفین
-----------------------------	-----------------------------

دین کے لئے یہ ان کی معمولی کوشش تھی	وہ شاہ اور قطب العارفین بنے
-------------------------------------	-----------------------------

یعنی دین کے لئے ان کا یہ ادنیٰ مجاہدہ تھا (ورنہ) وہ تو سلطان العارفین اور قطب العارفین ہوئے ہیں (تو انہوں نے اس سے

کہیں زیادہ زیادہ مجاہدات کئے ہیں) آگے پھر اس زاہد کو ہی کے قصہ کی طرف رجوع فرماتے ہیں کہ۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح:- یاد رکھو کہ یہ جو کچھ مصیبت اس فقیر پر پڑی وہ سب پیٹ کی بدولت تھی اب تم سمجھ لو کہ پیٹ کیسی بری بلا ہے اور اس کی کس قدر حفاظت کی ضرورت ہے دیکھو بہت سے جانور معدہ اور آنتوں کے بیچ کی بدولت پنجرہ میں بند ہو کر کوشے پر رکھے ہوئے ہیں۔ اور بہت جانوروں کی یہ حالت ہوتی ہے کہ وہ دانہ تلاش کرتے ہیں اور ان کا حلق ان کا گلا کٹوا دیتا ہے بہت سی مچھلیاں جو بہت گہرے پانی میں محفوظ ہوتی ہیں حلق ہی کی حرص کے سبب کانٹے میں پھنستی ہیں۔ بہت سی پردہ نشین عورتیں شرم گاہ اور حلق کی بدولت بدنام ہو جاتی ہیں۔ بہت سے قاضی جو عالم تبحر اور نیک خصلت ہوتے ہیں رشوت خوار حلق کی بدولت شرمندگی اٹھاتے ہیں۔ بہت سے حاجی جو بڑے شوق سے حج کرتے ہیں لوٹ کر حلق ہی کی بدولت فاسق ہو جاتے ہیں بلکہ ہاروت و ماروت کے معاملہ میں یہ شراب ہی جس کا تعلق حلق سے ہے ان کے لئے آسمان پر جانے سے مانع ہوئی تھی (کہا ہوا مشہور) جب اس کی یہ مضر تئیں ہیں تو ضرور وہ حفاظت کا مستحق ہے چنانچہ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی لئے اس سے احترام کیا تھا جس کا واقعہ یہ ہے کہ انہوں نے دیکھا کہ نماز میں آج مجھے کاہلی ہوئی ہے انہوں نے اس کے سبب پر غور کیا تو معلوم ہوا کہ پانی زیادہ پی لیا تھا یہ معلوم کر کے انہوں نے مصمم ارادہ کر لیا کہ ایک سال تک پانی نہ پیوں گا۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ اور خدا نے ان کو ایسا کرنے کی طاقت دیدی یہ تو دین کے لئے ان کی ایک ادنیٰ کوشش تھی یہ ہی وجہ ہے کہ وہ سلطان العارفین اور قطب العارفین بن گئے۔

شرح شبیری

چون بریدہ شد برائے حلق دست	مرد زاہد را در شکوے بہ بست
جب حلق کی وجہ سے ہاتھ کاٹا گیا	بزرگ انسان کے لئے شکوے کا دروازہ بند ہو گیا

یعنی چونکہ ان کا ہاتھ حلق کی وجہ سے کاٹا گیا تو ان مرد زاہد کے شکوے کا دروازہ بند ہو گیا۔ یعنی پھر انہوں نے کو تو ال وغیرہ کسی کی شکایت نہیں کی اس لئے کہ ان کو تو معلوم تھا کہ یہ اس حرکت کی سزا ہے۔

آپنہین باشد چو یکدر بستہ شد	صد در دیگر براوا شکستہ شد
ایسا ہی ہوتا ہے جب ایک دروازہ بند ہوتا ہے	اس پر دوسرے سینکڑوں دروازے کھل جاتے ہیں

یعنی ایسا ہی ہوا کرتا ہے کہ جب ایک در بند ہوا تو سو دروازے دوسرے اس پر ٹوٹ جاتے ہیں۔ مطلب یہ کہ اگر ایک دروازہ اسباب میں بند ہو جاتا ہے تو حق تعالیٰ اور دوسرے سینکڑوں اسباب پیدا فرمادیتے ہیں اور در کھلنے کو ٹوٹنے سے تعبیر کیا کہ وہ ٹوٹ گئے ہیں کہ اب بند ہی نہیں ہوتے اور یہ شعر مابعد کی تمہید ہے خلاصہ یہ ہے کہ آگے بیان کریں گے کہ ان زاہد صاحب کے خلوت میں ہاتھ لگ جاتا تھا تو بیان فرماتے ہیں کہ دیکھو اگر چہ ظاہر میں ان کا ہاتھ کٹ گیا تھا مگر اس کے کٹ جانے سے ان کا ضرر کچھ نہیں ہوا بلکہ ان کو حق تعالیٰ نے دوسرا ہاتھ عنایت فرمادیا آگے پھر ان کی حکایت ہے۔

شیخ قطع کی کرامت اور ان کا خلوت میں دونوں ہاتھوں سے زنبیل بننا

شیخ قطع گشت نامش پیش خلق	کرد معروفش بدین آفات خلق
لوگوں میں ان کا نام بٹھا شیخ پڑ گیا	ان کو خلق کے مصائب نے اس (نام) سے مشہور کر دیا

یعنی لوگوں کے آگے ان کا نام شیخ قطع ہو گیا اور لوگوں نے ان آفات کے ساتھ ان کو مشہور کر دیا یعنی شیخ قطع تو ان کے نقص پر دال تھا مگر لوگوں نے یہی ان کا نام مشہور کر دیا۔ مولا نا فرماتے ہیں کہ۔

گر تو نام اولش خواہے روان	ہیں بروباخیر تینا نیش خوان
اگر تو ان کا پہلا نام لینا چاہے	جا ابوالخیر تیناتی کہ لے

یعنی اگر تم ان کا اول نام معلوم کرنا چاہتے ہو تو جاؤ اور ان کو ابوالخیر تینانی کہو۔ تینان بفتح تاویاے تھانی نام موضع بخشش فرسخ از مصر۔ یعنی ان کا اصلی نام ابوالخیر ہے اور تینان کے رہنے والے تھے۔

در عریش اور ایکے زایر بیافت	کو بہر و دست خود زنبیل بافت
جھونپڑی میں ایک ملاقاتی نے ان کو پایا	کہ وہ اپنے دونوں ہاتھوں سے جھولی بن رہے ہیں

یعنی جھونپڑی میں ایک زائر نے ان کو پایا کہ وہ اپنے دونوں ہاتھوں سے زنبیل بن رہے ہیں۔

گفت اور اکاے عدوئے جان خویش	در عزیشم آمدی سر کرده پیش
-----------------------------	---------------------------

انہوں نے اس سے کہا اے اپنی جان کے دشمن	تو منہ اٹھائے میری جھونپڑی میں چلا آیا
--	--

یعنی شیخ نے اس سے کہا کہ اے اپنی جان کے دشمن تو میرے جھونپڑے میں ویسے ہی منہ اٹھائے ہوئے چلا آیا۔

ہیں چرا کردی شتاب اندر سباق	گفت از افراط مہر و اشتیاق
-----------------------------	---------------------------

آگے بڑھنے میں تو نے جلدی کیوں کی؟	اس نے کہا کہ اشتیاق اور محبت کی زیادتی کی وجہ سے
-----------------------------------	--

یعنی (فرمایا کہ) ارے تو نے آنے میں جلدی کیوں کی تو اس نے عرض کیا کہ فرط محبت اور اشتیاق کی وجہ سے

پس تبسم کرد و گفت اکنوں بیاد	لیک مخفی دار این را اے کیا
------------------------------	----------------------------

تو وہ ہنسنے اور فرمایا اب آ جا	لیکن اے بزرگ! اس کو پوشیدہ رکھ
--------------------------------	--------------------------------

یعنی پس انہوں نے تبسم کیا اور فرمایا کہ اب آ جا لیکن اے زیرک! اس کو ذرا پوشیدہ ہی رکھنا۔

تا نمیرم من مگو این با کسے	نے قرینے نے چہسے نے جسے
----------------------------	-------------------------

جب تک میں نہ مروں یہ کسی سے نہ کہنا	نہ سہمی سے نہ دوست سے نہ کسی کینہ سے
-------------------------------------	--------------------------------------

یعنی جب تک کہ میں مرنے جاؤں اس کو کسی سے مت کہنا نہ کسی سہمی سے نہ دوست سے نہ کسی کینہ سے مطلب یہ کہ کسی سے مت کہنا۔ ان بزرگ نے اس شخص کو تو منع کر دیا مگر پھر ہوا یہ کہ

بعد ازان قوم دگر از روزش	مطلع گشتند بر بافیدش
--------------------------	----------------------

اس کے بعد دوسرے لوگ ان (کے گھر) کے سوراخ کے ذریعہ	ان کے بننے سے باخبر ہو گئے
---	----------------------------

یعنی بعد اس کے دوسرے لوگوں نے جھونپڑی کے روزن سے ان کے بننے پر اطلاع پالی۔ جب انہوں نے دیکھا کہ یہ تو لوگوں پر ظاہر ہو گیا تو ان کو یہ خوف ہوا کہ کہیں ان پر کوئی وبال نہ آوے کہ اس کو ظاہر کیوں کیا تھا۔ لہذا اس ڈر کے مارے دعا فرماتے ہیں۔

گفت حکمت را تو دانی کردگار	من کنم پہان تو کردی آشکار
----------------------------	---------------------------

انہوں نے فرمایا اے خدا تو حکمت کو جانتا ہے	میں نے چھپایا تو نے ظاہر کر دیا
--	---------------------------------

یعنی انہوں نے عرض کیا کہ اے اللہ حکمت کو تو آپ ہی جانتے ہیں مگر میں نے تو پوشیدہ کیا تھا اور آپ نے ظاہر فرما دیا۔ مطلب یہ کہ اے اللہ! اس میں میری تو کوئی خطا ہے نہیں آپ نے ہی ظاہر فرمایا ہے۔

آمد الہامش کہ یک چندے بدند	کاندرین عم بر تو منکرے شدند
----------------------------	-----------------------------

ان کو الہام ہوا کچھ لوگ تھے	جو اس عم میں تمہارے منکر ہو گئے ہیں
-----------------------------	-------------------------------------

یعنی ان کو الہام ہوا کہ یہ لوگ ایک مدت (اس طرح) تھے کہ اس تکلیف میں تم پر منکر ہوا کرتے تھے (اور کہا کرتے تھے کہ)

کہ مگر سالوس بود اندر طریق	کہ خدا رسواش کرد اندر فریق
----------------------------	----------------------------

کہ شاید وہ طریقت میں مکار تھا	کہ خدا نے لوگوں میں اس کو رسوا کیا ہے
-------------------------------	---------------------------------------

یعنی کہ شاید یہ طریق حق میں مکار تھے کہ خدا نے اس کو فریق میں رسوا کر دیا۔ یعنی لوگ تمہارے اس ہاتھ کٹ جانے سے کہا کرتے تھے کہ مکار تھا لہذا حق تعالیٰ نے اس کا بدلہ دیا۔ اور معلوم ہوتا تھا کہ چور تھا تو چونکہ لوگ تم پر بدگمانی کیا کرتے تھے اور اس سے ان کے ایمان کے متزلزل ہونے کا خوف تھا لہذا

من نخواہم کان رمہ کافر شونہ	وز ضلالت در گمان بد روند
میں نے نہ چاہا کہ وہ جماعت مکر ہو	گمراہی کی وجہ سے بدگمانی میں مبتلا ہوں

یعنی میں نہیں چاہتا کہ یہ جماعت کافر ہوں اور گمراہی کی وجہ سے گمان بد میں پڑیں۔ یعنی حق تعالیٰ نے فرمایا کہ چونکہ تمہاری شان میں گستاخی سے عوام کے ایمان کا خوف تھا کہ کہیں یہ گستاخی مفضی الی الکفر نہ ہو جائے اور ایسا بہت ہوا ہے۔ قصبہ دیوبند میں ایک شخص نے ایک بزرگ کی شان میں گستاخی کی تو ان بزرگ نے کہا کہ حق تعالیٰ تمہارے ایمان کو سلامت رکھے بددعا نہیں دی بلکہ یہ دعا کی لیکن اندر سے دل تو دکھا ہی تھا تو وہ شخص کچھ ہی دن بعد نصرانی ہو گیا والعیاذ باللہ تو دیکھو گستاخی ہی کا یہ اثر ہوا تو ارشاد ہوا کہ چونکہ ان لوگوں کے کافر ہو جانے کا خوف تھا لہذا ہم نے ان کے بچانے کے لئے ایسا کیا کہ ان لوگوں پر یہ کرامت ظاہر کر دی تاکہ یہ گستاخی کرنا چھوڑ دیں اللہ اکبر قابل غور امر ہے کہ ان بزرگ نے جو ایک کام کیا اور وہ بظاہر بہت چھوٹا تھا اگرچہ اصل میں عظیم تھا مگر ظاہر میں تو خفیف ہی تھا تو ان کو فوراً سزا ملی اور عوام کے فعل پر ان کے ایمان کی حفاظت کی جا رہی ہے سبحان اللہ علوا کبیرا الے اللہ ہم ضعیف لوگوں کا ایمان پر خاتمہ فرما اور استقامت و استقامت علی طریق نصیب فرما آمین۔

سچ یہ ہے کہ جتنا قرب ہے اسی قدر تنبیہ بھی ہوتی ہے اس لئے کہ جو کہتا ہے اپنے ہی کو کہا کرتا ہے۔ دیکھو قرآن شریف میں ازواج مطہرات امہات المؤمنین کی بابت ارشاد ہے۔ من یات منکن بفاحشة مبینة یضاعف لہا العذاب ضعفین تو یہ دو ہر عذاب کیوں اسی لئے کہ مقرب ہو کر اور پھر اس قدر خطا عظیم اے اللہ ہمیشہ اپنی حفاظت میں رکھنا اور ارشاد ہے۔

ایں کرامت را بگردیم آشکار	کہ دھیمت دست اندر وقت کار
ہم نے یہ کرامت ظاہر کر دی	کہ ہم کام کے وقت تجھے ہاتھ دیتے ہیں

یعنی ہم نے تمہاری اس کرامت کو (اس لئے) ظاہر کیا کہ ہم تم کو کام کے وقت ہاتھ دیتے ہیں۔

تا کہ این بیچارگان بدگمان	رد نگردند از جناب آسمان
تاکہ یہ بدگمان بیچارے	آسانی درگاہ سے مردود نہ بنیں

یعنی تاکہ یہ بیچارے (تم سے) بدگمان ہو کر درگاہ آسانی سے مردود نہ ہو جائیں۔

من ترابے این کرامتہا ز پیش	خود تسلی دادہ ام از ذات خویش
میں نے تمہیں پہلے ہی سے ان کرامتوں کے بغیر	اپنی ذات کے بارے میں تسلی دیدی ہے

یعنی میں نے تم کو تو ان کرامتوں سے پہلے خود ہی تسلی دیدی تھی۔

ایں کرامت بہر ایشان دادمت	و این چراغ از بہر این بہنہادمت
میں نے تمہیں یہ کرامت ان کے لئے دی ہے	اور یہ چراغ میں نے ان کے لئے رکھا ہے

یعنی یہ کرامت تو میں نے تم کو ان کے لئے دی ہے اور یہ چراغ ان کے واسطے رکھا ہے میں نے مطلب یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے ان سے فرمایا کہ تم کو تو میں نے پہلے ہی تسلی دیدی تھی اس طرح کہ تمام واردات و احوال پھر اسی طرح لوٹا دیئے تھے جس سے کہ صاف معلوم ہوتا تھا کہ تم مردود نہیں ہوئے اب اس کرامت کی تمہارے لئے تو ضرورت نہ تھی یہ کرامت تو صرف اس لئے ظاہر کی ہے کہ جو لوگ تمہاری بزرگی کے منکر ہیں ان کا ایمان نہ جاتا رہے اور وہ کہیں گمراہ نہ ہو جاویں ورنہ آپ کی تو یہ حالت ہے کہ۔

تو از ان بگذشتہ کز مرگ تن	ترسی از تفریق اجزاء بدن
تم تو اس سے ترقی کر چکے ہو کہ بدن کے مرنے سے	بدن کے اجزاء کے کڑے ہو جانے سے ڈر

یعنی تو اس سے گزر گیا ہے کہ مرگ تن کی وجہ سے اجزاء بدن کے الگ ہو جانے سے ڈرے

وہم تفریق سرو پائے از تو رفت	دفع وہم اسپر رسیدت نیک رفت
سر اور پاؤں کے جدا ہونے سے تمہارا وہم ختم ہو گیا	وہم کے دفع کی اچھی ہوئی پر تمہیں مل گئی ہے

یعنی سرو پا کی تفریق کا وہم تم سے جاتا رہا ہے اور وہم کا دفعیہ از سر نو تم کو خوب اچھی طرح پہنچ گیا ہے مطلب یہ ہے کہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اب آپ کی وہ شان ہے کہ آپ کو اس کا خوف نہیں ہے کہ آپ کے یہ دست و پا ظاہری الگ کر دیئے جاویں اس لئے کہ آپ کو تو وہ روحانی اعضاء حاصل ہیں اور وہ آپ کو عطا ہو جاویں گے تو آپ کی یہ شان پہلے سے تھی اور اب از سر نو یہ حالت اور زیادہ قوی ہو گئی اس لئے کہ آپ کو اس وقت ظاہری ہاتھ کے بعد دست روحانی مل گیا اب تو عین الیقین ہو گیا ہے اور کوئی وہم و شبہ رہا ہی نہیں اور اگر یہ بھی نہ ہو تب بھی ان کے تمام اعضاء بدن فدائے حق ہیں ان کو ان کے جاتے رہنے کی بہ سبب اس تعلق کو جو ان کو حق تعالیٰ کے ساتھ تھا کچھ پرواہ نہ تھی اور پھر ان دست و پا فانی اور اس عام کے فانی ہونے کو وہ خوب سمجھے ہوئے تھے لہذا اب ان کو اس سے کیا غم ہو سکتا تھا کہ ان کا ہاتھ کٹ گیا ہے یہ کرامت صرف اس لئے تھی کہ اوروں کا ایمان درست رہے آگے ساحران فرعون کا قصہ لاتے ہیں کہ دیکھو جب فرعون نے کہا لا قطعن ایدیکم وارجلکم من خلاف ولا صلیبکم اجمعین تو وہ جواب دیتے ہیں۔ لا ضیرانا الی ربنا لمنقلبون ان کو جو اس قدر قوت تھی کہ وہ لاضریر کہتے ہیں جو کمرہ تخت میں نفی کے ہے کوئی ضرر بھی نہیں حالانکہ ضرر ظاہر میں موجود تھا تو اس لاضریر کے کہنے کی وجہ یہی تھی کہ انہوں نے اصل حقیقت کو سمجھ لیا تھا اور وہ اس دنیا کو فانی اور اس کی حیات کو فانی سمجھے ہوئے تھے اور دوسرے عالم کو اور اس کی حیات کو باقی سمجھے ہوئے تھے اس لئے ان کو ضرر نہ ہونے کا اس قدر پختہ یقین تھا جیسے کہ ان کے جواب سے معلوم ہوتا ہے آگے حکایت بیان فرماتے ہیں کہ۔

شرح حبیبی

ترجمہ و شرح:۔ یہاں سے پھر قصہ کی طرف عود فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جب حلق کی خاطر ان کا ہاتھ کاٹا گیا تو انہوں نے کوئی شکایت کسی قسم کی نہیں کی بلکہ صبر کیا۔ جیسا کہ اوپر معلوم ہو چکا ہے اور ہونا بھی یہی چاہئے اور عقلاء ایسا ہی کرتے ہیں کیونکہ ہاتھ بعض اغراض کے پورا کرنے کا ایک ذریعہ تھا اور حق سبحانہ کا قاعدہ ہے کہ جب وہ ایک دروازے اور ذریعہ کو مسدود کرتا ہے تو اور بہت سے دروازے پھوڑ دیتا ہے اور دیگر ذرائع پیدا کر دیتا ہے چنانچہ اس نے ان کے لئے بھی ایسا ہی کیا۔ جس کی تفصیل حسب ذیل ہے اس روز سے ان کا نام شیخ قطع ہو گیا۔ اور اس بیہودہ نام کے ساتھ ان کو حلق کی خرابیوں نے مشہور کیا۔

چنانچہ تم کو معلوم ہی ہو چکا ہے اتفاقاً کوئی شخص ان کی زیارت کو آیا اس نے جھونپڑی کے اندر داخل ہو کر دیکھا کہ وہ دونوں ہاتھوں سے زبیل بن رہے تھے۔ اس پر انہوں نے اس کو ڈانٹا اور کہا کہ او اپنی جان کے دشمن تو یوں ہی منہ اٹھائے ہوئے میرے جھونپڑے کے اندر چلا آیا۔ اطلاع بھی نہ کی۔ بتا تو نے گھسنے میں اتنی عجلت کیوں کی اس نے عرض کیا فرط محبت و اشتیاق نے مجھے اتنی مہلت نہ دی اس جواب سے ان کا غصہ ٹھنڈا ہو گیا اور ہنس کر فرمایا کہ اچھا آ جا لیکن اس راز کو مخفی رکھنا اور جب تک میں مرنے جاؤں اس وقت تک کسی سے نہ کہنا خواہ کوئی ہم نشین ہو یا محبوب یا کوئی معمولی آدمی۔ یہ واقعہ تو ختم ہوا اس کے بعد کچھ اور لوگ سوراخ کے ذریعہ سے ان کے دونوں ہاتھوں سے بننے پر مطلع ہو گئے۔ اب یہ بہت پریشان ہوئے اور حق سبحانہ سے عرض کیا کہ اے اللہ میں تو اس کو چھپانا چاہتا ہوں اور آپ نے ظاہر کر دیا اس کی مصلحت کو آپ جانتے ہیں اس پر ان کو الہام ہوا کہ مصلحت اس میں یہ ہے کہ ایک عرصہ تک تو لوگوں کی یہ حالت تھی کہ اس معاملہ غم افزا میں آپ پر انکار کرتے تھے اور کہتے تھے کہ یہ اس روش میں مکار تھا۔ کیونکہ خدا نے اس کو چوروں کے ضمن میں رسوا کر دیا میں نے نہ چاہا کہ ان کے انکار کی شامت ان کو کفر اختیار میں مبتلا کر دے اور یہ اپنی ناواقفیت اور جہالت سے گمان بد میں مشغول رہیں۔ اس لئے میں نے اس کرامت کو ظاہر کر دیا کہ میں کام کے وقت تم کو ہاتھ عطا کرتا ہوں تاکہ یہ بد گمان بیچارے درگاہ خداوندی سے مردود نہ ہو جائیں۔ یہ آپ کے لئے نہیں ہے اس لئے کہ آپ کو تو میں ان کرامتوں سے پہلے خود اپنی ذات سے (یعنی اس کے مشاہدہ یا اپنی طرف سے الہام سے یا کسی اور طریقہ سے) کامل تسلی دے چکا ہوں بلکہ یہ کرامت تو میں نے آپ کو ان لوگوں کی وجہ سے عطا کی ہے اور یہ چراغ میں نے آپ کے سامنے ان ہی لوگوں کی رہنمائی کے لئے رکھا ہے آپ کو اس کی کچھ ضرورت نہیں۔ اس کی ایک وجہ تو پیشتر معلوم ہو چکی۔ دوسری یہ ہے کہ آپ کو ہاتھ کٹنے کا کچھ ایسا غم بھی نہیں تھا جس کے لئے اس اہتمام کی ضرورت ہوتی۔ اس لئے کہ آپ کا مرتبہ اس سے ارفع ہے کہ آپ کو جسم کے مردہ ہونے یا اس کے اجزا کے جدا ہو جانے سے خوف ہو اور اس کی تحقیق کے بعد رنج ہو۔ لیکن اتنا فائدہ آپ کے لئے بھی ہوا کہ گو آپ کو تفریق اجزاء کا خوف اور رنج نہ ہو مگر نفس تفریق جسم کا تو ہم ہو سکتا۔ اب وہ بھی جاتا رہا۔ اور خوب قوی اور مستقل طور پر اندفاع تو ہم آپ کو حاصل ہو گیا۔ کیونکہ اس واقعہ سے آپ کو معلوم ہو گیا کہ آپ کا قطعید ایسا تھا جیسا خواب میں کسی کا ہاتھ کٹ جاتا ہے۔ اور آنکھ کھلنے کے بعد وہ اس کو سالم پاتا ہے۔ نیز یہ بھی معلوم ہو گیا کہ تفریق جسم کے بعد بھی حق سبحانہ جب چاہتے ہیں اتصال پیدا کر سکتے ہیں پس وہ تفریق ایسی صورت میں کچھ بھی قابل التفات نہ ہوگا۔ اب مولانا اس کی تائید میں ایک قصہ بیان کرتے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ دیکھو ساحران فرعون کو کس قدر تفریق جسم کی دھمکیاں دی گئیں لیکن چونکہ یہ تفریق ان کی نظر میں ایک وہم و خیال سے زیادہ وقعت نہ رکھتا تھا نیز ان کو خدا کی قدرت پر اطمینان تھا کہ اگر وہ چاہیں گے تو پھر اتصال پیدا کر دیں گے اس لئے انہوں نے ان دھمکیوں کی طرف کچھ بھی التفات نہ کیا تفصیل قصہ حسب ذیل ہے۔

شرح شبیری

ساحران فرعون کا ہاتھ پیر کٹوانے پر جبری ہونے کا سبب

ساحران رانے کہ فرعون لعین	کرد تہدید و سیاست بر زمین
کیا ایسا نہیں ہے کہ فرعون ملعون نے جادو گروں کو	میدان میں دھمکی اور تہدید کی

کیا فرعون لعین نے ساحروں کو تہدید و سیاست زمین پر نہیں کی (کہ یہ کہا تھا کہ)

کہ بہ برم دست و پاتان از خلاف	پس در آ ویزم ندارم تان معاف
کہ میں تمہارا دایاں ہایاں ہاتھ پاؤں کاٹ دوں گا	پھر تمہیں لٹکا دوں گا تمہیں معاف نہ کروں گا

یعنی کہ میں تمہارے ہاتھ پاؤں خلاف سے کاٹوں گا اور پھر تم کو لٹکاؤں اور معاف نہ کروں گا۔ خلاف سے کاٹنے کا مطلب یہ کہ اگر داہنا ہاتھ تو بائیں پیر یا اس کے برعکس غرضیکہ اس نے دھمکی دی کہ تمہارے ہاتھ پیر کاٹ کر سولی دے دوں گا۔ مولانا فرماتے ہیں کہ۔

شرح حبیبی

تم دیکھ لو کیا ساحروں کو فرعون نے دھمکی نہ دی تھی اور خوف نہ دلایا تھا کہ میں تم لوگوں کے ایک طرف کے ہاتھ اور ایک طرف کے پاؤں کاٹ ڈالوں گا اور اس کے بعد تم کو لٹکا دوں گا اور ہرگز معاف نہ کروں گا لیکن اس کا ان پر کیا اثر ہوا۔ کچھ بھی نہیں۔

شرح شبیری

اوچنان پنداشت کایشان در همان	وہم و تخویف اند و سواس و گمان
وہ سوچتا تھا کہ وہ اسی	وہم اور ڈر اور دوسوں اور گمان میں ہیں

یعنی اس نے ویسا ہی سمجھا کہ یہ لوگ اسی وہم اور خوف اور سواس اور گمان میں ہیں۔

کہ بودشان لرزہ و تخویف و ترس	از تو ہمہاؤ تحذیرات نفس
کہ ان پر لرزہ اور خوف اور ڈر ہو گا	جان کی دھمکیوں اور توہمات سے

یعنی ان کو لرزہ اور خوف اور ڈر نفس کے توہمات اور خوفوں سے ہو جائے گا یعنی اس کا خیال تھا کہ میرے ڈرانے سے ان کا نفس ان کو ڈراوے گا اور یہ خوف کے مارے اس دین سے پھر جاویں گے اور قبول کر لیں گے مگر۔

او نمیدانست کایشان رستہ اند	بر در پچہ نور دل بنشستہ اند
وہ نہ جانتا تھا کہ وہ آزاد ہو چکے ہیں	دل کے نور کی کڑکی پر جا بیٹھے ہیں

یعنی وہ نہیں جانتا تھا کہ یہ لوگ (اس حالت سے) چھوٹ گئے ہیں اور نور دل کے در پچہ میں بیٹھے ہیں۔

سایہ خودراز خود دانستہ اند	چابک و چست و کش و برجستہ اند
اپنے آپ سے اپنے سایہ کو ممتاز کر چکے ہیں	تیز اور چست اور خوش اور ہوشیار ہو گئے ہیں

یعنی اپنے سایہ کو اپنی ذات سے ممتاز کر لیا ہے اور چست و چالاک اور خوش اور برجستہ ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ دیکھو اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میں تمہارے سایہ کے ایک تلوار مارتا ہوں تو تمہیں کچھ بھی خوف نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ جانتے ہیں کہ ہمارا کوئی ضرر نہیں ہے اسی طرح چونکہ ان حضرات نے اس جسم ظاہر کو روح کا ظل اور سایہ سمجھ رکھا ہے اس لئے اگر کوئی شخص یہ کہے کہ ہم تمہارے اس جسم کو کاٹ دیں گے ٹکڑے ٹکڑے کر دیں گے تو وہ یہی کہیں گے کہ لا ضیر انا الی ربنا لمنقلبون ان کی تو یہ شان ہے کہ۔

ہاون گردون اگر صدر بارشاں	خرد کو بد اندرین گلزار شاں
---------------------------	----------------------------

اگر سو بار (بھی) آسمان کی اٹھلی	ان کو اس خاکدان میں ریزہ ریزہ کر دے
---------------------------------	-------------------------------------

یعنی آسمان کی اٹھلی اگر سو بار ان کو اس گلزار (دینا) میں ریزہ ریزہ کر کے کوٹ دے۔

اصل این ترکیب را چون دیدہ اند	از فروغ وہم کم تر سیدہ اند
-------------------------------	----------------------------

چونکہ انہوں نے اس بناؤ کی اصل کو دیکھ لیا ہے	وہم کی زیادتی سے وہ کم ڈرتے ہیں
--	---------------------------------

یعنی چونکہ اس ترکیب کی اصلیت کو انہوں نے دیکھ لیا ہے تو وہ وہم کی زیادتی سے کب ڈرتے ہیں۔ مطلب یہ کہ اگر ان کے جسم پر سو بار گزند پہنچے تب بھی ان کو پرواہ نہیں اس لئے کہ انہوں نے اس کی اصلیت کو معلوم کر لیا ہے پھر وہ کس بات سے ڈریں ان کو ذرا خوف نہیں ہوتا وہ بالکل بے فکر ہوتے ہیں جانتے ہیں کہ اچھا ہے جتنا حجاب حسن سے کم ہوا اتنا ہی بہتر ہے آگے مولانا اس حیات دنیوی کو خواب سے تشبیہ دیتے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ دیکھو اگر کوئی خواب میں دیکھے کہ اس کا ایک ہاتھ مثلاً کسی نے کاٹ دیا تو اس کو کوئی خوف ہوتا ہے ہرگز نہیں۔ بلکہ جب آنکھ کھلتی ہے معلوم ہو جاتا ہے کہ خواب کی بات تھی اور وہ خواب میں ایک عارضی ہاتھ تھا اور نہ میرا اصل ہاتھ تو موجود ہے اور اگر کسی کو خواب ہی میں اتنا ہوش ہو کہ میں خواب دیکھ رہا ہوں تو وہ اس خواب ہی میں سمجھ جاوے گا کہ یہ ساری خواب کی باتیں ہیں اور اس کو اس سے مطلق خوف نہ ہوگا۔ تو اسی طرح اس دنیا میں اگر کوئی شخص دیکھے کہ کسی نے اس کے جسم کو گزند پہنچایا تو جب اس خواب سے بیداری ہوگی اس وقت معلوم ہوگا کہ ارے وہ تو ایک عارضی ہاتھ تھا اور اصل روحانی ہاتھ تو موجود ہے اور اگر کسی کو یہاں دنیا ہی میں اتنا ہوش ہوگا کہ وہ اس حیات کو خواب سمجھتا ہو تو وہ اب ہی سمجھ جاوے گا کہ اس جسم کے گزند سے میری اصل ذات پر کوئی گزند نہیں پہنچتا تو بس اس کو بھی کوئی خوف اس خواب دیکھنے والے کی طرح نہ ہوگا جب مولانا نے یہ تشبیہ دی تو کوئی شبہ کرتا ہے کہ اگر یہ زندگی خواب ہے تو پھر اس میں ہم اور خواب کیوں دیکھتے ہیں۔ سوتے ہیں اور اس میں پھر خواب دیکھتے ہیں مولانا فرماتے ہیں کہ دیکھو تم سوتے ہو اور خواب دیکھتے ہو کہ ہم ایک جگہ سوئے ہیں اور اس میں خواب دیکھ رہے ہیں تو جیسے کہ اس خواب ظاہری میں بھی خواب دیکھ لیتے ہو اسی طرح اس خواب ہستی میں بھی خواب دیکھ لیتے ہو۔ سبحان اللہ عجیب تحقیق ہے سچ یہ ہے کہ یہ حضرات اصل محقق ہیں اور ان کے علوم علوم ہیں کہ جس بات کو بیان فرماویں گے اس کو بالکل آئینہ کر دیں گے گویا کہ آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں سبحان اللہ سبحان اللہ مولانا کے فیوض سے ہم گنہگاروں کو مستفیض فرما اور ہمارے گناہ ان کی برکت سے معاف فرمائیے اور توفیق حسنات کی عطا فرمائے آمین۔ یہ تو اس کا حاصل ہے اب الفاظ سے بھی سمجھ لو فرماتے ہیں

ایں جہاں خوابست اندر ظن مایست	گر رودر خواب دستے باک نیست
-------------------------------	----------------------------

یہ دنیا خواب ہے شک میں نہ بڑ	اگر خواب میں ہاتھ کٹ جائے کوئی پروا نہیں ہے
------------------------------	---

یعنی یہ جہاں ایک خواب ہے تم (ہماری اس بات میں) شبہ میں مت کھڑے ہو تو اگر کسی کا خواب میں ہاتھ جاتا رہے تو

کوئی بھی خوف نہیں ہے۔

گر بخواب اندر سرت برید گاز	ہم سرت بر جاست ہم عمرت دراز
----------------------------	-----------------------------

اگر خواب میں لپٹی تیرا سر کاٹ دے	تیرا سر بھی اپنی جگہ پر ہے تیری عمر دراز ہے
----------------------------------	---

یعنی اگر خواب میں مقراض نے تمہارا سر کاٹ دیا تو تمہارا سر بھی جگہ پر ہے اور عمر بھی دراز ہے۔

گر بہ بینی خواب در خود را دو نیم	تندرستی چونکہ خیزی بے سقیم
اگر تو خواب میں اپنے دو ٹکڑے دیکھے	جب تو اٹھے گا بغیر کسی بیماری کے تندرست ہے

یعنی اگر تو خواب میں اپنے کو دو ٹکڑے دیکھے تو جب اٹھے گا تندرست ہے اور بے سقیم ہے۔

حاصل اندر خواب نقصان بدن	نیست با کے از دو صد پارہ شدن
غلام یہ ہے کہ خواب میں بدن کا نقصان	دو سو ٹکڑے ہو جانے سے کوئی پروا نہیں ہے

یعنی حاصل یہ ہے کہ خواب میں جسم کے نقصان کا اور دو سو ٹکڑے ہو جانے کا کوئی خوف نہیں ہے۔

ایں جہاں را کہ بصورت قائم ست	گفت پیغمبر کہ حلم نام ست
اس دنیا کو جو بظاہر قائم ہے	پیغمبر نے فرمایا ہے کہ سونے والے کا خواب ہے

یعنی یہ جہان جو کہ صورت میں قائم ہے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ سونے والے کا خواب ہے۔

حدیث میں ہے الناس بنام اذا ماتوا انتبهوا کہ لوگ سو رہے ہیں جب مریں گے جاگیں گے۔ آگے فرماتے ہیں کہ

از رہ تقلید تو کردی قبول	سا کاں ایں دیدہ پیدا بے رسول
تو نے تقلید کے راستے سے حلیم کیا ہے	سا لکوں نے بغیر کسی پیغام دینے والے کے خواب دیکھ لیا ہے

یعنی تو نے تو (اس حدیث کو) تقلیداً قبول کر لیا ہے اور سا لکین نے دیکھا ہے اور ان پر بلا واسطہ (تقلید کے) ظاہر ہے یعنی تم تو

اس حدیث سے اس زندگی کو جو خواب سمجھے ہو صرف تقلیداً ہی سمجھے ہو اور ان حضرات نے جب اس کو سنا فوراً ان کو وہ مشاہدہ اپنا معلوم ہوا اور وہ اس کو مشاہدہ و بدلتہ ایسا سمجھے ہوئے ہیں کہ وہ خود دیکھے ہوئے تھے باقی اس حدیث سے ان کو یقین میں زیادتی ہو گئی۔

روز در خوابی ملو کایں خواب نیست	سایہ فرع ست اصل جز مہتاب نیست
تو دن میں بھی خواب میں ہے نہ کہ یہ خواب نہیں ہے	سایہ فرع ہے چاند کے علاوہ کوئی اصل نہیں ہے

یعنی تو دن کو بھی خواب میں ہے یہ مت دیکھ کہ خواب نہیں ہے اس لئے کہ سایہ تو فرع ہے اور اصل بجز مہتاب کے اور کچھ نہیں

ہے یعنی چونکہ یہ حیات دنیوی مثل خواب کے ہے تو تم اگرچہ بظاہر دن میں بیدار ہو مگر اصل میں دن کو بھی سو ہی رہے ہو آگے اس سوال کا جواب ہے فرماتے ہیں کہ۔

خواب و بیداریت آل داں اے عضد	کہ بہ بیند خفتہ کو در خواب شد
اے مستدا تو اپنے سونے اور جاگنے کو یہ سمجھ	کہ کوئی سویا ہوا دیکھے کہ وہ سو گیا ہے

یعنی اے بھائی اس بیداری کے خواب کو ایسا جانو کہ جیسے کوئی سونے والا دیکھے کہ وہ سو گیا ہے۔

او گماں برودہ کہ ایں دم خفتہ ام	بے خبر ز اں کو سنت در خواب دوم
وہ سمجھا کہ میں سویا ہوا ہوں	اس سے بے خبر ہے کہ وہ دوسری نیند میں ہے

یعنی وہ گمان کرتا ہے کہ وہ اس وقت سویا ہے اور اس سے بے خبر ہے کہ وہ خواب دوم میں ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اس ظاہری براری میں جو تم سو کر خواب دیکھتے ہو اس کی ایسی مثال ہے کہ جیسے تم خواب دیکھتے ہو کہ مثلاً تم ایک مکان میں گئے اور وہاں جا کر رہے اور اس نے سونے میں خواب دیکھا تو تمہارا اس خواب میں یہ خیال ہے کہ ہم اب سوئے ہیں حالانکہ گھنٹوں پہلے سے سو رہے ہو تو اسی طرح تم جو رات کو سوتے ہو اور خواب دیکھتے ہو تو تم سمجھتے ہو کہ تم اب سوئے ہو حالانکہ جب سے دنیا میں آئے ہو اب ہی سے سو رہے ہو اور اس خواب ہستی میں یہ خواب دوسرا دیکھ رہے ہو۔ سبحان اللہ خوب ہی مثال ہے۔ دیکھ لو کیسا واضح ہو گیا ہے کہ کوئی گنجلک ہی باقی نہ رہا۔ بس لکھنے والے یہ اور سمجھنے والے ہمارے حضرت سلیم پر اگر مثنوی میں ایسے مضامین نہ ہوں تو اور کیا ہو۔ گے پھر ان ساحروں کے قصہ کی طرف رجوع ہے اور ان کے قول کو روایت بالمعنی کے طور پر ایک مثال میں بیان فرماتے ہیں کہ۔

کوزہ گر گر کوزہ را بشکند	چوں بخوابد باز خود قائم کند
کہاؤ اگر کسی پیالہ کو توڑتا ہے	جب چاہے گا اس کو بنا لے گا

یعنی کوزہ گر اگر کسی کوزہ کو توڑ دے تو پھر جب چاہے اس کو قائم کر لے تو اسی طرح اگر حق تعالیٰ اس جسم ظاہری کو فنا بھی فرمادیں تو کیا ہے دوسرا جسم روح کے لئے عطا فرمادیں گے۔ آگے ایک دوسری مثال ہے کہ۔

کور را ہر گام شد ترس چاہ	با ہزاراں ترس می آید براہ
اندھے کو ہر قدم پر کنویں کا ڈر ہوتا ہے	وہ ہزاروں ڈر کے ساتھ راستہ طے کرتا ہے

یعنی اندھے کو ہر قدم پر کنویں کا خوف ہوتا ہے اور ہزاروں خوف سے راستہ پر آتا ہے۔

مرد بینا دید عرض راہ را	پس بدانند او مغاک و چاہ را
بینا انسان نے راستہ کی چوڑائی دیکھ لی ہے	تو وہ گڑھے اور کنویں کو جانتا ہے

یعنی بینا آدمی راستہ کے عرض کو دیکھ لیتا ہے تو وہ کنویں کو اور گڑھوں کو جانتا ہے۔

پا و زانویش نہ لرزد ہر دمے	رو ترش کے دارد او از ہر غمے
اس کا پاؤں اور ران کسی وقت نہیں کپکپاتے ہیں	وہ کسی غم سے رنجیدہ کب ہوتا ہے؟

یعنی اس کا پاؤں اور زانو ہر دم کا نپٹا نہیں ہے اور وہ ہر غم سے رو ترش نہیں رکھتا۔ مطلب یہ کہ جو اندھا ہے چونکہ اس کو راستہ کی خبر نہیں ہے لہذا ہر قدم پر اس کو گر جانے کا خوف ہوتا ہے اور جو اندھا نہیں ہے وہ سیدھا راہ راست پر چلا جاتا ہے اور اس کو مطلق خوف نہیں ہوتا۔ تو اسی طرح جو شخص کہ اس راہ سے اندھا ہے اس کو تو اس جسم اور اس حیات کے جاتے رہنے سے خوف ہوتا ہے اور جو اس راہ کو دیکھے ہوئے ہے وہ بے فکری سے چلا جاتا ہے اگر اس کے جسم کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالیں تب بھی اس کو پرواہ نہیں ہوتی تو چونکہ ان ساحروں کو حقیقت منکشف ہو گئی تھی لہذا بالکل بے فکر تھے اور ان کے قلب میں مطلق ہر اس نہ تھا اور وہ جانتے تھے کہ اگر یہ جسم نہ رہے تو کیا ہے ہم کو اور مل جاوے گا آگے پھر نہیں کا قول نقل فرماتے ہیں کہ وہ بولے کہ۔

خیز فرعوناً کہ ما آں نیستیم	کہ بہر بانگے زغولے نیستیم
اے فرعون! کھڑا ہو جا کیونکہ ہم وہ نہیں ہیں	کہ چلاوے کی ہر آواز پر ہم ٹھہریں

یعنی اے فرعون اٹھ ہم وہ نہیں ہیں کہ شیاطین کی ہر آواز پر کھڑے ہو جاویں۔

خرقہ مارا بدر دوزندہ ہست	ورنہ مارا خود برہنہ تن بہ است
ہاری گدڑی پہاڑ دے سینے والا موجود ہے	ورنہ ہمارے لئے ننگا بدن بہتر ہے

یعنی تو ہمارے خرقہ کو پہاڑ دے سینے والا موجود ہے ورنہ خود ہمارے لئے ننگا بدن ہی بہتر ہے۔

بے لباس ایں خواب را اندر کنار	خوش بگیریم اے عدو نابکار
بغیر لباس کے اس نیند کو بغل میں	خوشی سے لیں گے۔ اے تالاق دشمن

یعنی بے لباس کے اس حسین کو کنار میں ہم خوب لیں گے اے نابکار دشمن۔

خوشتر از تجرید از تن و زمزج	نیست اے فرعون بے الہام گنج
بدن اور مزاج سے جدا ہو جانا خوشگوار	نہیں ہے بغیر الہام کے اے احمق فرعون

یعنی اے فرعون بے وقوف بے الہام بدن اور مزاج سے مجرد ہو جانے سے بہتر تو کوئی چیز ہی نہیں ہے خرقہ سے مراد جسم ظاہری۔ خوب سے مراد حق تعالیٰ۔ عدو نابکار سے مراد فرعون۔ مطلب اوپر کے چاروں شعروں کا یہ ہے کہ اے فرعون تو ہمارے اس جسم ظاہری کو جو روح کے لئے مثل خرقہ کے ہے۔ پہاڑ دے اور ہلاک کر دے ہمیں اس کی خاک پرواہ نہیں ہے۔ اس لئے کہ اس کا سینے والا موجود ہے وہ اس کو فوراً ہی دے گا اور پھر ایسا ہی جسم عطا فرما دے گا اور اگر نہ بھی عطا فرما دے تو کیا ہے ہماری روح برہنہ ہی اچھی ہے۔ اس لئے کہ یہ جسم تو ایک قسم کا حجاب ہے تو جس قدر حجاب کم ہوں اچھا ہی ہے اگر روح خواہ کتنی ہی مجرد کیوں نہ ہو جاوے مگر وصل متعارف ہرگز نہیں ہو سکتا۔ لیکن پھر بھی بہ نسبت اس جسم کے وجود کے تجرد کے وقت زیادہ وصل ہوگا۔ تو اگر یہ جسم نہ رہے گا تو ہمارا مقصود یقیناً حاصل حق اور اچھی طرح حاصل ہوگا۔ پھر ہم کو اس جسم کے ضائع ہو جانے اور جاتے رہنے سے کیا غم ہو۔ ہمیں اسکی پوری حقیقت معلوم ہوگئی ہے یہ بھی ان کے اقوال کی روایت بالمعنی ہے آگے ایک نخر اور اونٹ کی حکایت لاتے ہیں کہ نخر نے اونٹ سے پوچھا کہ میرے تو چلنے میں بہت ٹھوکر لگتی ہے اور تیرے نہیں لگتی اس کی کیا وجہ ہے تو اس نے کہا کہ بات یہ ہے کہ میں راستہ کو دور تک دیکھ لیتا ہوں اس لئے دیکھ بھال کر چلتا ہوں اور تجھے دور تک دکھائی نہیں دیتا اس لئے گر جاتا ہے۔ تو مولانا اس پر لاتے ہیں کہ دیکھو کہ جو اس راہ کی حقیقت سے واقف ہے وہ کبھی خطا نہیں کھاتا بلکہ بالکل بے فکری سے چلا جاتا ہے اور جو اس کی حقیقت سے واقف نہیں ہے وہ ٹھوکر لگتا ہے تو چونکہ یہ ساحران فرعون حقیقت اس دنیا کی دیکھ چکے تھے اس لئے بالکل بے فکر تھے اور خوب مضبوط تھے اور وہ جانتے تھے کہ اگر یہ قیل کر دے گا تو کیا ہے ہم کو حق تعالیٰ کی طرف جذب ہو جائے گا۔ جیسا کہ ان کے قول انا الی ربنا لمنقلبون سے معلوم ہوتا ہے اب حکایت سنو فرماتے ہیں کہ۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح:۔ وجہ اس کی وہم کی یہ تھی کہ وہ سمجھتا تھا کہ یہ ابھی اسی وہم و گمان اور وسوسہ و خوف کی حد میں ہیں جس میں پہلے تھے اور اوہام و خیالات اور نفس کی دھمکیوں سے ڈر جاتے اور کانپ جاتے تھے لیکن وہ یہ نہ سمجھا کہ وہ اوہام کے پھندے سے نکل چکے ہیں اور اب وہ اس درپچہ پر بیٹھے ہوئے ہیں جس سے نور قلب داخل ہوتا ہے اور وہ اس نور کے ذریعہ سے حقائق کو علی ماہی علیہ دیکھ رہے

ہیں اب ان کو اپنی حقیقت اور اپنے سایہ میں امتیاز ہو گیا ہے اس لئے اب وہ بجائے مغموم و محزون ہونے کے چست و چالاک اور خوش و خرم ہیں وہ جان چکے ہیں کہ اس مرکب عنصری کی اصل کچھ اور ہی ہے خواہ روح ہو یا جسم مثالی اس لئے اگر آسمان ان کو اپنی اوکھلی میں سو مرتبہ بھی کوٹے اور ان کے جسم عنصری کو ریزہ ریزہ کر دے تب بھی ان پر وہم غالب نہ ہوگا۔ اور اس سے وہ ذرا بھی نہ ڈریں گے۔ پس تم بھی ان کی تقلید کرو اور اس عالم ناسوتی میں دل کو نہ پھنساؤ کیونکہ اس عالم کی وہم و خیال سے زیادہ وقعت نہیں ہے لہذا تم کو بتلائے گمان نہ رہنا چاہئے اور تفرق جسم سے ہرگز خوف نہ کرنا چاہئے۔ کیونکہ اس سے تم کو کچھ بھی ضرر لاحق نہیں ہوتا۔ اب ہم تم کو ایک دوسرے عنوان سے اسی مقصد کو سمجھانا چاہتے ہیں۔ دیکھو اگر خواب میں قینچی سے تمہارا سر کاٹ ڈالا جائے تو تم کو اس سے کیا نقصان پہنچتا ہے کچھ بھی نہیں۔ کیونکہ تمہارا سر اسی طرح قائم رہتا ہے بلکہ بنا بر مشہور یہ فائدہ ہوتا ہے کہ اس سے تمہاری عمر بڑھتی ہے کیونکہ عوام میں مشہور ہے کہ اگر خواب میں کوئی اپنے کو مردہ دیکھے تو اس سے اس کی عمر بڑھتی ہے اسی طرح اگر تم خواب میں اپنے کو دیکھو کہ کسی نے میرے دو ٹکڑے کر دیئے ہیں تو اس سے تم کو کیا ضرر ہوتا ہے کچھ بھی نہیں کیونکہ تم جب بیدار ہوتے ہو تو اسی طرح تندرست ہوتے ہو اور کچھ بھی نقصان تمہارے اندر نہیں ہوتا۔ خلاصہ یہ کہ خواب کے اندر بدن میں خرابی واقع ہونے بلکہ سو ٹکڑے ہو جانے کی بھی کچھ پرواہ نہیں جب یہ امر مہم ہو چکا تو اب سمجھو کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جہان کو جو بظاہر قائم معلوم ہوتا ہے سونے والے کا خواب فرمایا ہے۔ گو تم بھی اس کو ضرور مانتے ہو گے۔ مگر تم نے صرف تقلید ہی مانا ہے لیکن اہل اللہ نے اس کو تمہاری طرح صرف جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہونے ہی کی وجہ سے نہیں مانا بلکہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کی بدولت اور آپ کے طفیل سے اس کا مشاہدہ بھی کیا ہے۔ اس سے معلوم ہو گیا کہ تم دن میں بھی خواب ہی میں ہو تم یہ نہ کہنا کہ میں خواب میں نہیں ہوں اور عالم خواب نہیں ہے کیونکہ اول تو اہل اللہ پر اس کا خواب ہونا منکشف ہو چکا ہے لیکن اگر ان کی بات نہ مانو تو خود جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد موجود ہے۔ پس جبکہ عالم کا خواب ہونا بھی ظاہر ہو گیا اور یہ بھی معلوم ہو گیا کہ خواب میں اگر جسم میں تفرق اتصال واقع ہو تو کچھ قابل التفات نہیں لہذا تم کو اس کی مضرتوں کی کچھ پرواہ نہ کرنی چاہئے۔ اور اس سے قطع تعلق کر کے حق سبحانہ کے ساتھ مشغول ہونا چاہئے علاوہ اس کے ایک اور وجہ بھی ہے وہ یہ کہ عالم ظل اور پر تو ہے جناب حق سبحانہ کا اور بلا تشبیہ اس کی ان کے لحاظ سے ایسی ہی مثال ہے جیسے چاندنی اور چاند بس جس طرح کہ چاندنی فرع ہے چاند کی یوں ہی عالم فرع ہے حق سبحانہ کی اور یہ تم کو معلوم ہے کہ اصل کو چھوڑ کر فرع میں مشغول ہونا سراسر حماقت ہے۔ پس حق سبحانہ کو چھوڑ کر عالم میں مشغول ہونا اور اس کی مضرتوں سے بچنے اور منفعتوں کو وصول کرنے کی دہن میں لگتا سراسر نادانی ہوگا۔ پس اس سے بھی ثابت ہوا کہ تفرق جسم سے ڈرنا ہرگز نہ چاہئے اب مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس شبہ کو بھی رفع کر دیا جاوے جو عالم کو خواب کہنے پر واقع ہوتا ہے وہ یہ کہ اس عالم میں رہ کر ہم کبھی بیدار ہوتے ہیں اور کبھی سوتے ہوتے ہیں۔ پس اگر عالم خواب ہوتا تو سونا جاگنا، کیسا، تقریر و رفع ہے کہ یہ امر مشاہدہ ہے اور اس کا انکار نہیں کیا جاسکتا کہ کبھی آدمی سوتے ہوئے خواب دیکھتا ہے اور اس خواب میں اول اپنے کو جاگتے ہوئے دیکھا ہے اور پھر خواب ہی میں دیکھتا ہے کہ میں سو گیا۔ مثلاً ایک شخص خواب میں دیکھتا ہے کہ میں سفر کر رہا ہوں اور سفر ہی میں اس کو رات ہو جاتی ہے اور وہ دیکھتا ہے کہ میں تھک کر ایک مقام پر لیٹ رہا اور مجھے نیند آ گئی تو دیکھو کہ وہ خواب میں سمجھتا ہے کہ میں پہلے سے جاگ رہا تھا اور اب سویا ہوں حالانکہ وہ پہلے سے بھی سو رہا تھا اور اب دوبارہ سویا ہے اس سے تمہاری سمجھ میں آ گیا ہوگا کہ خواب کے اندر سونا اور جاگنا دونوں ہو سکتے ہیں۔ بس یہی حالت بالکل عالم کی ہے کہ وہ دراصل ایک خواب ہے آدمی اس میں اول

اپنے کو جاگتا ہوا جانتا ہے اور اس کے بعد سمجھتا ہے کہ میں سو گیا۔ اب کوئی شبہ نہ رہا اب ہم تفریق جسم سے نہ ڈرنے کے لئے ایک اور وجہ بھی بتلاتے وہ یہ کہ قاعدہ ہے کہ اگر برتن بنانے والا برتن کو توڑ دیتا ہے تو وہ اگر چاہے تو دوبارہ بنا بھی سکتا ہے پس سمجھنا چاہئے کہ اگر کسی مصلحت سے حق سبحانہ تفریق جسم کریں گے بھی تو دوبارہ بنا بھی سکتے ہیں۔ اگر چاہیں گے اور مصلحت ہوگی تو بنا بھی دیں گے۔ پھر ڈر کس لئے غرضکہ یہ وجوہ ہیں جو مقصد سے ہیں اس کو کہ تفریق سے نہ ڈرنا چاہئے اب یہ بھی سمجھ لینا چاہئے کہ ان تمام باتوں کے باوجود آدمی کیوں ڈرتا ہے اس کی وجہ صرف حقیقت ناشناسی ہے دیکھو اندھا چونکہ راستہ سے واقف نہیں ہوتا اس لئے اس کو ہر قدم پر کنویں کا ڈر ہوتا ہے اور بہت ہی ڈرتے ڈرتے راستہ چلتا ہے برخلاف اس کے دیکھنے والا شخص چونکہ راستہ کی چوڑائی کو دیکھتا ہوتا ہے لہذا وہ گڑھے اور کنویں کو آنکھ سے دیکھتا ہے پس جو چیزیں فی الواقع بچنے کی ہیں ان سے احتیاط کرتا ہے اور جو چیزیں بچنے کی نہیں ان کی کچھ بھی پرواہ نہیں کرتا۔ نہ ہر وقت اس کے گھٹنے اور پاؤں میں تھر تھراہٹ ہوتی ہے اور نہ وہ معمولی تکلیف دہ چیزوں سے چسبیں بچیں ہوتا ہے اور اندھا جہاں ڈرنے کی ضرورت نہیں وہاں بھی ڈرتا ہے اور جو بچنے کی چیزیں نہیں ان سے بھی کھٹکتا ہے اور ذرا سے خطرہ کو بہت سمجھ کر اس کا دم ہوا ہوا جاتا ہے دیکھو چونکہ ساحروں کو حقیقت کا انکشاف ہو گیا تھا اس لئے انہوں نے فرعون کی دھمکیوں کے جواب میں صاف کہہ دیا کہ ارے فرعون بھاگ بھی ہم وہ نہیں کہ ہر بھتنے کی بات کو صحیح سمجھ کر ہر وی کو چھوڑ دیں اور رک جائیں تو کچھ ہی کہہ ہم نہ مانیں گے تو تفریق جسم کی دھمکی دیتا ہے۔ اچھا تو کاٹ ڈال اول تو خدا کو یہ قدرت حاصل ہے کہ وہ ہمارے جسم کو دوبارہ ٹھیک کر دے لہذا ہم کو ڈرنے کی کوئی ضرورت نہیں اور اگر کسی مصلحت سے اس نے ایسا نہ بھی کیا تب بھی ہم کو کچھ نقصان نہیں بلکہ اور فائدہ ہے کہ تن فی الجملہ قرب حق سبحانہ سے حاجب تھا جب وہ نہ رہے گا تو زیادہ قرب ہوگا اور ہماری اس عاشق کی سی مثال ہوگی جو کرتہ اتار کر اپنے معشوق کو آغوش میں لے ظاہر ہے کہ اس صورت میں اس کو اپنے معشوق سے بہ نسبت کرتہ پہنے ہونے کے زیادہ قرب ہے اس سبب سے ہماری تو عین خوشی ہے کہ ہم جسم اور مزاج سے الگ ہو جائیں پس یہ تیری دھمکیاں بجائے اس کے کہ خوف و ہراس پیدا کریں اور اشتیاق پیدا کرتی ہیں یاد رکھو کہ کوررا ہر گام باشد ترس چاہ الی آخر البیت الثالث میں دو مضمون بیان کئے تھے اول عوام کا آلام دنیا میں مبتلا ہونے سے ڈرنا اور اہل اللہ کا نہ ڈرنا۔ دوسرے عوام کا مبتلائے آلام ہو کر پریشان اور چین بچین ہونا اور اہل اللہ کا نہ گھبرانا اور نہ چین بچین ہونا اور دونوں باتوں کا منشا حقیقت شناسی و نا حقیقت شناسی کو بتلایا تھا اب ایک تیسری بات بیان کرنا چاہتے ہیں وہ یہ کہ اہل اللہ تو حقیقی مضرتوں میں مبتلا نہیں ہوتے اور عوام سو جاتی ہیں اس کا کیا سبب ہے اس مضمون کو مولانا نچر اور اونٹ کے سوال و جواب کے پیرایہ میں بیان کرتے ہیں اور حاصل اس کا بھی وہی حقیقت ناشناسی اور حقیقت شناسی ہے تفصیل حسب ذیل ہے۔

شرح شبیری

ایک نچر کا اونٹ سے شکایت کرنا کہ میں تو منہ کے بل بہت گرتا ہوں اور تو نہیں گرتا، مگر شاذ و نادر تو آخر اس کی وجہ کیا ہے اور اونٹ کا جواب دینا

گفت استر با شتر اے خوش رفیق	در فراز و شیب و کراہ دینق
نچر نے اونٹ سے کہا: اے اچھے ساتھی!	اونچے اور نیچے اور ٹھک راستے میں

یعنی ایک نچرنے اونٹ سے کہا کہ اے اچھے دوست نشیب و فراز میں اور پتلے راستہ میں۔

تو نیایں در سر و خوش میروی	من همی آیم بسر در چون غوی
تو منہ کے بل نہیں گرتا ' اچھی طرح چلتا ہے	میں گمراہ کی طرح سر کے بل گرتا ہوں

یعنی تو تو سر کے بل نہیں گرتا اور اچھی طرح چلا جاتا ہے اور میں گمراہوں کی طرح سر کے بل گر جاتا ہوں۔
یعنی میں تو ہر دم منہ کے بل گر جاتا ہوں خواہ خشکی میں ہوں یا کہ تری میں ہوں۔

این سبب را باز گو با من ز چیست	تا بدانم من کہ چون با یست زیست
مجھے اس کا سبب بتا کہ کس وجہ سے ہے؟	تاکہ میں جان لوں کہ کس طرح جینا چاہیے؟

یعنی اس سبب کو مجھ سے کہہ کہ کس وجہ سے ہے تاکہ میں جان لوں کہ کس طرح زندگی بسر کرنا چاہئے۔

گفت از چشم تو چشم من یقین	بیگمان روشن ترست و دور بین
اس نے کہا میری آنکھ تیری آنکھ سے یقیناً	بلاشک زیادہ روشن اور تیز دیکھنے والی ہے

یعنی اونٹ نے کہا کہ (اول تو) یقیناً اور بے گمان میری آنکھ تیری آنکھ سے زیادہ روشن اور دور بین ہے۔

بعد از ان ہم از بلندی ناظرم	زین سبب در رو نیستم حاضرم
اس کے علاوہ میں اونچائی سے دیکھ لینے والا ہوں	اس سبب سے میں منہ کے بل نہیں گرتا ہوں میں موجود ہوں
گفت چشم من ز تو روشن ترست	بعد از ان ہم از بلندی ناظرست
اس نے کہا میری آنکھیں تیری آنکھوں سے زیادہ روشن ہیں	اس کے علاوہ اونچائی سے دیکھنے والی ہیں

یعنی اس کے بعد یہ ہے کہ میں بلندی میں دیکھتا ہوں تو اس سبب سے میں منہ کے بل نہیں گرتا تو میں حاضر ہوں یعنی دیکھ لو
میں حاضر ہوں میرا امتحان کر لو کہ یہ باتیں درست ہیں یا غلط۔

چوں بر آیم بر سر کوہ بلند	آخر عقبہ بہ بینم ہوشمند
میں جب بلند پہاڑ کی چوٹی پر پہنچتا ہوں	ظہندی سے گھائی کے آخر کو دیکھ لیتا ہوں

یعنی میں ایک کوہ بلند پر اچھی طرح آتا ہوں اور گھائی کے آخر حصہ کو دیکھ لیتا ہوں اس حال میں کہ ہوشمند ہوتا ہوں۔

پس ہمہ پستی و بالائی راہ	دیدہ ام را وانماید ہم الہ
پھر راستہ کی سب نچائی اور اونچائی	اللہ (تعالیٰ) میری آنکھ کو دکھا دیتا ہے

یعنی پس تمام نشیب و فراز راہ کو حق تعالیٰ میری آنکھ کو دکھا دیتے ہیں۔

ہر قدم من از سر بینش نہم	از عشارو اوفادون وارہم
میں ہر قدم دیکھ بھال کر رکھتا ہوں	ٹھوکر کھانے اور کرنے سے نجات پا جاتا ہوں

یعنی میں ہر قدم بصیرت سے رکھتا ہوں تو ٹھوکر اور کرنے سے چھوٹ جاتا ہوں۔

توبہ بینی پیش خود یک دوسہ گام	دانہ بینی و نہ بینی رنج دام
-------------------------------	-----------------------------

تو اپنے آگے ایک دو تین قدم دیکھتا ہے	دانہ کو دیکھ لیتا ہے حال کی تکلیف کو نہیں دیکھتا ہے
--------------------------------------	---

یعنی تو اپنے آگے دو تین ایک قدم تک دیکھ لیتا ہے تو دانہ کو تو دیکھ لیتا ہے مگر دام کی تکلیف کو نہیں دیکھتا۔ یعنی دو تین قدم تک سڑک صاف تو دیکھ لی مگر اس کے بعد جو غار ہے اس کو دیکھا ہی نہیں اس لئے گر جاتا ہے۔

یستوی الاعمر الایکم والبصیر	فی المقام والنزول المسیر
-----------------------------	--------------------------

تہارے نزدیک اندھا اور بچا برابر ہے	ٹھہرنے اور اترنے اور چلنے میں
------------------------------------	-------------------------------

یعنی کیا تمہارے نزدیک اعمیٰ اور بصیر ٹھہرنے میں اور اترنے میں اور چلنے میں برابر ہیں۔ یعنی برابر نہیں ہے تو بس جو راہ کو دیکھ رہا ہے وہ تو بے کھٹکے چلا جاوے گا اور جو اندھا ہے وہ راستہ ہی میں مرے گا آگے پھر ان ساحروں کے قصہ کی طرف رجوع ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اگر ہم مر بھی جاویں گے تو کیا ہے ہم کو حق تعالیٰ جذب فرماویں گے اور ہم اس طرف منجذب ہو جاویں گے اصل مضمون تو یہ ہے اب اس کے لئے اول ایک تمہید نہایت نفیس بیان فرماتے ہیں کہ۔

شرح صلیبی

ترجمہ و تشریح:۔ ایک نچرنے اونٹ سے کہا کہ دوست یہ کیا بات ہے کہ اونچے اونچے نیچے اور گہرے راستہ میں تو تو سر کے بل نہیں گرتا اور میں گر جاتا ہوں۔ میں خشکی میں بھی اور تری میں بھی بسا اوقات گر جاتا ہوں اس کا سبب مجھے اب تک نہیں معلوم ہوا تو مجھے بتلا کہ کیا بات ہے تاکہ مجھے معلوم ہو جاوے کہ بلا گرے پڑے کیونکر زندگی بسر کرنا چاہئے۔ اس نے کہا کہ اصل بات یہ ہے کہ میری آنکھ بہ نسبت تمہاری آنکھ کے یقیناً اور بلا شبہ زیادہ روشن ہے۔ اور دور میں ہے اس کے علاوہ یہ بات ہے کہ میرا سر تمہارے سر کی بہ نسبت اونچا ہے اس لئے میں اونچے سے دیکھتا ہوں اور جو اونچے سے دیکھتا ہے اس کو دور تک کی چیزیں نظر آتی ہیں پس میں گرانے والی چیزوں کے سامنے موجود ہوتا ہوں اور ان سے غائب نہیں ہوتا۔ یعنی وہ میری نظر میں ہوتی ہیں لہذا میں گرنا بھی نہیں۔ میں پہاڑ پر مزے سے چڑھ جاتا ہوں اور آخری گھاٹی کو نہایت ہوشیاری سے دیکھتا ہوتا ہوں اس لئے نہیں گرنا خلاصہ یہ ہے کہ راستہ کی ہمواری اور ناہمواری حق سبحانہ میرے پیش نظر رکھتے ہیں اور میں ہر قدم دیکھ کر رکھتا ہوں لہذا اٹھو کر اور گرنے پڑنے سے بچا رہتا ہوں۔ برخلاف میرے تمہاری یہ حالت ہے کہ تم بہت ہی کوتاہ بین ہو۔ اور ایک دو تین قدم سے زیادہ تمہاری نظر نہیں پہنچتی۔ اس لئے تم راستہ تو دیکھ لیتے ہو مگر اس کے خطرات تک تمہاری نظر نہیں پہنچتی اس لئے تمہاری مثال ایسی ہوتی ہے جیسے وہ جانور جو دانہ تو دیکھ لے اور مضرت دام اس کو محسوس نہ ہو۔ جب تمہاری یہ حالت ہے تو بھلا میں اور تم کیسے برابر ہو سکتے ہیں۔ کیا تمہارے نزدیک اندھے اور دیکھنے والے ٹھہرنے اور اترنے اور چلنے وغیرہ احوال سفر میں برابر ہو سکتے ہیں جبکہ ایسا نہیں تو تم میری مساوات کی ہوس خام کیوں رکھتے ہو۔ اب سمجھو کہ جو حالت اونٹ اور نچر کی ہے وہی اہل اللہ اور غیر اللہ کی ہے اہل اللہ چونکہ اشیاء کو علی ماہی علیہ دیکھتے ہیں اس لئے وہ حقیقی مضرتوں سے عام طور پر محفوظ رہتے ہیں اور غیر اہل اللہ چونکہ ان سے واقف نہیں ہوتے اس لئے ان میں مبتلا ہو جاتے ہیں مولانا اس مضمون کو اسطر ادا اور اتمام فائدہ کے لئے بیان کر کے پھر مضمون سابق کی طرف عود کرتے ہیں اور اس

تبعاد کو دفع کرنا چاہتے ہیں جو ساحروں کے منجذب بحق سبحانہ ہونے یا تفریق جسم کے بعد اس کے متصل کرنے پر ہو سکتا ہے اور
ی کے ضمن میں حشر اجساد کے غیر مستبعد ہونے پر بھی تنبیہ فرمادیں گے اور یہ بھی ممکن ہے کہ استبعاد حشر اجساد کا دفع کرنا مد نظر ہو
ور جس طرح کہ مضمون ماسبق اسطر ادوی اور متعلق بابیات کو ررا لٹھا یہ بھی اسطر ادوی اور مرہبط بہ بیت خرقتہ مارا بدرا لٹھا ہو۔

شرح شبیری

چوں جنین را در شکم حق جان دہد	جذب اجزاء در مزاج او کند
جب اللہ (تعالیٰ) پیٹ کے بچے میں جان ڈالتا ہے	اس کی طبیعت میں اجزاء کو جذب (کرنے کی طاقت) پیدا کرتا ہے

یعنی حق تعالیٰ جب پیٹ میں جنین کو روح عطا فرماتے ہیں تو اس کے مزاج میں جذب اجزاء رکھ دیتے ہیں۔

از خورش او جذب اجزاء میکند	تارو پود جسم خود راے تند
وہ خوراک سے اجزاء جذب کرتا ہے	اپنے جسم کا تارو پود بنا لیتا ہے

یعنی وہ اجزاء غذائیہ کو جذب کرتا ہے اور اپنے جسم کے تارو پود کو تیار کرتا ہے یعنی وہ اجزاء غذائیہ کو جذب کر کے نشوونما حاصل کرتا
ہے یہ حالت تو اس کی حالت جنینیت میں ہوتی ہے اور جب پیدا ہو لیتا ہے تو اس وقت یہ ہوتا ہے کہ

تا چہل سالش بجدب جزوہا	حق حریصش کردہ باشد در نما
چالیس سال تک اجزا کے جذب کرنے کا	(نشوونما میں اللہ تعالیٰ) اس کو حریص کر دیتا ہے

یعنی چالیس سال تک جذب اجزاء میں حق تعالیٰ اس کو نشوونما کے لئے حریص کر دیتے ہیں یعنی بعد پیدائش کے وہ چالیس
سال تک نشوونما کے لئے اجزاء غذائیہ کو جذب کرتا رہتا ہے جب معلوم ہوا کہ بعد روح پڑنے کے انسان کو حق تعالیٰ آخر عمر تک
جذب اجزاء غذائیہ تعلیم فرماتا ہے تو اب آگے فرماتے ہیں کہ۔

جذب اجزا روح را تعلیم کرد	چوں نداند جذب اجزا شاہ فرد
اس نے روح کو اجزاء جذب کرنے کی تعلیم دی	لیکن شاہ اجزاء کو جذب کرنا کیوں نہ جانے گا؟

یعنی جذب اجزاء (غذائیہ) جب روح کو تعلیم کیا ہے تو وہ شاہ یکتا خود جذب اجزاء کو کیوں نہ جانے گا مطلب یہ کہ حق تعالیٰ نے
جب روح کو جذب سکھایا تو خود تو کیوں جذب نہ کریں گے لہذا اگر یہاں سے موت ہوگی تو وہ جذب حق ہے کہ اپنے پاس بلارہے ہیں۔

جامع این ذرہا خورشید بود	بے غذا اجزات را داند ربود
ان ذروں کو جمع کرنے والا سورج تھا	وہ بغیر غذا کے تیرے اجزا کو چن لینا جانتا ہے

یعنی ان ذرات کا جامع خورشید ہی تھا بے غذا کے وہ تمہارے اجزاء کو ربودہ کرنا جانتا ہے مطلب یہ ہے کہ تمہارے اجزاء بدنی کا
جامع حق تعالیٰ ہی ہے اور روح جو اجزاء کو جذب کرتی ہے اس میں تو خود اس کی غرض بھی ہوتی ہے کہ اس کو اس سے غذا ملتی ہے مگر حق تعالیٰ
بے اس کے کہ ان کو لالچ غذا وغیرہ کی ہو تمہارے اجزاء کو جذب اور جمع فرماتے ہیں سبحان اللہ سبحان اللہ آگے تقریب فہم کے لئے اس
جذب اجزاء اور جمع اجزاء کی ایک نظیر بیان فرماتے ہیں کہ

آن زمانے کا ندر آئی تو ز خواب ہوش و حس رفتہ را خواند شتاب

جس وقت تو خواب سے (کل کر اپنے) اندر آئے گا وہ گئے ہوئے ہوش و حواس کو ذرا بلا لے گا

یعنی جس وقت کہ تم نیند سے اٹھتے ہو تو حق تعالیٰ تمہارے گئے ہوئے ہوش و حواس کو جلدی سے بلا دیتے ہیں۔

تابدانی کان ازو غائب نشد باز آید چون بفرماید کہ عد

حتی کہ تو جان لے گا کہ وہ اس سے غائب نہیں ہے وہ تو واپس آ جائے گا جب وہ اللہ (تعالیٰ) فرمائے گا کہ لوٹ آ

یعنی تاکہ تم جان لو کہ وہ اس سے غائب نہ تھا اور وہ لوٹ آتا ہے جبکہ وہ فرماتے ہیں کہ لوٹ مطلب یہ ہے کہ دیکھو تم جب جاتے ہو تو تمہارے سارے ہوش و حواس گم ہو جاتے ہیں اس کے بعد جب جاگتے ہو تو حق تعالیٰ ان کو دوبارہ واپس فرمادیتے ہیں اور تم ان کو پھر جذب کر لیتے ہو تو جس طرح کہ وہ تمہارے اٹھتے ہی سارے حواس کو جمع فرمادیتے ہیں اور وہ تم سے غافل نہیں ہوتے اسی طرح وہ تم کو جذب فرمائیں گے اور جمع فرمادیں گے آگے حضرت عزیر علیہ السلام کے گدھے کی ہڈیوں کے جمع ہونے کے قصہ کو بیان فرماتے ہیں کہ دیکھو جس طرح کہ اس کو حق تعالیٰ نے جمع کیا اسی طرح وہ تم کو جمع فرمائیں گے اور اس جسم ظاہری کے جاتے رہنے سے ان کو جمع میں کوئی وقت نہ ہوگی بلکہ وہ بے اس جسم کے بھی اپنی طرف جذب فرمائیں گے۔

عزیر علیہ السلام کے گدھے کا بعد مرنے کے جمع ہونا اور اسی وقت ان کی آنکھوں کے سامنے سواری کے قابل ہو جانا

ہیں عزیز اور نگر اندر خرت کہ بوسیدہ ست و ریزیدہ برت

ہاں اے عزیز! اپنے گدھے کو دیکھ کہ تیرے سامنے گلا سڑا اور ریزہ ریزہ ہے

یعنی (ارشاد حق ہوا کہ) اے عزیز ذرا اپنے گدھے کو دیکھنا کہ تمہارے سامنے وہ بوسیدہ اور ریزہ ریزہ ہو گیا ہے۔

پیش تو گرد آوریم اجزاش را آن سر و دم و دو گوش و پاش را

میں تیرے سامنے اس کے اجزاء کو جمع کر دوں گا سر اور دم اور دونوں کان اور پاؤں کو

یعنی ہم تمہارے سامنے اس کے اجزاء کو جمع کرتے ہیں اس کے سر کو اور دم کو اور دونوں کانوں کو اور اس کے پاؤں کو مولانا فرماتے ہیں کہ۔

دست نے و جزو برہم سے نہد پارہا را اجتماع سے دہد

ہاتھ نہیں ہے اور اجزا کو جمع کر دیتا ہے گلڑوں کو جوڑ دیتا ہے

یعنی حق تعالیٰ کے ہاتھ نہیں ہے اور اجزاء کو ایک دوسرے پر رکھتے ہیں اور گلڑوں کو اجتماع دے دیتے ہیں۔

در نگر در صنعت پارہ زنی کوہمی دوز کہن بے سوز نے

بیوند لگانے والے کی کارنگری کو دیکھ کہ وہ پرانے کو بغیر سوئی کے سی دیتا ہے

یعنی ذرا اس بیوند لگانے والے کی صنعت کو دیکھو کہ وہ کہن کو بے سوئی کے سیتا ہے۔

ریسماں نے سوزنے نے وقت خرز	آنچنان دوزد کہ پیدا نیست درز
سچے وقت نہ دعاگا ہے نہ سوئی	اس طرح سی دیتا ہے کہ پھن کا پتہ نہیں چلا ہے

یعنی سینے کے وقت نہ تاگا ہے نہ سوئی ہے اور ایسا سیتا ہے کہ کہیں درز ظاہر نہیں ہے سچ یہ ہے کہ حق تعالیٰ کی قدرت میں اپنی طرف نظر کرتے ہوئے حیرت ہوتی ہے ورنہ قدرت حق کے آگے تو کوئی حیرت کی بات ہے ہی نہیں ہم اپنی حالت کو دیکھیں کہ نہ ہاتھ ہے اور نہ سوئی نہ تاگا اور پھر اجزا اس طرح جڑیں کہ کہیں درز نہیں سبحان اللہ تعالیٰ علوا کبیرا دیکھئے زخم ہوتا ہے کھال پھٹ کر الگ ہو جاتی ہے اس کے بعد وہ آ کر اس طرح مل جاتی ہے کہ یہ بھی خبر نہیں کہ یہاں کبھی زخم ہوا بھی تھا۔ بھلا بتلاؤ کہ یہ کون کرتا ہے اور اس پر طرہ یہ کہ ہم بد ذات لوگ گناہوں میں مبتلا ہیں مگر پھر رحمت کم نہیں ہوتی شیخ شیرازی خوب فرماتے ہیں۔

خدائے راست مسلم بزرگواری و حلم	کہ جرم بیند و نان برقرار سے دارد
--------------------------------	----------------------------------

سبحان اللہ عما یصفون و سلام علی المرسلین و الحمد لله رب العلمین
سچ یہ ہے کہ بس یہ کام سوائے خدا کے کوئی نہیں کر سکتا۔ لا الہ الا انت سبحانک انی کنت من الظلمین آگے فرماتے ہیں کہ۔

چشم بکشا حشر را پیدا بہ بین	تانہ ماند شبہ ات در یوم دین
آنکھ کھول حشر کو کھلے طور پر دیکھ لے	تاکہ تجھے قیامت کے بارے میں شبہ نہ رہے

یعنی آنکھ کھولو اور حشر کو ظاہر دیکھ لو تاکہ تم کو قیامت کے دن میں شبہ باقی رہے۔ مطلب یہ کہ قیامت میں آخر کیا ہوگا یہی ہوگا۔ کہ سب کو ایک دم سے جمع کر دیا جاوے گا۔ اور اجزاء عالم جو منتشر تھے سب ایک جگہ جمع ہو جاویں گے تو پھر جب اس وقت بھی یہی اجتماع ہو رہا ہے صرف اس قدر فرق ہے کہ اس وقت گاہ گاہ ہوتا ہے اور قیامت میں ایک ساتھ ہوگا۔ تو مولانا فرماتے ہیں کہ ذرا غور کرو تو تم کو قیامت میں شبہ نہ رہے اور اس اجتماع سے ہی استدلال کر لو اور سمجھ لو کہ قیامت برحق ہے سبحان اللہ بس محقق ہو تو ایسا ہو مبصر ہو تو ایسا ہو دیکھئے تو قیامت کا ثبوت اور اس کا یقین کس خوبی سے دلایا ہے اے اللہ مولانا کے فیوض سے اس غریب نادار کو بھی محروم نہ فرما۔ این دعا از من و از جملہ جہاں آ میں باد۔ آگے پھر ارشاد حق کو عزیر علیہ السلام سے نقل فرماتے ہیں کہ۔

تابہ بنی جامعیم را تمام	تانہ لرزی وقت مردن ز اہتمام
تاکہ تو میرے جمع کرنے کو پورا دیکھ لے	تاکہ تو مرتے وقت غم سے نہ لرزے

یعنی (ارشاد ہوا کہ میں نے جو یہ گدھے کی ہڈیاں تم کو جمع کر کے دکھادی ہیں یہ اس لئے ہے) تاکہ تم میری جامعیت کو پوری طرح سے دیکھ لو۔ اور مرنے کے وقت غموں کی وجہ سے نہ کانپو (اور سمجھو کہ اگر یہاں مر بھی جاویں گے تو خوف نہیں ہے اس لئے کہ حق تعالیٰ پھر اسی طرح دوبارہ زندہ فرمائیں گے) آگے مولانا موت کو نیند سے تشبیہ دیکر اس سے خوف کو دفع فرماتے ہیں کہ۔

ہچماں کہ وقت خفتن ایمنے	از فوات جملہ حسباے تنے
جس طرح تو سونے کے وقت مطمئن ہے	اپنے جسم کے تمام حواس کے فوت ہو جانے سے

یعنی جس طرح کہ سونے کے وقت تم اپنے حواس بدن کے فوت ہو جانے سے بخوف ہوتے ہو۔

بر حواس خود نہ لرزی وقت خواب	گر چہ مے گرد و پریشان و خراب
------------------------------	------------------------------

سوتے وقت تو حواس (کے لطم ہونے) پر نہیں لڑتا ہے	اگرچہ وہ متفرق اور برباد ہو جاتے ہیں
--	--------------------------------------

یعنی تم اپنے حواس پر سونے کے وقت کانپتے نہیں ہو اگرچہ وہ پریشان اور خراب ہو جاتے ہیں (اور ان کے پریشان ہو جانے سے تم اس لئے نہیں ڈرتے کہ پھر واپس آ جاؤ گے تو بھلا پھر موت سے ہی کیوں ڈرتے ہو۔ ارے وہاں بھی تو یہی ہے کہ ان حواس کے جاتے رہنے کے بعد پھر حواس لوٹ آتے ہیں اور بلکہ وہ حواس ان سے کہیں اچھے ہوتے ہیں۔ تو بھلا پھر موت سے خوف کرنے کے کیا معنی ہیں) سبحان اللہ بس دیکھئے یہ ہیں علوم نبوت کس پاکیزگی سے موت کے خوف کی خبر نہ ہونے کو بیان فرمایا ہے آگے ایک حکایت لاتے ہیں کہ ایک بزرگ تھے ان کے بیٹے مر گئے تھے اور وہ روتے نہ تھے تو ان کے گھر والوں نے کہا کہ تم کیسے سنگدل ہو کہ تم کو رونا نہیں آتا تو وہ بولے کہ میں کیوں روؤں میں تو ان کو زندہ دیکھ رہا ہوں۔ پھر رونے کی کیا وجہ ہے۔ (اب یہ زندہ دیکھنا یا تو ذوقاً ہو یا عیاناً ہو کہ چونکہ ان کو ان کی حیات ابدی کا یقین تھا اس لئے وہ ان کو گویا کہ زندہ ہی دیکھ رہے تھے یا کشف سے ان کو زندہ دکھائی دیتے ہوں۔ غرض کہ جو کچھ بھی ہو) وہ ان کی موت سے خوش تھے ان کو غم نہ تھا تو اسی طرح موت سے غم ہرگز نہ کرنا چاہئے۔ زندگی کی اصلیت کو کسی نے خوب بیان کیا ہے کہتا ہے کہ

زیست ایک ماندگی کا وقفہ ہے یعنی آگے چلیں گے دم لے کر

تو جب اس حیات مستعار کی یہ حالت ہے تو اس میں دل لگانا سخت نادانی ہے کسی نے خوب کہا ہے کہ

بیٹھی ہے موت تاک لگائے کین میں لے جائے گی تھیت کے آخر زمین میں

جگہ دل لگانے کی دنیا نہیں ہے یہ عبرت کی جا ہے تماشا نہیں ہے

اشعار ہی میں مضمون بڑھ گیا مگر اب میں صرف ایک قطعہ اور لکھ کر آگے حکایت کو لکھتا ہوں کسی نے کہا ہے

رہ کے دنیا میں بشر کو نہیں زیبا غفلت موت کا دھیان بھی لازم ہے کہ ہر آن رہے

جو بشر آتا ہے دنیا میں یہ کہتی ہے قضا میں بھی پیچھے چلی آتی ہوں ذرا دھیان رہے

بس اب خوب سمجھ لو کہ یہ دنیا جائے قیام نہیں ہے یہاں سے جا کر وہاں حیات ابدی میسر ہونے والی ہے۔ پھر اس جسم

ظاہری کے مرجانے سے اور اس کے گزند پہنچنے سے کیا خوف ہو۔ اے اللہ ہر مسلمان اور خاص کر اس بندۂ ناکارہ کو اہمیت اور توفیق

عطا فرما اب ناظرین حکایت سنیں فرماتے ہیں کہ۔

شرح صلیبی

ترجمہ و شرح: کسی کو یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ بھلا ذرا سی دیر میں ساحران فرعون واصل الی اللہ کیسے ہو گئے یا تفرق کے بعد جسم کیونکر مل

سکتا ہے اس کے جواب کے لئے اولاً کچھ تمہید کی ضرورت ہے وہ یہ کہ جب بچہ شکم کو حق سبحانہ جان عطا فرماتے ہیں تو اس کے اندر خواہش

جذب غذا اور قوت جذبہ غذا پیدا کرتے ہیں جس سے کہ اجزاء منفصلہ جزو جسم ہو جاتے ہیں اور وہ جنین اس کے ذریعہ سے اجزاء جسم مادر

کو کھینچتا اور اپنے جسم کو تیار کرتا ہے اور اس وقت سے لے کر چالیس برس کی عمر تک یہ قوت اس کے اندر اپنی پوری قوت کے ساتھ موجود رہتی

ہے اور وہ جذب غذا کر کے بڑھتا رہتا ہے اور یہ سب کچھ حق سبحانہ ہی کا کیا ہوا ہے۔ یہ تو جسم کی حالت تھی اب روح کی حالت سنو۔

حق سبحانہ نے روح کو اپنی غذا کے اجزاء کو جذب کرنا سکھلایا ہے اور بہ تعلیم حق سبحانہ وہ بھی اپنی غذا کو جذب کرتی ہے جب یہ امر مہم ہو چکا تو اب سمجھو کہ جب حق سبحانہ دوسروں کو قوت جذب عطا کرتے ہیں تو وہ اجزاء کو اپنی طرف کھینچنا یا ان کو ایک دوسرے کی طرف بلا ضرورت تغذی کھینچنا کیوں نہ جانیں گے۔ بلکہ جب بواسطہ قوت جذبہ تغذی کے واسطہ ذرات کو جمع کرنے والا وہی آفتاب حقیقی ہے تو وہ بدوں تو وسط قوت جذبہ اور بلا ضرورت تغذی بھی تمہارے اجزاء کو اپنی طرف یا ان کو آپس میں ایک دوسرے کی طرف لے جانا اور ان کا ملا دینا ضرور جانتے ہیں۔ اب نہ انجذاب ساحران الی الحق مستبدر ہانہ تفرق اتصال جسم کے بعد اس کا اتصال۔ نہ حشر اجساد آگے حشر اجساد یا مطلق اتصال تفرق جسم کے امکان وقوع پر مزید تشبیہ فرماتے ہیں اور کہتے ہیں۔ دیکھو جب تم خواب سے بیدار ہوتے ہو تو تمہارے ہوش و حواس جو جا چکے تھے حق سبحانہ ان کو فوراً واپس بلا لیتے ہیں۔ اور تم ہوش میں آجاتے ہو یہ اس لئے ہے تاکہ تم جان لو کہ وہ ان سے غائب نہ ہوئے تھے بلکہ اس طرح اس کے قبضہ میں تھے کہ جب وہ ان کو واپسی کا حکم دے تو وہ فوراً لوٹ آئیں گے ایک اور تشبیہ فرماتے ہیں اور حضرت عزیر علیہ السلام کا قصہ بیان فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حق سبحانہ نے عزیر علیہ السلام کو خطاب فرمایا کہ اے عزیر تم اپنے گدھے کو دیکھو جو تمہارے نزدیک بوسیدہ اور ریزہ ریزہ پڑا ہے ہم تمہارے سامنے ہی اس کے تمام اجزاء سردم دونوں کان پاؤں وغیرہ کو جمع کرتے ہیں۔ واقعی عجیب قدرت ہے کہ دست متعارف نہیں اور اس پر بھی اجزاء کو ترکیب دیتے اور ٹکڑوں کو ایک جا کر دیتے ہیں۔ دیکھو اگر کوئی پیوند لگانے والا پرانے اور پھٹے کپڑے کو بلا سوئی کے سی دے تو کس قدر عجیب کاریگری ہے۔ پس یہی شان حق سبحانہ کی ہے کہ نہ تاگا ہے نہ سوئی اور جب سیتے ہیں تو ایسا سیتے ہیں کہ جوڑ نہیں معلوم ہوتا یعنی بلا آلات کے ترکیب دیتے ہیں اور ترکیب ایسی عجیب ہوتی ہے کہ جوڑ نہیں معلوم ہوتا۔ اس کے بعد مولانا مضمون سابق کی طرف رجوع فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حق سبحانہ نے حضرت عزیر علیہ السلام سے فرمایا کہ ہم تیرے گدھے کو زندہ کرتے ہیں تو آنکھ کھول اور حشر کو دنیا ہی میں دیکھ لے یہ ہم اس لئے کرتے ہیں تاکہ تم کو قیامت کے بارہ میں کچھ بھی شک و شبہ نہ رہے اور تاکہ میری جامعیت کا تم کو پورے طور پر مشاہدہ ہو جاوے اور موت کے وقت تم کو اپنے جسم کو فنا ہونے کا ذرا بھی غم نہ ہو۔ اور تمہاری حالت ایسی ہو جاوے جیسا کہ سونے کے وقت تم کو اطمینان ہوتا ہے اور حواس حسیہ کے فوت ہونے کا کچھ بھی کھٹکا نہیں ہوتا۔ اور اگر چہ سوتے وقت وہ سب پریشان اور خراب ہو جاتے ہیں مگر تم ان کی اس حالت سے ذرا بھی نہیں تھراتے دیکھو ان واقعات سے بھی تفرق کا اتصال سے بدل جانا اور حشر اجساد کا واقع ہونا ہر دو غیر مستبعد ثابت ہو گئے۔

شرح شبیری

ایک شیخ بزرگوار کا اپنے بیٹوں کی موت پر جزع و فزع نہ کرنا

بود شیخ رہنمائے پیش ازین	آسمانی ستمع بر روئے زمین
اب سے پہلے ایک رہنما شیخ تھے	جو روئے زمین پر آسمانی شیخ تھے

یعنی ایک شیخ رہنما پہلے زمانہ میں تھے اور وہ روئے زمین پر ایک آسمانی شیخ (ہدایت) تھے۔

چوں پیغمبر در میان امتان	در کشائے روضہ دارالبحنان
اتوں میں پیغمبر کی طرح	جنت کے باغ کا در کھولنے والے

یعنی پیغمبر کی طرح کہ وہ امتوں کے درمیان میں ہو اور جنت کے باغ کا دروازہ کھولنے والے۔ مطلب یہ کہ وہ اپنے لوگوں میں ایسے رہنما تھے جیسے کہ پیغمبر امت میں ہوا کرتا ہے۔

گفت پیغمبر کہ شیخ رفتہ پیش	چوں نبی باشد میان قوم خویش
آنحضرت نے فرمایا ہے کہ پیغمبر شیخ	اپنی قوم میں نبی کی طرح ہوتا ہے

یعنی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ شیخ آگے چلنے والا اپنی قوم میں مثل نبی کے ہوا کرتا ہے۔ اشارہ اس حدیث کی طرف ہے جس کے الفاظ مشہور تو یہ ہیں کہ الشیخ فی قومہ کالنبی فی امتہ اور جامع صغیر نے اس حدیث کے الفاظ دو طرح نقل کئے ہیں اور حدیث کو ضعیف کہا ہے ایک تو اس طرح کہ الشیخ فی بیتہ کالنبی فی امتہ اور ایک اس طرح کہ الشیخ فی اہلہ کالنبی فی امتہ اول تو یہ حدیث سن کر اس کو غلط اور موضوع ہی سمجھا کرتے تھے مگر چونکہ جامع صغیر نے نقل کیا ہے اگرچہ ضعیف ہی کہا ہے مگر خیر اب انکار نہیں ہو سکتا۔ تو مطلب یہ ہوگا کہ چونکہ بوڑھا آدمی اپنے اہل و عیال میں مربی ہوتا ہے لہذا ایسا ہوتا ہے جیسے کہ نبی اپنی امت میں ہوتا ہے خیر غرض کہ ایک بزرگ بوڑھے پہلے زمانہ میں تھے۔

یک صباے کفتش اہل بیت او	سخت دل چونی بگوائے نیک خو
ان سے ان کی گھر والی نے ایک صبح کو کہا	اے ایک عادت اٹائیے آپ سخت دل کیوں ہیں؟

یعنی ایک روز ان کے گھر والوں نے ان سے کہا کہ اے نیک خصلت تم کیسے سخت دل ہو

ماز ہجر و مرگ فرزندان تو	نوحہ می آریم با پشت دو تو
آپ کی اولاد کی موت اور جدائی کی وجہ سے ہم	ہاں جو دہری کر ہو جانے کے روتے ہیں

یعنی ہم تو تمہارے لڑکوں کے ہجر اور موت سے نوحہ کرتے ہیں کہ دوہرے ہو جاتے ہیں۔

تو نمی گری نئے زاری چرا	یا کہ رحمت نیستت در دل کیا
آپ کیوں گریہ و زاری نہیں کرتے؟	اے بزرگ کیا (آپ کے) دل میں شفقت (کاماد) نہیں ہے؟

یعنی تم نہ روتے ہو اور نہ زاری کرتے ہو تو کیا اے دانا تمہارے دل میں رحم ہی نہیں ہے۔

چوں ترا رتھے نباشد در دروں	پس چه امیدست مان از تو کنوں
جب آپ کے اندر رحم نہیں	تو اب ہمیں آپ سے کیا امید ہے؟

یعنی جبکہ تمہارے دل میں رحم ہی نہیں ہے تو پھر ہم کو تم سے اب کیا امید ہے۔

ماہ امید تو نیم اے پیشوا	کہ نہ بگزار ی تو مارا در فنا
اے پیشوا ہمیں آپ سے آس ہے	کہ آپ ہمیں ہلاکت میں نہ چھوڑیں گے

یعنی اے پیشوا ہم تو اس امید میں ہیں کہ آپ ہم کو (قیامت کے روز) مصیبت میں نہ چھوڑیں گے۔

چوں بیارایند روز حشر تحت	خود شفیع ماتوی آن روز سخت
--------------------------	---------------------------

جب حشر کے دن تحت آرامت کریں گے	تو اس سخت دن آپ ہمارے سفارش کرنے والے ہوں گے
--------------------------------	--

یعنی جبکہ حشر کے دن تحت سنواریں گے تو (ہمیں امید ہے کہ) خود آپ ہی اس سخت دن میں ہمارے شفیع ہونگے۔

در چنناں روز و شب بے زینہار	مابا کرام تو نیم امیدوار
-----------------------------	--------------------------

ایسے بے پناہ روز و شب میں	ہم آپ کے کرم کے امیدوار ہیں
---------------------------	-----------------------------

یعنی ایسے بے پناہ روز و شب میں ہم تو پ ہی کے اکرام کے امیدوار ہیں۔

دست ماؤ دامن تست آن زماں	کہ نماوند پیچ مجرم را اماں
--------------------------	----------------------------

اس وقت ہمارا ہاتھ اور آپ کا دامن ہو گا	جبکہ کسی مجرم کے لئے امان نہ رہے گی
--	-------------------------------------

یعنی اس وقت آپ کا دامن ہو گا اور ہمارا ہاتھ ہو گا جس وقت کہ کسی مجرم کو امان نہ رہے گا (تو جب تمہارے دل میں رحم ہی

نہیں ہے تو اب کیا امید ہے کہ شفاعت کرو گے) اور یہ کہا کہ۔

گفت پیغمبر کہ روز رستخیز	کے گزارم مجرمان را اشک ریز
--------------------------	----------------------------

پیغمبر نے فرمایا ہے کہ قیامت کے دن	میں مجرموں کو روتا کب چھوڑوں گا؟
------------------------------------	----------------------------------

یعنی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ قیامت کے دن میں مجرموں کو روتا ہوا کب چھوڑوں گا۔ حدیث میں صاف ہے

کہ شفاعتی لاهل الکبائر من امتی اور فرمایا ہے کہ

من شفیع عاصیان باشم بجان	تارہانم شان زاشکنجہ گراں
--------------------------	--------------------------

میں (دل و) جان سے گنہگاروں کا سفارشی ہوں گا	تاکہ ان کو بھاری کنبہ سے چھڑا دوں
---	-----------------------------------

یعنی میں جان و دل سے عاصیوں کا شفیع ہوں گا تاکہ ان کو شکنجہ گراں سے چھڑاؤں۔

عاصیان و اہل کبائر را بچہد	وارہانم از عتاب نقض عہد
----------------------------	-------------------------

گنہگاروں اور کبیرہ (گناہ) والوں کو کوشش سے	عہد کے توڑنے کے غصہ سے نجات دلاؤں گا
--	--------------------------------------

یعنی عاصیوں اور اہل کبائر کو کوشش کر کے میں نقض عہد کے عتاب سے چھڑاؤں گا

صالحان امت من فارغ اند	از شفاعتہائے من روز گزند
------------------------	--------------------------

میری امت کے نیک خود فارغ ہیں	مہبت کے دن میری سفارشوں سے
------------------------------	----------------------------

یعنی میری امت کے صالحین تو قیامت کے روز میری شفاعت سے فارغ ہوں گے۔

بلکہ ایشان را شفاعتہا بود	گفت شان چوں حکم نافذ میرود
---------------------------	----------------------------

بلکہ (خود) ان کی سفارشی ہوں گی	ان کی بات چالو حکم کی طرح چلے گی
--------------------------------	----------------------------------

یعنی بلکہ خود ان کی ہی شفاعت ہوگی اور ان کی عرض حکم نافذ کی طرح چلے گی۔ صالحین کے لئے شفاعت نہ ہونے کے یہ معنی ہیں کہ ایسی شفاعت جو منجی من النار ہوان کے لئے نہ ہوگی باقی اہل حق کہتے ہیں کہ شفاعت ان کے لئے بھی ہوگی اور اس شفاعت سے ترقی درجات ہوگی اور وہ حضرات پھر خود بھی شفاعت فرمائیں گے اور ان کی شفاعت بھی منجی من النار ہوگی اور حق تعالیٰ ان کی عرض کو اس طرح مانیں گے جیسے کہ کوئی حاکم حکم کرے اور اس کا حکم نافذ ہو جاتا ہے اور ملتا نہیں ہے اسی طرح ان حضرات کی شفاعت رائیگاں نہیں ہوگی بلکہ حق تعالیٰ ضرور قبول فرمائیں گے آگے مولانا آیت لا تنزروا ذرۃ و ذرا اخریٰ میں علاوہ تفسیر مشہور کے ایک اور نکتہ بیان فرماتے ہیں تفسیر مشہور تو یہ ہے کہ قیامت میں ایسا نہ ہوگا کہ گناہ تو کرے زید اور اس کی سزا عمر و بھگتے بلکہ اپنے اپنے اعمال کی سزائیں اور جزائیں سب کو الگ ملیں گی۔ مولانا فرماتے ہیں کہ قرآن شریف میں جو یہ آیت ہے اس سے نکلتا ہے کوئی دوزخ کی دوسرے کا دوزخ نہ اٹھاوے گا اور کسی کا بوجھ کسی پر نہ پڑے گا اور بوجھ پڑنے کے معنی ذمہ داری کے بھی آتے ہیں بولتے ہیں کہ اس نے اس کا سارا بوجھ اٹھا رکھا ہے یعنی اس کی ساری ذمہ داری کر رکھی ہے تو اس سے یہ بھی نکلا کہ ایک شخص دوسرے کا ذمہ دار بھی نہ ہوگا اور حالانکہ حضور ذمہ دار ہوں گے تو مولانا فرماتے ہیں کہ اس سے مراد یہ ہے کہ حضور ذمہ دار تو ہوں گے اور سب کا بوجھ اپنے اوپر لے لیں گے مگر اس بوجھ کے لینے سے خود حضور پر کوئی بات ہو یہ نہ ہوگا۔ بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر کسی قسم کا کوئی اثر نہ ہوگا۔ اس لئے کہ آیت میں تو یہ ہے کہ کوئی دوزخ دوسرے کا بوجھ نہ اٹھاوے گا اور حضور خود دوزخ میں نہیں ایسا بوجھ کہ جس کا اثر خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر کوئی ہونہ اٹھاوے گے یعنی ایسا نہ ہوگا کہ جیسے عیسائی عیسے علیہ السلام کی نسبت کہتے ہیں کہ وہ سب کی طرف سے کفارہ ہو گئے ان کا مطلب تو یہ ہے کہ سب کی طرف سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام معذب ہوئے نعوذ باللہ اور بقول ان کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کو مقبول بنانے کو خود مردود بنے۔ اور ہم یہ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مقبولیت اس درجہ ہے کہ خود مقبول رہے اور اوروں کو بھی مقبول بنا لیا خوب سمجھ لو۔ تو نہ ہم عیسے علیہ السلام کے اس طرح دوزخ ہونے کے قائل اور نہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے۔ بلکہ معنی یہ ہوئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سب کی ذمہ داری فرمائیں گے اس طرح کہ آپ پر ان کے دوزخ کا کوئی اثر نہ ہوگا۔ اب اس مضمون کو مولانا تبیان فرماتے ہیں بزبان حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم یعنی گویا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی فرما رہے ہیں کہ۔

پہنچ وازر و زر غیرے برنداشت	من نیم وازر خدا یم بر فراشت
کسی بوجھ اٹھانے والے نے غیر کا بوجھ نہیں اٹھایا ہے	میں بوجھ اٹھانے والا نہیں ہوں خدا نے مجھے بلند کر دیا ہے

یعنی کسی دوزخ نے دوسرے کا دوزخ نہیں اٹھایا ہے اور میں وازر ہی نہیں ہوں خدا نے مجھے بلند فرمایا ہے مطلب یہ کہ میں وازر ہی نہیں تو میں اس طرح کہ اس دوزخ کا اثر کچھ مجھ پر ہے میں کسی کا دوزخ نہ اٹھاؤں گا اس لئے کہ آیت میں یہ ہے کہ دوزخ کوئی کسی کا دوزخ نہ اٹھاوے گا ہاں جو ذمہ داری ہوگی وہ اس عموم میں اخل ہی نہیں ہے یہ ایک نکتہ ہے باقی اصل تفسیر وہی ہے جو مشہور ہے اس لئے اس کی توضیح اپنے نزدیک اچھی طرح کر دی گئی ہے تاکہ کوئی اس کو تفسیر نہ خیال کرے اور خلط بحث نہ ہو جاوے ناہم۔ آگے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

آنکہ بے وزرست شیخ ست اے جوان	در قبول حق چو اندر کف کمان
اے جوان! جو بغیر بوجھ کے ہے وہ شیخ ہے	(وہ) اللہ کا مقبول ہونے میں ایسا ہے جیسے کہ ہاتھ میں کمان

یعنی جو کہ بے وزر (گناہ) ہے اے جوان وہی شیخ ہے اور قبول حق میں وہ مثل کمان کے ہے ہاتھ میں۔ مطلب یہ کہ جس

طرح ہاتھ میں کمان ہوتی ہے اسی طرح وہ شیخ بے وزر قبول حق میں ہے کہ جس طرح وہ چاہے اس کو رکھے اس کو کچھ عذر نہیں ہے آگے شیخ کی تعین فرماتے ہیں کہ۔

شیخ کہ بود پیر یعنی موسپید	معنی این موبدان اے ناامید
شیخ کون ہوتا ہے بوزھا یعنی سفید بالوں والا	اے ناامید! اس بال کے معنی سمجھ لے

یعنی شیخ کون ہے بڑھا یعنی سفید بال والا (لیکن ذرا) اس بال کے معنی سمجھ لو اے بامراد۔

ہست آن موئے سیہ ہستی او	تاز ہستیش نماند تار مو
وہ کالا بال اس کی ہستی ہے	تاکہ اس کی ہستی کا ایک بال کا تار نہ رہے

یعنی موئے سیاہ سے مراد اس کی ہستی ہے یہاں تک کہ اس کی ہستی سے ایک تار مو نہ رہے۔

چونکہ ہستیش نماند پیر اوست	گر سیہ موباشد او یا خود و دوست
جب اس کی ہستی نہ رہی وہ بوزھا ہے	خوا وہ سیاہ بالوں والا ہو یا کچھری بالوں والا

یعنی جب اس کی ہستی نہ رہی تو وہ پیر ہو گیا اگرچہ وہ سیہ مو ہو یا اس کے دو ہی بال ہوں مطلب یہ ہے کہ ہماری مراد بالوں سے ہستی ہے اور سیاہ بالوں سے مراد ہستی تار یک اور سفید بال سے مراد ہستی نورانی ہے تو اب ہم جو کہتے ہیں کہ شیخ سفید بال والا ہوتا ہے اس سے مقصود یہ ہے کہ شیخ وہ ہوتا ہے جس کی ہستی نورانی ہو چکی ہو اور وہ درجہ فنا کا حاصل کر کے درجہ بقا باللہ حاصل کر چکا ہو۔ اگرچہ وہ ابھی بچہ ہی ہو۔ شیخ شیرازی بھی اسی مضمون کو فرماتے ہی کہ۔

بزرگی بعقل ست نہ بہ سال

آگے مولانا بھی اس مضمون کو بہت صاف کر کے فرماتے ہیں کہ۔

ہست آن موئے سیہ وصف بشر	نیست آن موئے ریش موئے سر
کالا بال بشری صفات میں	وہ داڑھی کا بال اور سر کا بال نہیں ہے

یعنی سیاہ بال وصف بشری ہے اور وہ ڈاڑھی یا سر کے بال (مراد) نہیں ہیں آگے ایک نظیر پیش فرماتے ہیں کہ دیکھو بچپن میں ہی وہ شیخ تھے فرماتے ہیں کہ۔

عیسے اندر مہد بردار و نفیر	کہ جوان ناگشتہ ماتیم و پیر
(حضرت) عیسیٰ گوارے میں اعلان کرتے ہیں	کہ ہم جوان ہوئے بغیر شیخ اور پیر ہیں

یعنی عیسیٰ علیہ السلام گوارہ میں آواز بلند فرماتے ہیں کہ ہم بے جوان ہوئے۔ شیخ اور پیر ہیں جیسا کہ قرآن شریف میں ہے

قال انی عبد اللہ اتانی الكتاب وجعلنی نبیاً وجعلنی مبارکاً اینما کنت و اوصانی بالصلوة و الزکوة

مادمت حیاً تو دیکھو ابھی گوارہ میں پڑے ہیں اور نبوت کا دعویٰ ہے تو اگر اس سفیدی سے مراد بالوں کی سفیدی ہوتی تو یہاں کیا معنی ہوتے بس معلوم ہوا کہ بالوں کی سفیدی سے مراد ہستی کا نورانی ہو جانا ہے اس میں لوگوں نے اختلاف کیا ہے کہ آیا عیسیٰ علیہ السلام بچپن میں نبی تھے یا نہ تھے بعض لوگ اس آیت میں تاویل کرتے ہیں مگر کیا ضرورت ہے کہ تاویل کی جائے اس لئے کہ بچپن میں نبی ہونے کی صورت میں یہی اعتراض ہے کہ عقل کامل نہ تھی اور نبوت کیسے مل گئی اس لئے کہ نبی کی عقل تو کامل ہوتی

سے جواب یہ ہے کہ ممکن ہے کہ حق تعالیٰ نے اس عمر میں ان کی عقل کو کمال عطا فرمادیا ہو جیسا کہ یحییٰ علیہ السلام کو بچپن میں نبوت مل گئی تھی خود قرآن شریف میں موجود ہے ارشاد ہے و اتیناہ الحکم صبیاً تو جس طرح ان کو بچپن میں مل گئی ان کو اگر رضاعت کے زمانہ میں مل گئی ہو تو کیا عجب ہے آگے فرماتے ہیں کہ۔

چوں یکے موئے سیاہ کان وصف ماست	نیست بروئے شیخ و مقبول خداست
جبکہ ایک کالا بال جو ہماری ممت ہے	اس میں نہیں ہے (وہ) شیخ اور خدا کا مقبول ہے

یعنی جبکہ ایک موئے سیاہ جو کہ ہمارے وصف میں سے ہے اس میں نہیں ہے تو وہ مقبول خدا ہے مطلب یہ کہ اگر اوصاف بشری جو کہ مشابہ موئے سیاہ کے ہیں کسی میں نہ ہوں بس وہی مقبول حق ہے چاہے اس کے بدن کے سارے بال سیاہ ہی ہوں۔

چوں بود مویش سپیدار با خود دست	اونہ پیرست ونہ خاص ایز دست
جب اس کے سفید بال ہوں اگر اس میں خودی ہے	وہ نہ پیر ہے اور نہ اللہ (تعالیٰ) کا مقبول ہے

یعنی اگر اس کے بال (بدن کے) سفید ہوں تو اگر با خود ہے تو وہ نہ پیر ہے اور نہ خاص خدا ہے۔ مطلب یہ کہ جب اس کے اندر اوصاف بشری اور شہوات موجود ہیں تو وہ اگرچہ سفید بال والا ہو اور اس کی پلکیں اور بھونٹیں سب سفید ہو گئی ہوں مگر وہ با خدا نہیں ہے بلکہ با خود ہی ہے اور فرماتے ہیں کہ۔

گر رہید از بعض اوصاف بشر	شیخ نبود کہل باشد اے پسر
اگر وہ بعض بشری اوصاف سے بچا ہے	اے صاحبزادے! وہ شیخ نہ ہو گا اور نہ ہو گا

یعنی اگر بعض اوصاف بشری سے تو چھوٹ گیا (اور بعض اس میں موجود ہیں) تو صاحبزادے وہ شیخ نہیں ہے بلکہ وہ ادھیڑ ہے یعنی وہ اس کے مثل ہے کہ جس کے کچھ بال سفید ہوں اور کچھ سیاہ ہوں۔

ورسے موئی و صفش باقی است	نیست از عرش و سما آفاتی است
اگر اس کا بال برابر وصف باقی ہے	وہ آسمانی اور عرش نہیں ہے دنیا دار ہے

یعنی اور اگر سر مو اس کے وصف میں سے باقی ہے تو وہ عرش خدا سے نہیں ہے بلکہ آفاتی ہی ہے مطلب یہ کہ اگر اس کو پوری طرح درجہ فنا حاصل نہیں ہے تو وہ مقرب حق اور خاص حق نہیں ہے بلکہ ابھی وہ ناسوت ہی میں پھنسا ہوا ہے۔ تو بس اس ساری تقریر سے معلوم ہوا کہ تمام صلحاء اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم شفاعت فرمائیں گے۔ آگے پھر ان گھر والوں کا قول ان بزرگ سے نقل فرماتے ہیں کہ۔

ماہمہ امیدواران تو ایم	ریزہ چین رحم و احسان تو ایم
ہم سب آپ کے امیدوار ہیں	آپ کے رحم اور احسان کے ریزہ چین ہیں

یعنی ہم سارے کے سارے آپ کے امیدوار ہیں اور آپ کے خوان احسان کے ریزہ چین ہیں یعنی آپ نیک ہیں صالح ہیں تو ہم سب کو امید ہے کہ آپ ہماری شفاعت کریں گے۔

لیک با این جملہ چوں بے شفقتے	بہر فرزندان چرابے رقتی
لیکن اس سب کے باوجود آپ بے شفقت کیوں ہیں؟	اولاد کے ہارنے میں رقت کیوں ہیں؟

یعنی لیکن باوجود ان سب باتوں کے آپ بے شفقت کیوں ہیں اور اپنے صاحبزادوں کے لئے بے رقت کیوں ہیں مطلب یہ کہ آخر آپ کو رونا کیوں نہیں آتا۔ حالانکہ آپ ایسے بزرگ ہیں نیک ہیں صالح ہیں۔

یا مگر خود دل نمی سوزد ترا	باز گو اے شیخ ماجرا
یا شاید آپ کا دل نہیں جتا ہے	اے شیخ! ہمیں قصہ بتائیے

یعنی یا کہ شاید آپ کے دل میں سوزش ہی نہیں ہوتی اے شیخ ہم سے کچھ بات تو بیان کرو۔ مطلب یہ کہ آیا آپ کے قلب میں شفقت و رحم ہی نہیں ہے یا یہ کہ آپ کے دل میں سوزش ہی نہیں ہوتی۔ آخر کچھ کہو تو آگے وہ شیخ جواب دیتے ہیں کہ۔

شرح صلیبی

ترجمہ و شرح:۔ اوپر فنائے دنیوی پر غم نہ ہونے کا بیان کیا تھا اب اس کے متعلق ایک حکایت بیان فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس سے قبل ایک صاحب ارشاد بزرگ تھے جن کو یوں کہنا چاہئے کہ وہ زمین پر خدا کے شمع اور تاریکی ضلالت کو مٹانے والے اور گمراہوں کو راہ دکھلانے والے تھے۔ اور دربارہ نفس ہدایت ایسے تھے جیسے امت کے درمیان نبیؐ کہ وہ لوگوں کو ہدایت کر کے ان کے لئے جنت کا دروازہ کھولتے تھے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے (واللہ اعلم کہاں تک صحیح ہے) کہ شیخ متقدم (نی اسن یا فی الفضل) ایسا ہوتا ہے جیسے کہ اپنی قوم میں نبیؐ اس لئے ہمارا ان کو نبیؐ سے تشبیہ دینا کچھ بعید نہیں ایک مرتبہ ان کے گھر کے لوگوں نے ان سے عرض کیا کہ آپ فرمائیں تو سہی کہ آپ اس قدر سخت دل کیوں ہیں۔ آپ کے بچوں کی جدائی اور ان کے انتقال کے سبب ہماری تو کمر ٹیڑھی ہو گئی ہے اور ہم روتے ہیں آپ تو فرمائیے کہ آپ کیوں نہیں روتے یا کہ آپ کے دل میں رحم ہی نہیں۔ جب آپ کے دل میں رحم ہی نہیں تو اب ہم کو آپ سے کیا امید ہے۔ ہم کو تو آپ سے بڑی توقع ہے کہ آپ ہم کو تکلیف میں نہ چھوڑیں گے اور جبکہ حشر کے لئے عرش آراستہ کیا جاوے گا تو آپ اس روز ہمارے شفیع ہوں گے ایسے بے پناہ دن اور سیاہی آفتاب کے سبب رات میں ہم کو آپ کے اکرام کی بڑی امید ہے اس وقت جبکہ کسی مجرم کو امان نہ ہوگی اس وقت ہمارا ہاتھ ہوگا اور آپ کا دامن۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ قیامت کے دن میں مجرموں کو روتا نہیں چھوڑ سکتا میں جان و دل سے عاصیوں کی سفارش کروں گا تا کہ ان کو بھاری شکنجہ سے رہائی دلاؤں گناہگاروں اور اہل کبار کو میں کوشش کے ساتھ پیمان شکنی کے عتاب سے چھڑاؤں گا میری امت کے نیک لوگ تو اس تکلیف کے دن میں میری (نجات کے لئے اور عذاب سے چھڑانے کے واسطے) سفارشوں کی طرف سے خود ہی بے فکر ہیں بلکہ وہ خود دوسروں کی سفارش کریں گے اور ان کی سفارش یوں مانی جاوے گی جیسے کہ کسی کا حکم نافذ ہوتا ہے پس اگر ایسی سفارش کی ضرورت ہے تو گناہگاروں کو لہذا میں یہ مخصوص سفارش انہی لوگوں کی کروں گا اس پر کوئی شبہ نہ کرے کہ حق سبحانہ فرماتے ہیں۔ لامزدر وازرۃ و ذرا خریٰ کیونکہ اول تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ کوئی کسی کی سفارش بھی نہ کر سکے گا بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک کے گناہ پر دوسرے کو سزا نہ ہوگی اور اگر ہو بھی تب بھی شبہ کی گنجائش نہیں کیونکہ حق سبحانہ نے مجھے اس سے ارفع کیا ہے کہ میں وازر اور گناہگار ہوں اب مولانا فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو ہیں ہی ان کے بعد جو بے گناہ اور قابل سفارش ہے وہ شیخ کامل ہے اور ان کی بات حق سبحانہ کے یہاں یوں ہی مقبول ہوتی ہے جیسے کمان کا تیر نشانہ پر لگتا ہے یا یوں کہو کہ وہ حق سبحانہ کے یوں مقبول ہیں جیسے ہاتھ میں کمان ہوتی ہے لیکن شیخ کے معنی سمجھنے میں

غلطی نہ کرنا کیونکہ گوشت کے معنی ہیں بڑھا یعنی جس کے بال سفید ہوں مگر بالوں کی حقیقت سمجھ لینی چاہئے۔ سیاہ بالوں سے مراد ان کی ہستی ہے۔ پس بالوں کے سفید ہونے کے یہ معنی ہیں کہ کالا بال ایک نہ رہے یعنی ہستی کا نام و نشان باقی نہ رہے پس جبکہ ہستی بالکل نہ رہی اب وہ بڑھا ہو گیا خواہ ظاہری بال بالکل سیاہ ہوں یا کچھڑی ہوں پھر سمجھ لو کہ سیاہ بالوں سے مراد اوصاف بشریہ یعنی صفات ذمیرہ ہیں۔ ڈاڑھی اور سر کے بال نہیں ہیں چنانچہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام گہوارہ میں باواز دہل پکار رہے تھے کہ ہم ابھی عربی جوان بھی نہیں ہوئے بلکہ بچہ ہی ہیں اور حقیقی بڑھے ہو گئے جبکہ بڑھے کے معنی یہ قرار پائے تو اگر کسی میں بعض صفات ذمیرہ موجود ہوں اور بعض زائل ہو چکی ہوں تو وہ شیخ پیر اور بڑھا نہیں ہوا۔ بلکہ ادھیڑ اور ناقص ہے اور اگر صفات رذیلہ میں سے کوئی صفت بھی اس میں باقی نہیں تو وہ شیخ اور مقبول خدا ہے اور جبکہ بال سر اور ڈاڑھی کے سب سفید ہوں مگر ہنوز اس کی خودی اور ہستی فنا نہیں ہوئی تو نہ وہ پیر ہے اور نہ حق سبحانہ کے خواص اور خلص عباد اللہ میں ہے اور اگر بال برابر بھی صفات ذمیرہ اس میں باقی ہیں تو وہ حق سبحانہ کا مقرب کامل نہیں۔ بلکہ فی الجملہ دنیا دار ہے۔ اس مضمون کو ختم کر کے مولانا پھر گھر کے لوگوں کی گفتگو کی طرف انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ گھر کے لوگوں نے کہا کہ ہم سب آپ کے امیدوار ہیں اور آپ کے خوان احسان کے ریزہ چھیں ہیں۔ لیکن باہمہ آپ اتنے بے شفقت کیوں ہیں اور بچوں پر آپ کو رحم کیوں نہیں آتا۔ یا آپ کے دل میں درد ہی نہیں فرمائیے تو سہی کیا قصہ ہے۔

شرح شبیری

شیخ کالڑکوں کے مرجانے پر نہ رونے کا عذر بیان کرنا

شیخ گفت اور امپند ار اے رفیق	کہ ندارم رحم و مہر و دل شفیق
شیخ نے اس سے کہا اے ساتھی یہ نہ سمجھ	کہ مجھ میں رحم اور محبت اور شفقت کرنے والا دل نہیں ہے

یعنی شیخ نے اس (بیوی) سے کہا کہ اے رفیق تو یہ مت سمجھ کہ میں رحم اور محبت اور شفیق دل نہیں رکھتا۔

برہمہ کفار مارا رحمت است	گر چہ جان جملہ کافر نعمت است
تمام کافروں پر ہمیں رحم آتا ہے	اگرچہ سب کی جان (اللہ کی) نعمت کی کافر ہے

یعنی ہم کو تو تمام کفار پر بھی رحم ہے اگرچہ تمام کفار کی جان نعمت ہے مطلب یہ کہ بھلا ہم کو اپنے لوگوں پر تو رحم کیوں نہ ہوگا۔ ہم کو تو کفار پر بھی رحم آتا ہے کہ افسوس یہ راہ حق کو دیکھتے نہیں حالانکہ وہ سارے کفران نعمت حق کرتے ہیں مگر ہم کو ان پر بھی رحم آتا ہے آگے اور ترقی کر کے فرماتے ہیں کہ کفار تو پھر بھی انسان ہیں ان میں تو یہ اشتراک بھی ہے مگر ہماری تو یہ حالت ہے کہ۔

برسگانم رحمت و بخشایش است	کہ چرا از سنگہا شاں مالش است
میرا کتوں پر (بھی) رحم اور ترس ہے	کہ پتھروں سے کیوں ان کی پٹائی ہوتی ہے؟

یعنی مجھے تو کتوں پر بھی رحم اور بخشائش ہے کہ ان کو کیوں پتھروں سے مالش ہے مطلب یہ کہ ان پر بھی رحم آتا ہے کہ کیوں بھونکتے ہیں جو اس کی وجہ سے ان کے پتھر لگتے ہیں۔ آگے اس معنی کی خود ہی تصریح فرماتے ہیں کہ۔

آں سگے کہ می گزد گویم دعا	کہ ازیں خووار ہالش اے خدا
---------------------------	---------------------------

وہ کتا جو کاتا ہے اس کے لئے دعا کرتا ہوں	کہ اے خدا اس عادت سے اسے بچا
--	------------------------------

یعنی جو کتا کہ کاتا ہے میں یہ دعا کرتا ہوں کہ اے خدا اس کو اس خصلت سے چھڑا دیجئے (اور یہ دعا کرتا ہوں کہ)

ایں سگاں را ہم دریں اندیشہ دار	کہ نباشند از خلاق سنگ سار
--------------------------------	---------------------------

ان کتوں کو بھی ایسا خیال عطا فرما	کہ لوگوں سے سنگار نہ بنیں
-----------------------------------	---------------------------

یعنی ان کتوں کو اس فکر میں رکھ کہ یہ مخلوق سے سنگار نہ ہوں۔ مطلب یہ ہے کہ ان کی اس خصلت کو بدل دیجئے تاکہ یہ سنگار نہ ہو سکیں۔

زاں فرستاد انبیا را بر زمین	تا کند شاں رحمتہ ا لِّلْعٰلَمِیْنَ
-----------------------------	------------------------------------

اس لئے (اللہ تعالیٰ نے) زمین پر انبیاء بھیجے	تاکہ ان کو جہان والوں کے لئے رحمت بنائے
--	---

یعنی حق تعالیٰ نے اسی لئے انبیاء کو زمین پر بھیجا ہے تاکہ ان کو رحمتہ لِّلْعٰلَمِیْنَ بنا دے۔

خلق را خواند سوائے درگاہ خاص	حق را خواند کہ وافر کن خلاص
------------------------------	-----------------------------

وہ لوگوں کو خاص دربار کی طرف بلا تے ہیں	اللہ (تعالیٰ) سے عرض کرتے ہیں کہ نجات کو عام کر دے
---	--

یعنی یہ حضرات مخلوق کو تو درگاہ خاص حق کی طرف بلا تے ہیں۔ اور حق سے دعا کرتے ہیں کہ خلاصی کو وافر کیجئے۔

جہد بنماید ازیں سو بہر پند	چوں نشد گوید خدایا در مہند
----------------------------	----------------------------

اس جانب نصیحت کے لئے کوشش کرتا ہے	جب (مفید) نہیں ہوتی تو کہتا ہے اے خدا دروازہ بند نہ کر
-----------------------------------	--

یعنی وہ اس طرف سے تو نصیحت میں کوشش فرماتے ہیں اور جب (وہ کارگر) نہیں ہوتی تو کہتے ہیں کہ اے خدا دروازہ (رحمت) بند کر۔ مطلب یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے انبیاء کو زمین پر جہان کے لئے اپنے اپنے مرتبہ کے موافق بنا کر بھیجا اور اس صفت میں سب سے زیادہ حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور ان حضرات کی یہ شان ہوتی ہے کہ لوگوں کو تو اللہ کی طرف بلاویں اور اللہ میاں سے کہیں کہ اے اللہ ان کو توفیق ایمان کی نصیب فرما تو چونکہ میں (یعنی وہ شیخ) ان کا ظل ہوں اور میرے اندر بھی وہ اثر آیا ہے لہذا میں بھی تمام چیزوں پر رحم کرتا ہوں۔ آگے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

رحمت جزوی بود مر عام را	رحمت کلی بود ہمام را
-------------------------	----------------------

عام (انسانوں) میں جزوی رحمت ہوتی ہے	مخوار میں کلی رحمت ہوتی ہے
-------------------------------------	----------------------------

یعنی رحمت ناقصی تو عوام کو بھی ہوتی ہے (مگر) رحمت کامل بزرگ ہی کو ہوتی ہے۔ آگے بزرگوں کی رحمت کے کامل ہونے

کارا ز بیان فرماتے ہیں کہ۔

رحمت جزوش قرین گشتہ بکل	رحمت دریاست ہادی سبل
-------------------------	----------------------

اس کا جزوی رحمت کل سے وابستہ ہو گئی ہے	دریا کی رحمت راستوں کی ہدایت کرنے والی ہے
--	---

یعنی ان کی رحمت جزوی اس کامل کے قرین ہو گئی ہے اور رحمت دریا ہادی سبل ہے مطلب یہ کہ اول تو ان کی رحمت بھی

رحمت جزوی ہی تھی مگر چونکہ وہ رحمت حق کے ساتھ جو کہ رحمت کاملہ ہے مقرون ہو گئی ہے اور اسی سے مستفیض ہو رہی ہے اس لئے وہ بھی کامل ہو گئی ہے۔ آگے مولانا نصیحت فرماتے ہیں کہ۔

رحمت جزوی بکل پیوستہ شو	رحمت کل را تو ہادی ہیں و رو
تو جزوی رحمت ہے کل کے ساتھ جڑ جا	کل رحمت کو تو ہادی سمجھ اور چل پڑ

یعنی تم بھی رحمت ناقص ہو کل سے پیوستہ رہو۔ اور رحمت کل کو ہادی دیکھ کر چلے چلو۔ مطلب یہ کہ ابھی تو تم ناقص ہو اور تمہاری رحمت بھی ناقص ہے۔ تو اس کامل کے ساتھ پیوستہ ہو جاؤ یا تو حق تعالیٰ کے ساتھ یا ان حضرات کے ساتھ جو کہ حق سے مستفیض ہو کر کامل ہو چکے ہیں غرض کہ تم کاملوں کے ساتھ لگے رہو گے تو ان شاء اللہ کامل ہو جاؤ گے آگے ایک غلطی رفع فرماتے ہیں کہ

تا کہ جزوست او نداند راہ بحر	ہر غدیرے را کند اشباہ بحر
جب تک جزوی (رحمت) ہے وہ سمندر کا راستہ نہیں جانتی ہے	ہر تالاب کو سمندر کے مشابہ بنا دیتی ہے

یعنی جب تک کہ وہ ناقص ہے راہ بحر کو نہیں جانتا اور ہر تالاب کو بحر کے مشابہ کر دیتا ہے۔ یہاں نقص سے مراد نقص علمی ہے۔ ورنہ اگر نقص حالی مراد ہوتا تو وہ تو ہر ایک کو پیش آتا ہے کہ جب وہ اس کامل سے پیوستہ ہونا چاہے گا تو وہ یقیناً ناقص الحال ہی ہوگا۔ تو یہاں مطلب یہ ہے کہ جو شخص کہ ناقص الحال ہو اور ناقص العلم بھی ہو وہ اس بحر تک رسائی حاصل نہیں کر سکتا۔ کمال علمی کا ہونا ضروری ہے کہ جس سے بصیرت و معرفت ہو۔ ورنہ اگر معرفت ہی نہ ہوگی تو پیوستہ کس کے ساتھ ہوگا۔ تو جب نقص علم ہوگا تو وہ ناقص کو کامل اور بالعکس سمجھ جاوے گا اور بحر اور دریا اور یم وغیرہ سب سے حق تعالیٰ مراد ہیں اور ان تشبیہات کا صحیح ہونا کئی مرتبہ عرض کیا جا چکا ہے۔

چوں نداند راہ یم کے برد	سوئے دریا خلق را چوں آورد
جب وہ سمندر کا راستہ نہیں جانتا ہے راستہ کیسے چلے	دریا کی جانب لوگوں کو کیسے لائے؟

یعنی جب وہ دریا کی راہ ہی نہیں جانتا تو خود کس طرح راہ لے جا سکتا ہے اور مخلوق کو دریا کی طرف کس طرح لاسکتا ہے۔ مطلب یہ کہ جب کسی کو نقص علمی ہو اور اس کو معرفت حق ہی حاصل نہ ہو تو نہ وہ خود پہنچ سکتا ہے اور نہ دوسروں کو پہنچا سکتا ہے۔

متصل گردد بہ بحر ازگاہ او	رہ برد تا بحر پہچوں سیل و جو
وہ سمندر سے اس وقت وابستہ ہو گا	(جبکہ) بہاؤ اور نہر کی طرح سمندر تک راستہ طے کرے

یعنی وہ جب بحر سے متصل ہو جاتا ہے تو اس وقت وہ بحر تک سیل اور ندی کی طرح راہ لے جا سکتا ہے۔ مطلب یہ کہ جب اس کو معرفت حق حاصل ہو جاوے گی تو اب اس کو اس کے ساتھ پیوستہ ہونا بھی آسان ہوگا اور جس طرح کہ ندی اور رودریا میں جا کر مل جاتے ہیں اسی طرح یہ بھی حق تعالیٰ کے ساتھ پیوستہ ہو جاوے گا اور اگر ابھی معرفت بھی حاصل نہ ہوئی ہو تو اس کو فرماتے ہیں کہ۔

ور کند دعوت بہ تقلیدے بود	نزعیمان ووجی و تائیدے بود
اگر وہ دعوت کرے تو (محض) تقلیدی ہو گا	مشاہدہ اور وحی اور تائید (خداوندی) سے نہ ہو گا

یعنی اور اگر وہ دعوت کرے تو وہ دعوت بھی تقلیدی ہوتی ہے نہ عیانا اور وحی اور تائید کے ساتھ ہوتا ہے۔ مطلب یہ کہ وہ

خود تو کیا راہ پاوے گا اگر اوروں کو بھی بلاتا ہے تو یہ بلانا بھی تقلیدی ہی ہوتا ہے اور حق تعالیٰ کی طرف سے نہیں ہوتا۔ غرض کہ چاہئے کہ اس کامل کے ساتھ پیوستہ ہوں تو ہمارے اندر بھی اس کی برکت سے کمال پیدا ہو جاوے چونکہ شیخ کا جواب تو اوپر ختم ہو ہی چکا تھا۔ آگے اس عورت کا سوال نقل فرماتے ہیں کہ۔

گفت پس چوں رحم واری برہمہ	ہچو چو پانی بگرد این رمہ
اس نے کہا جبکہ تمہیں سب پر رحم (آتا ہے)	تم اس ریوز کے چاروں طرف گڈریہ کی طرح ہو

یعنی اس عورت نے کہا کہ بس جبکہ تم سب پر رحم رکھتے ہو اور اس جماعت کے گرد چو پان کی طرح ہو۔

چوں نداری نوحہ بر فرزند خویش	چونکہ فساد اجل شاں زد بہ نیش
آپ اپنی اولاد پر کیوں نہیں روتے ہیں؟	جبکہ موت کے فساد نے ان کے نشتر مارا ہے

یعنی تم اپنے فرزند پر نوحہ کیوں نہیں کرتے۔ جبکہ فساد اجل نے ان کے نشتر مارا ہے۔

چوں گواہ رحم اشک دید ہاست	دیدہ تو بے نم و گریہ چراست
جبکہ رحم کے گواہ آنکھوں کے آنسو ہیں	آپ کی آنکھیں بغیر آنسو اور گریہ کے کیوں ہیں؟

یعنی جبکہ رحم کے گواہ آنکھ کے اشک ہیں۔ تو تمہاری آنکھ بے نم اور بے گریہ کیوں ہے۔

شیخ دانا زیں عتابش گرم شد	در سخن یکبارہ بے آزرم شد
عقلمند شیخ اس کے اس غصہ سے گرما گئے	ہات کرنے میں یکبارگی بے تابو ہو گئے

یعنی شیخ دانا اس کے اس عتاب سے جوش میں آگئے اور بات میں ایک دفعہ ہی بے تاب ہو گئے۔

رو بزن کرد و بلفتش اے عجوز	خود نباشد فصل دے ہچوں تموز
بڑھیا کی طرف رخ کیا اور اس سے کہا اے بوڑھی!	موسم خزاں موسم بہار کی طرح نہیں ہوتا

یعنی عورت کی طرف متوجہ ہوئے اور اس سے کہا کہ اے عجوز فصل خزاں فصل بہار کے خود برابر نہیں ہوا کرتی۔ مطلب یہ کہ

میں اور تم لوگ برابر نہیں ہیں۔

جملہ گرد مردند و ایشاں ورے اند	غائب و پنہاں ز چشم دل کے اند
وہ سب (اولاد) خواہ مردہ ہو یا زندہ	دل کی آنکھ سے وہ غائب اور پوشیدہ کب ہیں؟

یعنی سارے کے سارے اگر مر گئے اور اگر زندہ ہیں چشم دل سے کب غائب اور پنہاں ہیں۔

من چو بینم شان معین پیش خویش	از چہ رو رو را کنم ہچوں تو ریش
میں جب ان کو اپنے سامنے دیکھتا ہوں	تو کس وجہ سے تیری طرح چہرے کو زخمی کروں؟

یعنی میں جب ان کو مجسم اپنے سامنے دیکھتا ہوں تو پھر اپنے منہ کو تیری طرح کس لئے زخمی کروں۔

گرچہ بیرون انداز دور زمان	بامن اند و گرومن بازی کنان
اگرچہ وہ زمانے کے چکر سے باہر کھل گئے ہیں	دو کھیلتے ہوئے میرے پاس اور میرے چاروں طرف ہیں

یعنی اگرچہ اس دور زمان سے باہر ہیں مگر میرے تو ساتھ ہیں اور کھیل کر رہے ہیں۔

گریہ از ہجران بود یا از فراق	با عزیزانم وصالست و عناق
رونا تو چھوٹ جانے اور جدائی کی وجہ سے ہوتا ہے	میرا تو عزیزوں سے وصال اور معانقہ ہے

یعنی گریہ یا تو ہجر سے ہوا کرتا ہے یا فراق سے اور مجھے عزیزوں کے ساتھ وصل اور معانقہ ہے۔ ہجر تو کہتے ہیں اس کو کہ محبوب سامنے ہو اور پاس ہو اور نہ ملے اور فراق یہ کہ وہ دور ہی ہو جاوے تو مطلب یہ کہ روئے تو جب جبکہ محبوب چھوڑ دے یا الگ ہو جاوے مگر میرے تو سامنے موجود ہیں کیوں روؤں۔ معلوم ہوتا ہے کہ ان کو کشف ہوتا تھا اور وہ ان کو کشف کے ذریعہ سے دیکھتے تھے اور فرماتے ہیں کہ۔

خلق اندر خواب مے بنیند شاں	من بہ بیداری ہی پنم عیاں
لوگ ان کو خواب میں دیکھتے ہیں	میں ان کو بیداری میں اچھی طرح دیکھتا ہوں

یعنی خلق تو ان کو خواب میں دیکھتی ہے اور میں ان کو بیداری میں عیاں دیکھ رہا ہوں آگے اس عیاں دیکھنے کی ترکیب بناتے ہیں کہ میں اس طرح دیکھتا ہوں کہ۔

شرح حبیبی

ترجمہ و شرح: شیخ نے فرمایا کہ تم یہ نہ سمجھو کہ مجھے محبت نہیں اور میرے دل میں شفقت نہیں۔ کیونکہ ہماری شفقت کی تو یہ حالت ہے کہ ہم کو کفار پر بھی رحمت ہے اگرچہ وہ لوگ ناشکر ہیں اور ہماری رحمت و عنایت تو کتوں پر بھی ہے اور ہم کو افسوس ہوتا ہے کہ یہ کسبخت پتھروں سے کیوں مار کھاتے ہیں چنانچہ جب کوئی کتا کسی کے کاٹتا ہے تو میں دعا کرتا ہوں کہ اے اللہ تو اس کی یہ بری خصلت چھڑا دے اور کتوں کو اس خیال میں مشغول رکھ کہ وہ کسی نہ کاٹیں اور لوگوں کی ایشیں نہ کھائیں۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ حق سبحانہ نے اولیاء اللہ کو زمین پر اسی لئے پیدا کیا ہے کہ ان کو تمام عالم کے لئے یوں رحمت بناوے کہ وہ مخلوق کو حق سبحانہ کی طرف دعوت دیں اور حق سبحانہ سے دعا کریں کہ اے اللہ ان کو ذمائم سے پوری رہائی عطا فرما۔ اور وہ اس طرف نصیحت کے لئے پوری کوشش کریں۔ جب ادھر نصیحت کا رگرنہ ہو تو کہیں کہ اے اللہ تو رحمت کا دروازہ مت بند کر اور تو اپنی رحمت سے ان کو اس بلا سے نجات دے اور اصل وجہ اس کی یہ ہے کہ ہادی حقیقی تو رحمت کاملہ و تامہ حق سبحانہ ہے مگر اہل اللہ کی رحمت ناقصہ اس کے ساتھ تعلق پیدا کر کے اس میں فنا ہو گئی ہے اس لئے اس پر وہی آثار مرتب ہوتے ہیں جو رحمت حق سبحانہ پر ہوتے ہیں اور رحمت حق سبحانہ عام ہے اس لئے اہل اللہ کی شفقت بھی عام ہے اور جب تک کہ رحمت ناقص رہتی ہے اس وقت تک اسے اس بحر رحمت کا راستہ ہی نہیں معلوم ہوتا۔ جو تالاب اور رحمت ناقصہ کو اپنے میں جذب کر کے مشابہ سمندر بن سکتی ہے اور جبکہ وہ اس دریا کا راستہ ہی نہیں جانتی تو خود اس تک پہنچ کیسے سکتی ہے اور مخلوق کو اس سمندر تک پہنچا کیسے سکتی ہے۔ ہاں اگر اس کو سمندر کے ساتھ اتصال ہو جاوے اس وقت وہ سمندر میں ندی نالوں کی طرح مل کر اس میں جذب ہو سکتی ہے اور اگر یہ بات نہیں حاصل ہوئی اور اس پر بھی آدمی لمبے چوڑے دعوے کرے تو وہ دعاوی تقلیدی اور سنے سنائے ہیں۔ مشاہدہ اور الہام اور تائید حق سبحانہ کے سبب نہیں

ہیں۔ خیر یہ گفتگوے استطر ادی تو ختم ہوئی۔ اب سنو کہ ان کے گھر کے لوگوں نے کہا کہ جب آپ سب پر رحم کرتے ہیں اور سب کی آپ یوں ہی حفاظت کرتے ہیں جس طرح کہ چرواہا بکریوں کی تو پھر یہ کیا بات ہے کہ آپ کو اپنے بچوں پر رونا نہیں آتا جبکہ نصادا جل نے ان کے نشتر مار کر ان کو ہلاک کر دیا نیز جبکہ رحم دل کے گواہ آنکھوں کے آنسو ہیں تو پھر آپ کی آنکھوں میں آنسو اور تری کیوں نہیں۔ شیخ دانا کو اس ملامت سے جوش آ گیا اور عورت کی طرف متوجہ ہو کر تیز لہجہ میں یوں خطاب فرمایا کہ بڑی بی بات یہ ہے کہ بہار و خزاں جاڑ اور گرمی یکساں نہیں ہوتے۔ اسی طرح عوام و خواص بھی یکساں نہیں۔ میرے سب بچے خواہ مردہ ہوں یا زندہ میرے چشم قلب کے سامنے ہیں اور مخفی و غائب نہیں جب میں ان کو اپنے سامنے شخص دیکھ رہا ہوں تو میں آپ کی طرح اپنا منہ کیوں نوچوں۔ گو وہ زمانہ سے باہر ہیں مگر میرے پاس ہیں اور میرے گرد کھیلتے ہیں آپ غور کریں کہ رونے کا سبب یا محبوب کا محبت کو چھوڑ دینا ہوتا ہے یا اس کا دور ہونا۔ اور مجھے اپنے پیاروں سے اتصال اور قرب ہے تو پھر میں کیوں روؤں لوگ تو ان کو خواب میں دیکھتے ہیں اور میں بیداری میں دیکھ رہا ہوں۔ آگے اس کا طریقہ ارشاد فرماتے ہیں اور کہتے ہیں۔

شرح شبیری

زین جہاں خود رادے پنہاں کنم	برگ حس را از درخت افشاں کنم
میں بھی اپنے آپ کو اس دنیا سے غائب کر دیتا ہوں	حواس کے پتوں کو درخت سے جھاڑ دیتا ہوں

یعنی اس جہان سے اپنے کو ایک دم کے لئے پنہاں کر لیتا ہوں اور برگ حس کو درخت سے جھاڑ دیتا ہوں مطلب یہ کہ اپنے حواس کو معطل کر کے غیبت حاصل کر لیتا ہوں تو جہاں ان حواس کو معطل کیا وہ عالم مشوف ہو جاتا ہے اور ان کو دیکھ لیتا ہوں آگے فرماتے ہیں کہ۔

شرح صلیبی

ترجمہ و تشریح:۔ یعنی میں عالم شہادت سے عالم غیب کی طرف متوجہ ہو جاتا ہوں اور درخت روح سے حواس ظاہرہ کے پتوں کو جھاڑ دیتا ہوں یعنی ان حواس کو معطل کر کے حواس باطنہ سے کام لیتا ہوں پس عالم غیب مجھ پر منکشف ہوتا ہے اور میں اپنے بچوں کو دیکھ لیتا ہوں اس کے بعد مولانا اس بیان کو موجدہ کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ

شرح شبیری

حس اسیر عقل باشد اے فلاں	عقل اسیر روح باشد ہم بدان
اے فلاں! حواس عقل کے پابند ہیں	سبھ لے عقل روح کی پابند ہے

یعنی اے شخص حس تو اسیر عقل کی ہوتی ہے اور عقل اسیر روح کی ہوتی ہے اس کو بھی جان لو مطلب یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے حواس کو عقل کے تابع اور اس کے محکوم اس لئے بنایا تھا تا کہ وہ ان حواس کو قید اور مغلوب رکھے اور عقل کو روح کا تابع اور محکوم اس لئے بنایا تھا کہ وہ اس کو رہا کر کے اور مطلق چھوڑ کر اس سے کام لے لے کہ اسیر تو اپنے قبضہ میں ہوتا ہے خواہ اس کو قید رکھو یا رہا کر دو تو حواس اس قابل تھے کہ ان کو قید رکھا جاوے اور عقل اس قابل تھی کہ اس کو رہا کر کے اس سے کام لیا جاوے۔ مگر دنیا میں

پھنس کر نہ تو عقل نے اپنا کام کیا کہ حواس کو قید کر کے رکھتی اور نہ روح نے اپنا کام کیا کہ عقل کو رہا کر کے اس سے کام لیتی بلکہ عقل نے تو حواس کو مطلق چھوڑ دیا۔ اور انہوں نے خوب شرارت شروع کر دی۔ اور روح نے عقل سے کام نہ لیا لہذا وہ امور غیبیہ جن کا انکشاف اس وقت ہوتا جبکہ ہر ایک اپنے اپنے کام میں لگتا۔ اب نہ ہوئی لیکن اب جبکہ حواس کو مغلوب کر دیا جیسا کہ ”روبرگ حس را از درخت ارتح سے معلوم ہوتا ہے تو جب حواس مغلوب ہو گئے تو اب روح نے اپنا کام کیا وہ یہ کہ۔

دست بستہ عقل را جان باز کرد	کارہائے بستہ را ہم ساز کرد
روح نے جکڑی ہوئی عقل کو آزاد کر دیا	الجھے ہوئے کاموں کو سلجھا دیا

یعنی روح نے عقل کے بندھے ہوئے ہاتھوں کو کھول دیا اور کارہائے بستہ کا یہی سامان کر دیا مطلب یہ کہ عقل کے ہاتھ جو ہوا ہوں میں بندھے ہوئے تھے جب روح نے اپنا کام کیا تو ان کو کھول دیا اور عقل کو رہا کر دیا۔ اور جو امور کہ پہلے غائب تھے اب ان کو ظاہر کر دیا۔

حسبا و اندیشہ بر آب صفا	ہچو خس بگرفتہ روئے آب را
حواس اور انکار نے صاف پانی پر	نکلوں کی طرح پانی کی سطح کو گھیر لیا ہے

یعنی حواس اور اندیشوں نے آب صفا پر خس کی طرح روئے آب کو چھپا رکھا تھا حواس سے مراد حواس ظاہری اور اندیشہ سے مراد حواس باطنی آب صفا سے مراد عقل نیز روئے آب سے مراد بھی عقل۔ مطلب یہ کہ قبل اس کے کہ روح اپنا کام کرے حواس اور اندیشوں نے عقل کو مغلوب کر رکھا تھا اور جس طرح کہ سطح آب پر خس و خاشاک آ کر اس کو چھپا دیتے ہیں اسی طرح حواس نے عقل کو مغلوب اور اس کے کام کو پوشیدہ کر رکھا تھا اور امور غیبیہ ظاہر نہ ہوتے تھے مگر جبکہ روح نے اپنا کام کیا کہ عقل کو رہا کر کے اس سے کام لیا تو عقل نے یہ کیا کہ۔

دست عقل آخس بیکسو مے برد	آب پیدا مے شود پیش خرد
عقل کا ہاتھ اس کوڑے کو ایک طرف ہٹا دیتا ہے	عقل کے سامنے پانی کھل جاتا ہے

یعنی عقل کا ہاتھ اس خس کو ایک طرف لے جاتا ہے اور پانی عقل کے سامنے ظاہر ہو جاتا ہے۔ یہاں آب سے مراد امور غیبیہ ہیں۔ مطلب یہ ہو گیا کہ جب روح نے عقل کو رہا کیا تو اس نے اپنا کام کیا کہ جو اس کو مغلوب کیا جب حواس مغلوب ہو گئے تو وہ امور غیبیہ جو اب تک اس عقل سے پوشیدہ تھے اب ظاہر ہو گئے۔

خس بس انبہ بود بر جو چوں جناب	خس چو یکسورفت پیدا گشت آب
نہر پر بلبلوں کی طرح کوڑا بہت سا تھا	کوڑا جب ہٹا پانی کھل گیا

یعنی جناب کی طرح ندی پر خس بے انتہا تھے۔ تو جب خس ایک طرف ہوئے پانی ظاہر ہو گیا جو سے مراد عقل اور آب سے مراد امور غیبیہ مطلب یہ ہوا کہ روح کے کام کرنے سے پہلے عقل میں حواس کے خس و خاشاک بھرے ہوئے تھے۔ لیک جب عقل نے رہا ہو کر ان خس و خاشاک کو الگ کیا تو وہ امور غیبیہ ظاہر ہو گئے اور اس عقل نے ان کا ادراک کر لیا۔

چونکہ دست عقل نکشاید خدا	خس فزاید از ہوا بر آب ما
جب تک اللہ (تعالیٰ) عقل کے ہاتھ نہ کھولے	ہمارے پانی پر ہوا (وہوس) کی وجہ سے کوڑا بڑھ جاتا ہے

یعنی جبکہ دست عقل کو خدانہ کھولے تو خس ہمارے پانی پر ہوا کی وجہ سے پڑھ جاویں خدا کے دست عقل کھولنے سے مراد روح کا کھولنا ہی ہے اس لئے کہ بے اس کے کہ خدا کا حکم ہو روح کب کام کر سکتی ہے تو مطلب یہ ہوا کہ اگر روح دست عقل کو نہ کھلوتی تو ہم پر وہ امور ظاہر ہو ہی نہ سکتے تھے مگر اب عقل نے رہا ہو کر خس و خاشاک کو ایک طرف کر کے ان امور کو ہمارے سامنے ظاہر کر دیا۔

آب را ہر دم کند پوشیدہ او	آں ہوا خنداں و گریاں عقل تو
وہ ہر وقت پانی کو چھپائے رکھتا ہے	وہ ہوا (دھوس) مسکراتی ہے اور تیری عقل روتی ہے

یعنی آب کو وہ ہر دم پوشیدہ کر رہی ہے تو وہ ہوا ہستی ہے اور تمہاری عقل رو رہی ہے۔ آب سے مراد امور غیبیہ اور ہوا سے مراد ہوا ہوس مطلب یہ کہ وہ ہوا دھوس کی ہوس خس و خاشاک کو لا کر ان امور غیبیہ پر جمع کر دیتی ہے اور اس کو چھپا دیتی ہے تو اس وقت وہ تو خوش ہوتی ہے کہ اس نے اپنا کام کر لیا۔ مگر عقل جب اپنا کام نہیں کر سکتی تو روتی ہے۔

چونکہ تقوے بست دو دست ہوا	حق کشاید ہر دو دست عقل را
جب پرہیزگاری نے ہوا (دھوس) کے دونوں ہاتھ باندھ دیئے	اللہ (تعالیٰ) عقل کے دو ہاتھ کھول دیتا ہے

یعنی جبکہ تقویٰ ہوا کے دونوں ہاتھ باندھ دیتا ہے تو حق تعالیٰ عقل کے ہاتھ دونوں کھول دیتا ہے۔ مطلب یہ کہ جب تقویٰ نے آ کر ہوا دھوس کو مغلوب کر دیا تو اب وہ عقل اپنا کام کرتی ہے تو یہ ہوتا ہے کہ۔

پس حواس چیرہ محکوم تو شد	چوں خرد سالار و مخدوم تو شد
غالب حواس تیرے محکوم بن جاتے ہیں	جب عقل تیری سردار اور مخدوم بن جاتی ہے

یعنی پھر حواس (جو کہ پہلے) غالب (تھے وہ) تمہارے محکوم ہو جاتے ہیں جبکہ عقل تمہاری پیشرو اور مخدوم ہوتی ہے۔ مطلب یہ کہ جب عقل نے اپنا کام کیا اور وہ مخدوم اور پیشرو ہوئی تو اب جو حواس کہ پہلے غالب ہو رہے تھے اب مغلوب اور محکوم ہو گئے اور عقل کے تابع ہو گئے اب عقل یہ کرتی ہے کہ۔

حس را بخواب خواب اندر کند	تا کہ غیب بہاز جاں سر برزند
وہ (عقل) حواس کو بغیر نیند کے سلا دیتی ہے	یہاں تک کہ ان دیکھی ہائیں روح میں سے سر ابھارتی ہیں

یعنی حس کو بخواب کے خواب میں کر دیتی ہے یہاں تک غیوب جان سے سر نکالتے ہیں مطلب یہ کہ حواس تو اس وقت ہی معطل ہوتے ہیں جبکہ انسان سو جاوے مگر یہ عقل ان پر غالب ہو کر بے ان کے سوئے ہوئے ان کو معطل کر دیتی ہے بس جب وہ معطل ہو گئے تو اب روح پر غیوب فائض ہوتے ہیں اور وہ ان امور غیبیہ کا مشاہدہ کر لیتی ہے اور اس وقت یہ ہوتا ہے کہ۔

ہم بہ بیداری بہ بیند خوابہا	ہم ز گردوں بر کشاید بابہا
وہ بیداری میں بھی خواب دیکھ لیتا ہے	اسماں کے دروازے بھی کھل جاتے ہیں

یعنی بیداری ہی میں وہ بہت سے خواب دیکھتی ہے اور آسمان سے بہت سے ابواب کھول لیتی ہے۔ مطلب یہ کہ وہ بیداری ہی میں ان حواس کو معطل کر کے ان مغیبات کو دیکھ لیتی ہے اور آسمان سے ابواب کھل جاتے ہیں اور ادھر سے اس پر فیض ہونے لگتا ہے تو بس اس ترکیب سے وہ صاحبزادوں کی زیارت فرماتے تھے۔ چونکہ بیان کیا ہے کہ ان حواس ظاہری کے باطل ہونے کے بعد امور غیبیہ کا

ادراک ہوتا ہے آگے ایک حکایت لاتے ہیں کہ ایک شیخ اندھا تھا مگر جب قرآن شریف پڑھتا تھا تو پینا ہو جاتا تھا تو دیکھوان حواس کے زائل ہونے کے بعد دیکھ سکتا تھا اسی طرح ان حواس کے تعطل کے بعد انسان ان امور غیبیہ کا مشاہدہ کر سکتا ہے۔ اب حکایت سنو۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح:- یعنی تم شیخ کے کلام کو محض دعویٰ نہ سمجھو بلکہ یہ ایک موجد اور مدلل بیان ہے کیونکہ حق سبحانہ نے اصالتہ حس کو عقل کا محکوم اور عقل کو روح کا منقاد بنایا ہے پس جبکہ روح عقل کے بندھے ہوئے ہاتھوں کو کھول کر اس کو حواس کے مغلوب کر لینے کے قابل بنا دیتی ہے تو سب مشکلات حل ہو جاتی ہیں۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ حواس اور خیالات نفسانیہ نے مغیبات کو یوں ہی چھپا رکھا ہے جیسے کہ خس و خاشاک آب صفا پر پھیل کر اس کو چھپا لیتا ہے اور احتجاب مغیبات انہیں حواس و افکار کے سبب ہے جبکہ عقل غالب ہو جاتی ہے اور بندش کے اٹھ جانے کے سبب وہ حواس میں تصرف کرنے کے قابل ہو جاتی ہے تو وہ حواس و افکار کے خس و خاشاک کو ہاتھ سے ہٹا دیتی ہے یعنی ان کی طرف توجہ چھوڑ دیتی ہے اور وہ یوں معطل ہو جاتے ہیں جیسے خواب میں ان کی حالت ہوتی ہے اور آب صاف اس کو دکھلائی دینے لگتا ہے یعنی مغیبات اس کے سامنے حاضر ہو جاتے ہیں خس و خاشاک چونکہ آب جو پر بہت تھے اس لئے پیشتر پانی نظر نہ آتا تھا۔ اب ہٹ گئے تو پانی ظاہر ہو گیا۔ یعنی ہجوم و افکار و خیالات کے سبب مغیبات نہ دکھلائی دیتے تھے اب ان کے دفع ہو جانے سے پیش نظر ہو گئے اور جبکہ حق سبحانہ بتوسط روح عقل کے ہاتھ نہیں کھولتے تو اس وقت خس و خاشاک افکار و ادہام بڑھتے رہتے ہیں اور آب مغیبات کو جس کا ظہور تم کو مطلوب ہے پوشیدہ کرتے رہتے ہیں۔ پس وہ خس و خاشاک تو ہوائے نفس سے ہنتے کھیلتے ہیں اور عقل بیٹھی قسمت کو روتی ہوتی ہے کیونکہ حواس اس پر غالب اور وہ ان کی مغلوب ہوتی ہے کیونکہ روح اس کی امداد نہیں کرتی کہ اس کو ان کینوں کے زرنے سے چھڑائے نیز اپنی مطلوب یعنی ادراک مغیبات سے دور ہوتی ہے اس لئے روتی ہے برخلاف اس کے جب روح اس کی امداد کرتی ہے یعنی تقویٰ اختیار کر کے خواہشات نفسانیہ کے دست تعدی کو باندھتی ہے اس وقت حق سبحانہ اس کے توسط سے عقل کے ہر دو دست کھولتی ہیں۔ پس عقل حواس پر جو کہ اب تک غالب تھے تسلط کر کے ان کو مغلوب کرتی اور اپنا منقاد بناتی ہے اور ان کو بیداری ہی میں سلا دیتی ہے یعنی حالت خواب ہی کی طرح معطل کر دیتی ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ روح سے مغیبات کا ظہور ہونے لگتا ہے۔ پس ثابت ہوا کہ شیخ کا بیداری میں لڑکوں کو دیکھنا کچھ مستبعد نہیں بلکہ اگر اور لوگ بھی ویسا ہی کریں جیسا کہ شیخ نے کیا ہے تو ان کو بھی دکھلائے دے سکتے ہیں۔ بشرطیکہ کوئی حکمت حصول کشف سے مانع نہ ہو۔

شرح شبیری

ایک اندھے کا قصہ کہ وہ قرآن شریف کو دیکھ کر پڑھتے تھے اور قرآن پڑھنے کے وقت وہ اللہ کے حکم سے پینا ہو جایا کرتے تھے

دید در بغداد یک شیخ فقیر	مصحفے در خانہ پیر ضریر
ایک فقیر شیخ نے بغداد میں	ایک نابینا پیر کے گھر میں قرآن دیکھا

یعنی ایک درویش بزرگ نے بغداد میں ایک اندھے بوڑھے کے یہاں قرآن شریف دیکھا۔

گشت صیفش در تموز پر ز سوز	ہر دو زاہد جمع باہم چند روز
جھلتی گرمی کے زمانے میں اس کا مہمان بن گیا	دلوں بزرگ چند روز کے لئے اکٹھے ہو گئے

یعنی یہ درویش اس کے مہمان تموز گرم میں ہو گئے تھے تو دونوں زاہد چند روز تک جمع رہے یعنی یہ شیخ ان اندھے یہاں گرمی کے دنوں میں مہمان ہوئے تھے تب انہوں نے ان کے یہاں قرآن شریف رکھا ہوا دیکھا۔

گفت اینجاے عجب مصحف چراست	چونکہ نابیناست این درویش راست
اس نے (دل میں) کہا تعجب ہے یہاں قرآن کیوں ہے؟	کیونکہ درویش تو بالکل نابینا ہے

یعنی اس درویش نے کہا کہ تعجب ہے کہ یہ قرآن شریف یہاں کیوں ہے جبکہ یقیناً یہ درویش نابینا ہے (دیکھئے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے قرآن شریف کو فضول کوئی نہ رکھتا تھا جب تو ان شیخ کو تعجب ہوا کہ یہ تو ہے اندھا پھر قرآن فضول کیوں رکھا ہے ورنہ اس زمانہ میں تو چاہے عمر بھر کھول کر بھی نہ دیکھے مگر گھر میں رکھے ہونے سے کوئی تعجب نہیں ہوتا اس لئے کہ پڑھنے کی عادت ہی نہیں رہی افسوس صد افسوس)

اندریں اندیشہ تشویشش فرود	کہ جزا اور نیست اینجا باش و بود
اس خیال سے اس کی تشویش بڑھ گئی	کہ اس جگہ تو اور کسی کا رہن سہن نہیں ہے

یعنی اس فکر میں ان کو تشویش بڑھ گئی کہ اس جگہ اور کسی کی تو بود و باش ہی نہیں ہے (کہ یہ کہا جاوے کہ وہ دوسرا آدمی پڑھتا ہوگا پھر کیوں رکھا ہے)

اوست تنہا مصحف آویختہ	من نیم گستاخ یا آمیختہ
وہ تنہا ہے قرآن آویزاں ہے	میں شوخ یا گھلا ملا نہیں ہوں

یعنی یہ تو تنہا ہی ہے اور مصحف لٹکا ہوا ہے اور میں بے تکلف یا ملا جلا نہیں ہوں۔

تابہ پرسم نے خمیش صبرے کنم	تا بصرے بر مرادے بر زخم
کہ دریافت کروں یا خاموش رہ کر صبر کروں	تاکہ صبر کے ذریعہ مقصد حاصل کر لوں

یعنی تاکہ پوچھ ہی لوں اور نہ خاموش ہی رہ سکتا ہوں (اب خود فیصلہ کرتے ہیں کہ) میں صبر کرتا ہوں تاکہ صبر کی وجہ سے مراد پر پہنچ جاؤں۔

صبر کرد و بود چندے در حرج	کشف شد کالصبر مفتاح الفرج
اس نے صبر کر لیا اور کچھ دن پریشان رہا	(معاملہ) کھل گیا کیونکہ صبر کرنا کشادگی کی چابی ہے

یعنی انہوں نے صبر کیا اور چندے تنگی میں رہے تو (ان پر وہ راز جیسا کہ آگے معلوم ہوگا) کھل گیا اس لئے کہ صبر کشادگی کی کنجی ہے۔ آگے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

صبر نجست اے برادر صبر کن	تاشقا یا بے تو زیں رنج کہن
--------------------------	----------------------------

اے بھائی صبر خزانہ ہے صبر کر	تاکہ تو اس پرانے نم سے شفا حاصل کر لے
------------------------------	---------------------------------------

یعنی اے بھائی صبر ایک خزانہ ہے تو تم صبر کیا کرو تا کہ اس رنج کہنہ سے تم شفا پاؤ یعنی جس قدر افکار وغیرہ تم کو ہوں گے صبر سے سب حل ہو جائیں گے انشاء اللہ۔

صبر تلخ ست و یروا شکرت	صبر سوئے کشف ہر سر رہبر ست
------------------------	----------------------------

صبر کڑوا ہے اس کا پھل شکر ہے	صبر ہر راز کے کھلنے کا راہر ہے
------------------------------	--------------------------------

یعنی صبر ہر بھید کے کشف کی طرف رہبر ہے اور صبر خود تلخ ہے مگر اس کا پھل شیریں ہے اس صبر پر آگے حضرت لقمان علیہ السلام کی حکایت لاتے ہیں کہ انہوں نے بھی صبر کیا تھا تو ان پر بھی وہ بھید جس کے وہ طالب تھے ظاہر ہو گیا۔

لقمان علیہ السلام کا جس وقت کہ انہوں نے دیکھا کہ داؤد علیہ السلام لوہے کی کڑیاں بنا رہے ہیں پوچھنے سے صبر کرنا اس سبب سے کہ صبر موجب راحت و فرح ہے

رفت لقمان سوئے داؤد نبی	خلقہ سے کردا و پولاد اپنی
-------------------------	---------------------------

(حضرت) لقمان داؤد نبی کے یہاں گئے	وہ سخت فولاد کے طلقے بنا رہے تھے
-----------------------------------	----------------------------------

یعنی لقمان علیہ السلام داؤد علیہ السلام کے پاس صفا (حاصل کرنے) کے لئے گئے تو دیکھا کہ وہ لوہے کی کڑیاں بنا رہے ہیں۔

جملہ را با یکدگر درے فگند	ز آہن و پولاد آن شاہ بلند
---------------------------	---------------------------

سب (حلقوں) کو ایک دوسرے میں ڈال رہے تھے	لوہے اور فولاد سے وہ شاہ عالی
---	-------------------------------

یعنی سب کو ایک دوسرے میں لوہے اور فولاد سے وہ شاہ بلند ڈال رہے تھے۔

صنعت زراوا و کم دیدہ بود	در تخریے ماند و وسواش فرود
--------------------------	----------------------------

ان (حلقوں) نے زرہ بننے والے کی کارگیری نہ دیکھی تھی	وہ حیران رہ گئے اور دوسے بڑھ گئے
---	----------------------------------

یعنی زرہ بنانے والے کی صنعت کو لقمان علیہ السلام نے دیکھا نہ تھا تو وہ تعجب میں رہ گئے اور ان کا دوسرہ بڑھا۔

کایں چه شاید بودو ابرسم ازو	کہ چه می سازد ز حلقہ تو بتو
-----------------------------	-----------------------------

کہ یہ کیا بنے گا ان سے پوچھوں	کہ وہ مسلسل حلقوں سے کیا بنا رہے ہیں؟
-------------------------------	---------------------------------------

یعنی کہ اس کا کیا ہوگا میں ان سے پوچھوں کہ تم تو بتو حلقے کیا بنا رہے ہو۔

باز با خود گفت صبر اولے ترست	صبر با مقصود زو تر رہبر ست
------------------------------	----------------------------

پھر اپنے آپ سے کہا کہ صبر زیادہ مناسب ہے	صبر مقصد کا تیز رہنا ہے
--	-------------------------

یعنی پھر اپنے سے کہا کہ صبر زیادہ اولیٰ ہے اور صبر مقصود تک جلدی رہبر ہے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

چوں نہ پرسی زودتر کشف شود	مرغ صبر از جملہ پران تر رو
اگر تو نہ پوچھے جلد تجھ پر ظاہر ہو جائے گا	صبر کا پرند 'تمام پرندوں سے تیز اڑتا ہے

یعنی اگر تم نہ پوچھو گے تو تم کو جلدی ہی ظاہر ہو جاوے گا اس لئے کہ مرغ صبر سب سے زیادہ اڑنے والا ہوتا ہے۔

ور پرسی دیر تر حاصل شود	سہل از بے صبریت مشکل شود
اگر تو پوچھے گا دیر میں حاصل ہو گا	تیری بے صبری سے آسان (بھی) مشکل ہو جائے گا

یعنی اور اگر پوچھو تو وہ دیر میں حاصل ہو گا اور سہل تمہاری بے صبری کی وجہ سے مشکل ہو جاوے گا۔ پوچھنے یا نہ پوچھنے سے مراد صبر کرنا یا نہ صبر کرنا ہے۔ مطلب یہ کہ اگر صبر کرو گے تو وہ بات جلدی معلوم ہوگی اور بے صبری سے معلوم ہوتی ہوئی بھی مشکل ہو جاوے گی۔

چونکہ لقمان تن بزد اندر زمان	شد تمام از صنعت داؤد آن
چونکہ لقمان اس وقت خاموش ہو گئے	وہ (کام حضرت) داؤد کی کاریگری سے مکمل ہو گیا

یعنی جبکہ لقمان اس وقت چپ ہو رہے تو وہ (زرہ) داؤد علیہ السلام کے بنانے سے پوری ہو گئی۔

پس زرہ سازید و در پوشید او	پیش لقمان حکیم نیک خو
تب انہوں نے زرہ بنا لی اور اس کو پہنا	صابر دانا لقمان کے سامنے

یعنی پھر داؤد علیہ السلام نے زرہ بنا کر اس کو لقمان حکیم نیک خو کے سامنے پہنا۔

گفت این نیکو لباس ست اے فتنے	در مصاف و جنگ دفع زخم را
فرمایا اے جوان! یہ اچھا لباس ہے	لڑائی کے میدان میں زخم کی روک کیلئے

یعنی داؤد علیہ السلام نے فرمایا کہ اے فتنے یہ مصاف اور جنگ میں زخم کے دفع کرنے کے لئے اچھا لباس ہے۔

گفت لقمان صبر نیکو ہمدے است	کو پناہ و دفع ہر جانغی است
لقمان نے فرمایا کہ صبر اچھا ساتھی ہے	کیونکہ وہ ہر مقام پر غم کی پناہ اور دفع ہے

یعنی لقمان نے فرمایا کہ صبر ایک اچھا ہمد ہے کہ وہ ہر جگہ پناہ اور دفع غم کا ہے۔ مولانا فرماتے ہیں۔

صبر را با حق قرین کرد اے فلان	آخر والعصر را انگہ بخوان
اے فلاں! صبر کو حق کا ساتھی بنایا ہے	ہوش سے والعصر کا آخر پڑھ لے

یعنی حق تعالیٰ نے صبر کو حق کے ساتھ قرین کیا ہے اے شخص تو اس وقت والعصر کے آخر کو پڑھ۔ والعصر میں ہے کہ وتواصوا بالحق وتواصوا بالصبر حق سے مراد عقائد ہیں مولانا کا مطلب یہ ہے کہ صبر وہ ہے کہ حق تعالیٰ نے اس کو عقائد کے ساتھ بیان فرمایا ہے تو کس درجہ کی شے ہوگی۔

صد ہزاران کیمیا حق آفرید	کیمیائے ہچو صبر آدم ندید
--------------------------	--------------------------

اللہ (تعالیٰ) نے لاکھوں کیمیائیں پیدا کی ہیں	مگر جیسی کیمیا آدم نے نہیں دیکھی ہے
--	-------------------------------------

یعنی حق تعالیٰ نے لاکھوں کیمیائیں پیدا فرمائیں مگر (بنی) آدم نے صبر جیسی کوئی کیمیا نہیں دیکھی۔ مطلب یہ ہوا کہ صبر بہت ہی عمدہ اور حصول مقصود میں امداد دینے والی شے ہے آگے ان شیخ نابینا کا بقیہ قصہ فرماتے ہیں کہ۔

اس نابینا کا باقی قصہ اور اس کا دیکھ کر قرآن پڑھنا

مرد مہمان صبر کرد و ناگہان	کشف گشتش حال مشکل در زمان
----------------------------	---------------------------

مہمان شخص نے مہر کیا اور اپنا	اس پر مشکل کا مال ذرا کھل گیا
-------------------------------	-------------------------------

یعنی اس مرد مہمان نے صبر کیا تو نگاہ اسی زمانہ میں وہ حال مشکل اس پر کھل گیا (اس طرح کہ)

نیم شب آواز قرآن را شنید	جست از خواب آن عجائب را بید
--------------------------	-----------------------------

آدھی رات کو قرآن کی آواز سنی	یہ نیند سے اٹھا اور عجائب دیکھے
------------------------------	---------------------------------

یعنی اس مہمان نے آدھی رات کو قرآن کی آواز سنی تو نیند سے اٹھ بیٹھا اور یہ عجائب دیکھا کہ:-

کہ ز مصحف کور میخواند درست	گشت بیصر و ازو آں حال جست
----------------------------	---------------------------

کہ پڑھتا قرآن کو دیکھ کر صحیح پڑھ رہے ہیں	بے مہر ہو گیا اور ان سے اس حال کی جستجو کی
---	--

یعنی کہ قرآن شریف سے وہ اندھا ٹھیک ٹھیک پڑھ رہا ہے تو یہ مہمان بے مہر ہو گیا۔ اور اندھے سے اس حال کی جستجو کی۔

گفت چوں کوری عجب بے چشم و نور	چوں ہی خوانی و می بینی سطور
-------------------------------	-----------------------------

کہا جبکہ آپ نابینا ہیں بغیر آنکھ اور روشنی کے	آپ کیسے پڑھتے ہیں اور سطریں دیکھتے ہیں؟
---	---

یعنی اس نے کہا کہ تو کیسا عجیب اندھا بے چشم و نور کے ہے اور تو کس طرح پڑھ رہا ہے اور کس طرح سطروں کو دیکھ رہا ہے۔

انچہ میخوانے بر آن افتادہ	دست را بر حرف آن بہنہادہ
---------------------------	--------------------------

جو کلمہ آپ پڑھتے ہیں اسی پر ہوتے ہیں	ہاتھ کو اس کے حرف پر رکھتے ہیں
--------------------------------------	--------------------------------

یعنی جو کلمہ پڑھتا ہے اسی پر پڑا ہوا ہے اور تو نے ہاتھ کو اسی حرف پر رکھ رکھا ہے۔

اصبعت در سیر پیدا میکند	کہ نظر بر حرف داری مستند
-------------------------	--------------------------

رنگار میں آپ کی انگلی ظاہر کرتی ہے	کہ آپ صحیح طور پر حرف پر نظر رکھتے ہیں
------------------------------------	--

یعنی تیری انگلی چلنے میں ظاہر کر رہی ہے کہ تو یقیناً حرف پر نظر رکھتا ہے۔

گفت اے گشتہ ز جہل تن جدا	این عجب داری از صنع خدا
--------------------------	-------------------------

انہوں نے کہا اے وہ کہ جو جسمانی جہالت سے جدا ہو گیا ہے	تو اللہ (تعالیٰ) کی کارگیری پر تعجب کرتا ہے
--	---

یعنی اس اندھے نے کہا کہ اے شخص جو جہل تن سے جدا ہے کیا تو قدرت خدا سے یہ عجب بات سمجھا ہے چونکہ یہ دوسرے بھی بزرگ ہیں اس لئے اس نے کہا کہ آپ جہل باتوں سے جدا ہیں اور آپ کو اس عالم کا انکشاف ہے پھر آپ اس سے تعجب کیوں کرتے ہیں یہ تو قدرت حق ہے اور اس کی وجہ ظاہری یہ ہوئی ہے کہ۔

من زحق درخواستم کاے مستعال	بر قرأت من حر یصم ہچو جان
میں نے اللہ (تعالیٰ) سے درخواست کی کہ اے مددگار	مجھے قرآن پڑھنے سے جان کی برابر محبت ہے

یعنی میں نے حق تعالیٰ سے درخواست کی تھی کہ اے مستعان میں قرآن پڑھنے پر جان کی طرح حریص ہوں۔ یعنی جس طرح کہ مجھے اپنی جان سے محبت ہے اسی طرح قرآن خوانی سے انس ہے۔

نیستم حافظ مرا نورے بدہ	در دودیدہ وقت خواندن بے گره
میں حافظ نہیں ہوں مجھے روشنی عطا کر دے	دونوں آنکھوں میں بغیر رکاوٹ کے پڑھتے وقت

یعنی میں حافظ ہوں نہیں تو آپ میری دونوں آنکھوں میں قرآن پڑھنے کے وقت ایک نور بے رکاوٹ کے عطا فرمادیجئے۔

بازدہ دو دیدہ ام را آن زمان	کہ بگیرم مصحف و خوانم عیان
اس وقت میری دونوں آنکھیں مجھے لوٹا دے	جبکہ میں قرآن اٹھاؤں اور دیکھ کر پڑھوں

یعنی وہ نور میری دونوں آنکھوں کو واپس دیدیا کیجئے جبکہ میں مصحف لوں اور عیاناً پڑھوں۔

آمد از حضرت ندا کاے مردکار	اے بہر رنجے بہا امید وار
بارگاہ (خداوندی) سے آواز آئی اے ہامل!	اے وہ کہ ہر تکلیف میں ہم سے امیدوار ہے

یعنی حضرت حق نے ندا آئی کہ اے مردکار اور اے وہ شخص جو کہ ہر تکلیف میں ہمارا امیدوار ہے۔

حسن ظن ست و امید خوش ترا	کہ ترا گویم بہر دم بر ترا
یہ تیرا حسن ظن ہے اور اچھی امید	جو تجھ سے کہتی ہے کہ ہر سانس میں ترقی کر

یعنی تجھے حسن ظن اور امید خوش یہ ہے کہ میں تجھے ہر دم کہوں گا کہ ترقی کر مطلب یہ کہ تجھے امید ہے کہ ہم تجھے ہر دم ترقی دیں گے اسی لئے تو ایسی باتیں ہم سے مانگتا ہے تو سن رکھ کہ۔

ہر زمان کہ قصد خواند باشدت	یا ز مصحفا قرأت بادیت
جس وقت تیرا پڑھنے کا ارادہ ہو گا	یا قرآنوں سے (دیکھ کر) تو پڑھنا چاہے گا

یعنی جس وقت کہ تیرا قصد قرآن پڑھنے کا ہو یا قرآن سے تجھے کچھ پڑھنے کی ضرورت ہو۔

من در آل دم داد ہم چشم ترا	تا فروخوانے معظم جوہرا
میں اس وقت تیری آنکھیں لوٹا دوں گا	تاکہ تو خوب پڑھ لے اے بڑے جوہرا!

یعنی میں اس وقت وہ نور تیری آنکھ کو دیا کروں گا تاکہ تم پڑھ لیا کرو اے معظم ذات۔ تو حق تعالیٰ نے یہ وعدہ فرمایا تھا۔ آگے فرماتے ہیں کہ۔

ہچمان کرد و ہر آنگاہے کہ من	واکشایم مصحف اندر خواندن
-----------------------------	--------------------------

اس (اللہ تعالیٰ) نے ایسا ہی کیا اور جبکہ میں	پڑھنے میں قرآن کھولا ہوں
--	--------------------------

یعنی حق تعالیٰ نے ایسا ہی کیا کہ جس وقت میں قرآن شریف پڑھنے کے لئے کھولتا ہوں۔

آن خبیرے کونشد غافل زکار	آن گرامی بادشاہ کردگار
--------------------------	------------------------

تو وہ خبیر جو کام سے غافل نہیں ہے	وہ عزیزا کردگار بادشاہ
-----------------------------------	------------------------

یعنی وہ خبیر جو کہ کسی کام سے غافل نہیں ہے اور وہ معظم بادشاہ حق تعالیٰ۔

باز بخشم بیشم آن شاہ فرد	در زمان ہچون چراغ شب نورد
--------------------------	---------------------------

وہ یکتا شاہ میری بیٹائی دوبارہ عنایت کر دیتا ہے	نورا تاریکی کو لپٹ دینے والے چراغ جیسی
---	--

یعنی وہ شاہ یکتا ہیں بیش کو پھر اسی وقت عطا فرمادیتا ہے۔ مثل چراغ شب نورد کے یعنی جس طرح کہ چراغ تاریکی کو زائل کر دیتا ہے اسی طرح وہ روشنی تاریکی کو زائل کر دیتی ہے چونکہ مولانا نے یہاں ایک حکایت ان شیخ قطع کی بیان کی ہے کہ وہ بے ہاتھ کے زنبیل بن رہے تھے دوسری حکایت ان شیخ ضریر کی کہ بے آنکھوں کے قرآن خوانی میں مشغول تھے اس لئے آگے فرماتے ہیں کہ۔

زین سبب بنود ولی را اعتراض	ہرچہ بستاند فرستد اعتیاض
----------------------------	--------------------------

اسی لئے 'دلی کو کوئی اعتراض نہیں ہوتا ہے	(کیونکہ) جو کچھ وہ لیتا ہے بدلہ بھیج دیتا ہے
--	--

یعنی اسی لئے ولی کو اعتراض نہیں ہوتا کہ حق تعالیٰ جو کچھ لیتے ہیں اس کا عوض بھیج دیتے ہیں۔ جیسا کہ ان دونوں قصوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک کے ظاہری ہاتھ لے لئے تو باطنی ہاتھ عطا فرمادیے اور ایک کی ظاہری آنکھیں لے لیں تو باطنی آنکھیں عطا فرمادیں۔ اور یہاں تو عوض مثل مقصود کے تھا۔ مگر ہمیشہ یہ ضروری نہیں ہے بلکہ اصل یہ ہے کہ عوض تو ضرور ملتا ہے مگر یہ ضرور نہیں کہ جو ہم چاہیں وہی مل جائے بلکہ جو علم حق میں بہتر ہوتا ہے وہی ملتا ہے آگے ایک مثال فرماتے ہیں کہ:-

گر بسوزد باغنت انگورے دہد	در میان ماتمت سورے دہد
---------------------------	------------------------

اگر وہ تیرا باغ جلاتا ہے انگور دے دیتا ہے	رنج کے دروان خوشی دے دیتا ہے
---	------------------------------

یعنی اگر تمہارا باغ جلا دیں تو انگور دے دیتے ہیں اور ماتم کے درمیان میں تم کو خوشی عطا فرماتے ہیں۔

آن شل بے دست رادستے دہد	کان غمہارا دل مستے دہد
-------------------------	------------------------

وہ ہاتھ کئے نئے کو ہاتھ دے دیتا ہے	غموں کی کان کو مست دل دے دیتا ہے
------------------------------------	----------------------------------

یعنی وہ شل بے دست و پا کو ہاتھ عطا فرماتے ہیں اور معدن غموم کو دل مست (عن السرور) دیتے ہیں۔ مطلب یہ کہ جو کچھ بھی وہ لے لیں اس کا عوض ضرور ملتا ہے خواہ وہ مرضی موافق اس فائد کے ہو یا نہ ہو اور خواہ دنیا میں ملے یا آخرت میں مگر ملے پر ملے۔ جب یہ حالت ہے تو فرماتے ہیں کہ۔

لاسلم و اعتراض از ما برفت	چوں عوض می آید از مقصود رفت
---------------------------	-----------------------------

"ہم نہیں مانتے ہیں" (کہتا) اور اعتراض ہم سے رخصت ہو گیا ہے	جبکہ ہم شدہ کا ہماری بدلہ آ جاتا ہے
--	-------------------------------------

یعنی ہم سے لانسلم اور اعتراض جاتا رہا۔ جبکہ عوض مقصود کا عظیم مل جاتا ہے ماسے مراد فرقہ یعنی ہمارے گروہ میں اعتراض نہیں ہے۔ اور یہ گروہ اعتراض نہیں کرتی اس لئے کہ ہر مقصود کا ان کو اس سے بڑھ کر عوض مل جاتا ہے۔

چوں کہ بے آتش مرا گرے دہد	راضیم گر آتش مارا کشد
جبکہ بغیر آگ کے ہمیں گرمی ملتی ہے	میں راضی ہوں اگر وہ ہماری آگ بجھا دے

یعنی جبکہ بے آتش کے مجھے گرمی عطا فرماتے ہیں تو میں راضی ہوں اگر میری آگ کو بجھا دیں مطلب یہ کہ ہمیں یہ مجال نہیں کہ ہم یہ کہیں کہ اس کام کو اس طریق سے انجام دیا جائے بلکہ ہم تو یہ دیکھتے ہیں کہ اصل کام ہو جاوے سوا اگر مثلاً وہ بے آگ کے ہمارے لئے گرمی پیدا کر دیں تو ہمارا کیا حرج ہے۔ مقصود جو تھا وہ تو حاصل ہے۔

چونکہ بے چشمے بہ بخشد دیدنے	این چنین کوریت چشم روشنی
جبکہ وہ بغیر آنکھ کے دیکھ لینا عطا فرما دیتا ہے	ایسا اندھا پن روشن آنکھ ہے

یعنی جبکہ بے (ظاہری) آنکھ کے بینائی عطا فرماتے ہیں تو ایسی کوری تو چشم روشن ہے (پھر اس آنکھ کے مفقود ہونے سے کیا حرج ہوا)

بے چراغے چون دہد او روشنی	گر چراغ شد چه افغان میکنی
جبکہ وہ بغیر چراغ کے روشنی عطا فرما دیتا ہے	اگر تیرا چراغ بجھ جائے تو کیوں شکایت کرتا ہے

یعنی بے چراغ کے جب وہ روشنی عطا فرماتے ہیں تو اگر تمہارے پاس چراغ نہ ہو تو فغان کیوں کرتے ہو۔ اس لئے کہ مقصود تو حاصل ہے اب جس طرح وہ چاہیں اس طرح کرتے ہیں اس کی کیا ضرورت ہے کہ تمہاری مرضی کے مطابق ہوا کرے آگے اولیاء اللہ کے مذاق کو ذکر فرماتے ہیں کہ بعض ایسے راضی برضا ہوتے ہیں کہ وہ دعا کرنا بھی حرام جانتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ دعا کرنا گویا کہ قضا میں دخل دینا ہے مگر یہ ان کا ایک حال ہوتا ہے کہ اس میں مغلوب ہو کر وہ دعا نہیں کر سکتے۔ باقی کامل وہ ہے جو کہ قضا پر راضی ہو۔ اور پھر رضا کے ساتھ دعا بھی کرے اس لئے کہ دیکھو یہ تو مسلم ہے کہ انبیاء علیہم السلام سب کامل تھے اور ان کو رضاء کامل حاصل تھی مگر باوجود اس کے وہ دعا فرماتے تھے تو دعا کرنا تو ایک حال ہے اور رضا کے ساتھ دعا کو جمع کرنا یہ نشانی جامعیت کی ہے اور کمال یہی ہے مگر بعض مغلوب الحال بزرگوں کی یہ شان ہوئی ہے کہ وہ قضا کے سامنے دعا کو بھی اچھا نہیں سمجھتے۔ اب سنئے فرماتے ہیں کہ

شرح صلیبی

ترجمہ و تشریح: ایک وقت ایک بزرگ نے ایک نابینا بڑے میاں کے ہاں ایک قرآن دیکھا۔ یہ بزرگ ان کے ہاں گرمی کے زمانہ میں مہمان ہوئے تھے۔ خیر کچھ عرصہ تک دونوں بزرگ یکجا رہے ایک روز ان کو خیال ہوا کہ بڑے تعجب کی بات ہے کہ یہاں یہ قرآن کیوں ہے اس لئے کہ یہ فقیر تحقیقاً نابینا ہیں اس لئے یہ نہیں پڑھ سکتے۔ وہ یوں تسکین حاصل کر سکتے تھے کہ شاید کوئی اور رہتا ہو اور وہ پڑھتا ہو لیکن جب یہ خیال ہوا کہ یہاں صرف وہی ہیں اور ان کے سوا اور کوئی رہتا بھی نہیں اور قرآن لٹکا ہوا ہے تو ان کی تشویش اور بھی بڑھی پھر سوچا کہ میں گستاخ یا بے تکلف بھی نہیں کہ پوچھ ہی لوں۔ اب مجھے کیا کرنا چاہئے اس کے بعد سوچا کہ نہیں کچھ نہ کرنا چاہئے بلکہ خاموش رہنا اور صبر کرنا چاہئے تاکہ صبر کی بدولت مجھے مقصود تک رسائی حاصل ہو۔ آخر کار انہوں نے صبر کیا۔ چند روز تو ان کو پریشانی رہی مگر آخر کو وہ راز ان پر منکشف ہو گیا کیونکہ صبر فراموشی کا ذریعہ ہے۔ اس لئے کہ اس کی بدولت ان کو

فراخی حاصل ہونا ضرور تھا۔ قبل اس کے کہ ہم تفصیل انکشاف بیان کریں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ صبر کے متعلق نصیحت کریں سنو تم کو صبر کرنا چاہئے کیونکہ صبر ایک عظیم الشان دولت ہے اس کے باعث تم کو اس تکلیف سے نجات اور اس پرانی بیماری سے شفا حاصل ہوگی۔ جس میں تم مبتلا ہو۔ نیز یاد رکھو کہ صبر کو ہر راز کے انکشاف میں بہت بڑا دخل ہے مگر بشرطیکہ کوئی اس سے بڑی مصلحت مزاحم نہ ہو اور صبر کوئی نفسہ ناگوار ہے مگر اس کا نتیجہ نہایت خوشگوار ہے۔ اب ہم ایک واقعہ بیان کرتے ہیں جس سے اس کی تصدیق ہو کہ صبر کو کشف راز میں دخل تام ہے اور وہ کشف راز میں بالخاصیت موثر ہے۔ حضرت لقمان خلوص کے ساتھ حضرت داؤد علیہ السلام کی خدمت میں تشریف لے گئے اور دیکھا کہ وہ لوہے کے حلقے بنا رہے ہیں اور ان لوہے اور فولاد کے حلقوں کو ایک دوسرے میں ڈال رہے ہیں تو چونکہ انہوں نے زرہ سازی کا کام کبھی دیکھا نہ تھا اس لئے وہ بہت متعجب ہوئے اور ان کے دل میں مختلف خیالات بیچ و تاب کھانے لگے۔ انہوں نے خیال کیا کہ یہ کیا ہو گا مجھے پوچھنا چاہئے کہ آپ حلقوں کو اوپر تلے رکھ کر کیا بنا رہے ہیں۔ پھر اپنے دل میں کہا کہ پوچھنا مناسب نہیں۔ صبر ہی بہتر ہے کیونکہ صبر بہت جلد مقصود تک پہنچا دیتا ہے۔ جبکہ تم نہ پوچھو گے تو یہ راز بہت جلد منکشف ہو جائے گا۔ کیونکہ پرندہ صبر تمام پرندوں سے تیز اڑنے والا ہے اور مقصود تک سب سے پہلے پہنچنے والا ہے اور اگر پوچھو گے تو مقصود دیر میں حاصل ہوگا۔ کیونکہ بے صبری سے آسان کام بھی مشکل ہو جاتا ہے خیر تو جبکہ حضرت لقمان اس وقت خاموش رہے تو حضرت داؤد علیہ السلام نے اس کو مکمل کر لیا۔ پس انہوں نے زرہ بنا کر اس کو حضرت لقمان صابر کے سامنے پہنا اور فرمایا کہ یہ لڑائی اور مقابلہ کے وقت زخم کو دفع کرنے کے لئے بہتر لباس ہے جبکہ حضرت لقمان کو صبر کا پھل مل گیا تو انہوں نے فرمایا کہ واقعی صبر اچھا رفیق ہے کہ وہ ہر جگہ غم سے پناہ دینے والا اور اس کو دفع کرنے والا ہے تم کو صبر کی عظمت اور مہتمم بالشان ہونا اس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ حق سبحانہ نے صبر کو حق کے ساتھ مقارن کیا ہے سورہ العصر کو غور سے پڑھو دیکھو اس میں ہے تو اوصوا بالحق و تو اوصوا بالصبر (تنبیہ) مولانا کے انداز بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے حق سے مراد حق سبحانہ سمجھا ہے اس وقت معنی یہ ہوں گے کہ تم کو حق سبحانہ کا لحاظ رکھنا چاہئے کہ کوئی بات اس کی مرضی کے خلاف نہ ہو اور صبر کا بھی لحاظ رکھنا چاہئے کہ وہ چھوٹے نہ پاوے۔ تو جس طرح حق سبحانہ نے اپنے خیال رکھنے کی بابت امر فرمایا یوں ہی صبر کے لحاظ رکھنے کی بھی ہدایت کی ہے۔ اس سے اس کا مہتمم بالشان ہونا ظاہر ہے اور مفسرین نے حق سے ایمان یا مطلق امر شرعی مراد لیا ہے پس اگر ایمان مراد ہو تو حاصل یہ ہوگا کہ جس طرح ایمان کے لحاظ رکھنے کا امر فرمایا یوں ہی صبر کا خیال رکھنے کی بھی ہدایت کی اس سے بھی اس کی عظمت ظاہر ہے۔ اور اگر مراد مطلق امر شرعی ہو تو مطلب یہ ہوگا کہ گواہ حق سبحانہ مطلق امر شرعی کا خیال رکھنے کی ہدایت فرما چکے تھے اور اس میں صبر بھی آ گیا تھا مگر اس پر اکتفا نہیں کیا بلکہ استقلالاً اس کے ساتھ اس کو بیان کیا اس سے بھی اس کی عظمت ظاہر ہے واللہ اعلم) خلاصہ کلام کا یہ کہ حق سبحانہ نے سینکڑوں اعلیٰ درجہ کی چیزیں اور قلب ماہیت کر دینے والی اشیاء بنائیں۔ لیکن انسان کو تو صبر سے بڑھ کر کوئی کیمیا ملی نہیں اس سے تم سمجھ سکتے ہو کہ صبر کتنی بڑی دولت ہے جب یہ مضمون ختم ہوا تو ہم پھر اصل قصہ کی طرف لوٹتے ہیں اور کشف راز کی تفصیل بیان کرتے ہیں سنو۔ اس مہمان نے صبر کیا تو فوراً اس پر وہ حال مشکل منکشف ہو گیا۔ صورت اس کی یہ ہوئی کہ اس نے آدھی رات کے وقت قرآن کی آواز سنی اس کو سن کر وہ اٹھ بیٹھا اور اس نے یہ عجیب بات دیکھی کہ وہ نابینا دیکھ کر قرآن پڑھ رہا ہے اور بالکل ٹھیک ٹھیک پڑھ رہا ہے یہ دیکھ کر وہ بے تاب ہو گیا اور اس نابینا بزرگ سے دریافت کیا کہ حضرت یہ کیا راز ہے جبکہ آپ کی آنکھوں میں روشنی نہیں ہے تو آپ دیکھتے کیونکر ہیں۔ اور سطرین کیونکر پڑھتے ہیں میں دیکھتا ہوں کہ جو آپ پڑھتے ہیں اسی پر آپ کی توجہ بھی ہے اور اسی لفظ پر ہاتھ رکھا

ہے آپ کی انگلی کی حرکت بتلا رہی ہے کہ آپ بلاشبہ حروف کو دیکھتے ہیں۔ انہوں نے جواب دیا کہ تم تو عارف اور جہل جسم سے الگ ہو تم کو حق سبحانہ کی اس صنعت میں تعجب کیوں ہے بات یہ ہے کہ میں نے حق سبحانہ سے درخواست کی تھی کہ اے اللہ مجھے قرآن پڑھنے کا نہایت شوق ہے اور وہ مجھے جان کی طرح عزیز ہے میں حافظ تو ہوں نہیں کہ حفظ پڑھ لیا کروں۔ تو مجھے پڑھنے کے وقت روشنی عطا فرما دیا کہ مجھے پڑھنے میں دقت نہ ہو اور جبکہ میں تلاوت کرنا چاہوں تو مجھے آنکھیں دیدیا کرتا کہ میں قرآن لے کر اور دیکھ کر پڑھ سکوں تو حضرت حق سبحانہ کی طرف سے جواب ملا کہ تم بڑے کام کے آدمی ہو اور ہر مشکل کے حل کے ہمیں سے امیدوار رہتے ہو یہ تمہارا حسن ظن اور عمدہ امید ہی ہے جس کی بناء پر میں تم کو ہر لحظہ مزید قرب سے مشرف کرتا ہوں۔ اچھا جب تم قرآن پڑھنا چاہو یا یوں کہو کہ دیکھ کر تلاوت کرنا چاہو (معطوف و معطوف علیہ میں فرق عنوان تعبیری کا ہے ورنہ مقصود ایک ہی ہے اور ولی محمد کا اول کو تلاوت پر اور دوسرے کو اختلاف قرأت قراء جاننے پر محمول کرنا مجھے تکلف معلوم ہوتا ہے واللہ اعلم) تو میں وعدہ کرتا ہوں کہ تم کو آنکھیں دیدیا کروں گا تاکہ اے عظیم الذات تو قرآن پڑھ سکے۔ چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا کہ جب میں پڑھنے کے لئے قرآن کھولتا ہوں تو وہ دانائے راز جو کبھی کسی کام سے غافل نہیں ہوتا اور وہ معظم شہنشاہ اور صانع عالم اور شہنشاہ لاشریک مجھے روشن آنکھیں عطا فرماتا ہے جو تاریکی کی کو یوں لپیٹ کر رکھ دیتی ہیں جیسے چراغ تاریکی شب کو۔ یہ قصہ تو ہو چکا اب سنو کہ ولی کو جو حق سبحانہ کے فعل پر کوئی اعتراض نہیں ہوتا بلکہ وہ اس کو بلا چون و چرا تسلیم کر لیتا ہے اس کی وجہ ایک یہ بھی ہے کہ وہ جانتا ہے کہ حق سبحانہ جو چیز لیتے ہیں اس کا معاوضہ دیتے ہیں چنانچہ اگر وہ تمہارا باغ جلا دیتا ہے تو اس کے عوض تم کو انگور دیتا ہے اور عین غم میں تم کو خوشی عطا کرتا ہے اور لہجے کو ہاتھ عنایت کرتا ہے اور غم سے لبریز لوگوں کو دل مست عطا کرتا ہے۔ پس جبکہ ہم نے یہ دیکھا کہ ہمارے مطلوب سے بھی بڑا عوض ہم کو مل جاتا ہے تو ہم نے چون و چرا اور اعتراض چھوڑ دیا کیونکہ ایسی حالت میں نکتہ چینی محض فضول ہے۔ مثلاً اگر ہم کو بدوں آگ کے گرمی مل جاوے تو ہم کو آگ کے بجھ جانے کا کیا غم اگر وہ ہماری آگ کو بجھا دے تو ہم رضامند ہیں اور جبکہ وہ تم کو بلا آنکھ کے بینش عطا فرماوے تو تم کو کیا غم یہ اندھا پن تو خود ایک چشم روشن ہے پھر رنج کی کوئی وجہ ہے علیٰ ہذا اگر چراغ کے بدوں وہ تم کو روشنی دیں تو اگر ایسی صورت میں تمہارے چراغ کو گل کر دیں تو تمہارے ہائے وائے کرنے کی کوئی وجہ ہے۔

شرح شبیری

بعض اولیاء اللہ کی صفت کہ وہ احکام الہی پر راضی ہوتے اور یہ دعا نہیں کرتے کہ اے اللہ اس حکم کو پھیر دے

بشنو انکوں قصہ آن رہوان	کہ ندارند اعتراضے در جہان
اب ان رہناؤں کا قصہ سن	جو دنیا میں کوئی اعتراض نہیں کرتے ہیں

یعنی اب ان سالکوں کا قصہ سنو جو کہ دنیا میں اعتراض نہیں رکھتے ہیں۔

ز اولیاء اہل دعا خود دیکرند	کہ ہی دوزند و گا ہے مے درند
دعا کرنے والے اولیاء میں سے دوسرے ہیں	جو کبھی پتے ہیں اور کبھی بھاڑتے ہیں

یعنی اولیاء اللہ میں سے اہل دعا اور ہی ہیں جو کہ کبھی سیتے ہیں اور کبھی پھاڑتے ہیں مطلب یہ کہ صورتاً کچھ اپنی رائے بھی لگاتے ہیں تو ایسے حضرات تو اور ہیں۔

قوم دیگر می شناسم ز اولیا	کہ وہاں شان بستہ باشد از دعا
میں اولیاء میں سے دوسری قوم کو (بھی) جانتا ہوں	جن کا منہ دعا سے بند رہتا ہے

یعنی میں اولیاء اللہ کی ایک اور قوم کو پہچانتا ہوں کہ ان کا منہ دعا سے سلا ہوا ہے۔

از رضا کہ ہست رام آن کرام	جستن دفع قضا شان شد حرام
چونکہ رضا ان بصلوں کا معمول ہے	قضا کے فیصلہ کو روکنے کی جتنوں پر حرام ہے

یعنی رضا کی وجہ سے جو کہ ان کے کرام کی مطیع ہے قضا کا دفعیہ تلاش کرنا ان کے لئے حرام ہے (اس لئے کہ)

در قضا ذوقی ہی بیند خاص	کفر شان آید طلب کردن خلاص
وہ قضا میں خاص مزہ محسوس کرتے ہیں	غلامی چاہتا ان کو کفر (محسوس) ہوتا ہے

یعنی یہ حضرات قضا میں ایک ذوق خاص دیکھتے ہیں تو ان کو خلاصی طلب کرنا کفر معلوم ہوتا ہے۔

حسن ظنن بر دل ایشان کشود	کہ نپوشند از عزا جامہ کبود
ان کے دل پر حسن ظن (ایسا) طاری ہو گیا ہے	کہ وہ غم میں کالا کپڑا نہیں پہنتے ہیں

یعنی ان کے قلب پر ایک حسن ظن کھل گیا ہے کہ وہ کسی غم کی وجہ سے جامہ کبود نہیں پہنتے۔ مطلب یہ کہ چونکہ ان کو قضا سے ایک حسن ظن ہے اس لئے وہ کسی ظاہری غم سے غم نہیں کرتے۔

ہرچہ آید پیش ایشان خوش بود	آب حیواں گرد و از آتش بود
جان کو پیش آتا ہے اچھا لگتا ہے	اگر آگ ہو تو آب حیات بن جاتا ہے

یعنی ان کے سامنے جو کچھ آتا ہے اچھا ہی معلوم ہوتا ہے اور اگر آتش بھی ہو وہ آب حیوان بن جاتی ہے۔

زہر در حلقوم شان شکر بود	سنگ اندر راہ شان گوہر بود
ان کے گلے میں زہر شکر ہو جاتا ہے	ان کے راستہ کا پتھر جوہر ہو جاتا ہے

یعنی ان کے حلقوم میں زہر بھی شکر ہو جاتا ہے اور پتھر ان کی راہ میں گوہر ہو جاتا ہے مطلب یہ ہے کہ جب وہ کسی بات کو دیکھتے ہیں کہ یہ اقتضا قضا کا ہے تو وہ اس پر راضی رہتے ہیں۔ اگرچہ وہ بظاہر کیسی ہی ناگوار بات ہو مگر ان کو گوارا اور خوش ہی معلوم ہوتی ہے۔ اس کی مثال ایسی سمجھو کہ اگر کوئی محبوب مجازی کسی عاشق سے ملے اور پکڑ کر اس کی ناک دبا دے زور سے بغل میں دبا دے کہ اس عاشق کی ہڈی پسی الگ الگ ہونے لگے تو چونکہ یہ جانتا ہے کہ یہ جو کچھ کر رہا ہے میرا محبوب کر رہا ہے اس کو ان ظاہری تکلیف دہ باتوں سے تکلیف نہیں ہوتی بلکہ اس پر وہ سرور وصال اس قدر غالب ہوتا ہے کہ اس کلفت کو محسوس ہونے ہی نہیں دیتا۔ تو اسی طرح یہ حضرات قضا حق پر اس طرح راضی ہوتے ہیں کہ سچ یہ ہے کہ ان کو اس سرور کی وجہ سے کرب اور تکلیف معلوم ہی نہیں ہوتی ہے۔

جملگی یکسان بودشان نیک و بد	از چه باشد این ز حسن ظن خود
ان کے لئے اچھا برا سب یکساں ہوتا ہے	یہ کیوں ہوتا ہے؟ اپنے حسن ظن سے (ہوتا ہے)

یعنی ان حضرات کو سب نیک و بد یکساں ہی ہوتا ہے اور یہ کس وجہ سے ہوتا ہے اپنے حسن ظن کی وجہ سے مطلب یہ کہ بظاہر گوارا ہو یا ناگوار وہ ہر حالت میں خوش ہی رہتے ہیں اور ان کی یہ خوشی صرف اس لئے ہوتی ہے کہ جو ان کو حق تعالیٰ سے ایک حسن ظن ہوتا ہے اور وہ ہمیشہ خوش ہی رہتے ہیں۔

کفر باشد نزدشان کردن دعا	کاے الہ از ما بگردان این قضا
دعا کرنا ان کے نزدیک کفر ہوتا ہے	کہ اے خدا! اس قضا کو ہم سے لوٹا دے

یعنی ان کے نزدیک یہ دعا کرنا کہ اے الہی ہم سے اس قضا کو پھیر دے کفر ہے۔ مطلب یہ کہ وہ اس کو مشیت ایزدی میں دخل دینا سمجھتے ہیں اور مشیت میں دخل دینا کفر ہے ہی۔ لہذا وہ اپنے گمان کے مطابق اس کو کفر خیال کرتے ہیں اور یہ ان کی ایک حالت ہوتی ہے باقی اصل وہی ہے جو حالت کہ انبیاء کی تھی کہ رضا کے ساتھ دعا ہو آگے دو حکایتیں اسی کی کہ وہ دعا کو پسند نہیں کرتے اور قضا پر راضی رہتے ہیں لاتے ہیں ایک تو حضرت بہلولؓ کی کہ انہوں نے کسی بزرگ سے سوال کیا تھا کہ آپ کا مزاج کیسا ہے انہوں نے کہا کہ اس شخص کا مزاج کیا پوچھتے ہو کہ جس کی مرضی کے خلاف تمام جہان میں ایک پتا نہ ہلتا ہو۔ حضرت بہلولؓ بولے کہ اس کے کیا معنی ہیں ان بزرگ نے کہا کہ یہ تو مسلم ہے کہ حق تعالیٰ کی مرضی کے خلاف کوئی کام نہیں ہوتا اور جس نے اپنی مرضی کو مرضی حق میں فنا کر دیا ہو اور اس کو اتحاد (اصطلاحی) نصیب ہو چکا ہو تو جو کام کہ مرضی حق کے موافق ہونگے لامحالہ اس شخص کی مرضی کے بھی موافق ہوں گے اور بے مرضی حق کے کوئی پتاہل نہیں سکتا لہذا اس کی مرضی کے خلاف بھی کوئی کام جہان میں نہیں ہوتا۔ تو دیکھئے کہ یہ حضرت کیسے راضی بقضا تھے اور ایک حکایت شیخ دقوتی کی بیان فرمادیں گے جس کا خلاصہ ان شاء اللہ جب وہ شروع ہوگا بیان کیا جاوے گا۔ اب حضرت بہلولؓ کی حکایت سنئے۔

حضرت بہلولؓ کا ایک صاحب دل سے سوال کرنا اور ان کا جواب دینا

گفت بہلول آن یکے درویش را	چونے اے درویش واقف کن مرا
(حضرت) بہلولؓ نے اس ایک درویش سے کہا	اے درویش! تو کیا ہے مجھے بتا دے

یعنی حضرت بہلولؓ نے ایک درویش سے سوال کیا کہ اے درویش تم کیسے ہو ذرا مجھے بتاؤ تو مطلب یہ کہ پوچھا کہ آپ کا مزاج کیسا ہے۔

گفت چون باشد کسے کہ جاوداں	بر مراد او رود کار جہاں
اس نے کہا وہ شخص کیا ہو گا کہ ہمیشہ	جس کے ارادے کے مطابق دنیا کے کام چلتے ہوں

یعنی ان درویش نے کہا کہ وہ شخص کیا ہوگا کہ ہمیشہ اس کی مراد کے موافق دنیا کا کام چلتا ہو۔

سیل جو ہا بر مراد او روند	اختران ز انسان کہ او خواهد شدند
سیلاب اور نہریں اس کے ارادہ کے مطابق جاری ہوں	ستارے جس طرح وہ چاہے ہو جائیں

یعنی دریا کی رواں کی مراد کے موافق چلتی ہیں اور ستارے جس طرح وہ چاہتا ہے چلتے ہیں۔

زندگی و مرگ سرہنگان او	بر مراد او روا نہ کو بکو
زندگی اور موت اس کے سپاہی ہوں	جو اس کے ارادہ کے مطابق کوچہ کوچہ روانہ ہوں

یعنی زندگی اور موت اس کے خادم ہیں اور اس کی مراد کے موافق کو بکو روانہ ہوتے ہیں۔

ہر کجا خواہد فرستد تعزیت	ہر کجا خواہد بہ بخشد تہنیت
وہ جہاں چاہے تعزیت کو روانہ کرے	وہ جہاں چاہے مبارکبادی بخش دے

یعنی جہاں چاہے تعزیت کو بھیج دے اور جہاں چاہے تہنیت بخش دے۔

سالکان راہ ہم برگام او	ماندگاں از راہ ہم در دام او
راہ کے سالک بھی اس کے (لٹش) قدم پر ہوں	راہ سے عاجز بھی اس کے جال میں ہوں

یعنی سالکین راہ (حق) اس کے قدم پر ہیں اور جو راہ سے رہے ہوئے ہیں وہ اس کے دام میں ہیں۔

ہیچ دندانے نختد در جہاں	بے رضاؤ امر آں فرمانرواں
دنیا میں کوئی دانت نہ سکرائے	اس فرمان روا کی رضا اور حکم کے بغیر

یعنی کوئی دانت جہاں میں اس حاکم کی رضا کے بغیر ہنستا نہیں ہے۔

بے رضائے او نیستد ہیچ برگ	بے قضائے او نیاید ہیچ مرگ
اس کی فضا کے بغیر کوئی پتا نہ جڑے	اس کے حکم کے بغیر کوئی موت نہ آئے

یعنی بے اس کی رضا کے ایک پتا نہیں گرتا اور بے اس کی قضا کے کوئی موت نہیں آتی۔

بے مراد او نہ جبند ہیچ رگ	در جہان زاوج ثریا تا سمک
اس کے ارادہ کے بغیر کوئی رگ نہ پڑے	دنیا میں ثریا کی بلندی سے پھلی تک

یعنی بے اس کی مراد کے جہاں میں اوج ثریا سے سمک تک کوئی رگ نہیں ہلتی مطلب یہ کہ اوپر سے لے کر نیچے تک کوئی کام بے اس کی رضا کے نہیں ہوتا۔ اب اس کی دو صورتیں ہیں ایک تو یہ کہ رضا کاموں کے تابع ہو جاوے کہ جو ہو رضا وہاں چاہی جاوے۔ اور دوسری صورت یہ ہے کہ کام رضا کے تابع ہوں کہ جیسے مرضی ہو ویسے کام ہوا کریں مگر یہاں صورت اول مراد ہے کہ جہاں میں جس قدر کام ہوتے ہیں ہم سب پر راضی ہوتے ہیں۔ آگے خود ہی وہ اس صورت کو معین فرما دیں گے۔ غرض کہ جب انہوں نے ایسی بات کہی جس سے کہ ظاہر معلوم ہوتا ہے کہ سارا جہاں ان کے تابع ہے تو حضرت بہلول کو سن کر حیرت ہوئی اور بولے کہ

گفت اے شہ راست گفتی بچنیں	در فروسیمائے تو پیدا است این
(حضرت بہلول نے) کہا اے شاہ! تم نے سچ کہا ایسا ہی	آپ کے چہرے اور شان سے یہ ظاہر ہے

یعنی حضرت بہلول بولے کہ اے شاہ صاحب آپ نے ٹھیک فرمایا اسی طرح ہے اور آپ کی حالت اور علامت سے یہی ظاہر ہے۔

این و صد چندینی اے صادق و لیک	شرح کن این را بیاں کن نیک نیک
اے ہے! آپ ایسے ہی اور (اس سے) سینکڑوں گنا ہیں لیکن	اس کی تشریح کر دیجیادور صاف صاف بیان کر دیجئے

یعنی یہ اور سو گنا اس سے اے صادق (سب سچ ہے) لیکن اس کی شرح کرو اور اس کو خوب اچھی طرح بیان کرو۔ مطلب یہ کہ حضرت بہلول نے کہا کہ آپ نے جو کہا آپ کی شان مخدومیت تو اس سے بھی اعلیٰ ہے یہ اور سو گنا اور سب درست ہے مگر یہ سمجھ میں نہیں آتا اس کی شرح فرمادیجئے اور ذرا صاف کر کے بیان فرمادیجئے۔

آ پنجانکہ فاضل و مرد فضول	چون بگوش او رسد آرد قبول
ایسے طریقے پر کہ فاضل اور جاہل	اس کو دل و جان سے قبول کر لے

یعنی اس طرح (بیان فرمائیے) کہ فاضل اور غیر فاضل جس کے کان میں پہنچے وہ اس کو قبول کر لے۔

آ پنجانلش شرح کن اندر کلام	کہ آزان ہم بہرہ یابد عقل عام
گنگو میں اس کی اس طرح شرح کر دیجئے	کہ اس سے عوام کی عقل بھی حصہ حاصل کر لے

یعنی کلام میں اس کی اس طرح شرح فرمادیجئے کہ اس سے عقل عوام بھی حصہ پاوے مطلب یہ کہ اس طرح سلیس کر کے بیان فرمادیجئے کہ عوام بھی سمجھ لیں۔ آگے ایک مثال فرماتے ہیں کہ۔

ناطق کامل چوں خوان باشی بود	بر سر خوالش زہر آشی بود
کامل مقرر جب خوان والا ہوتا ہے	اس کے خوان پر ہر قسم کا کھانا ہوتا ہے

یعنی ناطق کامل مانند خوان والے کے ہوتا ہے اور اس کے خوان ہر قسم سے ہوتا ہے۔

تا نماند چچ مہماں بے نوا	ہر کسے یابد غذائے خود جدا
تاکہ کوئی مہمان بے سہارا نہ رہے	ہر شخص اپنی علیحدہ غذا حاصل کر لے

یعنی یہاں تک کہ کوئی مہمان بے نوا کے نہیں رہتا۔ اور ہر شخص اپنی اپنی غذا الگ الگ پاتا ہے۔ مطلب یہ کہ میزبان کامل وہ ہے کہ جس کے دسترخوان پر ہر شخص کے موافق غذا ہے اور ہر شخص اپنی اپنی غذا کھالے تو اسی طرح ناطق کامل وہ ہے جس کے کلام سے ہر خاص و عام منتفع ہو سکے لہذا آپ نے اس بات کو اب تو اس طرح فرمایا ہے کہ سمجھنے والے ہی سمجھ سکتے ہیں۔ لیکن آپ کا کمال یہ ہے کہ اس کو اس طرح بھی بیان فرماویں کہ عوام بھی سمجھ لیں آگے ایک دوسری اسی کی مثال فرماتے ہیں کہ۔

ہچو قرآن کہ بمعنی ہفت توست	خاص را و عام را مطعم دروست
جیسا کہ قرآن (پاک) جو معانی کے اعتبار سے سات تہوں والا ہے	اس میں خاص اور عام کی غذا ہے

یعنی قرآن کی طرح کہ معنی تو وہ ہفت تو ہے اور خاص اور عام کو اس میں مطعم ہے یعنی جس طرح کہ قرآن شریف ہے کہ اس میں سے ہر شخص اپنے مطلب کے موافق بنا لیتا ہے اسی طرح آپ بھی اس مضمون کو اس طرح بیان فرماویں کہ سب لوگ سمجھ لیں حضرت بہلول نے ان سے پوچھا تو انہوں نے یہ جواب دیا۔

گفت این بارے یقین شد پیش عام	کہ جہاں در امر یزدان است رام
------------------------------	------------------------------

انہوں نے کہا یہ تو اب سب کو یقین ہے	کہ دنیا خدا کے حکم کی فرمانبردار ہے
-------------------------------------	-------------------------------------

یعنی انہوں نے فرمایا کہ یہ تو عوام کے سامنے یقینی بات ہے کہ جہاں امر خداوندی کا مطیع ہے۔

پنج برگے در نینتند از درخت	بے قضا و حکم آن سلطان تخت
----------------------------	---------------------------

درخت سے کوئی پتا نہیں جھڑتا	بغیر عرش کے اس شاہ کے فیصلے اور حکم کے
-----------------------------	--

یعنی کوئی پتا درخت سے بے قضا اور حکم اس سلطان تخت کے نہیں گرتا ہے۔

از دہاں لقمہ نشد سوئے گلو	تا نہ گوید لقمہ را حق کا دخلوا
---------------------------	--------------------------------

لقمہ منہ سے گلے میں نہیں جاتا	جب تک اللہ (تعالیٰ) نہ فرما دے داخل ہو جا
-------------------------------	---

یعنی منہ سے لقمہ گلے کی طرف نہیں جاتا ہے جب تک کہ حق تعالیٰ لقمہ سے نہ فرمادیں کہ داخل ہو جا۔

میل و رغبت کان زمام آدمی ست	جنبش آں رام امر آن عنی است
-----------------------------	----------------------------

میلان اور رغبت جو آدمی کی ہاک ہے	اس کی حرکت اس بے نیاز کے حکم کی فرمانبردار ہے
----------------------------------	---

یعنی میل و رغبت جو کہ انسان کی ماں کی طرف سے ہے تو اس الفت کی جنبش اس عنی (ہی) کے حکم سے ہے۔

درز مینہا و آسماں ہا ذرہ	پر نخباند نہ گردد پرہ
--------------------------	-----------------------

کوئی ذرہ زمینوں اور آسمانوں میں	پر نہیں مارتا کوئی سکا گردش نہیں کرتا
---------------------------------	---------------------------------------

یعنی زمین و آسمان میں کوئی ذرہ پر نہیں ہلاتا اور نہ اڑتا ہے۔

جز بفرمان قدیم نافذش	شرح نتواں کرد جلدی نیست خوش
----------------------	-----------------------------

بغیر اس کے جاری ہونے والے ازل حکم کے	(جسکی) شرح نہیں کی جاسکتی اور حجت کرنا اچھا نہیں ہے
--------------------------------------	---

یعنی سوائے ان کے اس فرمان قدیم نافذ کے (جس کی) شرح کر نہیں سکتے ہیں اور جلدی کرنا اچھا نہیں ہے۔ مطلب یہ کہ ان کے احکام کی شرح کرنا ممکن نہیں ہے اس لئے کہ لو کہان البحر مداد الکلمات دبیاں تو اس میں جلدی کرنا اچھا نہیں ہے۔

کہ اشمر دبرگ درختا نرا تمام	بے نہایت کے شود در نطق رام
-----------------------------	----------------------------

درختوں کے سب پتوں کو کون کن سکتا ہے؟	لاحدود منگلو کے تابع کب ہو سکتا ہے؟
--------------------------------------	-------------------------------------

یعنی تمام درختوں کے پتوں کو کون کن سکتا ہے اور بے نہایت گفتگو میں کب رام ہو سکتا ہے۔

این قدر بشنو کہ چون کلمے کار	مے نہ گردد جز بامر کرو گار
------------------------------	----------------------------

اتنا سن لے کہ جب تمام کام	بغیر خدا کے حکم کے نہیں ہوتے
---------------------------	------------------------------

یعنی اس قدر سن لو کہ جب تمام کام بجز امر حق تعالیٰ کے ہوتا نہیں ہے۔

چوں قضائے حق رضائے بندہ شد	حکم او را بندہ خواہندہ شد
----------------------------	---------------------------

جب اللہ (تعالیٰ) کا حکم بندہ کی رضامندی بن گیا	بندہ اس کے حکم کا چاہنے والا بن گیا
--	-------------------------------------

یعنی جب قضائے حق بندہ کی رضا ہوگئی اور اس کے حکم کے لئے بندہ خواہندہ ہو گیا تو بس جب اس نے اپنی رضا کو تابع قضا کر دیا اور خلاف قضا کے کوئی کام ہوتا نہیں تو اس کی رضا کے خلاف بھی کوئی کام نہیں ہوتا۔

بے تکلف نے پئے مزد و ثواب	بلکہ طبع او بران شد مستطاب
---------------------------	----------------------------

بغیر کسی تکلف کے نہ کہ بدلہ اور ثواب کے لئے	بلکہ اس کی طبیعت اس پر خوش ہو گئی
---	-----------------------------------

یعنی (اس کی یہ حالت) بے تکلف ہوتی ہے نہ کہ طلب اجر و ثواب میں بلکہ اس کی طبیعت ہی اس طرح ہو جاتی ہے۔ یعنی رضا بر قضا اس کی طبیعت بن جاتی ہے وہ اس لئے نہیں کرتا کہ اس کو ثواب ملے گا بلکہ صرف اس لئے کہ اللہ تعالیٰ راضی ہوں گے۔

زندگی خود نخواہد بہر خود	بلکہ خواہر از پئے حکم احد
--------------------------	---------------------------

وہ اپنی زندگی اپنی خاطر نہیں چاہتا	بلکہ اللہ (تعالیٰ) کے حکم کی وجہ سے چاہتا ہے
------------------------------------	--

یعنی اپنی زندگی اپنے لئے نہیں چاہتا ہے اور نہ حیات مستند کے مزہ کی وجہ سے (بلکہ)

ہر کجا امر قدم را مسلکے ست	زندگی و مردگی پیشش یکے ست
----------------------------	---------------------------

جہاں کہیں قدم امر مسلک ہے	اس کے سامنے زندگی اور موت ایک ہے
---------------------------	----------------------------------

یعنی امر قدیم کا جہاں کہیں مسلک ہے زندگی اور موت اس کے آگے ایک ہے مطلب یہ کہ اگر امر حق موت کا ہے تو وہ موت پر راضی ہے اور اگر زندگی کا ہے تو زندگی پر راضی ہے۔

بہر یزداں مے زید نے بہر کنج	بہر یزداں مے مردن خوف ورنج
-----------------------------	----------------------------

وہ خدا کے لئے جیتا ہے نہ کہ خزانہ کے لئے	وہ خدا کے لئے مرتا ہے نہ کہ ڈر اور تکلیف سے
--	---

یعنی وہ اللہ ہی کے واسطے جیتتا ہے نہ کہ روپیہ پیسہ کے واسطے اور اللہ ہی کے واسطے مرتا ہے نہ خوف ورنج کی وجہ سے

ہست ایمانش برائے خواہ او	نے برائے جنت و اشجار و جو
--------------------------	---------------------------

اس کا ایمان اس (اللہ) کی رضامندی کے لئے ہے	نہ کہ جنت اور (جنت کے) درختوں اور نہروں کے لئے
--	--

یعنی اس کا ایمان بھی خدا کی مرضی ہی کے واسطے ہے نہ کہ جنت اور اشجار اور نہروں کے واسطے۔

ترک کفرش ہم برائے حق بود	نے زبیم آنکہ در آتش رود
--------------------------	-------------------------

اس کا کفر کو چھوڑنا بھی اللہ کے لئے ہے	نہ کہ اس ڈر سے کہ وہ جہنم میں جائے گا
--	---------------------------------------

یعنی اس کا ترک کفر بھی خدا ہی کے واسطے ہوتا ہے نہ اس خوف سے کہ وہ آگ میں جاوے گا۔

این چنین آمد اصل آں خوی او	بے ریاضت نے بخت و جوئے او
----------------------------	---------------------------

یہ اس کی عادت اصل سے ایسی ہی آئی ہے	بغیر کسی مجاہدے کے نہ کہ اس کی کوشش سے
-------------------------------------	--

یعنی اس کی عادت اصل ہی سے ایسی ہے نہ کسی ریاضت اور جستجو کی وجہ سے ہے۔ مطلب یہ ہے کہ خاص اس میں ریاضت کو دخل نہیں ہے بلکہ یہ ایک حال ہے لیکن ریاضت بھی بے کار نہیں ہے اس لئے کہ اگر ریاضت نہ ہو تو ان باتوں کا اظہار کب ہو سکتا ہے۔

انگہاں خندو کہ او بیند رضا	ہچو حلواؤ شکر او را قضا
وہ اس وقت ہنستا ہے جبکہ رضا (حق) دیکھتا ہے	اللہ کا حکم اس کے لئے طوے اور شکر کی طرح ہے

یعنی اس وقت ہنستا ہے جبکہ وہ (ہنسنے میں) رضادیکھتا ہے اور قضا اس کو حلوا اور شکر کی طرح (گوارا) ہوتی ہے یہ پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ یہ ایک حال ہے مقام نہیں ہے تو آپ فرماتے ہیں کہ۔

بندہ کش خوئے و خصلت این بود	نے جہاں بر امر و فرمائش رود
وہ بندہ جس کی عادت اور خصلت یہ ہو	کیا جہاں اس کے حکم اور فرمان کے مطابق نہیں چلے گا

یعنی جس بندہ کی کہ یہ خصلت دخی ہو تو کیا جہاں اس کے حکم کے موافق نہ چلے گا۔ (استفہام انکاری ہے یعنی ضرور اسی کی رضا کے موافق چلے گا)

پس چرا لاپہ کند او باد عا	کہ بگرداں اے خداوند این قضا
تو وہ کیوں خوشامد اور دعا کرے؟	کہ اے اللہ اس حکم کو واپس لے لے

یعنی پھر وہ اس دعا میں کیوں زاری کرے کہ اے اللہ اس قضا کو پھیر دے (اس لئے کہ یہ دعا تو وہ کرے جو اس سے راضی نہ ہو اور جب وہ اس پر راضی ہے تو اس کے پھر جانے کی دعا کیوں کرنے لگا ہے۔ ظاہر بات ہے اس کی تو یہ حالت ہے کہ)

مرگ او و مرگ فرزندان او	بہر حق پیشش چو حلوا در گلو
اس کی موت اور اس کی اولاد کی موت	اللہ کے لئے اس کے نزدیک ایسی ہے جیسا کہ منہ میں حلوا

یعنی اس کی موت اور اس کے بچوں کی اللہ کے واسطے اس کے آگے مثل حلوے کے ہے حلق میں۔

نزع فرزندان برآن باوفا	چوں قطائف پیش شیخ بے نوا
اس وفادار کے لئے اولاد کا نزع	(ایسا ہے) جیسے مجلس بوزے کے لئے پھل

یعنی اس باوفا کے نزدیک بچوں کا نزع (ایسا ہوتا ہے) جیسے کہ میوے کسی شیخ بے نوا کے سامنے۔ مطلب یہ کہ اس کے سامنے رضا بر قضا اس کی طبیعت ثانیہ ہو جاتی ہے۔

پس چرا گوید دعا الا مگر	در دعا بیند رضائے دادگر
تو وہ کیوں دعا کرے ہاں اگر	وہ دعا میں اللہ (تعالیٰ) کی رضا مندی دیکھ لے

یعنی پھر وہ دعا کیوں کرے ہاں مگر دعا میں وہ حق تعالیٰ کی رضادیکھے یعنی اگر اس کی دعا میں یہ معلوم ہو جاوے کہ اب دعا سے راضی ہونگے تو دعا کرتا ہے غرض کہ جس میں رضاء حق ہوتی ہے وہی اس کی رضا ہوتی ہے۔

آن شفاعت وان دعا نرحم خود	میکند آن بندہ صاحب رشد
وہ سفارش اور وہ دعا اپنے اوپر رحم کے لئے نہیں	کرتا ہے وہ ہدایت یافتہ بندہ

یعنی (درگاہ حق میں) سفارش اور دعا وہ صاحب رشد بندہ اپنے رحم کی وجہ سے نہیں کرتا بلکہ وہ بھی جب ہی کرتا ہے جبکہ رضائے حق دیکھتا ہے۔ اس لئے کہ

رحم خود را او هماندم سوخته است	کہ چراغ عشق حق افروخته است
اپنے رحم کو اس نے اسی وقت پھونک دیا ہے	جبکہ اس نے عشق کا چراغ روشن کیا ہے

یعنی اس نے اپنے رحم کو اسی وقت جلا دیا ہے جبکہ عشق حق کا چراغ جلایا ہے۔

دوزخ اوصاف او عشق است داد	سوخت مر اوصاف او را موبہو
عشق اس کے اوصاف کی دوزخ ہے اور اس نے	اپنے اوصاف کو بالکل جلا دیا ہے

یعنی اس کے اوصاف کی دوزخ عشق ہے اور اس نے اس کے اوصاف کو بالکل جلا دیا ہے مطلب یہ ہے کہ عشق حق اس کے اوصاف کے لئے دوزخ کی طرح ہے۔ اس کے آتے ہی سارے صفات جل بھن گئے ان ہی میں وصف رحم بھی ختم ہوا اور یہ شخص اب فنا فی رضائے الحق ہو گیا ہے آگے فرماتے ہیں کہ۔

ہر طرقتے این فروتے کے شناخت	چون دقوتے کو درین دولت ساخت
ہر سالک اس فرق کو کب سمجھتا ہے؟	جیسا کہ دقوتی جو اس دولت میں نہ دوڑے

یعنی ہر سالک نے ان فرقوں کو مثل دقوتے کے کب پہچانا ہے کہ وہ تو اس دولت میں دوڑے ہیں مطلب یہ ہے رضا بر قضا میں اور صبر میں جو فرق ہے ان کو ہر شخص تو نہیں جانتا جو کامل ہو وہی سمجھ سکتا ہے ہاں دقوتے جن کا آگے قصہ آتا ہے چونکہ وہ بھی کامل ہیں وہ بے شک پہچانتے تھے قصہ یہ ہے کہ ایک بزرگ دقوتے نامے سیاح تھے ایک جگہ پہنچے وہاں سات بزرگ اور تھے ان ساتوں نے ان دقوتی کو نماز میں امام بنایا۔ یہ نماز کو کھڑے ہوئے تو ان کو مکشوف ہوا کہ ایک جہاز ڈوب رہا ہے اور اس کے بیٹھنے والے بڑا غل و شور کر رہے ہیں انہوں نے کھڑے کھڑے دعا کی کہ یا الہی ان کو بچالے تو وہ ساتوں بزرگ الگ ہو کر بیٹھ گئے اور ان کے پیچھے نماز شروع ہی نہ کی اور کہا کہ یہ شخص حق تعالیٰ کے کاموں میں دخل دیتا ہے کہ وہ اس جہاز کو ڈبونا چاہیں اور یہ دخل دیتا ہے۔ لہذا ان کے پیچھے نماز نہ پڑھنی چاہئے۔ یہ تو خلاصہ ہوا اس قصہ کا اب یہاں ایک اشکال وارد ہوتا ہے وہ یہ کہ مولانا اس مقام پر ان لوگوں کی مدح کرتے ہیں جو کہ راضی برضائے حق اور بقضائے حق ہوں اور دقوتے کے قصے سے ان سات بزرگوں کا راضی برضائے رہنا بیان کرنا مقصود بھی ہے۔ مگر یہاں دقوتی کی تعریف کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کو بھی کامل سمجھتے ہیں اور ان کی بھی تعریف کرتے ہیں۔ تو اب یہ خلط ہوتا ہے کہ آیا مولانا کو کس کی تعریف مقصود ہے جو اب اس کا یہ ہے کہ مولانا کو اصل میں ان ساتوں ہی کے کمال کو بیان کرنا مقصود ہے اور دقوتی پر ان ہی کو ترجیح دیتے ہیں۔ مگر ایک طرح دقوتی کی بھی تعریف فرمادی۔ اور مولانا کے اس مقصود کے تعیین کے لئے اول ایک بات سمجھ لو۔ وہ یہ کہ حدیث میں غزوہ احد کا قصہ مذکور ہے اور اس میں جو قیدی پکڑ کر آئے تھے ان کی بابت حق تعالیٰ نے صحابہ کو اختیار دیا کہ خواہ ان کو فدیہ لے کر چھوڑ دو اس صورت میں تو اگلے سال تم میں سے ستر مارے جاویں گے اور خواہ ان کو قتل کر دو تو حضرات صحابہ نے فدیہ لے کر رہا کرنا اختیار کر لیا تو پھر اس پر عتاب نازل ہوا اس کی تفسیر میں مفسرین بھی کہتے ہیں کہ صحابہ کو حق تعالیٰ نے اختیار (بالیاء الاختیاری) نہ دیا تھا بلکہ اختیار (بالباء الموحدة) یعنی آزمائش مقصود تھی اور حق

تعالیٰ کو منظور یہ تھا کہ یہ قتل کئے جاویں تو چونکہ ان حضرات کی رائے صواب کو نہ پہنچی اس لئے عتاب ہوا اب سمجھو کہ معلوم ہوتا ہے کہ دقوتی کو جو الہام ہوا تھا وہ بطور تخریر کے تھا کہ اگر چاہو تو دعا کر سکتے ہو مگر حق تعالیٰ کو منظور نہ تھا۔ تو ان کو تو صرف الہام ہوا کہ وہ جہاز ڈوب رہا ہے اور اس کا بھی الہام ہوا کہ دقوتی کو جو دعا کا الہام ہوا ہے اس میں اختیار دیا گیا ہے اور منظور حق یہ ہے کہ جہاز ڈوب جاوے تو ان دقوتی کی نظر تو وہاں تک نہ پہنچی مگر یہ حضرات اس بات میں ان سے بڑھے ہوئے تھے لہذا انہوں نے اس کو سمجھا اور ان کا اقتدادرست نہ سمجھا۔ بس اب کوئی اشکال بجز اللہ باقی نہ رہا واللہ درمولانا۔ اب آگے دقوتی کا قصہ بیان فرماتے ہیں۔

شرح صلیبی

ترجمہ و تشریح:۔ اوپر مولانا نے رضاء بالقضا کی ہدایت فرمائی تھی۔ اب ان اہل اللہ کی حالت بیان فرماتے ہیں جو قضا الہی پر رضامند ہیں اور کہتے ہیں کہ اب ان سالکین کی حالت سنو۔ جو عام کے کسی تصرف کی بابت کوئی مزاحمت نہیں کرتے۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ اہل اللہ دو قسم کے ہیں ایک تو وہ اولیاء ہیں جو دعا کو مانتے ہیں اور اپنی دعاؤں سے عالم میں مختلف تصرف کرتے ہیں کبھی ایک شے کو بناتے ہیں اور کبھی بگاڑتے ہیں یہ تو اور لوگ ہیں ہماری گفتگو کا تعلق ان سے نہیں ہے اور میں اہل اللہ میں کچھ ایسے لوگ بھی جانتا ہوں جنہوں نے اپنے منہ کو دعا سے بند کر رکھا ہے اور وہ از خود اپنی غرض سے کبھی دعا نہیں کرتے۔ تسلیم و رضا چونکہ ان بزرگوں کو حاصل ہے اس لئے طلب دفع قضا ان کے نزدیک عملاً حرام ہے۔ گوا اعتقاد احرام نہیں جانتے۔ کیونکہ شریعت سے اس کی اجازت حاصل ہے اور عملاً حرام ہونے کا یہ مطلب ہے کہ وہ اس سے یوں بچتے ہیں جس طرح کہ حرام اشیاء سے بچا کرتے ہیں ان کو قضا الہی میں ایک خاص مزہ ملتا ہے۔ اس لئے ان کے نزدیک اس سے رہائی حاصل کرنے کی کوشش کرنا طبعاً ایسا ہی ناپسندیدہ ہے جیسا کہ شرعاً و عقلاً کفر۔ ان کو حق سبحانہ کے ساتھ ایسا حسن ظن حاصل ہے کہ وہ کسی غم سے ماتی لباس نہیں پہنتے۔ بلکہ ان کو جو کچھ پیش آتا ہے وہ ان کو اچھا ہی معلوم ہوتا ہے اور آگ بھی ہوتی ہے تو ان کے لئے آب حیات ہوتی ہے ان کے گلے میں زہر بھی یوں ہی مزہ سے اترتا ہے جیسے شکر اور ان کے راستہ میں اگر پتھر بھی آتا ہے تو وہ اس کی ویسی ہی قدر کرتے ہیں جیسے موتی کی غرض کہ بھلائی اور برائی مصیبت و راحت خوشی و غم بحیثیت قضا الہی ہونے کے ان کی نظر میں سب یکساں ہیں۔ یہ کیوں محض اس لئے کہ حق سبحانہ کے ساتھ وہ حسن ظن رکھتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ فعل الحکیم لیبایخلو عن الحکماء کا نتیجہ ہے کہ دعا کرنا اور کہنا کہ اے اللہ اس قضا کو بدل دے ان کو طبعاً یوں ہی ناپسند ہے جس طرح کہ شرعاً و عقلاً کفر چنانچہ بہلول رحمۃ اللہ علیہ نے ایک فقیر سے کہا کہ جناب والا مجھے مطلع فرمائیں کہ حضور کا مزاج کیسا ہے۔ فرمایا کہ اس کے مزاج کی حالت کیا پوچھتے ہو جس کی یہ حالت ہو کہ عالم کا کاروبار ہمیشہ اس کی منشا کے موافق ہوتا ہو۔ ندیاں اس کی مرضی کے موافق بہتی ہوں۔ ستارے اسی طرح چلتے ہوں جس طرح وہ چاہتا ہے حیات و موت جس کے دو پیادے ہوں کہ اس کی منشا کے موافق کام کرتے ہوں وہ جہاں چاہے غم بھیج دے اور جہاں چاہے خوشی عنایت کرے۔ راستہ چلنے والے بھی اس کی مرضی کے موافق چلتے ہوں اور نہ چلنے والے بھی اسی کے پھندے میں ہوں اس حاکم کی رضا و حکم کے بغیر کوئی دانت منہ میں نہ مل سکتا ہو اور اس کی رضا مندی کے بغیر کوئی پتانہ گرتا ہوں۔ اور اس کے فیصلہ کے بغیر کوئی موت واقع نہ ہوتی ہو۔ اس کی خواہش کے بغیر ثریا سے ٹرٹی تک اور عالم بھر میں کوئی رگ حرکت نہ کرتی

ہو۔ یہ سن کر بہلول علیہ الرحمۃ نے عرض کیا کہ حضور نے بہت بجا فرمایا اور حضور کی شان اور چہرہ ہی سے یہ بات ثابت ہے بلکہ اس سے سوگنا زیادہ ظاہر ہے لیکن میں اپنے تصور فہم سے اس کا مطلب نہیں سمجھا براہ مہربانی اس مضمون کی اچھی طرح تشریح فرمادیتے اور تشریح ایسی ہو کہ ایک قابل آدمی اور ناقابل دونوں اس کو سن کر مان لیں۔ اور ایسی شرح فرمائیے کہ اس سے عوام کو بھی فائدہ پہنچے۔

قادر کلام شخص ایک ایسے مہمان نواز سے مشابہ ہے جس کے دسترخوان پر ہر قسم کا کھانا ہو کہ کوئی مہمان بھوکا نہ رہے بلکہ ہر ایک کو اس کی غذا مل جائے جیسے قرآن کہ سات طبقے رکھتا ہے کہ خاص و عام سب کو اس سے ان کی لیاقت و استعداد کے موافق غذا ملتی ہے عوام اپنے فہم کے مطابق سمجھتے ہیں اور خواص اپنے فہم کے موافق۔ ان بزرگ نے جواب دیا کہ یہ مقدمہ تو سب کو تسلیم ہے کہ تمام عالم حق سبحانہ کے قبضہ میں ہے حتیٰ کہ کوئی پتا اس کے حکم کے بغیر نہیں گرتا اور جب تک حق سبحانہ حلق میں جانے کا حکم نہ دیں لقمہ اس میں نہیں جاسکتا۔ میلان اور رغبت جو کہ آدمی کے لئے بمنزلہ باگ کے ہیں ان کی حرکات اسی کے تابع ہیں اور ان کی حرکات و سکون سب اسی کے حکم سے ہیں۔ زمین و آسمان میں ذرہ بھی پر ہلاتا ہے اور کوئی حرکت کرتا ہے تو اس کے حکم نافذ و قدیم سے کرتا ہے یہ اجمال ہے جس کی تفصیل ہم نہیں کر سکتے اور تفصیل کے لئے جلدی اچھی بھی نہیں کیونکہ کون ہے جو درختوں کے سب پتے گن سکتا ہے جب درختوں کے پتے باوجود متناہی ہونے کے کوئی گن نہیں سکتا تو غیر متناہی تفصیل وار گفتگو میں کب سما سکتا ہے پس خلاصہ کے طور پر انا سمجھ لو کہ تمام کام ہاں حق سبحانہ ہوتے ہیں جب یہ امر امید ہو گیا تو اب سمجھو کہ جب رضائے حق پر بندہ راضی ہو گیا اور اس کا حکم ہی اس کا مطلوب ہو گیا اور یہ سب کچھ بدوں تکلف کے ہوانہ تو تصنع سے نہ اجر و ثواب کے لئے بلکہ اس کی طبیعت ہی اس طور پر واقع ہوئی ہے وہ نہ اپنے لئے اپنی زندگی چاہتا ہے اور نہ زندگی کے مزہ دار ہونے کی وجہ سے۔ بلکہ جدھر امر قدیم حق سبحانہ نافذ ہوا خواہ موت ہو یا حیات وہی اس کو بھی پسند ہے اور موت و حیات اس کے نزدیک دونوں برابر ہیں وہ جیتتا ہے تو خدا کے لئے نہ کہ خزانہ جمع کرنے کے لئے اور مرتا ہے تو خدا کے لئے نہ کہ رنج اور خوف سے۔ اس کا ایمان بھی محض اسی کی رضامندی کے لئے ہے نہ جنت کے لئے نہ پہلوں کے لئے نہ نہروں کے لئے اور کفر کو جو چھوڑتا ہے تو وہ بھی خدا کے لئے نہ کہ اس خوف سے کہ دوزخ میں جائیگا۔ اور یہ بات اس کی جبلی ہے نہ مجاہدوں سے حاصل ہوئی نہ کسب سے وہ ہنستا ہے تو اسی وقت جبکہ وہ رضائے حق دیکھتا ہے اور قضائے الہی اس کو یوں ہی مرغوب ہے جیسے حلوا پس جس بندہ کی یہ خصلت اور عادت ہو تو بتلاؤ کیا عالم کا کاروبار اس کے حکم کے موافق نہیں ہوتا۔ ضرور ہوتا ہے۔ جب یہ قصہ تم کو معلوم ہو گیا تو اب سمجھو کہ جن لوگوں کی یہ حالت ہو وہ کیوں گر گزرائیں اور کیوں دعا کریں کہ اے اللہ اس قضا کو بدل دے ایسے لوگوں کے لئے تو ان کا مرنا اور ان کی اولاد کا مرنا دونوں خدا کے لئے ہیں اور یوں مرغوب ہیں جیسے حلوا کھانا اس بظاہر بے وفا کے نزدیک بچوں کا دم توڑنا یوں ہی لذیذ ہے جیسے کسی محتاج بڑھے کے سامنے میوے پس ایسا شخص رد قضا کی دعا کیوں کرے۔ ہاں لیکن اس وقت جبکہ دعا میں حق سبحانہ کی رضامندی دیکھے اور یہ خیال کرے کہ دعا بھی ایک مطلوب خداوندی ہے تو وہ اس حیثیت سے دعا کرتا ہے نہ کہ اپنی غرض سے۔ وہ مہندی شفاعت و دعا کرتا ہے مگر اپنے رحم کی بناء پر نہیں کرتا۔ اپنے رحم کو تو اس نے اسی وقت آگ لگا دی تھی جبکہ عشق خداوندی کا چراغ جلایا تھا۔ عشق حق اس کے اوصاف کے لئے ایک دوزخ ہے جس نے اس کے تمام صفات کو بھسم کر دیا ہے ہر سالک کو یہ فرق معلوم نہیں اور وہ نہیں جانتا کہ اپنی غرض سے دعا اچھی نہیں اور خدا کے لئے اچھی ہے۔ مثلاً دوتے ہی ہیں کہ وہ اس دولت کو حاصل نہیں کر سکے۔

فائدہ۔ جاننا چاہئے چونکہ ہر طرفی این فروتی کے شناخت الخ حل طلب شعر تھا اس لئے اس کی پوری تفصیل کی جاتی ہے۔ قولہ بس

ہر طرفی این فروتی کے شناخت چوں دقوتے کو درین دولت شناخت

اس شعر میں مصرع ثانی میں تین نسخے ہیں (۱) چوں دقوتے کو درین دولت شناخت (۲) چوں دقوتے کو درین دولت شناخت (۳)

جز دقوتے کو درین دولت شناخت یا جز دقوتے کو درین دولت شناخت۔ ان نسخوں میں نسخہ ثانی صحیح ہے اور مطلب شعریہ ہے کہ ہر راہ روایے فرقوں سے کہ اپنی طرف سے دعا کرنا ناپسند ہے اور طلب حق سبحانہ کے وقت پسند واقف نہیں۔ مثلاً دقوتے ہیں کہ باہمہ عظمت اس فرق کو نہ پہچان سکے۔ اور غلبہ رحم طبعی سے دعا کر بیٹھے اس کی صحت کے قرآن حسب ذیل ہیں:۔ (۱) مولانا نے اولاً فرمایا ہے

مرگ او و مرگ فرزندان او بہر حق پیشش چو حلوا در گلو

نزع فرزندان برآن بے وفا چو قطائف پیش شیخ بے نوا

رحم خود را او هماندم سوخته است کہ چراغ عشق حق افروخته است

بعد از ان قصہ دقوتی میں دعائے دقوتی کے متعلق فرمایا ہے

چون دقوتے آن قیامت را بدید رحم او جوشید دا شک او دوید

گفت یارب مگر اندر فعل شان دست شان گیر اے شہ نیکو نشان

الخ ہر دو کے مقابلہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اشعار ماسبق میں دقوتی پر تعریض ہے اور مقصود یہ ہے کہ ان لوگوں نے اپنی رحم کو جلا دیا ہے۔ اس لئے وہ دقوتی کی طرح نہیں ہیں کہ انہوں نے اہل کشتی پر رحم کھایا تھا۔ نیز وہ خود اپنے اور اپنے اولاد کے مرنے سے بھی خوش ہیں اور دقوتی کو اغیار کے بھی مرنے کا غم ہے ان کو اپنی اولاد کو نزع میں دیکھ کر بھی کچھ خیال نہیں ہوتا اور دقوتی اہل کشتی کو نزع میں دیکھ کر بے تاب ہو جاتے ہیں۔ (۲) مولانا نے اولاً دقوتی اور ان کی دعا کے متعلق یوں ارشاد فرمایا

اشک سے رفت از دو چشمش وان دعا بیخو ازوے سے برآمد برما

آن دعائے بیخودان خود دیگرست آن دعا زو نیست گفت داورست

آن دعا حق میکند چوں او فناست آن دعا و آن اجابت از خداست الخ

لیکن باہمہ اعتراض معترضین کو بدیں الفاظ نقل فرمایا۔

او فضولے بودہ است از انقباض کرد بر مختار مطلق اعتراض

اور اس کا کوئی جواب نہیں دیا اس کے بعد ان کا غائب ہو جانا اور دقوتے کا ان کو نہ پہچان سکنا اور افسوس کر کے رہ جانا۔

بیان فرمایا اس کے بعد مولانا نے ان کی جستجو کی دقوتی کو بدیں الفاظ ترغیب دی

اے دقوتے باد و چشم بچو جو ہیں مبر امیدو ایشان را بچو

ہیں بچو کہ رکن دولت جستن ست ہر کشادے در دل اندر بستن است

یہ واقعات بصوت جہوری ندادے رہے ہیں کہ دقوتی کی دعا از خود تھی اور وہ اس فریق میں سے تھے جو مثبت دعا ہیں۔ اور

ان کا رتبہ منکرین دعا سے اتنا کم تھا کہ وہ ان کو پہچان نہ سکے اور ان کو ضرورت تھی کہ وہ ایسے لوگوں کو طلب کریں اور ان سے

مستفیض ہو کر کاملیت سے اکملیت پر پہنچیں۔

ان تمام واقعات سے نسخہ ثانیہ کی صحت واضح ہوتی ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ دقوتی کے اپنے معترضین کے نہ پہچاننے کو مضمون مصرع اول کی تائید میں بتانا مقصود ہے انہیں واقعات میں غور کرنے سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ

اشک رفت از دو چشمش واں دعا بخود ازوے سے برآمد برسا

میں لفظ بخود فرط شفقت کے باعث انہماک فی الدعا کے سبب استعمال کیا گیا ہے اور آن دعائے بخود ان خود دیگرست میں لفظ بے خود ان بمعنی مطلق فانیان مستعمل ہوا ہے جس میں اہل اللہ مشہورین دعا مثل دقوتے اور نائین دعا سب داخل ہیں چنانچہ مولانا نے خود اس کو صاف کر دیا اور فرمایا ہے آں دعا حق میکند چون او فناست الخ اور آن دعا و آں اجابت از خداست ہو جیسے کہ دعائے منکرین دعا جن پر اول ہی سے فنا غالب ہے یا ابتداء تو داعین ہی کی طرف سے ہو مگر بعد غلبہ فنا در حالت دعا منسوب بحق سبحانہ ہو گئی ہو اس وقت دعا دقوتے کا منسوب بحق سبحانہ ہونا بھی صحیح ہوگا۔ اور از خود ہونا بھی درست ہوگا۔ کیونکہ وہ ابتداء تو خود دقوتے کی جانب سے تھی اور بعد غلبہ فنا بحالت اشتغال بدعا منسوب بحق ہو گئی تھی اور معترضین کا یہ فرمانا بھی درست ہوگا کہ۔

اوفضولے بودہ است از انقباض کرد بر مختار مطلق اعتراض

اس وقت یہ شبہ نہیں ہو سکتا کہ دو باتوں میں سے ایک بات لازم ہے یا دقوتے کی دعا منسوب بحق نہ ہوگی یا اعتراض معترضین صحیح نہ ہوگا اور یہ دونوں باتیں ظاہر کلام مولانا کے خلاف ہیں۔ تقریر الرفع واضح۔

شرح شبیری

قصہ دقوتے اور ان کے کرامات کا

آن دقوتے داشت خوش دیباچہ	عاشق و صاحب کرامت خواجہ
دقوتی ایک اچھا چہرہ رکھتے تھے	عاشق اور کرامت والے خواجہ تھے

یعنی وہ دقوتی ایک اچھا چہرہ رکھتے تھے اور ایک عاشق (حق) اور صاحب کرامت خواجہ تھے۔

برزین سے شد چومہ بر آسمان	شب روان را گشتہ زوروشن روان
زمین پر وہ اس طرح تھے جیسے چاند آسمان پر	تاریکی میں چلنے والے ان کی وجہ سے روشنی میں چلنے والے ہو گئے

یعنی زمین پر وہ چلتے تھے جیسے کہ چاند آسمان پر اور سالکوں کے لئے ان کی وجہ سے راہ روشن ہو گئی تھی۔

در مقامے مسکنے کم ساختے	کم دوروز اندر وہے انداختے
وہ ایک جگہ کم ٹھہرتے	ایک گاؤں میں دو روز سے کم (ڈیرہ) ڈالتے

یعنی کسی ایک جگہ میں مسکن نہ بناتے تھے اور دوروز (بھی) کسی گاؤں میں کم ٹھہرتے تھے۔

گفت در یک خانہ باشم گردوروز	عشق آن مسکن کند در من فروز
انہوں نے کہا اگر میں دو روز ایک گھر میں رہوں گا	اس گھر کی محبت مجھ میں روشن ہو جائے گی

یعنی کہا کرتے تھے کہ ایک جگہ اگر میں دو روز تک رہوں تو اس جگہ کی محبت میرے دل میں روشن ہو جاوے۔

غرة المسکن احا ذرہا انا	اقلی یا نفس سافر للغنا
میں اقامت کی عزت سے بچتا ہوں	اے نفس! نکل ہو جا مشقت کی خاطر سز کر

یعنی مسکن کی عزت سے میں بچتا ہوں تو اے نفس سفر کر غنا کے واسطے۔

لا اعود حلق قلبی فی المکان	کے یوں خالصاً فی الامتحان
میں اپنے دل کے اخلاق کو مکان کا عادی نہیں بناتا ہوں	تاکہ آزمائش میں خالص بن جائے

یعنی میں اپنے قلب کے حلق کو مکان کا عادی نہیں بناتا تاکہ وہ امتحان (حق) میں خالص ہو۔

روز اندر سیر بدشب در نہماز	چشم اندر شاہ باز او ہچو باز
دن کو سفر میں رات کو نماز میں	آنکھ شاہ (کے دیدار) میں کھلی ہوئی وہ باز کی طرح (تھے)

یعنی دن کو تو چلتے ہیں اور رات کو نماز میں (رہتے) ہیں اور حق تعالیٰ میں آنکھ کھلی ہوئی باز کے یعنی جس طرح کہ باز شکار کرتا ہے اسی طرح وہ شکار معانی کا کرتے تھے۔

منقطع از خلق نے از بد خوئی	منفرد از مرد وزن نے از دوئی
مخلوق سے جدا (تھے) بد مزاجی کی وجہ سے نہیں	مرد وزن سے اکیلے (تھے) مخالفت کی وجہ سے نہیں

یعنی مخلوق سے منقطع مگر نہ کہ بد خوئی کی وجہ سے اور مرد وزن سے منفرد نہ نفرت کی وجہ سے (بلکہ)

مشفق بر خلق نافع ہچو آب	خود شفیع و دعائش مستجاب
مخلوق پر مہربان اور پانی کی طرح نفع رساں (تھے)	وہ خود سفارشی اور ان کی دعا مقبول (تھی)

یعنی خلق پر وہ مشفق تھے پانی کی طرح اور شفیع (درگاہ حق میں) اور ان کی دعا (بھی) مستجاب تھی۔

نیک و بد را مہربان و مستقر	بہتر از مادر شبے تر از پدر
بھلے اور بے کے لئے مہربان اور ٹھکانا (تھے)	ماں سے زیادہ بہتر اور باپ کی طرح مشفق اور مہربان

یعنی نیک و بد (سب کے لئے) مہربان اور جائے قرار تھے اور ماں سے بہتر اور باپ سے زیادہ مرغوب۔ غرض کہ جب وہ اس قدر شفیق تھے لوگوں سے نفرت اور بد خوئی کی وجہ سے کیوں الگ ہوتے بلکہ بات یہ تھی کہ وہ تنہائی کے واسطے الگ رہا کرتے تھے چونکہ بزرگان دین نائب رسول ہوتے ہیں اور مستفیض جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوتے ہیں لہذا آگے مولانا حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی شفقت و مہربانی کو بیان فرماتے ہیں کہ

گفت پیغمبر شمارا ائے مہاں	چوں پدر ہستم شفیق و مہربان
پیغمبر نے فرمایا اے سردارو	میں (تمہارے لئے) باپ کی طرح مشفق اور مہربان

یعنی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اے سردارو میں تمہارے لئے باپ کی طرح شفیق اور مہربان ہوں۔

زان سبب کہ جملہ اجزائے منید	جزو را از کل چرا برے کنید
-----------------------------	---------------------------

کیونکہ تم سب میرے اجزا ہو	جزو کو کل سے کیوں جدا کرتے ہو
---------------------------	-------------------------------

یعنی اس سبب سے کہ تم میرے اجزاء ہو تو جزو کو کل سے قطع کیوں کرتے ہو۔ جزو سے مراد تابع ہے مطلب یہ کہ تم میرے اس طرح تابع ہو جیسے کہ جزو کل کے تو پھر مجھ سے قطع تعلق مت کرو اس لئے کہ۔

جزو از کل قطع شد بیکار شد	عضو از تن قطع شد مردار شد
---------------------------	---------------------------

جزو کل سے کٹا تو بیکار ہو گیا	عضو بدن سے کٹا تو مردہ ہو گیا
-------------------------------	-------------------------------

یعنی جزو کل سے قطع ہو گیا تو وہ جزو بیکار ہو گیا۔ اور عضو بدن سے قطع ہو گیا تو مردار ہو گیا۔

تانہ پیوند و بکل بار دگر	مردہ باشد نبودش از جان خبر
--------------------------	----------------------------

جب تک وہ (عضو) دوبارہ کل سے نہ جڑے	مردہ رہتا ہے اس کو جان کا پتہ نہیں رہتا
------------------------------------	---

یعنی جب تک کہ دوبارہ کل سے نہ جڑے یہ جزو مردہ رہے گا اور اس کو جان کی خبر بھی نہ ہوگی مطلب یہ کہ اگر چہ الگ بھی ہو جاؤ تو چاہئے کہ پھر مل جاؤ۔ اور اگر الگ رہو گے تو پھر کبھی حیات نہ آوے گی اور اگر جلدی سے مل جاؤ گے تو حیات پھر لوٹ آوے گی۔ جیسے کہ عضو نو بریدہ کو فوراً جوڑ دو تو وہ جڑ جاتا ہے اور اگر کچھ روز پڑا رہے تو پھر بالکل بے جان ہو جاتا ہے۔ اب یہاں کوئی شبہ کرتا ہے کہ جناب بعض لوگوں نے قطع کیا مگر ان کی عقل وغیرہ سب ویسی ہی رہی تو وہ مردہ کہاں ہوئے یعنی ان کے حواس وغیرہ جاتے رہتے یہ کہاں ہوا مولانا اس کا جواب فرماتے ہیں کہ۔

وز کجند نیست خود او را سند	عضو نو بریدہ ہم جنبش کند
----------------------------	--------------------------

اگر وہ حرکت کرتا ہے تو وہ (زندگی کی) دلیل نہیں ہے	یا کٹا ہوا عضو بھی حرکت کرتا ہے
---	---------------------------------

یعنی اگر وہ حرکت کرتا ہے تو اس کی کوئی سند نہیں ہے کہ نیا کٹا ہوا عضو جنبش کیا ہی کرتا ہے (تو چونکہ قطع کو زیادہ مدت نہیں گزری اس لئے عقل وغیرہ باقی ہے ورنہ دیکھنا کہ کچھ روز میں سب رنو چکر ہو جاوے گی) یہاں ایک اور شبہ یہ ہوا کہ اگر جزو کی علیحدگی سے وہ بے کار ہو جاتا ہے تو کل بھی تو ناقص ہو جاتا ہے تو اگر یہ لوگ بیکار ہوئے تو نعوذ باللہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی نقص آیا۔ اس کا جواب فرماتے ہیں کہ۔

جزو ازین کل گر برد یکسو رود	این نہ آن کل است کوناقص شود
-----------------------------	-----------------------------

اس کل کا جزو اگر کئے ایک طرف چلا جائے	یہ وہ کل نہیں ہے جو ناقص ہو جائے
---------------------------------------	----------------------------------

یعنی جزو اگر اس کل سے کٹ کر جاوے اور ایک طرف چلا جاوے تو یہ تو کل نہیں ہے جو ناقص ہوگا۔

قطع و وصل او نیاید در مقال	چیز ناقص گفتہ شد بہر مثال
----------------------------	---------------------------

اس سے جدا ہونا اور جڑنا بیان نہیں کیا جا سکتا	مثال کے لئے ایک ناقص بات کہدی گئی ہے
---	--------------------------------------

یعنی ان کا قطع و وصل مقال میں نہیں آ سکتا۔ اور ایک شے ناقص مثال کے طور پر کہی گئی ہے مطلب یہ کہ ہم نے جو اوپر جزو و کل کی

مثال دی ہے وہ ایک ناقص مثال ہے ورنہ اصل میں پوری طرح وہ اس کے مثل نہیں ہے اور بیوہ کامل نہیں ہے جو ناقص ہو جاوے۔

مر علیٰ را بر مثال شیر خواند	شیر مثل او نباشد گرچہ راند
(حضرت) علیؑ کو شیر کی مانند کہا	شیران جیسا نہیں ہوتا ہے اگرچہ (یہ مثال) جاری ہو گئی ہے

یعنی علیؑ کو شیر کی طرح کہا ہے تو شیران کی مثل (من کل الوجوه) نہیں ہوتا اگرچہ (یہ مثال) جاری ہو گئی ہے مطلب یہ کہ دیکھو اگرچہ حضرت علیؑ کو اسد اللہ کہتے ہیں مگر وہ من کل الوجوه تو شیر نہیں ہیں اسی طرح اگرچہ مثال جزو کل کی دی ہے مگر یہ مثال خود ناقص ہے تو جس طرح کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جزو کل کی طرح شفیق تھے اسی طرح وہ دقوتے صاحب بھی لوگوں پر بہت شفقت فرماتے تھے آگے پھر ان کا قصہ ہے۔

دقوتے کے قصہ کی طرف لوٹنا

از مثال و مثل و فرق آن بران	جانب قصہ دقوتے اے جوان
مثال اور مثل اور اس کے فرق سے آگے بڑھ	اے جوان! دقوتے کے قصہ کی جانب

یعنی اے جوان مثال اور اس کے فرق (کے بیان) دقوتے کے قصہ کی طرف چلو

آنکہ در فتویٰ امام خلق بود	گوئے تقویٰ از فرشتہ سے ربود
وہ (دقوتے) جو فتویٰ میں مخلوق کے امام تھے	تقویٰ میں فرشتے سے ہازی لے جاتے تھے

یعنی وہ دقوتے کہ فتوے میں خلق کے امام تھے اور تقویٰ کی گیند فرشتہ سے لے جاتے تھے یعنی تقوے میں فرشتوں سے بھی بڑھے ہوئے تھے۔

آنکہ اندر سیر مہ رامات کرد	ہم زد مینداری او دین رشک خورد
وہ جنہوں نے چلنے میں چاند کو ہرا دیا	جن کی دینداری پر خود دین نے رشک کیا

یعنی وہ کہ چلنے میں چاند کو مات کرتے تھے اور ان کی دینداری سے اہل دین رشک کھاتے تھے۔

با چنین تقویٰ و او را دو قیام	طالب خاصان حق بودے مدام
باوجود ایسے تقوے اور وظائف اور نماز کے	و ہمیشہ خاصان خدا کے طالب رہتے تھے

یعنی باوجود ایسے تقوے اور اوراد اور قیام کے وہ ہمیشہ خاصان حق کے طالب رہا کرتے تھے۔

در سفر معظم مرادش آن بدی	کہ دے بابتہ خاصی زدے
سفر میں ان کی بڑی مراد یہ ہوتی	کہ تمہوڑی دیر کسی خاص بندہ سے ملیں

یعنی سفر میں بڑی مراد ان کی یہ ہوتی تھی کہ ایک دم کسی بندہ خاص کے ساتھ ملیں۔

این ہمیں گفتمے جوے رفتے براہ	کن قرین خاصگانم اے آلہ
جب سفر میں جاتے تو یہ کہتے	اے خدا! مجھے مخصوص (بندوں) کا ساتھی بنا دے

یعنی جب راہ چلتے تھے تو یہ کہتے تھے کہ اے اللہ (اپنے) خاص لوگوں کا مجھے ساتھی بنا دے اور عرض کرتے تھے کہ۔

یارب آنہارا کہ بشناسد ولم	بندۂ بستہ میان و خلم
اے خدا! جن کو میرا دل پہچانتا ہوں تو اے جان کے مالک	ان کو مجھ ناواقف پر مہربان کر دے

یعنی اے اللہ جن کو کہ میرا دل جانتا ہے ان کا تو غلام کر بستہ اور حمل ہوں۔

وآنکہ شناسد تو اے یزدان حان	برمن محبوب شان کن مہربان
اور جن کو میں نہیں پہچانتا ہوں تو اے جان کے مالک	ان کو مجھ ناواقف پر مہربان کر دے

یعنی اے اللہ اور جن کو کہ میرا دل نہیں پہچانتا ان کو آپ مجھ محبوب پر مہربان فرما دیجئے۔

حضرتش گفتے کہ اے صدر مہین	این چه عشق ست و چه استقا ست این
دربار (خداوندی) ان سے کہتا اے صدر اعظم	یہ کیا عشق اور یہ کسی پیاس ہے؟

یعنی حضرت حق ان سے فرماتے کہ اے صدر اعظم یہ کیا عشق ہے اور کیا استقا ہے (اور ارشاد ہوتا ہے کہ)

مہر من داری چه میجوی دگر	چوں خدا با تست چه جوی بشر
تم میری محبت رکھتے ہو دوسرے کی محبت کیوں تلاش کرتے ہو؟	جبکہ خدا تمہارے ساتھ ہے انسان کی کیوں تلاش کرتے ہو؟

یعنی میری محبت تو رکھتے ہو اور کیا تلاش کرتے ہو اور جب خدا تمہارے ساتھ ہے تو بشر کو کیا تلاش کرتے ہو یعنی جب اللہ ساتھ ہے تو اہل اللہ کو کیوں ڈھونڈتے ہو۔

او بگفتے یارب اے دانائے راز	تو کشودی دردم راہ نیاز
وہ جواب دیتے اے خدا! اے راز کو جاننے والے!	تو نے میرے دل میں نیاز مندی کا راستہ کھول دیا ہے

یعنی وہ عرض کرتے کہ اے اللہ دانائے راز آپ نے ہی تو میرے دل میں راہ تو واضح کھول دی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ آپ نے جو میرے قلب میں تو واضح پیدا فرمادی ہے اسی کا یہ اثر ہے کہ میں اپنی احتیاج انسانوں سے اور ان لوگوں سے جو مجھ سے تعلق رکھنے والے ہیں ظاہر کرتا ہوں بزرگوں نے کہا ہے کہ درود شریف کثرت سے پڑھنا بھی تکبر کا علاج ہے اس لئے کہ اس میں اس کا اظہار ہے کہ باوجودیکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بحیثیت بشریت کے سب کے مماثل ہیں مگر ہم ان کی توجہ کے بھی محتاج ہیں۔

درمیان بحر اگر بنشستہ ام	طمع در آب سبو ہم بستہ ام
اگرچہ میں سمندر میں بیٹھا ہوں	گھڑیا کے پانی سے بھی میں نے لالچ وابستہ کیا ہے

یعنی اگرچہ بحر کے درمیان میں بیٹھا ہوا ہوں مگر گھڑے کے پانی کی بھی حرص رکھتا ہوں۔

ہمچو داؤدم نود نچہ مراست	طمع لورنچہ حریم ہم بجاست
(حضرت) داؤد کی طرح میرے پاس نوے بھیڑیں ہیں	ساتھی کی بھیڑ کا لالچ بھی مناسب ہے

یعنی مثل داؤد علیہ السلام کے کہ نوے بکریاں میرے پاس ہیں مگر اپنے ساتھی کی بکری میں طمع کرنا بھی میرے لئے بجائے

مولانا اس قصہ کو بنا بر مشہور نقل فرماتے ہیں ورنہ اصل میں یہ قصہ بالکل غلط درغلط ہے۔ مقصود یہ ہے کہ وہ فرماتے تھے کہ اگرچہ مجھے قرب کامل حاصل ہے مگر جہاں کہیں کچھ بھی قرب حاصل ہوتے دیکھتا ہوں یہ چاہتا ہوں کہ یہ بھی حاصل ہو جاوے۔

حرص اندر عشق تو فخر است و جاہ	حرص اندر غیر تو ننگ و تباہ
تیرے عشق میں لالچ فخر اور مرجہ ہے	تیرے غیر میں لالچ ذلت اور تباہی ہے

یعنی آپ کی محبت کی حرص تو فخر ہے اور جاہ ہے اور آپ کے غیر میں حرص کرنا یہ شرم اور تباہی ہے۔

شہوت و حرص نراں پیشے بود	وان حیزاں ننگ و درویشے بود
مردوں کی شہوت اور لالچ بڑھاؤ ہوتا ہے	لہجوں کی خواہش ذلت اور بدظنی ہوتی ہے

یعنی مردوں کی حرص و شہوت تو آگے کی طرف ہوتی ہے اور وہ حیزوں اور نامردوں کی شرم اور گداگری ہوتی ہے۔

حرص مردان از رہ پیشے بود	در مخنت حرص سوئے پس رود
مردوں کی حرص آگے کے راستے سے ہوتی ہے	لہجوں کی حرص کچھلی جانب ہوتی ہے

یعنی مردوں کو تو حرص آگے کی طرف ہوتی ہے اور مخنت میں حرص پیچھے کی طرف جاتی ہے۔ مطلب یہ کہ جو مرد ہیں ان کو تو حرص یہ ہوتی ہے کہ آگے چل کر ترقی کریں اور جو نامرد ہیں وہ اس دنیا ہی میں پڑے رہتے ہیں۔

آن یکے حرص از کمال مردی است	واں دگر حرص افتضاح و سردی است
وہ ایک حرص مردی کے کمال کی وجہ سے ہے	دوسری حرص رسوائی اور سستی ہے

یعنی وہ ایک حرص تو مردی کے کمال کی وجہ سے ہے اور وہ دوسری فضیحت اور افسردگی ہے۔ آگے فرماتے ہیں کہ۔

آہ سرے ہست اینجا بس نہان	کہ سوئے خضرے شود موسیٰ دوان
آہ یہاں ایک راز پوشیدہ ہے	کہ حضرت موسیٰ (حضرت) خضر کی طرف دوڑتے ہوئے روانہ ہوئے

یعنی آہ اس جگہ ایک بہت پوشیدہ بھید ہے کہ موسیٰ خضر کی طرف دوڑتے ہوئے روانہ ہوئے۔ مطلب یہ کہ اس طلب میں ایک عجیب بھید ہے کہ دیکھو طلب وہ چیز ہے کہ موسیٰ جیسے جلیل القدر نبی حضرت خضر علیہ السلام کے پاس جاویں دیکھو آخر طلب حق تھی جب ہی تو ایسا ہوا۔

ہچو مستقی کز آتش سیر نیست	بر ہر انچہ یافتی باللہ مایست
استقامت کے بیمار کی طرح جس کو پانی سے سیرابی نہیں ہوتی	خدا کی قسم جو تو نے حاصل کر لیا ہے اس پر نہ ٹھہر

یعنی مستقی کی طرح اس کو پانی سے سیری نہیں ہوتی۔ تو تم جس چیز پر پہنچو خدا کی قسم کھڑے مت ہو۔ اس لئے کہ۔

چوں گذشتی زان دگر نو تر رسد	آن یکے بالاتر ازوے در رسد
جب تو اس سے آگے بڑھے گا دوسری نئی (چیز) آئے گی	اس سے اونچی اور چیز ملے گی

یعنی جب تم اس سے گزر جاؤ گے تو ایک اور نئی شے ملے گی اور وہ ایک اس سے بالاتر ملے گا۔

بے نہایت حضرت تست این بارگاہ	صدر را بگذار صدر تست راہ
یہ بارگاہ لامحدود دربار ہے	صدر کو چھوڑ تیرا صدر راستہ ہے

یعنی یہ درگاہ بے نہایت بارگاہ ہے تم صدر کو ترک کرو اس لئے تمہارا صدر تو راہ ہی ہے۔ مطلب یہ کہ تم کسی جگہ پر ٹھہرو مت کہ وہاں پہنچ کر تم صدر بنا لو بلکہ تمہارا صدر تو یہی ہے کہ بس راہ طے کرتے چلے جاؤ دوسری جگہ فرماتے ہیں کس اے برادر بے نہایت درگاہ ہے ہرچہ بروے میری بروے مایست آگے حضرت موسیٰ کے حضرت خضر کے پاس جانے کا راز بیان فرماتے ہیں کہ۔

شرح صلیبی

ترجمہ و تشریح:۔ دوقی کی حالت بہت اچھی تھی وہ عاشق خدا اور صاحب کرامت شخص تھے جس طرح چاند آسمان پر چلتا ہے وہ زمین پر چلتے تھے اور جس طرح رات کے چلنے والوں کو چاند سے بصیرت حاصل ہوتی ہے یوں ہی ظلمات میں چلنے والے گمراہ لوگوں کو ان کے ذریعہ سے نور معرفت حاصل ہوتا تھا وہ ایک مقام پر نہیں رہتے تھے بلکہ ایک گاؤں میں دو دن بھی نہ رہتے تھے اور راز اس کا یہ بیان فرماتے تھے کہ اگر کسی گاؤں میں دو دن بھی رہوں گا تو اس جگہ کی محبت میرے دل میں پیدا ہو جاوے گی اور میں گھر کی محبت سے بچنا چاہتا ہوں اس لئے کہتا ہوں کہ اے نفس تو چل یہاں سے اور سفر کرتا کہ تجھے دولت حقیقی حاصل ہو۔ لان سفر وسیلۃ الظر۔ میں اپنے دل کو کسی مکان کا خوگر نہیں بنانا چاہتا کہ وہ امتحان میں خالص اور غیر اللہ کی محبت کی آمیزش سے پاک رہے۔ وہ دن بھر تو چلتے اور رات بھر نماز پڑھتے تھے۔ ہمیشہ حق سبحانہ پر نظر رکھتے اور باز کی طرح اطاعت شہنشاہ حقیقی پر کمر بستہ رہتے۔ مخلوق سے جدا رہتے مگر اس کا سبب بد خوئی نہ تھی وہ عورتوں اور مردوں سے الگ رہتے مگر مغائرت کے سبب نہیں۔ بلکہ اپنی حفاظت کے لئے وہ مخلوق پر بے حد شفیق اور ان کے لئے پانی کی طرح نافع تھے وہ مشفق بھی تھے اور مستجاب الدعوات بھی اس لئے مخلوق کو ان سے بہت نفع پہنچتا تھا وہ اچھوں اور بروں سب پر مہربان اور سب کا مرجع تھے۔ یعنی ہر طرح کے لوگ ان سے اپنی حوائج میں مدد لیتے تھے غرض کہ وہ ان کے حق میں ماں سے بہتر اور باپ سے افضل تھے کیونکہ وہ جانشین پیغمبر تھے اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میں تم پر تمہارے باپوں سے زیادہ مشفق اور مہربان ہوں اس لئے کہ تم سب میرے ہی اجزاء ہو۔ کیونکہ تمہاری بقاء اور حیات مجھ سے وابستہ ہے پس تم اپنے کو مجھ سے کیوں الگ کرتے ہو۔ دیکھو جب جزو کل سے الگ ہو جاتا ہے تو نکما ہو جاتا ہے اور جب کسی عضو کو جسم سے کاٹ ڈالا جاتا ہے تو مردار ہو جاتا ہے اور جب تک دوبارہ نہیں مل جاتا مردہ ہی رہتا ہے اور حیات کی اس کو ہوا بھی نہیں لگتی اگر کوئی مجھ سے علاقہ قطع کر کے چلتا پھرتا کھاتا پیتا ہے اور دیگر کام کرتا ہے تو یہ افعال کچھ قابل اعتبار اور ہرگز دلیل حیات نہیں دیکھو کٹا ہوا عضو بھی تو کچھ دیر تڑپتا ہے مگر اس کے بعد ٹھنڈا ہو جاتا ہے پس یہ حرکات ظاہرہ حقیقی حیات کی دلیل نہیں ہو سکتیں بلکہ حقیقہً تو وہ مردار ہی ہے گو بظاہر زندہ معلوم ہو اس پر یہ شبہ نہ کرنا کہ جس طرح جزو کے اپنے کل سے جدا ہو جانے سے اس کی حیات جاتی رہتی ہے یوں ہی کل میں بھی نقصان آ جاتا ہے تو اس سے لازم آیا کہ لوگوں کے قطع تعلق سے خود جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نعوذ باللہ نقصان آ جائے۔ کیونکہ یہ وہ کل نہیں ہے جو جزو کے قطع تعلق کرنے اور علیحدہ ہو

جانے سے ناقص ہو جاوے بلکہ یہ دوسرے طرح کا کل ہے اور اصل بات یہ ہے کہ یہ جزویت اور کلیت اور ایک کا دوسرے کے ساتھ اتصال و انقطاع حقیقی نہیں ہے بلکہ تشبیہی ہے اور وہ خاص تعلق جو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور لوگوں میں ہے ان کے انقطاع و اتصال کی کیفیت بیان میں نہیں آ سکتی اس لئے تقریب فہم کے لئے ایک ناقص مثال بیان کر دی گئی ہے تم نے اس کو مثل سمجھ لیا اور شبہ کر دیا حالانکہ مثال اور چیز ہے اور مثل اور شے۔ مثلاً حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو اسد اللہ اور مثال شیر کہا گیا ہے لیکن شیر ان کی مثل نہیں ہے۔ اس سے اجمالاً تم کو مثال اور مثل میں فرق معلوم ہو جائے گا۔ اور جو شبہ تم نے مثال کو مثل سمجھ کر کیا تھا وہ دفع ہو جاوے گا اچھا اب مثال اور مثل اور ان کے فرق کے قصہ کو الگ کر دو اور دو تے کے قصہ کی طرف چلو خیر تو دو تے وہ شخص تھے جو فتویٰ میں مقتدائے خلق تھے اور تقویٰ میں سبقت لے گئے تھے اور جنہوں نے سرعت سرالے اللہ میں چاند کو مات کر دیا تھا اور جن کی دینداری پر خود دین کو رشک ہوتا تھا۔ (یعنی نہایت دیندار تھے اور یہ ایک عنوان عربی ہے اس مضمون کے ادا کا) غرض کہ وہ اس قدر تو پرہیزگار و وظیفے اور نوافل پڑھنے والے تھے مگر باہنہ ہمیشہ اہل اللہ کو تلاش کرتے تھے رہتے تھے سفر میں بڑا مقصد ان کا یہ ہوتا تھا کہ کسی وقت کسی کامل سے ملاقات ہو جاوے جب وہ سفر کرتے تھے تو یہ دعا کرتے تھے کہ اے اللہ مجھے اپنے خاص بندوں سے ملا دے اور اے اللہ جن کو میں جانتا ہوں ان کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے تو میں کمر بستہ اور کجاوہ لا دے ہوئے ہوں ہی لیکن جن کو میں نہیں جانتا مجھ محبوب پر تو ان کو مہربان کر دے کہ وہ اپنے کو مجھ پر ظاہر کر دیں۔ اس پر حق سبحانہ ان کے منہ سے جواب سننے کے لئے ان سے فرماتے کہ کیا عشق اور کیسی پیاس ہے جب تم کو مجھ سے محبت ہے تو غیروں کو کیوں ڈھونڈتے ہو۔ اور جب ہم تمہارے ساتھ ہیں تو آدمیوں کو کیا تلاش کرتے ہو۔ وہ جواب دیتے کہ اے اللہ آپ تو تمام اسرار سے واقف ہیں کوئی بات آپ سے پوشیدہ نہیں ہے۔ بات یہ ہے کہ آپ نے میرے اندر تواضع کی کیفیت پیدا فرمادی ہے اس لئے اگر چہ میں سمندر میں بیٹھا ہوں لیکن پھر بھی میری نظر گھڑے پر ہوتی ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ میں پانی سے محروم ہوں۔ اور گھڑا اس سے لبریز ہے اس لئے اس سے پانی حاصل کرنا چاہئے داؤد کی طرح کچھ اوپر نوے بھیڑیں میرے پاس ہیں مگر باہنہ اوروں کی بھیڑوں کی خواہش بھی ہے (داؤد علیہ السلام کے جس قصہ کی طرف اشارہ کیا گیا ہے وہ بے اصل ہے بنا بر مشہور اس کا ذکر کیا گیا ہے) آپ کے عشق میں جس قدر حرص ہو فخر کی بات ہے اور سراسر عزت ہے اور دیگر امور میں حرص نہایت شرم کی بات اور موجب تباہی ہے مردوں کی خواہش ترقی کی طرف ہوتی ہے اور نامردوں کی رغبت شرمناک باتوں اور بھیک مانگنے وغیرہ کی طرف اور مردوں کی حرص آگے سے تعلق رکھتی ہے اور مخنث کی پیچھے پہنچ جاتی ہے۔ پس ایک کی حرص تو کمال مردی سے ناشی سے اور دوسرے کی سراسر رسوائی اور نقص ہے۔ یہاں ایک بہت مخفی راز ہے کہ موسیٰ علیہ السلام خضر کی طلب میں جاتے ہیں حالانکہ ہر دو کے مراتب میں بہت فرق ہے (اس مقام پر یہ مضمون اسطر ادی ہے آگے اس کا قصہ صریحاً مذکور ہے اس کے بعد مضمون سابق کی طرف عود ہے) تم کو چاہئے کہ طلب حق سبحانہ سے کبھی دست بردار نہ ہو۔ اور یوں ہی طالب رہو جس طرح استقاء والا پانی سے سیر نہیں ہوتا۔ اور جس مرتبہ پر پہنچ جاؤ اور خدا کے ساتھ تم کو جس قدر تعلق ہو جاوے اس پر قناعت نہ کرو یا درکھو کہ یہ درگاہ بے نہایت ہے اس کے صدر مقام پر آدمی کبھی پہنچ ہی نہیں سکتا۔ پس تم شیخت اور کمال کے خیال کو چھوڑو اور چلتے رہو۔ یہی شیخت اور کمال ہے تم کلیم اللہ سے سبق حاصل کرو۔ اور دیکھو کہ وہ فرط اشتیاق میں کیا کہتے ہیں اور فرماتے ہیں۔

شرح شبیری

موسیٰ علیہ السلام کے باوجود ان کے کمال نبوت
و تقرب حق کے خضر علیہ السلام کو تلاش کرنے کا بھید

از کلیم حق پیاموز اے کریم	ہیں چہ میگوید ز مشتاقے کلیم
اے بھلا کلیم اللہ سے یکے لے	آگاہ! کلیم شوق میں کیا کہہ رہے ہیں؟

یعنی اے کریم کلیم حق سے سیکھو کہ وہ کلیم مشتاقی کی وجہ سے (طلب میں) کیا کہہ رہے ہیں۔

با چنین جاہ و چنین پیغمبری	طالب خضرم ز خود بنی بری
ایسے رتبے اور ایسی پیغمبری کے ہوتے ہوئے	میں خضر کا طالب ہوں خود پندی سے بری ہوں

یعنی باوجود ایسے مرتبہ اور ایسی پیغمبری کے (کہتے ہیں کہ) میں طالب خضر ہوں اور خود بنی سے بری ہوں۔ آگے ایک
ال جواب فرضی نقل فرماتے ہیں کہ مثلاً کوئی موسیٰ علیہ السلام سے یہ کہتا ہے کہ۔

موسیا تو قوم خود را ہشتہ	درپے نیکوئے سر گشتہ
اے موسیٰ! تم نے اپنی قوم کو چھوڑ دیا ہے	ایک نیک خصلت کے پیچھے حیران ہو

یعنی اے موسیٰ آپ نے اپنی قوم کو چھوڑا ہے اور اس ایک نیک کے پیچھے سرگشتہ ہو رہے ہو۔

کیقبادی رستہ از خوف و رجا	چند گردی چند جوئی تا کجا
تم شاہ ہو امید و بیم سے آزاد ہو	کب تک گھومو گے کب تک جستجو کرو گے کہاں تک؟

یعنی آپ تو کعباد ہیں اور خوف و رجا سے چھوٹے ہوئے ہیں تو آپ کہاں تک پھریں گے اور کہاں تک تلاش کریں گے۔ خوف و
جاہمندی کی حالت کو کہتے ہیں اور انس و محبت منتہی کی اور قبض و وسط متوسط کی حالت کو کہتے ہیں تو خوف و رجا سے راستہ ہونے کے یہ معنی ہیں
کہ آپ حالت ابتدائی سے چھوٹے ہوئے ہیں اور حالت انتہائی تک پہنچے ہوئے ہیں۔

آن تو با تست و تو واقف بریں	آسمانا چند پیمائے زمین
تمہارا مطلوب تمہارے پاس ہے تم اس سے واقف ہو	اے آسمان! کب تک زمین کی پیمائش کرو گے

یعنی تمہاری چیز تو تمہارے ساتھ ہے اور تم اس پر واقف بھی ہو تو اے آسمان تم زمین کو کب تک پیمائش کرو گے مطلب یہ کہ
تم کامل ہو کر اپنے سے کم درجہ والوں کی طلب میں کیوں پھرتے ہو۔

گفت موسیٰ سے ایں ملامت کم کدید	آفتاب و ماہ را رہ کم ز نید
(حضرت) موسیٰ نے فرمایا یہ ملامت نہ کرو	سورج اور چاند کا راستہ نہ روکو

یعنی موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ ملامت مت کرو۔ اور آفتاب و ماہ کی رہنے مت کرو۔

میروم تا مجمع البحرین من	تا شوم مصحوب سلطان زمن
میں مجمع البحرین تک جاؤں گا	تاکہ شاہ زمانہ کا ساتھی بنوں

یعنی میں مجمع البحرین تک جاؤں گا۔ جب تک کہ میں اس سلطان زمن کا ساتھی نہ ہو جاؤں۔

اجعل الخضر لامری سبباً	ذاک او امضے واسری حقباً
میں (حضرت) خضر کو اپنے معاملہ کا ذریعہ بناؤں گا	یہ ہو یا ایک عمرہ دراز تک چلا اور پھرتا رہوں گا

یعنی میں خضر کو اپنی بات کے لئے سبب بناؤں گا۔ یا یہ کو چلا جاؤں گا اور سالہا سال تک چلتا رہوں گا۔

سالہا پریم بہ پرو بال ہا	سالہا چہ بود ہزاراں سالہا
میں پر د ہال کے ساتھ سالوں اڑتا رہوں گا	(چند) سال کیا ہوتے ہیں ہزاروں سال

یعنی میں سالہا سال تک پرو بال سے اڑوں گا اور سالہا کیا ہزاروں سال تک

می روم یعنی نمی ارزد بدان	عشق جانان کم بدان از عشق خان
میں چلتا رہوں گا یعنی یہ (چلتا) اس (محبوب) کی برابر نہیں	محبوب کے عشق کو روٹی کے عشق سے کم نہ سمجھ

یعنی (ہزاروں سال تک) چلتا رہوں گا یعنی یہ اس کی برابر نہیں ہے اور عشق جانان کو عشق نان سے کم مت جانو۔ مطلب یہ کہ روٹی کے لئے انسان کیسی طلب کرتا ہے تو اگر حق تعالیٰ کے لئے وہ طلب کرے تو کیا حرج ہے۔

این سخن پایان ندارد ای عمو	داستان آن دقوتے باز گو
اے چچا! اس بات کا خاتمہ نہیں ہے	ان دقوتی کی بات پھر بتا

یعنی یہ بات تو انتہا نہیں رکھتی ہے اے چچا تو اب تم دقوتے کی داستان پھر بیان کرو۔

شرح حبیبی

ترجمہ و شرح: الحمد للہ کہ مجھے حق سبحانہ نے اس قدر مرتبہ اور پیغمبری کی اتنی بڑی دولت عطا فرمائی ہے لیکن باہمہ میں طالب خضر ہوں اور خود بنی سے مبرا۔ لوگوں نے ان سے یہ بھی کہا کہ اے موسیٰ تم نے اپنی قوم کو چھوڑ دیا اور ایک نیک شخص کی طلب میں سرگرداں ہو۔ آپ تو اپنے وقت کے شہنشاہ ہیں آپ کا مرتبہ خوف ورجا سے جو متدین کی حالت ہے نہایت ارفع ہے بلکہ آپ تو ہیبت اور انس کے درجہ میں ہیں۔ فرمائیے آپ کب تک گھومتے اور تلاش کرتے رہیں گے۔ اور یہ کیفیت کب تک رہے گی آپ کا مطلوب آپ کے پاس ہے اور آپ کو اس کا علم بھی ہے پھر آپ آسمان ہو کر زمین کے گرد کب تک چکر لگائیں گے۔ لیکن انہوں نے یہ جواب دیا کہ صاحبو مجھ پر ملامت نہ کرو۔ اور آفتاب و ماہتاب کے قرن میں دراندازی مت کرو۔ میں مجمع البحرین پر ضرور جاؤں گا تاکہ میں ایک بادشاہ وقت کی مصاحبت کا شرف حاصل کروں۔ میں خضر کو اپنے مقصود کے تحصیل کا ذریعہ ضرور بناؤں گا پس یا تو وہ مل جائیں گے یا میں گھومتے پھرتے زمانہ گزار دوں گا اور اپنی پوری قوت سے برسوں کوشش کروں گا۔ برسوں کیا

بلکہ ہزاروں برسوں تک اس کوشش کو نہ چھوڑوں گا۔ اچھا اب میں جانتا ہوں اب مولانا دریافت فرماتے ہیں کہ تم بتاؤ کہ کیا یہ ان کا جانا نازیبا تھا۔ ہرگز نہیں اس لئے کہ خدا کا عشق روٹی کی محبت سے کم نہیں جب روٹی کے لئے پھرنا گوارا ہوتا ہے اور ناپسند نہیں کیا جاتا تو طلب خدا کے لئے پھرنا گوارا اور ناپسند کیوں ہوگا۔ خیر یہ گفتگو تو ختم نہ ہوگی اب پھر دقوتی کا قصہ بیان کرنا چاہئے۔

شرح شبیری

دقوتی علیہ الرحمۃ کے قصہ کی طرف رجوع

آن دقوتی رحمۃ اللہ علیہ	گفت سافرت مدی فی خافیہ
دقوتی رحمۃ اللہ علیہ نے	فرمایا میں نے ایک مدت تک مشرق و مغرب کا سفر کیا

یعنی ان دقوتی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ میں نے ایک مدت تک اطراف عالم میں سفر کیا ہے۔

سال و مہرتم سفر از عشق ماہ	بے خبر از راہ و حیران در آلہ
چاند کے عشق میں سالوں اور مہینوں میں نے سفر کیا	راستہ سے بے خبر تھا اور اللہ (تعالیٰ) میں محو تھا

یعنی میں نے برسوں اور مہینوں تک عشق حق میں سفر کیا ہے کہ میں راہ سے بے خبر تھا اور حق تعالیٰ میں حیران تھا۔

پا برہنہ رفتہ ام بر خار و سنگ	زانکہ من حیرانم و بے خویش و رنگ
مٹی اور پتھروں میں جگے پاؤں چلا ہوں	کیونکہ میں محو اور بے خود اور حیران تھا

یعنی میں پا برہنہ خار و سنگ پر چلا ہوں اور فرمایا ہے کہ میں حیران اور بے خویش اور رنگ ہوں۔

تو مبین این پایہا را بر زمین	زانکہ بردل میرود عاشق یقین
تو ان پاؤں کو زمین پر نہ سمجھ	کیونکہ عاشق واقف دل (کے بل) پر چلتا ہے

یعنی تم ان پاؤں کو زمین پر مت دیکھو اس لئے کہ عاشق تو یقیناً دل پر چلتا ہے مطلب یہ کہ اس سے شبہ مت کرو کہ پاؤں سے یہ اس قدر مسافت کس طرح طے کر سکے۔ اس لئے کہ عاشق ان پاؤں سے چلتے نہیں بلکہ وہ دل سے چلتے ہیں اور ان کی یہ حالت ہے کہ۔

از رہ و منزل ز کوتاہ و دراز	دل چہ داند کوست مست و لنواز
راستہ اور منزل اور نزدیک اور دور کو	دل کیا جانتے کیونکہ وہ دنواز کا مست ہے

یعنی راستہ اور منزل سے اور کوتاہ و دراز سے دل کیا جانے اس لئے کہ وہ تو دل نواز کا مست ہے۔

این دراز و کوتاہ اوصاف تن است	رفتن ارواح دیگر رفتن است
لبا اور مختصر جسم کے اوصاف ہیں	روحوں کا چلنا دوسرا چلنا ہے

یعنی یہ دراز اور کوتاہ سب اوصاف تن سے ہے اور ارواح کا چلنا اور چلنا ہے (وہ ان ظاہری قدم کے چلنے پر موقوف نہیں ہے) یہاں کسی کو شبہ ہوا کہ بھلا بے پاؤں کے کوئی کس طرح چل سکتا ہے۔ آگے بے پاؤں کے چلنے کی نظیر فرماتے ہیں کہ۔

تو سفر کردی ز نطفہ تا بعقل	نے بگامے بود منزل نے بہ نقل
تو نے نطفہ سے عقل تک سفر کیا	یہ منزل نہ قدم سے (طے) ہوئی نہ نقل ہونے سے

یعنی تم نے نطفہ سے عقل ہونے تک سفر کیا نہ تو قدم سے تھے یہ (طے) منزل اور نقل سے۔ مطلب یہ کہ نطفہ سے اتنے بڑے بن گئے اور اس قدر مسافت کو طے کر لیا تم ہی بتاؤ کہ کون سے قدم سے طے کیا ہے بس جس طرح وہاں طے کر لیا اسی طرح یہ حضرات بھی بے ان قدموں کے چل سکتے ہیں۔

سیر جان بے چوں بود دور دور و دیر	جسم ما از جان بیا موزید سیر
روح کی سیر مسافت اور زمانہ میں بے کیف ہوتی ہے	ہمارے جسم نے روح سے سیر سیکھی ہے

یعنی سیر جان باہر ہوتی ہے اور ہمارے جسم دور و دیر میں جان ہی سے سیر سیکھی ہے دور سے مراد مسافت مکانی اور دیر سے مراد مسافت زمانی مطلب یہ کہ سیر جان سب سے الگ ہوتی ہے اور مسافت زمانی اور مکانی سب جسم کو روح ہی کے بدولت میسر ہیں ورنہ اگر روح نہ ہو تو جسم کیسے مسافت قطع کر سکتا ہے۔

سیر جان ہر کس نہ بیند جان من	لیک سیر جسم باشد بر علن
اے جان من! روح کی سیر ہر شخص نہیں دیکھتا ہے	ہاں جسم کی سیر علی الاطلاق ہوتی ہے

یعنی پیارے سیر جان کو ہر شخص نہیں دیکھتا لیکن جسم کی سیر علانیہ ہوتی ہے (اس کو) سب دیکھتے ہیں۔ لہذا ان کو سیر روحانی کو سن کر تعجب ہوتا ہے کہ کیونکر ہو گئی ورنہ بعید نہیں ہے۔

سیر جسمانہ رہا کرد او کنون	میرود بیچون نہاں در شکل چون
(جسم نے) جسمانی سیر چھوڑ دی وہ اب	پوشیدہ طور پر کیف کی شکل میں بے کیف چلتا ہے

یعنی ان دقتوں نے سیر جسمی کو ترک کر دیا تھا اور اب وہ بے کیف شکل کیف میں چلا کرتے تھے مطلب یہ کہ بظاہر تو وہ قدموں سے چلتے تھے مگر اصل میں وہ ترقی روحانی کیا کرتے تھے۔

گفت روزے می شدم مشتاق دار	تابہ بینم در بشر انوار یار
(دوٹی نے) فرمایا ایک روز میں مشتاقانہ روانہ ہوا	تاکہ کسی انسان میں یار کے انوار دیکھوں

یعنی انہوں نے کہا ہے کہ ایک روز میں مشتاق کی طرح چلا تا کہ میں بشر میں انوار یار دیکھوں۔

تابہ بینم قلزمے در قطرة	آفتابے درج اندر ذرہ
تاکہ میں ایک نظرے میں سمندر کو دیکھوں	سورج کو ذرے میں داخل (دیکھوں)

یعنی تاکہ میں ایک قلزم کو ایک قطرہ میں دیکھوں اور ایک آفتاب کو ذرہ کے اندر دیکھوں۔ قلزم سے مراد محبت حق قطرہ سے انسان آفتاب سے بھی حضرت حق اور ذرہ سے انسان تو یہ اس تلاش میں تھے کہ کسی انسان میں تجلی حق دیکھو آگے فرماتے ہیں کہ۔

ایک ساحل کی طرف سات شمعوں کی صورت دکھائی دینا

چون رسیدم سوئے یک ساحل بکام	بود بیگہ گشته روز و وقت شام
جب میں پیدل ایک ساحل کی جانب پہنچا	دن بے وقت ہو گیا تھا اور شام کا وقت تھا

یعنی کہ جب میں ایک ساحل پر پہنچا تو دن سے بے وقت ہو گیا تھا اور شام کا وقت تھا۔

بعد ازان ناگہ چہ دیدیم گوئیمیت	تا کہ دانی سر آن از وئیمیت
اس کے بعد اچانک میں نے کیا دیکھا؟ میں تجھے بتاتا ہوں	تا کہ تو اس کا راز جان لے میں بڑھ کر بیان کرتا ہوں

یعنی بعد اس کے ناگہ کیا دیکھا جو کہ میں تجھ سے بیان کرتا ہوں تا کہ تم اس کے بھید کو جان لو۔ اور کچھ زیادہ بیان کروں گا مطلب یہ ہے کہ میں وہ عجیب بات تم سے بیان کروں گا اور اس سے کچھ زائد بھی بیان کروں گا۔

ہفت شمع از دور دیدم ناگہان	اندران ساحل شتابدیدم بدان
میں نے دور سے اچانک سات شمعیں دیکھیں	ان کی وجہ سے میں اس ساحل کی طرف لپکا

یعنی ناگہان دور سے میں نے سات شمعیں دیکھیں تو اس ساحل میں میں ان کی طرف دوڑا۔

نور و شعلہ ہر یکے شمعے ازان	بر شدہ خوش تا عنان آسمان
ان میں سے ہر ایک شمع کا نور اور شعلہ	آسمان کی فضا تک بہت اونچا تھا

یعنی ہر ایک شمع کا ان میں سے نور اور شعلہ عنان آسمان تک پہنچا ہوا تھا۔

خیرہ گشتم خیر گے ہم خیرہ گشت	موج حیرت عقل را از سرگذشت
میں حیران رہ گیا اور حیرانی بھی حیران ہو گئی	حیرت کی موج عقل کے اوپر سے گزر گئی

یعنی میں حیران رہ گیا اور حیرانی بھی حیران ہو گئی اور حیرت کی موج عقل کے سر سے گزر گئی۔

کاین چگونہ شمعہا افروخت است	کہ دو دیدہ خلق زینہا و وختہ ست
کہ یہ شمعیں کس طرح سے روشن ہیں؟	کہ مخلوق کی دلوں آنکھیں ان سے بند ہیں

یعنی کہ یہ کیسی شمعیں روشن ہیں کہ جن سے مخلوق کی دونوں آنکھیں سلی ہوئی ہیں۔

خلق جویان چراغے گشته بود	پیش آن شمعے کہ بر مہ می فرود
مخلوق چراغ کی جہتوں میں تھی	ان شمعوں کو ہوتے ہوئے جو چاند سے بڑھی ہوئی تھیں

یعنی مخلوق چراغ تلاش کر رہی تھی سامنے اس شمع کے جو چاند سے سبقت لے گئی تھی (چونکہ وہ نور اولیاء اللہ کا تھا اس لئے ان کو تو مکشوف ہوا مگر ہر ایک کو وہ نظر نہ آتا تھا اور اس کا اولیاء اللہ کا نور ہونا آگے خود معلوم ہوگا بعض مشہین نے اس کو اسماء حق کا ظہور کہا ہے اور تاویل میں کی ہیں سب لغو ہے سیدھی بات یہ ہے کہ وہ سات اولیاء اللہ جن کا ذکر آگے آدے گا انہیں کا یہ نور بھی تھا۔

چشم بندی بد عجب بردیدہ ہا	بند شان میگردیہدی من یشاء
---------------------------	---------------------------

آنکھوں پر عجب چشم بندی تھی	ان کی بندش وہ کر رہا تھا جو جس کو چاہے ہدایت دے
----------------------------	---

یعنی آنکھوں پر ایک عجیب پردہ تھا کہ ان کو وہ ذات بند کرتی تھی جو کہ یہدی من یشاء و یفعل من یشاء ہے یعنی جس کی یہ شان ہے اس نے وہ پردے آنکھوں پر ڈال رکھے تھے۔

ان سات شمعوں کا ایک ہو جانا

باز میدیدم کہ شدافت آں یک	مے شکافد نور او جیب فلک
---------------------------	-------------------------

پھر میں نے دیکھا کہ وہ سات (شمعیں) ایک ہو گئیں	اس کا نور آسمان کا گریبان پھاڑ رہا تھا
--	--

یعنی پھر میں نے دیکھا کہ وہ سات ایک ہو گئیں کہ اس کا نور جیب فلک کو پھاڑے ڈالتا ہے۔

باز آن یکبار دیگر ہفت شد	مستی و حیرانی من زفت شد
--------------------------	-------------------------

پھر وہ ایک دوبارہ سات ہو گئی	میری مستی اور حیرانی سخت ہو گئی
------------------------------	---------------------------------

یعنی پھر وہ ایک بار ہی سات ہو گئیں اور میری مستی اور حیرانی عظیم ہو گئی۔

اتصالا تے میان شمعہا	کہ نیاید بر زبان و گفت ما
----------------------	---------------------------

شمعوں میں وہ جوڑ تھا	جو کہ زبان اور گفتگو میں نہیں آ سکتا
----------------------	--------------------------------------

یعنی وہ اتصالات درمیان ان شمعوں کے ہماری زبان اور گفتگو میں آ نہیں سکتے۔

آنکہ یک دیدن کند ادراک آن	سالہا نتوان نمودن از زباں
---------------------------	---------------------------

ایک نظر جو کچھ محسوس کر لیتی ہے	زبان سے اس کو سالوں میں بیان نہیں کیا جا سکتا
---------------------------------	---

یعنی وہ بات کہ ایک دیکھنا اس کا ادراک کر لیتا ہے سالہا سال تک اس کو زبان سے بیان نہیں کر سکتے۔ مطلب یہ کہ شنیدہ کے بودمانند دیدہ۔ اگر بیان بھی کیا جائے تو وہ حالت جو دوقتی کے دیکھنے کے وقت ہوئی تھی کب ہو سکتی ہے۔

آنکہ یکدم بیندش ادراک و ہوش	سالہا نتوان شنیدن آن بگوش
-----------------------------	---------------------------

جس کو علم و ہوش ایک دم دیکھ لیتا ہے	اس کو کالوں کے ذریعہ سالوں میں نہیں سنا جا سکتا
-------------------------------------	---

یعنی وہ چیز کہ ایک دم میں اس کو ادراک و ہوش دیکھ لیتا ہے سالہا سال میں بھی اس کو کان تک (اس طرح) نہیں کر سکتے۔

چونکہ پایانے ندارد روا لیک	زانکہ لا احصی ثناء ما علیک
----------------------------	----------------------------

چونکہ یہ بات لامحدود ہے جا پرے بہت	اس لئے کہ میں تمہاری تعریف کا بھی تیرے لئے امان نہیں کر سکتا
------------------------------------	--

یعنی جبکہ یہ انتہا نہیں رکھتا تو تم اپنی طرف جاؤ۔ (یعنی چپ رہو) اس لئے کہ لا احصی ثناء علیک (ارشاد ہے تو تم کہاں سے بیان کر سکتے ہوں)

پیشتر رتم دوان کان شمعہا	تاچہ چیزست از نشان کبریا
میں دڑتا ہوا آگے بڑھا کہ وہ شمعیں	اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے کیا چیز ہیں؟

یعنی میں آگے کو دوڑتا ہوا چلا کہ وہ شمعیں آخر کہاں ہیں نشان کبریا سے

میشدم مدہوش و بیخولیش و خراب	تا بینتادم ز تعجیل و شتاب
میں بے ہوش اور بے خود اور خستہ ہو گیا	یہاں تک کہ میں عجلت اور جلدی میں گر پڑا

یعنی میں مدہوش اور بیخود اور خراب ہو گیا یہاں تک کہ جلدی اور دوڑنے کی وجہ سے گرجھی پڑا۔

ساعتے بیہوش و بے عقل اندرین	او قدام بر سر خاک زمین
تھوڑی دیر بیہوش اور بے عقل اس (حالت) میں	میں زمین کی خاک پر پڑا رہا

یعنی ایک گھڑی بے عقل و بے ہوش اسی حالت میں خاک زمین پر پڑا رہا۔

باز باہوش آدم بر خاستم	در روش گوئی نہ سرنے پاستم
پھر میں ہوش میں آیا اٹھا	رفار میں گویا نہ میرے سر تھا نہ پاؤں

یعنی پھر میں ہوش میں اور چلنے میں اٹھا گویا کہ میرے نہ سر تھا اور نہ پاؤں (غرض کہ عجب حال تھا)

اس شیخ کی نظر میں ان شمعوں کا سات آدمی دکھائی دینا

ہفت شمع اندر نظر شد ہفت مرد	نور شان می شد بہ سقف لا جور
دیکھنے میں سات شمعیں سات مرد بن گئے	ان کا نور نیلوں چھت (آسمان) تک پہنچ رہا تھا

یعنی سات شمعیں دیکھنے میں سات آدمی ہو گئے کہ ان کا نور آسمان سے گزرتا تھا۔

پیش آن انوار نور روز درد	از صلابت نور ہا رے ستر
ان لوروں کے سامنے دن کا نور (بھی) ماند تھا	شدت کی وجہ سے (اور) لوروں کا صفایا کر رہا تھا

یعنی ان انوار کے آگے نور روز بھی درد تھا۔ اور تیزی کی وجہ سے لوروں کو زائل کرتی تھی۔

باز حیران گشتم اندر صنع رب	کا پچنین چون شد چگونه است اے عجب
میں پھر خدا کی کارگیری میں حیران ہو گیا	تجربہ ہے کہ یہ کیسے ہوا؟ کیسے ہے؟

یعنی میں پھر صنعت حق میں حیران ہوا کہ اس طرح کیونکر ہو گیا اور تجربہ ہے کہ کس طرح ہو گیا۔

پیشتر رتم کہ نیکو بنگرم	تاچہ حالست اینکہ میگردو سرم
میں آگے گیا تاکہ اچھی طرح دیکھوں	کہ یہ کیا حال ہے کہ میرا سر چکرا رہا ہے؟

یعنی کہ میں آگے چلا تاکہ اچھی طرح دیکھ لوں کہ کیا حال ہے آیا میرا سر پھر رہا ہے۔

شرح شبیری

پھر ان سات آدمیوں کا سات درخت ہو جانا

باز ہر یک مرد شد شکل درخت	چشم از سبزی ایشاں نیک بخت
پھر ہر مرد ایک درخت کی شکل ہو گیا	ان کی سبزی سے آگے بہرہ مند تھی

یعنی پھر ہر ایک آدمی درخت کی شکل بن گیا کہ آنکھ ان کی سبزی سے ٹھنڈی ہوئی تھی۔

زانہے برگ پیدا نیست شاخ	برگ ہم گم گشتہ از میوہ فراخ
جوں کی کثرت سے شاخ نظر نہیں آتی	میوے کی کثرت سے پتے بھی گم ہو گئے تھے

یعنی پتوں کی زیادتی کی وجہ سے تو شاخ ظاہر نہ تھی اور میوہ کی زیادتی کی وجہ سے پتے بھی گم ہو گئے تھے۔

ہر درخت شاخ بر سدرہ زدہ	سدرہ چہ بود از خلا بیروں شدہ
ہر درخت نے شاخ سدرہ تک پہنچائی ہے	سدرہ کیا ہوتا ہے خلا سے بھی باہر نکل گئی ہے

یعنی ہر شاخ (اس قدر بلند تھی کہ) سدرہ سے نکلی ہوئی اور سدرہ کی لامکان سے باہر نکلی ہوئی تھی۔

سبّخ ہر یک رفتہ در قعر زمین	زیر تر از گاو ماہی بد یقین
ہر ایک کی جڑ زمین کی گہرائی میں تھی	جو یقیناً چھل اور گائے سے بھی نیچے تھی

یعنی جڑ ہر ایک کی قعر زمین تک گئی ہوئی اور گائے اور چھلی سے بھی یقیناً نیچے تھی۔ مشہور ہے کہ ساتوں زمینوں کے نیچے ایک گائے اور ایک چھلی ہے تو مولانا بھی اسی بناء مشہور پر فرماتے ہیں کہ ان کی جڑ اس گائے اور چھلی سے بھی نیچے پہنچی تھی یعنی بہت ہی نیچے تک تھی۔

سبّخ شاں از شاخ خنداں روئی تر	عقل ازاں اشکال شان زیروزبر
ان کی جڑ شاخ سے بھی زیادہ پر رونق اور تازہ تھی	ان کی شکلوں سے عقل درہم برہم تھی

یعنی ان کی جڑ شاخ سے زیادہ ہستی ہوئی تو عقل ان کی اشکال سے زیروزبر (حیران) تھی مطلب یہ کہ جڑ اکثر بھدی ہوتی ہے مگر ان کی جڑ بھی بہت ہی خوبصورت تھی۔

میوہ کہ بر شگافیدے ز زور	ہچو آب از میوہ جستے برق نور
زور میں آ کر جو پھل پھٹتا تھا	پانی کی طرح نور کے کوندے پھل سے چلتے تھے

یعنی جو میوہ کہ عیانا پھٹتا تو پانی کی اس کے اندر سے اس کا نور نکلتا۔

شرح حبیبی

دوتے رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا کہ میں ایک عرصہ تک اطراف عالم میں پھرتا اور سفر کرتا رہا۔ اور حالت یہ تھی کہ میں باوجود

یکہ برسوں سفر کرتا رہا۔ مگر راہ حق کی محبت کے سبب مجھے راستہ کی کچھ خبر نہ تھی اور میں حق سبحانہ کی ذات میں بالکل محو تھا۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ جب ان سے کوئی کہتا کہ آپ کانٹوں اور کنکروں پتھروں میں ننگے پاؤں چلتے ہیں تو وہ یہ جواب دیتے کہ مجھ پر حیرت غالب ہے اور میں آپے میں نہیں ہوں۔ اور بالکل متحیر ہوں مجھے نہ کانٹوں کی خبر ہوتی ہے نہ کنکروں پتھروں کی۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ لوگو تم ان کے پاؤں کو زمین پر نہ دیکھو اس لئے کہ عاشق خدا کو بظاہر زمین پر چلتا ہے مگر حقیقت میں وہ دل پر چلتا اور منازل باطنیہ کو طے کرتا ہے اور متعارف راستہ اور متعارف منزل اور دور اور پاس سے دل کو کیا واسطہ۔ کیونکہ وہ تو حق سبحانہ کا مست اور لطیفہ غیبی ہے اور لمبا اور مختصر تو اوصاف جسمانی سے ہیں۔ سیر روحانی تو اور ہی قسم کی ہے اس میں نہ کانٹے لگتے ہیں نہ کنکریں چبھتی ہیں نہ راہ کی درازی اور کوتاہی محسوس ہوتی ہے دیکھو تم نے نطفہ سے عقل تک سفر کیا یعنی ایک وقت میں تم نطفہ تھے پھر عاقل ہو گئے لیکن نہ یہ مسافت قدم سے طے ہوئی ہے نہ انتقال مکانی سے بس سیر الی اللہ کو اسی پر قیاس کر لو۔ روح چونکہ مجردات سے ہے اس لئے اس کی سیر بیچون اور بے کیف ہے تم روح کی سیر کا انکار نہ کرنا اس لئے کہ ہمارے جسم نے یہ زمان و مکان میں چلنا اسی سے سیکھا ہے کیونکہ وہی محرک ہے پھر اس کی سیر میں کیا استعجاب ہے۔ اتنی بات ضرور ہے کہ روح چونکہ خود غیر محسوس ہے اس لئے اس کی سیر بھی ہر ایک کو محسوس نہیں ہوتی۔ لیکن اس کے برخلاف جسم محسوس ہے اس لئے اس کی رفتار بھی محسوس ہوتی ہے اب دقتی محض سیر جسمانی کو چھوڑ چکا ہے بلکہ اسی سیر جسمانی کے پردہ میں وہ سیر روحانی کر رہا ہے اس لئے نہ اس کو کانٹے کی خبر ہوتی ہے نہ کنکریں نہ قرب راہ کی نہ بعد راہ کی خبر یہ تو ضمنی گفتگو تھی اب ہم پھر اصل قصہ کی طرف عود کرتے ہیں سنو انہوں نے کہا کہ میں ایک دم مشتاقانہ جا رہا تھا تاکہ کسی شخص کے اندر انوار حق سبحانہ مشاہدہ کروں اور تاکہ ایک قطرہ کے اندر قلمزم اور ایک ذرہ کے اندر آفتاب دیکھوں جب میں چلتے چلتے ساحل تک پہنچا تو دن بے وقت ہو چکا تھا اور شام ہو گئی تھی اتنے میں میں نے اچانک دور سے سات شمعیں دیکھیں یہ دیکھ کر میں ان کی طرف چلا ایک شمع کے نور اور شعلہ کی یہ حالت تھی کہ آسمان تک پہنچتا تھا۔ یہ دیکھ کر میں متحیر ہو گیا میں کیا متحیر ہو گیا خود میری حیرت بھی متحیر ہو گئی اور دریائے حیرت کی موج عقل کے سر سے گزر گئی میں سوچتا تھا کہ کیسی شمعیں روشن ہیں اور لوگوں کی آنکھیں بند ہیں ان کو دکھلانی نہیں دیتیں کیونکہ لوگ ان شمعوں کے ہوتے ہوئے جو چاند سے بھی بڑھی ہوئی تھیں کسی ٹٹمانے والے چراغ کو تلاش کر رہے تھے اور ان کی آنکھوں کی عجیب طرح سے نظر بندی کی ہوئی تھی تم جانتے ہو کہ وہ نظر بندی کس نے کر رکھی تھی سنو وہ نظر بندی حق سبحانہ کی صفت اضلال نے کر رکھی تھی۔ پھر میں نے دیکھا کہ وہ ساتوں شمعیں ایک بن گئیں اور اس کا نور اس قدر تیز ہوا کہ آسمان کے پار جاتا تھا پھر میں نے دیکھا کہ وہ پھر سات ہو گئیں۔ اب تو میری بیخودی اور حیرانی اور بھی بڑھ گئی ان شمعوں کے درمیان جو اتصالات اور ارتباطات تھے ہماری زبان اور الفاظ ان کی حقیقت کے بیان کرنے کے لئے ناکافی ہیں اور صرف دیکھنے سے تعلق رکھتے ہیں کیونکہ جس حقیقت کا ادراک ایک نظر کر سکتی ہے اس کو برسوں میں بھی زبان سے ظاہر نہیں کیا جاسکتا اور جو امر فہم سلیم سے ایک دم میں معلوم ہو سکتا ہے اس کو کان میں برسوں بھی نہیں پہنچایا جاسکتا۔ چونکہ اس کا بیان بے انتہا ہے لہذا تم جاؤ اپنا کام کرو۔ ہمارے پیچھے نہ پڑو کیونکہ اس کے ذرا سے بھی اوصاف تمہارے سامنے بیان نہیں کر سکتے۔ خیر میں آگے بڑھا کر دیکھوں تو سہی یہ خدا کی کیسی نشانی ہے میں مدہوش اور بیخود اور خستہ حال جا رہا تھا حتیٰ کہ میں جلدی کے مارے گر بھی گیا۔ کچھ دیر تک تو میں بے ہوش و حواس زمین پر پڑا رہا اس کے بعد مجھے ہوش آیا۔ تو میں اٹھا اور یوں چلا کہ مجھے نہ سر کی خبر تھی نہ پاؤں کی اتنے میں وہ سات شمعیں سات آدمی دکھلانی دینے لگے ان کے نور کی بھی یہی حالت تھی کہ

آسمان تک پہنچتا تھا ان کے نور کے سامنے دن کا نور مگر معلوم ہوتا تھا وہ اپنی قوت سے تمام نوروں کو فنا کئے دیتا تھا۔ یہ دیکھ کر میں حق سبحانہ کی صنعت میں اور بھی حیران ہو گیا۔ کہ یہ قصہ کیا ہے اور یہ معاملہ کیونکر ہے میں اور آگے بڑھا کہ دیکھو کیا حال ہے جس کے سبب سے میرا دماغ چکرار رہا ہے اس کے بعد ہر ایک شخص ایک درخت بن گیا جس کی سبزی سے آنکھوں کو سرور حاصل ہوتا تھا اور پتے اس قدر کثرت سے تھے کہ شاخیں نظر نہ آتی تھیں اور بڑے بڑے میوؤں کے اندر پتے بھی چھپ گئے تھے اور اونچے اس قدر تھے کہ ہر درخت کی شاخ سدرۃ المنتہیٰ سے لگراتی تھی۔ سدرہ کیا آسمانوں سے اوپر خلا میں پہنچتی تھی اور جڑ کی یہ حالت تھی کہ زمین کی سطح تک اور گاؤں زمین اور ماہی زمین کے نیچے پہنچی ہوئی تھی ایک عجیب بات یہ تھی کہ ان کی جڑ شاخوں سے بھی زیادہ دلچسپ تھی ان صورتوں کو دیکھ کر عقل الٹ پلٹ ہوتی تھی اور کچھ راز سمجھ میں نہ آتا تھا۔ جو میوہ پھٹتا تھا عرق کی طرح اس میں سے نور نکلتا تھا۔

شرح شبیری

ان درختوں کا لوگوں کی آنکھوں سے مخفی ہونا

ایں عجب تر کہ برایشاں میگذشت	صد ہزاران خلق از صحرا و دشت
یہ اس سے بھی زیادہ تعجب خیز تھا کہ ان پر گزرتے	جگل اور میدان سے لاکھوں انسان

یعنی یہ عجیب بات تھی کہ ان پر لاکھوں مخلوق صحرا و دشت سے گزرتی تھی۔

ز آرزوئے سایہ جان می باختند	از گلے سائبان می ساختند
سایہ کی تمنا میں جان کی ہازی لگاتے تھے	کبلوں کے سائبان بناتے تھے

یعنی سایہ کی آرزو میں جان بازی کرتے تھے اور کبل کا سائبان بناتے تھے۔

سایہ آن را می دیدند ہیچ	صد تفویر دیدہ ہائے ہیچ ہیچ
وہ ان (درختوں) کا سایہ بالکل نہ دیکھتے تھے	ایسی کج آنکھوں پر سو ہار تف ہے

یعنی وہ لوگ اس درخت کے سایہ کو بالکل نہ دیکھتے تھے تو ایسی ہیچ در ہیچ آنکھوں پر سوتف ہے

ختم کردہ قہر حق بردیدہا	کہ نہ بیند ماہ را بیند سہا
اللہ (تعالیٰ) کے قہر نے آنکھوں پر مہر لگا دی تھی	کہ چاند کو نہ دیکھیں سہا کو دیکھ لیں

یعنی حق تعالیٰ کے قہر نے آنکھوں پر مہر کر رکھی ہے کہ چاند کو دیکھتے نہیں ہیں اور سہا کو دیکھتے ہیں۔ سہا نام ہے ایک ستارہ کا جو بنات العرش کے ساتھ ایک بہت ہی ذرا سا ستارہ ہے مطلب یہ ہے کہ ناقص چیزوں پر تو نظر پڑتی ہے اور کامل پر نظر نہیں پڑتی۔ آگے بھی یہی فرماتے ہیں کہ۔

ذره را بیند و خورشید نے	لیک از لطف و کرم نومید نے
ذره کو دیکھ لیں اور سورج کو نہ دیکھیں	لیکن لطف اور کرم سے ناامید بھی نہیں

یعنی ذرہ کو دیکھتے ہیں اور خورشید کو نہیں لیکن لطف و کرم (حق) سے ناامید (بھی) نہیں ہیں۔ مطلب یہ کہ اگرچہ بصیرت حاصل نہیں ہے مگر پھر بھی ان کو بھی لطف حق سے ناامیدی نہیں ہے اور یہ حالت تھی کہ۔

کاروانہا بے نوا ویں میوہا	پختہ مے ریزد چہ سحرست اے خدا
قالے مفلن اور یہ پھل	کے گر رہے ہیں اے اللہ! یہ کیا جادو ہے؟

یعنی قالے بے توشہ کے ہیں اور یہ میوے پختہ گر رہے ہیں اے اللہ کیا سحر ہے۔

سیب بوسیدہ ہمی چیدند خلق	درہم افتادہ بہ یغما خشک حلق
لوگ سڑے ہوئے سیب جن رہے تھے	لوٹ مار میں پیاسے باہم لڑ رہے تھے

یعنی مخلوق بوسیدہ سیبوں کو چنتی تھی اور لوٹ میں خشک حلق ایک دوسرے پر گرے پڑتے تھے۔

گفت ہر برگ و شکوفہ آن غصون	دمبدم یالیت قومی یعلمون
ان شاخوں کا ہر پتہ اور کلی کہہ رہی تھی	ہر وقت کاش میری قوم جان لیتی

یعنی ہر پتہ اور شکوفہ ان شاخوں کا دمبدم کہتا تھا کہ کاش میری قوم مجھے۔ مطلب یہ کہ چونکہ یہ تو آدمی تھے اس لئے یہ کہتے تھے کہ دیکھو یہ لوگ فیض حاصل نہیں کرتے کاش اگر یہ ہماری حقیقت سے واقف ہوتے تو مستفیض ہوتے۔

بانگ می آمد ز سوسے ہر درخت	سوسے ما آسید خلق شور بخت
ہر درخت کی جانب سے آواز آ رہی تھی	بدبخت لوگو ہاری طرف آؤ

یعنی ہر درخت کی طرف سے آواز آتی تھی کہ اے شور بخت لوگو ہماری طرف آؤ ممکن ہے یہ آواز آتی ہو اور لوگ نہ سن سکتے ہوں۔

بانگ می آمد ز غیرت بر شجر	چشم شاں بستیم کلا لاوڑ
درخت کو غیرت (خداوندی) کی جانب سے آواز آئی	ہم نے ان کی آنکھیں بند کر دی ہیں ہرگز ٹھکانہ نہیں ہے

یعنی شجر پر غیرت (حق) کی وجہ سے آواز آتی تھی کہ ہم نے ان کی آنکھیں بند کر دی ہیں تو اب کوئی بوجھ نہیں ہے مطلب یہ کہ جب وہ شجر لوگوں کو اپنی طرف بلاتے تھے تو غیب سے ان کو آواز آتی تھی کہ بلانے سے کچھ فائدہ نہ ہوگا۔ اس لئے کہ ہم نے ان کی آنکھیں بند کر دی ہیں۔ یہ تمہارے انوار و برکات کو دیکھ نہیں سکتے۔

گر کسے میگفت شان زیں سووید	تا ازیں اشجار مستعد شوید
اگر ن سے کوئی کہتا تھا کہ اس جانب جاؤ	تاکہ تم ان درختوں سے منقطع ہو

یعنی اگر کوئی ان لوگوں سے کہتا کہ اس طرف دوڑو تاکہ ان اشجار سے سعادت حاصل کرنے والے ہو۔ گر کسے میگفت میں کسے سے مراد خود قوتی ہی ہیں اول سے تو اپنے کو متکلم کے صغیہ سے تعبیر کر رہے تھے یہاں صفت التفات ہے۔

جملہ می گفتند کایں مسکین مست	از قضاء اللہ دیوانہ شد است
سب کہتے تھے کہ یہ بیچارہ مدہوش	اللہ کے حکم سے دیوانہ ہو گیا ہے

یعنی سارے کہتے ہیں کہ یہ بیچارہ مست قضا الہی سے دیوانہ ہو گیا ہے (اور کہتے کہ)

مغز این مسکین ز سودائے دراز	وز ریاضت گشت فاسد چون پیاز
اس بیچارے کا دماغ طویل دہم سے	اور مجاہدے سے پیاز کی طرح سڑ گیا ہے

یعنی اس بیچارہ کا دماغ سودائے دراز اور ریاضت کی وجہ سے پیاز کی طرح فاسد ہو گیا ہے مطلب یہ کہ جب یہ لوگوں کو ان کے برکات حاصل کرنے کو بلا تے تو وہ لوگ ان کو دیوانہ بتاتے اور ان کی یہ حالت تھی جس کو فرماتے ہیں کہ۔

او عجب می مانند یارب حال چست	خلق را این پرده اضلال چست
وہ تعجب میں رہ جاتا اے خدا یہ کیا حال ہے؟	لوگوں (کی عقل) پر یہ پردہ اور گمراہی کیسی ہے؟

یعنی وہ کہتے کہ اے اللہ یہ حال کیا ہے اور خلق کے لئے یہ کیا اضلال کا پردہ ہے۔

خلق گونا گوں با صدرائے و عقل	یک قدم اینسوئی آرند نقل
مختلف قسم کے لوگ سینکڑوں رائے اور عقل کے ہوتے ہوئے	اس جانب ایک قدم نہیں بڑھاتے ہیں

یعنی قسم قسم کی مخلوق باوجود سوراخے اور عقل کے اس طرف کو ایک قدم بھی نقل (کر کے) نہیں لاتے۔

عافلان و زیرکان شاں ز اتفاق	گشتہ منکر زاتچنین باغے و عاق
ان میں سے سمجھدار اور ذہین بالاتفاق	ایسے باغ کے منکر اور نافرمان بن گئے

یعنی ان کے عاقل اور زیرک سب بالاتفاق ایسے باغ سے منکر اور عاق ہو گئے ہیں۔

یا منم دیوانہ و حیراں شدہ	دیو چیزے مرا بر سر زدہ
یا میں ہی دیوانہ اور پاگل ہو گیا ہوں	شیطان نے کچھ مجھ پر مسلط کر دیا ہے

یعنی ان کے عاقل اور زیرک سب بالاتفاق ایسے باغ سے منکر اور عاق ہو گئے ہیں۔

چشم می مالم بہر لحظہ کہ من	خواب پنم یا خیال اندر زمن
میں ہر دم آنکھیں ملتا ہوں کہ میں	دنیا میں خواب دیکھ رہا ہوں یا خیال محض ہے

یعنی میں ہر لحظہ آنکھ ملتا ہوں کہ میں خواب دیکھ رہا ہوں یا کوئی خیال ہے زمانہ میں مطلب یہ کہ وہ لوگ ان کو بیوقوف بتاتے اور یہ تعجب کرتے کہ دیکھو ایسا نفیس باغ ہے اور افسوس ہے کہ یہ لوگ منکر ہیں مگر پھر شبہ ہوتا ہے تو سوچتے کہ کہیں میں ہی دیوانہ تو نہیں ہو گیا یا کوئی خواب تو نہیں دیکھ رہا مگر پھر کہتے ہیں کہ۔

خواب چہ بود بر درختان میروم	میوہا شان می خورم چون نگرورم
خواب کیا ہوتا ہے میں درختوں پر محوم رہا ہوں	میں ان کے پھل کھا رہا ہوں گرویدہ کیسے نہ ہوں؟

یعنی خواب کیا ہوتا ہے میں تو درختوں کے پاس چل رہا ہوں اور ان کے میوے کھا رہا ہوں پھر کس طرح گرویدہ نہ ہوں یعنی جب درختوں کے پاس ہوں اور ان کے میوے کھاتا ہوں تو پھر کیسے شبہ کروں مگر پھر فرماتے ہیں کہ

باز چوں من بنگرم در منکراں	کہ ہمی گیرند زیں بستان کراں
پھر جب میں منکروں کو دیکھتا ہوں	کہ وہ اس باغ سے کنارہ کر رہے ہیں

یعنی پھر جب میں منکروں میں نظر کرتا ہوں کہ اس باغ سے کنارہ کشی کرتے ہیں۔

با کمال احتیاج و افتقار	ز آروز یے نیم غورہ جان سپار
پوری احتیاج اور ضرورت کے باوجود	ادھ بچرے پھلوں کی آرزو میں جان کھوتے ہوئے

یعنی باوجود کمال احتیاج و افتقار اور آدھے کچے انگور کی آرزو میں جان دینے والے

ز اشتیاق و حرص یک برگ درخت	مے زنند ایں بینوایاں آہ سخت
درخت کے ایک پتے کے شوق اور حرص میں	یہ بے سہارا سخت آہیں بھر رہے ہیں

یعنی درخت کے ایک پتے کے اشتیاق اور حرص کی وجہ سے یہ بینوالوگ آہ سخت کرتے ہیں۔

در ہر میت زیں درخت وزین شمار	ایں خلاق صد ہزار اندر ہزار
ان درختوں اور پھلوں سے بچھے بنتے ہوئے	یہ لوگ لکھو کھا

یعنی ان درختوں اور پھلوں سے یہ لاکھوں مخلوق ہر میت میں ہے مطلب یہ کہ ان کو شبہ ہوا کہ شاید ان پھلوں وغیرہ سے ان کو استغنا ہو تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ لوگ تو ذرا ذرا سی چیزوں پر جان دے دیتے ہیں پھر یہ بھی نہیں ہو سکتا کہ ایسے پھلوں اور درختوں سے ان کو استغنا ہو لیکن پھر ان کو حیرت ہوتی ہے اور کہتے ہیں کہ

باز میگویم عجب من بے خودم	دست بر شاخ خیالے در زدم
پھر میں کہتا ہوں (کہ) میں عجب بیہوش ہوں	ایک خیالی شاخ کو پکڑ رہا ہوں

یعنی پھر میں کہتا ہوں کہ میں عجب بے خود ہوں کہ ایک خیالے شاخ پر ہاتھ مارتا ہوں۔ مطلب یہ کہ ان کو شبہ ہوتا ہے کہ شاید میں جو کچھ دیکھ رہا ہوں یہ سب خیال ہی ہو تو کیا عجب ہے اب آگے فرماتے ہیں کہ یہ جو ہم کو تعجب ہو گیا ہے اس سے تعجب مت کرنا اس لئے ایسے وقت میں انبیاء کو شبہ بھی پڑ گیا ہے اس کو آیت اذاستیئس الرسل و ظنوا انہم قد کذبوا سے ثابت فرماتے ہیں اول اس کو ویسے سمجھ لو پھر اشعار سے سمجھ میں آ جاوے گا فرماتے ہیں کہ قرآن شریف میں ہے کہ اذاستیئس الرسل و ظنوا انہم قد کذبوا میں دو قرائین ہیں اور دونوں متواتر ہیں ایک تو بے تشدید الذال اجمہ اس میں تو کوئی شبہ نہیں اس کی تفسیر تو ظاہر ہے کہ رسول مایوس ہو گئے اور انہوں نے گمان کر لیا کہ وہ (کفار کی طرف سے) تکذیب کئے گئے ہیں دوسری قرأت متخفیف الذال ہے۔ اس کی تفسیر میں اختلاف ہے۔ حضرت عائشہؓ سے اس قرأت ہی کا انکار کرتی ہیں مگر حضرت ابن عباسؓ اس کی تفسیر فرماتے ہیں اور وہی یہاں مقصود ہے۔ ابن عباس فرماتے ہیں کہ ظنوا میں ضمیر رسل کی طرف ہے اور معنی یہ ہیں کہ وہ مایوس ہو گئے اور گمان کر لیا کہ وہ جھوٹ بولے گئے ہیں یعنی ان سے جو نعر کا وعدہ حق تعالیٰ کی طرف سے ہوا ہے وہ غلط ہوا ہے۔ اب یہاں یہ اشکال رہا کہ بھلا انبیاء کو کس طرح یہ گمان ہو سکتا تھا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس کا وسوسہ ہوتا تھا گمان سے یہی مراد ہے کہ ان کو وسوسہ ہوتا تھا باقی ان کو ظن بالیقین ہرگز نہ تھا اور وسوسہ میں شریعت نے کوئی مواخذہ یا گناہ وغیرہ کچھ رکھا ہی نہیں ہے تو اب صاف ہو

گیا۔ پس فرماتے ہیں کہ جس طرح کہ وہ مایوس ہو گئے تھے اور شبہ میں پڑ گئے تھے اگرچہ درجہ دوسرہ ہی میں سہی مگر ہوا تو اسی طرح ان لوگوں کے انکار سے دقوتی کو بھی شبہ پڑ گیا تھا کہ شاید مجھ ہی کو غلط دکھائی دیتا ہو اب اشعار سے سمجھ لو فرماتے ہیں کہ۔

ہیں بخواں استیاس الرسل اے عمو	تا بظنوا انہم قد کذبوا
ہاں اے چچا استیاس الرسل پڑہ	ظنوا انہم قد کذبوا تک

یعنی اے چچا اذ استیاس الرسل کو ظنوا انہم قد کذبوا تک پڑھ لو۔

ایں قرأت خواں کہ تخیف کذب	ایں بود کہ خویش بیند محجب
یہ قرأت پڑہ کیونکہ کذب کو تخیف سے پڑھنا	یہ ہوتا ہے کہ اپنے آپ کو محجب دیکھے

یعنی اس قرأت کو کذب کی تحقیق سے پڑھو اور یہی ہوا کرتا ہے کہ اپنے کو محجب دیکھا ہے یعنی اسی طرح شبہ پڑ جاتا ہے کہ اپنے کو انسان اس طرف سے مردود و مطرود خیال کرنے لگتا ہے۔ اور سمجھتا ہے کہ بس جی جب یہ اتنے لوگ تکذیب کر رہے ہیں تو شاید یہ سب غلط ہی ہو مگر یہ یاد رہے کہ یہ سب درجہ دوسرہ میں ہوتا ہے یقین نہیں ہوتا۔

در گمان افتاد جان انبیا	ز اتفاق منکرے از اشقیا
انبیاء کی جان شک میں پڑ گئی	بد بخت منکروں کے ہام خلق ہو جانے سے

یعنی حضرات انبیاء علیہم السلام کی جان اشقیاء کے بالاتفاق انکار کرنے سے شک میں پڑ گئی۔ یعنی جب سب منکر ہوئے تو ان کو بھی شک ہو گیا اور دوسرے ہوا کہ کہیں سارے وعدے حق تعالیٰ کے غلط تو نہ تھے۔

جاء ہم بعد التشکک نصرنا	ترک شان گو بردرخت جان برآ
شک میں پڑ جانے کے بعد ان کے پاس ہماری مدد پہنچی	ان کو چھوڑ روح کے درخت پر آ

یعنی شک کے بعد ان کے پاس ہماری مدد آئی تو تم ان کو چھوڑو اور درخت جان پر آؤ۔ مطلب یہ کہ جب انبیاء کو دوسرے ہوا تو اس کے بعد ان کے پاس مدد پہنچ گئی یہ تو وہ استدلال تھا اب آگے آواز غیبی ان دقوتی کو آتی ہے کہ ارے ان لوگوں کو چھوڑو اور درخت جان اور درخت حیات پر آؤ اور ارشاد ہوتا ہے کہ۔

میخور و میدہ بدان کش روزی است	ہر دم و ہر لحظہ سحر آ موزی است
کھا اور اس کو دے جس کا مقدر ہے	ہر وقت اور ہر لمحہ سحر کا سکھانا ہے

یعنی کھا تارہ اور دیتارہ جس کی روزی ہے ہر دم اور ہر لحظہ سحر آ موزی ہے مطلب یہ کہ اے دقوتی تم خود کھاؤ اور جو اس کے اہل ہوں ان کو کھلاؤ اور فیوض اور برکات پہنچاؤ۔ باقی نا اہلوں کو تو سحر ہے کہ ان کو کبھی بھی دکھائی نہ دے گا جب ان کو یہ آواز آتی تھی تو اس طرح آتی تھی کہ لوگ بھی سنتے تھے اور وہ کہتے تھے کہ۔

خلق گویا اے عجب ایں بانگ چست	چونکہ صحرا از درخت و برتہیست
لوگ کہتے مے ہائے تعجب یہ آواز کیسی ہے؟	جبکہ جمل درختوں اور پہلوں سے خالی ہے

یعنی لوگ کہتے کہ تعجب ہے کہ یہ آواز کیا ہے جبکہ جنگل درخت و پھل سے خالی ہے یعنی لوگ کہتے تھے کہ اس جنگل میں نہ کوئی درخت ہے نہ میوے اور آواز آ رہی ہے کہ کھاؤ اور تعجب تو یہ ہے کہ یہ آواز کیسی ہے۔ اور کہاں سے اور کہتے تھے کہ۔

کبچ کشتیم از دم سو دایان	کہ بہ نزدیک شما باغ اوست خوان
ہم (ان) دیوانوں کی باتوں سے احمق بن گئے	کہ تمہارے نزدیک باغ اور خوان ہے

یعنی ہم ان دیوانوں کی ان آوازوں سے دیوانے ہو گئے ہیں کہ تمہارے پاس باغ ہے اور خوان ہے۔

چشم میمالیم و اینجا باغ نیست	یا بیابانے ست یا مشکل رہے است
ہم آنکھیں ملتے ہیں اور اس جگہ باغ نہیں ہے	یا تو جنگل ہے یا دشوار گزار راستہ ہے

یعنی ہم آنکھیں ملتے ہیں کہ یہاں تو کوئی باغ نہیں ہے (بلکہ) یا تو بیابان ہے یا مشکل راستہ ہے۔

ای عجب چندین و راز این ماجرا	چون بود بیہودہ و ہزل و خطا
تعجب ہے اس قدر طویل قصہ	بیہودہ اور مذاق اور غلط کیسے ہو سکتا ہے؟

یعنی تعجب ہے کہ اتنا طویل ماجرا کس طرح بیہودہ اور ہزل اور خطا ہوگا۔ مطلب یہ کہ اول تو ان لوگوں کو اس کے غلط ہونے کا گمان ہوا مگر پھر سوچا یہ اس قدر باتیں کہ باغ ہے اور پھل ہیں اور درخت ہیں وغیرہ وغیرہ جھوٹ بھی معلوم نہیں ہوتیں غرض کہ وہ لوگ تعجب میں تھے آگے فرماتے ہیں کہ۔

من ہی گویم چو ایشان ای عجب	آچنین مہرے چر از صنع رب
میں بھی ان کی طرح کہتا ہوں تعجب ہے	اللہ (تعالیٰ) کی کاریگری نے ایسی مہر کیوں لگا دی ہے

یعنی میں ان لوگوں کی طرح کہتا تھا کہ تعجب ہے کہ قدرت نے ایسی مہر کیوں لگا دی ہے۔ آگے ایک مثال دیتے ہیں کہ۔

زین تنازعہا محمد در عجب	در تعجب نیز ماندہ بو لہب
انہی (قسم کے) اختلافات سے محمد تعجب میں تھے	ابو لہب بھی تعجب میں پڑا ہوا تھا

یعنی ان تنازعات سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم تعجب میں تھے اور تعجب ہی میں ابو لہب رہا ہوا۔ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی تعجب ہوتا تھا کہ یہ کفار میری رسالت کو جو اس قدر ظاہر ہے کیوں نہیں مانتے اور ابو لہب کو تعجب ہوتا تھا کہ محمد کو کیا ہو گیا۔ کہ وہ ایسا دعویٰ کرتے ہیں تو اسی طرح یہاں بھی دونوں طرف تعجب تھا۔

زیں عجب تا آل عجب فرقیست ژرف	تاچہ خواہد کرد سلطان شگرف
اس تعجب اور اس تعجب میں کھرا فرق ہے	دیکھو! عظیم شہنشاہ کیا کرے گا

یعنی اس تعجب میں اور اس تعجب میں ایک فرق عظیم ہے تو اب دیکھئے وہ سلطان عظیم کیا کرے مطلب یہ کہ ان دونوں میں فرق ضرور ہے مگر اب حق تعالیٰ جس کو قبول فرماویں وہ قبول اور جس کو رد فرماویں وہ رد ہوگا۔ اور جو عجب کہ دونوں میں سے قبول ہے وہ ظاہر ہے کہ تعجب حضور کا ہے کہ یہ تعجب ٹھیک تھا اب مولانا فرماتے ہیں کہ۔

اے دقوتے تیز تراں ہیں خموش | چند گوئی چند چون قحط است گوش

اے دقوتی تیز چلا خبردارا چپ ہو جا | جبکہ (بگھنے والے) کان کا قحط ہے کتنا کہے گا

یعنی اے دقوتی اب (قصہ کی طرف) جلدی دوڑو (اور ان اسرار کے بیان سے) چپ رہو۔ کہاں تک بیان کرو گے جبکہ کان کا قحط ہے۔ مطلب یہ کہ جب کوئی سننے والا ہی نہیں ہے تو بیان سے کیا فائدہ ہوگا۔ اس سے خاموش ہی رہو اور قصہ بیان کرو۔ بس مولانا کے فرماتے ہی دقوتے قصہ بیان کرتے ہیں کہ۔

شرح صلیبی

ترجمہ و تشریح:- مذکورہ بالا باتوں سے بھی زیادہ عجیب یہ بات تھی کہ لاکھوں کروڑوں مخلوق اس جنگل سے ہو کر اور ان کے پاس سے گزرتی تھی اور سایہ کے لئے جان دے رہی تھی اور کبیل سا بنان بناتی تھی تاکہ شبنم وغیرہ نقصان نہ پہنچائے۔ لیکن ان کے سایہ کو ذرا بھی کوئی نہ دیکھتا تھا۔ پھنکار ایسی غلط ہیں آنکھوں پر۔ قہر حق سبحانہ نے ان آنکھوں پر مہر کر دی ہے یا یوں کہو کہ حق سبحانہ نے اپنا قہر ختم کر دیا ہے ان آنکھوں پر جو اس قدر غلط ہیں ہوں کہ چاند کو تو نہ دیکھ سکیں اور سہا کو دیکھیں اور اعلیٰ تو ان کو نظر نہ آوے اور ادنیٰ نظر آوے۔ وہ ذرہ کو دیکھیں اور آفتاب کو نہ دیکھیں۔ یہ سب کچھ ہے کہ حق سبحانہ نے ان آنکھوں پر مہر بھی کر دی ہے اور اپنا قہر بھی ان پر ختم کر دیا ہے۔ مگر مایوسی ایسی حالت میں بھی نہ ہونی چاہئے اس لئے کہ ایک قضا کو دوسری قضا بدل سکتی ہے اور جس نے مہر کی ہے وہ سب کو توڑ بھی سکتا ہے اور جس نے قہر کو ختم کیا ہے وہ رحمت کاملہ بھی کر سکتا ہے۔ خیر تو کہنا یہ ہے کہ قافلہ بے سرو سامان ہے اور میوے پڑے ہوئے ہیں۔ اور کوئی نہیں دیکھتا اے اللہ یہ کیا طلسم ہے باوجودیکہ گلے سڑے سیبوں کے اٹھانے کے لئے لوگ ایک دوسرے پر گرے پڑتے ہیں۔ مگر اس نعمت سے محروم ہیں اور ان کی طرف کوئی التفات بھی نہیں کرتا۔ یہ حالت دیکھ کر ہر پتا اور ہر شگوفہ یوں کہہ رہا تھا کہ اے کاش یہ لوگ ہم کو جان لیں اور ہم سے منتفع ہوں اور ہر درخت ان کو یوں آواز دے رہا تھا اے بد بخت لوگو ہماری طرف آؤ یہاں تم کو میوے بھی ملیں گے اور سایہ بھی ملے گا جب وہ اس ندا پر کچھ بھی التفات نہ کرتے تھے تو غیرت حق سبحانہ درختوں کو آواز دیتی اور کہتی تھی کہ ہم نے ان کی آنکھیں بند کر دی ہیں اب ان کے لئے کوئی جائے پناہ نہیں۔ نیز ان لوگوں کی یہ حالت تھی کہ اگر کوئی شخص (مثلاً میں) ان سے کہتا کہ اے اس طرف آؤ تاکہ ان درختوں سے منتفع ہو تو اس کا وہ یوں جواب دیتے کہ یہ بیچارہ اپنی ہوش میں نہیں ہے۔ خدا کے حکم سے پاگل ہو گیا ہے اور ظاہری سبب یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایک عرصہ تک اوہام میں مبتلا رہا ہے اور ریاضت شاقہ سے اس کا دماغ پیاز کی طرح سڑ گیا ہے وہ بیچارہ داعی یہ سن کر متحیر رہ جاتا تھا اور کہتا تھا کہ اے اللہ یہ کیا بات ہے اور گمراہی کے پردے ان کی آنکھوں پر کیسے پڑے ہوئے ہیں۔ مختلف طرح کے لوگ ہیں اور بڑے بڑے عقلمند اور اہل الرائے بھی ہیں۔ لیکن میری بات کوئی نہیں سمجھتا اور اس طرف ایک قدم بھی نہیں بڑھاتا۔ ان لوگوں میں جو لوگ عقلمند اور دانا ہیں وہ بھی مخالفانہ اس باغ کے منکر اور نہ ماننے والے ہیں اور یا کچھ میں ہی پاگل اور حواس باختہ ہو گیا ہوں۔ اور شیطان مجھ پر غالب ہو گیا ہے کہ وہ مجھے غیر واقعات کو واقعات دکھلا رہا ہے میں ہر دم آنکھیں ملتا ہوں اور سوچتا ہوں کہ میں خواب دیکھ رہا ہوں یا میری متخیلہ کا تصرف ہے پھر کہتا ہوں کہ نہیں جی خواب و خیال کیا جب میں ان کے پاس جاتا ہوں اور ان کے میوے چنتا اور کھاتا ہوں تو کون سی وجہ ہے کہ میں ان کی واقعیت کا اعتقاد نہ رکھوں۔ لیکن جب میں منکروں کی حالت دیکھتا ہوں کہ باوجودیکہ ان کی کامل

حاجت اور ضرورت ہے اور وہ نصف گوشہ کے لئے جان دینے پر آمادہ ہیں اور درخت کی ایک پتی کے لئے بے سروسامان لوگ ہائے وائے کرتے ہیں مگر باہمہ یہ لاکھوں کروڑوں آدمی ان درختوں اور پھلوں سے بھاگتے ہیں تو میں پھر مذذب ہو جاتا ہوں اور کہتا ہوں کہ میں بھی عجیب بیہوش ہوں کہ خیالی شاخ کو پکڑ رکھا ہے اور خیال کو حقیقت واقعہ سمجھ رہا ہوں اب مولانا پر ارشاد کا غلبہ ہوتا ہے اور صورت واقعہ ان کی پیش نظر ہوتی ہے اور وہ اس مذذب کی دستگیری فرماتے اور کہتے ہیں کہ اے طالب حق تو ہمت نہ ہار اور حتیٰ اذا سیتئاس الرسل و ظنوا انہم قد کذبوا بقراءۃ تخفیف کذبوا پڑھا اس سے تجھ کو معلوم ہوگا کہ اہل اللہ کو خواہ چھوٹے رتبے کے ہوں یا بڑے کے کبھی اپنی محبوب عن الحق ہونے کا خیال ہو جاتا ہے گو اس خیال کے قوت اور اس کا ضعف ان کے مرتبے کے موافق ہوتا ہے حتیٰ کہ انبیاء کو بھی یہ واقعہ پیش آیا ہے مگر وہاں وہ خیال ان کے مرتبے کے موافق اور وسوسہ غیر اختیار یہ کے درجہ میں تھا وہم و شک اور ظن اصطلاحی کے مرتبہ میں نہ تھا چنانچہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انکار منکرین سے ان کو یہ وسوسہ ہوا کہ کہیں یہ وحی جو ہم پر ہوئی ہے غلط تو نہیں کیونکہ اگر سچ ہوتی تو ان منکرین کو ان کی ہٹ دھرمی اور انکار پر سزا کیوں نہ ہوتی۔ لیکن اس کے ساتھ ہی حق سبحانہ تائید بھی فرماتے ہیں اور اس وسوسہ سے نجات بھی دیدیتے ہیں چنانچہ فرماتے ہیں کہ (بلا اختیار) ان کو یہ وسوسہ ضرور ہوا مگر فوراً ہی ہم نے ان کی تائید کی جس سے وہ وسوسہ ٹوٹ گیا پس تو ان منکرین کو ان کے حال پر چھوڑ اس درخت جاں کے پاس آ اور اس کے میوے خود بھی کھا اور جن کی قسمت میں ان کا کھانا ہے ان کو بھی کھلا تو ایک ہی طلسم کو دیکھ کر چکر میں آ گیا عالم میں تو ہر دم اور لحظہ اس قسم کے لاکھوں طلسم نظر آتے ہیں اس مضمون کو ختم کر کے مولانا پھر مضمون سابق کی طرف عود کر کے فرماتے ہیں کہ وہ داعی کہتا ہے کہ جب میں ان کو درختوں کی طرف بلاتا تو وہ کہتے کہ تعجب ہے یہ کیسی آواز ہے اور ان دیواروں کی گفتگو سے تو ہمارا دماغ خبط ہو گیا یہ کہتے ہیں کہ تمہارے قریب ایک باغ ہے جس میں کھانے کے میوے ہیں ہم آنکھ مل کر غور سے دیکھتے ہیں تو نہ کہیں باغ ہے نہ میوہ یا تو جنگل ہے یا دشوار گزار راستہ اس پر میں کہتا کہ غضب کی بات ہے کہ ان کو دکھلائی نہیں دیتا اور یہ اس کو بے اصل سمجھتے ہیں بھلا اتنا طویل قصہ بیہودہ اور بے اصل اور غلط کیسے ہو سکتا ہے۔ غرض کہ جس طرح ان کو تعجب ہوتا تھا کہ میں بھی متحیر تھا کہ دیکھو حق سبحانہ نے ان کی آنکھوں پر کیسی مہر کر رکھی ہے اب مولانا فرماتے ہیں کہ اسی قسم کے مجادلوں سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی حیرت ہوتی تھی۔ اور وہ تعجب کرتے تھے کہ انہیں کیا ہو گیا ہے۔ کہ بایں ہمہ وضوح یہ لوگ حق کو نہیں سمجھتے اور ادھر ابولہب کو تعجب ہوتا تھا کہ محمد کو کیا ہو گیا کہ (نعوذ باللہ) ایسی بہکی بہکی باتیں کرتا ہے لیکن دونوں تعجبوں میں گہرا فرق تھا کیونکہ ایک کا منشاء وضوح حق تھا اور دوسرے کا خفاء حق۔ اچھا اسے چھوڑو اور یہ دیکھو کہ اب ولایت قلب کا عجیب بادشاہ دقوتے کیا کرتا ہے۔ ہاں دقوتی شاہ صاحب آپ آپ جملہ معترضوں کے بیان میں کب تک مصروف رہیں گے ان سے زبان بند کیجئے اور جلدی سے اصل قصہ بیان کیجئے ہمارے کان اصل قصہ سننے کے بے حد مشتاق ہیں۔ مولانا فرماتے ہیں کہ اسی قسم کے مجادلوں سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی حیرت ہوتی تھی۔ اور وہ تعجب کرتے تھے کہ انہیں کیا ہو گیا ہے۔ کہ بایں ہمہ وضوح یہ لوگ حق کو نہیں سمجھتے اور ادھر ابولہب کو تعجب ہوتا تھا کہ محمد کو کیا ہو گیا کہ (نعوذ باللہ) ایسی بہکی بہکی باتیں کرتا ہے لیکن دونوں تعجبوں میں گہرا فرق تھا کیونکہ ایک کا منشاء وضوح حق تھا اور دوسرے کا خفاء حق۔ اچھا اسے چھوڑو اور یہ دیکھو کہ اب ولایت قلب کا عجیب بادشاہ دقوتے کیا کرتا ہے۔ ہاں دقوتی شاہ صاحب آپ آپ جملہ معترضوں کے بیان میں کب تک مصروف رہیں گے ان سے زبان بند کیجئے اور جلدی سے اصل قصہ بیان کیجئے ہمارے کان اصل قصہ سننے کے بے حد مشتاق ہیں۔

شرح شبیری

دقوی کی نظر میں ان سات درختوں کا ایک ہو جانا

گفت راندم پیشتر من نیک بخت	باز شد آن هفت جمله یک درخت
(دقوی نے) فرمایا میں سعادت مند آگے بڑھا	پھر وہ سات (درخت) ایک ہو گئے

یعنی میں نیک بخت پھر آگے کو چلا تو وہ جب سات سات سارے پھر ایک درخت ہو گئے۔

هفت مے شد فرد مے شد هر د مے	من چساں می گشتم از حیرت مے
وہ کبھی سات ہو جاتے کبھی ایک	میرا بھی حیرت سے عجب مال تھا

یعنی ہر وقت وہ سات ہوتے تھے اور ایک ہوتے تھے تو میں حیرت سے ویسا کا ویسا ہی رہ گیا۔

بعد از ان دیدم درختان در نماز	صف کشیده چون جماعت کرده ساز
اس کے بعد میں نے درختوں کو نماز (کی حالت) میں دیکھا	صف بنائے ہوئے جماعت کی طرح ساز (سامان) کئے ہوئے

یعنی بعد اس کے میں نے درختوں کو نماز میں دیکھا کہ صف بنائے ہوئے اور جماعت کی طرح سامان کئے ہوئے ہیں۔

یک درخت از پیش مانند امام	دیگران اندر پس او در قیام
امام کی طرح ایک درخت آگے	دوسرے اس کے پیچھے قیام میں

یعنی ایک درخت ان کی امام کی طرح اور دوسرے قیام میں اس کے پیچھے۔

آن قیام و آن رکوع و آن سجود	از درختان بس شگفت مے نمود
وہ قیام ' وہ رکوع' وہ سجدہ	درختوں سے مجھے بہت عجب معلوم ہوا

یعنی وہ قیام اور وہ رکوع اور وہ سجدہ درختوں سے مجھے عجب معلوم ہو رہا تھا۔

یاد کردم قول حق را آن زمان	گفت و انجم و شجر را بسجدان
اس وقت مجھے اللہ (تعالیٰ) کا قول یاد آیا	فرمایا ہے بیلیں اور درخت سجدہ کرتے ہیں

یعنی میں نے اس وقت حق تعالیٰ کا قول یاد کیا کہ انجم و شجر کو فرمایا ہے کہ سجدہ کرتے ہیں (اور یہ بھی سوچا کہ)

این درختان را نہ زانو نے میان	این چه ترتیب نمازست آ نچنان
ان درختوں کے نہ زانو ہے نہ کمر	اب طرح نماز کی یہ کیا ترتیب ہے؟

یعنی ان درختوں کے نہ زانو ہیں اور نہ کمر ہے تو یہ اس طرح نماز کی ترتیب کیونکر ہے۔

آمد الہام خدا کاے با فروز	ایں عجب داری زکار ماہ ہنوز
خدا کا الہام آیا کہ اے پرلورا	تجھے اب تک ہمارے کام پر تعجب ہے

یعنی الہام حق آیا کہ اے با فروز تم ہمارے کام سے اب تک تعجب کرتے ہو۔

ان ساتوں درختوں کا سات آدمی ہو جانا

بعد دیرے گشتہ آنہا ہفت مرد	جملہ در قعدہ پے یزداں فرد
تھوڑی دیر کے بعد وہ (درخت) سات مرد بن گئے	اللہ احد کے لئے سب قعدہ میں تھے

یعنی بعد کچھ دیر کے وہ سات آدمی بن گئے اور سارے خدائے یکتا کے سامنے قعدہ میں تھے۔

چشم میہالم کہ آن ہفت ارسلان	تا کیا نند و چہ دارند از جہاں
میں آنکھیں ملتا تھا کہ وہ سات شیر (مرد)	کون ہیں اور دنیا سے کیا (مرتبہ) رکھتے ہیں؟

یعنی آنکھ ملتے تھے کہ یہ سات شیر کون ہیں اور جہاں سے کیا (رتبہ) رکھتے ہیں۔

چوں بہ نزدیکی رسیدم من ز راہ	کردم ایشان را سلام از انتباہ
جب میں راستہ سے (ان کے) قریب پہنچا	ہوش سے میں نے ان کو سلام کیا

یعنی جب میں راستہ سے ان کے نزدیک پہنچا تو میں نے ان کو آگاہی کے لئے سلام کیا۔

قوم گفتندم جواب آن سلام	اے وقوقی مفر و تاج کرام
قوم نے مجھ سے اس سلام کے جواب میں کہا	اے وقوقی بزرگوں کے لئے باعث فخر اور تاج

یعنی اس قوم نے میرا جواب سلام دیا (اور کہا) اے وقوقی کرام کے جائے فخر اور تاج

گفتم آخر چوں مرا بشناختند	پیش ازیں بر من نظر ننداختند
میں نے (دل میں) کہا وہ مجھے کیسے پہچان گئے؟	اس سے پہلے انہوں نے مجھے نہیں دیکھا ہے

یعنی میں نے (دل میں) کہا کہ مجھے انہوں نے کس طرح پہچان لیا۔ اس سے پہلے تو مجھے کہیں دیکھا نہیں۔

از ضمیر من بدانستند زود	یک دگر را بنگریدند از فرود
وہ میرے دل کی بات فوراً سمجھ گئے	بچی نظروں سے ایک نے دوسرے کو دیکھا

یعنی میرے دل سے انہوں نے (اس وسوسہ کو) معلوم کر لیا تو ایک دوسرے کو نیچے ہی نیچے دیکھا۔ یعنی اس لئے دیکھا کہ

کون اس وسوسہ کا جواب دے اس کے بعد

پاتخم دادند کائے جان عزیز	چوں پوشیدہ ست اینہا بر تو نیز
انہوں نے مجھے جواب دیا کہ اے پیارے!	یہ تم پر بھی کیوں پوشیدہ ہے؟

یعنی انہوں نے مجھے جواب دیا کہ اے جان عزیز تم پر یہ بھی کیوں پوشیدہ ہے۔

بردلے کو را تحیر با خدا است	کے شود پوشیدہ راز چپ در است
اس دل پر جس کو خدا کے ساتھ تحیر ہے	دائیں اور بائیں کا راز کب پوشیدہ ہوتا ہے؟

یعنی اس دل پر جو کہ تیر میں خدا کے ساتھ ہے کوئی راز چپ و راست پوشیدہ نہیں ہوتا۔ یعنی ان کو سب معلوم ہو جاتا ہے تو اگر تمہارا نام معلوم ہو گیا تو کیا تعجب ہے۔

گفتم ار سوئے حقائق بشکفید	چو ز حرف و رسمی واقفید
میں نے کہا حقائق کی جانب اگر تم کلنت ہو	رکی نام اور حرف سے کیسے واقف ہو؟

یعنی میں نے کہا کہ اگر حقائق کی طرف تم کھلو تو نام اور حرف رسمی سے کس طرح واقف ہو۔ مطلب یہ کہ انہوں نے سوچا کہ علوم و معانی کا کشف تو ہو سکتا ہے مگر الفاظ اور اسماء کا کشف کیسے ہوا۔

ایں سخن چون آمد از من در خطاب	آں شہاں در حال گفتندم جواب
جب گفتگو میں میری جانب سے یہ بات آئی	ان شاہوں نے نورا مجھے جواب دیا

یعنی یہ بات جب میری طرف سے خطاب میں آئی تو ان شاہوں نے مجھے اسی وقت جواب دیا۔

گفت اگر اسے شو غیب از ولے	آن ز استغراق دان نز جاہلے
کہا اگر دلی سے کوئی نام غائب ہو	تو وہ استغراق کی وجہ سے سمجھ نہ کہ لاطمی سے

یعنی اگر کوئی نام کسی دل سے غائب ہو جاوے تو یہ استغراق کی وجہ سے سمجھو نہ جاہلی کی وجہ سے۔

بعد ازان گفتند مارا آرز	ہست بر تو اے خو برو
اس کے بعد انہوں نے کہا کہ ہماری تمنا	تیری اقتداء کرنے کی ہے اے حسین

یعنی بعد اس کے ان لوگوں نے کہا کہ اے پاک دوست ہمیں آپ کا اقتداء کرنے کی آرزو ہے۔ یعنی سب نے کہا کہ ہمیں آرزو ہے کہ آپ کے پیچھے نماز پڑھیں۔

گفتم آرے لیک یک ساعت کہ من	مشکلاتے دارم از دور زمن
میں نے کہا ہاں لیکن تھوڑی دیر (بعد) کیونکہ میں	زمانہ کے اختلاب کی وجہ سے کچھ مشکلات رکھتا ہوں

یعنی میں نے کہا کہ ہاں لیکن ایک گھڑی (بعد) اس لئے کہ میں دور زمن سے کچھ مشکلات رکھتا ہوں۔

تا شود آن حل بصبحتہائے پاک	کہ بہ صحبت روید انگورے ز خاک
تاکہ پاک صحبتوں سے 'وہ حل ہو جائیں	کیونکہ صحبت سے مٹی سے انگور اگتا ہے

یعنی جب تک کہ وہ آپ کی پاک صحبتوں سے حل ہو جاویں کہ صحبت کی وجہ سے انگور خاک سے اگتا ہے۔ مطلب یہ کہ انہوں نے کہا کہ امامت تو کر لوں گا مگر مجھے کچھ مشکلات باطنی ہیں ان کو حل کر دو اس کے بعد امامت کروں گا مجھے آپ کی صحبت سے امید ہے کہ حل ہو جاویں گے اس لئے کہ دیکھو انگور کو صحبت زمین ہوتی ہے تو اس کے اندر پھل آتا ہے وہ اگتا ہے تو اس طرح تمہاری صحبت کی برکت سے وہ عقدے بھی حل ہو جاویں گے۔ آگے صحبت سے مستفیض ہونے کی ایک مثال فرماتے ہیں۔

دانہ پر مغز را خاک وژم	خلوتے و صحبتے کرد از کرم
پر مغز دانہ نے انرودہ مٹی کو کرم سے	خلوتی اور ساتھی بنا لیا ہے

یعنی دانہ پر مغز کو خاک افسردہ نے اپنا خلوتے اور صحتی کرم کی وجہ سے کر لیا۔

خویشتن در خاک کلی محو کرد	تا نماندش رنگ و بو و سرخ و زرد
(دانہ نے) اپنے آپ کو ہالکیہ مٹی میں ملا دیا	حتیٰ کہ اس کا رنگ بو اور سرخ و زرد باقی نہ رہا

یعنی (دانہ نے) اپنے کو خاک میں بالکل محو کر دیا یہاں تک کہ اس کا رنگ و بو اور سرخ و زرد وغیرہ کچھ نہ رہا۔

از پس آن محو قبض او نماند	بر کشاد و بسط شد مرکب براند
اس کے بعد اس کا سٹاؤ باقی نہ رہا	کھل گیا اور پھیل گیا، سواری بڑھا دی

یعنی بعد اس محو کے اس کا قبض جاتا رہا اور کھل گیا اور بسط ہو گیا تو سواری چلا دی۔

پیش اصل خویش چوں بیخویش شد	رفت صورت جلوہ معنیش شد
جب وہ اپنی اصل کے سامنے بیخود ہو گیا	صورت ختم ہو گئی اس کے باطن کا جلوہ نمودار ہو گیا

یعنی اپنی اصل کے آگے جب بیخود ہو گیا تو صورت جاتی رہی اور اس کے معنی کا جلوہ ہو گیا (تو بس اسی طرح اگر یہ ان کے آگے بیخود ہو جاویں گے تو ان کو بھی یہ حالت حاصل ہو جاوے گی غرض کہ جب انہوں نے کہا کہ تو انہوں نے ان کے کہنے کو مان لیا اس طرح کہ)

سرچنین کردند ہیں فرمان تراست	تف دل از سرچنین کردن بجاست
انہوں نے سر اس طرح کیا ہاں جو تیرا حکم ہو	اس طرح سر کرنے سے دل سے ایک شعلہ نکلا

یعنی انہوں نے سر کو اس طرح کر لیا (یعنی جھکا لیا اور کہا) کہ اچھا حکم آپ کا ہی ہے (یعنی ہم مانتے ہیں) اور گرے دل کو اس طرف سے اور اس طرح کرنا بجا ہے۔

ساعتے با آن گروھے مجتبیٰ	چون مراقب گشتم و از خود جدا
تموڑی دیر کے لئے اس برگزیدہ گروہ کے ساتھ	جب میں مراقب اور اپنے سے جدا ہوا

یعنی اس گروہ برگزیدہ کی ساتھ ایک گھڑی میں جب مراقب ہوا اور اپنے سے جدا ہوا۔

ہم دران ساعت ز ساعت رست جان	زانکہ ساعت پیر گرداند جوان
اسی وقت روح زمانہ سے آزاد ہو گئی	کیونکہ زمانہ جوان کو بوڑھا بنا دیتا ہے

یعنی اسی وقت جان ساعت سے چھوٹ گئی اس لئے کہ ساعت تو جوان کو بڑھا کر دیتی ہے مطلب یہ کہ ان ساعات کے گزرنے ہی سے تو انسان جوان سے بوڑھا ہوتا ہے اور یہ ساعات ان دنیا کی ہیں تو بس جس وقت ادھر توجہ ہوئی اسی وقت اس دنیا سے بالکل بے تعلقی ہو گئے اور ادھر کے ہوش و حواس غائب ہو گئے آگے فرماتے ہیں کہ۔

جملہ تلویہ نہا ز ساعت خاستہ است	رست از تلویں کہ از ساعت پرست
سارے تغیرات زمانہ سے پیدا ہوئے ہیں	جس کو زمانہ سے نجات مل گئی وہ تغیر سے نجات پا گیا

یعنی ساری تلویات ساعت ہی سے اٹھی ہیں اور جو ساعت سے چھوٹ گیا وہ تلویں سے چھوٹ گیا۔ مطلب یہ کہ جو اس دنیا

کے تغیرات سے چھوٹا وہ تلوین سے بھی الگ ہو گیا۔ آگے فرماتے ہیں کہ۔

ساعتے بیرون شوا از ساعت دلا	تاز چونے وارہی و از چرا
اے دل تموزی در کیلئے زمانہ سے باہر ہو جا	تاکہ چون و چرا سے نجات پالے

یعنی اے دل ایک گھڑی اس ساعت سے باہر ہوتا کہ تم چو سے اور چرا سے چھوٹ جاؤ۔

چون از ساعت ساعتے بیرون شوی	چون نماند محرم بیچون شوی
جب تو تموزی در کیلئے زمانہ سے باہر ہو جا	چون ختم ہو جائے گی تو بے چون کا محرم راز بن جائے گا

یعنی جب ایک گھڑی کے لئے اس ساعت سے باہر ہو جاؤ تو جب چون نہ رہے تو بیچون ہو جاؤ گے۔

ساعت از بے ساعتی آگاہ نیست	زانکہ آنسو جز تیر راہ نیست
زمانہ بے زمانہ پن سے واقف نہیں ہے	کیونکہ اس جانب تیر کے علاوہ (کسی کا) راستہ نہیں ہے

یعنی ساعت بے ساعتی سے آگاہ نہیں ہے اس لئے کہ اس طرف تو سوائے تیر کے (کسی کو) راہ ہی نہیں ہے مطلب یہ کہ اس عالم میں پھنس کر اس عالم کی خبر نہیں رہتی اس لئے کہ وہاں تو حیرت ہی حیرت ہے اور کچھ بھی نہیں ہے اور اس عالم دنیا میں حیرت ہے نہیں بلکہ یہ عالم خودی کا ہے تو اس عالم کو اس کی خبر ہی نہیں ہے۔

شرح صلیبی

ترجمہ و تشریح: اس کے بعد دوقتی نے بیان کیا کہ میں کچھ اور آگے بڑھا تو وہ ساتوں درخت ایک درخت بن گئے اس کے بعد کچھ عرصہ تک یہ حالت رہی کہ کبھی سات ہو جاتے تھے اور کبھی پھر ایک ہو جاتے تھے میں نہیں کہہ سکتا کہ مارے حیرت کے میری کیا حالت ہو رہی تھی۔ خیر اس کے بعد میں نے دیکھا کہ وہ درخت صف بستہ نماز پڑھ رہے ہیں اور ایک درخت ان میں امام کی طرح آگے ہے اور دوسرے درخت مقتدیوں کی طرح پیچھے کھڑے ہیں مجھے ان کا قیام ان کا رکوع بہت ہی عجیب معلوم ہوتا تھا۔ یہ منظر دیکھ کر مجھے حق سبحانہ کا قول النجم والشجر يسجدان یاد آ گیا اور میں نے اس کا عیاناً مشاہدہ کر لیا۔ میں متحیر تھا کہ نہ ان درختوں کے گھٹنے ہڑانہ کمر پھر یہ کس قسم کی نماز پڑھ رہے ہیں جب میرا تعجب بہت بڑھا تو حق سبحانہ کی طرف سے الہام ہوا کہ تم کو اب تک ہماری صنایع کا یقین نہیں ہوا۔ اور اب تک تم تعجب ہی کر رہے ہو۔ یہ بھی ہو چکا اس کے بعد وہ سات درخت سات آدمی ہو گئے۔ وہ سب کے سب وحدۃ لا شریک کے سامنے قعدہ میں بیٹھے ہوئے تھے۔ میں آنکھیں مل مل کر دیکھتا تھا کہ یہ کون لوگ ہیں اور ان کا عالم میں کیا رتبہ ہے جب میں چلتے چلتے ان کے پاس پہنچ گیا تو میں نے ہوش و حواس درست کر کے ان کو سلام کیا ان لوگوں نے میرے سلام کا جواب میرا نام لے کر دیا۔ اب مجھے پھر حیرت ہوئی کہ ان کو میرا نام کیونکر معلوم ہو گیا۔ انہوں نے تو مجھے پہلے کبھی دیکھا بھی نہیں۔ وہ میرے اس خطرہ پر بھی مطلع ہو گئے اور نیچی نظروں سے ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگا۔ اس کے بعد مجھے جواب دیا کہ تم کو تو یہ تعجب ہے کہ انہیں معلوم کیونکر ہو گیا اور ہم کو یہ تعجب ہے کہ تم پر اس کا سبب مخفی کیونکر رہا یا درکھو جو لوگ ذات حق کے والد و شیدا ہیں ان پر ادھر ادھر کی باتیں اکثر پوشیدہ نہیں رہتیں اس پر میں نے کہا کہ اگر آپ کو حقائق سے دلچسپی ہے جیسا کہ واقع بھی ہے تو آپ حروف و اسماء رسمیہ کو کیونکر جانتے ہو یعنی حقائق تو کشف وغیرہ سے معلوم ہوتے ہیں مگر حروف و اسماء رسمیہ تو بطرق

متعارف ہی معلوم کرنے سے معلوم ہو سکتے ہیں پھر آپ ان سے کیسے واقف ہیں انہوں نے جواب دیا کہ یہ غلط ہے کہ حروف و اسماء کشف وغیرہ سے معلوم نہیں ہو سکتے بلکہ جب کوئی اسم کسی ولی کی نظر سے غائب ہوتا ہے تو اس کی وجہ ناواقفیت نہیں ہوتی بلکہ استغراق ہوتا ہے کہ اس کے سبب اسم کی طرف التفات نہیں ہوتا (لیکن یاد رکھو کہ یہ قاعدہ کلیہ نہیں ہے بلکہ مقصود یہ ہے کہ ایسا بھی ہوتا ہے اور یہ مقصود نہیں کہ ایسا ہی ہوتا ہے) اس گفتگو کے بعد انہوں نے کہا کہ ہم کو آپ کے پیچھے نماز پڑھنے کی نہایت تمنا ہے آپ امامت کیجئے اس پر میں نے کہا بہت بہتر ہے۔ مگر انقلابات زمانہ کے سبب میں بعض باطنی مشکلات میں گرفتار ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ پیشتر وہ مشکلات آپ حضرات کی صحبت سے حل ہو جائیں۔ کیونکہ صحبت میں بڑی برکت ہے۔ صحبت ہی کے سبب خاک سے انگور پیدا ہوتا ہے اور دانہ پر مغز نے خاک کے ساتھ صحبت اور خلوت اختیار کی اور خاک میں اپنے کو بالکل محو کر دیا تو اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس کا تلون سب فنا ہو گیا نہ اس میں رنگ سرخ و زرد وغیرہ رہا نہ وہ بورہی اور اس محویت کے بعد سارا قبض رفو چکر ہو گیا۔ اور کشادہ و بسط حاصل ہو کر میدان ترقی میں گھوڑا ڈال دیا پس دیکھو جب اس نے اپنی اصل کے سامنے فنا اختیار کی اور خودی کو چھوڑا تو صورت تو فنا ہو گئی اور معنی جلوہ گر ہو گئے یہ سن کر انہوں نے سر ہلایا جس کا مطلب یہ تھا کہ ہم حاضر ہیں جیسی آپ کی مرضی ہو۔ اس سر ہلانے نے میرے دل کے اندر ایک حرارت پیدا کر دی اور میں ان کی ساتھ مراقبہ میں مشغول ہو گیا جب میں کچھ دیر تک مراقبہ رہا اور خودی کو اپنی فنا کر دیا فوراً مجھے ترقی ہو گئی اور تاثیرات زمانہ کی بلا سے نجات پا گیا۔ جس کی مجھے سخت ضرورت تھی کیونکہ زمانہ بری بلا ہے یہ جو ان کو بڑھا اور اہل اللہ کے جوش و خروش کو ٹھنڈا کر دیتا ہے اور میری ساری تلویحیں تبدیل بہ تمکین ہو گئیں۔ کیونکہ میں قید زمانہ سے آزاد ہو چکا تھا اور جو قید زمانہ سے رہا ہو جاتا ہے وہ تلویحیات سے بھی چھوٹ جاتا ہے کیونکہ تمام تلویحیں تغیر زمانہ ہی کے سبب ہوتی ہیں۔ یاد رکھو جس وقت تم قید زمانہ سے آزاد ہو گئے اور قید زمانہ تمہارے لئے نہ رہے گی فوراً حق سبحانہ کے راز دار ہو جاؤ گے۔ پس اس بندش کو اٹھاؤ اور اپنی طبیعت کے اندر وہ کیفیت پیدا کرو جو تاثیرات انقلابات زمانہ سے مانع ہو اور جب تک تم پابند زمانہ ہو گے اس وقت تک وصول ناممکن ہے اس لئے کہ ساعت بے ساعتی کو اور تقید اطلاق کو اور پابند زمانہ متعالی عن الزمان کو کیا جانے کیونکہ وہاں تو تحیر ہی کی رسائی ہے اور متاہلین فی الحق کے سوا اور کی رسائی نہیں۔

شرح شبیری

ہر نفر را بر طویلہ خاص او	بستہ اند اندر جہاں جستجو
ہر شخص کو اس کے خاص اصل پر	تھک و دد کی دنیا میں ہمدہ دیا ہے

یعنی ہر شخص کو اس کے طویلہ خاص پر اس جہاں جستجو میں باندھ دیا ہے (چونکہ یہ جہاں تو طلب کے لئے ہے اس لئے جہاں جستجو کہہ دیا) مطلب یہ کہ جس طرح کہ گھوڑے الگ الگ طویلوں میں بندھے ہوتے ہیں اسی طرح ہر شخص اپنی اپنی جگہ اور اپنے اپنے کام پر لگا ہوا ہے۔

منصب بر ہر طویلہ رانضے	جز بدستورے نیاید رانضے
ہر اصل پر ایک چابک سوار مقرر ہے	اجازت کے بغیر کوئی نافرمان (باہر) نہیں آ سکتا

یعنی ہر طویلہ پر ایک چابک سوار (محافظ) مقرر ہے تو وہ بالا اجازت کے رانضے نہیں ہوتا۔ رانضے چابک سوار اور رانضے علیحدہ ہونے والا۔ مطلب یہ کہ ہر شخص پر ایک ایک محافظ ہے جو اس سے کام لے رہا ہے۔ اور جب تک حکم حق نہیں ہوتا اس

وقت تک وہ رخصت اس سے علیحدہ نہیں ہو سکتا۔

از ہوس گر از طویلہ بکسلد	در طویلہ دیگران سر بر کند
اگر ہوس کی وجہ سے اسطبل سے نکلے	(اور) دوسروں کے اسطبل میں گھے

یعنی اگر ہوس کی وجہ سے ایک طویلہ سے جاوے اور کسی دوسرے طویلہ میں جانے لگے۔

در زمان آخر چیاں چست و خوش	گوشہ افسار او گیرند و کش
فورا چست اور ہوشیار سائیس	اس کی بچاڑی کا سرا پکڑتے ہیں اور کھینچ لیتے ہیں

یعنی اسی وقت و چست و چالاک سائیس اس کی باگ ڈور کا گوشہ پکڑیں اور کھینچ لیں۔ مطلب یہ کہ جو محافظ ہر شخص پر مسلط ہے اگر یہ ادھر ادھر جاتا ہے وہ فوراً اس کو روک لیتے ہیں اور جس کام کے لئے بنایا گیا ہے اس میں لگائے رکھتے ہیں آگے فرماتے ہیں کہ۔

حافظاں را گر نہ بنی اے عیار	اختیارت را بہ بین بے اختیار
اے کمرے اگر تو نگہبانوں کو نہیں دیکتا ہے	اپنے اختیار کو بے اختیار دیکھ لے

یعنی اے عیار اگر تو محافظوں کو نہیں دیکھتا تو اپنے اختیار کو دیکھ۔ مطلب یہ کہ اگر تم کو وہ محافظ نہیں نظر آتے تو تم یوں سمجھو کہ تمہارا جو اختیار ہے یہ تو تمہارے اختیار میں نہیں ہے ورنہ اگر یہ اختیار میں ہو تو ہم اس سے پہلے اختیار کو لیں گے کہ وہ اختیار میں ہے یا نہیں اگر وہ بھی اختیار میں ہے اور اسی طرح اس کے آگے سب اختیار میں ہیں تو تسلسل لازم آتا ہے بس معلوم ہوا کہ کوئی جگہ ایسی نکلتی ہے کہ وہاں اختیار اختیار میں نہیں ہے تو بس یہی بے اختیاری ہے اور اسی کو تم محافظ سمجھ لو۔ اور دیکھ لو کہ۔

اختیارے میکنی و دست و پا	برکشا دستت چرا جسے چرا
تو (ایک چیز) اختیار کرتا ہے اور تیرے ہاتھ پاؤں	کھلے ہوئے ہیں تو رکنا ہوا کیوں ہے؟

یعنی تم ایک اختیار کرتے ہو اور ہاتھ پاؤں تمہارے کھلے ہوئے ہیں تو یہ جس کیا ہے۔ کہ کام کرنا چاہتے ہو اور کام نہیں ہوتا۔ بس معلوم ہوا کہ کوئی چیز ہے کہ جس نے مجھ کو اس مقصد کے پورا کرنے سے روک رکھا ہے۔

روئے در انکار حافظ بردہ	نام تہدیدات نفس کردہ
تو نے عافیت کے انکار کا رخ کر لیا ہے	اس کا نام تو نے نفس کی تہدیدات رکھ لیا ہے

یعنی تم نے انکار محافظ میں توجہ کی ہے اور اس کو تہدیدات نفس نام رکھا ہے (حالانکہ یہی وہ محافظ ہے اور اسی نے تم کو روک رکھا ہے) آگے پھر قصہ بیان فرماتے ہیں کہ۔

دقوتی کا اس قوم کی امامت کیلئے آگے چلنا

این سخن پایاں ندارد تیز رو	ہین نماز آمد دقوتی پیش شو
ان باتوں کا خاتمہ نہیں ہے تیز دوڑ	خبردار! نماز (کا وقت) آ گیا آگے ہو جا

یعنی یہ باتیں تو انتہا نہیں رکھتیں اب تم تیز چلو اور اے دقوتی نماز کا وقت آ گیا آگے چلو۔

ای یگانہ ہیں دوگانہ بر گزار	تا مزین گردد از تو روزگار
اے یکا! دو رکعتیں ادا کر	تا کہ زمانہ تیری وجہ سے بارونق بن جائے

یعنی اے یکتا تم دوگانہ ادا کرو تا کہ تم سے زمانہ مزین ہو جاوے۔

اے امام چشم روشن در صلوة	چشم روشن باید اندر پیشوا
اے نماز میں روشن چشم والے امام	تیرا امام روشن چشم ہونا چاہیے

یعنی اے امام چشم روشن نماز (قرب) ہے اور امامت میں چشم روشن ہی کی ضرورت ہے (اس لئے کہ)

در شریعت ہست مکروہ ای کیا	در امامت پیش کردن کور را
اے بزرگ! شریعت میں مکروہ ہے	اندھے کو امامت میں آگے بڑھانا

یعنی اے زیرک شریعت میں اندھے کو امامت میں آگے کرنا مکروہ ہے۔

گرچہ حافظ باشد و چشت و فقیہ	چشم روشن بہ و گر باشد سفیہ
(وہ اندھا) اگرچہ حافظ اور ہوشیار اور فقیہ ہو	روشن چشم والا بہتر ہے خواہ ان پڑھ ہو

یعنی وہ اندھا اگرچہ حافظ اور چست اور فقیہ ہو تو چشم روشن اس سے بہتر ہے اگرچہ جاہل ہو (اس لئے کہ)

کور را پرہیز نبود از قدر	چشم باشد اصل پرہیز و حذر
اندھے کا گندگی سے بچاؤ نہیں ہوتا ہے	بچاؤ اور پرہیز کی بنیاد آنکھ ہوتی ہے

یعنی اندھے کو نجاست سے پرہیز نہیں ہوتا اور پرہیز اور حذر کے لئے چشم ہی ہوا کرتی ہے۔

او پلیدی را نہ بیند در عبور	ہیچ مومن را مبادا چشم کور
وہ گزرنے میں گندگی کو نہیں دیکھ سکتا ہے	خدا کرے، کسی مومن کی آنکھ اندھی نہ ہو

یعنی وہ اندھا عبور میں پلیدی کو نہیں دیکھتا۔ کسی مومن کی خدا کرے آنکھیں کور نہ ہوں۔

کوری باطن بود کان شرور	زانکہ اندر فعل و قولش نیست نور
باطن کا اندھا پن برائیوں کی کان ہے	کیونکہ اس کے فعل اور قول میں نور نہیں ہوتا ہے

یعنی باطن کی کوری تو معدن شرور ہے اس لئے کہ اس کے فعل و قول میں نور نہیں ہے۔

کور ظاہر در نجاست ظاہر است	کور باطن در نجاست سرست
ظاہری اندھا ظاہر نجاست میں ہے	باطن کا اندھا باطنی نجاستوں میں ہے

یعنی ظاہری اندھا تو ظاہری نجاست میں ہے اور باطن کا کور نجاست باطنی میں ہے۔

این نجاست ظاہر از آبے رود	وان نجاست باطن افزون می شود
یہ ظاہری نجاست پانی سے دور ہو جاتی ہے	باطن کی نجاست بڑھتی رہتی ہے

یعنی ظاہری نجاست تو پانی سے جاتی رہتی ہے اور وہ نجاست باطنی بڑھتی ہی چلی جاتی ہے۔

جز بآب چشم نتوان شستن آن	چون نجاسات بواطن شد عیان
اس کو آنکھ کے پانی کے سوا نہیں دھویا جا سکتا	جبکہ باطنوں کی نجاستیں واضح ہو جائیں

یعنی سوائے آب چشم کے اس کو دھو نہیں سکتے۔ جبکہ باطنی نجاسات ظاہر ہو گئیں مطلب یہ ہے کہ دیکھو جب ظاہری اندھے کو اس لئے امام بنانا مکروہ ہے کہ وہ نجاسات ظاہری سے پوری طرح نہیں بچ سکتا تو جو کور باطن ہو اس کو امام بنانا تو بدرجہ اولیٰ درست نہ ہوگا۔ اس لئے کہ وہ نجاسات باطنی سے جو کہ نجاسات ظاہری سے اشد ہیں نہیں بچ سکتا ہے۔ لہذا ضرورت ہے کہ امام چشم روشن ہو جیسا اوپر کہا تھا کہ چشم روشن باید اندر پیشوا۔ اب یہاں کوئی کہتا ہے کہ جناب کوری باطن کی وجہ سے انسان ناپاک تو نہیں ہوتا۔ اور آپ نے نجس کہہ دیا اس کا جواب دیتے ہیں کہ۔

چوں نجس خواندہ است کافر را خدا	ایں نجاست نیست در ظاہر و راست
جبکہ خدا نے کافر کو نجس کہا ہے	یہ نجاست اس کے ظاہر پر نہیں ہے

یعنی جبکہ حق تعالیٰ نے کافر کو نجس کہا ہے اور وہ نجاست اس کے ظاہر سے پر نہیں۔

ظاہر کافر ملوث نیست زین	آن نجاست ہست در اخلاق و دین
کافر کا ظاہر اس سے ملوث نہیں ہے	وہ نجاست اخلاق اور دین میں ہے

یعنی کافر کا ظاہر اس (نجاست) سے تو ملوث ہے نہیں ہاں وہ نجاست اخلاق و دین میں ہے۔

ایں نجاست بولیش آید پیست گام	وان نجاست بولیش از رے تابشام
اس نجاست کی بدبو میں قدم سے آتی ہے	اس نجاست کی بدبو رے سے شام تک ہے

یعنی یہ نجاست ظاہری تو بوا اس کی بیس قدم سے آتی ہے اور اس نجاست کی رے سے شام تک۔

بلکہ بولیش آسمانہا بر رود	بر دماغ حور و رضوان بر شود
بلکہ اس کی بدبو آسمانوں تک جاتی ہے	حور اور رضوان کے دماغ پر چھا جاتی ہے

یعنی اس کی بو آسمانوں پر جاتی ہے اور حور و رضوان کے دماغ پر غالب آتی ہے۔ مطلب یہ کہ نجاست ظاہری کی بدبو تو تھوڑی ہی دور تک ہوتی ہے مگر باطنی کی نجاست کی بو تو آسمان پر جاتی ہے اور اس سے حور و رضوان کو اذیت ہوتی ہے حدیث میں ہے کہ انسان جب جھوٹ بولتا ہے تو فرشتے اس سے کوسوں دور بھاگ جاتے ہیں اس لئے کہ اس کے منہ سے بڑی سخت بو آتی ہے۔ تو دیکھو ملائکہ کو اس نجاست باطنی سے کس قدر سخت نفرت ہوئی آگے فرماتے ہیں کہ۔

آنچه میگویم بقدر فهم تست	مردم اندر حسرت فهم درست
--------------------------	-------------------------

میں جو کچھ کہ رہا ہوں تیری سمجھ کی بقدر ہے	پوری سمجھ کی حسرت میں میں مرا
--	-------------------------------

یعنی میں جو کچھ بیان کر رہا ہوں یہ سب تمہاری فہم کی قدر ہے اور میں تو فہم درست کی حسرت ہی میں مر گیا۔ یعنی فہم درست ہی کو تلاش کرتے کرتے قریب المرگ ہو گئے مگر یہ بھی نہ میسر ہوا۔ آگے فہم کی ایک مثال فرماتے ہیں کہ۔

فہم آب ست او وجود تن سبو	چون سبو بشکست ریزد آب او
--------------------------	--------------------------

تیری سمجھ پانی ہے اور تیرا وجود ٹھلیا ہے	جب ٹھلیا ٹوٹ جاتی ہے پانی اس سے بہ جاتا ہے
--	--

یعنی فہم تو پانی ہے اور وجود تن ایک سبو ہے تو جب گھڑا ٹوٹ گیا اس کا پانی گر جاتا ہے اس سبو کے ٹوٹنے کو خود آگے بیان فرماتے ہیں کہ۔

این سبورانچ سوراخست ژرف	اندرونے آب ماند خود نہ برف
-------------------------	----------------------------

اس ٹھلیا میں پانچ گہرے سوراخ ہیں	اس میں نہ پانی ٹھہرنے نہ برف
----------------------------------	------------------------------

یعنی اس سبو کے پانچ بڑے بڑے سوراخ ہیں کہ نہ اس میں پانی رہتا ہے اور نہ برف پانچ سوراخ سے مراد جو اس خمہ مطلب یہ کہ اگر یہ کھل جاتے ہیں مثلاً کوئی بولے زیادہ یا باتیں سنے زیادہ یا شہوت زانی زیادہ کرے غرض کہ جس میں بھی زیادتی ہوگی فہم کم ہوگا اور اگر ان کو بند رکھو گے تو فہم تمہارے اندر جمع رہے گا اور ساعت بساعت ترقی کرے گا۔

امر غضنوا غضة البصار کم	ہم شنیدی راست نہادی تو سم
-------------------------	---------------------------

تو نے "اپنی نگاہوں کو پت رکھو" کا حکم	بھی سنا تو نے صحیح کان نہ دھرا
---------------------------------------	--------------------------------

یعنی عضوا غضة ابصار کم کے حکم کو تم نے سنا اور قدم کو درست نہ رکھا (کہ غرض بصر نہ کیا تو ایک سوراخ تو یہ کھلا)

از دہانت نطق فہمت را برد	گوش چوں ریگ آب فہمت را خورد
--------------------------	-----------------------------

تیرے منہ کی گفتگو تیری سمجھ کو برباد کر دیتی ہے	کان ریت کی طرح تیری سمجھ کے پانی کو پی جاتا ہے
---	--

یعنی تمہارے منہ سے بولنا تمہارے فہم کو لے جاتا ہے اور کان ریت کی طرح تمہاری آب فہم کو کھا جاتا ہے۔ مطلب یہ کہ جس طرح کہ ریت پانی کو پی لیتا ہے اور خشک کر لیتا ہے اسی طرح تمہارے کان سے یہ فضولیات جاتے ہیں یہ بھی تمہارے فہم کو ختم کئے دیتے ہیں۔

چشمیں سوراخہائے دیگرت	می کشاند آب فہم مضمرت
-----------------------	-----------------------

اسی طرح تیرے دوسرے سوراخ	تیری چھپی ہوئی سمجھ کے پانی کو کھول دیتے ہیں
--------------------------	--

یعنی اسی طرح تمہارے اور سوراخ تمہارے آب فہم مضمرت کو کھینچتے ہیں اب یہاں کسی کو شبہ ہوا کہ ہم تو بہت باتیں کرتے ہیں اور ہمارا فہم اب تک درست ہے مولانا جواب دیتے ہیں کہ۔

گر ز دریا آب را بیروں کنی	بے عوض آن بحر را ہاموں کنی
---------------------------	----------------------------

اگر تو دریا سے پانی باہر نکالے	بغیر بدلے کے اس دریا کو جنگل بنا دے
--------------------------------	-------------------------------------

یعنی اگر دریا میں سے تم پانی بے عوض ڈالے نکالو تو دریا کو جنگل کر دو گے مطلب یہ کہ تمہارا فہم ایک دریا ہے تو اگر سمندر میں

سے کوئی پانی نکالے اور اس کی جگہ اور پانی اس میں نہ ڈالے تو تھوڑے دنوں میں سب سوکھ جاوے گا تو اسی طرح جب فہم کم ہوتا رہے گا اور داخل نہ ہوگا تو اب نہیں تو پانچ برس بعد ختم ہو جاوے گا۔ آگے فرماتے ہیں کہ۔

بیگہ است ارنی بگویم حال را	مدخل اعواض را و ابدال را
بے موقع ہے ورنہ میں تجھے حال بتاتا	موضوعوں اور بدلوں کے داخل ہونے کا

یعنی بے موقع ہے ورنہ میں موضوعوں اور بدلوں کے داخل ہونے کا حال بیان کر دیتا کہ

کان عوضہا و آن بدلہا بحر را	از کجا آید ز بعد خرچہا
وہ عوض اور وہ بدلے دریا میں	خرچ کے بعد کہاں سے آتے ہیں؟

یعنی کہ وہ عوض اور بدل کے بحر کے کھانے سے بعد خرچ کے آجاتے ہیں۔

صد ہزاران جانور زومی چرند	ابرہا ہم از بروش می برند
اس میں سے لاکھوں جانور پیتے ہیں	اب بھی (پانی) اس میں سے باہر لے جاتے ہیں

یعنی لاکھوں جانور اس سے پیتے ہیں اور اب بھی اس کے باہر سے لے جاتے ہیں۔

باز دریا آن عوضہا می کشد	از کجا دانند اصحاب رشد
پھر دریا ان بدلوں کو حاصل کر لیتا ہے	کہاں سے؟ ہدایت یانتہ جانتے ہیں

یعنی پھر دریا ان عوضوں کو کہاں سے کھینچتا ہے اس کو اصحاب رشد جانتے ہیں (اور وہ جانتا ہی ہے کہ حق تعالیٰ سے لیتا ہے۔ آگے فرماتے ہیں کہ۔

شرح صلیبی

ترجمہ و تشریح: مولانا نے اوپر بیان کیا تھا کہ مقید زماں کی حق سبحانہ تک رسائی نہیں ہو سکتی اور غیر مقیدین کی ہوتی ہے اب اس کا ایک راز بیان فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہر ایک شخص کے لئے اس کی صفات و احوال کے لحاظ سے ایک خاص مقام معین ہے۔ اور ہر مقام پر ایک پہرہ دار مسلط ہے۔ پس جو شخص بدون امر حق سبحانہ اپنے اصلی مقام کو چھوڑ کر دوسرے مقام تک پہنچنا چاہتا ہے فوراً وہ پہرہ دار جو اپنے فرض منصبی کی انجام دہی میں ہر وقت مشغول رہتے ہیں۔ اور کبھی غافل نہیں ہوتے کہ کوئی چھپ کر نکل جاوے۔ اس کو زبردستی ہٹا دیتے ہیں اور جب خدا چاہتا ہے اس وقت وہ آگے جاسکتے ہیں تم کو اگر وہ پہرہ دار نظر نہ آتے ہوں تو ہم تم کو ایک شناخت بتلاتے ہیں اس سے پہچان لو وہ یہ کہ تم اپنے اختیار میں بھی مختار نہیں ہو۔ ورنہ تم اپنے اختیار کو کام میں لاؤ۔ اور اپنے مرتبہ سے آگے بڑھ جاؤ۔ آخر تمہارے ہاتھ پاؤں تو کھلے ہوئے ہیں پھر کیوں مقید ہوں کیوں نہیں بڑھ جاتے اور کیوں بایزید بسطامی وغیرہ نہیں ہو جاتے اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ کوئی پہرہ دار ہے جو روکتا ہے مگر تم نے اس پہرہ دار کے انکار کا ایک بہودہ عذر تراش رکھا ہے۔ وہ یہ کہ جی نہیں چاہتا اور نفس ڈراتا ہے کہ دیکھو تم نے ایسا کیا تو یہ ہو جاوے گا۔ وہ ہو جاوے گا لیکن یہ لغو ہے اس لئے کہ تم اپنی طبیعت اور اپنے نفس کو یوں سمجھا سکتے ہو کہ اچھا امتحان تو کر لو اگر اس میں کچھ ضرر مشاہد ہو تو پھر ہمارا اختیار سلب تو نہ ہو جاوے گا۔ ہم پھر اپنی جگہ پر آ جاویں گے پس ذرا تم امتحان ہی بڑھ کے دیکھ لو۔ دیکھو بڑھ سکتے ہو یا نہیں۔

خیر یہ گفتگو تو ختم نہ ہوگی ہاں دقتی شاہ صاحب ذرا جلدی کیجئے نماز کا وقت آ گیا ہے۔ آگے تشریف لے چلئے اور اے یکتائے زمانہ آپ دو گناہ ادا کیجئے تاکہ آپ کی امامت سے زمانہ مزین ہو جاوے اور اے امام صاحب چشم روشن ہم آپ کو امامت کی دعوت دیتے ہیں کیونکہ امام کے لئے بیٹا ہونا چاہئے اور شریعت نے اندھے کی امامت کو مکروہ کہا ہے خواہ حافظ ہو۔ خواہ مستعد اور فقیہ ہر حالت میں بیٹا شخص بہتر ہے گو وہ علوم رسمہ سے واقف نہ ہو پھر آپ تو علوم رسمہ میں بھی ماہر ہیں اور راز اس کا یہ ہے کہ اندھا آدمی ناپاکی سے نہیں بچ سکتا کیونکہ مدار احتیاط تو بینائی ہے اور وہ اس میں مفقود ہے۔ وہ ہر وی میں نجاست کو نہیں دیکھ سکتا۔ کیونکہ اس سے اقوال و افعال بدوں روشنی چشم کے سرزد ہوتے ہیں پھر چشم ظاہر کے ناپینا اور چشم باطن نا ہونا میں بھی فرق ہے۔ ظاہر کا اندھا تو نجاست ظاہرہ میں لتھڑا ہوتا ہے اور باطن کا اندھا نجاست باطنیہ میں آلودہ ہوتا ہے۔ اور نجاست ظاہرہ تو پانی سے دور ہو جاتی ہے مگر نجاست باطنی اس قدر قوی ہے کہ وہ پانی سے دور نہیں ہو سکتی۔ بلکہ بعض اوقات بڑھ جاتی ہے کیونکہ اس کے سبب بعض وقت آدمی تکبر اور عجب میں مبتلا ہو جاتا ہے اور جبکہ نجاست باطنی پیدا ہو جاتی ہے تو وہ اکثر احوال میں بدوں آب چشم کے نہیں جا سکتی۔ یعنی جب آدمی خوب ریاضت اور مجاہدے کرتا ہے اور حق سبحانہ کی محبت میں روتا ہے اس وقت زائل ہوتی ہے۔ تم کو اگر نجاست باطنی میں کچھ شبہ ہو تو یوں تشفی کر لو کہ جب حق سبحانہ نے انما المشرکون نجس فرمایا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ نجاست اس کے جسم پر تو لگی ہوئی ہے نہیں اور ظاہر کا فرق تو اس سے ملوث نہیں تو لامحالہ وہ نجاست باطنی اور اخلاق اور دین میں ہوگی۔ پس اب شبہ نہ رہا اور نجاست باطنی کا محقق ثابت ہو گیا۔ ایک فرق تو نجاست ظاہری و باطنی میں وہ تھا جو ہم اوپر بیان کر چکے ہیں دوسرا فرق یہ ہے کہ نجاست ظاہری کی بو تو مثلاً بیس ہی قدم تک پہنچتی ہے اور نجاست باطنی کی بو ایک ملک سے دوسرے ملک میں بلکہ عالم سفلی سے عالم علوی میں پہنچتی اور حور و رضوان کے دماغ سے ٹکراتی ہے چنانچہ بعض گناہوں کی نسبت وارد ہے کہ ان سے فرشتوں اور حوروں کو تکلیف ہوتی ہے یہ جس قدر میں نے بیان کیا ہے یہ تو تمہاری سمجھ کے موافق ہے۔ کیا کہوں کوئی سمجھدار نہیں۔ ورنہ میں اور بھی بہت کچھ بیان کرتا۔ اگر تم کو اسرار کا شوق ہے تو سمجھ حاصل کرو اب جو تمہارے اندر سمجھ نہیں اس کی ایک خاص وجہ ہے اور وہ یہ کہ سمجھ ایسی ہے جیسے پانی اور جسم اس کے لئے ایسا ہے جیسے برتن اور قاعدہ ہے کہ برتن ٹوٹ جاتا ہے تو پانی اس میں نہیں ٹھہر سکتا بلکہ بہہ جاتا ہے اب سمجھو کہ تمہارے جسم کے اندر پانچ سوراخ ہیں۔ اس لئے اس میں آب فہم نہیں ٹھہرا۔ مثلاً ایک سوراخ آنکھ ہے تم نے اس کو کھول رکھا ہے اور باوجودیکہ تم کو تنبیہ کی گئی اور اعضا ابصار کم فرمایا مگر تم نے اس پر عمل نہیں کیا اور اس سوراخ کو کھولے رکھا دوسرا سوراخ منہ ہے بہت بڑا حصہ فہم کا کثرت کلام کے ذریعہ سے ضائع ہوتا ہے تم نے اس کی بھی پروا نہیں کی۔ تیسرا سوراخ کان ہے یہ بھی تمہاری فہم کو زنگ کی طرح کھاتا ہے۔ تم نے اس کی بھی بند کرنے کی کوشش نہیں کی۔ علی ہذا القیاس اور بھی سوراخ ہیں جن سے تمہارا آب فہم نکلا جا رہا ہے۔ تم نے ان کو بھی بند نہ کیا۔ نیز اس کی بھی فکر نہ کی کہ اس کا عوض بھی پہنچ جاوے پس لامحالہ سمجھ بہت کم ہو گئی دیکھو اگر سمندر میں سے پانی نکالا جاوے اور اس کی عوض اور پانی اس میں نہ ڈالا جاوے تو ایک دن خشک ہو کر صحرا ہو جاوے گا موقع نہیں ہے نہیں تو ہم اعواض و ابدال کی بھی تفصیل کرتے کہ کہاں سے آتے ہیں اور کیونکر آتے ہیں جو بعض دریا باوجودیکہ ان کا پانی بہت صرف ہوتا ہے کیونکہ سینکڑوں جانور اس سے پانی پیتے ہیں اور ابران ہی سے پانی لے جاتے ہیں مگر باہمہ وہ کم نہیں ہوتا اور برابر خرچ شدہ پانی کا بدل ان میں آتا رہتا ہے۔ رہی یہ بات کہ کہاں سے آتا ہے اس کو صاحب ہدایت اور مہتدی لوگ ہی جانتے ہیں (اس مضمون میں مولانا نے ایک شبہ کے جواب

کی طرف اشارہ کیا ہے شبہ یہ ہے کہ یہ سوراخ تو اہل اللہ کے بھی کھلے ہوتے ہیں۔ مثلاً وہ باتیں بھی کرتے ہیں وہ دیکھتے بھی ہیں وہ سنتے بھی ہیں۔ خود آپ ہی اپنے کو دیکھ لیجئے کہ کتنی بڑی مثنوی لکھی ہے پھر ان کے افہام کیوں نہیں گھٹے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ان کو بدل ملتا رہتا ہے۔ وہاں جتنا صرف ہوتا ہے اس کے برابر یا اس سے زیادہ ان کو پھرل جاتا ہے۔ اس لئے ان میں کمی نہیں آتی۔ اور یہ کہ کہاں سے ملتا ہے اور کیوں ملتا ہے اس کی تفصیل ہم اس مقام پر نہیں کر سکتے۔ برخلاف تمہارے کہ وہاں خرچ تو ہے اور آمدنی یا تو ہے نہیں یا بہت کم ہے اس لئے تمہارے افہام کم ہوتے ہیں۔

شرح شبیری

قصہ ہا آغاز کردیم از شتاب	ماند بے مخلص درون این کتاب
جلدی میں ہم نے بہت سے قصے شروع کر دیئے	اس کتاب (مثنوی) کا باطن بے مقصد رہ گیا

یعنی ہم نے بہت سے قصے جلدی سے شروع کر دیئے اور باطن اس کتاب کا بے مخلص رہ گیا۔ یعنی ان قصوں میں اس کتاب سے جو مقصود تھا وہ رہ گیا۔ اب چونکہ مولانا حسام الدین ہی کا فیض اس مثنوی کو سمجھتے ہیں لہذا آگے ان کی تعریف کرتے ہیں کہ

اے ضیاء الحق حسام الدین راد	کہ فلک و ارکان چو توشا ہے نژاد
اے گلنڈ ضیاء الحق حسام الدین!	کہ آسمان اور عناصر نے تم جیسا شاہ نہ جتا

یعنی اے ضیاء الحق حسام الدین بزرگ کہ فلک اور ارکان نے آپ جیسا کوئی بادشاہ پیدا نہیں کیا۔

تو بنا در آمدی در جان و دل	اے دی و جاں از قدم تو نجل
تم دل و جان میں عدت سے آئے	تمہاری تشریف آوری سے دل و جان شرمندہ ہیں

یعنی جان و دل میں آپ ایک نادر تشریف لائے ہیں۔ اے وہ شخص کہ آپ کے قدم سے دل و جاں نجل ہیں۔

چند کردم مدح قوم ما مضی	قصد من زانہا تو بودی ز اقتضا
میں نے گذشتہ قوم کی بہت تعریفیں کیں	فائنائے (طبع) سے تم ہی ان سے میرا مقصود تھے

یعنی میں نے گذشتہ لوگوں کی مدح بہت کی ہے مگر ان سے میرے مقصود اقتضا کی وجہ سے آپ ہی تھے۔

خانہ خود را شناسد خود دعا	تو بنام ہر کہ خواہی کن ثنا
دعا اپنے مقام کو خود پہچان لیتی ہے	تو چاہے جس کا نام لے کر تعریف کر

یعنی دعا تو اپنا گھر خود پہچانتی ہے تو جس کے نام سے چاہو ثنا کرو۔ مطلب یہ کہ میں نے اگرچہ اوروں کے نام لے کر ثنا کی ہے مگر ثنا تو اپنا گھر جانتی ہے وہ ادھر ادھر ہو کر آپ ہی پہنچتی ہے۔

بہر کتمان مدح از ناگل	حق نہا دست این حکایات و مثل
تعریف کو ناگل سے چھپانے کے لئے	اللہ (تعالیٰ) نے یہ حکایتیں اور مثالیں بنا دی ہیں

یعنی ممدوح کے بے موقع ہونے کی وجہ سے پوشیدہ رکھنے کو حق تعالیٰ نے یہ حکایت اور مثل بیان فرمائی ہیں مطلب یہ کہ حق تعالیٰ نے جو قرآن شریف میں انبیاء کے قصص بیان فرمائے ہیں اور ان کی تعریفیں کی ہیں ان سب سے تعریف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مقصود تھی مگر خوشتر آں باشد کہ سر دلبراں گفت آید در حدیث دیگران کی وجہ سے ہر جگہ حضور کا نام مبارک نہیں لیا۔ اسی طرح فرماتے ہیں۔

گرچہ آں مدح از تو ہم آمد بجل	لیک بہ پذیرد خدا جہد المقل
اگرچہ وہ تعریف بھی تم سے شرمندہ ہے	لیکن اللہ (تعالیٰ) نادار کی کوشش قبول فرما لیتا ہے

یعنی اگرچہ مدح بھی آپ سے بجل ہے (اور آپ کی مدح اب بھی پوری طرح نہ ہو سکی) لیکن حق تعالیٰ غریبوں کی کوشش کو قبول فرما لیتے ہیں۔

حق پذیرد کسرہ را دارد معاف	کز دو دیدہ کور دو قطرہ کفاف
اللہ (تعالیٰ) ٹکڑا قبول کر لیتا ہے (زیادہ سے) معاف رکھتا ہے	دو اندھی آنکھوں سے دو قطرے کافی ہیں

یعنی حق تعالیٰ ایک ٹکڑہ کو قبول فرما لیتے ہیں اور معاف رکھتے ہیں اس لئے کہ اندھے کی دونوں آنکھوں سے دو قطرہ بھی کافی ہیں (تو اسی طرح ہم نے جس قدر مدح کر دی ہے ہم غریبوں سے اسی کو قبول فرما لیجئے) آگے فرماتی ہیں کہ۔

مرغ و ماہی داند آں ابہام را	کہ ستودم مجمل اس خوش نام را
اس اجمال کو پرند اور مچھلی سمجھتے ہیں	کہ میں نے مجمل اس پیارے نام کی تعریف کی ہے

یعنی ابہام کو مرغ و ماہی بھی جانتے ہیں جس خوش نام کی میں نے مجملاً تعریف کی ہے (اور مجمل اس لئے کی کہ)

تاہرز و آہ حسوداں کم وزو	تا خیالش را بدنہاں کم گزو
تاکہ حاسدوں کی آہ ان پر نہ نکلے	تاکہ ان کے خیال کو دانٹوں سے نہ کاٹیں

یعنی تاکہ ان پر حسودوں کی آہ کم چلے اور تاکہ ان کے خیال کو دانٹوں میں کم کاٹیں۔ مطلب یہ کہ نام اس لئے نہیں لیا تاکہ حاسد لوگ حسد نہ کر سکیں پس مجمل ہی رہنے دیا ہے۔ آگے فرماتے ہیں کہ۔

خود خیالش را کجا یابد حسود	در وثاق موش طوطی کے غنود
ان کے خیال کو حاسد کب پائے گا؟	چوہے کے بل میں طوطی کب سوئی ہے؟

یعنی خود حاسدان کے خیال ہی کو کب پاوے گا موش کے بل میں طوطی کب سوئی ہے۔ (تو ان لوگوں کے ذہن میں ان کا خیال کب آتا ہے)

آں خیال او بود از احتیال	موے ابروئے ویست آن نے ہلال
وہ اس کا بناؤٹی خیال ہے	وہ اس کی ابرو کا ہال ہے نہ کہ چاند

یعنی وہ اسی کا خیال ہے حیلہ کی وجہ سے اور اسی کی ابرو کا ہال ہے نہ کہ ہلال ہے۔

مدح تو گویم بروں از پنج و ہفت	بر نویس اکنوں دقوتی پیش رفت
میں تمہاری تعریف پانچ اور سات سے زیادہ کروں گا	اب لکھو (کہ) دقوتی آگے ہو گئے

یعنی آپ کی مدح میں بیخ (حواس) اور وقت (سما) سے باہر ہو کر کہوں گا۔ اب تو لکھو کہ دقتی آگے چلے گئے مطلب یہ کہ آپ کی مدح اس جہان میں سمانہیں سکتی۔ لہذا ان حواس سے اور اس عالم سے باہر ہو کر آپ کی مدح کہوں تو کہہ سکتا ہوں تو اب اس کو یہیں ترک کر کے دقتی کی امامت کو لکھا جاتا ہے۔ قصہ کی طرف اس مصرعہ ہی میں جو کچھ بیان ہے وہی ہے آگے سرخی کے آگے بھی مولانا کو چونکہ جوش زیادہ ہے قصہ بیان نہ کریں گے بلکہ اور مضمون مدح ہی کا بیان فرماویں گے۔

دقتی کا اس غیبی قوم کی امامت کیلئے آگے جانا

در تحیات و سلام الصالحین	مدح جملہ انبیاء آمد عجبین
التحیات اور نیکیوں پر سلام میں	سب نبیوں کی تعریف گندی ہوئی ہے

یعنی التحیات اور سلام صالحین میں تمام انبیاء کی مدح ملے ہوئی آئی ہے مطلب یہ کہ دیکھو التحیات میں تمام انبیاء کی مدح ملی ہوئی ہے۔

مدجہا شد جملگی آمینختہ	کو زہا در یک لکن در ریختہ
سب کی ملی جلی تعریف ہو گئی	پالوں کو ایک طشت میں ڈال دیا

یعنی تعریفیں ساری ملی ہوئی ہیں اور کوزے ایک لکن میں پڑے ہوئے ہیں۔

زانکہ خود مدوح جز یک بیش نیست	کیشہا زیں روئے جز یک کیش نیست
اس لئے کہ خود مدوح ایک کے علاوہ نہیں ہے	اس اعتبار سے مذاہب (بھی) ایک کے علاوہ نہیں

اس لئے کہ خود مدوح سوائے ایک کے نہیں ہے اور مذاہب اس حیثیت سے سوائے ایک مذہب کے نہیں ہیں۔

زانکہ ہر مدحے بنور حق رود	برصور و اشخاص عاریت بود
سمجھ لے کہ ہر تعریف اللہ (تعالیٰ) کے نور کی طرف جاتی ہے	صورتوں اور قصوں کے لئے عارضی ہوتی ہے

یعنی اس لئے ہر مدح نور حق سے چلتی ہے اور صورتوں اور اشخاص پہ عاریت ہوتی ہے۔

مدجہا جز مستحق را کے کنند	لیک برپنداشت گمرہ می شوند
(لوگ) مستحق کے علاوہ کسی کی کب تعریف کرتے ہیں؟	لیکن (فاسد) گمان کی وجہ سے گمراہ ہو جاتے ہیں

یعنی مدحیں سوائے مستحق کے (اور کسی کو) کب کرتے ہیں لیکن اپنے گمان پر گمراہ ہوتی ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ دنیا میں ہندو مسلمان عیسائی نصرانی عام و خاص جو کوئی کسی کی تعریف کرتا ہے خواہ اپنے معبود کی یا اپنے کسی ویسے مدوح کی اصل میں وہ ساری تعریفیں حق تعالیٰ کی ہیں اس لئے کہ مثلاً کسی کے کرم کی تعریف کرتے ہیں تو یہ صفت اصل میں کسی کے حق تعالیٰ کی یا مثلاً کسی کی قادر ہونے کی تعریف کرتے ہیں یہ بھی اصل میں حق تعالیٰ کی صفت ہے اور اس درجہ میں سارے مذاہب ایک ہو گئے مگر ایک خرابی چونکہ ہو گئی ہے اس وجہ سے کفر و اسلام الگ الگ ہے وہ یہ کہ اس مدح میں اپنے اس مدوح کو مقصود سمجھ لیتے ہیں اور خاص اسی کی مدح کرتے ہیں۔ بس اس اعتقاد کی بدولت گمراہ ہوئے ہیں۔ ورنہ اصل میں سارے حق تعالیٰ ہی کے اوصاف کی حمد کر رہے ہیں اگر ان لوگوں کو یہ گمان نہ ہوتا تو بے شک یہ لوگ کوئی بھی گمراہ نہ ہوتے۔ مدح جس کی چاہے کرتے مگر مقصود حق تعالیٰ ہی ہوتے تو ظاہر ہے کہ کوئی حرج

نہیں ہے اس لئے کہ یوں تو اہل اسلام بھی مدح کرتے ہیں مگر اس شے کو مقصود نہیں بناتے آگے ایک مثال فرماتے ہیں کہ۔

ہچو نور تافہ بر حائطے	حائطہ آں انوار را چوں رابطے
جس طرح کہ نور دیوار پر پڑتا ہے	(اور) دیوار ان لوروں کے لئے واسطہ ہے

یعنی جیسے کہ کوئی نور ایک دیوار پر چمکا ہوا ہو تو دیوار اور انوار کے لئے مثل ایک واسطہ کے ہے۔

لاجرم چوں سایہ سوئی اصل راند	ضال مہ کم کردوز استانش بماند
لاحالہ جب نور اصل کی طرف سٹ جائے	گمراہ نے چاند کو گم کر دیا اور تعریف سے رک گیا

یعنی لاجرم جب سایہ اصل کی طرف چلا گیا تو گمراہ آدمی نے چاند کو گم کر دیا اور اس کی تعریف سے رہ گیا۔ مطلب یہ کہ دیکھو چاند کا عکس کسی دیوار پر پڑا تو ایک شخص ہے کہ خود چاند کے نور کی تعریف کر رہا ہے اور دوسرا اس دیوار کی مدح کر رہا ہے جس پر چاند کا عکس پڑ رہا ہے تو اب دیکھو کون تھوڑی دیر میں یہ چاندنی اور اس دیوار کی چمک دمک معدوم ہونے والی ہے۔ تو یہ حضرت مادح صاحب مدح سے بھی رہ جاویں گے اور جو چاند کی مدح کر رہا تھا وہ اب بھی مادح ہے اس لئے کہ اس کا نور باقی ہے تو اسی طرح جن لوگوں نے کہ اوروں کو مقصود بنا رکھا ہے وہ تو ان کے معدوم ہونے کے وقت تکتے رہ جاویں گے اور جن کا مقصود حق تعالیٰ ہیں وہ مدت العمر مدح کریں گے اور مدوح موجود ہوگا۔ آگے دوسری مثال فرماتے ہیں کہ۔

یاز چاہے عکس ماہے وانمود	سر بچہ میگرد واں رائے ستود
یا کسی کنویں میں چاند کا عکس نمودار ہوا	کنویں میں سر جھکایا اور اس کی تعریف کر رہا ہے

یعنی یا کنویں سے چاند کا عکس دکھائی دیا تو ایک شخص نے سر کنویں میں کر کے اس کی تعریف شروع کی۔

در حقیقت مادح ماہ ہست او	گرچہ جہل او بعکسش کردہ رو
حقیقتاً وہ چاند کی تعریف کرنے والا ہے	اگرچہ اس نے نادانی سے عکس کی طرف منہ کر رکھا ہے

یعنی وہ حقیقت میں چاند ہی کا مادح ہے اگرچہ اپنی جہل کی وجہ سے اس کے عکس کی طرف منہ کر رکھا ہے۔

مدح او مہ راست نے آں عکس را	کفر شد آں چوں غلط شد ماجرا
اس کی تعریف چاند کے لئے ہے نہ کہ عکس کے لئے	جب معاملہ غلط ہو گیا کفر ہو گیا

یعنی اس کی مدح چاند کو ہے اس عکس کو نہیں ہے اور جب یہ ماجرا غلط ہو گیا تو یہی کفر ہو گیا۔ مطلب یہ کہ وہ جو اس کے اوصاف کی تعریف کر رہا ہے وہ اوصاف تو چاند کے ہیں تو اصل میں تعریف اور مدح چاند کی ہوئی بس اس کی جو یہ غلطی ہے کہ یہ اس عکس کی مدح کرنے لگا ہے یہی اس کی غلطی ہے اور اسی سے کفر لازم آتا ہے۔

کز شقاوت گشت گمراہ آن دلیر	مہ ببالا بود او پنداشت زیر
کیونکہ وہ جری بدبختی سے گمراہ ہو گیا ہے	چاند اوپر تھا وہ نیچے سمجھا

یعنی اس لئے کہ شقاوت کی وجہ سے وہ دلیر گمراہ ہوا کہ چاند اوپر تھا اور اس نے نیچے سمجھا۔

زیر بتاں خلقاں پریشان میشوند	شہوتے راندہ پشیمان میشوند
ان بتوں کی وجہ سے لوگ پریشان ہوتے ہیں	شہوت پوری کر کے شرمندہ ہوتے ہیں

یعنی ان بتوں کی وجہ سے لوگ پریشان ہوتے ہیں اور شہوت رانی کر کے پشیمان ہوتے ہیں۔

زانکہ شہوت باخیالے راندہ است	در حقیقت دور تر و اماندہ است
کیونکہ شہوت رانی ایک خیال سے کی ہے	درحقیقت (اصل سے) بہت دور جا پڑتے ہیں

یعنی اس لئے شہوت رانی ایک خیال کی ساتھ کی اور حقیقت میں بہت دور رہے ہیں۔

باخیالے میل تو چون پر بود	تا بدان پر بر حقیقت بر شود
خیال کی جانب تیرا جھکاؤ پر کی طرح ہوتا ہے	تاکہ تو اس پر کے ذریعہ حقیقت تک پہنچے

یعنی خیالی چیزوں کے ساتھ تیرا میلان پر ہوتا ہے تاکہ تم اس پر سے حقیقت پر پہنچو۔

چون برارندی شہوتے پرت بریخت	لگ گشتے دان خیال از تو گریخت
جب تو نے شہوت رانی کی تو تیرا پر جہز کیا	تو لنگڑا ہو گیا اور وہ خیال تم سے بھاگ گیا

یعنی جبکہ تو نے شہوت رانی کر لی تو وہ تمہارا پر گر گیا اور تم لنگڑے ہو گئے اور وہ خیال تم سے جاتا رہا۔

پر نگہدار و چنین شہوت مران	تا پر میلت برد سوئی جناں
پر کی حفاظت کر اور ایسی شہوت رانی نہ کر	تاکہ میلان کا پر تجھے جنوں کی طرف لے جائے

یعنی پر کی حفاظت کر اور شہوت رانی اس طرح مت کرو تاکہ تمہارا پر میل تم کو جنان کی طرف لے جاوے۔

خلق پندارند عشرت مے کنند	بر خیالے پر خود برے کنند
لوگ سمجھتے ہیں کہ وہ مہلک کر رہے ہیں	ایک خیال پر اپنے پر اکھاڑ رہے ہیں

یعنی لوگ جانتے ہیں کہ وہ عشرت کر رہے ہیں اور ایک خیال پر اپنے پر اکھاڑ رہے ہیں مطلب ان ابیات کا یہ ہے کہ ان میں جو قوت شہوانی ہے وہ ایک ایسی قوت ہے کہ اس کو اگر اپنے اندر جمع رکھا جاوے اور اس سے کام لیا جاوے تو وہی قوت موصل الی الحق ہو جاتی ہے اس لئے کہ اس کے رہنے سے ایک جوش اور ہمت رہتی ہے اور کام جوش اور ہمت ہی سے ہوتا ہے تو بس اس کو اندر رکھ کر کام کرے تو کام خوب ہوتا ہے اور اگر اس کو نکال دیا تو سمجھو کہ اس سے کسل ہوگا اور ایسا ہو گیا کہ گویا تم نے اپنا ایک پر اکھاڑ دیا۔ اور لنگڑے ہو گئے لہذا چاہے کہ اس میں افراط نہ کرو۔ بزرگوں نے لکھا ہے کہ افراط شہوت رانی سے باطنی نقصان ہوتا ہے۔ تو سمجھ لو کہ اس شہوت کو ان بتان مجازی کے ساتھ عشرت کرنے میں خرچ مت کرو بلکہ اس سے دوسرا کام بھی لو۔ آگے فرماتے ہیں کہ۔

وام دار شرح این نکتہ شدم	مہلتم وہ معسر م زان تن زوم
میں اس نکتہ کی شرح کا قرضدار ہو گیا ہوں	میں مفلس ہوں مجھے مہلت دے اسی لئے میں خاموش ہو گیا ہوں

یعنی اس نکتہ کی شرح کرنے کے ہم قرضدار رہے تم مجھے مہلت دو اس لئے کہ میں معسر ہوں اس لئے چپ ہو گیا ہوں۔

مطلب یہ ہے کہ دیکھو اگر کوئی قرضدار معسر ہو تو اس کو شریعت مہلت دیتی ہے تو اسی طرح اس وقت ہم بھی معسر ہیں اور ہم اس وقت بیان نہیں کر سکتے ہمارے ذمہ یہ قرض رہا۔ ان شاء اللہ پھر کہیں بیان کر دیں گے۔

بازگشتم زانکہ قصہ شد قصہ دراز	وقت تنگ و قوم موقوف نماز
میں لوٹتا ہوں کیونکہ قصہ دراز ہو گیا	وقت تنگ ہے اور لوگ نماز میں کھڑے ہیں

یعنی میں واپس ہوتا ہوں اس لئے کہ یہ قصہ دراز ہو گیا ہے اور وقت تنگ ہے اور لوگ نماز میں موقوف ہیں یعنی لوگ نماز کے لئے کھڑے ہوئے ہیں اور ہم قصہ دوسرا لے بیٹھے۔ لہذا اب آگے ان کی نماز کے قصہ کو بیان فرماتے ہیں۔

شرح صلیبی

ترجمہ و تشریح: اب مولانا کو خیال آتا ہے کہ ارے قصہ تو چھوٹ گیا اور میں کہیں کا کہیں نکل گیا۔ اس کی معذرت فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کیا کہیں ہم نے بہت سے قصے شروع کئے لیکن اس کتاب میں وہ تمام نہ ہوئے وجہ یہ ہوئی کہ قصہ کا ایک حصہ بیان کیا اس سے ایک مضمون کی طرف انتقال کیا پھر اس مضمون کے کسی جز سے دوسرے قصہ کی طرف انتقال کر گئے و ہلذا۔ اور وہ قصہ ناقص رہ گیا۔ یہاں بھی یہی ہوا کہ قصہ بیان کرتے کرتے دقوتی کی تعریف کرنے لگے اس سے نجاست کی بحث چھڑ گئی لیکن اے وہ ضیاء الحق حسام الدین جن کی مثل فلک اور ارکان اربعہ عناصر نے کوئی دوسرا بادشاہ طبقہ اولیاء میں یا اس زمانہ میں پیدا نہیں کیا بلکہ آپ اقلیم جان و دل میں ایک عجیب بادشاہ آئے ہیں اور ہمارے جان و دل کی اقلیم آپ کی تشریف آوری سے شرمندہ ہے کہ آپ سے بادشاہ کے قابل نہیں ہے۔ آپ کچھ خیال نہ فرمائیں اور یہ نہ سمجھیں کہ ہمیں اس نے چھوڑ دیا اور دوسروں کے حسن باطنی پر مائل ہو گیا۔ کیونکہ یہ ضرور ہے کہ میں نے گذشتہ لوگوں کی بہت تعریف کی ہے لیکن ان سے اقتضاء میرا مقصود آپ ہی تھے اور وہ تعریف آپ ہی کی طرف راجع تھی۔ آدمی کسی کی تعریف کرے لیکن وہ تعریف تو اپنا ٹھکانہ پہنچاتی ہے۔ درحقیقت وہ اسی کی تعریف ہوگی جو اس کا مستحق ہے۔ مثلاً منشاء میری تعریف کا کمالات باطنیہ تھے اور وہ کمالات آپ میں علی وجہ الکمال موجود ہیں تو وہ تعریف گو صورت اور نصاب ان کی ہو۔ مگر اقتضاء و لزوم آپ کی ہوگی اور یہی میرا مقصود تھا اور ان کو آپ کے لئے پردہ بنایا تھا۔ آپ تو خود واقف ہیں کہ حق سبحانہ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف کی نااہلوں سے چھپانے کے لئے حکایات و امثال کے پردہ میں چھپایا ہے اگرچہ وہ تعریف آپ سے شرمندہ ہے کہ آپ کے رتبہ کے لائق نہیں لیکن آپ متخلق باخلاق اللہ ہیں اور حق سبحانہ کی عادت ہے کہ وہ ناداروں کے ادنیٰ کوشش کو بھی قبول فرماتے ہیں اور ایک روٹی کا ٹکڑا صدقہ میں قبول فرما کر بذل اموال سے معذور رکھتے ہیں اور یہ کہ کور باطن کی آنکھ کے دو قطروں ہی کو بقدر ضرورت سمجھتے ہیں لہذا آپ بھی اس ادنیٰ ہدیہ کو قبول فرمائیے میرے اس ابہام کو مرغ و ماہی بھی جانتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ میں نے ضیاء الحق حسام الدین ہی کی تعریف کی ہے اور ابہام کی غرض یہ تھی کہ ان کے حاسد جل کر آہ نہ نکالیں۔ اور یہ کہ ان کے ایسے خیال کو دانتوں سے نہ کاٹیں جو ان کی متخیلہ نے تراش لیا ہے کیونکہ اصلی خیال کو تو وہ کہاں پاسکتے ہیں اور ان کی صورت واقعہ تو ان کے دماغ میں کہاں پہنچ سکتی ہے بھلا چوہے کے بل میں طوطی کب سوتا ہے۔ وہ خیال تو خود انہی کا تراشا ہوا ہے۔ نہ کہ واقعی اور خود انہی کی ابرو کا بال ہے نہ کہ چاند القصہ میں آپ کی تعریف لفظی نہیں کرتا جس کا تعلق حواسہ خمسہ اور اس عالم اجسام سے ہے بلکہ میں آپ کی تعریف دل سے کرتا ہوں جو حواس خمسہ اور ہفت افلاک سے خارج

ہے۔ خیر یہ گفتگو تو ہو چکی اب یہ لکھو کہ دقوتی امامت کے لئے آگے بڑھ گئے (یاد رکھو کہ ہم نے اے ضیاء الحق حسام الدین راداخ کو اس ملال اور شکایت کا ازالہ قرار دیا ہے جو محبوب کو عاشق کی توجہ الے الغیر سے پیدا ہوتا ہے اور بر لوئیس اکنوں کو قصہ کی طرف انتقال مانا ہے۔ وهو الطف و اقرب عندی اور ولی محمد نے مصرع اے ضیاء الحق حسام الدین راد کو بر لوئیس اکنوں دقوتی پیش رفت کے ساتھ مرتبط قرار دیا ہے اور استمداد ضیاء الحق لا تمام القصہ مانا ہے اور مضمون مابین دو مصرعین کو جملہ معترضہ کہا ہے وہو ایضاً محتمل ہر چند کہ مولانا نے قصہ کو شروع کرنا چاہا تھا مگر پھر کچھ یاد آ گیا۔ اور مضمون سابق ہی کو بیان کرنا شروع کر دیا۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ ذکر نماز سے ایک اور مضمون ذہن میں آ گیا اس کو بھی بیان کرتے چلیں۔ پھر قصہ بیان کریں گے ایک تو تائید اس امر کی کہ مدح قوم ماضی میں آپ کی تعریف مندج ہے اوپر گزر چکی۔ دوسری تائید اب یاد آئی۔ آپ کو معلوم ہے کہ التحیات اور السلام علینا و علیٰ عباد اللہ الصالحین میں تمام انبیاء کی تعریفیں مندج ہیں اور وہ تعریفیں سب یوں مخلوط ہیں جیسے ایک لگن میں بہت سے لوٹے پانی کے ڈال دیئے ہوں ایک لگن کہنے کی وجہ یہ ہے کہ حقیقت میں ممدوح صرف ایک ذات حق سبحانہ ہے اور ایک سے زیادہ نہیں ہے۔ اسی اعتبار سے تمام مذاہب مختلفہ بھی حقیقت کے لحاظ سے ایک ہی مذہب ہیں کیونکہ جو مدح کسی کی جاتی ہے وہ حقیقت میں نور حق کی طرف راجع ہوتی ہے اور صورت و اشخاص کے لئے عاریت ہوتی ہے۔ لوگ حقیقت مستحق حمد (حق سبحانہ) ہی کی مدح کرتے ہیں۔ لیکن بتلائے گمان فاسد ہو کر گمراہ ہو جاتے ہیں ان کی مثال ایسی ہے جیسے چاند کی روشنی ایک دیوار پر پڑ رہی ہے اور دیوار ماہ و نور کے درمیان واسطہ و رابطہ کی مثل ہو۔ مگر جب وہ چاندنی اس دیوار سے گزر کر اپنی اصل کی طرف راجع ہو جائے تو گمراہ سمجھ لے کہ چاند نہیں رہا۔ اور تعریف سے رک جائے۔ یا یوں کہو کہ چاند کا عکس کنویں میں پڑ رہا ہے اور وہ گمراہ کنویں میں منہ ڈال کر اس کے عکس کی تعریف کر رہا ہے اس صورت میں وہ تعریف کرنے والا درحقیقت چاند کی تعریف کر رہا ہے۔ مگر اپنی نادانی سے اس نے عکس کی طرف رخ کر رکھا ہے اور وہ اسی کو ممدوح جانتا ہے حالانکہ حقیقت میں وہ عکس کی تعریف نہیں بلکہ چاند کی تعریف ہے اس غلط بینی کے سبب یہ فعل اس کا کفر ہو گیا اور وہ جری اپنی بدبختی سے گمراہ ہو گیا اور چاند درحقیقت اوپر تھا اس نے اس کو نیچے سمجھا اسی قسم کا مغالطہ حسن پرستوں کو ہوتا ہے کہ وہ حسینوں کی محبت میں پریشان ہوتے ہیں اور جب کامیاب ہوتے ہیں اس وقت بھی کچھ ہاتھ نہیں آتا۔ بلکہ شہوت رانی کر کے نادم ہوتے ہیں۔ اور حقیقی وجہ پشیمانی یہ ہے کہ انہوں نے ایک خیال کی طرح بے حقیقت شے میں شہوت کو صرف کیا ہے اور حقیقت سے دور رہے ہیں تم کو اس شہوت و خواہش کی نہایت قدر کرنی چاہئے کیونکہ تم کو جو کسی حسین کی طرف میلان ہوتا ہے یہ ایک پر ہے جس کے سبب تم حقیقت تک پہنچ سکتے ہو۔ اس کی دو وجہیں ہیں اول تو یہ کہ تم اس مظہر سے ظاہر کی طرف اور فرع سے اصل کی طرف منتقل ہو سکتے ہو دوسری یہ کہ یہ قوت انسان میں ایک نہایت اعلیٰ جوہر ہے جو ذوق و شوق اور گفتگو طبیعت میں مدد دیتا ہے اگر اس کو حق سبحانہ سے متعلق کیا جاوے تو بہت جلد موصل الی المطلوب ہو جاتا ہے جب تم نے شہوت پوری کر لی تو وہ پر تمہارا ضائع ہو گیا اور تم لنگڑے ہو گئے اور لطف یہ کہ جس تصویر پر تم عاشق ہوئے تھے وہ بھی تم سے الگ ہو گئی خواہ اس لئے کہ خود تم کو ہی اس کی خواہش نہ رہی یا اس لئے کہ تم اس کے کام کے نہ رہے اور خسر الدنیا و لا خیرہ کا مصداق ہو گیا۔ لہذا تم کو شہوت رانی کر کے اپنے پروں کو ضائع نہ کرنا چاہئے تاکہ یہ میل و رغبت کا پر تم کو جنت میں لے جا سکے لوگ نہایت غلطی کرتے ہیں کہ وہ شہوت رانی کر کے سمجھتے ہیں کہ ہم مزے اڑا رہے ہیں کیونکہ وہ ایک تصویر کے لئے اپنے پر اکھیر رہے ہیں اس کی تفصیل اس وقت نہیں کر سکتا اس لئے میں اس کا مقروض ہوں۔ تم مجھے مہلت دو کہ جب وسعت ہو اس وقت اس قرض کو ادا کروں۔ اب چونکہ

تنگدست ہوں اور بعض عوارض کے سبب یہ قرض یہاں ادا نہیں کر سکتا۔ اس لئے مجبوراً خاموشی اختیار کرتا ہوں۔ اچھا اب میں واپس ہوتا ہوں کیونکہ وعظ بہت طویل ہو گیا ہے اور وقت بھی ناکافی ہے اور سب سے بڑھ کر یہ بات ہے کہ لوگ نماز سے رکے ہوئے ہیں۔

شرح شبیری

اس قوم کا دقوتی کے پیچھے اقتدا کرنا

پیش در شد آن دقوتی در نماز	قوم ہچوں اطلس آمد او طراز
نماز میں دقوتی آگے ہو گئے	قوم اطلس کی طرح تھی وہ نقش و نگار جیسے

یعنی وہ دقوتی نماز میں آگے ہوئے وہ قوم تو اطلس کی طرح تھی اور یہ بوٹے کی طرح یعنی جس طرح کہ کپڑے کی زینت بوٹوں سے ہوتی ہے اسی طرح یہ زینت القوم تھے۔

اقتدا کردند آن شاہان قطار	در پئے آن مقتدائے نام دار
ان شاہوں نے قطار بنا کر اقتدا کی	اس نامدار مقتدا کے پیچھے

یعنی ان بادشاہوں نے قطار کر کے اس مقتدائے نام دار کے پیچھے اقتداء کی۔

چونکہ با تکبیر ہا مقرون شدند	ہچو قرباں از جہاں بیرون شدند
جیسے وہ تکبیروں سے وابستہ ہوئے	قربانی کی طرح دنیا سے باہر نکل گئے

یعنی جب وہ تکبیر کے ساتھ مقرون ہوئے تو قربانی کی طرح جہان سے باہر ہو گئے۔
یعنی جس طرح کہ قربانی بعد ذبح کے فنا ہو جاتی ہے اور اس عالم سے بے خبر ہو جاتی ہے اسی طرح وہ مستغرق اور بے خبر ہو گئے اب آگے مولانا نماز کے ارکان کے متعلق کچھ اشارات و نکات و مراقبات بیان فرماتے ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے کہ انسان جب نماز پڑھنے کھڑا ہو تو ان حالات کو متحضر کر لے باقی ارکان صلوٰۃ ان نکات پر موقوف نہیں ہیں۔ فرماتے ہیں کہ۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح:۔ دقوتی نماز میں آگے تھے اور قوم ان کی اقتدا میں پیچھے قوم اطلس کی طرح تھی اور دقوتی اس اطلس کا بوٹا تھا۔ غرض سب نے صف بستہ ہو کر ان کے پیچھے اقتدا کی اور نماز شروع ہو گئی جب تکبیر کہنے لگے ہیں اس وقت وہ اس عالم ناسوت سے یوں نکل گئے جس طرح قربانی کا جانور ذبح ہو کر نکل جاتا ہے یعنی نماز میں ان کو اس درجہ استغراق ہوا کہ دنیا و مافیہا کی خبر نہ رہی۔

شرح شبیری

معنی تکبیر ایں است اے امیم	کائے خدا پیش تو ما قربان شدیم
اے امام تکبیر کے معنی یہ ہیں	کہ اے خدا ہم تیرے سامنے قربان ہو گئے

یعنی اے امام تکبیر کے معنی یہ ہیں کہ اے خدا ہم آپ کے سامنے قربان ہوتے ہیں۔

وقت ذبح اللہ اکبر کے	پچھنیں در ذبح نفس کشتن
ذبح کے وقت تو اللہ اکبر پڑھتا ہے	اسی طرح گردن زدنی نفس کے ذبح میں

یعنی ذبح کے وقت تم اللہ اکبر کہتے ہو بس اسی طرح اس نفس کی کشتی ذبح کے وقت بھی مطلب یہ کہ جس طرح ذبح کے وقت اللہ اکبر کہتے ہو اسی طرح جب نماز کے لئے اللہ اکبر کہو تو یہی سمجھو کہ ہم اس نفس کو ذبح کر رہے ہیں اس پر اللہ اکبر کہہ رہے ہیں۔

گوئی اللہ اکبر و آل شوم را	سر بერთا وارہد جان از عنا
تو اللہ اکبر پڑھ اور اس بدبخت کا	سرکٹ دے تاکہ روح ہلاکت سے نجات پا جائے

یعنی اللہ اکبر کہو اور اس منحوس کا سر کاٹو تاکہ جان مصیبت سے چھوٹ جاوے۔

شرح صلیبی

اب تکبیر کا ایک نکتہ بیان کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ جب تم ابتدائے نماز میں اللہ اکبر کہتے ہو تو گویا اس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ اے اللہ ہم آپ کے قربان ہو گئے ہیں۔ اور ہم نے اپنی خودی کو مٹا دیا ہے پس جس طرح تم ذبح کے وقت اللہ اکبر کہتے ہو یوں ہی اس گردن زدنی نفس کے ذبح کے لئے بھی کہنا چاہئے اور اللہ اکبر کہہ کر اس منحوس کا سر اڑا دینا چاہئے تاکہ تمہاری جان مصیبت سے چھوٹے۔

شرح شبیری

تن چوں اسماعیل و جان ہچوں خلیل	کرد جان تکبیر پر جسم نبیل
جسم اسماعیل کی طرح اور روح ظیل (اللہ) کی طرح ہے	روح نے شاندار جسم پر تکبیر پڑھ دی

یعنی تن تو (مذبح ہونے میں) اسماعیل کی طرح ہے اور روح (ذبح ہونے میں) خلیل اللہ کی طرح ہے تو روح نے اس جسم عظیم پر تکبیر کی ہے جب روح نے جسم پر تکبیر کہی تو یہ ہوا کہ۔

گشت کشتہ تن ز شہوتہاؤ آرز	شد بہ بسم اللہ بسکل در نماز
جسم شہوتوں اور حرص سے مردہ ہو گیا	بسم اللہ کید ریجہ نماز میں بسکل ہو گیا

یعنی شہوات سے اور حرص سے کشتہ ہو گیا اور بسم اللہ سے نماز میں بسکل ہو گیا۔ (یہ سب نکات اور اشارات ہیں مطلب یہ ہے کہ نماز میں اس طرح سوچے گویا کہ یوں ہو رہا ہے اور یہ سوچے کہ)

چو قایمیت پیش حق صفہا زدہ	در حساب و در مناجات آمدہ
قیامت (کنن) کی طرح اللہ (تعالیٰ) کے سامنے ملے ہائے ہیں	حساب اور سوال و جواب میں لگے ہیں

یعنی قیامت کی طرح حق کے سامنے صف باندھے اور حساب اور مناجات میں (گویا کہ) آئے ہوئے ہیں۔

ایستادہ پیش یزدان اشک ریز	ہر مثال راست خیز رستخیز
اللہ (تعالیٰ) کے سامنے کھڑے ہوئے آنسوگرا رہے ہیں	قیامت میں سیدھے کھڑے ہونے والوں کی طرح

یعنی حق تعالیٰ کے سامنے اشک ریز مثل روز رستخیز کے راست خیز کے کھڑے ہوئے ہیں مطلب یہ کہ جس طرح کہ قیامت میں لوگ سیدھے اٹھیں گے اسی طرح یہ نماز میں کھڑے ہوئے ہیں۔ اب اس کے بعد یہ سوچے کہ گویا کہ۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح:۔ ان حضرات کا جسم و نفس اسماعیل کی مانند عزیز اور بوجہ مطمئنہ ہو جانے کے ذبح پر آمادہ تھا اور ان کی جان خلیل اللہ کی طرح اس کی محبت تھی مگر رضائے حق کے لئے اس نے اللہ اکبر کہہ کر اس کے گلے پر چھری پھیر دی اور ان کا جسم و نفس تمام شہوات و خواہشات سے مر گیا اور بسم اللہ سے نماز میں بسمل ہو گیا یہ لوگ حق سبحانہ کے سامنے یوں صف بستہ کھڑے ہوئے مناجات اور محاسبہ میں مصروف تھے جیسے قیامت میں کھڑے ہوں۔ اور یوں کھڑے ہوئے خدا کے سامنے گریہ و زاری کر رہے تھے جیسے قیامت میں حق سبحانہ کے سامنے بادب سیدھے کھڑے ہوں۔

شرح شبیری

حق ہی گوید چہ آوردی مرا	اندریں مہلت کہ دادم مرترا
اللہ (تعالیٰ) فرماتا ہے تو میرے لئے کیا لایا ہے؟	اس وقت میں جو میں نے تجھے دیا

یعنی حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تو ہمارے پاس اس مہلت میں جو ہم نے تجھے دی تھی کیا لایا۔

عمر خود را در چہ پایاں بردہ	قوت و قوت در چہ فانی کردہ
اپنی عمر کس چیز میں ختم کی ہے؟	روزی اور طاقت کس چیز میں ختم کی ہے؟

یعنی اپنی عمر کو کس شے میں ختم کیا تو نے اور قوت و قوت کو کس شے میں فنا کیا۔

گوہر دیدہ کجا فرسودہ	پنج حس را در کجا پالودہ
آنکھ کے گوہر کو کہاں گھسا ہے؟	پانچوں حواس کا کس جگہ صفایا کیا ہے؟

یعنی گوہر دیدہ کو تو نے کہاں خراب کیا ہے اور پنج حس کا کہاں صفایا کیا ہے۔

چشم و گوش و ہوش گوہر ہائے عرش	خرچ کردی چہ خریدی تو ز فرش
آنکھیں اور کان اور حواس عرش کے جواہر ہیں	تو نے (ان کو) خرچ کیا زمین سے کیا خریدا؟

یعنی گوش و چشم و ہوش جو گوہر ہائے عرش ہیں تو نے ان کو خرچ کیا۔ تو زمین سے ان کے بدلے میں کیا خریدا لایا۔

دست و پادامت چوں بیل و کلند	من بہ بخشیدم ز خود آں کے شدند
میں نے تجھے ہاتھ اور پاؤں پھاؤڑے اور کلہاڑے جیسے دیئے	وہ میں نے دیئے خود بخود کہاں ہوئے؟

یعنی میں نے تجھے ہاتھ پاؤں بیل و کلند کی طرح دیئے اور وہ میں نے ہی تو بخشے وہ از خود کب ہوئے تھے۔

پچیس پیغامہائے درد دیں	صد ہزاراں آید از یزدان پاک
اسی طرح کے دردناک پیغام	دوہار سے لاکھوں آتے ہیں

یعنی ایسے ہی پیغامہائے دردناک لاکھوں یزدان پاک کی طرف سے آتے ہیں۔

در قیام ایں گفتہا وارد رجوع	وز خجالت شد دو تا اندر رکوع
قیام (کی حالت) میں یہ باتیں آتی ہیں	شرمندگی سے رکوع میں دوہرا ہو جاتا ہے

یعنی قیام میں یہ باتیں اس طرف رجوع ہوئیں تو شرمندگی کی وجہ سے یہ شخص رکوع میں دوہرا ہو گیا۔

ایستادن رانمانده قوتے	در رکوع آمد ز شرم او ساعتے
کھڑے رہنے کی قوت نہیں رہتی	وہ تھوڑی دیر کے لئے رکوع میں ہو جاتا ہے

یعنی کھڑے ہونے کی قوت نہ رہی تو رکوع میں شرم کی وجہ سے ایک گھڑی کے لئے آ گیا۔

قوت استادن از خجالت نماند	در رکوع از شرم تسبیح بخواند
شرمندگی کی وجہ سے کھڑے رہنے کی طاقت نہ رہی	شرم سے رکوع میں تسبیح پڑھنے لگا

یعنی قوت کھڑے ہونے کی تو شرم کے مارے رہی نہیں تو رکوع میں شرم کی وجہ سے تسبیح پڑھی۔

باز فرماں در رسد بردار سر	از رکوع و پاسخ حق بر شمر
پھر علم ہوتا ہے سر اٹھا	رکوع سے اور اللہ (تعالیٰ) کا جواب شمار کر

یعنی پھر حکم پہنچتا ہے کہ سر رکوع سے اٹھاؤ اور حق تعالیٰ کا جواب دو۔

سر برآرد از رکوع او شرمسار	باز اندر روقتد آں خامکار
وہ شرمندگی کی حالت میں رکوع سے سر اٹھاتا ہے	پھر وہ ناقص اہل منہ کے بل گر پڑتا ہے

یعنی وہ شرمسار رکوع سے سر اٹھاتا ہے اور پھر منہ کے بل وہ خامکار گر پڑتا ہے۔ مطلب یہ کہ گویا کہ اس حکم کی وجہ سے سر اٹھایا تھا مگر پھر کچھ جواب دے نہ سکا تو پھر منہ کے بل گر پڑا یہی سجدہ ہے۔

باز فرماں آیدش بردار سر	از سجود و وادہ از کردہ خبر
پھر اس کو حکم ہوتا ہے سر اٹھا	سجدے سے اور (اپنے) عمل کی بات بتا

یعنی اس کے پاس پھر حکم آتا ہے کہ سر اٹھا سجدہ سے اور کئے ہوئے کی خبر دے یعنی جو کام کئے ہیں وہ سب بتاؤ۔

سر برآرد او دگر رہ شرمسار	اندر اقتد باز در رو تپجو مار
وہ شرمندہ دوبارہ سر اٹھاتا ہے	پھر سانپ کی طرح منہ کے بل گر پڑتا ہے

یعنی وہ دوسری مرتبہ پھر سر اٹھاتا ہے اور پھر شرمسار ہو کر منہ کے بل سانپ کی طرح گر پڑتا ہے۔

باز گوید سر برار و بازو گو	کہ بخواہم جست از تو موبہو
----------------------------	---------------------------

پھر اللہ (تعالیٰ) فرماتا ہے سر اٹھا اور بتا	میں تجھ سے ذرہ ذرہ کی جستجو کروں گا
---	-------------------------------------

یعنی پھر حکم ہوتا ہے کہ سر اٹھا اور بتلا۔ میں تجھ سے موبہو جستجو کروں گا۔ (تو سر اٹھاتا ہے اور دوسری رکعت پھر اسی طرح ادا ہوتی ہے کہ اس طرف سے سوالات اور اس طرف سے عجز یہاں تک کہ وہ رکعت بھی ختم ہو جاتی ہے اس کے بعد یہ ہوتا ہے کہ)

قوت پا ایستادن نبودش	کہ خطاب ہیستے برجاں زوش
----------------------	-------------------------

اس میں کڑے رہنے کی طاقت نہیں ہوتی ہے	کیونکہ ہیبت ناک خطاب نے اس کی جان پر حملہ کیا ہے
--------------------------------------	--

یعنی پاؤں پر کھڑے ہونے کی اسے قوت نہیں رہتی۔ کہ ایک ہیبت کا خطاب اس کی جان پر غالب ہو جاتا ہے۔

پس نشیند قعدہ زان بارگراں	حضرتش گوید سخن گو بابیاں
---------------------------	--------------------------

اس ہماری بوجھ کی وجہ سے وہ قعدہ میں بیٹھ جاتا ہے	اللہ (تعالیٰ) اس سے فرماتا ہے منسل بات کہہ
--	--

یعنی پس قعدہ میں اس بارگراں کی وجہ سے بیٹھ جاتا ہے تو حضرت حق اس سے فرماتے ہیں کہ بات پوری طرح کہ دو۔

نعمت دادم بگو شکرت چہ بود	دادمت سرمایہ ہیں بنمائے سود
---------------------------	-----------------------------

میں نے تجھے نعمتیں دیں بتا تیرا شکر یہ کیا تھا؟	میں نے تجھے سرمایہ دیا اس کا نفع دکھا؟
---	--

یعنی میں نے تجھے نعمت دی تھی تیرا شکر کہاں ہے اور میں نے تجھے سرمایہ دیا کہاں نفع کہاں ہے۔

چوں نہ سرمایہ بود او را نہ سود	شافعی خواہد کہ گوید عذر زود
--------------------------------	-----------------------------

چونکہ اس کے پاس نہ سرمایہ ہوتا ہے نہ نفع	(اس لئے) وہ سفارشی چاہتا ہے تاکہ جلدی عذر خواہی کر دے
--	---

یعنی جب نہ سرمایہ اس کے پاس ہوتا ہے اور نہ نفع تو کسی شافع کو تلاش کرتا ہے جو جلدی سے عذر خواہی کر دے۔

بیان داہنی طرف سلام کرنے کا قیامت میں حق تعالیٰ کے محاسبہ

کی ہیبت کی وجہ سے اور انبیاء سے استعانت و شفاعت چاہنا

رو بدست راست آرد در سلام	سوئے جان انبیا و آل کرام
--------------------------	--------------------------

سلام میں داہنی جانب کو رخ کرتا ہے	انبیاء اور بزرگوں کی روح کی جانب
-----------------------------------	----------------------------------

یعنی منہ داہنے ہاتھ کی طرف سلام میں انبیاء اور ان کرام (فرشتوں کی طرف) لاتا ہے۔

انبیاء را او سلامے مے کند	استعانت را طلب کردن مدد
---------------------------	-------------------------

وہ انبیاء کو سلام کرتا ہے	استعانت اور مدد طلب کرنے کے لئے
---------------------------	---------------------------------

یعنی انبیاء کو وہ سلام کرتا ہے استعانت کے لئے اور مدد طلب کرنے کے لئے۔

یعنی اے شاہاں شفاعت کائیں لکیم	سخت در گل ماندہ اش پاؤ گلیم
--------------------------------	-----------------------------

یعنی اے شاہوا شفاعت کرو کیونکہ یہ کینہ	اس کا پاؤں اور کلی دلدل میں پھنسی ہے
--	--------------------------------------

یعنی (کہتا ہے کہ) اے بادشاہو شفاعت (کرو) کہ اس لکیم کا پاؤں اور گلیم سب گارے میں دھنس گیا ہے۔

انبیاء گویند روز چارہ رفت	چارہ آنجا بود دست افراز رفت
---------------------------	-----------------------------

انبیاء کہیں گے تدبیر کا وقت جاتا رہا	تدبیر اور کانی سامان دہاں (میں تھا)
--------------------------------------	-------------------------------------

یعنی انبیاء کہیں گے کہ روز چار گیا چارہ اور دست افراز عظیم تو اسی جگہ (دنیا) ہی میں تھا۔ دست افراز شے مستعمل مقصود چارہ۔

مرغ بے وقتی اے بد بخت رو	ترک ماگو خون ما اندر مشو
--------------------------	--------------------------

تو مرغ بے ہنگام ہے اے بد بختا چلا جا	ہمیں معاف کر ہاری جان کے درپے نہ ہو
--------------------------------------	-------------------------------------

یعنی تو مرغ بے ہنگام ہے اے بد بخت جا ہمیں چھوڑ اور ہمارے خون کا پیاسا مت ہو۔

رو بگر داند بسوئے دست چپ	در تبار و خویش گویندش کہ خب
--------------------------	-----------------------------

وہ ہائیں جانب رخ کرتا ہے	خاندان اور اپنوں میں سے اس سے کہتے ہیں کہ مکار
--------------------------	--

یعنی ہائیں ہاتھ کی طرف منہ خویش و تبار میں پھیرتا ہے تو وہ اس کو کہہ دیتے ہیں کہ دور ہو۔

ہیں جواب خویش گو با کردگار	ما کہ ایم اے خواجہ دست از مابدار
----------------------------	----------------------------------

خبردار! اپنا جواب اللہ (تعالیٰ) کو دے	ہم کون ہوتے ہیں؟ اے جناب ہمیں معاف کیجئے
---------------------------------------	--

یعنی ارے اپنا جواب اللہ تعالیٰ سے خود کہہ ارے بابا ہم کون ہوتے ہیں ہم سے ہاتھ اٹھا۔

نے ازیں سونے ازان سو چارہ شد	جان آں بیچارہ دل صد پارہ شد
------------------------------	-----------------------------

(جب) نہ ادھر سے نہ ادھر سے کوئی تدبیر ہوئی	اس بے چارے کی جان سو ٹکڑوں والا دل بنی
--	--

یعنی نہ اس طرف سے چارہ ہوا اور نہ اس طرف سے تو اس کی جان بیچارہ اور دل صد پارہ ہو گیا۔

از ہمہ نومید گردد آں دعا	پس بر آرد ہر دو دست اندر دعا
--------------------------	------------------------------

وہ بھلا سکین ہر طرف سے مایوس ہو گیا	تو دعا میں دونوں ہاتھ اٹھاتا ہے
-------------------------------------	---------------------------------

یعنی وہ دعا باز سب سے ناامید ہو جاتا ہے تو پھر دعا میں دونوں ہاتھ اٹھاتا ہے (اور کہتا ہے کہ)

کز ہمہ نومید گشتم اے خدا	اول و آخر توئے و منتہا
--------------------------	------------------------

کہ اے خدا! میں سب سے مایوس ہو گیا ہوں	اول اور آخر تو ہی ہے اور (تو ہی) منتہا ہے
---------------------------------------	---

یعنی کہ اے خدا میں سب سے ناامید ہو گیا ہوں اب اول و آخر آپ ہی ہیں اور منتہا (آپ ہی ہیں)

ہست امیدے کہ عنایت در رسد	گرد او ایمن ز جبل من مسد
---------------------------	--------------------------

(اب) امید ہے کہ مہربانی ہو جائے	وہ سونچے کی سی بے محفوظ ہو جائے
---------------------------------	---------------------------------

یعنی امید ہے کہ عنایت پہنچے گی اور یہ شخص جبل من مسد سے بے خوف ہو جاوے گا۔ مطلب یہ کہ امید ہے کہ اب دعا کرنے سے اس کی امید برآوگی اور یہ بلاؤں سے چھوٹ جاوے گا۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ۔

در نماز این خوش اشارتہا بہ ہیں	تا بدانے کایں بخوابد شد یقین
نماز میں ان اچھے اشاروں کو سمجھ لے	تاکہ تجھے معلوم ہو جائے کہ یہ یقینا ہو گا

یعنی نماز میں ان اچھے اشارات کو دیکھو تا کہ تم جان لو کہ اس طرح یقینا ہوگا۔ مطلب یہ کہ یہ صرف اشارات ہیں کہ جب نماز پڑھنے کھڑے ہو تو اس طرح سوچ لو تو اس سے یہ نفع ہوگا کہ تم کو قیامت کی حالت متحضر رہا کرے گی اور موت یاد آجایا کرگی یہ نکات تو نفس صلوٰۃ کے تھے آگے اقتدا کے معنی بیان فرماتے ہیں کہ۔

معنی تسلیم این اے مقتدے	کہ توئے حق ہادی و ما مہتدی
اے مقتدی! اطاعت کے یہی معنی ہیں	کہ (اے) اللہ تو ہی ہدایت دینے والا ہے اور ہم ہدایت حاصل کرنے والے ہیں

یعنی تسلیم کے معنی یہ ہیں اے مقتدی کہ (یوں سمجھو کہ اے امام) تو ہی سچا ہادی ہے اور ہم مہتدی ہیں۔

ہرچہ فرمائے تو منقادیم ما	باقضائے جرم گو شادیم ما
تو جو حکم دے ہم تابعدار ہیں	کہدئے جرم کی سزا پر ہم راضی ہیں

یعنی جو کچھ آپ فرمائیں ہم منقاد ہیں اور جرم کے قضا کے ساتھ کہدو کو ہم شاد ہیں۔ مطلب یہ کہ ایسی حالت بناؤ کہ گویا کہ امام سے یہ کہہ رہے ہو کہ آپ اللہ میاں سے کہہ دیجئے کہ آپ کا جو ارشاد ہمارے ان جرموں کی بابت ہو ہم اس پر راضی ہیں۔ آگے فرماتے ہیں کہ۔

بچہ پیروں آر از بیضہ نماز	سرمزن چوں مرغ بی تعظیم و ساز
نماز کے اٹھے سے بچہ باہر نکال	بغیر تعظیم اور ادب کے مرغ کی طرح ٹھونگیں نہ مار

یعنی بیضہ نماز سے بچہ نکالو اور مرغ بے ادب اور بے سامان کی طرح سرمت پٹکو مطلب یہ کہ نماز کے ثمرات کو حاصل کرو اور اس کی صورت سے اس کی روح کو حاصل کرو یہ نہیں کہ مرغ کی طرح ٹھونگیں ماریں اور چلتے ہوئے یہاں تک نماز کے کچھ اشارات وغیرہ بیان فرما کر اب پھر قصہ بیان فرماتے ہیں کہ۔

شرح صلیبی

ترجمہ و تشریح:۔ یہاں سے مولانا کا مقصود یہ ہے کہ نماز میں علاوہ اور مصالح و حکم کے ایک یہ بھی راز ہے کہ یہ نقشہ ہے اس معاملہ کا جو قیامت میں بصورت عصیاں عبد حق سبحانہ اور بندے کے درمیان پیش آئے گا۔ اور نماز اس حالت کو یاد دلاتی ہے جو قیامت میں ہونے والی ہے پس تم کو چاہئے کہ اس سے عبرت پکڑو اور اطاعت حق میں کمر بستہ ہوتا کہ اس وقت شرمساری نہ ہو۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ جب آدمی نماز شروع کرتا ہے تو گویا کہ ایک مجرم جو ابہی کے لئے حق سبحانہ کی عدالت میں لایا گیا ہے اور حق سبحانہ اس سے فرماتے ہیں کہ ہم نے جو تجھ کو دنیا میں اتنی مہلت دی تھی اس میں تو نے ہماری خوشنودی کے لئے کیا کام کئے اور اپنی عمر کو کن کاموں میں ختم کیا اور غذائے قوت کو کہاں کھویا آنکھ کے موتی کو کہاں گھسا اور حواس خمسہ کو کہاں ختم کیا۔ کان آنکھ

عقل جو عرش کے موتی یعنی ہماری دی ہوئی اعلیٰ نعمتیں تھیں ان کو تو نے خرچ کیا بتا دنیا میں اس کی عوض کیا خریدار تجھ کو ہاتھ پاؤں بیچے اور کسی کی طرح آلات کسب ہم نے عطا کئے تھے۔ خود بخود نہ ہو گئے تھے پھر تو نے ان سے ہمارے لئے کیا کمایا۔ یہ اور اسی قسم کے اور لاکھوں سوالات حق سبحانہ کی طرف سے ہوتے ہیں اور حالت قیام میں یہ خطابات اس کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اس کو ان کا کچھ جواب نہیں بن پڑتا۔ اور شرم کے مارے جھک جاتا ہے گویا کہ وہ رکوع میں ہے اور چونکہ کھڑے ہونے کی تاب نہیں رہی تھی اس لئے کچھ دیر رکوع کی حالت میں رہتا ہے اور چونکہ مارے ندامت کے کھڑا نہیں ہو سکتا اس لئے رکوع میں تسبیح کرتا ہے۔ پھر حکم ہوتا ہے کہ جھک کیوں گیا۔ سیدھا کھڑا ہو اور جواب دے وہ مجبوراً سر اٹھاتا ہے لیکن اس سے کھڑا نہیں ہو جاتا اس لئے منہ کے بل گر پڑتا ہے گویا کہ وہ سجدہ میں ہے۔ پھر حکم ہوتا ہے کہ سر اٹھا کر کیوں پڑا جواب وہ پھر اٹھتا ہے اور کھڑے ہونے کی تاب نہیں ہوتی۔ اس لئے بیٹھ جاتا ہے تو گویا کہ وہ جلسہ میں ہے۔ اور جلسہ میں ندامت کا غلبہ ہوتا ہے تو پھر سانپ کی طرح منہ کے بل گر پڑتا ہے۔ گویا کہ دوسرے سجدہ میں ہے پر حکم ہوتا ہے کہ گر کر کیوں پڑتا ہے۔ اٹھ کے کھڑا ہو اور جواب دے میں تجھ سے منسلک جواب لوں گا اب وہ پھر اٹھتا ہے گویا کہ دوسری رکعت شروع کرتا ہے اور وہ دوسری رکعت بھی رکعت اولیٰ کی طرح ختم ہو جاتی ہے اور حق سبحانہ کے خوف سے روتا ہوتا ہے۔ پھر حکم ہوتا ہے کہ اٹھ جلد بیان کر کہ تو نے کیا کیا مگر اس پر ندامت کا غلبہ ہوتا ہے کہ کھڑا نہیں ہو سکتا۔ اور بیٹھ جاتا ہے اور حضرت حق کا حکم ہوتا ہے کہ تفصیلی جواب دے کہ ہم نے جو نعمتیں دیں تو نے ان کا شکر کیونکر ادا کیا اور ہم نے تجھے مال دیا تھا تو نے تجارت میں کیا نفع اٹھایا۔ مگر جبکہ اس کے پاس نہ ذرا صل ہوتا ہے نہ نفع تو پریشان ہو کر چاہتا ہے کہ کوئی سفارشی ہو جو میری طرف سے معذرت کر کے مجھے نجات دلادے۔ اس لئے وہ دائیں طرف انبیاء اور دیگر مقررین کی جانب رخ کرتا ہے گویا کہ وہ سلام پھیرتا ہے اور مقصد اس کا یہ ہے کہ آپ ہی حضرات سفارش فرمادیں کہ اس کمینہ کا پاؤں اور کبیل بری طرح دلدل میں پھنس گیا ہے انبیاء اس کو جواب دیتے ہیں کہ اب تو کچھ نہیں ہو سکتا۔ دنیا ہی میں اس کی تدبیر اور اس کا کافی سامان تھا۔ سو وہاں تو نے کچھ کیا نہیں اب کہتا ہے جب وقت نکل گیا۔ پس تو مرغ بے ہنگام ہے اور بد بخت جادور ہو ہمارا پیچھا چھوڑ۔ اور ہماری جان نہ کھا ادھر سے مایوس ہو کر ہائیں طرف اپنے عزیز واقارب کی طرف رخ کرتا ہے اور ان سے سفارش کا پتہ ہوتا ہے وہ بھی یہی جواب دیتے ہیں کہ بس چپ رہ اور حق سبحانہ کے سوال کا جواب دے ہم سے کچھ توقع نہ رکھ۔ ہم سفارش کرنے والے کون ہوتے ہیں۔ جب نہ ادھر سے کام چلانا ادھر سے تو اس کی جان مجبور ہو گئی اور صدمہ سے دل صد چاک ہو گیا۔ اور شریر سب سے ناامید ہو کر حق سبحانہ کی جناب میں دست بدعا ہوتا ہے اور کہتا ہے کہ اللہ میں سب سے ناامید ہو گیا ہوں میرا اول و آخر اور مبتدا و منتہا تو تو ہی ہے تو مجھ پر رحم فرما اور مجھے معاف کر اب مولانا فرماتے ہیں کہ اب یہ ٹھیک راستہ پر آیا ہے۔ کیونکہ امید کی جگہ یہی درگاہ ہے اور امید ہے کہ اس کی درخواست رد نہ ہوگی بلکہ اس پر رحمت ہوگی۔ اور اس کی گردن اس پھندے سے چھوٹ جائیگی۔ پس سمجھو کہ نماز اور اس کے افعال میں یہ نفس اشارات ہیں تاکہ تم کو معلوم ہو جاوے کہ بصورت عدم اطاعت کے تمہاری یہی حالت ہوگی۔ ایک اور بات بھی باقی رہ گئی۔ اس کا راز بھی بیان کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے وہ یہ کہ مقتدین کے افعال صلوٰۃ میں تو وہی اشارات ہیں جو امام یا منفرد کی نماز میں ہیں مگر نفس اقتدا میں کیا اشارہ ہے سو اس کو بھی سمجھو۔ اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ تم یوں کہو کہ اے اللہ ہم آپ کے مطیع ہیں آپ ہمارے ہادی ہیں اور ہم مہتدی آپ جو فرمائیں ہم اس کی اطاعت پر کمر بستہ ہیں اور ہمارے جرم پر جو سزا تجویز فرمائیں ہم اس پر بحیثیت آپ کا فیصلہ ہونے کے خوش ہیں۔ گو بحیثیت نبی

نفسہ مصیبت ہونے کے ہم اپنے رہائی کی درخواست کرتے ہیں پس تم کو نماز سے نتائج محمودہ حاصل کرنے چاہئیں اور مرغی کی طرح یوں چونچیں نہ مارنی چاہئیں کہ نہ تعظیم حق ادا ہو اور نہ اس کے اوامر و نواہی کے موافقت ہو۔

شرح شبیری

دقوتی کا نماز میں کشتی والوں کا غرق ہونے میں شور و غل کرنے کو سننا

آں دقوتی در امامت کرد ساز	اندر آں ساحل در آمد در نماز
دقوتی نے امامت شروع کر دی	اسی ساحل پر انہوں نے نماز شروع کی

یعنی اس دقوتی نے امامت کا سامان کیا اور اس ساحل میں نماز شروع کر دی۔

واں جماعت در پئے او در قیام	اینست زیبا قوم و بگزیدہ امام
وہ جماعت ان کے پیچھے قیام میں (تھی)	رہے اچھی قوم اور برگزیدہ امام

یعنی اور وہ جماعت ان کے پیچھے قیام میں بس ایک عجیب زیبا قوم تھی اور برگزیدہ امام تھے۔

ناگہاں چشمش سوئے دریا فناد	چوں شنید از سوئے دریا اوداد
اچانک ان کی نگاہ دریا کی جانب پڑی	جب دریا کی جانب سے انہوں نے فریاد و فریاد سنا

یعنی ناگہاں اس دقوتی کی نظر دریا کی طرف پڑی۔ جبکہ اس نے دریا کی طرف سے داد و داد کو سنا

در میان موج دید او کشتی	در قضا و در بلاؤ زشتے
انہوں نے موجود میں ایک کشتی دیکھی	قضا میں اور بلا میں اور جہاں میں

یعنی موج کے درمیان میں انہوں نے ایک کشتی قضا میں اور بلا میں اور زشتی میں دیکھی۔

ہم شب وہم ابرو ہم موج عظیم	آں سے تاریکی و از غرقاب بیم
رات بھی اور ابر بھی اور بڑی موج بھی	تین اندھیریاں اور ڈوبنے کا ڈر

یعنی رات تھی اور ابر تھا اور موج بلند تھی۔ یہ تین تو تاریکیاں اور ڈوبنے کا ڈر۔

تند بادے ہچو عزرائیل خاست	موجہا آشوفت اندر چپ و راست
تک الموت کی طرح تیز ہوا تھی	(جس نے) دائیں اور بائیں موجیں پھیلا دیں

یعنی ایک تند ہوا عزرائیل کی طرح تھی تو موجیں چپ و راست سے اٹھ آئیں۔

اہل کشتی از مہابت کاستہ	نعرہ و وایلیہا برخاستہ
کشتی والے خوف سے سڑے ہوئے	نعرے اور وادیلے بلند کئے ہوئے

یعنی اہل کشتی کے مارے گئے ہوئے اور نعرے اور واویلا اٹھائے ہوئے۔

دستہا در نوحہ بر سرے زوند	کافر و ملحد ہمہ مخلص شدند
رونے میں ہاتھ سر پر مار رہے تھے	کافر اور بدین سب مخلص ہو گئے تھے

یعنی نوحہ میں ہاتھ سر پر مارتے تھے اور کافر اور ملحد سب مخلص ہو گئے تھے۔

با خدا با صد تضرع آں زماں	عہد ہا و نذر ہا کردہ بجاں
اس وقت سینکڑوں عاجزیوں سے خدا سے	دل و جان سے عہد اور نذر مانتے تھے

یعنی اس وقت حق تعالیٰ سے سو تضرع و زاری کے ساتھ سب نے دل و جان سے عہد و نذر کئے تھے۔

سر برہنہ در سجود آہنا کہ ہیچ	روئے شاں قبلہ ندید از ہیچ ہیچ
نگے سر سجدہ میں وہ لوگ (بھی) کہ کبھی	ان کے منہ نے قبلہ نہ دیکھا تھا ہیچ ہیچ کی وجہ سے

یعنی سجدہ میں وہ لوگ سر برہنہ تھے جن کے منہ نے قبلہ کو اینٹھ مروڑ کی وجہ سے دیکھا ہی نہ تھا۔

گفت کہ بیفائدہ است ایں بندگی	آں زماں دیدہ در اں صد زندگی
(پہلے) وہ کہتے تھے یہ عبادت بیکار ہے	اس وقت اس میں سینکڑوں زندگیاں دیکھتے تھے

یعنی (جو لوگ کہ) کہا کرتے تھے کہ یہ عبادت بے فائدہ ہے (وہ) اس وقت اس میں سو زندگیاں دیکھ رہے تھے۔

از ہمہ امید بریدہ تمام	دوستان و حال و عم بابا و مام
سب سب سے امید منقطع کر چکے تھے	دوستوں اور ماموں اور چچا اور پاپ اور ماں سے

یعنی سارے کے سارے سب سے امید قطع کئے ہوئے تھے دوستوں سے اور ماموں سے اور چچا سے اور پاپ سے ماں سے۔

زاہد و فاسق شد آندم متقی	ہیچو در ہنگام جاں کندن شقی
زاہد اور بدکار اس وقت متقی ہو گئے تھے	جیسا کہ بد بختا نزع کی حالت میں

یعنی زاہد و فاسق اس وقت سب متقی ہو گئے۔ جیسے کہ جان کنی کے وقت متقی ہوتا ہے۔ (زاہد کہتے ہیں اس کو جو دنیا سے بے تعلق ہو دنیا کی حرص وغیرہ نہ ہو تو یہ ادنیٰ درجہ ہے اور اعلیٰ درجہ تقویٰ ہے اس لئے کہہ دیا کہ زاہد و فاسق اس وقت سب متقی بنے ہوئے تھے)

نے زچپ شاں چارہ بود و نے ز راست	حیلہا چوں مرد ہنگام دعا ست
ان کے لئے نہ دائیں سے کوئی تدبیر تھی نہ بائیں سے	تدبیریں جب نہ ہوں دعا کا وقت ہے

یعنی نہ ان کو چپ سے کوئی چارہ تھا اور نہ راست سے جب حیلے سازے ختم ہو گئے تو اب دعا کا وقت آیا۔

در دعا ایشان و در زاری و آہ	بر فلک زیشان شدہ دود سیاہ
وہ عاجزی اور آہ اور دعا میں معروف تھے	ان کی (آہوں) کالا دھواں آسمان پر بکھی گیا تھا

یعنی وہ لوگ دعا میں اور زاری و آہ میں تھے اور فلک پر ان سے دود سیاہ ہو گیا ہوا تھا۔ آگے ایک مضمون کو بیان فرماتے ہیں

اول اس کا خلاصہ سمجھ لو پھر اشعار سے اچھی طرح سمجھ میں آوے گا۔ وہ یہ کہ جب یہ لوگ دعا کر رہے تھے تو شیطان بین بین تھا اس کو کبھی تو یہ امید ہوتی تھی کہ یہ اب کفر وغیرہ پر مر جاویں گے اس کے بعد جب ان کو دعا کرتے دیکھا تو اسے افسوس ہوتا تھا کہ یہ تو توبہ کئے لیتے ہیں۔ اس حالت میں اس خبیث نے ایک وسوسہ ڈالا وہ یہ کہ ان لوگوں کے دل میں یہ وسوسہ گزرا کہ ہمارے اندر ایک علت کفر یا معاصیت پہلے سے ہیں ہی اور ان سے توبہ کر رہے ہیں اور توبہ یقیناً ٹوٹے گی جیسا کہ بارہا ہوا ہے اور جب یقیناً ٹوٹے گی تو گویا کہ اس وقت ہمارا مقصد ہی توڑنے کا ہے اور جب توبہ کے توڑنے کا قصد ہو تو وہ توبہ ہی نہیں رہتی۔ بلکہ وہ تو نفاق ہو جاتا ہے تو انہوں نے سوچا کہ ایک علت تو کفر و معاصی کی تھی اب خدا کے سامنے ایک علت نفاق کی بھی لے کر جاویں اس لئے بہتر ہے کہ توبہ نہ کریں تاکہ خیر وہ کفر وغیرہ کی علت ہی رہے اس پر اور اضافہ تو نہ ہو۔ شیطان نے یہ وسوسہ ڈالا اور مقصود اس سے دعا سے منع کرنا تھا مگر جس کو ذرا سافہم سلیم ہو گا وہ سمجھ سکتا ہے کہ اس کا یہ کہنا کہ جب ٹوٹنا یقیناً ہے تو گویا کہ اس کا قصد ہے بالکل غلط ہے اس لئے کہ قصد نقض اور شے ہے اور نقض اور ہے ان لوگوں کا قصد نہ تھا اور اگر پھر بعد کو ٹوٹ جاوے پھر کر لے۔ پھر ٹوٹے پھر کر لے۔ یاد رکھو کہ یہ شیطان کا بہت بڑا دھوکہ ہے اور اس کا اثر آج کل بھی ہے اکثر کہا کرتے ہیں کہ میاں توبہ ہی کر کے کیا کریں گے اس لئے کہ وہ تو ٹوٹ جاوے گی تو عنوان بدلا ہوا ہے باقی مضمون وہی ہے۔ اللھم احفظنا من الشیطن الرجیم اب اشعار سے سمجھ لو ان شاء اللہ صاف ہو جاوے گا۔ فرماتے ہیں کہ۔

دیو آندم از عداوت بین بین	بانگ زدکائے سگ پرستاں علتین
شیطان اس وقت عداوت کی وجہ سے پریشان تھا	پکارا کہ اے کتے کے پرستارو! دہرا نقصان ہے

یعنی شیطان اس وقت عداوت کی وجہ سے بین بین تھا اور یہ آواز دے رہا تھا کہ اے نفس پرستو دو علتوں (کے مرتکب ہوتے ہو) یعنی ایک علت کفر وغیرہ میں تو ہو ہی اب دوسری علت نفاق کی لگاتے ہو۔

مرگ و جسک اے اہل انکار و نفاق	عاقبت خواہد بدل این اتفاق
اے انکار اور نفاق والو! موت اور درد	انجام کار اس کا اتفاق ضرور ہو گا

یعنی اے انکار و نفاق والو تم مرو۔ آخر کار یہ اتفاق تو ہو گا ہی کہ

چشم تاں تر باشد از بعد خلاص	کہ شوید از بہر شہوت دیو خاص
خلاصی کے بعد (کیا) تمہاری آنکھ نم ہو گی؟	کیونکہ شہوت پرستی کی وجہ سے تم خاص شیطان بن جاؤ گے

یعنی خلاص کے بعد تمہاری آنکھ تر ہی ہو گی کہ تم شہوت کی وجہ سے خاص شیطان بن جاؤ گے۔ یعنی اس سے خلاصی کے آنسو بھی خشک نہ ہوں گے کہ تم توبہ توڑو گے۔

یاد تاں ناید کہ روزے در خطر	دست تاں بگرفت یزداں از قدر
تمہیں یاد (بھی) نہ آئے گا کہ خطرے کے دن	قدرت سے خدا نے تمہاری دیکھیری کی ہے

یعنی تمہیں یاد نہیں ہے کہ اس خطرہ کے دن میں تمہاری حق تعالیٰ نے نذر سے دیکھیری فرمائی تھی۔ یعنی پہلے بھی تم کو خلاصی مل چکی ہے اور تم توبہ توڑ چکے ہو تو اب توبہ کرنے سے کیا فائدہ ہے۔ لہذا توبہ مت کرو مولا نافر ماتے ہیں کہ۔

ایں ہی آمد ندا از دیو لیک	ایں سخن را نشود جز گوش نیک
---------------------------	----------------------------

شیطان کی یہ آواز آ رہی تھی لیکن	اس کو نیک کان کے علاوہ کوئی نہیں سن رہا تھا
---------------------------------	---

یعنی شیطان سے یہ آواز آ رہی تھی۔ لیکن اس بات کو (کہ یہ آواز شیطانی تھی) سوائے گوش نیک کے کون سنے گا یعنی جو اچھے آدمی ہیں وہ تو اس کو سمجھیں گے کہ یہ آواز شیطان تھی ورنہ عوام تو اس کو صحیح سمجھ کر گمراہ ہی ہوں گے آگے فرماتے ہیں کہ

راست فرمودہ است بامام مصطفیٰ	قطب و شاہنشاہ و دریائے صفا
------------------------------	----------------------------

ہم سے مصطفیٰ نے سچ فرمایا ہے	جو قطب اور شاہنشاہ اور صفا کے دریا ہیں
------------------------------	--

یعنی مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے سچ فرمایا ہے جو کہ قطب اور شاہنشاہ اور دریائے صفا ہیں۔

کانچہ جاہل دید خواہد عاقبت	عافل آں بیند زاول مرتبت
----------------------------	-------------------------

کہ نادان جو کچھ انجام پر دیکھے گا	ظہنڈ اس کو پہلے مرتبہ میں دیکھ لیتا ہے
-----------------------------------	--

یعنی جو بات کہ جاہل قیامت میں دیکھے گا عافل اس کو اول ہی مرتبہ دیکھ لیتا ہے مطلب یہ کہ جو جاہل ہے وہ تو قیامت کو سمجھے گا کہ یہ دھوکہ اور آواز شیطانی تھی اور جو عافل ہیں وہ اسی وقت سمجھ جائیں گے کہ یہ آواز شیطانی ہے۔

کارہا آغاز گر غیب ست اوسر	عافل اول دید و آخر آں مصر
---------------------------	---------------------------

کام (کا انجام) اگرچہ شروع میں پوشیدہ اور راز ہے	ظہنڈ نے شروع میں دیکھ لیا اور (جہالت پر) مصر نے آخر میں
---	---

یعنی کام سارے شروع میں اگرچہ غائب اور پوشیدہ ہیں مگر عافل اول ہی دیکھ لیتا ہے اور آخر میں وہ مصر مطلب یہ کہ اگرچہ اس وقت امور سب غائب ہیں مگر جو عافل ہے وہ آثار سے ان کو معلوم کر لیتا ہے اور جو مصر علی الذنوب ہے وہ آخر میں یعنی قیامت میں ہی دیکھے گا۔

اوش پوشیدہ باشد و آخر آں	عافل و جاہل بہ بیند در عیاں
--------------------------	-----------------------------

اس کے شروع (میں انجام) پوشیدہ ہوتا ہے اس کو آخر میں	ظہنڈ اور نادان آنکھوں سے دیکھ لیتا ہے
---	---------------------------------------

یعنی اول کار پوشیدہ ہے اور اس کے آخر میں تو عافل اور جاہل سب عیاں دیکھ لیں گے۔ مطلب یہ کہ اول کار جو پوشیدہ ہے تو اس وقت پہچان لینا کمال ہے ورنہ قیامت میں تو سب دیکھ ہی لیں گے پھر کیا کمال ہے اگر پہچان لیا

گر نہ بنی واقعہ غیب اے عنود	حزم را سیلاب کے اندر ربود
-----------------------------	---------------------------

اے سرکش! اگر تو غیب کے واقعات نہیں دیکھتا ہے	(تو) احتیاط کو سیلاب کب بہا لے گیا ہے؟
--	--

یعنی اے معاند اگر تم غیب کے واقعہ کو نہیں دیکھتے تو آخر حزم کو کب سیلاب لے گیا۔ یعنی اگر تم کو اس وقت وہ باتیں ہوتی نہیں معلوم ہوتیں تو آخر حزم اور دور اندیشی بھی تو کوئی شے ہے وہ کہاں جاتی رہی۔ کبھی شبہ ہی ہوا ہوتا کہ ممکن ہے کہ ایسا ہو جاوے۔ اسی بناء پر اس سے خائف ہوئے ہوتے۔ آگے فرماتے ہیں کہ انسان کو ہر وقت حازم رہنا چاہئے اور جو اس کے خیالات ہوتے ہیں دنیا کے متعلق ویسا ہی خیال ضروری ہے آگے ایک مثال میں حازم کے خیالات کو بیان فرماتے ہیں۔

حزم والے آدمی کے تصورات

حزم چه بود بدگمانے در جہاں	دمبدم دیدن بلائے ناگہاں
احتیاط کیا ہوتی ہے دنیا میں بدگمانی	لمہ بہ لمہ ناگہانی بلا دیکھنا

یعنی حزم کیا ہوتا ہے دنیا میں بدگمانی کرنا اور بلائے ناگہانی کو ہر دم دیکھنا یعنی یہ سمجھنا کہ اب بلا نازل ہوئی اب ہوئی بس یہ سوچ کر اس سے بچنے کی تدبیر کرنا ہی حزم ہے آگے ایک مثال ہے کہ۔

آنچناں کہ ناگہاں شیرے رسید	مرد را بر بود و در پیشہ کشید
اس طرح کہ اچانک ایک شیر آیا	اس نے ایک شخص کو پکڑا اور کچھار میں کھینچ لے گیا

یعنی جس طرح کہ ناگہاں ایک شیر آیا اور ایک آدمی کو اچانک کر جنگل میں لے گیا۔

اوچہ اندیشد دران بردن بہ ہیں	تو ہماں اندیش اے اوستاد دیں
اس لے جانے میں وہ کیا سوچتا ہے غور کر	اے دین کے استاد تو بھی دعی سوچ

یعنی ذرا دیکھو کہ وہ اس وقت کیا سوچے گا (ظاہر ہے کہ وہ یہی سوچے گا کہ اب مرا اب مرا) تو اے اوستاد دین تم بھی یہی سوچو (اور موت کو ہر وقت حاضر سمجھو) اب کوئی کہتا ہے کہ جناب اوس کو تو شیر نے کھینچا تھا اس لئے اس نے یہ سوچا ہم کو تو شیر نہیں لے گیا جو ہم یہ سوچیں مولانا اس کا جواب دیتے ہیں کہ۔

می کشد شیر قضا در پیشہا	جان ما مشغول کار و پیشہا
قضا کا شیر کچھاروں میں کھیٹ کر لے جا رہا ہے	ہماری جان کا کام اور پیشوں میں لگی ہے

یعنی شیر قضا (ہم کو) جنگلوں میں کھینچ رہا ہے اور ہماری جان کاموں اور پیشوں میں مشغول ہے۔ مطلب یہ کہ ارے تجھے خبر نہیں ہے ہم کو بھی ہر وقت شیر قضا کھینچ رہا ہے مگر اندھے ہو جاؤ تو اس کا کیا علاج آگے ایک دوسری مثال دیتے ہیں کہ اگر شیر سے ڈر نہیں لگتا تو یوں سمجھو کہ۔

آنچناں کز فقر می ترسند خلق	زیر آب شور رفتہ تا خلق
جس طرح لوگ فقر سے ڈرتے ہیں	(گویا کہ) کھارے پانی میں گلے تک ڈوبے ہوئے ہیں

یعنی اس طرح (رہو) جیسے کہ لوگ فقر سے ڈرتے ہیں اور آب شور کے نیچے حلق تک گئے ہوئے ہیں۔ یعنی دیکھو خواہ کیسا ہی امیر کبیر کیوں نہ ہو مگر اس کو خوف ہوتا ہے کہ ممکن ہے کہ میں مفلس ہو جاؤں اور وہ اس کی تدبیر میں ہر وقت لگا رہتا ہے تو بس اسی طرح تم بھی ہر وقت دھن لگا لو اور ہر وقت تدبیر میں لگے رہو۔ مولانا فرماتے ہیں کہ۔

گر بترسندے از اں فقر آفریں	گنجہا شاں کشف گشتے در زمیں
اگر وہ فقر کے پیدا کرنے والے سے ڈرتے	(تو) زمین میں (گڑے ہوئے) خزانے ان پر کشف ہو جاتے

یعنی اگر یہ شخص اس فقر آفرین (حق تعالیٰ) سے ڈرتا تو ان لوگوں کو خزانے زمین کے مکشوف ہو جاتے۔

جملہ شاں از خوف عم در عین عم	در پئے ہستی فقادہ در عدم
وہ سب عم کے ڈر سے عین عم میں (جلا) ہیں	ہستی کی تلاش میں عدم میں پھنسے ہیں

یعنی وہ سارے کے سارے عم کے ڈر کے مارے عین عم میں ہیں۔ اور ہستی کے لئے عدم میں پڑے ہوئے ہیں۔ مطلب یہ کہ دیکھو یہ لوگ اس سے بچتے ہیں کہ ہمیں کوئی غم نہ آوے بلکہ عیش سے گزرے اس طرح گزر کرنا خود ایک غم ہے تو غم سے بچنے کو غم میں مبتلا ہو رہے ہیں۔ عجیب بات ہے غرضیکہ دنیا میں ہر گھڑی فکر عاقبت ہونی چاہئے آگے قصہ دقوتی فرماتے ہیں کہ۔

شرح صلیبی

ترجمہ و تشریح:- القصہ دقوتی نے امامت شروع کر دی تھی اور لب ساحل نماز میں مشغول تھے اور جماعت ان کے پیچھے کھڑی تھی اور عجیب دلچسپ منظر تھا کہ مقتدی بھی نہایت اعلیٰ تھے اور امام بھی منتخب تھے۔ مزہ سے نماز باجماعت ادا کر رہے تھے۔ اتنے میں شور و غل کی آواز سنائی دی اس کے سننے سے دقوتی استغراق سے ہوش میں آئے اور دریا پر ان کی نظر پڑی دیکھتے کیا ہیں کہ ایک کشتی موجوں میں پھنسی ہوئی ہے اور قضائے الہی اور مصیبت کے پنچہ میں گرفتار اور نہایت تباہ حالت میں ہے رات کا وقت ہے ابر چھایا ہوا ہے۔ بڑی بڑی موجیں اٹھ رہی ہیں یہ تین تاریکیاں ہیں اور سب پر طرہ ہلاکت کا اندیشہ ہے۔ ملک الموت کی طرح آندھی چل رہی ہے اور ہر طرف سے موجیں اٹھ رہی ہیں۔ اہل کشتی کی جان ہوا ہو رہی ہے۔ اور اوویلا کر رہے ہیں اور شور مچا رہے ہیں روتے اور سر پیٹتے ہیں اور کافر و مومن سب مخلص ہو گئے ہیں نہایت گڑگڑا کر سچے دل سے خدا کے ساتھ بیٹکڑوں عہد و پیمان کر رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ اگر ہم بچ جائیں تو یہ کریں گے وہ کریں گے اور جن لوگوں نے اینٹھ مروڑ سے کبھی قبلہ کی طرف رخ نہ کیا تھا وہ بھی ننگے سر سجدہ میں پڑے ہیں اور جو یہ کہتے تھے کہ عبادات سب فضول اور لالچنی ہیں ان کو اب اس میں سوزندگیاں نظر آ رہی ہیں۔ اس لئے وہ سمجھتے ہیں کہ اس سے بہتر کوئی چیز نہیں۔ سب لوگ کیا دوست کیا ماموں کیا چچا کیا باپ کیا ماں غرض سب سے امیدیں منقطع کر چکے ہیں اور زاہد و فاسق سب یکساں متقی ہو گئے ہیں۔ جس طرح جانکنی کے وقت بد بخت عاصی متقی ہو جاتا ہے۔ نہ دائیں طرف ان کے لئے کوئی تدبیر رہی تھی نہ بائیں طرف اور قاعدہ ہے کہ جب کوئی تدبیر نہیں رہتی اس وقت دعا ہوتی ہے لہذا وہ دعائیں کر رہے تھے اور رو پیٹ رہے تھے اور آہوں کی یہ حالت تھی کہ فلک تک ان کا سیاہ دھواں پہنچتا تھا۔ خیر یہ تو ساری مصیبتیں تھیں۔ سب سے بڑھ کر یہ مصیبت تھی کہ شیطان ان کے خلوص کو دیکھ کر ان کو دشمنی سے گھور رہا تھا وہ سمجھتا تھا کہ اگر یہ لوگ اسی حالت میں ڈوب گئے تو ضرور نجات پا جائیں گے اور میری ساری کوششوں پر پانی پھر جائے گا۔ اس لئے وہ ان کو دھوکا دے رہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ اوفس پرستو کیوں خدا سے جھوٹ بول کر اس سے فریب کر کے دو تا وبال اپنی گردن پر لے رہے ہو۔ اور اے منکرین و منافقین تمہیں بری بنے اور تم مرو تم کیا دعائیں کر رہے ہو۔ یہ ضرور ہونا ہے کہ جب تم بچ جاؤ گے تو تمہاری آنکھوں کے آنسو خشک نہ ہونے پائیں گے کہ تم خواہشات نفسانی کے سبب پھر کے شیطان ہو جاؤ گے اور تمہیں یاد بھی نہ آئے گا کہ خدا نے تم کو قضا کے پنچہ سے چھڑایا تھا پس اس جھوٹ اور فریب کو چھوڑو اور نفع کی امید پر مزید نقصان نہ اٹھاؤ

یہاں تک اہل کشتی کی حالت ختم ہوئی اس سے لوگوں کو عبرت حاصل کرنی چاہئے اور غفلت کو دور کر کے طاعت میں مصروف ہونا چاہئے۔ لیکن بجز ان لوگوں کے جو سلیم الفطرت اور صالح الاستعداد لوگ ہیں اس واقعہ کو بسمع قبول کوئی نہ سنے گا۔ دیکھو اس واقعہ سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کی تصدیق ہوتی ہے کہ جس چیز کو نادان آخر میں دیکھتا ہے عاقل اس کو اولاً ہی دیکھ لیتا ہے۔ کیونکہ اہل اللہ بھی حق سبحانہ کی طرف راجع ہیں اور فساق اہل کشتی بھی۔ مگر اول الذکر ابتدا ہی سے راجع ہیں اور اہل کشتی مصیبت میں پھنس کر راجع ہوئے کیونکہ وہ عاقل ہیں اور یہ جاہل۔ اور عاقل و جاہل میں صرف اتنا ہی فرق ہے کہ کاموں کی ابھی ابتداء ہی ہوتی ہے اور وہ ہنوز نظر سے غائب اور مستور ہی ہوتے ہیں کہ عاقل ان کو پہلے ہی دیکھ لیتا ہے اور جاہل ضدی شخص ان کو آخر میں دیکھتا ہے اور ابتدا میں وہ اس کی نظر سے پوشیدہ ہوتے ہیں۔ رہا آخر سو اس کے لحاظ سے دونوں یکساں ہیں۔ کہ آخر میں ہر دو ان کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ پس تم کو چاہیے کہ آغاز ہی میں انجام کو دیکھ لیا کرو۔ اگر یہ کہو کہ جب وہ پوشیدہ ہے تو ہم کیسے دیکھ لیں۔ ہماری بصیرت تو اتنی قوی نہیں تو ہم کہیں کہ اچھا ہم نے مانا کہ تم واقعہ غیبی کو نہیں دیکھ سکتے لیکن تمہارے حزم کو تو کوئی رو بہا کر نہیں لے گئی۔ پھر تم حزم کو کیوں میں نہیں لاتے۔ حزم کی حقیقت کیا ہے کھلکتے رہنا اور ہر وقت نزول مصیبت کو پیش نظر رکھ کر اس سے بچنے کی فکر کرنا اور ہر وقت ایسی حالت میں ہونا جیسے کہ ایک شیر آیا اور آدمی کو اٹھا کر لے گیا ہو۔ پس جو حالت ایسے شخص کی اس وقت ہوگی جبکہ اس کو شیر اٹھا کر لے گیا ہو وہی حالت تمہاری ہونی چاہئے لیکن افسوس باوجودیکہ ہم شیر قضا کے پنجہ میں پھنسے ہوئے ہیں اور ہم کو اس کا کچھ بھی خیال نہیں بلکہ مزہ سے اپنے کاروبار میں مشغول ہیں۔ شیر تو بڑی چیز ہے اگر لوگوں کو فقر آفرین یعنی خدا سے اتنا بھی خوف ہو جتنا کہ فقر و فاقہ سے ہے کہ وہ اس کی وجہ سے گلے تک آب شور میں ڈوبے ہوئے اور سراسر مصیبت میں مبتلا ہیں تو ان پر زمین کے خزانے منکشف ہو جاتے۔ مگر کیا کیجئے کہ ان کی سمجھ پر کچھ ایسے پتھر پڑ گئے ہیں کہ ذرا نہیں سمجھتے دیکھو وہ فقر سے جو ڈرتے ہیں تو تکلیف کے خوف سے لیکن اس سے زیادہ کیا بے سمجھی ہوگی کہ غم محتمل کے خوف سے غم متحقق میں مبتلا ہوتے ہیں اور گویا کہ وجود حاصل کرنے کے لئے عدم میں جا رہے ہیں۔

شرح شبیری

دقوتی کی دعاء اور شفاعت اس کشتی کی خلاصی کیلئے

چوں دقوتی آل قیامت را بید	رحم او جوشید وا شک او دوید
دقوتی نے جب اس قیامت کو دیکھا	ان کا رحم جوش میں آیا اور ان کے آنسو بہ پڑے

یعنی جب دقوتی نے اس قیامت کو دیکھا تو اس کے رحم نے جوش کیا اور اس کے اشک جاری ہو گئے۔

گفت یارب منکر اندر فعل شاں	دست شاں گیر اے شہ نیکو نشاں
فرمایا اے خدا! ان اعمال کو نہ دیکھ	اے شاہ نیک نشان! ان کی دست گیری فرما

یعنی دعا کی کہ اے اللہ ان لوگوں کے فعل کو مت دیکھئے اور اے بادشاہ نیکو نشاں ان کی دستگیری کیجئے

خوش سلامت شان بسا حل با زبر	اے رسیدہ دست تو در بحر و بر
-----------------------------	-----------------------------

انہیں بہترین سلامتی کے ساتھ ساحل پر لوٹا دے	اے (وہ ذات) کہ تیرا دست (قدرت) بحر و بر پر ہے
---	---

یعنی ان کو خوش اور سلامت ساحل پر پھر لے جا۔ اے وہ ذات کہ آپ کی قدرت بحر و بر سب میں پہنچی ہے۔

اے کریم و اے رحیم سرمدی	در گزار از بدسگالاں این بدی
-------------------------	-----------------------------

اے کریم اور اے اہدی رحم کرنے والے	بدعتیدہ لوگوں کی اس بدی سے درگزر کر
-----------------------------------	-------------------------------------

یعنی اے کریم اور اے رحیم ابدی ان نالائقوں سے اس بدی کو معاف فرمائیے۔

اے بدادہ را کگاں صد چشم و گوش	نے ز رشوت بخش کردہ عقل و ہوش
-------------------------------	------------------------------

اے وہ کہ جس نے سینکڑوں آنکھیں اور کان مفت دیئے ہیں	عقل و ہوش (بھی) رشوت سے نہیں بخشے ہیں
--	---------------------------------------

یعنی اے وہ ذات کہ اس نے سو چشم و گوش مفت دے دیئے نہ کہ رشوت کی وجہ سے عقل و ہوش تقسیم کئے ہیں۔

پیش ز استحقاق بخشیدہ عطا	دیدہ از ما جملہ کفران و خطا
--------------------------	-----------------------------

مستحق ہونے سے پہلے ہی بخشش کی	ہم سب کی نافرمانی اور خطا کو دیکھتے ہوئے
-------------------------------	--

یعنی استحقاق سے پہلے عطائیں بخشیں ہیں اور ہم سے کفران و خطا دیکھے ہیں۔

اے عظیم از ما گناہان عظیم	تو توانی عفو کردن در جریم
---------------------------	---------------------------

اے بزرگ! ہمارے بڑے گناہوں کو	جرم میں تو (وہ) معاف کر سکتا ہے
------------------------------	---------------------------------

یعنی اے عظیم ہم سے گناہ عظیم ہیں آپ جرم ہونے کی حالت میں معاف کر سکتے ہیں۔

ماز آرزو حرص خود را سوختیم	ویں دعا را ہم ز تو آموختیم
----------------------------	----------------------------

ہم نے حرص و ہوس میں اپنے آپ کو جلا ڈالا ہے	یہ دعا بھی ہم نے تمہ (وہ) سے سیکھی ہے
--	---------------------------------------

یعنی ہم نے حرص و ہوس کی وجہ سے اپنے کو جلا لیا ہے اور یہ دعا بھی آپ ہی سے سیکھی ہے۔

حرمت آنکہ دعا آموختے	در چنین ظلمت چراغ افروختی
----------------------	---------------------------

اس کے ظلمت کے تونے دعا سکھائی ہے	ایسی تاریکی میں چراغ روشن کر دیا ہے
----------------------------------	-------------------------------------

یعنی ہرکت اس کے کہ آپ نے دعا سکھائی ہے اور ایسی ظلمت میں چراغ روشن کیا۔

دست گیر و رہ نما توفیق وہ	جرم بخش و عفو کن بکشا گرہ
---------------------------	---------------------------

دھیری فرما اور رہنمائی عطا فرما	خطا بخندے اور معاف کر دے اور گرہ کھول دے
---------------------------------	--

یعنی دھیری کیجئے اور رہنمائی کیجئے اور توفیق دیجئے اور جرم بخشئے اور معاف کیجئے اور (مصیبت کی) گرہ کھولنے آگے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

چنین میرفت بر لفظش دعا	آنزماں چوں مادران با وفا
------------------------	--------------------------

دعا ان کے الفاظ میں اس طرح جاری تھی	اس وقت جیسا کہ باوقا ماؤں (کے الفاظ میں)
-------------------------------------	--

یعنی اسی طرح ان کی زبان پر دعا اس وقت باوقاموں کی طرح جاری تھی یعنی جس طرح کہ ماں مشفق ہوتی ہے اسی طرح شفقت سے وہ دعا مانگ رہے تھے۔

اشک میرفت از دو چشمش واں دعا	بیخود ازوے می برآمد برسا
ان کی دونوں آنکھوں سے آنسو جاری تھے اور وہ دعا	بے خودی میں ان سے آسمان پر پہنچ رہی تھی

یعنی دونوں آنکھوں سے اشک جاری تھے اور وہ دعاؤں سے بے خود ہو کر نکل رہی تھی اور آسمان پر (جاری تھی)

شرح صلیبی

ترجمہ و تشریح:۔ جب دقوتی نے اس قیامت کا مشاہدہ کیا اور دیکھا کہ مخلوق خدا ڈوب رہی ہے اور اس سے بڑھ کر یہ کہ شیطان ان پر پھندا ڈال رہا ہے ممکن ہے کہ وہ اس میں پھنس جائیں اور ہلاک جسمانی کے ساتھ ہلاک روحانی بھی مل جائے اس سے ان کے رحم کو جوش آیا اور آنسو بہنے لگے۔ اور حضرت حق سبحانہ کی جناب میں یوں دعا شروع کی۔ اے اللہ آپ ان کے افعال پر نظر نہ فرمائیں اور ان کی دستگیری فرمائیں آپ کا تصرف بحر و بر خشکی و تری ہر دو میں جاری ہے۔ آپ ان کو بخیر و عافیت ساحل پر پہنچا دیجئے اے ہمیشہ سے رحیم و کریم آپ ان بداندیشوں کی برائی کو معاف فرمائیے۔ آپ نے مخلوق کو مفت آنکھ کان وغیرہ عطا فرمائے ہیں اور عقل و فہم بھی کسی معاوضہ کے بدلہ میں نہیں دیئے ہیں اور آپ نے بلا استحقاق ہر قسم کی نعمتیں عطا فرمائی ہیں۔ حالانکہ آپ کو ہماری ناشکری اور غلطیوں کا بخشش سے پہلے بھی علم تھا جبکہ آپ ایسے کریم ہیں تو اے بزرگ آپ ہمارے بڑے گناہوں کو بھی معاف فرما سکتے ہیں۔ ہم تو حرص اور طمع میں جل گئے اور کوئی کام ہم نے آپ کی اطاعت کا نہیں کیا۔ یہ دعا بھی جو کر رہے ہیں یہ بھی آپ ہی کی تعلیم کردہ اور آپ ہی کی توفیق ہے۔ پس اس دعا کی عزت کو مد نظر رکھ کر جو خود آپ نے تعلیم فرمائی ہے اور اس تاریکی جہل میں چراغ ہدایت روشن کیا ہے آپ ان لوگوں کی دستگیری فرمائیے راہ راست دکھلائیے اور ان کو اعمال صالحہ کی توفیق دیجئے ان کے قصور معاف فرمائیے اور اس عقدہ لائیل کو حل فرما کر ان کو نجات دیجئے۔ غرض اسی قسم کے کلمات دعا سیہ مادر مشفقہ کی طرح اس وقت ان کی زبان سے نکل رہے تھے۔ اشک آنکھوں سے جاری تھے اور استغراق فی الدعاء کی حالت میں یہ دعا ان کے منہ سے نکل کر آسمان پر جاری تھی بالآخر وہ مقبول ہوئی اور اہل کشتی کو نجات ہو گئی۔

شرح شبیری

آں دعائے بیخوداں دیگرست	آں دعا زونیت گفت داورست
بیخودوں کی دعا دوسری (ہی چیز) ہے	وہ دعا ان کی نہیں ہے خدا کی بات ہے

یعنی بیخودوں کی دعا ہی دوسری ہے وہ دعا ان کی طرف سے نہیں ہے بلکہ قول حق ہے۔

آ دعا حق میکند چوں اوقناست	آں دعا و آں اجابت از خداست
جبکہ وہ (بیخود مقام) فنا میں ہے وہ دعا اللہ فرماتا ہے	وہ دعا اور وہ قبولیت خدا کی جانب سے ہے

یعنی وہ دعا اللہ تعالیٰ ہی کر رہے ہیں جبکہ یہ شخص فنا ہے اور وہ دعا اور اجابت سب خدا کی طرف سے ہے مطلب یہ کہ جب یہ فنا ہو چکا اور وہی اتحاد اصطلاحی اس کو حاصل ہو گیا تو اس کا دعا کرنا گویا کہ خدا کا کرنا ہے۔ تو جب اللہ تعالیٰ خود دعا کریں گے تو اس کو قبول بھی فرمائیں گے اور اس اتحاد اصطلاحی کی نظیر قرآن شریف میں موجود ہے۔ ارشاد ہے کہ فاذا قرانناہ فاتج قرانہ قرأت جبرئیل کو اپنی قرأت فرمایا دوسری جگہ ہے کہ ماریت اذ رمیت ولكن اللہ رمی رے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی رے فرمایا پھر اگر صوفی بچار ہے کہہ دیں تو ان پر کفر کے فتوے کیوں لگتے ہیں۔ ذرا تو انصاف سے کام لو آگے فرماتے ہیں کہ۔

واسطہ مخلوق نے اندر میاں	بے خبر زماں لایہ کردن جسم و جاں
درمیان میں مخلوق کا واسطہ نہیں ہے	اس خوشاد سے جسم و جاں بے خبر ہوتے ہیں

یعنی درمیان میں مخلوق واسطہ نہیں ہوتی اور اس دعا کرنے سے جسم و جاں سب بے خبر ہیں۔

بندگان حق رحیم و بردبار	خوئے حق دارند در اصلاح کار
اللہ (تعالیٰ) کے رحیم اور بردبار بندے	معاہد کی اصلاح میں اللہ (تعالیٰ) کی خواہش اختیار کر لیتے ہیں

یعنی خدا کے بندے رحیم و بردبار (ہوتے ہیں) اور اصطلاح کار میں خوئے حق رکھتے ہیں۔

مہرباں بے رشوتاں یاری گراں	مشفقان و مستعان عمخوارگان
مہربان بغير رشوت کے مددگار (ہوتے ہیں)	مشفق اور غمزدوں کے مددگار (ہوتے ہیں)

یعنی مہربان بے رشوت کے مدد کرنے والے مشفق اور مدد کرنے والے اور عمخوار۔

از ترحم دستگیراں شافعاں	در مقام سخت و در روز گران
رحم کمانے کی وجہ سے دستگیر اور سفارشی (ہوتے ہیں)	سخت جگہ اور ہماری دن میں

یعنی ترحم کی وجہ سے دستگیر اور شافع مقام سخت میں اور روز گراں میں (مولانا فرماتے ہیں کہ)۔

ہیں بجو ایں قوم را اے مبتلا	ہیں غنیمت دارشاں پیش از بلا
اے مصیبت زدہ! اس قوم کو تلاش کر لے	خبردار! جہا ہونے سے پہلے ہی ان کو غنیمت سمجھ

یعنی اے مبتلا اس قوم کو تلاش کر اور بلا سے پہلے ہی ان کو غنیمت سمجھ۔

رست کشتی از دم آں پہلواں	واہل کشتی را بچہد خود گماں
اس پہلوان کی دعا سے کشتی نجات پا گئی	کشتی والوں کو اپنی کوشش کا گمان تھا

یعنی کشتی چھوٹی تو اس پہلوان کی دعا سے اور اہل کشتی کو اپنی کوشش پر گمان تھا۔

کہ مگر بازوئے ایشاں در حذر	بر ہدف انداخت تیرے از قدر
کہ شاید پچاؤ میں انہی کی بازو نے	صحیح اندازے سے نشانہ پر تیر چلایا ہے

یعنی کہ یقیناً ان کے بازو نے نیچے میں ہنر ہدف پر تیر ڈالا۔ مطلب یہ کہ وہ کشتی چھوٹی تو ان کی دعاء سے اور اہل کشتی سمجھے

کہ ہم نے جو کوشش کی تھی اس کی بدولت ہم چھوٹ گئے۔ آگے ایک مثال دیتے ہیں کہ۔

پارہاند رو بہان را در شکار	وان زوم دانند رو بہاں عزار
شکار میں لومڑیوں کو پاؤں بچاتے ہیں	وہ دھوکے میں جلا لومڑیاں دم کی وجہ سے سمجھتی ہیں

یعنی لومڑی کو شکار میں پاؤں بچاتا ہے (کداس سے بھاگ جاتی ہے اور بچ جاتی ہیں) اور وہ مغرور لومڑیاں اس (بچنے) کو دم سے سمجھتی ہیں۔

عشقہا بادم خود بازند کین	می رہاند جان مارا از کین
وہ دم سے محبت کرتی ہیں کہ اس نے	ہماری جان کو ہلاکت سے بچایا

یعنی وہ اپنی دم کیساتھ عشق بازی کرتی ہیں کہ ہماری جاں کو کین سے یہی چھڑاتی ہے۔

از ضلالت بوسہا بر دم زند	رقص گیرند و ز شادی بر جہند
نادانی سے دم کو چومتی ہیں	ناچتی ہیں اور خوشی سے کودتی ہیں

یعنی گمراہی کی وجہ سے دم پر بوسے دیتی ہیں اور رقص کرتی ہیں اور خوشی سے کودتی ہیں (معلوم ہوتا ہے کہ مولانا کے زمانہ میں یہ بات مشہور ہوگی کہ لومڑی اپنی دم کو اپنے بچنے کا آلہ خیال کرتی ہے اسی بناء پر مولانا نے یہ لکھا ہے) آگے فرماتے ہیں کہ۔

رو بہا پارا نگہدار از حجر	پا جو بنود دم چہ سودائے خیر سر
اے لومڑی! پتھر سے پاؤں کا بچاؤ کر	اگر پاؤں نہ ہوتے تو اے بیوقوف! دم سے کیا فائدہ ہے؟

یعنی اے رو بہا کلونخ سے پاؤں کی حفاظت کر کہ جب پاؤں نہ ہوگا تو اے شوخ چشم دم کا کیا فائدہ۔ اب اس مثال کے مطابق فرماتے ہیں کہ۔

ماچو رو بہا ہان و پائے ما کرام	میرہاند مان ز صد گون انتقام
ہم لومڑی کی طرح ہیں ہمارے پاؤں بزرگ ہیں	ہمیں سینکڑوں قسم کی سزا سے نجات دیتے ہیں

یعنی ہم تو لومڑیوں کی طرح ہیں اور ہمارے پاؤں (اولیاء) کرام ہیں کہ ہم کو (حق تعالیٰ کے) سینکڑوں قسم کے انتقاموں

سے (اپنی دعاء سے) بچاتے ہیں۔

حیلہ باریک مان چون دم ماست	عشقہا بازیم بادم چپ و راست
ہماری نازک تدبیر ہماری دم کی طرح ہے	ہم دائیں بائیں سے دم سے عشق بازی کرتے ہیں

یعنی ہمارے حیلہ باریک مان چون دم کے ہیں کہ ہم دم کے ساتھ چپ و راست عشق بازی کرتے ہیں۔ مطلب یہ کہ ہم کو بلاؤں سے چھڑاتی تو ہے ان بزرگوں کی دعا اور ہم اپنی تدابیر سے سمجھتے ہیں تو وہی مثل ہوئی کہ لومڑی کو آفات سے بچاتا تو ہے پاؤں اور سمجھتی ہے کہ دم نے بچایا۔

دم بچبائیم ز استدلال و مکر	تا کہ حیران ماند از مزید و بکر
ہم حجت بازی اور مکر کی دم ہلاتے ہیں	تا کہ ہم سے زید اور بکر حیران ہو جائیں

یعنی ہم استدلال و مکر کی دم ہلاتے ہیں تا کہ ہم سے زید و بکر حیران ہوں۔ یعنی ہم تدابیر کرتے ہیں اور اس لئے تا کہ لوگ

سمجھیں کہ بڑے عاقل ہیں۔

طالب حیرانے خلقان شدیم	دست طمع اندر الوہیت زدیم
ہم لوگوں کی حیرانی کے طلبکار بن گئے ہیں	ہم نے خدا کی میں لالچ کا ہاتھ ڈالا ہے

یعنی لوگوں کی حیرانی کے ہم طالب ہیں اور طمع کا ہاتھ الوہیت میں مارتے ہیں۔ یعنی افسوس ہے کہ ہم بڑا بننا چاہتے ہیں کہ لوگ ہماری تدابیر اور افعال کو دیکھ کر ہماری تعریف کریں یہ حق تو خدا کا ہے کہ وہ یہ چاہے کہ میری مصنوعات کو لوگ دیکھ کر حیران ہوں انسان کا یہ حق نہیں ہے اور ہم چاہتے ہیں کہ۔

تا بافسون مالک دلہا شویم	ایں کی بینم ما کاندرا گویم
تاکہ فریب کے ذریعہ ہم دلوں کے مالک بن جائیں	ہم یہ نہیں دیکھتے کہ ہم گڑھے میں ہیں

یعنی تاکہ افسوس سے ہم دلوں کے مالک ہو جاویں۔ اور ہم یہ نہیں دیکھتے کہ ہم (خود) گڑھے میں ہیں۔

درگوئے و درچھے اے قلجان	دست و ادار از سبال دیگران
اے بے غیرت! تو گڑھے اور کنویں میں ہے	دوروں کی سونچوں سے ہاتھ ہٹا

یعنی ارے دیوٹ تو خود گڑھے اور کنویں میں ہے تو دوسرے کے کپڑوں سے دست اٹھا۔ یعنی ابھی سے تم اوروں کو کیا بلارہے ہو۔ بلکہ

چون بہ بستانے رسی زیبا و خوش	بعد از ان دامان خلقان گیردش
جب تو کسی ایسے اور خوشنما باغ میں پہنچے	اس کے بعد لوگوں کا دامن پکڑا اور کھینچ

یعنی جب تو کسی زیبا و خوش باغ میں پہنچ جاوے گا اس کے بعد لوگوں کا دامن پکڑنا اور کھینچنا۔

اے مقیم جس چار و پنج و شش	نغز جائے دیگران را ہم بکش
اے چار اور پانچ اور چھ کے قید خانے میں مقیم	کیا اچھی جگہ ہے دوروں کو بھی کھینچ لے

یعنی اے وہ شخص کہ چار و پنج و شش کی قید میں مقیم ہے۔ اس عمدہ جگہ میں تو دوسروں کو بھی کھینچ لے۔ مصرعہ ثانی تمسخر ہے اور چار سے مراد عناصر ر بعد اور پنج سے مراد حواس خمسہ اور شش سے مراد جہات ستہ اور مقصود ان سب سے ناسوت مطلب یہ کہ اے شخص جو کہ ابھی ناسوت ہی میں پھنسا ہوا ہے ذرا اس مقام خوش میں ہمیں بھی بلانا۔ اور ذرا اوروں کی بھی خبر لینا یہ صرف استہزاء کے طور پر ہے یعنی تم خود ایسی جگہ ہو اوروں کو معاف رکھو۔

اے چو خربندہ حریف کون خر	بوسہ گاہے یافتی مارا ببر
اے وہ کہ جو گدھے والے کی طرح گدھے کی متعد کا پار ہے	تو نے اچھی بوسہ گاہ پالی ہے ہمیں بھی لے چل

یعنی اے خربندہ کی طرح خر کا حریف ہے تو نے تو ایک بوسہ گاہ پالیا ہے ہمیں بھی لے چل۔ اس میں بھی مصرعہ ثانی استہزاء ہے اور خربندہ اس کو کہتے ہیں جو گدھے کے پیچھے اس کو ہکاتا ہوا چلتا ہے اور کون خر سے ماد دنیاء مطلب یہ کہ جس طرح کہ وہ خربندہ کون خر سے لگا رہتا ہے اسی طرح تم دنیا میں لگے ہوئے ہو۔ تو اب تم نے تو وہی کون خر بوسہ گاہ پالی ہے۔ بھئی ذرا ایسی جگہ تو ہمیں بھی لے چلنا۔ نعوذ باللہ۔

چوں ندادت بندگی دوست دست	میل شاہی از کجایت خاستت
--------------------------	-------------------------

جبکہ دوست کی غلامی تیرے ہاتھ نہیں آئی ہے	تو تجھ میں شاہی کی تمنا کہاں سے آئی ہے؟
--	---

یعنی جب تیری مدد دوست کی بندگی نے نہیں کی ہے تو تیرے اندر میلان شاہی کہاں سے آ گیا۔ مطلب یہ کہ ابھی چھوٹے تو بن تو چھوٹے بنے نہیں اور بڑے بننے کی تمنا ہے۔

در ہوائے آنکہ گویندت زہے	بستہ بر گردن جانت زہے
--------------------------	-----------------------

اس خواہش میں کہ لوگ تجھے واہ واہ کہیں	تو نے اپنی گردن میں پھندا ڈالا ہے
---------------------------------------	-----------------------------------

یعنی اس محبت میں کہ لوگ تم کو اچھا کہیں تم نے اپنی گردن جان پر ایک زہ (کمان کی) باندھ لی ہے یعنی اس کے مارے اپنے گلے میں پھانسی ڈال رکھی ہے آگے فرماتے ہیں کہ۔

روبہا ایں دم حیلت را بہل	وقف کن دل بر خدا وندان دل
--------------------------	---------------------------

اے لومڑی! تو اس تدبیر کی دم کو چھوڑ دے	دل والوں پر دل کو وقف کر دے
--	-----------------------------

یعنی اے روبہا اس حیلہ کی دم کو چھوڑ اور دل کو اہل دل پر وقف کر دے۔ یعنی ان کا ہورہ۔

در پناہ شیر کم ناید کباب	روبہا تو سوئے جیفہ کم شتاب
--------------------------	----------------------------

شیر کی پناہ میں کبابوں کی کمی نہیں ہوتی ہے	اے لومڑی! تو مردار کی طرف نہ دوڑ
--	----------------------------------

یعنی شیر کی پناہ میں کباب کم نہیں آتے۔ اے روبہا تو مردار کی طرف مت دوڑ۔

مطلب یہ کہ بزرگوں کی خدمت میں رہ کر انشاء اللہ دنیا بھی سنوری رہے گی اور دین بھی درست رہے گا۔ اور یہ بات مشاہدہ ہے جس کا دل چاہے آ کر مشاہدہ کرنے کچھ دن کسی کامل کے پاس رہ کر دیکھئے انشاء اللہ دنیا کی بھی پریشانی رہے گی آگے فرماتے ہیں کہ۔

شرح صلیبی

ترجمہ و تشریح:- اب مولانا فرماتے ہیں کہ ان کی دعا کیوں نہ مقبول ہوتی کیونکہ فائین کی دعا تمام لوگوں کی دعا کے مانند نہیں ہوتی بلکہ وہ تو اور ہی قسم کی ہوتی ہے کیونکہ وہ دعا محض اس کی طرف سے نہیں ہوتی۔ بلکہ وہ ایک معنی کر حق سبحانہ کا کلام ہوتا ہے کیونکہ وہ تو فانی اللہ ہو چکا ہے اس لئے اس کے افعال منسوب بحق سبحانہ ہوں گے اور یوں کہا جاوے گا کہ گویا کہ حق سبحانہ ہی دعا کر رہے ہیں اس لئے وہ دعا اور اجابت ہر دو خدا ہی کی طرف سے ہوں گی۔ اس دعا میں مخلوق کا بالکل واسطہ نہیں ہوتا بلکہ فرط محویت کے سبب جسم اور جان کو بھی اس کی خبر نہیں ہوتی۔ بس جب دعا کرنے والا بھی خدا ہی ہے اور دعا قبول کرنے والا بھی خدا ہی ہے تو قبول نہ ہونے کے کوئی معنی نہیں۔ لہذا قبول ہوئی اور ان کو نجات مل گئی یا در کھو بندگان خدا نہایت رحیم اور بہت بردبار ہوتے ہیں اور اصلاح امور میں حق سبحانہ کی عادت رکھتے ہیں۔ یعنی یہ لوگ سخت موقع پر اور مصیبت کے دن بدوں کسی معاوضہ کے مہربان اور مددگار ہوتے ہیں پس اے مصائب روحانیہ میں مبتلا لوگو ان حضرت کو ڈھونڈو تا کہ یہ تم کو ان مصائب سے نجات دلائیں اور اگر ہنوز مصیبت واقع نہیں ہوئی تب بھی ان کو غنیمت سمجھو کہ یہ اس کے لئے سپر ہوں گے۔ لوگ سخت غلطی کرتے ہیں

کہ ان حضرات کی قدر نہیں کرتے اور صلاح کار کو اپنی تدابیر اور کوششوں کا نتیجہ سمجھتے ہیں۔ دیکھو کشتی گرداب میں سے نکلی تو عالی حوصلہ دقتی کی دعا سے اور اہل کشتی کو اپنی کوشش پر گمان ہے وہ سمجھتے ہیں کہ اس بلا سے بچنے میں انہیں کے ہاتھ کا تیر نشانہ پر لگا ہے اور یہ انہیں کی قادر اندازی ہے لہذا ان کی مثال ایسی ہے جیسے کولومبزیوں کو شکار میں نجات تو ان کے پاؤں دیتے ہیں اور بھولی لومڑیاں اس کو دم کا فعل سمجھتی ہیں اور یہ سمجھ کر کہ دم ہی ہم کو کمین صیاد سے نجات دلاتی ہے اس پر عاشق ہو جاتی ہیں اور اپنی جہالت سے اسے چومتی چاٹتی ہیں۔ اور فرط انبساط میں ناچتی اچھلتی کودتی ہیں۔ ان سے کوئی کہے کہ اری لومڑی پاؤں کی قدر کر اور اسے ڈھیلے سے بچا۔ اب ایسا نہ ہو کہ یہ لنگڑا ہو جائے اور تو ماری جاوے۔ اگر پاؤں نہ رہا تو یاد رکھ کہ دم کسی کام کی نہیں۔ علیٰ ہذا ہم بھی لومڑیاں ہیں اور ہمارے پاؤں یعنی ہم کو مصائب سے نجات دلانے والے یہ حضرات اہل اللہ ہیں یہی ہم کو سینکڑوں بلاؤں سے نجات دلاتے ہیں اور ہماری اعلیٰ تدبیریں بالکل ایسی ہیں جیسی لومڑی کی دم کہ ان کو ہماری نجات میں دخل نہیں۔ لیکن ہم ہیں کہ اپنی تدابیر پر فریفتہ ہیں۔ اور خواہ مخواہ دم ہلاتے ہیں یعنی استدلال و حیل کو کام میں لاتے ہیں تاکہ زید و عمرو بکر ہماری تدبیروں کو دیکھ کر حیران ہوں۔ کہ صاحب یہ بڑے مدبر اور پولیٹیکل ہیں۔ ہم یہ چاہتے ہیں کہ لوگ ہماری تدبیروں سے متحیر ہو کر ہم کو مقتدا بنائیں اور سمجھیں کہ یہ جو چاہیں کر سکتے ہیں گویا کہ ہم در پردہ خدائی چاہتے ہیں اور یہ چاہتے ہیں کہ لوگوں کی آنکھوں میں خاک جھونک کر ان کے دلوں پر قبضہ کر لیں اور یہ نہیں دیکھتے کہ ہم قعر ضلالت میں پڑے ہوئے ہیں۔ اس سے کوئی کہے کہ ارے بھڑدے تو تو خود گڑھے میں گرا ہوا اور کنویں میں پڑا ہوا ہے تو لوگوں کا دامن کیوں پکڑ کر کھینچتا ہے انہیں معاف کر۔ ہاں جب تو کسی باغ میں خوش و خرم پہنچ جائے گا یعنی دولت باطنی حاصل کر لے گا اس وقت مخلوق کا دامن کھینچتا اور انہیں وہاں بلانا جہاں تو ہے آگے مولانا ایسے شخص کو علی سبیل التہکم خطاب فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے عناصر رابعہ اور حواس خمسہ اور شش جہات کے جیل خانہ میں رہنے والے سبحان اللہ کیسے اچھی جگہ ہے ذرا اوروں کو کھینچ لے اور اے گدھے ہانکنے والوں کی طرح گدھوں کی مقعد چاٹنے والے بھائی کیسے عجیب بوسہ گاہ تجھے ملی ہے ذرا ہم کو بھی لے چل ہم بھی دیکھیں۔ ارے احمق جب حق سبحانہ کی غلامی تجھے حاصل نہیں ہے اور تو ابھی نفس ہی کا بندہ بنا ہوا ہے تو سلطنت کی رغبت تیرے اندر کہاں سے پیدا ہو گئی یہ تو عباد اللہ الصالحین کا منصب ہے نہ کہ اہل دنیا کا۔ بات یہ ہے کہ لوگوں کی تعریفیں حاصل کرنے کے لئے تو نے اپنی روح کو گردن میں تانت کا پھندا ڈال رکھا ہے۔ اور جب جاہ کے لئے تو اپنی روح کو مار رہا ہے ارے لومڑی کی طرح دھوکے میں پڑے ہوئے تو اپنی تدبیر کی دم کو چھوڑ اور اپنے دل کو اہل دل کے سپرد کر دے اس سے تو انشاء اللہ لہذا نذ سے محروم نہ رہے گا کیونکہ شیروں کی پناہ میں آ جانے کے بعد کبابوں کی کچھ کمی نہیں ہوتی۔ پس تو ان کی پناہ میں آ جا اور لہذا نذ حقیقہ سے بہرہ یاب ہو اور لومڑی کی طرح مردار دنیا کی طرف مت دوڑ۔

شرح شبیری

تو ولا منظور حق انگہ شوئے	کہ چو جزوے سوئے کل خود روی
اے پیارے! تو اس وقت اللہ (تعالیٰ) کا منظور نظر بنے گا	جبکہ تو جزو کی طرح اپنے کل کی طرف چلا جائے گا

یعنی اے دل تو منظور حق اس وقت ہوگا جبکہ جزو کی طرح اپنے کل کی طرف چلا جاوے گا۔ یعنی تم اپنی اصل کی طرف رجوع ہو جاؤ اس وقت منظور حق ہو سکتے ہو۔

حق ہی گوید نظرمان بردل است	نیست بر صورت کہ آن آب و گل است
----------------------------	--------------------------------

اللہ (تعالیٰ) فرماتا ہے ہماری نظر دل پر ہے	صورت پر نہیں ہے کیونکہ وہ تو پانی اور مٹی ہے
--	--

یعنی حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہماری نظر دل پر ہے اور صورت پر نہیں ہے کیونکہ وہ تو آب و گل ہے۔ حدیث میں ہے کہ ان اللہ لا ينظر الی صورکم و لکن ينظر الی قلوبکم اسی طرف اس شعر میں اشارہ ہے۔

تو ہی گوئی مرا دل نیز ہست	دل فراز عرش باشد نے بہ پست
---------------------------	----------------------------

تو کہتا ہے میرے بھی دل ہے	دل عرش کی بلندی پر ہوتا ہے نہ کہ پستی میں
---------------------------	---

یعنی تم کہتے ہو کہ ہمارے بھی دل ہے (ارے) دل تو بلندی عرش پر ہوتا ہے نہ کہ پستی میں۔ مطلب یہ کہ جو اصل میں دل یعنی جو کہ لطائف میں داخل ہے وہ تو بالائے عرش ہی ہے باقی یہ قلب صنوبری تو متعلق قلب ہے۔ قلب نہیں ہے تو تمہارا اس دل کو دل کہنا غلط ہے آگے اس کی ایک مثال فرماتے ہیں۔

در گل تیرہ یقین ہم آب ہست	لیک از ان آیت نشاید آبدست
---------------------------	---------------------------

کالی کچڑ میں بھی یقینا پانی ہے	لیکن اس پانی سے وضو (یا استنجا) مناسب نہیں ہے
--------------------------------	---

یعنی تیرا کچڑ میں یقینا پانی ہوتا ہے لیکن اس پانی سے تم کو آبدست نہ چاہئے۔

زانکہ گر آب ست مغلوب گل است	پس دل خود را مگو کاین ہم دل است
-----------------------------	---------------------------------

کیونکہ وہ اگرچہ پانی ہے (لیکن) مٹی سے مغلوب ہے	تو اپنے دل کو یہ نہ کہہ کہ وہ بھی دل ہے
--	---

یعنی اس لئے اگرچہ پانی ہے مگر مغلوب گل ہے پس تم اپنے دل کو بھی مت کہو کہ یہ بھی دل ہے۔ مطلب یہ کہ دیکھو کچڑ میں بھی پانی ہوتا ہے مگر وہ پانی بے کار ہوتا ہے اور کسی کام کا نہیں ہوتا اس سے طہارت حاصل نہیں ہو سکتی اسی طرح اگرچہ تمہارا قلب صنوبری نام کا دل ہے مگر اصلی دل جس کا کام توجہ الی الحق ہے نہیں ہے۔

آں دے کز آسمانہا برترست	آں دل ابدال یا پیغمبرست
-------------------------	-------------------------

وہ دل جو آسمانوں سے بھی بلند ہے	وہ ابدال کا دل یا پیغمبر کا دل ہے
---------------------------------	-----------------------------------

یعنی جو دل کہ آسمانوں سے برتر ہے وہ دل یا تو اولیاء اللہ کا ہے یا پیغمبروں کا ہے (اس کی یہ حالت ہے کہ)

پاک گشتہ آں ز گل صافی شدہ	در فزونی آمدہ وانے شدہ
---------------------------	------------------------

وہ پاک ہو گیا ہے مٹی سے صاف ہو گیا ہے	ترقی میں آکر بھرپور ہو گیا ہے
---------------------------------------	-------------------------------

یعنی وہ گل سے پاک شدہ ہے اور صاف شدہ ہے اور ترقی میں آیا ہوا ہے اور کافی ہے۔

ترک گل کردہ سوئے بحر آمدہ	رستہ از زنداں و گل بحر نے شدہ
---------------------------	-------------------------------

مٹی کو چھوڑ کر سمندر کی طرف آ گیا ہے	وہ مٹی کی قید سے آزاد ہو کر سمندر بن گیا ہے
--------------------------------------	---

یعنی اس نے گل کو ترک کر دیا ہے اور بحر کی طرف آیا ہے اور زندان و گل سے چھوٹ کر بحر کی طرف آیا ہوا ہے گل سے مراد

ناسوت اور بحر سے مراد حضرت حق مطلب یہ کہ وہ دل اولیاء انبیاء کا اس ناسوت سے قطع تعلق کر کے متوجہ بحق ہو چکا ہے۔

آب ما محبوس گل ماندست ہین	بحر رحمت جذب کن مارا از طین
---------------------------	-----------------------------

خبردارا ہارا پانی مٹی میں پھنسا ہوا ہے	اے رحمت کے سمندر! ہمیں مٹی سے چوس لے
--	--------------------------------------

یعنی ہمارا آب گل میں پھنسا ہوا ہے ہاں اے بحر رحمت ہم کو طین سے جذب کر لے یعنی ہمارا قلب ناسوت میں پھنسا ہوا ہے اے اللہ اس کو اپنی طرف جذب فرما لیجئے۔

بحر گوید من ترا در خود کشم	لیک میدانی کہ من آب خوشم
----------------------------	--------------------------

سمندر کہتا ہے میں تجھے کھینچ تو لوں	لیکن تو سچی بکھارتا ہے کہ میں صاف پانی ہوں
-------------------------------------	--

یعنی بحر کہتا ہے کہ میں تجھے اپنے میں کھینچ تو لوں لیکن تو تو یہ جانتا ہے کہ میں آب و خوش ہوں۔

لاف تو محروم می دارد ترا	ترک آن پندار کن در من درآ
--------------------------	---------------------------

تیری سچی تجھے محروم رکھتی ہے	اس غرور کو چھوڑ دے میرے اندر آ جا
------------------------------	-----------------------------------

یعنی تیری سچی تجھے محروم رکھتی ہے تو اس پندار کو ترک کر اور میرے اندر چلا آ۔ مطلب یہ کہ جب دعاء کرتے ہیں تو حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں تجھے جذب تو کر لوں مگر تو اپنے کو کامل سمجھے ہوئے ہے اس لئے خود ادھر آنا ہی نہیں چاہتا تو اس بت پندار کو توڑ ڈال اس کے بعد آ پھر دیکھ جذب ہوتا ہے یا نہیں۔

آب و گل خواہد کہ در دریا رود	گل گرفتہ پائے اورا مے کشد
------------------------------	---------------------------

مٹی میں کا پانی چاہتا ہے کہ سمندر میں چلا جائے	مٹی پانی کا پاؤں پکڑتی ہے اور اس کو کھینچتی ہے
--	--

یعنی آب و گل چاہتا ہے کہ دریا میں جاوے مگر گل اس کے پاؤں پکڑے ہوئے کھینچ رہی ہے مطلب یہ کہ قلب متوجہ بحق ہونا چاہتا ہے مگر یہ اشیاء ناسوتی اس کو اپنی طرف کھینچے ہوئے ہیں اور اس طرف جانے نہیں دیتیں۔

گر رہاند پائے خود از دست گل	گل بماند خشک و او شد منتقل
-----------------------------	----------------------------

اگر وہ اپنا پاؤں مٹی سے چھڑا لے	مٹی خشک رہ جائے وہ منتقل بن جائے
---------------------------------	----------------------------------

یعنی اگر یہ اپنے پاؤں دست و گل سے چھڑا لے تو گل تو خشک رہ جاوے اور یہ منتقل ہو جاوے مطلب یہ کہ اگر یہ اس ناسوت سے قطع تعلق کر دے تو یہ ناسوت تو یونہی رہ جاوے اور یہ ملکوت کی طرف منتقل ہو جاوے آگے اس مثال کو خود تطبیق دیتے ہیں کہ۔

آن کشیدن چست از گل آب را	جذب تو نقل و شراب ناب را
--------------------------	--------------------------

مٹی کا پانی کو کھینچنا کیا ہے؟	نیرا چینا اور خالص شراب کو جذب کرنا
--------------------------------	-------------------------------------

یعنی وہ کھینچنا گل کی طرف سے آب و کیا ہے تمہارا نقل کو اور شراب ناب کو جذب کرنا ہے۔ نقل کہتے ہیں اس شے کو جو بعد شراب کے کھائی جاتی ہے مراد تلذذات و تنعمات مطلب یہ کہ تم جو ان تلذذات و تنعمات میں پھنسے ہوئے ہو بس یہ ہی عالم ناسوت کی طرف کشش ہے۔

پچھیں ہر شہوتے اندر جہان	خواہ مال و خواہ جان و خواہ نان
اسی طرح دنیا کی ہر شہوت	خواہ مال اور خواہ مرتبہ اور خواہ گھر اور مال

یعنی اسی طرح ہر شہوت جان میں خواہ وہ مال ہو خواہ جان ہو خواہ نان ہو۔

خواہ باغ و مرکب و تیغ و مجن	خواہ ملک و خانہ و فرزند وزن
خواہ باغ اور سواری اور تلوار اور ڈھال	خواہ سلطنت اور گھر اور اولاد اور بیوی

یعنی خواہ باغ ہو یا مرکب ہو یا تلوار ہو یا ڈھال ہو یا ملک ہو یا گھر ہو یا فرزند وزن ہو۔

ہر یکے زینہا ترا مستی کند	چوں نیابی آن خمارت میکند
ان میں سے ہر ایک چیز تجھے مدہوش کر دیتی ہے	جب تجھے وہ نہیں ملتی ہے تو تجھ میں آٹھن پیدا کر دیتی ہے

یعنی ہر ایک ان میں سے تجھے مستی کرتی ہے اور جب تو ان کو نہیں پاتا ہے تو تجھے خمار کرتی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ یہ جس قدر اشیاء ناسوتی ہم نے تم کو بتائی ہیں یہ ہی تم کو مست رکھتی ہیں اور اپنے اندر لگائے رکھتی ہیں اور دلیل اس کی یہ ہے کہ جب تم کو یہ چیزیں نہیں ملتی ہیں تو تم کو ایک قسم کا خمار ہو جاتا ہے جیسے کہ مثلاً تمباکو کھانے والوں کو تمباکو نہ ملنے سے ایک خمار ہوتا ہے اسی طرح ان اشیاء کے نہ ملنے سے تم کو جو ایک غم ہوتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ یہ ہی چیزیں جب تمہارے پاس ہوتی ہیں تو تم کو مست رکھتی ہیں آگے خود فرماتے ہیں کہ۔

ایں خمار غم دلیل آن شدہ است	کہ بدان مقصود مستیت بدست
یہ غم کی آٹھن اس کی دلیل ہے	کہ اس غم شدہ سے تجھ میں مدہوشی تھی

یعنی یہ غم کا خمار دلیل اس کی ہے کہ اس مقصود سے تم کو مستی تھی (اور اس مستی ہی کی وجہ سے ان کی طرف جذب ہوتا ہے اور تمام ملکوت سے دوری ہوتی ہے تو اب تم کو چاہئے کہ)۔

جز باندازہ ضرورت زین مگیر	تا نگر و غالب و بر تو امیر
قدر ضرورت کے سوا اس کو نہ لے	تا کہ وہ تجھ پر غالب اور حاکم نہ بنے

یعنی بجز اندازہ ضرورت کے اس سے مت لے تا کہ یہ تجھ پر غالب اور امیر نہ ہو جاویں۔ (تو تجھے چاہئے تو یہ تھا مگر تو نے یہ کیا کہ)

سر کشیدی تو کہ من صاحبدم	حاجت غیرے ندارم واصلم
تو نے اس لئے سرکشی کی کہ میں خود صاحب دل ہوں	مجھے دوسرے کی ضرورت نہیں ہے میں (خود واصل بحق ہوں)

یعنی تو نے سرکشی کی کہ میں تو صاحب دل ہوں اور کسی غیر کی حاجت نہیں رکھتا میں تو واصل ہوں۔

آچنانکہ آب در گل سر کشد	کہ منم آب و چرا جویم مدد
(یہ) ایسا ہی ہے کہ پانی مٹی میں سرکشی کرے	کہ میں تو پانی ہوں میں کیوں مدد چاہوں؟

یعنی جیسے کہ آب گل میں سرکشی کرنے لگے کہ میں تو آب ہوں میں مدد کیوں تلاش کروں (تو نتیجہ یہ ہوگا کہ ہمیشہ اسی طرح سڑے گا اور کبھی ترقی نصیب نہ ہوگی اسی طرح تم اس پندار میں پھنس کر رہیں گے ہو اور یہ عالم ناسوت تم کو ترقی سے مانع ہو گیا ہے) آگے فرماتے ہیں کہ۔

دل تو اس آلودہ را پنداشته	لاجرم دل ز اہل دل برداشته
---------------------------	---------------------------

تو نے اس گندے دل کو دل سمجھ لیا ہے	اسی لئے تو لامحالہ صاحب دل سے دل برداشت ہے
------------------------------------	--

یعنی دل تو نے اس آلودہ کو سمجھ رکھا ہے اس لئے دل کو اہل دل سے برداشتہ کر رکھا ہے یعنی تم نے چونکہ اس دل کو دل سمجھا ہے جو آلودہ دنیا ہے اور یہ دل اہل دل کے پاس ہے۔ نہیں تو اس لئے تم ان سے دل برداشتہ ہو رہے ہو ورنہ اگر تم دل کی حقیقت سمجھ لیتے تو اہل دل سے ہرگز برداشتہ خاطر نہ ہوتے آگے بطور سوال فرماتے ہیں کہ۔

خودرواداری کہ آن دل باشد این	کہ بود در عشق شیر و انگبین
------------------------------	----------------------------

(کیا) تو خود مناسب سمجھتا ہے کہ یہ دل وہ دل ہے	جو کہ دودھ اور شہد کے عشق میں (جدا) ہے
--	--

یعنی کہ تم جائز رکھتے ہو کہ وہ (تمہارا) دل یہ ہووے جو کہ شیر و انگبین کے عشق میں ہوتا ہے۔

لطف شیر و انگبین عکس دل است	ہر خوشے را آن خوش از دل حاصل است
-----------------------------	----------------------------------

دودھ اور شہد کا لطف دل (کے لطف) کا عکس ہے	ہر مزیدار چیز کی مزیداری دل سے حاصل ہوتی ہے
---	---

یعنی شیر و انگبین میں جو لطف ہے وہ عکس دل کا ہے اور ہر خوب کے لئے وہ خوبی دل ہی سے حاصل ہے۔ مطلب یوں سمجھو کہ یہ تو معلوم ہے کہ تمام عالم مظہر ہے اسماء الہیہ کا اور ان میں سے مظہر اتم و اکمل و جامع انسان ہے اور دیگر اشیاء خاص خاص اسماء کے مظاہر ہیں۔ پھر جس کے مظہر میں اس میں بھی ناقص ہیں اور انسان مظہریت میں کامل ہے تو اب ایسا ہے گویا کہ مظہر اسماء ہونے میں انسان تو اصل ہے اور باقی سب چیزیں اس کی فرع اور اس کے عکس ہیں۔ تو فرماتے ہیں کہ شیر و انگبین میں جو لطافت آئی ہے یہ بھی تو مظہر ہے اسم حق کا اور انسان اس اسم کے مظہر میں بھی اکمل ہے تو گویا کہ ان کی لطافت فرع ہے لطاف قلب کی تو کیا تم یوں چاہتے ہو کہ تمہارا قلب جو کہ اصل ہے وہ فرع اور تابع بن جاوے آگے اور اوصاف فرماتے ہیں کہ۔

پس بود دل جوہر و عالم عرض	سایہ دل چوں بود دل را عرض
---------------------------	---------------------------

تو دل جوہر ہوتا ہے اور عالم عرض	دل کا سایہ دل کا مقصد کیسے ہو سکتا ہے؟
---------------------------------	--

یعنی پس دل تو (اصل ہونے کے اعتبار سے) جوہر ہوگا اور یہ تمام عالم (تابع ہونے کے اعتبار سے) عرض ہوا۔ تو دل کا مقصود سایہ دل کس طرح ہو جاوے گا۔ یعنی جو شے کہ تابع تھی وہ اس کا مقصود کس طرح بن جاوے گی آگے فرماتے ہیں کہ۔

آن دلے کہ عاشق مالست و جاہ	یا ز بون اس گل و آب و سیاہ
----------------------------	----------------------------

وہ دل جو مال اور مرتبہ کا عاشق ہے	یا اس مٹی اور سیاہ پانی سے مغلوب ہے
-----------------------------------	-------------------------------------

یعنی وہ دل جو کہ عاشق مال و جاہ ہے یا اس آب و سیاہ و گل میں مغلوب ہو رہا ہے۔

یا خیالاتے کہ در ظلمات او	می پرستد شان برائے گفتگو
---------------------------	--------------------------

یا ان خیالات سے (مغلوب ہے) اندیرے میں	جن کو وہ پوجتا ہے (ایسا دل) محض کہنے کو (دل) ہے
---------------------------------------	---

یعنی یا وہ خیالات کہ جو ظلمات میں ہیں ان کی پرستش کرتا ہے (تو ایسا دل) برائے گفتن ہی ہے۔

دل نباشد غیر آن دریائے نور	دل نظر گاہ خدا و انگاہ کور
دل دریائے نور کا غیر نہیں ہوتا ہے	دل خدا کا مطمح نظر ہو اور پھر اندھا ہو

یعنی دل بجز دریائے نور کے نہیں ہوتا دل نظر گاہ خدا کی ہو اور پھر اندھا ہو۔ مطلب یہ ہے کہ جو دل کہ عاشق مال و جاہ یا خیالات ظلمانی ہے وہ دل ہی نہیں بلکہ دل تو وہ ہے جو کہ خالص نورانی ہے اس لئے کہ دل نظر گاہ حق ہے بھلا جو شے کہ خدا کی نظر گاہ ہو وہ کہیں اندھی بھی ہو سکتی ہے آگے فرماتے ہیں کہ۔

نے دل اندر صد ہزاراں خاص و عام	در یکے باشد کد ام است آن کد ام
لاکھوں خاص اور عام انسانوں میں دل نہیں ہوتا ہے	کسی ایک میں ہوتا ہے وہ کون ہے کون؟

یعنی کیا دل لاکھوں خاص و عام میں ایک ہی میں نہیں ہوتا اور وہ کہاں ہے۔ مطلب یہ کہ اصلی دل والا تو لاکھوں میں ایک ہی ہوتا ہے اور پھر وہ بھی بہت کمیاب ہے۔

ریزہ دل را بہل دل را بجو	تا شود آن ریزہ چوں کوہے ازو
دل کے ریزے کو چھوڑ دل کو تلاش کر	تاکہ ریزہ اس کی وجہ سے پہاڑ بن جائے

یعنی ریزہ دل کو ترک کر اور (اہل) دل کو تلاش کرو تاکہ یہ ریزہ بھی اس کی وجہ سے مثل ایک کوہ کے ہو جاوے۔ ریزہ دل سے مراد دل صنوبری ہے۔ مطلب یہ کہ اس کی طرف سے التفات ہٹاؤ اور اہل دل کو تلاش کرو کہ ان کی صحبت سے تمہارا یہ دل بھی کام کا ہو جاوے گا۔

دل محیط است اندرین خطہ وجود	زرہمی افشاں و از احسان وجود
اس عالم وجود میں دل ایک سمندر ہے	احسان اور سخاوت سے چاندی بکھیرتا ہے

یعنی اہل دل اس خطہ وجود کو محیط ہیں اور احسان وجود سے زرافشانی کر رہے ہیں۔

از سلام حق سلامتہا نثار	میکند بر اہل عالم ز اختیار
اللہ (تعالیٰ) کی سلامتی سے سلامتیاں نچھاور	کرتا رہتا ہے دنیا والوں پر (اپنے) اختیار سے

یعنی حق تعالیٰ کے سلام سے سلامتیاں اہل عالم پر اپنے اختیار سے نثار کر رہے ہیں۔ اہل دل سے یہاں مراد قطب الارشاد ہے مطلب یہ ہے کہ قطب الارشاد جو ہوتا ہے تمام خطہ عالم پر محیط ہوتا ہے اور حق تعالیٰ کی طرف سے سلامتیوں کو اہل عالم پر نثار کرتا ہے۔

ہر کرا دامن درست ست او معد	آن نثار دل بر آنکس مے رسد
جس کا دامن درست اور تیار ہے	دل کا وہ نچھاور اس کو پہنچتا ہے

یعنی جس شخص کا دامن درست ہے اور درست ہے وہ (اہل) دل کا نثار اس پر پہنچتا ہے۔

دامن تو آن نیاز است و حضور	ہیں منہ در دامن آن سنگ فجور
حیرا دامن، نیاز مندی اور حاضری ہے	خبردارا دامن میں بدکاری کا پتھر نہ رکھ

یعنی تمہارا دامن و نیاز مندی اور حضور ہے تو تم اپنے دامن میں سنگ فجور مت بھرو۔

تاندرو دامت زان سنگها	تابدانی نقد را از رنگها
تا کہ ان پتھروں سے تیرا دامن نہ پھٹے	خبردارا کمرے اور کھٹوں کو سمجھ لینا

یعنی تاکہ تمہارا دامن ان پتھروں سے پھٹ نہ جائے اور تاکہ تم نقد کو رنگوں سے (ممتاز کر کے) جان لو۔ مطلب یہ ہے اگر تم کو نیاز مندی اور حضور قلب حاصل ہے تو تم پر وہ نثار بھی پہنچے گا اور تم اس سے فیضیاب ہو گے اور اگر تم نے اس دامن نیاز و حضور کو سنگھائے فسق و فجور سے بھر کر پھاڑ لیا تو اس وقت تم ان فیوض کو ان حضرات سے حاصل نہیں کر سکتے۔

سنگ پر کردی تو دامن از جہاں	ہم ز سنگ سیم و زر چوں کودکاں
تو نے دنیا میں دامن پتھروں سے بھر لیا	بچوں کی طرح چاندی اور سونے کے پتھروں سے

یعنی تم نے دامن کو اس جہان سے پرزنگ کر لیا ہے اور سیم و زر کے پتھروں سے بھی مثل بچوں کے۔ مطلب یہ ہے کہ جس طرح نادان بچے پتھروں کو روپے پیسے سمجھ کر ان سے دامن بھر لیتے ہیں اسی طرح تم نے ان ملذذات و تمنعات کو لذیذ جان کر ان سے اپنے دامن کو پر کر لیا ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ تمہارا وہ دامن نقدی پارہ پارہ ہو جاتا ہے۔

آں خیال سیم و زر چوں زر نبود	دامن صدقت درید و عم فرود
یہ خیال چاندی اور سونا چونکہ سونا نہ تھا	اس نے تیرا سچائی کا دامن پھاڑ دیا اور تم بڑھا دیا

یعنی وہ خیال سیم و زر کا جب زرنہ تھا تو تمہارا دامن صدق کو اس نے پھاڑ دیا اور عم زیادہ ہو گیا۔ مطلب یہ ہے کہ جس کو تم زرنہ سمجھتے تھے چونکہ اصل میں وہ زرنہ تھا لہذا اس کو جب تم نے اپنے دامن میں بھرنا تو پتھروں نے تمہارا دامن نیاز و حضور و تقویٰ کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔

کے نماید کودکاں را سنگ سنگ	تا نگیر عقل دامن شاں بچنگ
بچوں کو پتھر، پتھر کب نظر آتا ہے؟	جب تک عقل چنگل سے ان کا دامن نہ تمام لے

یعنی بچوں کو سنگ سنگ کب معلوم ہوتا ہے جب تک کہ ان کے دامن کو عقل چنگل میں نہ پکڑ لے۔ مطلب یہ ہے کہ جب تک بچوں کو عقل نہیں آتی اس وقت تک وہ پتھر کو پتھر نہیں سمجھتے بلکہ ان کو روپیہ پیسہ سمجھ کر ان سے خوش ہوتے ہیں۔ اسی طرح جب تک ہم کو عقل باطن حاصل نہ ہوگی اس وقت تک ہم ان ملذذات و تمنعات کو مایہ حیات سمجھیں گے اب یہاں کوئی کہتا ہے کہ ہم تو بچے نہیں ہماری تو عمر اسی برس کی ہو گئی ہے تو ہم جو اس دنیا میں لگے ہوئے ہیں ہم اس میں داخل نہیں ہیں۔ مولانا اس کا جواب دیتے ہیں کہ۔

پیر عقل آمد نہ آں موئے چوسفید	موئی گنجد دریں بحث امید
عقل ہوتی ہے نہ کہ وہ سفید بال	اس بحث اور امید میں بالوں کی گنجائش نہیں ہے

یعنی پیر تو عقل ہوتی ہے نہ وہ دودھ جیسے بال اور اسے درویش اس جگہ بال بھی نہیں سماتا۔ مطلب یہ ہے کہ بزرگی عقلست نہ بسال اس سے کچھ نہیں ہوتا کہ اسی برس کے بوڑھے ہو گئے کام تو اس سے چلتا ہے کہ عقل ہو۔ تو جب دین کی عقل تم کو نہیں ہے تو تم ابھی بچے ہو۔ ایک اور جگہ مولانا خود فرماتے ہیں کہ۔

خلق اطفال اند جز مست خدا نیست بالغ جز رہیدہ از ہوا
آگے پھر قصہ بیان فرماتے ہیں۔

شرح صلیبی

اوپر مولانا نے اہل اللہ کی طرف رجوع کرنے کی ترغیب دی تھی یہ مضمون بھی اسی کا تتمہ ہے اور فرماتے ہیں کہ اے دل تو منظور بنظر رحمت حق اس وقت ہوگا جب کہ تو جزو کی طرح اپنے کل کی طرف راجع ہوگا اور اس سے اتصال پیدا کرے گا۔ اس شعر میں بظاہر دل کو خطاب ہے مگر فی الحقیقت اس کے مخاطب اہل دل ہیں اور مطلب یہ ہے کہ اے لوگو تمہارا دل منظور حق اس وقت ہوگا جبکہ اس کو اہل اللہ کے قلوب سے اتصال ہو اس سے معلوم ہوا کہ جزو سے مراد قلوب عوام ہیں اور کل سے مراد قلوب عرفا۔ اب سمجھنا چاہئے کہ قلوب عوام کو جزو ان کے نقصان کے بنا پر کہا گیا ہے۔ اور قلوب اہل اللہ کو کل ان کے کمال کے بنا پر فرمایا گیا ہے۔ اور یہ جزویت اور کلیت تشبیہی ہے نہ کہ تحقیقی ہے جب یہ معلوم ہو گیا تو اب سنو کہ کوئی اعتراض کر سکتا تھا کہ حدیث میں وارد ہے۔ ان اللہ لا یظن الی صور کم و اعمالکم و لکن ینظر الی قلوبکم و نیا کم اور قلوب میں ہمارا قلب بھی داخل ہے اور شرط کوئی ہے نہیں۔ تو ہمارا دل منظور نظر حق کیوں نہ ہوگا۔ اور اس کی منظوری اس شرط پر کیوں معلق ہوگی مولانا آگے اس اعتراض کا جواب دیتے ہیں کہ حق سبحانہ فرماتے ہیں کہ ہماری نظر دل پر ہے۔ صورت پر نہیں اور صورت کے منظور حق منظور نہ ہونے کی وجہ ہے کہ وہ آب و گل ہے اور آب و گل منظور نظر نہیں ہو سکتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ دل کوئی اور شے ہے جو مغائر ہے آب و گل کے اور تمہارا دل آب و گل سے علیحدہ نہیں لہذا وہ صورت میں داخل ہوگا اور قلوب میں داخل نہ ہوگا جب صورت میں داخل ہوگا تو منظور نظر نہیں ہو سکتا۔ اور قلوب میں داخل ہونا اس کا موقوف ہے اتصال بقلوب اہل اللہ پر۔ پس ثابت ہوا کہ اس کا منظور حق ہونا موقوف ہے اتصال بہ قلوب اہل اللہ پر وہو المدعی تم کو غلطی یوں ہوئی کہ تم اپنے دل کو دل سمجھ بیٹھے حالانکہ وہ دل نہیں کیونکہ دل مجردات سے ہے اس کا مرتبہ تو عرش سے بھی بالا ہے وہ کوئی ناسوتی شے نہیں۔ پس اگر اس پر تخریج غالب ہے تو وہ دل ہے اور اگر جسمانییت کا غلبہ ہے تو وہ دل نہیں اور تیرے دل پر جسمانییت اور ناسوتییت غالب ہے پس وہ دل کیسے ہو سکتا ہے اس کو تم یوں سمجھو کہ چھوڑے میں یقیناً پانی ہوتا ہے لیکن وہ پانی اس قابل نہیں ہے کہ اس سے وضو یا استنجا کیا جاوے کیونکہ گو وہ اپنی ذات کے لحاظ سے پانی ہے لیکن مٹی سے مغلوب ہو کر اس نے مٹی کا حکم حاصل کر لیا ہے پس یہ ہی حالت تمہارے دل کی ہے کہ گو وہ اپنی ذات سے مجرد اور قلب ہے مگر انہماک فی الناسوت کے سبب وہ بھی حکماً ناسوتی ہو گیا ہے اور اس قابل نہیں کہ احکام قلب اس کے لئے ثابت ہوں۔ پس اب نہ کہنا کہ میرا دل بھی دل ہے اور اس کو بھی منظور حق ہونا چاہئے تیرا اور تیرے امثال کا دل ہرگز دل نہیں۔ کیونکہ وہ ناسوت میں منہمک ہے بلکہ دل تو اہل اللہ کا دل ہے خواہ انبیاء ہوں یا اولیاء کیونکہ یہ معلوم ہو چکا ہے کہ دل عرش سے بالاتر ہے اور جو عرش سے بالاتر ہے وہ قلب اولیاء اللہ یا قلب انبیاء ہے۔ پس ثابت ہوا کہ دل حقیقۃً قلب اہل اللہ ہے وہ گل سے پاک اور کامل و مکمل ہے وہ گل یعنی عالم ناسوت کو چھوڑ کر سمندر میں مل گیا ہے اور عالم ناسوت کی قید سے چھوٹ کر اور بحر حقیقی یعنی حق سبحانہ سے اتصال پیدا کر کے خود بھی ایک سمندر ہو گیا ہے پس جو قلب اس سے اتصال پیدا کر لیں گے وہ بھی دل سمندر ہو جائیں گے۔ یہاں تک پہنچ کر مولانا پر ایک حال طاری ہوتا ہے اور مناجات کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اے اللہ ہمارا پانی یعنی دل مٹی یعنی عالم ناسوت میں مقید ہو کر رہ گیا ہے اے بحر رحمت ہم کو اس جیل خانہ سے نکال لئے اور اپنے ساتھ متصل کر کے ہمارے پانی یعنی دل کو بھی سمندر بنا دیجئے۔ اس کے بعد اس سے افاقہ ہوتا ہے اور پھر مضمون سابق کی طرف عود فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ سمندر یعنی اہل اللہ تم سے یہ ہی

کہتا ہے کہ میں تم کو بھی اپنے اندر جذب کر سکتا ہوں مگر رحمت تو یہ ہے کہ تم غرور میں مرے جاتے ہو اور کہتے ہو کہ میں تو خود پانی ہوں مجھے اس پانی کی کیا ضرورت ہے یہ تمہاری شیخی تمہیں محروم کر رہی ہے۔ پس تم غرور کو چھوڑ دو اور مجھ میں مل کر دیا ہو جاؤ۔ اب مولانا اس کھینچنے کا منشا بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ آب و گل یعنی تمہارا دل بالطبیع تو یہی چاہتا ہے کہ دریا میں جا ملے لان الجلس الی الجلس۔ میل لیکن مٹی اس کے پاؤں کو پکڑ کر چپختی ہے اور جانے نہیں دیتی۔ ایسی حالت میں اگر وہ مٹی سے اپنا پاؤں چھڑالے تو مٹی خشک رہ جائے اور وہ اس سے نکل کر چلا جاوے۔ اب یہ سمجھو کہ مٹی کے پانی کو کھینچنے کا کیا مطلب ہے وہ یہ کہ تم کو خواہش ہے نقل اور شراب ناب کی یہی وہ کشش ہے جو دل کو اتصال یا اہل اللہ سے مانع ہوتی ہے اور طرح طرح کے حیلوں سے اس کو اتصال سے روکتی ہے علیٰ ہذا دنیا میں جو مرغوب چیز ہے خواہ مال ہو خواہ جان خواہ عزیز و اقارب خواہ باغ خواہ سواری خواہ تلوار خواہ ڈھال خواہ ملک خواہ گھر خواہ بیوی بچے سب کی یہی حالت ہے اور انہوں نے تم کو مست کر رکھا ہے کیونکہ جب وہ تم کو نہیں ملتے تو ان کے خمار سے تمہارا بدن ٹوٹا رہتا ہے یہ خمار غم اس کی دلیل ہے کہ تم ان اشیاء میں مست ہو لیکن یہ مناسب نہیں بلکہ ضرورت سے زیادہ ان اشیاء کو مست حاصل کرو تا کہ یہ تم پر غالب اور حاکم ہو کر تم کو برباد نہ کر دیں غرض کہ تو نے ان اشیاء میں مست ہو کر یہ خیال باطن ذہن میں جمالیا کہ میں صاحب دل ہوں اور میرا دل منظور حق ہے اور میں واصل ہوں اور اس بناء پر تو اہل اللہ سے کھنچ بیٹھا۔ جس طرح کہ چوڑے کا پانی یہ سمجھ کر میں خود پانی ہوں اور مجھے آب بحر کی مدد کی کیا ضرورت ہے نحر سے کھنچ بیٹھتا ہے اور تو نے اپنے دل کو دل سمجھ لیا پس لامحالہ تو نے اہل دل سے قطع تعلق کر لیا۔ اچھا تو ہی انصاف سے کہہ دے کہ کیا تو اس کو جائز رکھتا ہے کہ دل کی یہ حالت ہو کہ خدا سے غافل ہو کر دودھ اور شہد وغیرہ لذائذ کی محبت میں گرفتار ہو جاوے ہم نہیں خیال کرتے کہ تو اگر ذرا بھی انصاف سے کام لے گا تو اس کو جائز رکھے گا۔ تو اب تو ہی انصاف کرے کہ یہ تیرا دل جس کی یہی حالت ہے دل کہلانے کا مستحق ہے یا نہیں۔ امید ہے تو یہ ہی کہے گا کہ نہیں اور واقع میں بھی ایسا ہی ہے کیونکہ دل کا کام یہ ہرگز نہیں کہ وہ لذائذ دنیویہ میں مصروف ہو اس لئے کہ دودھ اور شہد وغیرہ کی خوبی تو خوبی دل کا عکس ہے اور جس دنیوی چیز میں جو کوئی اچھائی ہے وہ دل ہی سے حاصل ہے کیونکہ دل اگر ٹھیک ہو تو ہر چیز میں مزہ ہے اور اگر اس کی حالت خراب ہو تو پھر کسی چیز میں بھی لطف نہیں جب یہ حالت ہے تو دل اصل ہو اور تمام عالم اس کا تابع اور عکس۔ اب تم سمجھ لو کہ عکس دل کیونکر مطلوب دل ہو سکتا ہے۔ پس ثابت ہوا کہ جو دل مال اور جاہ کا عاشق ہے یا دوسرے الفاظ میں یوں کہو کہ وہ اس چوڑے کا مغلوب ہے یا یوں کہو کہ وہ ان اشیاء کا مغلوب ہے جو ایک وہم و خیال سے زیادہ وقعت نہیں رکھتیں اور جن کو وہ گھپ اندھیرے میں واقعات سمجھ کر پونج رہا ہے۔ محض برائے نام اور کہنے کو دل ہے ورنہ حقیقت میں دل نہیں۔ کیونکہ دل تو وہی ہے جو نور سے لبریز ہو اس کے علاوہ کوئی دل نہیں کیونکہ ناممکن ہے کہ دل محل نظر خداوندی ہو اور پھر اندھا۔ اور بے نور ہو۔ پس اصل دل تو لاکھوں عوام اور خواص میں بھی نہ ملے گا۔ بلکہ ایک آدھ ہی کے پاس ہو گا لہذا اس کو تلاش کرو اور دیکھو کہ وہ کون ہے اور اپنے دل کو جس کو دل کا ایک ذرا سا ٹکڑا کہنا چاہیے چھوڑ کر دل کو ڈھونڈو۔ تاکہ یہ یریزہ ہی اس کی بدولت پہاڑ بن جاوے یا درکھو کہ افاضہ اور استفاضہ کے لئے دو چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے اول مستفیض کی طلب بشرائط کی دوم مفیض کی عنایت و سخاوت کی سو یاد رکھو کہ مفیض کی طرف سے تو تقصیر نہیں کیونکہ دل اپنے افاضہ اور احسان وجود کے لحاظ سے عالم وجود کو محیط ہے اور وہ اپنے احسان اور اپنی سخاوت کا سونا لٹا رہا ہے اور حق سے سلامتی حاصل کر کے اپنے اختیار سے عالم پر سلامتیاں بکھیر رہا ہے جس کا دامن درست اور پھیلا ہوا ہے وہ بکھیراں تک پہنچتی ہے اور اس

سے مستفیض ہوتا ہے اب اگر کمی ہے تو تمہاری طرف سے کہ تمہارا دامن درست اور پھیلا ہوا نہیں۔ لہذا تم محروم ہو۔ پس تم کو چاہیے کہ دامن کو خالی رکھو اور اس کو پھیلاؤ۔ لیکن دامن سے متعارف دامن مراد نہیں بلکہ وہ دامن عجز اور حاضر خدمت ہونا ہے۔ پس تم اس دامن کو پھیلاؤ اور خالی رکھو یعنی نافرمانی کے اینٹ پتھر اس میں نہ بھروتا کہ وہ ان پتھروں سے پھٹ کر اس بکھیر کے روکنے کے ناقابل نہ ہو جاوے۔ دیکھنا سونے اور ملمع میں امتیاز کرنا اور سونے کے بدلے اور کچھ نہ بھر لینا۔ اب تک تو نے اپنے دامن میں متعارف سونے چاندی وغیرہ کے پتھر بھرے اور تیری مثال لڑکوں کی سی ہو گئی کہ جس طرح وہ پتھروں کو چاندی سونا سمجھ کر دامن بھر لیتے ہیں یوں ہی تو نے اس متعارف چاندی سونے کو اصل چاندی سونا سمجھ کر دامن بھر لیا۔ اس کے بوجہ سے تیرا دامن صدق و خلوص پھٹ گیا۔ یعنی ان کی محبت میں پھنس کر تیرے اندر اہل اللہ کے ساتھ اخلاص نہ رہا۔ اور چونکہ وہ خیال چاندی سونا اصلی چاندی سونا نہ تھا اس لئے واقع میں غم ہی بڑھا۔ خوشی کچھ بھی نہ ہوئی۔ گو وہ غم تم کو محسوس نہیں ہوتا جس کی وجہ یہ ہے کہ تم اس چاندی سونے کو حقیقی چاندی سونا سمجھتے ہو اور خیالی نہیں سمجھتے۔ اور یہ بعید نہیں کیونکہ جب تک عقل ان کو نہیں سنبھالتی اس وقت تک لڑکوں کو بھی پتھر پتھر نہیں معلوم ہوتے۔ بلکہ وہ اس کو سونا ہی سمجھتے ہیں تم کو یہ خیال نہ کرنا چاہئے کہ بچوں کو تو بچپن کی وجہ سے دھوکہ ہوتا ہے ہم تو بڑھے ہیں ہم کو دھوکہ کیسے ہو سکتا ہے کیونکہ بزرگی بعقلست نہ بسال بڑا تو آدمی عقل سے ہوتا ہے سفید بالوں سے نہیں ہوتا یہاں بالوں کو کچھ بھی دخل نہیں پس چونکہ تمہیں عقل نہیں اس لئے اب بھی بچے ہی ہو۔

شرح شبیری

اس جماعت اولیاء کا دقوتی کی دعا و شفاعت کو سن کر سمجھنا اور غائب ہو جانا اور دقوتی کا حیران ہونا کہ یہ لوگ ہوا میں اڑ گئے یا زمین میں چھپ گئے

چوں رہید آں کشتی و آمد بکام	شد نماز آں جماعت ہم تمام
جب کشتی نجات پا گئی اور مقصود تک پہنچ گئی	ان لوگوں کی نماز بھی پوری ہو گئی

یعنی جب وہ کشتی چھوٹ گئی اور اپنے مقصود پر آ گئی تو اس جماعت کی نماز بھی پوری ہو گئی۔

چھپے افتاد شاں باہدگر	کیں فضولی را کہ کرد از ماز شر
ان میں آپس میں کس کس ہوئی	کہ شرارت کی وجہ سے یہ بیکار کام ہم سے کس نے کیا ہے؟

یعنی ان لوگوں میں آپس میں ایک کچھ بڑ گئی کہ اس فضول حرکت کو ہم میں سے کس نے کیا ہے شر کی وجہ سے۔

ہر یکے باہدگر گفتند سر	از پس پشت دقوتی مستتر
ہر ایک نے دوسرے سے آہستہ سے کہا	دقوتی کے پیچھے پیچھے پوشیدہ طور پر

یعنی ہر ایک نے ایک دوسرے سے چپکے چپکے دقوتی کی پس پشت کہا۔ یعنی سب نے ایک دوسرے سے ان کی پس پشت

پوچھا کہ یہ حرکت کس نے کی ہے۔

گفت ہر یک من نکر دستم کنوں	ایں دعائے از بروں نے از دروں
----------------------------	------------------------------

ہر ایک نے کہا میں نے نہیں کی ہے 'اب	یہ دعا نہ بظاہر نہ باطن
-------------------------------------	-------------------------

یعنی ہر ایک نے کہا کہ میں نے اس وقت یہ دعا نہ باہر سے کی ہے اور نہ اندر سے یعنی نہ لب سے کچھ دعا کی اور نہ دل سے۔ بات یہ ہے کہ ان لوگوں کو اتنا تو کشف ہوا کہ کسی نے دعا کی ہے اور یہ بھی ہوا کہ کسی نے دعا کی ہے ہم میں سے ہی مگر یہ پتہ نہ چلا کہ کس نے کی ہے اس لئے یہ ساری گڑبڑ ہوئی۔

گفت مانا کایں امام ماز درد	بوالفضولانہ مناجاتے بکرو
----------------------------	--------------------------

کہا۔ ہینا ہارے اس امام نے درد کی وجہ سے	فضولیوں کی طرح دعا کی ہے
---	--------------------------

یعنی وہ بولے کہ یقیناً ہمارے اس امام نے درد کی وجہ سے بوالفضولوں کی طرح یہ مناجات کی ہے۔

گفت آں دیگر کہ اے یار یقین	مر مرا ہم می نماید این چنین
----------------------------	-----------------------------

دوسرے نے کہا 'اے دوستوا۔ ہینا	مجھے بھی ایسا ہی نظر آتا ہے
-------------------------------	-----------------------------

یعنی دوسرے نے کہا اے یار یقیناً مجھے بھی ایسا ہی معلوم ہوتا ہے۔

او فضولی بودہ است از انقباض	کرد بر مختار مطلق اعتراض
-----------------------------	--------------------------

انتہاض کی وجہ سے وہ فضولی بنا ہے	اس نے مختار مطلق پر اعتراض کیا ہے
----------------------------------	-----------------------------------

یعنی وہ انقباض کی وجہ سے فضولی ہو گیا ہے کہ مختار مطلق پر اعتراض کیا۔ مطلب یہ کہ کشتی کو ڈوبتے دیکھ کر اس کو انقباض ہوا اور دل دکھا تو حق تعالیٰ پر اعتراض شروع کر دیا۔ اعتراض سے یہ مراد ہے کہ اللہ میاں نے ڈوبانا چاہا اور اس نے ان کے خلاف منشاء دعا کی۔ جب ان کا اس پر اتفاق ہو گیا کہ ان ہی حضرت کی یہ دعا ہے تو وہ سب ان کے پیچھے چل دیئے آگے خود کہتے ہیں کہ۔

چوں نگہ کردم سپس تا بنگرم	کہ چہ می گویند آں اہل کرم
---------------------------	---------------------------

اس کے بعد جب میں نے نگاہ ڈالی کہ دیکھوں	یہ اہل کرم کیا کہہ رہے ہیں؟
---	-----------------------------

یعنی جب میں نے پیچھے دیکھا تا کہ میں دیکھوں کہ وہ اہل کرم کیا کہہ رہے ہیں۔

یک ازیشا را ندیدم در مقام	رفتہ بودند از مقام خود تمام
---------------------------	-----------------------------

موقع پر میں نے ان میں سے ایک کو بھی نہ دیکھا	اپنی جگہ سے سب جا چکے تھے
--	---------------------------

یعنی ان میں سے ایک کو بھی اس جگہ میں نے نہ دیکھا اور وہ سارے کے سارے اپنی جگہوں سے چل دیئے تھے۔

نے بچپ نے راست نے بالا وزیر	چشم تیز من نشد بر قوم چیر
-----------------------------	---------------------------

نہ بائیں نہ دائیں نہ اوپر نہ نیچے	(اس) قوم پر میری تیز نگاہ نے قابو نہ پایا
-----------------------------------	---

یعنی نہ بائیں تھے نہ دائیں نہ اوپر نہ نیچے میری چشم تیز اس قوم پر غالب نہ ہو سکی۔

درہا بودند گوئی آب گشت	نے نشان پاؤں نے گردے بدشت
------------------------	---------------------------

کویا موتی تھے پانی ہو گئے کہ نشان پاؤں کا نہ کوئی گرد جنگل میں	نہ پاؤں کے نشان تھے نہ جنگل میں گرد تھی
--	---

یعنی وہ موتی تھے گویا کہ پانی ہو گئے کہ نشان پاؤں کا نہ کوئی گرد جنگل میں

در قباب حق شدند آندم ہمہ	در کدا میں روضہ رفتند آل رمہ
--------------------------	------------------------------

وہ سب اس وقت اللہ کے قبوں میں چلے گئے	وہ جماعت کون سے باغ میں چلی گئی
---------------------------------------	---------------------------------

یعنی وہ سارے اسی وقت حق تعالیٰ کے قبوں میں چلے گئے (اور نہ معلوم) وہ جماعت کون سے باغ میں چلی گئی۔

در تحیر ماند ام کایں قوم را	چوں پو شانید حق پر چشم ما
-----------------------------	---------------------------

میں حیرانی میں پڑ گیا کہ اس قوم کو	اللہ (تعالیٰ) نے ہماری آنکھوں سے کیسے چھپا لیا؟
------------------------------------	---

یعنی میں تحیر میں رہ گیا کہ اس قوم کو حق تعالیٰ نے ہماری آنکھ سے کس طرح پوشیدہ کر دیا۔ آگے مولانا فرماتے ہیں کہ

آنچناں پنہاں شدند از چشم او	مثل غوطہ ماہیاں در آب جو
-----------------------------	--------------------------

وہ ان کی آنکھوں سے اس طرح چھپ گئے	جیسے کہ مچھلیوں کا نہر کے پانی میں غوطہ
-----------------------------------	---

یعنی وہ لوگ اس دقتی کی نگاہ سے ایسے پوشیدہ ہوئے جیسے مچھلیوں کا غوطہ آب جو میں (کہ اس کا کوئی اثر ہی نہیں رہتا۔

اسی طرح ان کے جانے کا بھی کوئی نشان وغیرہ کہیں نہ تھا)

سالہا در حسرت ایشاں بماند	عمر ہا در شوق ایشاں اشک راند
---------------------------	------------------------------

وہ سالوں ان کی حسرت میں رہے	ایک عرصہ تک ان کے شوق میں روتے رہے
-----------------------------	------------------------------------

یعنی دقتی ان لوگوں کی حسرت میں سالہا سال تک رہے اور ایک عمر تک ان کے شوق میں آنسو بہائے۔ آگے ایک

اعتراض کو بیان فرما کر اس کا جواب فرماتے ہیں کہ

تو بگوئی مرد حق اندر نظر	کے در آرد با خدا ذکر بشر
--------------------------	--------------------------

تو کہے گا مرد خدا نگاہ میں	خدا کے ساتھ انسان کی یاد کو کب لاتا ہے؟
----------------------------	---

یعنی تم کہیں یہ نہ کہو کہ مرد حق اپنی نظر میں خدا کے ساتھ بشر کا ذکر کب لاتا ہے۔ مطلب یہ کہ بھلا جب دقتی مرد حق ہیں تو ان کو تلاش خدا

کرنی چاہئے تھی یہ ان آدمیوں کی تلاش میں کیوں پڑے اور تلاش بھی ایسی کہ روتے روتے ایک عمر گزار دی۔ آگے جواب فرماتے ہیں کہ۔

خر ازیں میخسپد اینجا اے فلاں	کہ بشر دیدی تو ایشاں رانہ جاں
------------------------------	-------------------------------

اے فلاں! اس مقام پر گدھا اس لئے سو جاتا ہے	کہ تو نے ان کو بشر سمجھا نہ کہ جان
--	------------------------------------

یعنی اے فلاں! گدھا اسی وجہ سے اس جگہ سوتا ہے کہ تو نے ان کو صرف بشر دیکھا جان نہ دیکھا۔ مطلب یہ ہے کہ ترقی سے

مانع یہی بات ہے اور سواری یہیں آ کر سورتی ہے آگے نہیں چلنے دیتی۔ کہ تم ان حضرات کو صرف بشر سمجھے ارے ان کے اندر

علاوہ بشریت کے اور صفات بھی تو ہیں کہ وہ اللہ والے تھے دقتی ان کو بحیثیت اس کے کہ وہ اللہ والے تھے تلاش کر رہے تھے نہ کہ

ان کی بشریت کی وجہ سے ان کے متلاشی تھے۔ آگے فرماتے ہیں کہ۔

کارازیں ویراں شدہ است اے مردخام	کہ بشر دیدی مر ایشانرا چوعام
---------------------------------	------------------------------

اے نانس انسان! کام اسی وجہ سے جاہ ہوا	کہ تو نے ان کو عام (انسانوں) جیسا بشر سمجھا
---------------------------------------	---

یعنی اے مردخام کام اسی وجہ سے ویراں ہو گیا ہے کہ تو نے ان کو دیگر عوام کی طرح (صرف) بشر ہی دیکھا۔

تو ہماں دیدی کہ ابلیس لعین	گفت من از آتشم آدم زطین
----------------------------	-------------------------

تو نے وہی دیکھا جو ملعون شیطان نے	کہا کہ میں آگ کا ہوں آدم مٹی کا ہے
-----------------------------------	------------------------------------

یعنی تو نے وہی دیکھا جیسا کہ ابلیس لعین نے کہا کہ میں تو آتش سے ہوں اور آدم مٹی سے ہیں۔ مطلب یہ کہ جس طرح کہ ابلیس نے صرف ان کا مٹی سے ہونا تو دیکھا اور ان کے دیگر کمالات نہ دیکھے۔ اسی طرح تو نے ان حضرات کا بشر ہونا تو دیکھا اور ان کے دیگر کمالات پر نظر نہ کی۔

چشم ابلیسانہ را یکدم بہ بند	چند بنی صورت آخر چند چند
-----------------------------	--------------------------

شیطان آگہ کو ذرا بند کر لے	صورت کو کتا دیکھے کا آخر کتا کتا؟
----------------------------	-----------------------------------

یعنی اس چشم شیطانی کو ایک دم کے لئے بند کر لے اور صورت کو آخر کہاں تک دیکھے گا۔ یعنی صرف صورت کے دیکھنے کو چھوڑ کمالات پر بھی نظر کر۔ آگے فرماتے ہیں کہ۔

اے دقوتی باد و چشم ہچو جو	ہیں مبرا مید و ایشانرا بجو
---------------------------	----------------------------

اے دقوتی! نہر جیسی دو آنکھوں سے	خبردار مایوں نہ ہو اور ان کو تلاش کر
---------------------------------	--------------------------------------

یعنی اے دقوتی اپنی دونوں ندی جیسی آنکھوں سے ان کو تلاش کر اور امید قطع مت کر۔

ہیں بجو کہ رکن دولت جستین است	ہر کشادے دردل اندر بستین است
-------------------------------	------------------------------

خبردار تلاش کر کیونکہ دولت کی اصل تلاش کرنا ہے	ہر کشادگی دل بستگی کی وجہ سے ہے
--	---------------------------------

یعنی ہاں تلاش کر کہ دولت کا رکن تلاش کرنا ہی ہے اور دل میں ہر کشادگی بستہ کرنے سے ہی ہے۔ مطلب یہ کہ اولیا کی تلاش میں لگے رہو کہ یہ طلب اور تلاش ہی وہ شے ہے کہ جو دولت باطنی کا رکن اعظم ہے اور اولیاء اللہ میں دل لگائے رکھو کہ اس دل بستگی ہی سے کشادگی دل کی حاصل ہوگی۔

از ہمہ کار جہاں پرداختہ	کوو کوئے گو بجاں چوں فاختہ
-------------------------	----------------------------

دنیا کے ہر کام سے فارغ ہو کر	فاختہ کی طرح (دل و) جان سے کو اور کو کہتا رہ
------------------------------	--

یعنی جہان کے تمام کاموں سے فارغ ہو کر جان و دل سے فاختہ کی طرح کو کو کہتا رہ۔ یعنی تلاش میں لگا رہ۔

نیک بنگر اندریں اے محجب	کہ دعا را بست حق براستجب
-------------------------	--------------------------

اے محجب! اس میں اچھی طرح غور کر	کہ اللہ نے استجب کو دعا سے وابستہ کیا ہے
---------------------------------	--

یعنی اے محبوب ذرا اس میں اچھی طرح غور کر لے کہ حق تعالیٰ نے دعا کو استجب پر باندھا ہے۔ قرآن شریف میں ارشاد ہے کہ واذ قال ربکم ادعونی استجب لکم تو دیکھو حق تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ دعا کرو تو میں قبول کروں گا لہذا چاہیے کہ حق تعالیٰ سے دعا کرے اور تلاش اور جستجو میں لگا رہے اور فرماتے ہیں کہ۔

ہر کرا دل پاک شد از اعتدال	آں دعائش میرو تا ذوالجلال
پہاری سے جس کا دل پاک ہو گیا	اس کی دعا اللہ (تعالیٰ) تک پہنچتی ہے

یعنی جس کا قلب کہ اعتدال کی وجہ سے پاک ہوتا ہے تو اس کی دعا حق تعالیٰ تک جاتی ہے۔ مطلب یہ کہ اول قلب کو پاک کرو اس کے بعد دعا کرو ان شاء اللہ ضرور قبول ہوگی۔ چونکہ یہاں دعا کا ذکر آیا ہے تو آگے اس گائے والے کا قصہ بیان فرماتے ہیں۔

شرح صلیبی

ترجمہ و تشریح:۔ جب تک کہ وہ کشتی گرداب سے نکلے اور منزل مقصود تک پہنچے اتنے میں ان لوگوں کی نماز بھی ختم ہو گئی اور مقتدیوں میں آپس میں کھس پھس ہونے لگی کہ جس نے یہ دعا کی ہے ہمیں میں سے کوئی ہے ہم سے باہر نہیں ہے وہ دقوتی کے پیٹھ کے پیچھے چھپے ہوئے چپکے چپکے آپس میں اسی قسم کی باتیں کر رہے تھے اور ہر ایک کہتا تھا کہ بھائی میں نے تو یہ حرکت نہیں کی نہ دل میں نہ زبان سے۔ جب سب نے انکار کر دیا تو کسی نے کہا کہ ہونہ ہو یہ ہمارے امام صاحب ہیں کہ ان کی تکلیف سے متاثر ہو کر خواہ مخواہ دعا کی ہے۔ دوسرے نے کہا کہ یار کہتے تو ٹھیک ہو مجھے بھی ایسا ہی معلوم ہوتا ہے۔ مگر وہ خواہ مخواہ ہیں کہ انہوں نے دوسروں کی تکلیف سے منقبض ہو کر مختار مطلق کی مزاحمت کی۔ اب دقوتی کہتے ہیں کہ جب میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا کہ دیکھوں تو سہی یہ حضرات کیا باتیں کر رہے ہیں تو مجھے ایک بھی وہاں نہ دکھائی دیا کیونکہ وہ سب کے سب اپنی اپنی جگہ سے چل دیئے تھے۔ میں نے ہر چند ان کو دیکھا لیکن میری تیز نظر نہ ان پر دائیں جانب غالب آئی نہ بائیں جانب نہ اوپر نہ نیچے۔ یعنی وہ مجھے کہیں نہ دکھائی دیئے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ موتی تھے جو پگھل کر پانی ہو گئے کہ نہ پاؤں کا نشان ہے جنگل میں دھول اڑتی ہے غرض کہ وہ حق سبحانہ کے قبوں میں چلے گئے۔ اور معلوم نہیں کہ وہ کس باغ میں چل دیئے مجھے حیرت ہے کہ ان لوگوں کو حق سبحانہ نے دفعۃً میری نظر سے کیوں غائب کر دیا اور اس میں کیا مصلحت تھی وہ دفعۃً یوں غائب ہو گئے جیسے مچھلیاں ندی میں غوطہ مار جاتی ہیں غرض کہ دقوتی برسوں اسی طرح افسوس کرتے رہے اور بہت زمانہ تک ان کے اشتیاق میں روتے رہے تم یہ اعتراض نہ کرنا کہ اہل اللہ کی نظر میں خدا کے ساتھ آدمیوں کا بھی کہیں ذکر آتا ہے۔ جب کہ نہیں آتا تو یا تو یہ واقعہ غلط ہے یا دقوتی ولی کامل نہ تھے۔ اس لئے کہ وہ انسانوں کے طالب تھے کیونکہ تمہارا گدھا اس مقام پر اس لئے سو جاتا ہے اور تم حقیقت تک پہنچنے سے محروم رہ جاتے ہو کہ تم اہل اللہ کو عام آدمیوں کی طرح آدمی سمجھتے ہو۔ اور ان کو جان کی طرح مطلوب نہیں سمجھتے۔ اور کام یوں ہی بگڑا ہے کہ تم کو ان کی حقیقت نہ معلوم ہوئی بلکہ ان کو بھی عوام کے مثل ایک معمولی آدمی سمجھا۔ اور جس طرح ابلیس نے کمالات آدم کو نظر انداز کر کے صرف صورت پر نظر کی تھی اور کہا تھا کہ میں اس سے بہتر ہوں اس لئے کہ میں آگ سے پیدا ہوا ہوں اور یہ مٹی سے یوں ہی تم نے ان کو اسی نظر ابلیسانہ سے دیکھا۔ اور صورت میں عوام سے مشابہت دیکھ کر اپنے جیسا سمجھ لیا۔ ارے بھلے مانس آخر صورت کو کب تک مد نظر رکھے گا۔ اس ابلیسی آنکھ کو بند کر اور ان کی حقیقت کو

دیکھ اے دقوتی آپ اس معترض کی طرف التفات نہ کریں اور اپنی ندی کی طرح آنسو بہانے والی آنکھوں سے آنسو بہاتے رہیں اور امید منقطع نہ کریں اور برابراں کو ڈھونڈتے رہیں۔ ہاں خوب ڈھونڈھیئے۔ اس لئے کہ مد اردولت ڈھونڈھنا ہی ہے۔ اور اہل اللہ کے ساتھ دستگی ہی ہر مشکل کے حل ہونے کا ذریعہ ہے۔ آپ دنیا کے تمام کام چھوڑ کر جستجو میں لگ جائیے اور فاختہ کی طرح کوکو کرتے رہیے اگر کسی محبوب کو میری اس گفتگو میں شک ہو تو میں اس سے کہوں گا کہ دیکھ حق سبحانہ نے دعا کو استجب کے ساتھ ملایا ہے اور کہا ہے ادعونی استجب لکم اس سے ثابت ہوا کہ طلب ہی حصول مقصد کا سبب عادی ہے اور جس کا دل نجاسات باطنیہ و امراض روحانیہ سے پاک ہوتا ہے اس کی دعا حق سبحانہ تک پہنچ کر مقبول بھی ہوتی ہے۔

شرح شبیری

اس حلال روزی کو بے کسب و محنت کے طالب کی حکایت کی دوبارہ شرح اور اس کی دعا کا مستجاب ہونا

یادم آمد آل حکایت کاں فقیر	روز و شب میگرد افغان و نفیر
مجھے وہ قصہ یاد آیا کہ وہ فقیر	دن رات فریاد اور زاری کرتا تھا

یعنی مجھے وہ حکایت یاد آگئی کہ وہ فقیر دن رات فغان و نفیر کیا کرتا تھا۔

وز خدا میخواست روزی حال	بے شکار و کسب و رنج انتقال
اور خدا سے حلال روزی مانگتا تھا	بغیر شکار اور کمائی اور تکلیف اور چلنے پھرنے کے

یعنی وہ خدا سے روزی حلال بے شکار اور کمائی اور رنج انتقال کے مانگا کرتا تھا۔

پیش ازیں تقسیم بعض احوال او	لیک تعویق آمد و شد پنج تو
اس کے کچھ احوال میں نے پہلے بتا دیئے ہیں	لیکن رکاوٹ آگئی اور پنج کوئی ہو گئی

یعنی ہم نے اس کا بعض حال پہلے بھی بیان کیا ہے لیکن (درمیان میں) تعویق آگئی اور وہ پنج تو ہو گیا

ہم بگویمش کجا خواهد گریخت	چوں زابر فضل حق حکمت بریخت
میں تجھ سے وہ (قصہ) کہوں گا وہ کہاں بچے گا	جبکہ اللہ (تعالیٰ) کے فضل کے ابر سے دانائی تک رہی ہے

یعنی ہم اس قصہ کو بیان کریں گے۔ بھاگ کر کہاں جاوے گا۔ جب کہ ابر فضل حق سے حکمت ریختہ ہوئی۔ مطلب یہ کہ جب اس کے بیان میں بہت سے حکم ہیں تو ہم اس کو ضرور بیان کریں گے۔ بھاگ کر کہاں جاوے گا بس آگے قصہ بیان فرماتے ہیں کہ۔

صاحب گاوش بدید و گفت ہیں	اے بہ ظلمت گاؤ من گشتہ رہیں
گائے والے نے اس کو دیکھا اور کہا خبردارا	اے وہ کہ تیرے ظلم میں میری گائے پھنس گئی

یعنی اس شخص کو صاحب گاؤ نے دیکھا تو کہا کہ ارے تیرے ظلم میں میری گائے مرہون ہوگئی ہے۔

ہیں چرا کشتی بگوگا و مرا	اہلہ طرار انصاف اندر آ
خبردارا بتا تو نے میری گائے کیوں ماری	(اے) بیوقوف گٹھ کٹے انصاف میں آ

یعنی ارے بتا تو نے میری گائے کو کیوں مارا ارے بیوقوف طرار انصاف تو کر۔

گفت من روزی ز حق میخواستم	قبلہ را از لاہ سے آراستم
اس نے کہا میں اللہ (تعالیٰ) سے روزی مانگتا تھا	قبلہ کو آہ و زاری سے سجاتا تھا

یعنی اس نے کہا کہ میں حق تعالیٰ سے روزی مانگا کرتا تھا اور قبلہ کو تضرع و زاری سے آراستہ کیا کرتا تھا۔

سالہا بودہ است کار من دعا	تا کہ بفرستاد گاوے را خدا
میرا کام سالوں دعا کرنا رہا ہے	یہاں تک کہ اللہ (تعالیٰ) نے ایک گائے بھیج دی

یعنی ساہا سال تک میرا کام دعا کرنا تھا یہاں تک کہ خدائے تعالیٰ نے ایک گائے بھیجی۔

چوں بدیدم گاو را برخاستم	روزی من بودش میخواستم
جب میں نے گائے دیکھی میں اٹھا	میری روزی تھی جو میں مانگتا تھا

یعنی جب میں نے گائے کو دیکھا تو میں اٹھ بیٹھا اور وہ تو میری روزی تھی جس کو میں نے مانگا تھا

آں دعائے کہنہ ام شد مستجاب	روزی من بود کستم نک جواب
وہ میری پرانی دعا قبول ہوگئی	وہ میری روزی تھی میں نے اس کو ذبح کر لیا یہ جواب ہے

یعنی وہ میری پرانی دعا مستجاب ہوگئی وہ میری روزی تھی میں نے اسے مار لیا بس یہ جواب ہے۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح:۔ جب کہ گفتگو ذرا قبول دعا تک پہنچی تو مجھے وہ قصہ یاد آ گیا کہ وہ فقیر رات دن چلاتا اور آہ و فغاں کرتا تھا اور خدا سے مشقت اور کمائی اور کہیں آنے جانے کی دقت کے بغیر حلال روزی مانگتا تھا۔ اس کا واقعہ ہم پیشتر کسی قدر بیان کر چکے ہیں مگر بعض موانع پیش آ گئے اور شدید بھی ہو گئے اس لئے اس کو پورا نہ کر سکے۔ لیکن جب کہ فضل خدا کے ابر سے حکمت کا مینہ برس رہا ہے جو مقتضی ہے اس کے اتمام کو اس لئے وہ بھاگ کر کہاں جاویگا ہم اس کو پورا ہی کر کے رہیں گے وہ قصہ یہ ہے کہ اس کو گائے کے قابض نے دیکھا تو کہا کہ ہاں رے ہاں تیرے ہی ظلم میں میری گائے مجبوس ہوئی ہے اچھا تو یہ تو بتا کہ تو نے میری گائے کو کیوں مار ڈالا۔ اور اوجھ گٹھ کٹے تو ہی انصاف کر کے یہ کہاں تک تیرے لئے جائز تھا۔ اس نے جواب دیا کہ میاں بات یہ ہے کہ میں خدا سے بے مشقت حلال روزی مانگتا تھا اور قبلہ کو الحاج و زاری سے مزین کیا کرتا تھا برسوں تک یہ دعا کرنا ہی میرا کام رہا۔ حتیٰ کہ خدائے میرے لئے گائے بھیج دی جب میں نے گائے کو دیکھا تو میں اس کے پکڑنے کے لئے اٹھا کیونکہ وہ میری

روزی تھی۔ جس کو میں خدا سے مانگتا تھا۔ اور میں نے اس کو پکڑ لیا اور چونکہ میری وہ دعا جو میں ایک عرصہ سے مانگ رہا تھا مقبول ہو چکی تھی پس میں سمجھتا تھا کہ وہ میری روزی ہے لہذا میں نے مار ڈالا۔ تو مجھ سے جواب طلب کرتا تھا لے یہ جواب ہے۔

شرح شبیری

فریقین کا داؤد علی نبینا وعلیہ السلام کے پاس جانا

اوز خشم آمد گریبانش گرفت	چند مشتے زد برویش نا شکفت
--------------------------	---------------------------

وہ غصہ میں آیا اس کا گریبان پکڑا	بے تماشاً اس کے منہ پر چند کے مارے
----------------------------------	------------------------------------

یعنی صاحب گائے غصہ میں آ گیا اور اس کا گریبان پکڑ کر اس کے منہ پر بے صبر ہو کر چند گھونٹے مارے۔

می کشیدش تا بد او دبنے	کہ بیا اے ظالم کج غبے
------------------------	-----------------------

اس کو داؤد نبی کے پاس بھیج کر لے گیا	کہ آ اے احمق یہ تو ظالم
--------------------------------------	-------------------------

یعنی اس کو داؤد نبی تک بھیج رہا تھا کہ اے ظالم دیوانہ عیسیٰ آ۔ یعنی اس کو کھینچتا ہوا داؤد کے پاس لے چلا۔

حجت بارد رہا کن اے دعا	عقل در تن آور و با خویش آ
------------------------	---------------------------

اے دعا ہارا کج تجھی چھوڑ	اپنے جسم میں عقل پیدا کر اور ہوش میں آ
--------------------------	--

یعنی حجت افسردہ کو ترک کر اے دعا باز عقل کو بدن میں لا اور خودی میں آ۔

ایں چه میگونی دعا چه بد مخند	بر سر دریش من و خویش اے لوند
------------------------------	------------------------------

یہ کیا کہتا ہے دعا کیا ہوتی ہے؟ مذاق نہ اڑا	اے بیباک! میرے اور اپنے سر اور داڑھی کا
---	---

یعنی تو یہ کہتا ہے دعا کیا ہوتی ہے میرے اور اپنے سر و دریش پر اے رند نفس مت مطلب یہ کہ میری اور اپنی ہنسی مت کرا۔

گفت من با حق دعا ہا کردہ ام	اندریں لایہ بسے خون خوردہ ام
-----------------------------	------------------------------

اس نے کہا میں نے اللہ سے بہت دعائیں کی ہیں	اس خوشامد میں اپنا بہت خون پیا ہے
--	-----------------------------------

یعنی اس نے کہا کہ میں نے تو خدائے تعالیٰ سے دعائیں کی ہیں اور اس تضرع میں بہت خون پیا ہے۔

من یقین دارم دعا شد مستجاب	سر بزن بر سنگ اے منکر خطاب
----------------------------	----------------------------

میں یقین (طور پر) جانتا ہوں دعا قبول ہوتی ہے	اے بدکوا پتھر پر مار
--	----------------------

یعنی میں یقین رکھتا ہوں کہ (میری) دعا مستجاب ہوگی اور اے منکر کلام تو (اپنا) سر پتھر پر مار۔

گفت گرا آسید ہاں اے مسلمیں	ثاثر بیند و فشار این مہیں
----------------------------	---------------------------

اس نے کہا اے مسلمانو جمع ہو جاؤ	اس ذلیل کی بکواس اور ہٹ دھرمی دیکھو
---------------------------------	-------------------------------------

یعنی وہ (گائے والا) بولا کہ اے مسلمانوں جمع ہو جاؤ اور اس ذلیل کی بیہودگی اور فشار دیکھو (اور بولا کہ)

اے دعا تا چند خالی ٹھاڑ را	حجت قاطع بگوچہ بود دعا
اے دعا ہاڑا کتنی بکواس کرے گا؟	فیصلہ کن دلیل لا دعا کیا ہوتی ہے؟

یعنی اے دعا باز کب تک بیہودہ باتیں کرے گا کوئی حجت قاطع لا دعا کیا ہوتی ہے (اور بولا کہ)

اے مسلمانان دعا مال مرا	چو ازاں او کند بہر خدا
اے مسلمانو دعا میرے مال کو	کیسے اس کی ملکیت بنا دے گی خدا کے لئے

یعنی اے مسلمانوں میرے مال کو دعا اس کی ملک سے کس طرح کر دے گی خدا کے واسطے (بتاؤ تو)

گر چنین بودے ہمہ عالم بدیں	یک دعا املاک بردندے بکس
اگر ایسا ہوتا (تو) تمام لوگ اس	ایک دعا سے جبراً جائیدادیں مار لیتے

یعنی اگر ایسا ہی ہوا کرتا تو سارے عالم میں ایک دعا سے تمام املاک کو کینہ سے لیجایا کرتا۔

گر چنین بودے گدایاں ضریر	مختشم کشتہ بدندے و امیر
اگر ایسا ہو سکتا تو اندھے بھکاری	باہشت اور امیر ہو جاتے

یعنی اگر ایسا ہوتا تو اندھے فقیر مختشم ہو جاتے اور امیر ہو جاتے (اس لئے کہ)

روز و شب اندر دعا اندوشنا	لابہ گویان کہ تو ماں دہ اے خدا
(وہ) دن رات دعا اور تعریف میں	خوشامندانہ کہتے ہیں کہ اے خدا! تو ہمیں دے

یعنی رات دن دعا اور ثنا میں تضرع کرنے والے ہیں کہ اے خدا تو ہم کو دے (اور کہتے ہیں کہ)

تا تو ند ہی ہچکس ندہد یقیں	اے کشائندہ تو بکشا بند این
جب تک تو نہ دے گا یقیناً کوئی نہ دے گا	اے کھولنے والے اس بند کو کھول دے

یعنی جب تک تو نہ دے گا یقیناً کوئی نہ دے گا۔ اے کھولنے والے تو ہی اس بند کو کھول۔

مکسب کو راں بود لابہ و دعا	جز لب نانے نیا بند از عطا
اندھوں کی کمائی کا ذریعہ خوشامند اور دعا ہے	وہ کوئی عطا روٹی کے ٹکڑے کے علاوہ نہیں پاتے ہیں

یعنی اندھوں کی کمائی تو تضرع و دعا ہی ہے اور بجز ایک ٹکڑہ روٹی کے وہ عطا میں سے کچھ نہیں پاتے مطلب یہ کہ دیکھو اور اندھے جو دعا کرتے ہیں تو ان کو بجز اس کے کہ ایک ٹکڑہ روٹی کامل جاوے اور کچھ بھی نہیں ملتا۔ یہ کہاں کا نکلا ہے کہ اس کو دعا سے گائے مل گئی۔

خلق گفتند این مسلمان راست گواست	دیں فروشتندہ دعا ہا ظلم جو است
مسلمانوں نے کہا یہ مسلمان سچ کہتا ہے	اور یہ دعا فروش ظالم ہے

یعنی لوگ بولے کہ یہ مسلمان سچا ہے اور یہ دعا کا بیچنے والا ظلم کی تلاش کرنے والا ہے۔

ایں دعا کے باشد از اسباب ملک	کے کھدا ایں را شریعت خود بسلک
------------------------------	-------------------------------

یہ دعا ملکیت کے اسباب میں سے کب ہوتی ہے	اس کو شریعت لڑی میں ہوتی ہے؟
---	------------------------------

یعنی یہ دعا اسباب ملک سے کب ہو سکتی ہے اور اس کو شریعت اپنی لڑی میں کب پہنچ سکتی ہے مطلب یہ کہ شریعت میں مالک ہونے کا طریقہ دعا کرنا کوئی نہیں ہے بلکہ۔

بیع و بخشش یا وصیت یا عطا	یا ز جنس ایں شود ملکہ ترا
---------------------------	---------------------------

فروخت اور بخشش یا وصیت یا عطا	یا اس جیسی چیز سے تیری ملکیت (کاسب ہو سکتی ہے)
-------------------------------	--

یعنی بیع یا ہبہ یا وصیت یا عطا یا اس کی جنس سے کوئی اور ملک تمہارے لئے ہو۔

در کدا میں دفتر است ایں شرع تو	گا و را تو بازوہ یا جس رو
--------------------------------	---------------------------

تیری یہ شریعت کس کتاب میں (لکھی) ہے؟	تو گائے داہن کر یا قید میں جا
--------------------------------------	-------------------------------

یعنی تیری یہ شرع کون سے دفتر میں ہے تو گائے کو یا تو واپس دے یا قید میں جا (اور بولے کہ)

اندر آدر جس و در زندان او	ورنہ گاوش رابده حجت مگو
---------------------------	-------------------------

قید اور اس کے جیل خانہ میں آ جا	ورنہ اس کی گائے دیدے حجت (ہادی) نہ کر
---------------------------------	---------------------------------------

یعنی جس و زندان میں آ ورنہ گائے اس کی دے اور حجت مت (جب اس نے دیکھا کہ دنیا میں کوئی میری بات کو نہیں سنتا تو اس نے اللہ میاں سے کہنا شروع کیا)

او بسوئے آسماں می کرد رو	کائے خداوند کریم لطف خو
--------------------------	-------------------------

وہ آسمان کی طرف منہ اٹھاتا	کہ اے کریم خدا رحیم چراغ؟
----------------------------	---------------------------

یعنی اس نے آسمان کی طرف منہ کیا کہ اے خداوند کریم لطف خو۔

من دعا ہا کردہ ام زیں آرزو	واقعه مارا نداند غیر تو
----------------------------	-------------------------

میں نے اس تمنا سے دعائیں کیں	ہمارے معاملہ کو تیرے سوا کوئی نہیں جانتا ہے
------------------------------	---

یعنی میں نے اس آرزو میں بہت سی دعائیں کی ہیں اور ہمارے واقعہ کو سوائے آپ کے کوئی نہیں جانتا۔

در دل من دعا انداختے	صدا مید اندر دم افراختے
----------------------	-------------------------

تو نے میرے دل میں دعا ڈال	تو نے میرے دل میں سیکڑوں امیدیں اہار دیں
---------------------------	--

یعنی میرے دل میں آپ نے ہی وہ دعا ڈالی اور میرے دل میں سوا امیدیں آپ نے بلند کیں۔

من نمی کردم گزارفہ آں دعا	پہچو یوسف دیدہ بودم بس خوابہا
---------------------------	-------------------------------

میں وہ دعائیں خواہ مخواہ نہیں کرتا تھا	میں نے (حضرت) یوسف کی طرح بہت سے خواب دیکھے تھے
--	---

یعنی میں نے وہ دعا فضول نہ کی تھی۔ مثل یوسف کے میں نے بہت سے خواب دیکھے ہیں مطلب یہ کہ جس طرح کہ یوسف

علیہ السلام نے خواب دیکھا اور اس کی تعبیر سچی ہوئی اسی طرح مجھے بھی یقین ہے کہ میری ان دعاؤں کا اثر بھی یقیناً صحیح ہوگا۔

دید یوسف آفتاب و اختران	پیش او سجدہ کنناں چوں چاکراں
(حضرت) یوسف نے سورج اور ستاروں کو دیکھا	اپنے سامنے لوگوں کی طرح سجدہ کرتے ہوئے

یعنی یوسف نے آفتاب اور ستاروں کو اپنے سامنے نوکروں کی طرح سجدہ کرتے ہوئے دیکھا۔

اعتمادش بود بر خواب درست	درچہ زندان جز آزاری بخت
ان کو سچے خواب پر بھروسہ تھا	کنویں اور قیدخانہ میں اس (خواب کی تعبیر) کے علاوہ کچھ جستجو نہ کی

یعنی ان کو اپنی خواب پر اعتماد تھا تو کنویں اور زنداں میں سوائے اس کے (اور کسی کو) تلاش نہ کرتے تھے۔ مطلب یہ کہ ان کو اس قدر اعتماد تھا کہ کنویں میں گر کر اور زنداں میں رہ کر ان کو یہی امید تھی کہ وہ خواب ضرور صحیح ہوگا۔

ز اعتماد آں نبودش ہیج عم	از غلامی و از ملام بیش و کم
اس کے بھروسے ان کو کوئی عم نہ تھا	غلامی اور (لوگوں کی) کم و بیش ملامت سے

یعنی اس کے اعتماد کی وجہ سے ان کو نیلامی اور بیش و کم ملامت سے کوئی عم نہ تھا۔

اعتمادی داشت او بر خواب خویش	کہ چو شمعے می فروزیدش ز پیش
وہ اپنے خواب پر بھروسہ کرتے تھے	جو ان کے سامنے شمع کی طرح روشن تھا

یعنی وہ اپنے خواب پر ایسا اعتماد رکھتے تھے کہ وہ شمع کی طرح ان کے آگے جلا کرتی تھی۔

چوں در افگندند یوسف را بچاہ	بانگ آمد سمع او را ازالہ
جب انہوں نے یوسف کو کنویں میں گرا دیا	ان کے کان میں اللہ تعالیٰ کی جانب سے آواز آئی

یعنی جب یوسف علیہ السلام کو کنویں میں ڈالا تو ان کے کان میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے آواز آتی تھی۔

کہ تو روزے شہ شوی اے پہلواں	تا بمالی این جفا بر روئے شاں
اے جو نمرود! تو ایک دن بادشاہ کا وزیر بنے گا	یہاں تک کہ اس ظلم کو ان کے منہ پر مارے گا

یعنی کہ اے پہلوان تم ایک دن بادشاہ ہو گے یہاں تک کہ اس جفا کو ان کے منہ پر ملو گے۔ یعنی تم ان پر اس امر کو ظاہر کرو گے اور ان کو شرمندہ کرو گے۔

قائل این بانگ نامد در نظر	لیک دل بشناخت قائل را اثر
یہ آواز دینے والا نظر نہ آیا	لیکن دل نے علامت کے ذریعہ کہنے والے کو پہچان لیا

یعنی اس آواز کا قائل دیکھنے میں نہ آیا لیکن دل نے قائل کا اثر پہچان لیا۔

قوتے و راحتے و مسندے	در میان جاں فتادش زان ندے
قوت اور راحت اور سہارا	اس آواز سے ان کی جان میں پیدا ہو گیا

یعنی ایک قوت اور ایک راحت اور ایک مسند اس آواز سے ان کی جان میں پڑ گیا۔

چاہ شد بروے بدایاں بانگ جلیل	گلشن و بزمے چو آتش بر خلیل
اس معنی آواز سے ان پر کنواں بن گیا	گلشن اور محفل جیسا کہ طیل (اللہ) پر آگ

یعنی اس آواز جلیل کی وجہ سے کنواں ان پر گلشن و بزم ہو گیا جیسے کہ آتش حضرت خلیل پر۔

ہر جفا کہ بعد از آتش میرسید	او بدایاں قوت بشادی میکشید
اس کے بعد جو ظلم ہوا	انہوں نے اس قوت کی وجہ سے خوشی سے برداشت کیا

یعنی اس کے بعد اس پر جو جفا پہنچتی تھی وہ اس کو اس قوت کی وجہ سے خوشی سے کھینچتے تھے۔

ہچمانکہ ذوق آں بانگ الست	دردل ہر مومنے تا حشر ہست
جیسے کہ الست کی آواز کا ذوق	ہر مومن کے دل میں حشر تک کے لئے ہے

یعنی جیسا کہ اس بانگ الست کا ذوق حشر تک ہر مومن کے دل میں ہوتا ہے۔

تا نباشد در بلاشاں اعتراض	نے ز امر و نہی حق شاں انقباض
تاکہ آزمائش میں انہیں کوئی اعتراض نہ ہو	نہ اللہ (تعالیٰ) کے امر اور نہی میں انہیں انقباض ہو

یعنی یہاں تک کہ بلا میں ان کو اعتراض نہیں رہتا۔ اور امر و نہی حق سے ان کو انقباض نہیں رہتا۔

لقمہ تلخے چو شکر مے شود	خار ریحاں سنگ گوہر میشود
کڑوا لقمہ شکر جیسا ہو جاتا ہے	کائنا ریحاں پتھر کوہر بن جاتا ہے

یعنی لقمہ تلخ مثل شکر کے ہو جاتا اور خار ریحاں اور سنگ گوہر ہو جاتا ہے مطلب یہ ہے کہ جس طرح کہ حضرت یوسف کو اس خواب پر اعتماد تھا اسی طرح مومنین کا طین کو اس روز الست کے عہد پر اعتماد ہے اور اس خطاب کا ایک لطف ان کے دل کے اندر موجود ہے اس ذوق کی وجہ سے تمام مصائب ان کو شیریں معلوم ہوتے ہیں اس لئے کہ وہ جانتے ہیں کہ یہ سب حق تعالیٰ کی طرف سے ہے۔

لقمہ حکمے کہ تلخی مے نہد	گلشکر آزا گوارش می دہد
جس حکم کا لقمہ تلخی پیدا کرتا ہے	(ذوق کا) گلشکر اس میں خوشکاری پیدا کر دیتا ہے

یعنی جس حکم کا لقمہ کہ تلخی رکھتا ہے گلشکر اس کو گوارش دیتا ہے مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی حکم ان کو بظاہر تلخ معلوم ہوتا ہے تو وہ گلشکر اس خطاب کا اس کو لذیذ اور گوارا کر دیتا ہے جیسا کہ مثلاً کڑوی دوا کو گلشکر ملا کر کھلا دیں تو لذیذ ہو جاتی ہے اسی طرح وہ حکم جو بظاہر تلخ تھا اس رضا کے گلشکر میں ملا کر شیریں اور لذیذ اور گوارا ہو جاتا ہے۔

گلشکر آزا کہ نبود مستند	لقمہ را از انکار اوتے میکند
حس کے لئے گلشکر کا سہارا نہ ہو	اس کے ناکار ہونے کی وجہ سے وہ لقمہ کو اگل دیتا ہے

یعنی جس شخص کا سہارا گلشکر نہ ہو وہ لقمہ کو انکار کی وجہ سے تے کر دیتا ہے۔ لقمہ سے مراد احکام ہیں یعنی جس کو مرتبہ رضا

حاصل نہ ہو وہ ان احکام کو بجا نہیں لاسکتا۔

ہر کہ خوابے دید از روز الست	مست باشد در وہ طاعات مست
جس نے الست کے دن کا خواب دیکھ لیا ہے	وہ عبادت کی راہ میں پورا مست ہوتا ہے

یعنی جو کوئی روز الست میں خواب دیکھتا ہے تو وہ راہ طاعات میں مست ہوتا ہے۔

می کشد چوں اشتر مست این جوال	بے فتور و بے گمان و بے ملال
وہ مست اونٹ کی طرح اس بورے کو اٹھاتا ہے	بغیر مستی اور بغیر گمان اور بغیر تکلیف کے

یعنی مست اونٹ کی طرح اس جوان (احکام) کو بے فتور اور بے شبہ اور بے ملال کے کھینچتا ہے۔

کفک تصدیقش بگرد پوز او	شد گواہ مستے دلسوز او
اس کے منہ کے گرد اس کی تصدیق کے جھاگ	اس کی دل سوز مستی کے گواہ ہیں

یعنی اس کی تصدیق کے جھاگ اس کے منہ کے گرد اس کی مستی دلسوز گے گواہ ہیں۔ کفک سے مراد کلام۔ مطلب یہ کہ اس کا کلام بتا رہا ہے کہ اس میں کوٹ کوٹ کر مستی بھری ہوئی ہے اس لئے کہ اس کے کلام میں ایک سوزش ہوتی ہے۔

اشتر از قوت چو شیر نرشدہ	زیر تفل بار اندک خورشده
طاقت کی وجہ سے اونٹ ز شیر بن گیا	بوجھ کے بھاری پن کے نیچے کم خوراک ہو گیا

یعنی شتر (مستی کی وجہ سے) قوت میں شیر نر ہو گیا ہے اور بوجھ کے تفل کے نیچے تھوڑی خوراک والا ہو گیا ہے مطلب یہ کہ اس قدر مست ہے کہ بھوک بھی اس کو پوری طرح نہیں لگتی اور یہ قاعدہ ہے کہ جب مستی سوار ہوتی ہے تو بھوک وغیرہ سب غائب ہو جاتی ہے۔

ز آرزوئے ناقہ صد فاقہ برو	مینماید کوہ پشیش تارمو
اونٹنی کی تمنا میں اس پر سینکڑوں ناقے ہیں	پہاڑ اس کو بال نظر آتا ہے

یعنی ناقہ کی آرزو میں اس پر سوناقہ ہیں اور اس کے آگے پہاڑ تارمو کی برابر معلوم ہوتا ہے۔

دارالست آنکو چنیں خوابے ندید	اندریں دنیا نشد بندہ و مرید
جس نے الست میں ایسا خواب نہیں دیکھا ہے	وہ اس دنیا میں بندہ اور ارادتمند نہ بنا

یعنی الست میں جس نے ایسا خواب نہ دیکھا وہ اس دنیا میں بندہ و مرید (حق) نہ ہوا۔

ور بشد اندر تردد صد دلہ	یک زماں شکر ستش و سالے گلہ
اگر (مرید) بنا (بھی تو) تذبذب میں سو دل والا ہے	ایک وقت اس کے لئے شکر ہے اور ایک سال شکوہ

یعنی اور اگر ہو گیا تو تردد میں صد دلہ ہوتا ہے اس کو ایک زمانہ شکر ہے تو ایک سال تک گلہ ہے۔ مطلب یہ کہ اگر ایسا شخص بندہ و مرید ہو بھی گیا تو ایک طرف نہیں ہوتا۔ ہمیشہ تردد میں رہتا ہے کبھی شاکر و صابر ہوتا ہے کبھی کافر نعمت ہوتا ہے۔

پائے پیش و پائے پس در راہ دیں	می نہد با صد تردد بے یقین
دین کے راستہ میں ایک پاؤں آگے اور ایک پاؤں پیچھے	بغیر یقین کے تردد (کی حالت) میں رکھتا ہے

یعنی راہ دین میں ایک پاؤں آگے ایک پیچھے سو تردد سے اور بلا یقین کے رکھتا ہے غرضکہ اس کو دین کی باتوں پر یقین نہیں ہوتا۔ بلکہ ہمیشہ تردد ہی میں رہتا ہے۔ آگے فرماتے ہیں کہ۔

وام دار شرح امینم نک گرد	ورشتابست ازالم نشرح شنو
میں اس کی شرح کا مقروض ہوں یہ گردی ہے	اگر جلدی ہے الم نشرح سن لے

یعنی ہم اس کی شرح کرنے کے قرض دار رہے اور یہ گرد ہے اور اگر جلدی ہے تو الم نشرح سے سن کو مطلب یہ کہ ہم اس کی شرح کو پھر بیان کریں گیا بھی اس کو نہیں تک رکھتے ہیں اور اگر تمہیں اس کی جلدی ہے اور تم قرض کرنا نہیں چاہتے تو الم نشرح سن لو کہ اس میں ہے کہ الم نشرح لک صد دلک و وضعنا عنک و زرک الدی انقض ظہرک یعنی کیا ہم نے آپ کے سینہ کو نہیں کھولا اور آپ سے اس بوجھ کو جس نے آپ کی کمر توڑ دی تھی الگ نہیں کر دیا۔ تو دیکھو شرح صدر کے بعد بوجھ سے ہلکا ہونا فرمایا ہے اسی طرح جب اس خواب روز الست کی وجہ سے شرح صدر ہو جاوے گا تو ان احکام کا بوجھ بھی ہلکا ہو جاوے گا اب آگے چاہے بیان کریں گے یا نہ کریں گے۔ کچھ تو یہاں بھی بیان کر دیا آگے فرماتے ہیں کہ۔

چوں نداد شرح این معنی کراں	خر بسوئے مدعی گاؤ راں
چونکہ ان معنی کی شرح کا کنارہ نہیں ہے	گائے کے مدعی کی جانب گدھا ہانک دے

یعنی جب کہ اس معنی کی شرح کنارہ نہیں رکھتی تو گدھے کو اس مدعی گاؤ کی طرف چلاؤ یعنی اس کا قصہ بیان کرو۔ اب آگے اس دعا کرنے والے کی دعا جو اد پر اس نے حق تعالیٰ سے شروع کی تھی بیان فرماتے ہیں کہ۔

گفت کورم خواند زین جرم آں دعا	پس بلیسانہ قیاس است اے خدا
اس نے کہا 'اس دعا باز نے مجھے اس جرم میں اندھا کہا	اے اللہ! یہ تو شیطانی قیاس ہے

یعنی اس دعا کرنے والے نے کہا کہ اے خدا اس دعا باز نے مجھے اس جرم کی وجہ سے اندھا کہا ہے تو یہ قیاس تو ابلیسانہ ہے۔ مطلب یہ کہ اس نے اندھوں کی دعا سے میری دعا کو مشابہ کیا ہے تو گویا کہ مجھے اندھا کہا تو یہ قیاس تو ابلیسانہ ہے کہ جسے اس نے آدم علیہ السلام کی صورت کو دیکھا اور ان کے کمالات پر نظر نہ کی اسی طرح اس شخص نے بھی میری دعا کو ان کی دعا کی طرح کہہ دیا اور اس میں اور اس میں کچھ فرق نہ کیا۔

من دعا کورانہ کے می کردہ ام	جز بخالق گریہ کے آوردہ ام
میں نے اندھا دھند دعا کب کی ہے؟	اللہ کے سوا میں نے کب بیک مانگی ہے؟

یعنی میں نے اندھوں کی طرح دعا کب کی ہے اور بجز خالق کے حاجت (کسی اور کے پاس) کب لایا ہوں۔ مطلب یہ کہ اور فقراء تو اپنی حاجت کو مخلوق کے آگے پیش کرتے ہیں اور میں نے تو بجز حق تعالیٰ کے کسی اور سے کہا ہی نہیں ہے پھر میں ان اندھوں کی طرح کہاں ہوں۔

کور از خلقاں طمع دارد ز جهل	من ز تو کز تست ہر دشوار سہل
-----------------------------	-----------------------------

اندھا نادانی کی وجہ سے مخلوق سے طمع کرتا ہے	میں تجھ سے کہ تجھ سے ہر مشکل آسان ہو جاتی ہے
---	--

یعنی اندھا تو مخلوق سے جہل کی وجہ سے طمع رکھتا ہے اور میں آپ سے آپ سے تمام دشوار سہل ہیں۔ یعنی اس دعا کرنے والے نے حق تعالیٰ نے عرض کیا کہ اندھے تو مخلوق سے احتیاج پیش کرتے ہیں مگر میں تو آپ ہی سے عرض کرتا ہوں پھر میں ان جیسا کہاں ہوا۔

آں یکے کورم ز کوراں بشمرد	او نیاز جان و اخلاصم ندید
---------------------------	---------------------------

اس نے مجھے اندھوں میں سے ایک اندھا گنا	اس نے میری جان کی نیاز مندی اور اخلاص نہ دیکھا
--	--

یعنی اس ایک اندھے نے مجھے اندھوں میں سے گن لیا اور اس نے میرا نیاز جان اور اخلاص نہ دیکھا۔

کوری عشقت این کوری من	حب یحییٰ و یصم است اے حسن
-----------------------	---------------------------

میرا اندھا پن عشق کا اندھا پن ہے	اے بھلے! (یہ) محبت اندھا اور بہرا بنا دیتی ہے (کا صدق ہے)
----------------------------------	---

یعنی یہ میری کوری کوری عشق ہے اور اے حسن محبت اندھا بہرا بنا دیتی ہے۔ مطلب یہ کہ میں عاشق حق ہوں اس لئے محبت نے بیشک مجھے اندھا بہرا بنا دیا ہے باقی ان اندھوں میں سے میں نہیں ہوں۔

کورم از غیر خدا بینا بدو	مقتضائے عشق این باشد بگو
--------------------------	--------------------------

میں خدا کے غیر سے نابینا اور خدا کا بینا ہوں	'بتا' عشق کا یہی مقتضا ہے
--	---------------------------

یعنی میں غیر حق سے تو کور ہوں اور حق تعالیٰ کا بینا ہوں اور کہہ دو کہ مقتضائے عشق یہی ہوتا ہے۔

تو کہ بینائی ز کور انم مدار	دارم برگرد لطف اے مدار
-----------------------------	------------------------

(اے خدا) تو کہ بینا ہے مجھے نابیناؤں میں رکھ	اے مدار میں تیری مہربانی کے گرد گھومتا ہوں
--	--

یعنی (اے اللہ) آپ بینا ہیں تو مجھے اندھوں میں مت رکھئے۔ اور اے مدار میں تو آپ کے لطف کے گرد دائرہ ہوں۔ مطلب یہ کہ میں توپ ہی کے لطف کا محتاج ہوں تو مجھے اندھا نہ بنا بیئے سبحان اللہ دیکھئے اس شخص کو حق تعالیٰ پر کیا ناز اور کیا بھروسہ تھا کہ کسی طرح جانب مخالف کا شبہ ہی نہ ہوتا تھا۔ آگے عرض کرتا ہے کہ۔

آنچنانکہ یوسف صدیق را	خواب بنمودی و کشش منکا
-----------------------	------------------------

جس طرح کہ یوسف صدیق کو	تو نے خواب دکھایا اور وہ ان کا سہارا بنا
------------------------	--

یعنی جیسا کہ یوسف صدیق کو آپ نے ایک خواب دکھا دیا تھا اور وہ ان کے لئے تکیہ گاہ بن گیا تھا (اور ان کو اس کے سچے ہونے کا پورا یقین تھا۔)

مر مرا ہم لطف تو خوابے نمود	این دعائے بیجدم بازی نبود
-----------------------------	---------------------------

مجھے بھی تیری مہربانی نے ایک خواب دکھایا	میری یہ لامحدود دعا کھیل نہ تھی
--	---------------------------------

یعنی مجھ کو بھی آپ کے لطف نے ایک خواب دکھا دیا ہے اور وہ میری دعا بیحد کوئی کھیل نہ تھا۔

می نداند خلق اسرار مرا	ژاژے داند گفتار مرا
لوگ میرے راز نہیں جانتے ہیں	میری گفتگو کو بکواس سمجھتے ہیں

یعنی لوگ میرے اسرار کو جانتے نہیں ہیں اور میری باتوں کو بیہودہ جانتے ہیں (اب آگے لوگوں کا معذور ہونے کو بان کرتے ہیں کہ)

حق شناست و کہ داند راز غیب	غیر علام سر و ستار عیب
(یہ) ان کے مناسب ہے اور غیب کا راز کون جانتا ہے؟	سوائے راز کے جاننے والے اور عیب کے چھپانے والے کے

یعنی ان لوگوں کو (اعتراض کرنے کا) حق ہے (اس لئے کہ) راز غیب کو سوائے علام غیب اور ستار عیب کے کون جانتا ہے (لہذا اگر یہ لوگ مجھ پر اعتراض کرتے ہیں تو ان کی بھی خطا نہیں ہے) جب اس نے اس قدر دعا کی تو وہ گائے والا بولا کہ

خصم گفتش حق بگو اے تند خو	از رو چہ سوئے آسماں کردی تورو
(اس کے) مخالف نے اس سے کہا اے بد عادت ایچ بتا	تو نے آسمان کی طرف منہ کیوں کر لیا؟

یعنی مقابل نے اس سے کہا کہ اے تند خو چچا آسماں کی طرف کیا منہ کیا ہے مطلب یہ کہ دعا کیا کر رہا ہے سچ بتا کہ کیوں میری گائے کو ذبح کیا۔

شیدی آری غلط می افگنی	لاف عشق و لاف قربت میزنی
تو سر کرتا ہے لٹلی میں جلا کرتا ہے	مشق اور قرب (اللہ) کی بکواس کرتا ہے

یعنی مکر لانا ہے غلطی میں ڈالتا ہے اور عشق (حق) اور قرب (حق) کی سچی مارتا ہے

باکد میں روئے چوں دل مردہ	روئے سوئے آسمانہا کردہ
جب کہ تو مردہ دل ہے کس منہ سے	آسمانوں کی جانب منہ کیا ہے؟

یعنی جب کہ تو دل مردہ ہے تو کون سے منہ سے آسمان کی طرف منہ کیا ہے مطلب یہ کہ لوگوں کے مال کھا کھا کر دل تو تیرا مردہ ہو چکا ہے اور اب آسمان کی طرف منہ کر کے اللہ میاں سے کس منہ سے عرض کر رہا ہے۔ دیکھئے غضب خدا کا یہ کج بخت اسی کا تو غلام ہے اور یہ سارا مال اسی دعا کنندہ کا ہے اور پھر چپ نہیں ہوتا سچ یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے اس کو جب ہی رسوا بھی فرمایا جب اس کا ظلم اس درجہ کو پہنچ گیا۔ آگے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

غلغلے در شہر افتادہ ازیں	آں مسلمان می نہد رو برز میں
اس سے شہر میں بڑا شور مچ گیا	وہ مسلمان زمین پر منہ رکھتا تھا

یعنی اس بات کی وجہ سے شہر میں ایک غل پڑا ہوا تھا اور وہ مسلمان منہ زمین پر رکھے ہوئے (کہہ رہا تھا کہ)

کائے خدا این بندہ را رسوا مکن	گر بدم ہم سرمن پیدا مکن
کہ اے خدا اس غلام کو رسوا نہ فرما	اگر میں برا بھی ہوں میرا راز فاش نہ کر

یعنی کہ اے خدا اس غلام کو رسوا مت کر اگرچہ میں برا ہوں میرے بھید کو ظاہر مت فرما۔

تو ہی دانی کہ شبہائے دراز	کہ ہی خوانم ترا باصد نیاز
---------------------------	---------------------------

تو جانتا ہے کہ بس راتوں میں	میں تجھے سینکڑوں نیاز مندوں کے ساتھ پکارتا تھا
-----------------------------	--

یعنی آپ جانتے ہیں کہ طویل راتوں میں میں آپ کو سو نیاز سے پکارتا کرتا تھا۔

پیش خلق این را اگر خود قدر نیست	پیش تو ہچو چراغ روشنی است
---------------------------------	---------------------------

اگر مخلوق کے نزدیک اس کی قدر نہیں ہے	تیرے نزدیک تو روشن چراغ کی طرح ہے
--------------------------------------	-----------------------------------

یعنی مخلوق کے سامنے اگر اس کی قدر نہیں ہے تو (اے اللہ) آپ کے سامنے تو ایک چراغ روشنی ہے۔

گاؤ می خواہند از من اے خدا	چوں فرستادی نکر دم من خطا
----------------------------	---------------------------

اے اللہ! وہ مجھ سے گائے مانگتے ہیں	جبکہ تو نے بھیجی تو میں نے غلطی نہیں کی
------------------------------------	---

یعنی اے اللہ یہ لوگ مجھ سے گائے مانگتے ہیں جب آپ نے بھیج دی تھی تو میں نے خطا نہ کی۔ یعنی جب آپ نے اسے بھیج دیا تو میں نے فوراً اس کو پکڑ کر ذبح کر لیا اس لئے کہ میری دعاؤں کا اثر تھا سبحان اللہ اس شخص کو اپنی دعا پر اور حق تعالیٰ پر کیسا کچھ بھروسہ تھا کہ کسی طرح شبہ پڑتا ہی نہ تھا اب یہ لوگ جو لڑ رہے تھے تو حضرت داؤد علیہ السلام نے سن لیا اور وہ مکان سے باہر تشریف لائے۔ آگے اسی کو بیان فرماتے ہیں۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح:- یہ جواب سن کر وہ شخص غصہ میں اس کی طرف بڑھا اور اس کا گریبان پکڑ کر بیتا بانہ چند گھونٹے اس کے منہ پر مارے اور یہ کہہ کر اس کو کھینچنے لگا کہ او ظالم احمق اور کون تو داؤد علیہ السلام کے پاس چل۔ اور کہا کہ تو حواس درست کر ہوش میں آ اور معاملہ کی بات پر لغو دلیلیں چھوڑ تو یہ کیا کہہ رہا ہے کہ میں نے دعا کی تھی۔ بھلا اس معاملہ میں دعا کو دخل کیا۔ نہ تو مجھ سے مسخر اپن کر اور نہ خود اپنے سے۔ اس نے پھر یہی جواب دیا کہ جناب میں نے بہت سی دعائیں خدا سے کی ہیں اور اس معاملہ میں میں نے بہت خون جگر کھایا ہے اور مجھے یقین ہے کہ وہ دعائیں قبول ہوئیں اور حق سبحانہ نے مجھے حلال روزی دی تو نہیں مانتا تو اپنا سر پھوڑ لے جب اس نے دوبارہ بھی یہی جواب سنا تو کہا کہ مسلمانوں ذرا یہاں آؤ اور اس ملعون کی بیہودہ بکواس اور لغویت دیکھو۔ ارے دعا باز یہ بکواس کب تک تو اسے چھوڑ اور کوئی معقول وجہ بیان کر تو سمجھ تو سہی کہ تحلیل ملک غیر میں دعا کو کیا دخل۔ ارے مسلمانوں خدا کے لئے انصاف کرو کہ دعا میرے مال کو اس کی ملک کیونکر ہو سکتی ہے۔ اگر یہ بھی کوئی طریقہ تملک کا ہوتا تو تمام لوگ آپس میں ایک دوسرے کی ملک کو دعا سے اپنی ملک بنا لیا کرتے۔ نیز اگر ایسا ہوتا تو یہ اندھے بھکاری دولت مند اور امیر ہو جاتے۔ کیونکہ وہ رات دن دعا و ثنا میں مصروف ہیں اور بالخاصہ وزاری کہتے ہیں کہ اے اللہ تو ہمیں مال دیدے جب تک تو نہ دے گا یقیناً کوئی نہیں دے سکتا۔ اے بندشوں کے کھولنے والے تو ہی اس بندش کو کھول اور کہیں سے مال دے۔ ان کی تو رات دن میں یہ دعا ہی کمائی ہے اس کے سوا اور کچھ وہ کرتے ہی نہیں۔ مگر ہاں ہمہ ان کو صرف روٹی کا ایک کونا ملتا ہے اور تجھ کو گائے مل گئی۔ وہ بھی اس طرح کہ مالک کو خبر بھی نہیں۔ یہ لچھے دار تقریر سن کر لوگوں نے کہا کہ واقعی یہ مسلمان سچ کہتا ہے اور یہ جو بہت دعائیں دعائیں گارہا ہے اس پر ظلم کرنا چاہتا ہے۔ واقعی بات یہ ہے کہ دعا ملک کا سبب کیسے ہو سکتی ہے اور اس قانون کو شریعت اپنے اندر کیسے شامل کر سکتی ہے آدمی کی جو کوئی شے مملوک ہوتی ہے تو یا بیچ سے یا تصدیق سے یا وصیت سے یا

ہر سے یا اسی قسم کے کسی اور سبب سے۔ یہ مسئلہ کسی کتاب میں ہے کہ دعا سے بھی کوئی شے ملک ہو سکتی ہے۔ پس دو صورتیں ہیں یا تو گائے واپس دو یا جیل خانہ جانا منظور کرو۔ اگر گائے نہیں دیتے تو جیل خانہ میں جاؤ۔ اور جیل خانہ جانا منظور نہیں تو گائے دو۔ فضول باتیں مت کرو۔ لوگ یہ کہہ رہے تھے اور وہ آسمان کی طرف رخ کر کے یہ کہہ رہا تھا کہ اے مالک اے کریم اے رحیم آپ جانتے ہیں کہ میں نے رزق حلال کے لئے بہت دعائیں کی ہیں اس واقعہ کو کما حقہ آپ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ اور یہ بھی آپ جانتے ہیں کہ وہ دعائیں آپ ہی نے میرے دل میں ڈالی تھیں اور آپ ہی نے میرے دل میں بہت سی امیدیں پیدا کی تھیں اور میں نے وہ دعائیں خواہ مخواہ نہ کی تھیں بلکہ یوسف علیہ السلام کی طرح بہت سے خواب اپنی کامیابی کے دیکھے تھے تب کی تھیں۔ اب مولانا واقعہ یوسف علیہ السلام کی تفصیل فرماتے ہیں اور اس کے متعلق مضمون ارشادی بیان فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یوسف علیہ السلام نے آفتاب اور گیارہ ستاروں کو دیکھا تھا کہ وہ مجھے سجدہ کر رہے ہیں اور ان کو اپنی اس صحیح خواب پر ایسا کامل اعتماد تھا کہ قید خانہ میں بھی وہی خواب ان کے پیش نظر تھا اور اس اعتماد کے سبب نہ ان کو اپنی غلامی کا رنج تھا نہ کم و بیش ملامت کا غرضکہ ان کو اپنے اس خواب پر جو ان کے سامنے شمع کی طرح روشن تھا کامل اعتماد تھا۔ یہ تو اس واقعہ کی تفصیل تھی جس کا اس فقیر نے اپنی دعا میں حوالہ دیا تھا اب ان کے اعتماد کا ایک دوسرا واقعہ سنو جو اسی کے ملحقات میں سے ہے جبکہ ان کو کنوئیں میں ڈالا گیا تھا تو حق سبحانہ کی طرف سے ان کے کان میں ایک آواز آئی کہ تم ایک روز بادشاہ ہو جاؤ گے تاکہ تم بھائیوں کی اس زیادتی کو جتلا کر ان کو شرمندہ کر سکو گو یہ آواز دینے والا ان کو نظر نہ آتا تھا مگر وہ اس کے منجانب اللہ ہونے کو اس کے اثر سے جانتے تھے۔ کیونکہ اس آواز سے ان کے دل میں ایک خاص قوت اور سکون اور اعتماد پیدا ہو گیا تھا اور اس آواز کے باعث وہ کنواں ان کے لئے اس قدر راحت دہ ہو گیا تھا جیسے کوئی باغ یا کوئی خوشی کی محفل جس طرح کہ ان کے جدا مجد ابراہیم علیہ السلام کے لئے آگ گزار ہو گئی تھی اور اس کا یہ نتیجہ تھا کہ جو تکلیف ان کو بعد کو پیش آتی وہ تکلیف اس قوت کے سبب مضمضے الی السرور ہو جاتی حضرت یوسف علیہ السلام کے دل میں اس آواز کی یوں ہی لذت تھی اور وہ لذت اون کے لئے آلام کو یوں ہی ہلکا کر دیتی تھی جس طرح کہ آواز الست بربکم کی لذت حشر تک ہر مومن کے دل میں رہے گی۔ جس کا یہ نتیجہ ہے کہ نہ ان کو مصیبتوں میں حق سبحانہ سے کوئی شکایت ہوتی ہے اور نہ اوامر و نواہی سے ان کی طبیعت میں انقباض ہوتا ہے اس کے سبب کڑوا لقمہ ان کے لئے شیریں اور خار ریحاں اور پتھر موتی ہو جاتا ہے اور جو لقمہ حکم کہ مومن کی طبیعت میں تلخی اور بد مزگی پیدا کرتا ہے جس کے سبب وہ اس کو اگنا چاہتا ہے تو فوراً وہ ندائے الست کی گلقتد اس کو خوشگوار بنا دیتی ہے برخلاف اس کے جس کا اس گلقتد پر اعتماد نہیں یعنی یہ گلقتد اس کو حاصل نہیں وہ اس کا انکار کر کے اس کو اگل دیتا ہے اور جو شخص روز الست کا خواب دیکھتا ہے یعنی اس کو معرفت حق سبحانہ حاصل ہو گئی ہے وہ تو راہ طاعات میں مست ہوتا ہے اور مست اونٹ کی طرح اس بوجھ کو کھینچتا ہے نہ اس کو کچھ شک و شبہ ہوتا ہے نہ وہ اکتاتا ہے اور نہ سستی کرتا ہے اور تصدیق لسانی کے جھاگ جو اس کے منہ پر ہیں اس کی باطنی دل سوز مستی کا ثبوت ہوتے ہیں یعنی وہ زبان سے بھی ان کی اطاعت کا اقرار کرتا ہے اور یہ دلیل ہے اس کی باطنی مستی کی۔ ہم نے اوپر کہا تھا کہ وہ مست اونٹ کی طرح اس بوجھ کو کھینچتا ہے اب سنو کہ اونٹ کی مستی میں کیا حالت ہوتی ہے۔ وہ قوت میں ایک شیر ز ہو جاتا ہے بھاری بوجھ کے نیچے رہ کر کھانے کی بھی زیادہ پرواہ نہیں کرتا۔ وہ اونٹنی کی آرزو میں سینکڑوں فاقہ برداشت کرتا ہے اور اس کی قوت کی یہ حالت ہوتی کہ پہاڑ کے برابر مشکلات کو بھی بال کی مانند حقیر سمجھتا ہے جب معلوم ہو گیا تو اب اس تشبیہ کی حقیقت بھی واضح ہو گئی۔ یہ حالت تو اس کی تھی جس نے یہ خواب دیکھا تھا۔ اب اس کی حالت سنو جس نے یہ خواب نہیں دیکھا۔ ایسا شخص دنیا میں عبد اور منقاد نہیں ہوتا اور اگر ہو بھی گیا تو مترد ہوتا ہے اور سینکڑوں

طرح کے خیالات آتے ہیں اگر تھوڑی دیر شکر کرتا ہے تو سال بھر شکایت کرتا ہے راہ میں کبھی پاؤں آگے رکھتا ہے کبھی پیچھے غرضکہ اس کو یقین حاصل نہیں ہوتا بلکہ متردد رہتا ہے یہ مضمون میں تمہارے پاس رہن رکھتا ہوں اور اس کی شرح کا میں قرض دار ہوں جب خدا کرے گا ادا کروں گا۔ اور اگر تم کو بہت جلدی ہے تو میں ایک ساہوکار بتائے دیتا ہوں اس سے وصول کر لو۔ وہ ساہوکار الم نشرح ہے کیونکہ اس سے معلوم ہوتا ہے شرح صدر بھاری بوجھوں کو ہلکا کر دینے والا بلکہ ان کو اتار کر الگ رکھنے والا ہے چونکہ تفصیل اس کی بے حد ہے اس لئے اس کو ختم کرنا چاہیے اور مدعی گاؤ کی طرف رخ کرنا چاہئے۔ ہاں تو وہ شخص حق سبحانہ سے دعا کر رہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ اے اللہ یہ دعا باز مدعی مجھ کو اس جرم میں اندھا بناتا ہے اور آپ جانتے ہیں کہ یہ قیاس اس کا ویسا ہی ہے جیسا شیطان نے کہا تھا کیونکہ میں نے بھیک مانگنے والوں کی طرح اندھے پن سے دعا نہیں کی تھی اور خدا کے سوا کسی سے بھیک نہیں مانگی اندھا بھکاری تو اپنی جہالت سے لوگوں سے طمع رکھتا ہے اور میں تجھ سے کیونکہ ہر مشکل کے آسان کرنے والے آپ ہی ہیں۔ اس اندھے نے مجھے بھی اندھوں میں شمار کر لیا اور میری عاجزی اور اخلاص کو نہ دیکھا مانا کہ میں اندھا ہوں مگر میرا اندھا پن ویسا نہیں ہے جیسا وہ سمجھتا ہے بلکہ وہ اندھا پن ایسا ہے جیسا کہ عشق الہی میں ہوتا ہے کیونکہ محبت کا قاعدہ ہے کہ وہ غیر محبوب سے اندھا بہرا کر دیتی ہے پس میں غیر خدا سے اندھا ہوں اور خدا کے لحاظ سے پینا اور یہ مقتضائے عشق نہایت ہی اچھا ہے نہ کہ مذموم جیسا کہ وہ احمق سمجھتا ہے اے اللہ وہ تو اندھا ہے اس لئے مجھے اندھا کہتا ہے اور تو میری حالت کو دیکھتا ہے تو مجھے اندھوں میں داخل نہ کرنا۔ پس میں تو اسی دائرہ کے مرکز کے گرد گھومتا ہوں یعنی میں یہی چاہتا ہوں کہ آپ مجھے برانہ سمجھیں جس طرح آپ نے یوسف علیہ السلام کو خواب دکھلایا تھا اور اس پر ان کو اعتماد ہو گیا تھا۔ یوں ہی آپ نے اپنی عنایت سے مجھے بھی خواب دکھلایا تھا اور اسی کی بنا پر یہ میری دعائیں تھیں لہذا یہ دعائیں کھیل نہ تھیں لوگوں کو میرے اسرار معلوم نہیں اس لئے وہ میرے بیان کو بکواس سمجھتے ہیں اس معاملہ میں حق پوشیدہ ہے اور غیب کا راز سوائے آپ کے کہ آپ عالم الغیب اور ستارہ عیب ہیں کوئی نہیں جانتا۔ اس مدعی نے کہا کہ آسمان کی طرف کیا منہ کرتا ہے میری طرف دیکھ اور حق بات کہہ تو دھوکہ کرتا ہے اور غلطی میں ڈالنا چاہتا ہے کہ عشق بازی اور تقرب حق کی شخی مارتا ہے جب غذائے حرام سے تیرا دل مردہ ہے تو کیا منہ لے کر تو آسمان کی طرف منہ کرتا ہے یہ واقعہ تمام شہر میں مشہور ہو گیا مگر اس فقیر کی یہی حالت تھی کہ وہ سجدے میں پڑ کر حق سبحانہ سے دعائیں کرتا اور کہتا تھا کہ اے اللہ اپنے اس ناچیز بندے کو سوانہ کرنا اگر میں برا بھی ہوں تب بھی میرا راز ظاہر نہ کرنا۔ اے اللہ تو جانتا ہے کہ میں تجھ سے نہایت خشوع و خضوع سے دعائیں مانگتا تھا اور اگر مخلوق کو میری دعا کی قدر نہیں تو تیرے نزدیک یہ تو امر مثل روشن چراغ کے ظاہر ہے یہ لوگ مجھ سے گائے مانگتے ہیں لیکن جبکہ وہ آپ کی بھیجی ہوئی تھی تو اس کے ذبح کرنے میں میرا کوئی قصور نہیں لہذا یہ لوگ مجھ پر خواہ مخواہ ظلم کرتے ہیں۔

شرح شبیری

داؤد علیہ السلام کا خصمین کی گفتگو کو ظاہر میں سننا

چونکہ داؤد نے آمد بروں	گفت ہیں چونست این احوال چوں
جب داؤد نبی باہر آئے	فرمایا ہاں یہ کیا احوال ہیں؟

یعنی جب حضرت داؤد علیہ السلام باہر تشریف لائے فرمایا کہ ارے یہ کیا حال ہے کیا ہے۔

مدعی گفت اے نبی اللہ داد	گاؤ من درخانہ او در فناد
--------------------------	--------------------------

مدعی نے کہا ' اے اللہ کے نبی فریاد ہے	میری گائے اس کے گھر میں کس گئی
---------------------------------------	--------------------------------

یعنی مدعی نے کہا کہ اے نبی اللہ انصاف کیجئے میری گائے اس کے گھر میں آگئی

گشت گاوم را پرشش کہ چرا	گاؤ من کشت او بیاں کن ماجرا
-------------------------	-----------------------------

اس نے میری گائے ذبح کر دی اس سے پوچھئے کہ کیوں؟	میری گائے ذبح کی وہ واقعہ بتائے
---	---------------------------------

یعنی اس نے میری گائے کو ذبح کر لیا اس سے پوچھئے کہ میری گائے کو کیوں ذبح کیا ماجرا بیان کرے۔

گفت داؤدش بگو اے بوالکرم	چوں تلف کردی تو ملک محترم
--------------------------	---------------------------

اس سے داؤد نے فرمایا ' اے بھلے ماں	تو نے محترم ملکیت کو کیوں برباد کیا؟
------------------------------------	--------------------------------------

یعنی داؤد علیہ السلام نے اس سے کہا کہ بوالکرم تو نے ملک محترم کو کیوں تلف کیا۔

ہیں پراگندہ مگو حجت بیار	تا بیکسو گردو این دعویٰ و کار
--------------------------	-------------------------------

خبردارا بیہودہ بات نہ کر دلیل بیان کر	تاکہ یہ دعویٰ اور معاملہ یک سو ہو جائے
---------------------------------------	--

یعنی ہاں پراگندہ باتیں مت کر حجت بیان کر تاکہ یہ دعویٰ اور کام ایک طرف ہو

گفت اے داؤد بودم ہفت سال	روز و شب اندر دعا و در سوال
--------------------------	-----------------------------

اس نے کہا اے داؤد! میں سات سال تک تھا	دن رات دعا اور سوال میں
---------------------------------------	-------------------------

یعنی وہ (مدعا علیہ) بولا کہ اے داؤد میں سات برس تک رات دن دعا اور سوال میں تھا۔

ایں ہمی جستم زیزداں گائے خدا	روزے خواہم حلال و بے عنا
------------------------------	--------------------------

میں اللہ تعالیٰ سے چاہتا تھا کہ اے خدا	میں حلال روزی بے مشقت چاہتا ہوں
--	---------------------------------

یعنی میں حق تعالیٰ سے یہ ڈھونڈھا کرتا تھا کہ میں ایک روزی حلال اور بے مشقت کے چاہتا ہوں۔

مرد وزن برنالہ من واقف اند	کو دکاں این ماجرا را واصف اند
----------------------------	-------------------------------

مرد و عورت میری فریاد سے واقف ہیں	بچے اس قصہ کو بیان کرتے ہیں
-----------------------------------	-----------------------------

یعنی میرے نالہ پر مرد وزن (سب) واقف ہیں اور بچے اس ماجرے کو بیان کرنے والے ہیں۔

توبہ پرس از ہر کہ خواہی این خبر	تا بگوید بے شکنجہ و بے ضرر
---------------------------------	----------------------------

آپ جس سے چاہیں یہ بات دریافت کر لیں	تاکہ وہ بغیر دہاؤ اور بغیر تکلیف کے بتا دے
-------------------------------------	--

یعنی آپ جس سے چاہیں اس بات کو پوچھ لیجئے تاکہ وہ بے شکنجہ اور بے ضرر کے کہہ دے۔ مطلب یہ کہ پوچھنے کے لئے کسی سزا وغیرہ کی ضرورت نہ ہوگی بلکہ جس سے پوچھئے گا سب بتا دیں گے کہ بے شک یہ دعا کیا کرتا تھا۔

ہم ہویدا پرس وہم پنہاں زخلق	کہ چہ میگفت این گدائے ژندہ دلق
لوگوں سے علی الاعلان اور خفیہ طور پر دریافت کر لیجئے	کہ یہ بھی گدڑی والا فقیر کیا کہا کرتا تھا؟

یعنی لوگوں سے ظاہر میں بھی پوچھئے اور پوشیدگی میں بھی کہ یہ گدائے کہندہ دلق کیا کہا کرتا تھا۔

بعد ازیں جملہ دعاؤ این فغاں	گاؤ اندر خانہ دیدم ناگہاں
میں تمام دعا اور فریاد کے بعد	اچانک میں نے اپنے گھر میں گائے دیکھی

یعنی بعد ان دعاؤں اور اس فغان کے میں نے ناگہاں گھر میں گائے دیکھی۔

چشم من تاریک شد نے بہر لوت	شادی آنکہ قبول آمد قنوت
میری آنکھوں میں اندھیرا چھا گیا نہ کہ کھانے کے لئے	اس خوشی میں کہ دعا قبول ہو گئی

یعنی میری آنکھ تاریک ہو گئی نہ کہ قوت کے واسطے (بلکہ) اس کی خوشی میں کہ دعا قبول ہو گئی یعنی مجھے دعا کی قبولیت کی اس قدر خوشی ہوئی کہ میں اندھا ہو گیا اور میں نے گائے کو ذبح کر لیا۔

کشتم این راتا وہم در شکر آں	کہ دعائے من شنید آں غیب داں
میں نے اس کو ذبح کر دیا تاکہ اس شکر یہ میں ہانت دوں	کہ اس غیب کے جاننے والے نے میری دعا سن لی

یعنی میں نے اس کو ذبح کر لیا تاکہ میں اس کے شکر میں اس کو باٹوں کہ میری دعا کو اس غیب داں نے قبول کر لیا (بس اس لئے میں نے اس کو ذبح کر لیا)

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح: قصہ مختصر یہ واقعہ داؤد علیہ السلام تک پہنچایا گیا۔ جب کہ داؤد علیہ السلام کو اطلاع ہوئی تو آپ باہر تشریف لائے اور آ کر فرمایا کہ کیا بات ہے اور کیا جھگڑا ہے بیان کرو۔ مدعی نے کہا کہ اے نبی اللہ آپ انصاف فرمائیں۔ واقعہ یہ ہے کہ میری گائے اس کے گھر میں چلی گئی اس نے اس کو مار ڈالا۔ اب آپ اس سے دریافت فرمائیے کہ اس نے اسے کیوں مارا اور اسے حکم دیجئے کہ وجہ بیان کرے۔ داؤد علیہ السلام نے اس سے فرمایا کہ ہاں میاں بیان کرو کہ تم نے دوسرے کی ملک کو جس میں تم کو دست اندازی جائز نہ تھی کیوں ضائع کیا اور دیکھو بکو اس نے کرنا معقول بات کہنا تاکہ اس دعوے اور نالش کا آسانی سے فیصلہ ہو جاوے اس نے جواب دیا کہ حضور سات برس سے میں برابر دعائیں کر رہا تھا اور حق سبحانہ سے دعا میں یہ درخواست کر رہا تھا کہ اے اللہ مجھے بے مشقت حال روزی عطا فرما مرد عورت سب میرے اس گریہ و زاری سے واقف ہیں اور لڑکے تک اس واقعہ کو بیان کر سکتے ہیں آپ جس سے چاہیں اس واقعہ کو دریافت فرمائیں۔ وہ بدوں سزا کے اور بلا نقصان اٹھائے اس کو بیان کر دے گا۔ اور ظاہر میں بھی اور خفیہ بھی ہر طرح تحقیق کر لیں کہ یہ پرانی گدڑی والا فقیر کیا دعائیں مانگتا تھا یہ تو واقعہ تھا اس کے بعد اسی میری آہ و زاری کے سبب دفعہ گائے میرے مکان میں گھس آئی اس کو دیکھتے ہی میری آنکھوں کے آگے اندھیرا چھا گیا۔ مگر کھانے کے لئے نہیں بلکہ اس خوشی میں کہ میری دعا مقبول ہوئی اور میں نے اس کو اس لئے ذبح کیا کہ میں اس شکر یہ میں اس کو خیرات کر دوں۔ کہ خدائے علام الغیوب نے میری دعا قبول فرمائی۔

شرح شبیری

داؤد علیہ السلام کا اس کشدہ گاؤ پر حکم کرنا

گفت داؤد ایں سخہا را بشو	حجت شرعی دریں دعویٰ بگو
(حضرت) داؤد نے فرمایا ان باتوں کو (دل سے) دعوے	اس دعوے پر کوئی شرعی دلیل بیان کر

یعنی داؤد علیہ السلام نے فرمایا کہ ان باتوں کو دھوا اور اس دعوے میں کوئی حجت شرعی کہہ۔

تو رواداری کہ من بے چتے	بنہم اندر شرع باطل سنتے
تو اس کو مناسب سمجھتا ہے کہ بغیر دلیل کے	میں شرع میں ایک غلط رسم جاری کروں

یعنی کیا تو جائز رکھتا ہے کہ میں بلا کسی حجت (شرعی) کے شرع میں ایک باطل طریقہ رکھوں۔

اینکہ بخشیدت خریدی وارثے	ریج را چوں مے ستانی حارثے
یہ (گائے) تجھے کس نے بخشی تو نے خریدی تو وارث ہے؟	پیداوار تو کیوں لیتا ہے تو کاشکار ہے؟

یعنی یہ تجھے کس نے بخشا ہے یا تو نے خریدی ہے یا تو وارث ہے تو پیداوار کو کس طرح لیتا ہے کیا تو حارث ہے۔

کسب را ہچچوں زراعت و اعمو	تانہ کارے دخل نبود آن تو
اے ہچچا کمالی کو کھتی کی طرح سمجھ	جب تک تو کھتی نہ کرے پیداوار تیری ملکیت نہیں ہے

یعنی اے ہچچا کسب کو زراعت کی طرح جانو۔ جب تک تو بووے گا نہیں آمدنی تیری ملک نہ ہوگی۔

انچہ کار بد روی آل آن تست	ورنہ ایں پیداوار بر تو شد درست
جو تو بووے گا وہ تیری ملکیت ہے	ورنہ یہ ظلم تیرے ذمے لگ گیا ہے

یعنی جو کچھ کہ تو بووے گا اور گائے گا وہ تیری ملک ہیں ورنہ یہ پیداوار تجھ پر درست ہوگی۔

روبدہ مال مسلمان کز ملگو	روبو جو دام و بدہ باطل مجو
جا مسلمان کا مال دے نیزمی بات نہ کر	جا قرض لے اور دینے غلط نہ چاہ

یعنی جا مال مسلمانوں کا دے کج مت کر جا قرض کر لے اور دے باطل مت ڈھونڈ۔

گفت اے شہ تو ہم ایں می گوئیم	کہ ہی گویند اصحاب ستم
اس نے کہا اے شاہ! آپ بھی مجھے وہی کہہ رہے ہیں	جو ظالم لوگ کہہ رہے ہیں

یعنی اس (دعا کنندہ) نے کہا کہ اے شاہ! آپ بھی مجھے یہی کہتے ہیں جو کہ اور اصحاب ستم کہتے ہیں۔

اس شخص کا داؤد علیہ السلام کی داوری سے تضرع کرنا

پس زدل آہے برآورد و بگفت	کاے خدائے ہر کجا طاقے و جفت
--------------------------	-----------------------------

تو اس نے دل سے آہ نکالی اور کہا	اے ہر اس جگہ کے خدا جہاں کوئی طاق اور جفت ہے
---------------------------------	--

یعنی اس (مدعا علیہ) نے دل سے ایک آہ نکالی اور کہا کہ اے خدا ہر اس جگہ کے کہ جہاں کوئی طاق و جفت ہے یعنی وہ بولا کہ اے اللہ العالمین۔

سجدہ کرد و گفت اے دانائے سوز	دردل داؤد انداز آں فروز
------------------------------	-------------------------

اس نے سجدہ کیا اور کہا اے سوز کے جاننے والے	وہ روشنی داؤد کے دل میں ڈال دے
---	--------------------------------

یعنی سجدہ کیا اور کہا کہ اے دانائے سوز داؤد کے دل میں بھی اس فروز کو ڈال دیجئے۔

دردش نہ انچہ تو اندر دم	اندر افگندی برازے مفضل
-------------------------	------------------------

اس کے دل میں ڈال دے جو کہ تو نے میرے دل	میں راز ڈالا ہے اے میرے حسن!
---	------------------------------

یعنی ان کے دل میں بھی رکھ دیجئے جو کہ آپ نے میرے دل میں ڈالا ہے اے بزرگ میرے۔

ایں بگفت و گریہ در شد ہائے ہائے	تا دل داؤد پیروں شدز جائے
---------------------------------	---------------------------

یہ کہا اور ہائے ہائے کر کے رونا شروع کر دیا	یہاں تک کہ (حضرت) داؤد کا دل دھڑکنے لگا
---	---

یعنی اس نے یہ کہا اور گریہ میں ہائے ہائے کرنے لگا۔ یہاں تک کہ داؤد کا دل اپنی جگہ سے باہر ہو گیا۔

شرح صلیبی

ترجمہ و تشریح:۔ یہ جواب سن کر داؤد علیہ السلام نے فرمایا کہ ان باتوں کو دل سے بالکل دھو دو۔ یہ جواب دعوے میں کام آنے والا نہیں ہیں اور کوئی ایسی وجہ بیان کرو جو شرعاً قابل قبول ہو کیا تم جائز رکھتے ہو کہ میں بدوں حجت شرعی کے مدعی کے دعوے کو خارج کر کے شریعت میں ایک بدعت قائم کروں۔ اگر تم کو کسی نے وہ گائے صدقہ یا سبہ دی تھی تو بتاؤ کس نے دی تھی اور اگر یہ نہیں تو بتلاؤ کہ آیا تم نے اسے خریدا ہے یا ورثہ تم اس کے مالک ہوئے ہو۔ یا تم نے کھیتی کی تھی جو تم اس پیداوار کے دعویدار ہو۔ کھیتی کرنے سے متعارف کھیتی کرنا ہماری مراد نہیں ہے بلکہ ہماری مراد مطلق کسب ہے۔ کیونکہ کسب بھی مثل کھیتی کرنے کے ہے اور مقصود یہ ہے کہ کیا تم نے کسب کر کے اس کو حاصل کیا ہے اور اس پوچھنے کی وجہ یہ ہے کہ جب آدمی بوتا نہیں یعنی کسب نہیں کرتا اس وقت تک پیداوار اور منافع اس کی ملک بھی نہیں ہو سکتی اور جو کچھ آدمی بوتا اور کاشتا ہے یعنی کسب سے حاصل کرتا ہے وہ اس کی ملک ہوتا ہے۔ اگر ان باتوں میں سے کوئی بات ہو تو بتاؤ ورنہ ظلم تم پر ثابت ہے جبکہ تم کوئی وجہ معقول نہیں بیان کرتے تو جاؤ اس مسلمان کا مال دو اور اینڈی بینڈی باتیں نہ کرو۔ اگر تمہارے پاس مال موجود نہیں تو جاؤ کسی سے قرض لے کر دو اور خواہ مخواہ کسی کا مال مارنے کی فکر نہ کرو۔ اس نے یہ فیصلہ سن کر عرض کیا کہ حضور آپ بھی وہی فرماتے ہیں جو یہ ظالم لوگ کہتے ہیں۔ یہ کہہ کر اس

نے ایک آہ کی اور کہا اے جہاں کہیں کوئی طاق یا جفت ہے سب کے خدا تو میری فریاد سن۔ یہ کہہ کر سجدہ میں گر پڑا اور کہا کہ اے میرے سوزش قلبی کے جاننے والے تو داؤد علیہ السلام کے دل میں بھی اس معاملہ کے متعلق روشنی پیدا کر دے اور اے کثیر الانعام ان کے دل میں بھی وہ بات ڈال دے جو راز کے طور پر تو نے میرے دل میں ڈالی ہے۔ یہ کہا اور کہہ کر دھاڑیں مار مار کر رونا شروع کیا اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ داؤد علیہ السلام کا دل ٹھکانے نہ رہ سکا۔

شرح شبیری

گفت ہیں امروز اے خواہان گاؤ	مہلتم وہ این دعاوی را مکاؤ
فرمایا خبردار اے گائے کے مدی آج	مجھے مہلت دے ان دعویوں کو نہ کرید

یعنی حضرت داؤد علیہ السلام نے کہ اے مدی گائے مجھے مہلت دے ان دعویوں کو مت کنج و کاؤ کر۔ مطلب یہ کہ آج مجھے مہلت دیدے۔ یعنی ایک دن کو مقدمہ ملتوی کر دیا۔

تاروم من سوئے خلوت در نماز	پرسم این احوال از دانائے راز
تا کہ میں نماز میں تنہائی میں چلا جاؤں	رازوں کے جاننے والے سے یہ احوال دریافت کر لوں

یعنی تاکہ میں خلوت کی طرف نماز میں جاؤں اور ان احوال کو دانائے راز سے پوچھوں۔ یعنی مجھے مہلت دو تاکہ میں خلوت میں جا کر حق تعالیٰ سے اس کی حقیقت دریافت کر لوں اور فرمایا۔

خوئے دارم در نماز آل التفات	معنی قراة عینی فی الصلوٰة
میں نماز میں اس توجہ کی عادت رکھتا ہوں	جو معنی ہیں قراة عینی فی الصلوٰة کے

یعنی میں نماز میں اس التفات کی عادت رکھتا ہوں (جو کہ) قراة عینی فی الصلوٰة کے معنی ہیں۔

روزن جانم کشا دست از صفا	مے رسد بیواسطہ نامہ خدا
صفائی کی وجہ سے میری جان کا سوراخ کھلا ہوا ہے	بغیر واسطے کے خدا کا پیغام پہنچتا ہے

یعنی میری جان نے صفائی کی وجہ سے ایک روزن کھول لیا ہے (کہ اس میں سے) نامہ حق بے واسطہ (ظاہری) کے پہنچتا ہے۔ مطلب یہ کہ نامہ و پیام حق کے لئے مجھے وسائل ظاہری کی ضرورت نہیں ہے۔ بلکہ میری جان میں ایک روزن ہے کہ اس کے ذریعہ سے نامہ و پیام مجھ تک پہنچتے ہیں۔

نامہ و باران نور از روزنم	مے فتد در خانہ ام از معدنم
پیغام اور بارش نور نور میرے سوراخ سے	میری معدن سے میرے گھر میں پہنچتا ہے

یعنی نامہ اور باران نور میرے روزن سے میرے گھر میں میرے معدن سے پڑتی ہے۔ یعنی حق تعالیٰ کی طرف سے وہ نامہ اور باران نور میرے اس روزن سے میرے قلب میں آتی ہے آگے مولا نافر ماتے ہیں کہ۔

دورخ است آں خانہ کاں بے روزنت	اصل دیں اے بندہ روزن کردنت
وہ گھر دورخ ہے جو بے سوراخ ہے	اے بندے! دین کی اصل سوراخ کر لینا ہے

یعنی وہ گھر تو دورخ ہے جو کہ بے روزن ہے اور اے بندہ اصل دین تو یہ روزن کرنا ہی ہے۔

تیشہ در ہر پیشہ کم زن بپا	تیشہ زن در کندن روزن ہلا
ہر جھاڑی پر کھاڑی نہ مار	ہاں سوراخ کرنے کے لئے کدال مار

یعنی تیشہ ہر پیشہ میں کم مار اور ٹھہر جا اور روزن کھودنے میں تیشہ مار یعنی اس روزن جان کے کھولنے میں کوشاں رہو اور دنیاوی محبتوں کو بالائے طاق رکھو آگے فرماتے ہیں کہ۔

یا نمیدانی کہ نور آفتاب	عکس خورشید بردنت از حجاب
یا تو نہیں جانتا کہ سورج کا نور	اس سورج کا عکس ہے جو پردے سے باہر ہے

یعنی یا کہ تم یہ نہیں جانتے کہ نور آفتاب عکس ہے خورشید کا جو کہ حجاب سے باہر ہے۔ مطلب یہ کہ تم جو اس طرف متوجہ نہیں ہوتے تو کیا تم کو اس کی خبر نہیں ہے کہ یہ نور آفتاب ظاہری جو کہ اس قدر چمکدار ہے اس نور حقیقی کا عکس ہے تو اگر تم جانتے ہو کہ یہ اس کا عکس ہے تو ضرور اس کو تلاش کرتے۔ معلوم ہوا کہ تم کو اس کی خبر ہی نہیں ہے۔

نور این دانے کہ حیواں دیدہم	پس چه کر منا بود بر آدم
تو اس کو نور سمجھتا ہے جس کو حیوان بھی دیکھتا ہے	تو میرے آدمی ہونے پر کرنا کیسے (صادق) ہو گا؟

تم تو نور اس کو جانتے ہو کہ جس کو حیوان نے بھی دیکھ لیا تو پھر ہمارے آدم پر کرنا کیا ہو گا یعنی اگر نور بھی نور ہے جو کہ حیوانات کو بھی نظر آتا ہے تو پھر ولقد کر منا بنی آدم کے کیا معنی ہوں گے لہذا تم کو چاہئے کہ نور کے علاوہ وہ اس کی اصل اور اس کی روح کو بھی تو دیکھو۔ آئے پھر حضرت داؤد علیہ السلام کا قول ہے کہ۔

من چو خورشیدم درون نور غرق	من ندانم کرد خویش از نور فرق
میں سورج جیسا ہوں نور میں ڈوبا ہوا ہوں	میں اپنے آپ میں اور نور میں فرق کرنا نہیں جانتا ہوں

یعنی میں مثل خورشید کے نور میں غرق ہوں اور میں اپنے کو نور سے فرق نہیں کر سکتا۔ مطلب یہ کہ فرمایا کہ میں از سر تا پا نور میں غرق ہوں اور میں اپنے کو اور اس نور کو الگ الگ ممتاز نہیں کر سکتا اس قدر میں اور وہ نور حقیقی ایک ہوئے ہیں۔ اب یہاں کوئی کہتا ہے کہ جناب پھر آپ جب اس قدر غرق نور ہیں تو آپ کو خلوت ہی کی کیا ضرورت ہے۔ یہیں جلوت ہی میں حق تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو جائیے تو اس کا جواب بطور دفع دخل مقدر کے فرماتے ہیں کہ۔

رستم سوئے نماز و آں خلا	بہر تعلیم ست رہ مر خلق را
میرا اس خلوت اور نماز کی جانب جانا	مخلوق کو راستہ کی تعلیم دینے کے لئے ہے

یعنی میرا نماز اور خلوت کی طرف جانا مخلوق کو راہ تعلیم کرنے کے لئے ہے۔ مطلب یہ ہے کہ آپ نے فرمایا کہ مجھے بے شک

خلوت کی ضرورت نہیں ہے اور ان غیر ضروری امور کی حاجت نہیں رہی ہے۔ لیکن اس وقت صرف اس لئے تاکہ اور لوگ سیکھیں میں خلوت اختیار کرتا ہوں۔ یہاں سے بعض جاہل یہ خیال کرتے ہیں کہ جب سالک منتہی ہو جاتا ہے تو اس کو نماز روزہ کی ضرورت نہیں رہتی بلکہ اس کو سب معاف ہو جاتا ہے اور اگر وہ نماز روزہ کرتا ہے تو صرف اس لئے تاکہ نظام عالم خراب نہ ہو جاوے اس خیال کا ویسے تو غلط ہونا صریح ہے اور ظاہر ہے ہاں بعض کو جو ایسے اشعار سے شبہ پڑ جاتا ہے کہ دیکھو حضرت داؤد فرماتے ہیں کہ مجھے نماز کی ضرورت نہیں بلکہ تعلیم خلق کے لئے کرتا ہوں تو اس کو سمجھ لو کہ یہاں نماز و عبادت و خلوت سے مراد غیر ضروری امور ہیں مطلب یہ ہے کہ نماز روزہ فرض تو ضروری ہے ہی مگر جو امور غیر ضروری ہیں ان کی بے شک منتہی کو ضرورت نہیں رہتی مثلاً خلوت کی یا اوراد کی یا نوافل کی تو یہاں بس یہی مراد ہے جیسا کہ سوق کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میں خلوت اختیار کروں اور نماز وغیرہ پڑھوں تو کیا ویسے حضرت داؤد علیہ السلام نماز وغیرہ نہ پڑھتے تھے ضرور پڑھتے تھے تو بس معلوم ہوا کہ اس نماز وغیرہ سے نوافل اور غیر ضروری عبادت ہی مراد ہیں تو سمجھ لو کہ خواہ کوئی کتنا ہی بزرگ اور ولی ہو جاوے مگر نماز ہرگز معاف نہیں ہوتی۔ تمام اعمال ضروریہ اس کے ذمہ فرض و واجب رہتے ہیں۔ ہاں جو غیر ضروری مثل خلوت وغیرہ کے ہوتے ہیں ان کی اس منتہی کو ضرورت نہیں رہتی۔ آگے فرماتے ہیں کہ۔

کڑنہم تارا ست گردو ایں جہاں	حرب خدعہ ایں بوداے پہلواں
میں نیرھا (قدم) رکھتا ہوں تاکہ مخلوق سیدھی ہو جائے	اے بہادرا "جنگ دھوکہ ہے" یہی ہے

یعنی میں (قدم کو) کج رکھتا ہوں تاکہ یہ جہاں راست ہو جاوے اور حرب خدعہ ہوتا ہے اے پہلوان۔ مطلب یہ کہ میں اپنی حالت کو ایسا ظاہر کرتا ہوں کہ جیسے مبتدی کی حالت ہوتی ہے اور اعمال غیر ضروری کو بھی کرتا ہوں کہ جس سے وہ ضروری معلوم ہوتے ہیں تو جس طرح کہ یہ غیر واقع کو واقع دکھاتا ہے اسی طرح حرب میں بھی غیر واقعی کو واقعی دکھنا ہوتا ہے لیکن یہ بھی فرمایا کہ میری اس کجی سے کہ غیر ضروری امور کو بھی کر کے غیر واقعی امر کو واقعی دکھاتا ہوں اور لوگ درست ہو جاویں گے اور سمجھیں گے کہ جب نبی کی یہ حالت ہے کہ وہ ان امور غیر ضروریہ کو بھی ترک نہیں کرتے تو ہم کو کس طرح کسی کام کا ترک جائز ہوگا۔ آگے فرماتے ہیں کہ۔

نیست دستورے و گرنہ ریختے	گرد از دریائے راز اچینختے
اجازت نہیں ہے ورنہ وہ بہا دیجے	راز کے دریا نے گرداڑا دیجے

یعنی اجازت نہیں ہے ورنہ (حضرت داؤد مضاہین اور بھی) ریختے کرتے اور دریائے راز سے گرداڑا دیتے۔ یعنی اس قدر اسرار بیان کرتے کہ دریائے راز خشک ہو جاتا اور اس میں سے گرداڑے لگتی۔

چمچیں میگفت داؤد ایں نسق	خواست گشتن عقل خلقان محتر
اس طور پر (حضرت) داؤد ایسا ہی کہتے رہے	مخلوق کی عقل نے جل جانا چاہا

یعنی داؤد اس طریق سے بیان کر رہے تھے کہ لوگوں کی عقل جلنے لگی یعنی اس کی سوزش سے لوگوں کے قلوب میں ایک حرارت اور گرمی محسوس ہونے لگی اور قریب تھا کہ یہ لوگ بیخود ہو جاویں۔

پس گریبالش کشید از پس یکے	کہ ندارم در یکے اش من شکے
تو ایک نے پیچھے سے ان کا گریبان کھینچا	کہ میں اس کی واحدیت میں کوئی شک نہیں رکھتا ہوں

یعنی پھر ان کا گریبان ایک نے پیچھے سے کھینچ لیا کہ جس کے ایک ہونے میں میں شک نہیں رکھتا مطلب یہ کہ حق تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کو روک دیا اور ان کو اس بیان اسرار سے منع فرما دیا تو یہ ہوا کہ۔

با خود آمد گفت را کوتاہ کرد	لب بہ بست و عزم خلوت گاہ کرد
(حضرت) سنبھلے ، بات کو مختصر کیا	خاموش ہو گئے اور خلوت خانہ کا قصد کیا

یعنی حضرت داؤد خودی میں آگئے اور گفتگو کو کوتاہ کر دیا۔ اور لب بند کر کے خلوت گاہ کا قصد کیا۔ اب خلوت میں کشف حال کے لئے تشریف لے گئے۔

داؤد علیہ السلام کا خلوت میں جانا تا کہ جو کچھ حق ہے ظاہر ہو جاوے

در فرو بست و برفت انگہ شتاب	سوئے محراب و دعائے مستجاب
دروازہ بند کیا اور فوراً روانہ ہوئے	محراب اور مقبول دعا کی جانب

یعنی دروازہ بند کر لیا اور اس وقت جلدی سے محراب اور دعائے مستجاب کی طرف چلے گئے۔

حق نمودش انچہ نمودش تمام	گشت واقف بر سزائے انتقام
حق نے ان کو (جو کچھ) دکھایا اس میں سب کچھ دکھا دیا	وہ بدلے کی سزا سے واقف ہو گئے

یعنی حق تعالیٰ نے آپ کو پوری طرح دکھا دیا جو کچھ کہ دکھایا تو وہ مستحق انتقام پر واقف ہو گئے۔

دید احوالے کہ کس واقف نہ بود	راز پنهانی کہ حیرانے فرود
انہوں نے وہ احوال دیکھے جن سے کوئی واقف نہ تھا	وہ چھپے ہوئے راز جنہوں نے حیرانی بڑھا دی

یعنی انہوں نے ان احوال کو دیکھ لیا جن سے کوئی واقف نہ تھا اور اس راز پنهانی کو جس نے کہ حیرانی زیادہ کر دی۔

روز دیگر جملہ خصماں آمدند	پیش داؤد پیمبر صف زدند
دوسرے دن سب فریق آئے	(حضرت) داؤد پیمبر کے رو برو صف بستہ ہو گئے

یعنی دوسرے دن سب خصم آئے اور داؤد علیہ السلام کے سامنے سب نے صف لگائی۔

چنیں ایں ماجرا ہا باز رفت	زود زد آں مدعی تشنیع زفت
اسی طرح وہ قصہ پھر چلا	اس مدعی نے جلد سخت برا بھلا کہنا شروع کر دیا

یعنی اسی طرح یہ ماجرے پھر چلے اور اس مدعی نے جلدی سے ایک طعن عظیم مارا (اور کہا کہ)

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح:۔ جب اس گریہ وزاری کا حضرت داؤد علیہ السلام پر نہایت اثر ہوا تو آپ نے فرمایا کہ اے مدعی گاؤ آج کی مجھے مہلت دے اور ثبوت دعوے میں کاوش مت کرتا کہ میں خلوت میں جا کر نماز میں مشغول ہوں اور واقف راز سے اس کو دریافت کروں مجھے عادت ہے کہ نماز میں مجھے خاص توجہ بحق سبحانہ ہوتی ہے۔ جو کہ معنی ہیں قرۃ عینی فی الصلوٰۃ کے یعنی نماز میں مجھے خاص راحت حاصل ہوتی ہے اور اس کا منشا وہی توجہ خاص ہے میری روح میں بوجہ کمال صفا کے ایک کھڑکی کھلی ہوئی ہے جس سے براہ راست مجھ تک پیغامات خداوندی پہنچتے ہیں میری اس کھڑکی سے میرے خانہ قلب میں معدن نور و پیغامات (حق سبحانہ) سے پیغامات اور نور کی بارش پہنچتی ہے یہ ارشاد تھا حضرت داؤد علیہ السلام کا قبل اس کے کہ ہم اس کو تمام کریں جملہ معترضہ کے طور پر ایک ضروری بات بتلاتے ہیں وہ یہ کہ یاد رکھو کہ یہ کھڑکی نہایت قابل قدر ہے اور جس دل میں یہ کھڑکی نہ ہو وہ گویا کہ ایک دوزخ ہے اور دین کا بہت بڑا مقصد یہی روزن پیدا کرنا ہے پس تم ٹھہرو اور جنگل میں جا کر تیشہ نہ چلاؤ بلکہ اول تیشہ مجاہدہ سے یہ کھڑکی پھوڑو۔ اب تک جو تم نے ایسا نہیں کیا اس کی وجہ یا تو غفلت ہے یا یہ کہ تم اس نور کو جانتے ہی نہیں اور سمجھتے ہی نہیں کہ فحوائے ہوا و ظاہر۔ ایک بے حجاب آفتاب اور بھی ہے اس آفتاب متعارف کا نور اسی کے نور کا عکس ہے۔ بلکہ تم نور اسی نور کو سمجھتے ہو جس کو حیوانات بھی دیکھتے ہیں اگر واقع میں یہی نور نور ہو تو ولقد کرمنا بنی آدم کیونکر درست ہوگا کیونکہ انسان کو دیگر حیوانات سے اگر کوئی خاص امتیاز ہے تو وہ اسی نور کے سبب ہے اور جب وہ نور ہی منشی ہوگا تو "ولقد کرمنا بنی آدم" بھی درست نہ ہوگا اگر یہ کہا جاوے کہ عقل دنیاوی اس کا منشاء ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ عقل دنیاوی میں تو سب جانور شریک ہیں۔ صرف کی بیشی کا فرق ہے جو حیوانات میں آپس میں بھی ہے جبکہ یہ مضمون اسطر ادی ختم ہوا تو اب ہم پھر حضرت داؤد علیہ السلام کی گفتگو بیان کرتے ہیں۔ اس کے بعد حضرت داؤد علیہ السلام نے فرمایا کہ میں اس نور میں آفتاب کی طرح غرق ہوں۔ اور وہ میرے رگ و پے میں یوں سرایت کر گیا ہے کہ مجھ میں اور نور میں امتیاز نہیں رہا اور میں نور مجسم ہو گیا ہوں۔ اس پر کوئی یہ شبہ نہ کرے کہ جب آپ نور میں اس قدر درجہ غرق ہیں تو خلوت اور صلوٰۃ نافلہ کی آپ کو کیا ضرورت ہے۔ (نافلہ کی قید ہم اس لئے لگائی کہ فرائض کے متعلق وہ یہ جواب دے سکتے ہیں کہ میں امتثال امر کے لئے ایسا کر رہا ہوں) کیونکہ خلوت میں جانا اور نوافل میں مصروف ہونا مخلوق کو راہ حق تعلیم فرمانے کے لئے ہے۔ میں ٹیڑھا اس لئے چلتا ہوں یعنی غیر ضروری کام اس لئے کرتا ہوں کہ مخلوق خدا ٹھیک ہو اب مولانا فرماتے ہیں کہ یہ روش مماثل ہے الحرب خدعہ کے کیونکہ جس طرح حرب میں مقصود کچھ اور ہوتا ہے اور ظاہر کچھ اور کیا جاتا ہے۔ یہاں بھی یہی بات ہے خیر یہ تو جملہ معترضہ تھا اس کے بعد حضرت داؤد علیہ السلام نے فرمایا کہ مجھے زیادہ بیان کرنے کی اجازت نہیں وگرنہ بہت کچھ موتی بکھیرتا اور بہت سے اسرار کو بیان کر کے دریائے اسرار کو گویا خشک کر دیتا۔ غرض داؤد علیہ السلام اسی قسم کی گفتگو کر رہے تھے اور قریب تھا کہ مخلوق عقول جل کر فنا ہو جائیں اتنے میں اس ایک ذات نے جس کی

وحدانیت میں مجھے کوئی شک نہیں پیچھے سے انکا گریبان کھینچ لیا یعنی حق سبحانہ نے روک دیا۔ کہ بس کرو اور اس پر داؤد علیہ السلام ہوش میں آئے اور کلام کو مختصر کیا اور خاموش ہو کر خلوت گاہ میں تشریف لے گئے وہاں جا کر دروازہ بند کر لیا اور فوراً محراب میں تشریف لے گئے۔ اور قبول ہونے والی دعا میں مصروف ہو گئے اس پر حق سبحانہ کو جو کچھ معلوم کرانا تھا تفصیلاً معلوم کر دیا اور ان کو معلوم ہو گیا کہ کون قابل سزا ہے اس وقت انہوں نے وہ حالات دیکھے جن سے کوئی واقف نہ تھا اور وہ راز ان کو معلوم ہوئے جن سے وہ دنگ رہ گئے۔

شرح شبیری

زود گاوم را بدہ اے نابکار	از خدائے خویشتن شرے بدار
اے نابکارا میری گائے جلد دے	اپنے خدا سے کچھ شرما

یعنی اے نابکار میری گائے جلدی سے دے اور اپنے خدا سے شرم کر (اور بولا کہ)

کایں چنین ظلم صریح ناسزا	میرود در عہد پیغمبر ہلا
کہ ایسا نامناسب صاف ظلم	خبردار! پیغمبر کے دور میں ہو رہا ہے

یعنی کہ ایسا ظلم صریح ناسزا اور پیغمبر کے زمانہ میں چلتا ہے۔

گاؤ کشتہ خوردہ بے ترسی و بیم	در جواب افزودہ تزویر آل لئیم
گائے ذبح کر کے ڈر اور خوف کے بغیر کھا کر	اس نالائق نے جواب میں مکاری زیادہ (شروع کر دی)

یعنی گائے کو مار کر بے خوف و بیم کے کھا گیا اور آل لئیم جواب میں تزویر کو زیادہ کرتا ہے (اور کہتا ہے کہ)

کہ چہ چندیں سال بودم در دعا	من طلب کردم ز حق داد او مرا
کہ میں کتنے سال سے دعا میں لگا رہا ہوں	میں نے اللہ (تعالیٰ) سے مانگا اس نے مجھے دیا

یعنی کہ میں اتنے سال سے دعا میں ہوں اور میں حق تعالیٰ سے طلب کیا کرتا تھا تو مجھے دیدی۔

اے رسول حق چنین باشد روا	ملک من بدگاؤ چوں دادش خدا
اے اللہ کے رسول! کیا یہ جائز ہو سکتا ہے؟	گائے میری ملکیت تھی خدا نے اس کو کیسے دیدی؟

یعنی اے رسول حق کیا اس طرح جائز ہے کہ میری ملک تھی گائے اور اس کو خدا نے دیدی۔

داؤد علیہ السلام کا مدعی گاؤ پر حکم کرنا کہ گائے کے خیال سے
درگزرے اور اس مدعے کا داؤد علیہ السلام پر اعتراض کرنا

گفت داؤدش خمش کن روبہل	اسی مسلمان راز گاوٹ کن بکل
(حضرت) داؤد نے اس سے فرمایا چپ ہا چھوڑ	اس مسلمان کو اپنی گائے معاف کر دے

یعنی داؤد علیہ السلام نے اس سے کہا کہ خاموش رہ اور جا اس مسلمان کو چھوڑ دے اور اپنی گائے اس کو معاف کر دے (اس کے بعد داؤد نے اشارہ اس کی بے ایمانی پر اس طرح تنبیہ فرمائی کہ)

چوں خدا پوشید بر تو اے جواں	روشمش کن حق ستاری بداں
اے جوان! جب اللہ (تعالیٰ) نے تیری پردہ پوشی کی ہے	جب چپ ہو جا پردہ پوشی کے حق کو سمجھ

یعنی اے جوان! جب خدا نے تجھ پر پوشیدہ رکھا تو جا خاموش رہ اور حق ستاری کو جان۔ مطلب یہ کہ جب خدا نے تیری حرکتوں کو پوشیدہ رکھا ہے تو اب اس کا حق یہ ہے کہ تو ایسی بد معاشیاں مت کر اور خود ہی اپنے کو رسوا مت کر۔ مگر وہ کب ماننے والا تھا بولا کہ)

گفت واویلا چہ حکم ست این چہ داد	از پئے من شرع نو خواہی نہباد
اس نے کہا ہائے کہ یہ کیا فیصلہ ہے یہ کیا انصاف ہے؟	میرے لئے آپ نئی شریعت بنائیں گے

یعنی بولا کہ واویلا یہ کیا حکم ہے اور کیا انصاف ہے آپ میرے واسطے کوئی نئی شرط رکھیں گے۔

رفتہ است آوازہ عدلت چناں	کہ معطر شد زمین و آسماں
آپ کے انصاف کا تو ایسا شہرہ ہے	کہ (اس سے) زمین اور آسمان معطر ہے

یعنی آپ کے عدل کا دروازہ تو ایسا چلا ہوا ہے کہ زمین و آسمان معطر ہو رہے ہیں۔

برسگان کور این استم زرفت	زیں تعدی سنگ و کہ بشگافت تفت
اندھے کتوں پر (بھی) یہ علم نہیں ہوا ہے	اس ظلم سے پتھر اور پہاڑ جلد پھٹ گئے

یعنی اندھے کتوں پر بھی یہ ستم نہیں چلا۔ اور اس تعدی سے سنگ و کوہ بھی جلدی سے پھٹ گئے۔

ہمچنین تشنیع می زد بر ملا	کا الصلا ہنگام ظلم ست الصلا
وہ اس طرح علی الامان ملامت کرتا رہا	آؤ آؤ ظلم کا وقت ہے

یعنی اسی طرح وہ بر ملا ظن کر رہا تھا کہ جمع ہو جاؤ۔ وقت ظلم ہے جمع ہو جاؤ (اور کہتا تھا کہ)

آپچنین ظلم و جفا بر من مکن	یا نبی اللہ لگو زینیاں سخن
ایسا ظلم و ستم مجھ پر نہ کیجئے	اے اللہ کے نبی! ایسی باتیں نہ کیجئے

یعنی مجھ پر ایسا ظلم و جفانہ کیجئے اور اے نبی اللہ ایسی بات مت کہئے (دیکھئے اس نالائق کی آنکھوں پر اس طرح پردہ پڑ گیا تھا کہ جانتا تھا کہ ظالم میں ہی ہوں اور فیصل کن نبی ہیں ان کو سب خبر ہو سکتی ہے مگر وہی مرغی کی ایک ٹانگ بکے جا رہا تھا۔ آخر حضرت داؤد نے اس سے زیادہ سخت حکم دیا جس کو آگے فرماتے ہیں کہ)

داؤد کا اس صاحب گاو کو حکم کرنا کہ تمام مال اس مدعا علیہ کو دے

بعد ازاں داؤد گفتش کا عنود	جملہ مال خویش اور انبخش زود
اس کے بعد (حضرت) داؤد نے اس سے کہا اے سرکش!	اپنا سب مال اس کو جلد بخش دے

یعنی بعد اس کے داؤد نے اس سے کہا کہ اے معاند سارا اپنا مال اس کو جلدی دے۔

ورنہ کارت سخت گردد گفتمت	تاناہ گردد ظاہر ازوے استمت
ورنہ تیرا معاملہ مشکل ہو جائے گا میں نے تجھ سے کہہ دیا	تاکہ تیرا ظلم اس سے ظاہر نہ ہو

یعنی ورنہ تیرا کام سخت ہو جاوے گا میں تجھ سے کہتا ہوں تاکہ اس سے تیرا ستم ظاہر نہ ہو جاوے۔ (دیکھئے داؤد نے اب بھی چاہا کہ ظاہر نہ ہو اب بھی اشارۃً ہی سے سمجھایا مگر وہ کب ماننے والا تھا یہ سن کر اس کی یہ حالت ہوئی کہ)

خاک بر سر کرد و جامہ بر درید	کہ بہر دم میکنی ظلمے مزید
اس نے سر پر خاک ڈالی اور کپڑے پھاڑ لئے	کہ آپ تو ہر دم ایک مزید ظلم کر رہے ہیں

یعنی خاک سر پر ڈالی اور کپڑے پھاڑ ڈالے (اور کہا) کہ آپ تو ہر دم ایک ظلم مزید کرتے ہیں۔

یکدمے دیگر بدیں تشنیع راند	باز داؤدش بہ پیش خویش خواند
اس نے پھر یہ ملامت شروع کر دی	پھر (حضرت) داؤد نے اس کو اپنے سامنے بلایا

یعنی تھوڑی دیر اور اسی تشنیع کو چلا تو داؤدش نے پھر اس کو اپنے سامنے بلایا۔

گفت چون بخت نبود اے بخت کور	ظلمت آمد اندک اندک در ظہور
فرمایا اے بے مبرے چونکہ (پردہ پوشی) تیرا نصیب نہ تھی	تیرا ظلم رفتہ رفتہ ظہور میں آیا

یعنی فرمایا کہ اے کور بخت جب تیرا نصیب (درست) نہ تھا تو تیرا ظلم تھوڑا تھوڑا ظاہر ہونے لگا ہے۔

دیدہ انگاہ صدر رو پیش گاہ	اے دروغ از چوں تو خر خاشاک راہ
تو نے اس وقت صدر اور پیش گاہ کو	راستہ کا کوڑا سمجھا ہائے افسوس تجھ جیسے گدھے پر

یعنی تو نے وقت صدر و پیش گاہ دیکھا ہے تو تجھ جیسے خراور خاشاک راہ نہایت عجیب ہے۔ یعنی جب تو نے اس حالت صدر کو دیکھا ہے تو ایک ذرا سی گائے کے پیچھے کیوں جان دیئے دیتا ہے سخت تعجب ہے مگر وہ کب ماننے والا تھا وہ تو اپنی بکواس لگاتا ہی رہا۔

زیں سخن داؤڈ زوشد شمناک	گفت تا خود را نگردانے ہلاک
-------------------------	----------------------------

ان باتوں سے (حضرت) داؤڈ اس پر غبٹاک ہو گئے	فرمایا خبردار اپنے آپ کو جاہ نہ کر
--	------------------------------------

یعنی ان باتوں سے داؤڈ اس سے شمناک ہو گئے اور فرمایا کہ تو اپنے کو ہلاک مت کرنا۔

روکہ فرزند ان تو باجفت تو	بندگان اوشدند اے تند خو
---------------------------	-------------------------

جا کہ تیری اولاد مع تیری بیوی کے	اے بد مزاج! اس کے غلام ہو گئے
----------------------------------	-------------------------------

یعنی جا کہ تیرے لڑکے اور تیری بیوی سب اس کے غلام ہیں زیادہ مت بک (یہ سن کر تو اس کی یہ حالت ہوئی کہ)

سنگ بر سینہ ہی زد باد و دست	میدود از جہل خود بالا و پست
-----------------------------	-----------------------------

وہ دونوں ہاتھوں سے سینہ پر پتھر مارتا تھا	اپنی نادانی سے اور نیچے ہماگ رہا تھا
---	--------------------------------------

یعنی دونوں ہاتھوں سے سینہ پر پتھر مارتا تھا اور اپنے جہل کی وجہ سے اوپر نیچے دوڑتا پھرتا تھا۔ مطلب یہ کہ اس کو سن کر اور بھی باولا ہو گیا اور اوہیلا شروع کر دی۔

خلق ہم اندر ملامت آمدند	کز ضمیر کا راو غافل بدند
-------------------------	--------------------------

لوگوں نے بھی ملامت شروع کر دی	کیونکہ وہ اس کے پوشیدہ کام سے نادانف تھے
-------------------------------	--

یعنی لوگ بھی ملامت کرنے لگے اس لئے کہ باطن کار سے وہ غافل تھے۔ آگے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح:- اگلا دن ہوا اور تمام لوگ عدالت میں حاضر ہوئے اور داؤڈ علیہ السلام کے سامنے صف بستہ کھڑے ہو گئے اور جو واقعہ کل ہوا تھا آج بھی وہی ہوا۔ اور مدعی نے فوراً زور و شور سے ملامت کرنی شروع کی اور کہا کہ اونا لائق خدا سے شرم کر اور میری گائے دیدے۔ ارے پیغمبر خدا کے زمانہ میں ایسا نازیبا اور کھلا ظلم ہو غضب کی بات ہے پاجی تو بے دھڑک میری گائے مار کر کھا گیا۔ اور جواب میں باتیں بناتا ہے اور کہتا ہے کہ اتنے برسوں تک میں نے دعا کی ہے اور خدا سے روزی حلال طلب کی ہے اس نے مجھے وہ گائے دیدی۔ اے پیغمبر خدا بھلا ایسا بھی کہیں ہوتا ہے۔ گائے تو میری تھی خدا نے اسے کیسے دیدی۔ اس پر داؤڈ علیہ السلام نے فرمایا کہ بس چپکے رہو جاؤ جھگڑے کو رفع دفع کر دو۔ اور گائے اس مسلمان کو معاف کر دو۔ جب خدا نے تمہاری پردہ پوشی کی ہے تو تم کو ایسا نہ چاہیے بس چپ رہو۔ جاؤ حق خدا کو ملحوظ رکھو۔ اس نے کہا ارے غضب ہو گیا بھلا یہ کیا حکم اور کونسا انصاف ہے آپ میرے لئے نئی شریعت قائم کرنا چاہتے ہیں۔ آپ کا انصاف تو اس درجہ مشہور ہے کہ اس کی خوشبو سے زمین و آسمان معطر ہیں پھر مجھ پر یہ ظلم کیوں ہے۔ ایسا ظلم تو اندھے کتوں پر بھی نہیں ہوا۔ اور اس تعدی سے تو پتھر اور پہاڑ پھٹے جاتے ہیں وہ کھلم

کھلا اسی طرح ملامت کر رہا تھا۔ کبھی لوگوں سے کہتا تھا کہ دیکھو لوگوگ یہ ظلم ہو رہا ہے اور کبھی داؤد علیہ السلام سے کہتا کہ دیکھئے ایسا ظلم مجھ پر نہ کیجئے اور اے نبی اللہ ایسی بات نہ فرمائیے۔ اس کے بعد حضرت داؤد علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر تو اس فیصلہ پر رضامند نہیں تو دوسرا فیصلہ یہ ہے کہ اپنا سارا مال اسے دیدے اور اگر تو اس کو بھی نہ مانے گا تو اور زحمت میں پڑے گا۔ میں نے تجھے پیشتر سے اس لئے متنبہ کر دیا ہے تاکہ تیری ضد سے تیرا ستم ظاہر نہ ہو جاوے۔ یہ سن کر اس نے سر پر خاک ڈالی۔ کپڑے پھاڑ لئے اور کہا کہ ہر دم آپ تو ایک نئے ظلم کا اضافہ کرتے ہیں اور کچھ دیر تک اس نے یہ ہی تشنیع و ملامت جاری رکھی۔ اس کے بعد حضرت داؤد علیہ السلام نے پھر اسے اپنے سامنے بلایا اور کہا کہ پھوٹی قسمت والے تیری تقدیر اچھی نہ تھی۔ اس لئے رفتہ رفتہ تیرا ظلم ظاہر ہوا۔ تجھ گدھے کی حالت پر سخت افسوس ہے کہ تو نے عز و جاہ کی کچھ قدر نہ کی اور اسکو خاشاک راہ سمجھا۔ اچھا جاہم حکم دیتے ہیں کہ تیری بیوی بچے سب اس کے لوٹھی غلام ہو گئے دیکھ اب کچھ نہ بولنا یہ سن کر وہ دونوں ہاتھوں سے اپنی چھاتی پتھر سے کوٹتا تھا اور اپنی جہالت سے مجبوط الحواس بنا ہوا کبھی اوپر جاتا تھا کبھی نیچے آتا تھا۔ چونکہ لوگ اس واقعہ کی اندرونی حالت سے واقف نہ تھے اس لئے انہوں نے بھی ملامت کرنی شروع کی کہ کس قدر ظلم ہے کہ اس کی گائے بھی ماری گئی اور اس سے مال بھی دلایا جاتا ہے اور اس کے بیوی بچوں کو غلام بنایا جاتا ہے۔

شرح شبیری

ظالم از مظلوم کے داند کسے	کو بود سخرہ ہوا ہچموں نھے
وہ شخص ظالم اور مظلوم میں کب امتیاز کرتا ہے؟	جو کہ سچے کی طرح ہوا کے تابع ہو

یعنی ظالم کو مظلوم سے کب کوئی جانتا ہے جو کہ سخرہ ہوا مانند خس کے ہو۔ مطلب یہ کہ جو شخص ہوا ہو اس میں لگا ہوا ہو اس کو کیا خبر ہو سکتی ہے کہ کون مظلوم اور کون ظالم اس لئے کہ ایسے شخص پر حقیقت اشیاء منکشف ہی نہیں ہوتی۔

ظالم از مظلوم آنکس پے برد	کو سر نفس ظلوم خود برد
ظالم اور مظلوم کا وہ شخص پتہ لگا لیتا ہے	جو اپنے ظالم نفس کا سر قلم کر دے

یعنی ظالم کو مظلوم سے وہ جان سکتا ہے جو کہ اپنے نفس ظالم کے سر کو کاٹ دے۔

ورنہ آں ظالم کہ نفس ست اندروں	خضم ہر مظلوم باشد از جنوں
ورنہ وہ ظالم کہ جس کے اندر نفس ہے	جنون کی وجہ سے ہر مظلوم کا مخالف ہوتا ہے

یعنی ورنہ وہ ظالم جو نفس باطن میں ہے وہ ہر مظلوم کا جنون کی وجہ سے دشمن ہو جاتا ہے مطلب یہ کہ اگر کسی نے نفس کشی نہیں کی ہے تو اس کا نفس ہمیشہ مظلوم کا دشمن ہوتا ہے اس لئے کہ اس شخص پر حقیقت کبھی منکشف ہی نہ ہوگی۔

سگ ہمارہ حملہ برم مسکین کند	تا تو اند زخم برم مسکین زند
کتا ہمیشہ فریب پر حملہ کرتا ہے	جب تک بھی ہو سکے فریب کو کاہ ہے

یعنی کتا ہمیشہ حملہ مسکین ہی پر کرتا ہے اور جب تک سکتا ہے مسکین ہی پر زخم مارتا ہے۔

شرم شیراں راست نے سگ را بداں	کو نگیرد صید از ہمسایگان
بچہ لے شرم شیروں میں ہوتی ہے نہ کہ کتے میں	وہ پڑوسیوں سے شکار نہیں چھینتا ہے

یعنی شرم تو شیروں کو ہوتی ہے نہ کہ کتوں کو جان لو کیونکہ وہ شکار کو ہمسایوں سے نہیں لیتا ہے یعنی فرماتے ہیں کہ شرم تو شیروں کو ہوتی ہے کہ وہ دوسرے کا شکار نہیں لیتے خود شکار کرتے ہیں ورنہ کتے تو منتظر رہتے ہیں کہ کوئی شکار کرے تو ہم اڑاویں تو اسی طرح اس مدعی کو بھی شرم نہ تھی اس لئے کہ سگ خصلت تھا اس بیچارہ کے مال کو قبضہ کئے بیٹھا تھا اور شرم نہ آتی تھی آگے فرماتے ہیں کہ

عامہ مظلوم کش ظالم پرست	از کمیں سگ ساں سوئے داؤد جست
مظلوم کو مارنے والے ظالم پرست عوام	کینگاہ سے کتے کی طرح (حضرت) داؤد پر دوڑ پڑے

یعنی کمین سے کتوں کی طرح داؤد علیہ السلام کی طرف عوام مظلوم کش اور ظالم پرست بڑھے۔

روئے در داؤد کردند آں فریق	کانے مجتنبے برما شفیق
ان لوگوں نے (حضرت) داؤد کی طرف رخ کیا	کہ اے خجبت نما ہم پر مہربان

یعنی داؤد علیہ السلام کی طرف اس فریق نے منہ کیا کہ اے نبی برگزیدہ اور ہم پر شفیق۔

ایں نشاید از تو کیں ظلم است فاش	قہر کردی بیگناہے رابہ لاش
آپ کیلئے یہ مناسب نہیں کیونکہ یہ تو کلام ظلم ہے	آپ نے بے وجہ ایک بے تصور پر ظلم کیا ہے

یعنی آپ کو یہ نہ چاہئے اس لئے کہ یہ تو ظلم صریح ہے اور آپ نے ایک بے گناہ پر ایک لاشے چیز کے ساتھ ظلم کیا۔ مطلب یہ کہ جب اس ظالم نے بہت داویلا کی تو اور عوام بھی حضرت داؤد علیہ السلام کی طرف متوجہ ہوئے کہ حضرت بے شک یہ تو ظلم صریح ہے اور سچ یہ ہے کہ بظاہر تو ظلم تھا ہی جب تک اصل واقعہ نہ معلوم ہو ظلم ہونے میں کیا شک ہے اب اس وقت تک تو داؤد نے اشارہ اس کے قصہ کی طرف اشارہ کیا تھا مگر اب بالکل صاف طور پر بیان فرماتے ہیں اس لئے کہ اس کا ظلم اور لوگوں کی بدگمانی بہت بڑھ گئی تھی۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح: اب مولانا فرماتے ہیں عوام نے مدعا علیہ اور حضرت داؤد علیہ السلام کو ظالم سمجھا اور مدعی کو مظلوم حالانکہ معاملہ بالکل برعکس تھا۔ واقعی بات یہ ہے کہ جو شخص خواہش نفسانی کا یوں ہی مسخر ہو جیسے خس و خاشاک ہو گا۔ وہ شخص ظالم اور مظلوم میں کیا امتیاز کر سکتا ہے۔ ظالم اور مظلوم کا تو وہی شخص پتہ چلا سکتا ہے جو پہلے اپنے ظالم نفس کا سرکاٹ دے ورنہ یہ ظالم نفس

جو اندر چھپا ہوا ہے اپنے دیوانہ پن سے مظلوم ہی کا مخالف ہوگا اور مجانست کے سبب ظالم کا ساتھ دے گا کیونکہ قاعدہ ہے کہ کتا ہمیشہ غریب اور حقیر ہی آدمی پر حملہ کرتا ہے اور جہاں تک اس سے ہو سکتا ہے غریب ہی کو کاٹتا ہے یا درکھو کہ یہ نیز ہی کا کام ہے اور کتا کبھی ایسا نہیں کر سکتا کہ ہمسایوں کا شکار نہ چھینے اور عالی حوصلگی سے خود شکار کرے۔ یعنی کسی کمزور کو نہ ستانا اہل اللہ ہی کا کام ہے اہل نفس سے ایسا نہیں ہو سکتا بلکہ وہ تو جس کو کمزور دیکھتے ہیں اسی کو ستاتے ہیں چنانچہ عوام جن کا کام مرتے کو مارنا اور ظالم کی پرستش کرنا ہے کتوں کی طرح داؤد علیہ السلام کو لپٹ پڑے اور ان کی طرف رخ کر کے یوں خطاب کیا کہ اے برگزیدہ اور ہم پر مہربان نبی آپ کو یہ زیبا نہیں کیونکہ یہ کھلا ہوا ظلم ہے آپ نے ایک بے قصور شخص پر محض بلا وجہ زیادتی کی۔

شرح شبیری

داؤد علیہ السلام کا قصد کرنا تا کہ اس کے راز کو ظاہر فرماویں

گفت اے یاران زمان آں رسید	کاں سر نکتوم او گردد پدید
فرمایا اے دوستو! اس کا وقت آ گیا ہے	کہ اس کا پوشیدہ راز ظاہر ہو جائے

یعنی داؤد نے فرمایا کہ اے یارو وقت اس کا آ گیا ہے کہ اس کا پوشیدہ راز ظاہر ہو جاوے۔

جملہ بر خیزید تا بیروں رویم	سوئے صحرا و بداں ہاموں شویم
سب اٹھو تاکہ ہم باہر چلیں	جنگل کی طرف اور اس جنگل میں پہنچیں

یعنی سب اٹھو تاکہ ہم باہر جنگل کی طرف چلیں اور اس میدان میں جاویں۔

مرد وزن از خانہا بیروں روید	تا بر آں سر نہاں واقف شوید
مرد اور عورت گھروں سے باہر چلو	تاکہ اس پوشیدہ راز سے واقف ہو جاؤ

یعنی (فرمایا کہ) اے مرد و عورت گھروں سے باہر چلو تاکہ اس پوشیدہ بھید پر واقف ہو جاؤ۔

در فلاں صحرا درختے ہست زفت	شاخہا لیش ابنہ و بسیار چفت
فلاں جنگل میں ایک موٹا درخت ہے	اس کی شاخیں بچکنی اور بہت جڑی ہوئی ہیں

یعنی فلاں جنگل میں ایک درخت عظیم ہے اور اس کی شاخیں انبوہ ہیں اور بہت گھنی ہیں۔

سخت راسخ خیمہ گاہ و میخ او	بوئے خوں می آیدم از نیخ او
خیمہ گاہ اور اس کا کھونٹا بہت مضبوط ہے	اس کی جڑ سے مجھے خون کی بو آ رہی ہے

یعنی اس کی خیمہ گاہ اور اس کی میخ سخت راسخ ہے مجھے اس کی جڑ میں سے بوئے خون آتی ہے۔

خون شدہ ست اندر بن آل خوش درخت	خواجہ راکشت است این منحوس بخت
اس ایسے درخت کی جڑ میں خون ہوا ہے	اس بد بخت نے آقا کو قتل کیا ہے

یعنی اس درخت عظیم کی جڑ میں خون ہوا ہے اور اس منحوس بخت نے اپنے خواجہ کو قتل کیا ہے۔

مال را برداشت ست این قلتباں	وین غلام اوست اے آزادگاں
اس دیوٹ نے مال اڑا لیا ہے	اے آزاد لوگو! یہ اس کا غلام ہے

یعنی اور اس کے مال کو اس دیوٹ نے لے لیا ہے اور اے آزادو! یہ اس کا غلام ہے۔

این جواں مر خواجہ را باشد پسر	طفل بود و او ندارد زین خبر
یہ جوان آقا کا پوتا ہے	بچہ تھا اس کو اس کا پتہ نہیں

یعنی یہ جوان اس خواجہ کا لڑکا ہے یہ (اس وقت) بچہ تھا اس کو اس بات کی خبر نہیں ہے۔

تا کنوں حلم خدا پوشید آل	آخر از ناشکری این قلتباں
اب تک اللہ کے حلم نے اس کو چھپایا	ہا آخر اس دیوٹ کی ناشکری سے

یعنی اب تک تو حلم حق نے اس (کے بھید) کو پوشیدہ رکھا (مگر) آخر اس دیوٹ کی ناشکری کی وجہ سے (حق تعالیٰ نے اب ظاہر فرمادیا) اور وہ ناشکری یہ ہے کہ۔

کہ عیال خواجہ را روزے ندید	نے بہ نوروز و نہ موسمہائے عید
کہ اس نے ایک دن بھی آقا کے بچوں کی دیکھ بھال نہ کی	نہ تو روز پڑ اور نہ عید کے موسموں میں

یعنی عیال خواجہ کو اس نے ایک دن نہ دیکھا نہ نوروز میں نہ موسمہائے عید میں۔

بینویاں را بہ یک لقمہ نجست	یاد نا درد اوز ہقبائے نخست
محتاجوں کی ایک لقمہ سے دلداری نہ کی	اس نے پہلے حقوق کو یاد نہ کیا

یعنی اس نے ان بے نوا یوں کو ایک لقمہ کے لئے (بھی) تلاش نہ کیا۔ اور ان حقوق پیشین کو یاد نہ کیا مطلب یہ کہ اس کج بخت نے یہ بھی نہ کیا کہ کبھی عید بقر عید کو یہ سمجھ کر کہ انہیں کی مال و دولت لئے بیٹھا ہوں ان غریبوں کو ایک لقمہ تک نہ دیا۔

تا کنوں از بہر یک گاؤں این لعین	میزند فرزند او را بر زمیں
یہاں تک یہ مردد ایک گائے کی وجہ سے	اس کے پوتے کو زمین پر پٹخ رہا ہے

یعنی یہاں تک کہ اب ایک گائے کے واسطے یہ ملعون اس کے لڑکے کو زمین پر پٹکے دیتا ہے۔

او بخود برداشت پردہ از گناہ	ورنہ می پوشید جرمش را الہ
اس نے خود گناہ سے پردہ اٹھایا	ورنہ خدا اس کے جرم کو چھپا رہا تھا

یعنی اس نے گناہ پر سے خود پردہ اٹھا دیا ورنہ اللہ تعالیٰ نے تو اس کے جرم کو پوشیدہ رکھا تھا۔ مطلب یہ کہ اس کج بخت نے یہ

ساری باتیں کر کے خود اپنا قصیدہ کیا اور نہ حق تعالیٰ نے تو اتنی مدت سے اس کے جرم کو چھپا ہی رکھا تھا آگے مولانا فرماتے ہیں کہ

کافر و فاسق دریں دور گزند	پردہ خود را بخود برے درند
اس فتنہ کے زمانے میں کافر اور فاسق	اپنے پردے کو خود چاک کر رہے ہیں

یعنی کافر اور فاسق اس دور گزند میں خود بخود اپنی پردہ دری کرتے ہیں۔

ظلم مستور ست در اسرار جاں	می نہد ظالم بہ پیش مرد ماں
روح کے رازوں میں ظلم چھپا ہوا ہے	ظالم (اس کو) لوگوں کے سامنے پیش کر دیتا ہے

یعنی ظلم اسرار جان میں پوشیدہ ہوتا ہے تو ظالم اس کو لوگوں کے سامنے رکھ دیتا ہے۔ مطلب یہ کہ حق تعالیٰ ظالم کے ظلم کو پوشیدہ رکھتے ہیں اور کسی پر ظاہر نہیں ہونے دیتے۔ مگر یہ خود ہی کہتا پھرے تو اس کا کیا علاج اور اکثر یہی ہوتا ہے کہ حق تعالیٰ پوشیدہ رکھتے ہیں اور یہ مرتکب خود ہی ظاہر کرتا ہے اور کہتا ہے کہ۔

کہ بہ بیدیش کشیدہ شاخہا	گاؤ دوزخ را بہ بید از ملا
کہ اس (ظلم) کو سینگ لکالے ہوئے دیکھو	بملا دوزخ کی گائے کو دیکھو

یعنی کہ دیکھو کہ میں اپنے سینگ رکھتا ہوں اور دوزخ کی گائے کو ظاہر طور پر دیکھ لو۔ مطلب یہ کہ خود اپنی زبان سے اپنے مظالم اور ان کے اسباب کو ظاہر کرتا پھرتا ہے۔ خاص کر خون کی بابت تو مشہور ہے کہ قاتل چھپا ہی نہیں سکتا ظاہر ہو ہی کے رہتا ہے۔ آگے مولانا فرماتے ہیں کہ جس طرح یہ اپنے گناہوں کو اضطراب ظاہر کر دیتا ہے اور اس کی زبان وغیرہ اس کے گناہوں پر دنیا ہی میں گواہی دیتی ہے۔ اسی طرح قیامت میں بھی اعضاء گواہی دے دیں گے فرماتے ہیں کہ۔

ظالم کے ہاتھ پاؤں زبان کا دنیا ہی میں گواہی دینا

پس ہمیں جاوست و پاپت بے گزند	بر ضمیر تو گواہی سے دہند
تو اسی جگہ تیرے ہاتھ پاؤں بغیر نقصان کے	تیرے باطن پر گواہی دیتے ہیں

یعنی بس اسی جگہ (دنیا ہی میں) تیرے ہاتھ پاؤں بے گزند کے تیرے باطن پر گواہی دیتے ہیں۔

چوں موکل می شود بر تو ضمیر	کہ بگو تو اعتقادت وا مگیر
باطن تیرے اور موکل کی طرح ہو جاتا ہے	کہ تو کہدئے اپنے اعتقاد کو نہ چھپا

یعنی جب کہ تمہارے اوپر وہ بھید موکل ہو جاتا ہے کہ کہدے اور اپنے اعتقاد کو واپس مت لے۔

خاصہ در ہنگام حشتم و گفتگو	میکند ظاہر سرت را موبہو
خصوصاً غصہ اور گفتگو کے وقت	تیرے راز کو ذرہ ذرہ ظاہر کر دیتا ہے

یعنی خاص کر وقت حشتم و گفتگو میں کہ وہی موکل تیرے بھید کو موبہو ظاہر کر دیتا ہے۔

چوں موکل می شود ظلم و جفا	کہ ہویدا کن مرا اے دست و پا
---------------------------	-----------------------------

ظلم اور زیادتی موکل کی طرح ہو جاتی ہے	کہ اے ہاتھ پاؤں مجھے ظاہر کر دے
---------------------------------------	---------------------------------

یعنی وہ ظلم و جفا جس طرح مسلط ہو جاتا ہے کہ (کہتا ہے کہ) اے ہاتھ پاؤں مجھے ظاہر کر دے۔

چوں ہی گیرد گواہ سر لگام	خاصہ وقت جوش و خشم انتقام
--------------------------	---------------------------

سرکا گواہ کس طرح لگام پکڑ لیتا ہے	خصوصاً غصہ کے جوش اور بدلہ لینے کے وقت
-----------------------------------	--

یعنی جس طرح کہ وہ گواہ سر لگام پکڑ لیتا ہے خاص کر وقت جوش اور خشم اور انتقام (کہ اس وقت تو اور اچھی طرح بتا دیتا ہے کہ دیکھو میں نے ایسا کیا تھا ایسا کیا تھا۔ تم مجھے کیا سمجھتے ہو وغیرہ وغیرہ تو جس طرح کہ دنیا میں یہ ظلم مسلط ہو جاتا ہے اسی طرح آخرت میں بھی کوئی شے مسلط ہو کر سب ایک ایک تم سے پوچھ لے گی۔ اسی کو فرماتے ہیں کہ۔

پس ہماں کسکب موکل می کند	تالوائے راز بر صحرا زند
--------------------------	-------------------------

تو وہی بات جو یہ مسلط کرتی ہے	تاکہ راز کا جہنڈا جگ میں گاڑ دے
-------------------------------	---------------------------------

یعنی پس وہی ذات جو کہ اس کو مسلط کر دیتی ہے تاکہ علم راز کو صحرا پر لگا دے۔

پس موکلہائے دیگر روز حشر	ہم تو اند آفرید از بہر نشر
--------------------------	----------------------------

تو حشر کے دن دوسرے موکل	بھی (راز) کھولنے کے لئے پیدا کر سکتی ہے
-------------------------	---

یعنی پس دوسرے موکلین حشر کے دن وہی ذات نشر کے واسطے پیدا فرماوے گی (اور اس وقت کہا جاوے گا کہ)

اے بدو دست آمدہ در ظلم و کیس	گوہرت پیدا است حاجت نیست این
------------------------------	------------------------------

اے وہ کہ جو دس ہاتھوں سے ظلم اور کینہ میں لگا ہے	تیرا جوہر کھلا ہوا ہے اس کی ضرورت نہیں ہے
--	---

یعنی اے شخص جو کہ دونوں ہاتھوں سے ظلم و کینہ میں آیا ہوا ہے تیری ذات ظاہر ہوگئی ہے اب اس (اظہار) کی ضرورت نہیں رہی ہے۔

نیست حاجت شہرہ کشتن در گزند	بر ضمیر آتشینیت واقف اند
-----------------------------	--------------------------

نقصان رسائی میں مشہور ہونے کی ضرورت نہیں ہے	تیرے آتش آتشینیت (سب) باخبر ہیں
---	---------------------------------

یعنی ظلم میں مشہور ہونے کی حاجت نہیں ہے تیرے ضمیر آتشیں پر سب لوگ واقف ہیں۔

نفس تو ہر دم بر آرد صد شرار	کہ بہ بییدم منم ز اصحاب نار
-----------------------------	-----------------------------

تیرا نفس ہر وقت سیکنڈوں چنگاریاں اگل رہا ہے	کہ مجھے دیکھو میں دوزخیوں میں سے ہوں
---	--------------------------------------

یعنی تمہارا نفس ہر دم سو شرار نکالتا ہے کہ مجھے دیکھو میں اصحاب نار سے ہوں۔

جزو نارم سوئے کل خود روم	من نہ نورم کہ سوئے حضرت شوم
--------------------------	-----------------------------

میں آگ کا جزو ہوں اپنے کل کی جانب جاتا ہوں	میں نور نہیں ہوں کہ (اللہ کے) دربار کی طرف جاؤں
--	---

یعنی میں تو جزو نار ہوں اپنے کل کی طرف جاتا ہوں میں نور نہیں ہوں جو حضرت حق کی طرف جاؤں۔ مطلب یہ کہ تمہارا

نفس ہر دم معاصی کو اور گناہوں کو ظاہر کر رہا ہے اور ہر دم دوزخ کی طرف جا رہا ہے۔

ہچماں کایں ظالم حق ناشناس	بہر گاوے کرد چندیں التباس
جیسا کہ حق نہ پہچانے والے اس ظالم نے	ایک گائے کے لئے اس قدر مکر کئے

یعنی جس طرح کہ اس ظالم ناحق شناس نے ایک گائے کے واسطے کتنے مکر کئے (حالانکہ)

او ازیں صد گاؤ بر دو صد شتر	نفس اینست اے پدرا زوے بر
وہ اس کی سو گائیں اور سو اونٹ لے بھاگا	اے ہادا! نفس یہی ہے اس سے قطع تعلق کر

یعنی وہ اس سے سو گائیں اور سو اونٹ لے جا چکا تھا اے بابا! نفس یہی ہے اس سے قطع تعلق کر دو۔ مطلب یہ کہ جس طرح اس شخص کو باوجود اتنا مال و دولت لے لینے کے چین نہ آتی تھی اسی طرح نفس کو تمہارے دولت ایمان کو لے کر چین نہیں آتا۔ اول تو یہ شرارت اور سرزوری کرتا ہے اس پر طرہ یہ کہ۔

نیز روزے با خدا زاری نکرد	یار بے نامد ازو یکدم بدرد
اس نے خدا سے ایک دن بھی عاجزی نہ کی	کسی دقت بھی درد کے ساتھ اس سے یارب نہ نکلا

یعنی ایک دن بھی خدا سے زاری نہیں کی اور اس سے ایک دن بھی درد کے ساتھ یارب نہیں آیا۔ یعنی ایک تو اتنا ظلم کیا پھر کبھی اتنی توفیق نہ ہوئی کہ خدا ہی سے دعا کر لیتا کہ اگر خدا کے سامنے عاجزی کرتا تو حق تعالیٰ کبھی اس کو روانہ کرتے رسوا تو اپنی ہٹ دھرمی سے ہوا کہ جانتا تھا کہ میں ظالم ہوں اور پھر بھی اسی پر اڑا رہا کہ میری خطا ہی نہیں ہے اور اگر یہ بھی نہ کرتا تو اتنا تو کرتا کہ ان مظلومین کے لئے دعا کرتا اور کہتا کہ۔

کائے خدا خصم مرا خوشنود کن	گر منش کردم زیاں تو سود کن
کہ اے خدا میرے مقابل کو خوش کر دے	اگر میں نے اس کا نقصان کیا ہے تو فائدہ کر دے

یعنی کہ اے خدا میرے دشمن کو خوش کر دیجئے اور اگر میں نے اس کا نقصان کیا ہے تو آپ نفع کر دیجئے (تو اس طرح ہی دعا کرتا تب بھی حق تعالیٰ معاف فرمادیتے اور کہتا کہ)

گر خطا کستم دیت بر عاقلہ است	عاقلہ جانم تو بودی از الست
اگر میں نے غلطی سے مارا ہے تو دیت عاقلہ پر ہے	الست سے تو میری جان کا عاقلہ ہے

یعنی (کہ اے خدا) اگر میں نے خطا مار ڈالا ہے تو دیت عاقلہ پر ہے اور میری جان کے عاقلہ روز الست سے آپ ہی ہیں۔ مطلب یہ کہ عرض کرتا یا الہی میں نے تو اس کو مار ڈالا اب آپ اس کی دیت دیجئے یعنی اس کو خوش کر دیجئے تو اگر یہ دعا کرتا تو اس کا مال اس کے پاس رہتا اور حق تعالیٰ اسے بھی خوش کر دیتا اس لئے کہ۔

سنگ می گردد ز استغفار در	این بود ز انصاف نفس اے جان حر
توپ کرنے سے پتھر موتی بن جاتا ہے	اے آزاد جان! نفس کا انصاف یہ ہوتا ہے

یعنی استغفار کی وجہ سے پتھر بھی موتی ہو جاتا ہے تو اے جانِ حریف کا انصاف تو یہ ہے یعنی نفس کو اس طرح رکھو کہ اگر ایک طرف زیادتی ہو جاوے اور کسی وجہ سے کوئی کام ہو جاوے تو پھر استغفار کر لو اس کے ذریعہ سے اس تعدی اور زیادتی کی تلافی ہو جاوے گی۔ مگر اس نے ایسا نہیں کیا بلکہ ہٹ دھرمی کی تو آخر فضیحت ہوا۔ آگے پھر قصہ بیان فرماتے ہیں کہ۔

شرح صلیبی

ترجمہ و تشریح:- لوگوں کی ملامت سن کر حضرت داؤد علیہ السلام نے فرمایا کہ صاحبِ جوارب وہ وقت آ گیا ہے کہ یہ راز سربستہ ظاہر ہو جاوے۔ اچھا شہر سے باہر چلو تا کہ ہم سب اس راز سے واقف ہو جائیں کیونکہ فلاں جنگل میں ایک بڑا بھاری درخت ہے اس کی شاخیں بہت کثرت سے اور خوب ملی ہوئی ہیں۔ اور بہت مضبوط خیمہ گاہ ہے اور تنہ بھی اس کا بہت مضبوط ہے مجھے اس کی جڑ میں سے خون کی بو آتی ہے کیونکہ اس عمدہ درخت کے اندر ایک خون ہوا ہے یعنی اس منحوس آدمی نے اپنے آقا کو مار ڈالا ہے اور اس کو مار کر یہ بھڑوا اس کا سارا مال لے اڑا ہے اور آج جو یہ رئیس بنا ہوا ہے حقیقت میں اس آقا کا غلام ہے اور یہ مدعا علیہ اس کا پوتا ہے یہ اس زمانہ میں بچہ تھا (باپ اس کا اپنے باپ کی حیات میں فوت ہو چکا تھا) اس لئے اس کو اس واقعہ کی مطلق خبر نہیں۔ اب تک تو حق سبحانہ نے اپنے علم سے اس کو پوشیدہ رکھا لیکن بالآخر حق سبحانہ نے اس بھڑوے کی ناشکری سے کہ اس نے کبھی اس کے بال بچوں کو نہ دیکھا نہ نوروز میں نہ عید میں نہ کسی تہوار میں اور ان بے سامانوں کی ایک لمبے سے بھی کبھی خبر نہ لگی اور ان کے دادا کے پہلے حقوق کو کبھی یاد نہ کیا حتیٰ کہ اب یہ ملعون ایک گائے کے لئے اس کے پوتے کو زخمی پر پکنا چاہتا ہے اس گناہ سے پردہ اٹھا دیا لہذا انی الحقیقت خود اسی نے اپنے گناہ سے پردہ اٹھا دیا۔ ورنہ حق سبحانہ اس کے جرم کو چھپائے رکھتے۔

فائدہ: یاد رکھو کہ یہ معنی تو اس وقت ہوں گے جب کہ از ناشکری اس قلبجان میں لفظ ناشکری میں ایک ایسے ہو اور چار مجرور فعل محذوف سے متعلق ہوں۔ اور اگر دوتی ہوں اور اس قلبجان ناشکری کا مضاف الیہ نہ ہو بلکہ مبتدا ہو اور جزا و سکی او بخود برداشت الخ ہو تو معنی یہ ہوں گے کہ بالآخر اپنی ناشکری سے اس بھڑوے نے اپنے گناہ سے خود پردہ اٹھایا۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ واقعی حق سبحانہ نہایت ستار ہیں اور کفار و فساق خود اپنی پردہ دری کرتے ہیں اس کا ظلم اس کے دل میں مستور ہوتا ہے۔ مگر وہ خود اس کو لوگوں کے آگے رکھ دیتا ہے اور کہتا ہے کہ مجھے دیکھ لو۔ میرے سینک ہیں۔ اور میں دوزخ کا موذی نیل ہوں۔ تم اس دوزخ کے نیل کو کھلم کھلا دیکھ لو۔ اس سے تم معلوم کر لو کہ خود دنیا ہی میں تمہارے ہاتھ پاؤں اس ظلم مستور کی گواہی دیدیتے ہیں دیکھو جب کہ وہ جرم مستور تم پر مسلط ہوتا اور تقاضا کرتا ہے کہ تو اپنے خیال کو ہرگز مت چھپا بلکہ اس کو ظاہر کر دے بالخصوص غصہ اور گفتگو کے وقت تو اس کا تقاضا اور بھی شدید ہوتا ہے اور وہ بالکل صاف صاف تمہارے راز کو ظاہر کر دیتا ہے اور جب کہ تم پر ظلم و جفا مسلط ہو کر تقاضا کرتے ہیں کہ اے ہاتھ پاؤں ہمیں ظاہر کر دو اور جب کہ تمہارا سر جو کہ تمہارے جرم کا ایک گواہ ہے تمہاری لگام پکڑتا ہے اور اپنے قبضہ میں لاتا ہے اور تم سے راز کو ظاہر کرا دیتا ہے بالخصوص جوش غضب اور جوش انتقام کے وقت تو اب سمجھو کہ جو ان کو مسلط کرتا ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ مخفی راز کا

جھنڈا صحرا میں گڑ جاتا اور وہ راز آشکار ہو جاتا ہے وہی قیامت میں افشائے راز کے لئے دوسرے موکل بھی پیدا کر سکتا ہے پھر تم قیامت میں اعضاء کے گواہی دینے سے کیوں انکار کرتے یا کیوں اس کو مستعبد سمجھتے ہو اس کے بعد مولانا تو بیخا فرماتے ہیں کہ اے دونوں ہاتھوں سے ظلم و جور میں مصروف شخص موکلوں کو مقرر کر کے راز کو ظاہر کرانے کی کیا ضرورت ہے تیرا جوہر تو خود ظاہر ہے کچھ ضرورت نہیں کہ تو اپنے ظلم کو ظاہر کر کے مشہور ہو کیونکہ تیرے خطرناک خیال کو جاننے والے بدوں ظاہر کئے بھی جانتے ہیں۔ خود تیرا نفس ہر دم سینکڑوں شرارے اڑا رہا ہے اور کہہ رہا ہے کہ لوگو مجھے دیکھ لو۔ میں آتش ہوں اور میری آتش جو ایک اعتبار سے جزو دوزخ ہے بالآخر اپنے کل کی طرف راجع ہوگی اور میں نور نہیں ہوں کہ حق سبحانہ کی طرف متوجہ ہوں (اس مقام پر ایک ضروری امر پر تنبیہ کر دینا ضروری معلوم ہوتا ہے وہ یہ کہ مولانا کے کلام میں نظر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جب دو چیزیں متجانس یا متشابہ ہوں اور ان میں ایک ادنیٰ اور ایک اعلیٰ ہو تو مولانا ادنیٰ کو جزو اور اعلیٰ کو کل فرمادیتے ہیں اسی بناء پر کبھی وہ عقول ناقصہ کو جزو اور عقول کاملہ کو کل کہتے ہیں کبھی قلب ناقص کو جزو اور قلب کامل کو کل فرماتے ہیں۔ کبھی نفس کو آتشیں کہہ کر اس کو جزو اور دوزخ کو کل کہتے ہیں وغیرہ وغیرہ اس اصطلاح کو نہ سمجھنے کے سبب لوگ مغالطہ میں پڑتے ہیں۔ اور جزویت و کلیت حقیقہ مراد لے کر توجیہات بارہ میں مشغول ہوتے ہیں) مثلاً دیکھ لو کہ اس ناحق شناس ظالم نے ایک گائے کے لئے کس قدر حق پوشی کی۔ حالانکہ وہ خود اس کی دوسو گائیں اور دوسو اونٹ اڑالے گیا تھا۔ یہ حالت ہے نفس کی پس تم کو چاہیے کہ اس سے قطع تعلق کرو اور شرارت دیکھو کہ باوجودیکہ اس نے اس قدر ظلم کیا تھا مگر ایک دن بھی تو خدا کے سامنے نہ رویا اور سوز دل سے ایک دن بھی تو اس کے منہ سے اے اللہ نہ نکلا۔ اور کبھی اس نے یہ نہ کہا کہ اے خدا تو میرے مظلوم دشمن کو خوش رکھنا اگر میں نے اس کا نقصان کیا ہے تو اے اللہ تو میری طرف سے اس نقصان کی تلافی فرما دینا۔ اور اس کا فائدہ کر دینا اگر میں نے نفس کے دھوکہ میں آ کر اس کو مار ڈالا ہے تو میرے اس جرم کی دیت میرے عاقلہ پر ہے اور میرا عاقلہ تو ہمیشہ سے تو ہی ہے اور میرے جنایات کی تلافی کرنا تیرا ہی کام ہے اگر وہ ایسا کرتا تو یہ جرم جرم نہ رہتا۔ کیونکہ استغفار کے سبب سے سنگ جرم در طاعت بن جاتا ہے۔ اب تم سمجھ لو کہ یہ حالت ہے نفس کے انصاف کی۔ تو پھر اس سے کیا توقع ہو سکتی ہے کہ وہ مظلوم کی حمایت کرے گا۔ بلکہ لامحالہ وہ ظالم کا طرفدار ہوگا (قولنا اگر وہ ایسا کرتا تو وہ جرم جرم نہ رہتا لہذا اس کا مطب یہ ہے کہ اس پر جرم کے آثار مرتب نہ ہوتے اور دنیا میں رسوائی اور آخرت میں تعذیب نہ ہوتی بلکہ وہ مستحق اجر ہوتا۔ دنیا میں رسوائی نہ ہونے میں تو کوئی اشکال نہیں لیکن آخرت میں تعذیب نہ ہونے پر یہ اشکال ہے کہ قتل و اخذ مال غیر حقوق العباد ہیں ان کو حق سبحانہ بطور خود معاف نہیں فرماتے پھر آخرت میں تعذیب کیوں نہ ہوتی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ گو حق سبحانہ خود معاف نہیں فرماتے۔ لیکن اگر وہ چاہیں تو خود مدعی سے معاف کر سکتے ہیں پس تعذیب منٹھی ہوگئی اور اس کے طاعت ہونے کا یہ مطلب ہے کہ وہ اس گناہ کے سبب بجائے استحقاق عقوبت کے مستحق اجر ہوتا گو وہ گناہ خود سبب استحقاق اجر نہ ہوتا۔ بلکہ سبب استحقاق فی الحقیقت استغفار ہوتا جو کہ ایک عبادت ہے لیکن اس طاعت استغفار کا سبب چونکہ وہ گناہ ہی تھا اس لئے مجازاً اسی کو طاعت کہہ دیا گیا

اور استحقاق اجر کو اسی کی طرف نسبت کر دیا گیا۔ (یعنی لہ)

شرح شبیری

لوگوں کا اس درخت کی طرف باہر جانا

چوں بروں رفتند سوائے آل درخت	گفت دستش راز پس بندید سخت
جب لوگ اس درخت کی جانب باہر نکل گئے	فرمایا اس کے ہاتھ پیچھے کو مضبوط باندھ دو

یعنی جب اس درخت کی طرف باہر کو چلے تو داؤدؑ نے حکم دیا کہ اس کے ہاتھوں کو پیچھے مضبوط باندھ دو (یعنی مشکلیں کس لو)

تاگناہ و جرم او پیدا کنم	تالوائے عدل بر صحرا زخم
تاکہ میں اس کا گناہ اور جرم ظاہر کروں	تاکہ انصاف کا جھنڈا جنگل میں گاڑ دوں

یعنی تاکہ میں اس کے گناہ اور جرم کو ظاہر کروں اور تاکہ عدل کا جھنڈا صحرا پر لگا دوں۔

گفت اے سگ جد ایں را کشتہ	تو غلامے خواجہ زیں رو گشتہ
فرمایا اے کتے! تو نے اس کے دادا کو قتل کیا ہے	تو غلام ہے اس طور پر تو آقا بن (بیٹا) ہے

یعنی داؤدؑ نے فرمایا کہ اے کتے! تو نے اس کے جد کو مارا ہے تو غلام ہے خواجہ امن (قتل کی وجہ) سے ہو گیا ہے۔ جد مجازاً کہہ دیا اور نہ مقتول اس شخص مدعا علیہ کا باپ تھا۔ مطلب یہ کہ آپ نے فرمایا کہ ارے کتے! تو اس کے باپ کو مار کر خود خواجہ بن بیٹھا ہے ورنہ اصل میں غلام ہے۔

خواجہ را کشتی و بردی حال او	کرد یزداں آشکارا حال او
تو نے آقا کو قتل کیا اور اس کا مال اڑا لیا	خدا نے اس کا حال ظاہر فرما دیا

یعنی تو نے آقا کو قتل کیا ہے اور اس کا مال تو لے گیا ہے تو خدائے تعالیٰ نے اس کا حال ظاہر کر دیا ہے۔

آں زنت اورا کنیزک بودہ است	باہمیں خواجہ جفا بنمودہ است
وہ تیری بیوی اس کی لڑکی تھی	اس آقا پر اس نے (بھی) ظلم کیا ہے

یعنی وہ تیری بیوی اس کی باندی تھی اس نے اس خواجہ کے ساتھ جفا کی ہے۔

ہرچہ او زائیدہ مادہ یا کہ نر	ملک وارث باشد آنہا سر بسر
جو اس سے پیدا ہوا مادہ ہو یا نر	وہ سب کا سب وارث کی ملک ہو گا

یعنی جو کچھ کہ اس عورت نے لڑکا یا لڑکی جتنا ہے تو وہ سب اس وارث کی ملک ہیں سر بسر۔

تو غلامے کسب و کارت ملک اوست	شرع جستی شرع بستان نکوست
------------------------------	--------------------------

تو غلام ہے تیری کمائی اور کار (دہار) اس کی ملک ہے	تو نے شری فیصلہ چاہا شری فیصلہ لے جا بہت اچھا ہے
---	--

یعنی تو غلام ہے اور تیرا سارا کسب اور تمام کام اس کی ملک ہیں۔ تو شرع کو ڈھونڈھتا تھا شرع لے۔ جا خوب اچھی ہے۔
یعنی تو فیصلہ شرع کا چاہتا تھا لے یہ فیصلہ شریعت کا ہے۔

خواجه را کشتی باستم زار زار	ہم بر اینجا خواجه گویاں زینہار
تو نے بڑے بڑے ظلم سے آقا کو قتل کیا	اسی جگہ آقا "الامان" کہتا تھا

یعنی تو نے آقا کو ظلم سے زار زار کر کے اسی جگہ مارا ہے اور خواجه کہہ رہا تھا کہ ارے جانے دے۔

کارداز اشتاب کردی زیر خاک	از خیالے کہ بدیدی سہمناک
تو نے جلدی سے چھری زمین میں گاڑ دی	اس تصور کی وجہ سے جو تجھے خوفناک نظر آیا

یعنی چھری کو جلدی سے تو نے ایک خیال کی وجہ سے جس کو تو نے خوفناک سمجھا تھا زیر خاک کر دیا ہے یعنی اس خیال سے کہیں خون آلود چھری کوئی دیکھ نہ لے اس کو بھی زیر خاک دفن کر دیا ہے۔

نک سرش با کارو در زیر زمین	باز کاوید این زمین را چمنیں
یہ اس کا سر مع چھری کے زمین میں ہے	پھر اسی طرح اس زمین کو کھودو

یعنی یہ اس کا سر مع چھری کے زیر زمین ہے (اے لوگو) تم اس زمین کو اس طرح کھودو

نام این سگ ہم نوشتہ کارو بر	کرد با خواجه چمنیں مکر و ضرر
چھری پر اس کتے کا نام بھی لکھا ہوا ہے	اس نے آقا کے ساتھ ایسی مکاری اور ضرر رسانی کی ہے

یعنی اس کتے کا نام چھری پر لکھا ہوا ہے اس (نمک حرام) نے آقا کے ساتھ ایسا مکر اور ضرر کیا ہے۔

چمنیں کردند چوں بشگافتند	در زمین آں کارو با سر یافتند
انہوں نے ایسا ہی کیا جب انہوں نے کھودا	زمین میں چھریوں سے سر کے پالی

یعنی لوگوں نے اسی طرح کیا اور جب زمین کو کھولا تو زمین میں اس چھری کو مع سر کے پایا۔

ولولہ افتاد در خلق آں زماں	ہر یکے ز نار پیرید از میاں
اس وقت لوگوں میں شور مچ گیا	ہر ایک نے کمر سے جینو کاٹ ڈالا

یعنی اسی وقت لوگوں میں ایک شور پڑ گیا اور ہر ایک نے کمر سے زناں توڑ دی۔ یعنی چونکہ پہلے ان لوگوں نے حضرت داؤد علیہ السلام پر اعتراض کیا تھا اور نبی پر اعتراض کفر ہے تو اب بعد اظہار قصہ کے ان سب نے اس کفر سے توبہ کی اور اس کو زناں توڑنے سے تعبیر فرمایا ہے اسی کو خود فرماتے ہیں کہ۔

جملہ از داؤد گشته عذر خواہ	زانکہ بدظن گشته بودند و تباہ
سب (حضرت) داؤد سے معذرت چاہنے والے بن گئے	اس لئے کہ وہ بدگمان اور جاہ ہو گئے تھے

یعنی سب کے سب داؤد سے عذر خواہ ہوئے۔ اس لئے کہ سب بدظن اور تباہ ہو چکے تھے۔ یعنی چونکہ اس اعتراض کی وجہ سے بدظن اور تباہ ہو رہے تھے اس لئے سب نے معافی مانگی۔

داؤد علیہ السلام کا خونی سے قصاص لینے کا حکم کرنا بعد الزام حجت کے اس پر

بعد از اں گفتش بیا اے داؤد خواہ	داؤد خود بستاں تو از ایں روسیاه
اس کے بعد انہوں نے اس (کا گئے ذبح کرنے والے) سے کہا فرمادیا	اس رو سیاہ سے اپنا بدلہ لے

یعنی بعد اس کے اس (دعا کنندہ) سے فرمایا کہ اے داؤد خواہ تو اس روسیاه سے اپنی داد لے (پہلے صاحب گاؤ مدعی تھا اور اب کشندہ گاؤ مدعی ہے لہذا اس کو داؤد خواہ کہہ دیا۔ یعنی فرمایا کہ اب تو اس سے اپنا بدلہ لے)

ہم بد اں تغیش بفرمود او قصاص	کے کند مکرش ز علم حق خلاص
اس کی اسی تلوار سے انہوں نے قصاص لینے کا حکم فرمایا	اس کا مکر اللہ (تعالیٰ) کے علم سے کب بچا سکتا ہے؟

یعنی اسی تلوار سے اس کو قصاص لینے کو فرمایا اور علم حق سے اس کا مکر کب چھوٹ سکتا ہے۔

حلم حق گرچہ مواساہا کند	چونکہ از حد بگزر رسوا کند
اللہ (تعالیٰ) کی بردہاری اگرچہ بہت بخواری کرتی ہے	جب (معاہدہ) حد سے گزر جاتا ہے تو وہ رسوا کر دیتی ہے

یعنی حلم حق اگرچہ بہت مواسات کرتا ہے (مگر) جبکہ تم حد سے گزر جاؤ تو رسوا کر دیتا ہے۔ (دیکھو اس کی بات کو حق تعالیٰ نے کتنی مدت تک چھپایا مگر اب جو یہ اس قدر حد سے بڑھا تو آخر رسوا کر دیا) نعوذ باللہ منہ اللہم استر عیوبنا واغفر لنا و ارحمنا انت مولنا آگے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

خون نخسپ در قند در ہر دلے	میل جست وجوئے و کشف مشکے
خون نہیں سوتا ہر دل میں پیدا ہوتی ہے	جستجو کی خواہش اور مشکل کا کھولنا

یعنی خون سوتا نہیں ہے اور ہر دل میں جستجو اور کشف مشکل کا میلان پڑتا ہے۔

اقتضائے داوری رب دیں	سر برآرد از ضمیر آن و ایں
بدلے کے رب کے انصاف کا تقاضہ	اس اور اس کے دل میں سر اہارتا ہے

یعنی رب العالمین کی داوری کا اقتضا اس کے اور اس کے دلوں سے سر نکالتا ہے (اس طرح کہ کہتے ہیں کہ)

کال فلان چوں شد چہ شد حالش چہ گشت	ہمچنانکہ جوشد از گلزار کشت
کہ فلاں کا کیا ہوا کیسے ہوا اس کی کیا حالت ہوئی؟	اس طرح جیسے گلزار سے بویا ہوا جوش مارتا ہے

یعنی کہ وہ فلاں کیونکر ہوا کیا ہوا اور حال اس کا کیا ہوا۔ اس طرح کہ جیسے گلزار میں سے کھیتی جوش مارتی ہے۔ مطلب یہ کہ جب خون ہوتا ہے تو لوگ جوش میں ہوتے ہیں اور ہر ایک شخص اسی جستجو میں خود بخود لگ جاتا ہے۔

جوشش خون باشد آن واجستھا	خارش ولہاؤ بحث ماجرا
خون کا جوش ہوتی ہیں وہ جستجو میں	دلوں کی خارش اور بحث اور معاملہ

یعنی یہ جو جستجو میں جوش خون کی وجہ سے ہوتی ہیں اور خارش قلوب اور بحث و ماجرا ہوتا ہے۔ مطلب یہ کہ خون جوش مارتا ہے تو دلوں میں ایک خارش پیدا ہو جاتی ہے اور سب تلاش میں لگ جاتے ہیں اور یہ بات آج کل بھی ہے مشہور ہے کہ خون سر چڑھ کر بولتا ہے۔ اللہم احفظنا۔ آگے فرماتے ہیں کہ۔

چونکہ پیدا گشت سرکار او	معجزہ داؤد شد فاش و دو تو
جب اس کے کارنامہ کا راز ظاہر ہو گیا	(حضرت) داؤد کا معجزہ مشہور اور مضبوط ہو گیا

یعنی جب کہ اس کا بھید ظاہر ہو گیا تو داؤد علیہ السلام کا معجزہ ظاہر ہو گیا اور وہ ہر اہو گیا مطلب یہ کہ جس طرح انہوں نے بتایا تھا جب اسی طرح نکلا تو سب کو آپ کا معجزہ معلوم ہو گیا اور فہرست معجزات میں ایک زیادتی ہو گئی۔

خلق جملہ سر برہنہ آمدند	سر بسجدہ بر زمینہامے زدند
تمام لوگ ننگے سر آئے	سر کو سجدے میں زمینوں پر رکھتے تھے

یعنی سارے سر برہنہ آئے اور سر سجدہ میں زمین پر مارتے تھے (اور کہتے تھے کہ)

ماہمہ کوران اصلی بودہ ایم	وانچہ سے فرمودہ نشودہ ایم
ہم سب اصلی اندھے تھے	اور جو کچھ آپ نے فرمایا ہم نے نہ سنا

یعنی ہم سارے اصلی اندھے تھے اور آپ جو فرماتے تھے ہم اس کو نہ سنتے تھے۔

لیک معذوریم چوں بے دیدہ ایم	وز تو ماصد کوں عجائب دیدہ ایم
ہم نے آپ سے سینکڑوں قسم کے عجائب دیکھے ہیں	لیکن ہم معذور ہیں چونکہ بغیر آنکھوں کے ہیں

یعنی ہم نے تو آپ سے سینکڑوں قسم کے عجائبات دیکھے ہیں لیکن جب ہم اندھے ہیں تو معذور ہیں مطلب یہ کہ ہم نے آپ سے بہت سے عجائبات دیکھے ہیں۔ مگر کیا کریں بصیرت تو حاصل نہیں ہے لہذا ہم معذور ہیں کہ اس میں بھی یہی نہ سمجھا کہ آپ کو معلوم ہو گیا ہوگا۔ اور یہ سمجھ کر چپ نہ رہے آگے ان عجائبات میں سے کچھ بیان کرتے ہیں کہ۔

سنگ باتو در سخن آمد شہیر	کز برائے غزو جا لوتم بگیر
پتھر نے آپ سے بات کی (یہ) مشہور ہے	کہ مجھے جالوت سے جہاد کرنے کے لئے لے لیتے

یعنی پتھر آپ سے باتوں میں آیا۔ مشہور ہے کہ (اس نے کہا کہ) مجھے جالوت کی لڑائی کے واسطے لے لو (اہل سیر نے لکھا

ہے کہ جب داؤد طالوت کے ساتھ جالوت سے لڑنے کو چلے ہیں تو ایک پتھر نے کہا تھا کہ اے داؤد مجھے لے لو میرے ذریعے سے تم جالوت کو قتل کرو گے تو ایسا ہی ہوا)

تو بسہ سنگ و فلاخن آمدے	صد ہزاراں خصم را برہم زدے
آپ تین پتھر اور کوپن لے کر آئے	لاکھوں انسانوں کو جاہ کر دیا

یعنی آپ (جنگ جالوت میں) تین پتھر اور کوپن لے کر آئے تھے اور لاکھوں دشمنوں کو درہم برہم کر دیا تھا (اس طرح کہ)

سنگہایت صد ہزاراں پارہ شد	ہر یکے مرخصم را خونخوارہ شد
آپ کے (تین) پتھر لاکھوں ٹکڑے بن گئے	ہر ایک دشمن کے لئے خونخوار ہو گیا

یعنی آپ کے پتھر لاکھوں ٹکڑے ہوئے اور ہر ایک دشمن کے لئے خونخوار ہو گیا۔ یعنی ہر ایک پتھر کے بہت سے ٹکڑے ہوتے تھے اور جس کے وہ ٹکڑا لگتا تھا وہ اس کو مار دیتا تھا۔

آہن اندر دست تو چوں موم شد	چوں زرہ سازی ترا معلوم شد
آپ کے ہاتھ میں لوہا موم جیسا ہو گیا	جب آپ زرہ بنا جان گئے

یعنی لوہا آپ کے ہاتھ میں موم ہو گیا جب کہ آپ کو زرہ سازی معلوم ہوئی (یہ تو بہت ہی مشہور ہے)

کوہہا با تو رسائل شد شکور	باتو میخوانند چوں مقررے زیور
پہاڑ شکر گزاری میں آپ کے ہم آواز ہو گئے	آپ کے ساتھ (ملکر) قاری کی طرح زیور پڑھتے ہیں

یعنی پہاڑ آپ کے ساتھ ہم آواز ہوئے دراصل انھیں شکر کرنے والے تھے اور وہ آپ کے ساتھ قاری کی طرح زیور پڑھتے تھے۔

صد ہزاراں چشم دل بکشادہ شد	از دم تو غیب را آمادہ شد
دلوں کی لاکھوں آنکھیں کھل گئیں	آپ کے ارشاد نے غیب پر آمادہ ہو گئیں

یعنی لاکھوں چشم دل آپ کے دم سے کھل گئیں۔ اور غیب کے لئے آمادہ ہو گئیں۔

واں قوی تر از ہمہ کہ دائم است	زندگی بخشی کہ سرمد قائم است
اور وہ سب سے زیادہ قوی جو دائم ہے	آپ وہ زندگی بخشے ہیں کہ جو ابد تک قائم ہے

یعنی وہ معجزہ جو کہ سب سے قوی ہے اور دائم ہے حیات (روحانی) کا بخشا ہے کہ (یہ معجزہ) ہمیشہ کے لئے قائم ہے مطلب یہ کہ اور سب معجزات تو آپ کے ہیں ہی مگر آپ سے جو حیات روحانی میسر ہوتی ہے یہ ایسا معجزہ ہے کہ ہمیشہ کے لئے قائم ہیں۔

جان جملہ معجزات اینست خود	کو بہ بخشد مردہ را جان ابد
یہ خود تمام معجزوں کی جان ہے	کہ وہ مردے کو ابدی جان بخشتا ہے

یعنی تمام معجزات کی روح ہے کہ مردہ کو جان ابدی بخشتا ہے۔ مطلب یہ کہ جو روحانی مردے ہیں ان کو حیات ابدی اور حیات روحانی بخشتا ہے تو یہ معجزہ بھی تمام معجزات کی روح اور اصل ہے اب آگے مولانا قصہ کے نتیجہ اور انجام کے طور پر فرماتے ہیں کہ۔

کشتہ شد ظالم جہاں زندہ شد	ہر یکے از نو خدا را بندہ شد
ظالم قتل کیا گیا ایک عالم زندہ ہو گیا	ہر ایک از سر نو خدا کا بندہ بن گیا

یعنی ظالم مارا گیا اور ایک جہاں زندہ ہو گیا اور ہر شخص از سر نو خدا کا بندہ ہوا۔ (اس لئے کہ اس کے معاملہ میں سب نے نبی پر اعتراض کیا تھا تو سب قریب بہ کفر پہنچ گئے تھے۔ اب جب کہ یہ مارا گیا تو سب کو حقیقت حال معلوم ہو گئی اور سب گویا کہ از سر نو مسلمان ہوئے) آگے مولانا اس قصہ کو مقصود پر منطبق فرما دیں گے۔ جس کو ان شاء اللہ رب العزت میں بیان کیا جاوے گا۔

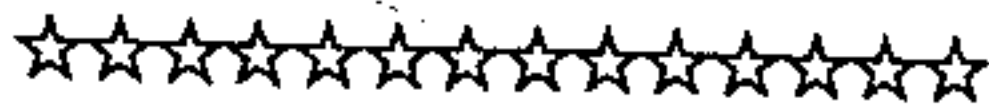
شرح حبیبی

جب باہر نکل کر درخت کے پاس پہنچے تو حضرت داؤد علیہ السلام نے فرمایا کہ اس کی مشکلیں کس لوتا کہ میں اس کا جرم اور گناہ ظاہر کروں اور تاکہ انصاف کا جھنڈا صحرا میں قائم کروں۔ یعنی انصاف کو عالم آشکار کروں۔ یہ حکم دے کر آپ مدعی کی طرف مخاطب ہوئے اور فرمایا کہ اونا لائق تو نے اس مدعا علیہ کے دادا کو مارا ہے اور تو حقیقت میں غلام ہے اور اس ذریعہ سے تو سردار بن گیا ہے تو آقا کو مار کر اس کا مال لے اڑا ہے۔ اب حق سبحانہ نے تیرا حال ظاہر کر دیا اور وہ جو تیری بیوی ہے وہ اس کی لونڈی ہے اس نے بھی اس آقا پر زیادتی کی ہے لہذا جو کچھ نروادہ بچے اس سے پیدا ہوئے ہیں وہ اس آقائے مقتول کے وارث کی ملک ہیں اور چونکہ تو غلام ہے اس لئے جو کچھ تو نے کمایا ہے سب اسی کی ملک ہے تو نے شرعی فیصلہ چاہا تھا بہت بہتر ہے لے یہ شرعی فیصلہ ہے تو نے اپنے آقا کو اسی جگہ ظلماً مارا ہے حالانکہ وہ تجھ سے کہتا تھا کہ ارے مجھے مت مار مجھے چھوڑ دے چونکہ تو قتل کر کے ڈرا اور تیرے متخیلہ نے کوئی صورت تیرے پیش نظر کر دی اس لئے فوراً تو نے خنجر کو زمین میں دفن کر دیا دیکھ زمین میں وہ سر چھری سمیت موجود ہے اچھا لوگو اس زمین کو کھودو اور دیکھو کہ اس چھری پر اس پاجی کا نام بھی لکھا ہوا ہے دیکھو اس پاجی نے اپنے آقا کے ساتھ یہ فریب کیا اور اس کو اس قدر ضرر پہنچایا۔ لوگوں نے حکم کی تعمیل کی اور اس زمین کو کھودا تو اس میں سے سر اور چھری دونوں برآمد ہوئے۔ یہ دیکھ کر لوگوں میں ایک شور مچ گیا اور سب نے اپنی اپنی کمر سے زنا توڑ ڈالے یعنی سب نے حضرت داؤد علیہ السلام سے معذرت کی کیونکہ وہ ان سے بدظن ہو کر اپنی عاقبت خراب کر چکے تھے اس کے بعد حضرت داؤد علیہ السلام نے مدعا علیہ سے فرمایا کہ او مظلوم آ اور اس رو سیاہ سے اپنا انتقام لے۔ اور فرمایا کہ اسی خنجر سے اس سے قصاص لے۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ یہ اپنے فریب سے گویا کہ دائرہ علم الہی سے نکلنا چاہتا تھا مگر نکل کب سکتا تھا علم حق سبحانہ بہت درگزر کرتا ہے مگر جب کہ آدمی حد سے تجاوز کرتا ہے تو پھر حق سبحانہ اس کو رسوا کر دیتے ہیں خون خاموش نہیں رہتا بلکہ ہر دل میں اس کی تفتیش کی رغبت اور اس عقدہ مشکل کو حل کرنے کا خیال پیدا ہوتا ہے اور عدل خداوندی کا اقتضا لوگوں کے دلوں میں یوں ظہور کرتا ہے کہ وہ سوچتے ہیں

کہ فلاں شخص کیا ہوا اور اس کا کیا حال ہوا۔ یہ خیالات ان کے دل میں یوں ہی پیدا ہوتے ہیں کہ جس طرح باغ میں کھیتی اور یہ تمام تفتیش اور دلوں کی کھٹک اور پوچھ گچھ سب خون کا جوش ہوتی ہیں غرض کہ جبکہ اس قصہ کا راز ظاہر ہوا تو حضرت داؤد علیہ السلام کا معجزہ ظاہر اور عظیم ہو گیا۔ سب لوگ ننگے سر آئے اور زمین پر سر بسجود ہوئے اس کے بعد کہا کہ ہم اعتراف کرتے ہیں کہ ہم اصلی اندھے تھے اور جو کچھ آپ نے فرمایا اس کو ہم نے گوش قبول نہ سنا اور ہم نے آپ کے سینکڑوں طرح کے عجائبات دیکھے لیکن چونکہ ہم اندھے ہیں اس لئے معذور ہیں آپ معاف فرمائیں ہم جانتے ہیں کھلم کھلا آپ سے پتھر نے گفتگو کی اور کہا کہ آپ طاہر کی مصاحبت میں جنگ کریں گے اس جنگ کے لئے آپ مجھے لے لیجئے۔ نیز آپ تین پتھر اور ایک گویا لے کر جنگ میں شریک ہوئے اور لاکھوں دشمنوں کو انہیں پتھروں سے فی النار کر دیا۔ آپ کے پتھروں کے بہت سے ٹکڑے ہوتے تھے اور ایک ٹکڑا دشمن کو ہلاک کرتا تھا۔ نیز جبکہ آپ کو صنعت زرہ بانی معلوم ہوئی تو آپ کے ہاتھ میں لوہا موم کی طرح نرم ہونے لگا نیز پہاڑ شا کر ہو کر آپ کے ہم آواز ہوئے۔ اور آپ کے ساتھ ساتھ قاریوں کی طرح زبور پڑھتے ہیں نیز لاکھوں ہاٹنی آنکھیں کھل گئیں اور آپ کے وعظ سے غیب بینی پر آمادہ ہو گئیں اور سب سے بڑھ کر جو کہ ہمیشہ رہنے والی ہے یہ بات ہے کہ آپ وہ حیات عطا فرماتے ہیں جو ہمیشہ باقی رہنے والی ہے اور سب معجزات کی جان آپ کا یہ معجزہ ہے کہ آپ حیات ابدی عطا کرتے ہیں الحمد للہ کہ ظالم مر گیا اور اس کے سبب دنیا زندہ ہو گئی اور ہم میں سے ہر ایک خدا کا بندہ ہو گیا۔ ورنہ اس نے تو ہم سب کو تباہ کر دیا تھا کہ ہم اس کی باتوں میں آ کر آپ پر اعتراض کرنے لگے تھے اور ایمان کھو بیٹھے تھے۔ فقط

الحمد للہ رب العالمین ثانی دفتر سوم کلید مثنوی بتاریخ ۸ رجب ۱۳۳۲ھ ختم ہوا۔

اس کے آگے ان شاء اللہ رب العالمین ثالث آتا ہے۔ فالحمد لله علیٰ احسانہ



خانقاہ امدادیہ اشرفیہ جہاں مثنوی شریف کی یہ مبارک شرح لکھی گئی



مثنوی کے بارے میں ارشادات اکابر

یہ مثنوی حضرت تبریزی رحمہ اللہ کے سینے کی آگ ہے جو حضرت رومی رحمہ اللہ کی زبان سے مثل آتش فشاں برآمد ہوئی۔

حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ کا ارشاد

تین کتابیں انوکھی

قرآن شریف - بخاری شریف - مثنوی شریف

حضرت حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ کا ارشاد

بعض مذاق کیلئے مثنوی بمنزل ذکر اللہ ہے

حضرت شاہ عبدالغنی پھولپوری رحمہ اللہ کا ارشاد

مثنوی سینے میں عشق خداوندی کی آگ لگا دیتی ہے۔

